

سلطان الحکمتین حضرت قزویم تہاں

شیخ شرف الدین احمد مکی منیریؒ

کے دو سو نادر و نایاب خطوط مبارک کا اعلیٰ اردو ترجمہ

مکتوبات دو صدی

مترجم

حکیم سید شاہ تقسیم الدین احمد شرقی فردوسی رمدی

تصحیح و ترتیب نو

سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی



سیریش فاؤنڈیشن

۸۵۵- این، گمن آباد، لاہور



مکتوبات شادی

www.marfat.com

Marfat.com

پاکستان میں اسلام اور اسلامی تصوف
کے موضوع پر معیاری کتب کی اشاعت کے لیے

الحاج محمد ارشد قریشی رحمۃ اللہ علیہ

کا نام ہمیشہ محترم رہے گا۔

سیرت فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع کردہ یہ سلسلہ کتب

ان کی یاد سے وابستہ ہے۔



سیرت فاؤنڈیشن کی تمام مطبوعات کی اشاعت میں

خصوصی معاونت کے لیے ادارہ

محترم جناب سردار محمد فیصل خان چشتی صاحب

کا بے حد ممنون ہے۔

www.marfat.com

Marfat.com

سُلطانِ تحقیقین حضرت مخدوم جہاں بخش شریف الدین علی ہمدانی مدظلہ العالی

کے دوستوں نادرونیاب خطوط مبارک کا اعلیٰ اردو ترجمہ

مکتوبات صدیقی

مترجم

حکیم سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی فردوسی مدظلہ



تصحیح و ترتیب نو

شاہ محمد سعید الدین فردوسی



سیرت فاؤنڈیشن

اسلامی علوم و فنون کا تحقیقی و اشاعتی ادارہ

۸۵۵۔ این۔ سمن آباد۔ لاہور

جملہ حقوق اشاعت، طباعت و نقل بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب: ————— اردو ترجمہ مکتوبات دوسدی
 کاتب مکتوباً: ————— سلطان المحققین حضرت مخدوم الملک شیخ رشید الدین احمد کھلی منیری
 مترجم: ————— سید شاہ قیوم الدین احمد شرقی البلیغی فردوسی
 ناشر و طابع: ————— سیرت فاؤنڈیشن - لاہور
 مطبع: ————— قادری پرنٹرز - لاہور
 کاتب: ————— ظفر صادق، عمران علی
 اشاعت اول: ————— ربیع الاول ۱۴۲۲ھ بمطابق مئی ۲۰۰۳ء
 تعداد اشاعت: ————— پانچ سو
 قیمت: ————— دو سو پچاس روپے



بسی واہتمام نصراقبال قریشی

سیرت فاؤنڈیشن - لاہور فون ۷۵۶۰۸۸۲



تقسیم کار

- دربار ایک شاپ - دربار مارکیٹ - گلخ بخش روڈ - لاہور
 ○ المعارف ————— گلخ بخش روڈ - لاہور
 ○ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ————— گلخ بخش روڈ - لاہور
 ○ " " " " ————— اردو بازار - کراچی
 ○ نظامی کتب خانہ، دربار حضرت بابا فرید الدین گلخ شکر، پاکپتن شریف

فہرست مضامین مکتوبات دو صدی

نمبر	موضوع	نمبر	نمبر	موضوع	نمبر
۹۵	عشق و محبت میں	۱۱	۱۳	”میری باتیں تھمتا اور افسانہ نہیں“	
۱۰۰	وصول الی اللہ	۱۲	۲۲	حرفِ محبت	
	محبت کا اثر اور ظاہری و باطنی	۱۳	۲۴	ابتدا کے دور	
۱۰۸	ولادت میں		۲۶	دیسپاچہ از جامع مکتوبات	
۱۱۴	مرید کی اطاعت پیر کے حکموں میں	۱۴	۳۱	دین کی راہ اور یقین کی درستی میں	۱
۱۲۲	پیروں کی صفت اور فضولیوں کی مذمت	۱۵	۳۸	علم کی طلب اور اس کی تحصیل میں	۲
۱۳۱	اپنے افلاس اور طلب کی صداقت میں	۱۶	۴۵	محنت و مشقت۔	
	احکام الہی کے اجرا میں انبیاء اور	۱۷	۵۲	نیت کے خلوص اور ارادت کی درستی میں	۳
۱۳۹	ادویاء کا عجز	۱۸	۵۹	بلاؤں کا نزول اور اہل بلا کی برداشت	۴
	دوستی و دشمنی اللہ کے لئے اور اپنی			دنیا کا ترک اور عقبی سے رغبت کرنا	۵
۱۴۳	خواہش نفس کے لئے اس کا ترک	۱۹	۶۵	مریدی اور مریدی کے بجا ہوں	۶
۱۴۹	ظاہر و باطن کی طہارت میں			ہمت کی بندگی اور دونوں جہاں	۷
۱۵۳	علم کی رغبت اور صحبت نیکان	۲۰	۶۹	کے حاصل ہو جانے کے باوجود خود	
۱۵۶	گروش و روش میں	۲۱		کو مخلص دیکھنے میں	
۱۶۰	تزکیہ اور تصفیہ میں	۲۲	۷۶	توبہ اور خداوند تعالیٰ کی طرف	۸
۱۶۴	تجرید و تطہیر میں	۲۳		رجوع ہونے کے ذکر میں	
۱۶۹	زندگی کرنے اور بندہ ہونے میں	۲۴		اپنے اوپر بدگمان رہنے اور	۹
	بلاؤں کے نزول میں اللہ کی رضا سے	۲۵	۸۴	دوسروں کے ساتھ نیک گمان	
۱۷۳	راضی رہنے میں			رکھنے میں	
			۹۰	دنیا کی محبت اور اس کی مذمت میں	۱۰

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۲۰۱	خاتم کے خوف اور اپنے افلاس میں	۳۹	عادت کے ترک اور طاعت کی	۲۶
	معرفت خداوند تعالیٰ اور عقل معرفت	۴۰	کوشش میں	۱۷۵
۲۰۵	کی ہمت نہیں میں		وضو اور نماز تہجد میں	۲۷
۲۰۹	عشق میں	۴۱	طاعت و عبادت میں استقامت	۲۸
۲۱۳	عبدان خدا سے محبت کرنے میں	۴۲	کی کوشش فتوح تذرانہ قبول کرنے	
۲۱۹	ظاہری ملاقات کے ترک میں	۴۳	اور جاہلوں کی جماعت سے دور رہنے میں	۱۸۱
	جاہ و مرتبہ کا ترک اور اللہ کی بے نیازی	۴۴	عمر کو غنیمت جاننے اور نماز تہجد کی	۲۹
۲۲۱	میں۔ (بنام مولانا صدر الدین)		تاکید میں	۱۸۳
۲۲۳	دین کا غم اور حکم ازلی سے خوف میں	۴۵	مرید کو نصیحت اور فیروں کو ایذا	۳۰
	(مولانا صدر الدین کے نام)		پہنچانے سے پرہیز میں	۱۸۵
	معیبت میں صبر اور بلاؤں کی برداشت	۴۶	مرید کا پیر کی خدمت میں اپنے احوال	۳۱
۲۲۹	(ملک حفصہ کے نام)		سے متعلق عریضہ لکھنے کے جواز میں	۱۸۶
	خوشنودی و ناخوشنودی کی شناخت	۴۷	اور اذیت و ظائف کی پابندی میں	۱۸۷
	اور ظلم کی طلب خلق خدا کو راحت پہنچانے		طالب حق اور عشق میں	۱۸۹
۲۳۵	میں۔ (ملک حفصہ کے نام)		بلندی ہمت اور حصول استقامت میں	۱۹۳
	کام میں مشغول ہونے اور امید خدا سے	۴۸	کلر طیبہ کے ذکر اور حدیث نفس کے	۳۵
۲۳۹	رکھنے میں۔ (حفصہ مذکور کے نام)		ترک میں	۱۹۵
	ازل کا فیصلہ اور عقل کی معزولی میں	۴۹	دین کے کام میں کوشش و راس میں	۳۶
۲۴۲	(ملک حفصہ کے نام)		دل کی تنگی کی ممانعت میں	۱۹۷
	حکم خداوند پر راضی ہونے اور عقل کا	۵۰	نفس کے عیبوں سے آگاہ ہونے میں	۹۸
	معرفت حق سے معزول ہونے میں		حال و وقت کے مشاغل اور ماں و	۳۸
۲۴۶	(ملک حفصہ کے نام)		زر کے اندیشہ کے ترک میں	۲۰۰

سلسلہ نمبر	مضامین	سلسلہ نمبر	مضامین	سلسلہ نمبر
۲۸۲	مسلمان و مسلمان ہونے اور دعویٰ مسلمانانہ پر دلیل میں	۶۲	۲۴۹	۵۱
۲۸۳	عشق اختیار کرنے اور اس کی زیادتی کی کوشش میں	۶۳	(ملک شمس الدین کے نام)	۵۲
۲۸۴	حدیث شریف یا لیتورب محمد امین علیہ السلام کے مفہوم و معنی میں	۶۴	۲۵۱	(ملک شمس الدین کے نام)
۲۸۵	ہمت کی بندگی اور خداوند جل جلالہ کی طلب میں	۶۵	۲۵۲	۵۳
۲۸۶	اسرار کو چھپانے کا مشورہ دینے اور گمنام سے دور رہنے اور بت و زنا کی نشانیوں سے بچنے کی حکمت اور بندوں کی مقہوری و بچسپاری میں	۶۶	۲۵۳	۵۴
۲۸۷	فقر اور مسکینوں کی محبت میں ثبوت و شہود کے ساتھ	۶۷	۲۵۴	۵۵
۲۸۸	حق تعالیٰ کے اسرار چھپانے اور خلق کی سرگردانی میں	۶۸	۲۵۵	۵۶
۲۸۹	خداوند جل جلالہ کے حکم کے مقابلہ میں عقل کی برطرفی اور درماندگی میں	۶۹	۲۵۶	۵۷
۲۹۰	مردوں کی توصیف اور نمونوں کی خدمت میں	۷۰	۲۵۷	۵۸
۲۹۱	لوگوں کی حاجت پوری کرنے اور حق باتوں کے لئے بندگی کی راحت برسانی میں	۷۱	۲۵۸	۵۹
۲۹۲		۷۲	۲۵۹	۶۰
۲۹۳		۷۳	۲۶۰	۶۱

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۳۵۷	دنیا کو دشمن جاننے اور عقیبی کو دوست رکھنے میں	۸۶	روح کے اوصاف اور اس کی تاثیر میں	۷۲
۳۶۱	حق کی طلب اور مخلوق سے علیحدگی میں	۸۷	محبت کے کمال اور محبت کی بندی میں	۷۳
۳۶۳	دنیا کی مذمت اور اس کی بیوفائی میں	۸۸	محبوب کے غلبہ اور مطلوب کے بے پروائی میں	۷۵
۳۶۶	یافت کی خوشی اور نایافت کی حسرت میں	۸۹	اشد زبیب العزت کی بے نیازی اور غلت سے عقل کی دوری میں	۷۶
۳۶۹	حق سبحانہ تعالیٰ تک راہ اور نفس خلق کے ترک میں	۹۰	راز انسانی اور اس کی لاعلمی میں	۷۷
۳۷۲	رغبت دلانے اور ڈرانے میں	۹۱	دنیا کی نفی اور حق تعالیٰ کی معرفت کے اثبات میں	۷۸
	مجبوروں لاچاروں کی امداد کرنے اور حاجتمندوں محتاجوں کی حاجت پوری کرنے میں	۹۲	دوستوں پر سختی اور دشمنوں پر لطافت نوازش میں	۷۹
۳۷۵	چھپے ہوئے کفر کے معلوم کرنے اور اوصافِ مسلمانی کے ظاہر ہونے میں	۹۳	کہنے کی بات کہنے اور نہ کہنے کی بات نہ کہنے میں	۸۰
۳۷۹	عاجزی انکساری اور موافقت میں	۹۴	بنی آدم کی فضیلت اور خداوند تعالیٰ کے ساتھ عشق میں	۸۱
۳۸۱	(حضرت شیخ سلیمان مغربی کے نام)	۹۵	خداوند تعالیٰ کے احکام و افعال کی علت کے معلوم نہیں یا اس سے پاکتیا	۸۲
۳۸۴	عدل و انصاف اور مظلوم کی طرف امداد کی نظر میں	۹۶	دنیا کے ترک کرنے اور عقیبی کی جانب مائل ہونے میں	۸۳
۳۸۶	کمال تواضع اور نواخت میں	۹۷	بھڑوں کی تقسیم اور اس سے پاک ہونے میں	۸۴
۳۸۸	مطلوب کی طلب اس دولت کے حاصل کرنے میں	۹۸	آخرت کے کاموں کی طرف مائل ہونے اور حرص و شہوت کے ترک کرنے میں	۸۵
۳۹۲	محبوب کی بلاؤں پر عاشق کی برداشت	۹۹		
۳۹۳	معذرت کرنے میں	۱۰۰		
۳۹۵	نبوت کے معنی پر طایفہ معنی کی فضیلت میں			

نمبر	مضامین	نمبر	نمبر	مضامین	نمبر
۴۳۳	جسے اللہ نے فضیلت بخشی ہے اسے فضیلت دینے میں	۱۱۴	۳۹۴	قدرے علم مکاشفات میں اسرار کے پھیلنے اور شریعت کی	۱۰۱ ۱۰۲
۴۳۴	عمل کے طریقے اور مشق کی روش میں	۱۱۵	۳۹۶	پیروی میں	۱۰۳
۴۳۸	محبت کی طلب اور محبوب کے قربت میں	۱۱۶	۴۰۵	افسوس و ندامت کے اظہار اور دوسرے کے دفع کرنے میں	۱۰۴
۴۴۰	کو غیرت جاننے میں	۱۱۸	۴۱۰	وروشوں کے ساتھ اعتقاد رکھنے میں (ملک مفرح کے نام)	۱۰۵
۴۴۲	افسوس کا بیان (دوسرے طور پر)	۱۱۹	۴۱۲	شغل لاجل و لا قوتہ میں	۱۰۶
۴۴۴	دین کی راہ میں استقامت	۱۲۰	۴۱۳	بندی ہمت میں (بعبارت دیگر)	۱۰۷
۴۴۶	خداوند جل شانہ کی جانب لوٹ آنے میں یعنی توبہ میں	۱۲۱	۴۱۶	عمر رفتہ پر افسوس اور گدھے ہوتے حال پر ندامت	۱۰۸
۴۵۰	خداوند تعالیٰ سے پر امید رہنے میں	۱۲۲	۴۱۸	بڑے عادات و خصائل کو پسندیدہ اخلاق سے تبدیل کرنے میں	۱۰۹
۴۵۲	نفس کی بیخ کنی	۱۲۳	۴۲۱	مختصر سے آدمی کی زیارت و بزرگی اور خلاصہ موجودات و محبوب ہونے کا بیان	۱۱۰
۴۵۵	حسرت و ندامت (دوسری عبارت میں)	۱۲۴	۴۲۲	راہ شریعت و طریقت و حقیقت اپنے حال پر افسوس و ندامت	۱۱۱
۴۵۹	نامعلوم چیز میں مبتلا ہو جانے کا خوف	۱۲۵	۴۲۴	(دوسری عبارت میں)	۱۱۲
۴۶۱	فقر و فقر کی فضیلت و دولت مند کی مذمت میں	۱۲۶	۴۲۶	تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے اور اپنے و مخلوق کے اختیار سے دور ہونے میں	۱۱۳
۴۶۳	ملک و ملک اور جملہ موجودات پر بشر کی فضیلت میں	۱۲۷	۴۲۹	فقر و فاقہ سے رغبت (دوسری طور پر)	
۴۶۶	اپنے حال کی ابتری اور خداوند ذوالجلال سے امید داری	۱۲۸	۴۳۱		
۴۶۹	راد کی طلب اور نفس بدخواہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں				

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
	علمائے آخرت کی محبت کو غیرت	۱۲۳	تو نگر کی خدمت اور دنیا کے	۱۲۹
۵۱۷	جاننے میں	۲۷۲	ترک میں	
	مسلمان کے اوصاف اور نفس و شیطان	۱۲۴	فیض کا حصول خاص مستعد کے لئے	۱۳۰
۵۲۰	کے مغلوب کرنے میں		مولانا مظفر قدس سرہ کے سوالات کے	۱۳۱
۵۲۳	گردش و روش میں	۱۲۵	جواب میں جو مولانا حمید الدین ناگوری	
	فضول بات کے ترک کرنے اور راہ	۱۲۶	کے کلمات سے متعلق ہیں	
۵۲۳	مسلمانی میں قدم رکھنے میں		مرید کی رہنمائی اور بہت افزائی میں	۱۳۲
	خاکساری و انکساری اور دل کے	۱۲۷	نصاوند عالم کی بے نیازی اور بنی آدم	۱۳۳
۵۲۶	صفات میں	۲۸۴	کی آزمائش	
۵۳۰	بندگی کرنے اور صبر و شکر میں	۱۳۸	عشق و عاشقی کی صفت میں	۱۳۴
۵۳۲	صبر (دوسرے طور پر)	۱۳۹	بندہ ہونے اور بلا کی برداشت میں	۱۳۵
۵۳۶	دل کی صفائی اور نیت کے خلوص میں	۱۵۰	موجودوں کی وحدت اور ان کی صفت	۱۳۶
	معوذتیں سُورہ نملق اور سُورہ اِنشاس	۱۵۱	غفور رحیم کے دربار میں توبہ و استغفار	۱۳۷
۵۳۹	کے قرآن ہونے میں		مولیٰ کی طلب میں ہمیشہ درات دن	۱۳۸
۵۴۱	توکل میں	۱۵۱	اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقابلہ میں	۱۳۹
	بلا میں صبر اور اس کی مرضی پر راضی	۱۵۲	لوگوں کے گناہ	
۵۴۳	رہنے میں		ساک کو ہلاکت کے مواقع سے ہشیار	۱۴۰
	امراء اور سلاطین کے دربار میں جانے	۱۵۲	رکھنے میں	
۵۴۸	کے بیان میں		دنیا کے ترک اور عاقبت کی طرف	۱۴۱
۵۴۹	قناعت و ترک دنیا میں	۱۵۵	متوجہ ہونے میں	
۵۵۳	کشف اور تشکل و تشکل میں	۱۵۶	اللہ کی طلب اور ماسوی اللہ کے	۱۴۲
۵۵۵	حاجت سے زیادہ علم حاصل کرنے میں	۱۵۷	ترک میں	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۵۹۷	دنیا _____ کے بیان میں	۱۷۷	۵۵۷	توبہ، قناعت، وضو اور ہمت میں	۱۵۸
۵۹۹	نقد اور فقر کے بیان میں	۱۷۸	۵۵۸	تسبیہ نبی صفات میں	۱۵۹
۶۰۰	محبوب و مطلوب کے بیان میں	۱۷۹	۵۶۰	بندگی کرنے اور مشغولی و ظالمت میں	۱۶۰
۶۰۲	شیخ ارناؤ اور جلاتا ہے کی معنوی	۱۸۰		خواجہ مہذب علیہ الرحمہ کے سوال کے	۱۶۱
۶۰۲	تشریح میں		۵۶۲	جواب میں	
۶۰۲	تفکر، غور و فکر اور اس کا معنی	۱۸۱	۵۶۵	روح کا بیان (دوسری مہارت میں)	۱۶۲
۶۰۹	ترتیب و تفکر، تعین وقت اور تفکر کے	۱۸۲	۵۶۹	ترقی روح انسانی میں	۱۶۳
۶۱۲	ثمرات		۵۷۰	دل کے بیان میں	۱۶۴
۶۱۲	دل کے احوال میں	۱۸۳	۵۷۲	ذکر کے بیان میں	۱۶۵
۶۱۳	ظاہر و باطن کی مہارت	۱۸۴	۵۷۳	نفس اور خطرات	۱۶۶
	بندہ کی محبت خاص حق سبحانہ تعالیٰ	۱۸۵	۵۷۷	بت و زنا کے بیان میں	۱۶۷
۶۱۵	کے ساتھ		۵۷۹	مسلمان کی بنیاد میں	۱۶۸
۶۱۸	اختیار کا ترک اور تقدیر پر راضی رہنا	۱۸۶		حضرت مولانا مظفر علیہ رحمۃ کے	۱۶۹
۶۱۹	سیر طالبان حق تعالیٰ	۱۸۷	۵۸۲	سوالوں کے جواب میں	
۶۲۳	عبر و شکر	۱۸۸	۵۸۵	معرفة اور معرفت کی آہٹھا	۱۷۰
۶۲۵	غیبت کے بیان میں	۱۸۹	۵۸۶	علم ظاہر اور علم باطن میں	۱۷۱
۶۲۷	خاتمہ کے خوف میں	۱۹۰	۵۸۸	آخرت کا علم اور علمائے آخرت	۱۷۲
۶۳۰	قیامت کے دن کے بارے میں	۱۹۱	۵۹۰	عزت اور گوشہ نشینی کے بیان میں	۱۷۳
۶۳۲	موت کے بیان میں	۱۹۲	۵۹۲	قدرت کے بیان میں	۱۷۴
۶۳۷	دفن کے بارے میں	۱۹۳	۵۹۴	اللہ تعالیٰ سے شرم کے بیان میں	۱۷۵
۶۳۹	قبر کے بارے میں	۱۹۴		اسلام اور ایمان کے درمیان فرق	۱۷۶
۶۴۱	دورخ کے تذکرہ میں	۱۹۵	۵۹۵	کے بیان میں	

حضرت مخدوم جہاں

بکے علم و فضل، سلوک و معرفت، جنت ریا و مجاہدہ، عجز و انکساری، عشق الہی
اور حسبِ رسول ﷺ کی شانِ عظمت میں

* جامع مکملات مخدوم حضرت مخدوم جہاں * *

حضرت مخدوم مولانا شیخ زماں، سببِ امن و امان، شریعت کے حکام
و باریکیوں کے نکتہ دان، حقیقت کی حقیقتوں کے تحقیق کرنے والے لوگوں سے
ظاہری احکام بیان فرمایا، بڑے بڑے اہل اللہ پر باطنی اسرار و روزگھولنے
والے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنا، احادیثِ مصطفویٰ کو ظاہر
فرمانے والے، بدعتوں کے دین کو مٹانے پر مہرگاری و پارسانی کے دین کو قائم
کرنا، بلند و بالا درجات پر پہنچنے والے، اعلیٰ و ارفع نعمتوں کے پانی والے، گناہ
کی تاریکیوں سے تاریک لوں کے قلوب کو روشن منور فرمانے والے، حشر میں
خاطی اور گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے، مریدوں کو مراد یعنی اللہ تک
پہنچانے والے ندا و پکار کے دن لوگوں کے کام آئے، اگلے تمام بزرگوں کی ہڈیاں،
تمام لوگوں کے پیشوا و مقتدا، وہ کون؟ شرف الملتہ والدین احمد بن یحییٰ منیری قدس سرہ
جنہوں نے دونوں جہاں میں ماسوا اللہ سے رُخ مٹو لیا ہے، اللہ آپ کی درازی عمر
سے مسلمانوں کو نصیب فرمائے اور آپ کے دیدار کی نعمتوں سے سب کو مالا مال کرے۔

امین!
(ماخوذ دیباچہ جامع مکتوب)

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَعْظِيمِ شَرَفِ

سنة ۱۹۹۰ء

عظمت شرف

سنة ۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰ء

إِذَا قُلْتُ مَا أَذْنُبُ قَالَتْ مُحِبَّتُكَ
وَجُودُكَ ذَنْبٌ لَا يُقَاسُ بِهِ ذَنْبٌ

(پوچھا میرا گناہ کیا ہے؟ محبت نے جواب دیا تیرا وجود ہی ایسا گناہ
ہے جو قیاس میں نہیں آسکتا۔)

کلید گنج سعادت قبول اہل دل است
مباد کس کہ دریں امر شک وریب کند

(حافظ شیرازی)

www.marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میری باتیں قصہ اور اسے نہایت

حضرت مخدوم جہاں کے اس قول فیض سے متعلق

بہت باتیں

ان :- (سید شاہ محمد سیف الدین منسروہی)

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ

سُلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد کھٹی منسری رحمۃ اللہ علیہ جب کوہ و بیاباں و جنگلات میں سالہا سال کی سخت ترین ریاضت و مجاہدہ اور روحانی مدارج و کمالات کے بلند ترین زینے طے کر کے خلق خدا کی قاضی و باطنی تعلیم و تربیت کے لئے بہار شریف تشریف لائے، تو اسی وقت سے آپکی خانقاہ میں روحانی تعلیم و تربیت کا ایک ایسا مبارک سلسلہ شروع ہوا، جو بہت جلد اپنی قوت تاثیر، سحر انگیزی اور قبولیت کے لحاظ سے مشہور و معروف ہو گیا۔ جہاں ایک طرف آپکی خانقاہ میں ملک و بیرون ملک آئے علماء و فضلاء اور متلاشی علم و معرفت کا مجمع رہتا تو دوسری طرف عوام الناس آپکے رُخِ زیبا کی زیارت کیلئے شہر و قصبہات اُمنڈتے چلے آتے، جو ایک نظر آپ کو دیکھ لیتا ہمیشہ کیلئے جان و دل قدموں پر نثار کر دیتا۔ ہر خاص و عام پر آپ کی نگاہ لطف و کرم اور شفقت و محبت کی مثال اس بارانِ رحمت کی طرح تھی جو امیر و غریب و بادشاہان و متا کو یکساں فیض پہنچاتی ہے۔ آپکے اخلاص و محبت و صحبت پر تاثیر کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ نہ ہوتا وہ ایک ہی لمحہ میں سب کچھ ہو جاتا بمصدق اس مصرعہ کے سے

”عشق کی اک جست نئے طے کر دیا قصہ تمام“

آپکی خانقاہ جہاں ذاکرین کے ذکر سے پر نور و پر کیف رہتی وہیں اہل دل کے اجتماع سے عجب بارونق نظر آتی۔ آپکی فرحت بخش و روح پرور مجلس میں جو یانِ علم اپنی غلی پیاس کی سیرابی کیلئے حلقہ بنا لے۔ اس طرح

مؤید بیٹھے گویا انکے سر پر پرندے بیٹھے ہوں، دیکھنے والوں کی سیرت کی کتابوں میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس کے جانثار صحابہ اسی صفحہ رضی اللہ عنہم کے اخلاص و محبت کی پاکیزہ تصویر نظر آجاتی۔

عوام و خواص دونوں اپنی روزمرہ کی دینی و دنیوی مشکلات اور پریشانیوں کا حل پوچھتے اور آپ قرآن و سنت، صحابہ و تابعین اور اولیاء کاملین کے اقوال و زریں و پاک زندگی کی روشنی میں ان کے ذہن و فہم کے مطابق اس طرح دلنشین پیرائے میں جواب عنایت فرماتے جس سے کہ انکی پوری طرح تشفی و تسکین ہو جاتی۔ جب گفتگو کسی دقیق و عمیق مسئلہ پر ہوتی تو اس کو نہایت سہل انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتے۔ کبھی خود ہی شبہ وارد کرتے اور اس کا جواب دیتے، سائل اس بات پر حیران و ششدر رہ جاتا کہ یہ شبہ و سوال تو خود اسی کا تھا۔ دلچسپ و معنی خیز نکات آپکے کلمات کی جان ہوتے۔ خصوصی اوقات میں علما، و فضلا آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک ”الشریعة اقوالی والطریقة افعالی والحقیقة احوالی“ کے دقیق نکات و لطیف معنی کے متعلق استفسار کرتے اور حضرت مخدوم ”ان کے فہم و ادراک کے مطابق اس طرح گوہر ریز ہوتے گویا علم و معرفت کا خزانہ لٹا ہے ہیں۔ بات سے بات نکلتی اور ہر بات وسیع و عمیق معنی، دلچسپ نکات و لطائف سے پُر وہی اجتہادی قوت اور بلند فکری صلاحیت کی آئینہ دار ہوتی۔ آپ کے گرانقدر مکتوبات و ملفوظات نے اپنے فصیح و بلیغ طرز اسلوب، مؤثر انداز بیان اور جاذبیت و کشش سے ایک زمانہ کو متاثر کیا اور آج تک کر رہے ہیں اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے اور کیوں نہ کریں جبکہ کاتب مکتوب ایسے علوم کے حامل تھے جس کی جڑیں دل میں پویست تھیں، اس کا صدور وہیں سے ہوتا جس کے بارے میں یہ قول مشہور ہے انا عند المنکسرات قلوبہم لاجلی ان کی حکومت زبان و حروف پر نہ تھی بلکہ نطق و گویائی تو ان کے وسیع و عمیق علوم کا ذریعہ بننے کے لئے بے چین رہتی، کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہی نہیں بلکہ داعی و مبلغ تھے کہ علوم و معنی کو لفظوں کے سہارے پیش کرنے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ اس بات کی کوشش کی جائے کہ علم و عرفان کا وہ دریا جس کا سوا دل سے پھوٹتا ہے کسی طرح موجزن و متلاطم ہو جائے تو پھر الفاظ و حروف خود بخود افسانے علم کے لئے مدد و معاون ہوتے رہیں گے۔ اس وقت ان کلمات یا تحریر کی روشنائی مصنوعی نہ ہوگی بلکہ اس کی نوک قلم میں خون جگر شامل ہوگا لیکن اس کے لئے علم و عمل کے ساتھ ساتھ احساس و جذبات سے مغلوب شکستہ دل کی ضرورت ہوگی۔ اگر ایسا ہوا تو

پھر اس کی قوت تاثیر زندگی کا یہ عالم ہو گا کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اس میں ہی زندگی، طاقت دھیری اور اثر انگیزی رہائی جائے گی جو ابتدائے آفرینش میں تھی۔

جب افکار ایسے پاکیزہ و بلند ہوں تو تحریر و گفتگو میں تعقل و غیر ماؤس الفاظ کا استعمال، غیر ضروری عبادت کو الٹی کو کیسے پسند کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے آپ کی تحریر و گفتگو ان عیوب سے پاک نظر آتی ہے۔ میں یہاں خود حضرت مخدوم الملکؒ ہی کے مکتوب سے ایک اقتباس نقل کرنا چاہوں گا جس آپ کے نظریہ تعلیم و تربیت، اصول تحریر اور آداب گفتگو کی پوری وضاحت ہو جائیگی۔ ”علم گفتگو نہیں ہے، علم دوسری چیز ہے اور گفتگو دوسری چیز زبان کا علم کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں اور آگے علم و زبان کے سرق و حقیقت پر ایسی فیصلہ کن و دو ٹوک بات کرتے ہیں جو حروفِ آخر کا درجہ رکھتی ہیں۔ ”علم یہ ہے جو دین کے راستہ میں آدمی کے کام آئے اور علم کے ساتھ نطق کی حیثیت بھلائی کی حیثیت ہے۔ علم میں صدق کی صفت ہوتی ہے اور علم کا وجود سوائے دل کے اور کہیں نہیں ہوتا اور زبان کی حکومت حرفوں پر ہے اور حروف ختم ہونے والی چیز ہے۔ اور علم دل سے نکلتا ہے اور دل کے لئے فنا نہیں اس کا تعلق عالم حقیقت سے ہے اور ہر شخص کو خدا علم نہیں دیا مگر گویائی سے کسی کو محروم نہیں رکھتا، زبان کی نعمت ہر شخص کو دی ہے پرندے بھی زبان رکھتے ہیں مگر دل نہیں رکھتے چونکہ ان کے پاس دل نہیں اس لئے علم بھی نہیں ہے، اگر کسی بڑیا کو کسی کا نام سکھایا جائے تو سیکھ جائے گی مگر فرق نہیں کر سکتی۔ غلام یہ کہ ان کا دیوار فقیرانہ ایک ایسا اڈکا دیوار تھا جہاں علم و عرفان بچا نہیں جاتا، جذبات و افکار کا سودا نہیں ہوتا بلکہ ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق دیا جاتا ہے۔“ ”دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر“ وہ ایسی سبیل ہے جو ہر خاص و عام کے لئے جاری و ساری ہے۔ آپ کی خدمت میں روز و شب آنے والے وہ خوش نصیب حضرات جن کے لئے آپ نے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا آپ سے مختلف سوالات کرتے اور آپ اس کے جواب عنایت فرماتے۔ تخلص مریدین و متوسلین روزانہ جو بھی آپ کی زبان گوہر فشاں سے سُنتے فوراً ترتیب کے ساتھ ضبط تحریر کر لیتے، پھر حضرت مخدوم کے حضور اسکو پیش کرتے آپ بخور مطالعہ فرما کر حسب ضرورت حروفِ پلاضافہ کرتے۔

حضرت مخدوم کا سب سے محبوب شغلہ عبادت و ریاضت میں اہٹاک و یکسوئی اور اس میں بے انتہا ذوق و شوق تھا، آپ اس قول فیصل ”الصلوة معراج المؤمنین“ کے قائل و داعی ہی

نہیں بلکہ اس پر عامل، اس کے لطف و لذت سے پوری طرح واقف و آشنا تھے، اس کے باوجود اپنے اپنی زندگی کے قیمتی اوقات خواہ جس طرح بھی ممکن ہو، لوگوں کے دلوں کی راحت رسائی ان کے لئے دل سوزی و فکر مندی میں صرف کرتے۔ اور اس کام کو نوافل و سنن سے بھی زیادہ اہمیت دیتے اور اپنے مریدین و متوسلین کو بھی اس بات کی تاکید و تبلیغ فرماتے اور اس کام میں سستی بلیغ پر آمادہ و تیار کرتے۔

خدمتِ خلق سے افضل اور مفید تر کوئی عبادت نہیں | اپنے ایک عزیز مرید ملک خنجر رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک

مکتوب میں اس طرح رسم طراز ہیں :

”اے بھائی! جب دنیا مثلالتوں اور گمراہیوں میں ڈوبی ہوئی ہے، تمہیں چاہئے کہ اپنے قلم، اپنی زبان اپنے مال و جاہ اور مرتبہ کے ذریعہ جس قدر ممکن ہو ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کرو، اور ان کو آرام پہنچاؤ، تمہارے پاس نماز، روزہ اور نوافل کا جو کچھ ذخیرہ موجود ہے، بلاشبہ وہ بہت مفید ہے، مگر اس سے کہیں بہتر یہ ہے کہ حاجت مندوں کی حاجت روائی کی جائے، بھوکوں کو کھلایا جائے اور تنگوں کو کپڑے پہنائے جائیں یقیناً اس سے زیادہ مفید اور سود مند عبادت تمہارے لئے کوئی اور نہیں۔“

مکتوبات دوسری مکتوب، ۴

شکستہ تر، عزیز تر | ایک دوسرے مکتوب میں انہی مرید کو اس بات کی مزید تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”اے بھائی! ہمیشہ اسی فکر اور غم میں دل شکستگی کے ساتھ لگا رہنا چاہئے دنیا کی تمام چیزیں ٹوٹنے کے بعد سیکار ہو جاتی ہیں، لیکن دل جس قدر شکستہ ہوتا ہے، اتنا ہی قیمتی ہوتا ہے، حق سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری وجہ سے شکستہ ہیں) اس لئے اے بھائی! شکستہ دلوں کی مدد کرو، کھانے، کپڑے اور دیگر ضروریات زندگی سے حاجتمندوں کی خدمت کرو در ماندہ اور مطلوبوں کو اپنے ہاتھ، قلم، کاغذ

اور زبان سے سہارا دو۔ یہ واقعہ تو تم نے سنا ہو گا کہ حضرت رابعہ بصریؒ
کو اتنا بڑا مرتبہ صرف ایک مرتبے ہوئے پیاسے کتے کو پانی پلانے سے
ملا۔ کیوں نہ ہو؟ اگر تم نے کسی منہولت مند مومن کی ایک ضرورت
پوری کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری شتر ضرورت میں پوری کرے گا۔“

ملک شمس الدین کو ایک مکتوب میں اپنے
مکتوبات کو روز و شب کا وظیفہ بنالو | موقوفات و مکتوبات کو روز و شب کا وظیفہ
بنانے اور اس کے فوائد و ثمرات سے فیضیاب ہونے کے اہل و طریقہ کار کی وضاحت کرتے
ہوئے لکھتے ہیں :

”اس فقیر کے مکتوبات و موقوفات جو وہاں پہنچے ہیں، انہیں
آداب کے ساتھ مطالعہ کیجئے اور اس پر اپنی وسعت اور قوت کی مطابق
عمل کیجئے اس قانون کے تحت قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے
اعلم احد اللسانین موقوفات و مکتوبات کا وظیفہ اس تصور یعنی برزخ میں
کرد کہ (گویا) اس فقیر کی زبان سے سن رہے ہو۔“

مکتوبات دوسری کے ایک خط میں حضرت مخدوم الملک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات مبارک
کی اہمیت و قدر و قیمت اور قوت تاثیر کے بارے میں نہایت پر جوش انداز سے جو باتیں رسم
فرمائی ہیں، وہ آپ کے اس دل شکستہ کی صحیح ترجمان ہیں جو حق تعالیٰ سے ہی سُستی اور دیکھتی
ہیں، اور اسی کے عشق و محبت کے درد و سوز کی ایک جھلک ہیں جو آپ کے قلم مبارک سے
صفحہ قرطاس پر نقش ہو کر خدا کے بندوں کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے
ہوئے راستہ پر مضبوطی کے ساتھ صحیح طریقہ سے چلنے کی دعوت دے رہی ہیں۔

میری باتیں قصہ اور افسانہ نہیں ہیں | برادر عزیز! جو کچھ میں تمہیں لکھتا رہا
ہوں، اسے حضورِ دل کے ساتھ پڑھتے

رہو۔ عادتاً نہیں۔ اس لئے کہ یہ قصہ اور افسانہ نہیں ہے۔ تنہائی میں مطالعہ کرو اور بہتر ہے۔
ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ بزرگانِ طریقت نے جو مجاہدے اور کام کئے ہیں جب
ہم ان کو نہیں کر سکتے تو ان کے موقوفات اور ان کی کتابوں سے ہمیں کیا فائدہ۔ انہوں نے

جو اب دیا کہ مشائخ طریقت کے مکتوبات و کلمات دوئے زمین پر خدا کے شکر کی حیثیت رکھتے ہیں اس کو جو شخص پڑھا رہے گا اگر وہ شیر ہے تو شیر بن جائے گا اور اگر نامرد ہے تو مرد بن جائے گا۔

مکتوبات دومدی کے مکتوب ۱۴ میں ڈوبنے والوں کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے اپنے مکتوبات کے پڑھنے، لکھنے اور اس کی ترویج و اشاعت میں دلی شوق و محبت کے ساتھ کوشش کرنے والوں کو حوصلہ و بہت اور دونوں جہاں میں ان کو سعادت و خوش بخشی کا مژدہ جان فرادیتے ہوئے انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ یوں تحریر فرماتے ہیں:

”اے بھائی! اسی طرح اپنا حال برابر لکھا کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی لکھا ممکن ہے بہانہ بن جائے، میرے اور تمہارے نصیب میں لکھنے اور پڑھنے کے سوا رکھا ہی کیا ہے شاید یہ لکھا ہو کسی کے کام آئے، اور وہ ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے مجھ کو اور تم کو (حق بیخدا تعالیٰ) قبول کر لیں اسکو بھی کم نہ سمجھو ”ڈوبنے والوں کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے“ دساندہ لوگوں کے لئے کام کی شرط ہے۔“

مکتوب ۱۴

خلاصہ یہ کہ آپ جو کچھ لکھتے اور فرماتے اس کا مطلوب و مقصود خالصاً خدا کے الہی و خوشنودی قبول ہوتا۔ ناموری و شہرت کو اس میں قطعاً دخل نہ ہوتا کیونکہ زیادہ شہرت و نیک نامی کو شیطان کی شہرت پر قیاس کرتے ہوئے خائف رہتے۔ حضرت مخدوم کے دو حیا میں اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے ملفوظات و مکتوبات اور فرمودات سے لوگوں نے اپنے لئے رہبری و رہنمائی اور چراغ راہ کا کام لیا وہ اس طرح سے

ناقصاں را پیر کامل کا ملاں را رہنما

خانقاہوں میں باقاعدہ آپ کی کتابوں کے درس کا نظم کیا گیا، شیوخ کبار نے خلوت نشین ہو کر اس کا مطالعہ کیا۔ اور حقیقت میں آپ کے اقوال و کلمات نے، ایک پیر کامل کی طرح لوگوں کی اس طرح رہبری و رہنمائی کی کہ بے شمار لوگوں کی دین و دنیا سنور گئی، باطل و گمراہ کن خیالات کے مٹاؤں و مہنوں میں نئی جان پیدا ہو گئی، اور سب بڑھ کر بے شمار سالکین راہ و طالبین معرفت

اس کی روشنی میں اپنی مراد منزل کو پایا، گذشتہ ساٹھ برسوں سے بیشتر لوگ حضرت مخدوم بہاؤ
 کی کتابوں سے فیضیاب ہوتے آ رہے ہیں، لیکن اور چند دفعہ اور حالت میں جبکہ اُنہوں نے زبانوں
 میں کافی حد تک بہاؤ قدیم دینی و علمی اور فاضلی سواہر منتقل ہو چکا ہے اس کے بعد بھی روز بروز
 ہمارا تعلق ختم ہو تا جا رہا ہے، ایسی صورت حال میں اصل عربی اور فارسی زبانوں میں کتابوں
 کی طباعت قطعاً مفید و سود مند نہیں ہو سکتی، شدید ضرورت اس بات کی ہے کہ جو بھی دینی و
 اسلامی تعلیمات کا بیش قیمت ذخیرہ ہمارے بزرگوں نے بطور وراثت ہمارے لئے لکھا ہے چھوڑا ہے،
 خواہ وہ ارشادات کی شکل میں ہو یا مکتوبات و مکتوبات کی صورت میں اس کو جلد از جلد مختلف
 زبانوں میں فوراً منتقل کیا جائے، اس سلسلہ میں اگر مقامی زبانوں میں بھی ترجمہ کی صورت نکل آئے
 تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ کچھ دنوں پہلے سنگھ زبان میں مکتوبات صدیقی کے
 ترجمہ سے لوگوں کو کافی فائدہ پہنچا ہے۔

حضرت مخدوم الملک اوساپ کے خلیفائے کبار رحمہم اللہ علیہم کی کتابوں کے اردو ترجمے
 اور طباعت کا کام جو کچھ برسوں سے شروع ہوا ہے، الحمد للہ اس نے تو اب ایک تریک صوت
 اسلامی کے نشر و اشاعت کی شکل اختیار کر لی ہے، مکتوبات دومہدی کا اردو ترجمہ اسی سلسلے کی
 ایک مدشن اور مبارک کڑی ہے، اور ہمارے جدِ محترم حضرت جناب بھنور سید شاہ محمد سجاد خیر خدی
 سابق سجادہ نشین مخدوم بہاؤ کی آرزوؤں و تمناؤں کا یہ وہ حسین خواہش ہے جسکی خوبصورت تعبیر
 اب سامنے آ رہی ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ انہوں نے اس مبارک کام کی ابتداء اپنے دور حیات
 میں ہی کر دی تھی، لیکن کام اب بھی بہت زیادہ باقی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ
 وہ اپنے محبوبوں کی خواہشوں کو ان کی پیاری پیاری باتوں کو اور اُن مخلصانہ کوششوں کو بولوگوں
 کی رببری و رہنمائی کا بہترین ذریعہ میں منور پائے تکمیل و مقصد تک پہنچائے گا۔

آخر میں ہم اپنی طرف سے اور مکتبہ اشرف کی طرف سے مترجم کتاب جدِ محترم جناب سید
 شاہ قسیم الدین احمد فردوسی صاحب مدظلہ کے خلوص و محبت اور اُن کے بے پناہ احسانوں
 کا ذکر کرنا اپنی سعادت تصور کرتا ہوں جنہوں نے اپنی پوری زندگی خانقاہ اور مخدومیت کے وسیع
 علمی ذخیرہ کی خدمت میں صرف کر دی، ترجمہ کی مشروعات سے تکمیل کے مرحلے تک جس لگن و شوق
 اور جذبہ خلوص کا اظہار ہوا اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مکتوبات دومہدی کے کسی قلمی نسخے کا

ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا اور پھر مخطوطات میں کسی جگہ کتابوں کی ایسی غلطیاں جس سے ذہن الجھ کر رہ جائے۔ ایسے نازک موقع پر حضرت مخدوم جہاں کی فکر و طرز اسلوب کو سامنے رکھ کر صحیح مفہوم کو ادا کرنا بے حد مشکل کام تھا، جس کو انہوں نے نامساعد حالات اور خرابی صحت کے باوجود بحسن و خوبی انجام دیا۔ میں جب کبھی ان کے پاس حاضر ہوتا اور انہیں متن کتاب کا ترجمہ جس تیزی سے کرتے دیکھتا تو مجھے بے حد تعجب ہوتا لیکن فوراً یہ بات آشکارا ہو جاتی کہ مکتوبات مبارک کے الفاظ و معانی، اس کی لطیف و بلیغ عبارت، نادر نکات اور تعبیرات کا بر محل استعمال اور اس کا حسین امتزاج جو بلاشبہ قدیم عالمی ادب اسلامی کے انمول نمونوں میں شامل ہے، جس سے ان کی ایسی ذہنی ہم آہنگی ہو چکی ہے کہ پھر ترجمہ کے وقت ان کے لئے کوئی مشکل، مشکل نہیں ہوتی۔ تقریباً پندرہ سو صفحات پر مشتمل ترجمہ کے مسودہ کو خود ہی خوشخط نقل کر کے کاتب کو دینا۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جس کو حضرت مخدوم جہاں اور ان کی کتابوں سے انتہائی عقیدت بلکہ جنون کی حد تک شغف و محبت کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، میرے لئے ترجمہ کے متعلق کچھ کہنا گویا اپنے ہی گھر کی تعریف یا تحقیر اپنی ہی زبان سے محمود نہیں ہوگی۔۔۔ اب تو یہ آپ کے سامنے ہے، اچھا ہے یا برا بہر حال ترجمہ ترجمہ ہے اصل کہاں؟ لیکن عبارت آرائی تصنع اور خوشنما الفاظ کی سجاوٹ سے الگ ہٹ کر جو قطعاً مقصود نہیں ترجمہ کو اصل متن کا پورا پورا فیضان اور تاثیر کا مجموعہ کہا جائے تو عنایت نہیں ہوگا۔

ترجمہ کے بعد کتابت کا سلسلہ شروع ہوا اور پھر کتابت شدہ اوراق میں جو غلطیوں کا انبار نکلا اس کی درستگی اور ترتیب میں کافی دقت ہوئی اور بہت زیادہ وقت لگا جس کی وجہ کر طباعت میں کافی دیر ہوئی گئی، جوں جوں تاخیر ہوتی رہی لوگوں کا اصرار بھی اسی قدر بڑھتا رہا لیکن اب کسی طرح کا عذر قابل حذر نہیں ہوگا۔

کتاب کی طباعت کے موقع پر خانقاہ مجیبہ پھلواڑی شریف کے موجودہ سجادہ نشین مدظلہ کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنے نایاب کتب خانہ سے مکتوبات دو صدی کا ایک قدیم نادر تسلی نسخہ جو ۲۰۸ خطوط پر مشتمل تھا بڑے خوش دلی کے ساتھ دیا جس سے ترجمہ کے وقت کافی مدد ملی اور آسانی ہوئی۔

مکتوبات دو صدی کے کتابت شدہ اوراق کی تصحیح، درستگی اور ترتیب میں جن لوگوں نے میرا تعاون کیا ان کا میں تہہ دل سے مشکور ہوں خاص طور سے برادر عزیز مولانا کفیل احمد ندوی سلمہ کا جنہوں نے بڑے شوق و محبت کے ساتھ اپنا قیمتی وقت دیا اور بڑی محنت کی، اسکے علاوہ ان سبھی لوگوں کے لئے دعا گو ہوں جنہوں نے اس عظیم الشان کام کی ابتدا سے لیکر تکمیل طباعت کے مرحلے تک قدم قدم پر رہنمائی کی اور اپنا قیمتی تعاون دیا۔ اللہ تعالیٰ سے ایک بار پھر اخلاص کے ساتھ دعا گو ہوں کہ ہم سبھوں کی اس ناپتیز کوششوں کو جس کا شمار کسی نیکی میں تو نہیں، لیکن نیکی کی نعل میں ضرور ہے، سمجھ کر قبول فرمائے اور اس کو بڑے سستے کو مہل بنا کر اپنے خزانہ رحمت سے ہم سبھوں پر اپنی رحمتِ کاملہ نازل فرمائے۔ اور اُس کام سے دُور رکھے جس میں اس کی رضا شامل نہ ہو۔ اور اس ترجمہ کو عامۃ المسلمین کی رہبری و رہنمائی کا ذریعہ بنا دے۔ (آمین)

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ اَوْلًا وَاٰخِرًا، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ

وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ ط

سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی

خانقاہ فردوسیہ نمبر ۱۸ لندن اسٹریٹ کلکتہ ۱۲

۷ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۹۳ء



حرفِ محبت

از: (عزت آف گورنر بہار، مشفق مدیح قریشی)

اس کے مختصر سی عبارت میں حضرت مخدوم جہاں کی سیرت نگاری اور شریعت و طریقت پر مبنی ان کی اس گہر بار تخلیق کا احاطہ و تبصرہ تو ممکن نہیں۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ انہوں نے رستم فرمایا ہے۔ اس سے شریعت و طریقت کی حقیقت و غایت اور صوفیائے کرام کا کام و مقام مکمل طور پر سامنے آجاتا ہے واقعہ بھی یہی ہے کہ تصوف، شریعت و طریقت کی روح اور جوہر ہے اور صوفیائے کرام اس بیش بہا و بیکراں سرمایہ کے امین و محافظ ہیں اور اُمت نبویؐ اپنے دینی تشخص کے لئے کبھی تصوف اور صوفیائے کرام سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کے لئے جو انتظام فرمایا ہے۔ اس میں صوفیائے کرام کا تسلسل بھی شامل ہے۔ حضرت مخدوم جہاں کی دینی شخصیت ان کے نمایاں صفت، ان کا انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق باللہ۔ خلوص و محبت، فیض و تاثیر۔ معرفت و سلوک اسی سلسلہ تحفظ میں شامل ہیں۔

حضرت عمر بن عثمان مکیؓ کے نام مکتوب میں ایک مقام پر حضرت جنید بغدادیؒ نے رستم فرمایا ہے کہ تم احتیاط کا لبادہ اڑھو اور خدا کی خاطر اپنے نفس کے محاسب بن جاؤ۔ یہی پیغام حضرت مخدوم جہاںؒ کا بھی ہے۔ کیونکہ آج باطن کو آباد کرنے کی شدید ضرورت ہے اس لئے کہ ہمارا غافل معاشرہ بدستور مادیت سے پامال ہو رہا ہے۔ اقدار سیال ہو گئے ہیں۔ انسان ریزہ ریزہ ہو کر بکھر رہا ہے۔ اور مستقبل معدوم ہے۔ اس صدی کے آغاز میں ہی جدید ترکی کے فلسفی ضیاء گو کالب نے انسان کو محفوظ رکھنے کے لئے تصوف کی رہنمائی کو ضروری بتایا تھا۔ برٹرنڈ رسل نے بھی اس امر پر اصرار کیا ہے کہ مشینی معاشرے سے پناہ تصوف میں ہی ہے۔

کیونکہ انسان دراصل جسم سے نہیں بلکہ اپنے شعور کے باعث زندہ رہتا ہے۔ اور وہ فیاض شعور ہی انسان کو مادی استحصال اور مشینی کلچر سے آزاد کرتے ہوئے بہتر مستقبل کی ضمانت عطا کرتا ہے۔ کیونکہ تصوف انسان کے مجر و انکسار کو فروغ دیتا ہے۔ قلب اور ضمیر کی تازگی کو دور کرتا ہے۔ اور کسش و گمراہ ہیزا کی نگرانی کرتا ہے۔ حضرت مخدوم جہاں نے شریعت و طریقت کے توازن و امتزاج کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔۔۔۔

ان کی تحریر بابرکت سے یہ ترشح ہے۔ ”مؤسس المریدین کی سولہویں مجلس میں حضرت^{۱۶} نے حضور اکرمؐ کے اس ارشاد پر اصرار فرمایا ہے کہ شریعت میرے اقوال ہیں اور طریقت میرے افعال۔ جب تک شریعت حاصل نہ ہو طریقت درست نہیں۔ مزید وضاحت آئی کہ وضو کرنا شریعت ہے اور شب و روز با وضو رہنا طریقت ہے۔ نادر مکاتب کے اس مجموعہ میں خود احتسابی اور نفس کی گھاٹیوں کو قطع کرنے کے اہم ابواب کے علاوہ علم و دانش اور صحبت با اہل دل پر بھی حضرت مخدومؒ نے اصرار فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر علم کے تمام عمر جاہد و ریاضت کرتا رہے۔ وہ جیسا تھا ویسا ہی رہے گا۔ اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی برسوں بے وضو نماز پڑھتا رہا ہو اور بغیر ایمان لائے ہوئے (یعنی کافر) قرآن کی تلاوت کرتا رہا ہو۔ اس صحیفہ بابرکت کا ترجمہ سلیس، سادہ، جامع اور فکر انگیز ہے۔ جناب شاہ قسیم الدین صاحب نے اس ترجمہ سے صدقہ جاریہ کا سفر من انجام دیا ہے اور شاہ محمد سعید الدین فردوسی صاحب نے ان مکتوبات مُطہک کو ترتیب دے کر اہل ایمان کے لئے روشن مستقبل کے امکانات واضح کئے ہیں۔

میری دعائیں ہیں کہ خداوند کریم ان کی مساعی کو قبول فرمائیں اور جزائے خیر عطا فرمائیں اور یہ متبرک مجموعہ ہم سبھوں کے لئے حاضری و حضور کا وسیلہ شرف ہو۔

امین!

محمد شفیع قریشی عفی عنہ
اروضان المبارک ۱۴۱۳ھ راجح جون



ابتداء کے دو حرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً ومصلياً

مکتوبات دو صدی، حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد کھنوی منیری قدس سرہ
تحتاج تعارف نہیں۔ اصل کتاب دو بار طبع ہو چکی ہے دونوں مطبوعہ ۱۵۴ مکاتیب پر
مشمول ہے لیکن حقیقتاً یہ ۲۰۸ خطوط کا مجموعہ ہے۔ ۱۵۴ مکتوب کے بعد کا حصہ مخطوطہ ہے
اور کمیاب ہے۔ یہ ترجمہ کامل و مکمل کتاب کا ہے۔ اس کے ترجمہ کے لئے اعزہ اور احباب
کا اصرار تھا۔ ترجمہ کا یہ کام میں نے کسی کی خاطر نہیں کیا ہے اور نہ جلب منفعت کے لئے، نہ
کسی معاوضہ کی طلب میں نہ نام و نمود و شہرت و داد و تحسین کے لئے نہ کسی ادارہ و مکتبہ کیلئے
اور نہ اس خیال سے کہ میں نشر دین کا کوئی کام کر رہا ہوں۔ ان جملوں کے لکھنے کے وقت میرا دل
رز رہا ہے کہ میں نے حضرت مخدومؒ کی کتابوں میں حدیث بالمعنی دیکھی ہے۔ دقایق الربیاء
والشہوة الغفیبہ کے ضمن میں حضرت مخدومؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

”ڈرنے کی سب سے بڑی چیز جس میں اپنی اُمت کے لئے ڈرتا ہوں وہ ریا

کے دقایق اس کی باریکیاں اور پوشیدہ و پنہاں خواہشیں ہیں اور یہ اس

درجہ چھپی ہوئی ہیں کہ جیسے کالی رات میں کالے پتھر پر کالی چیونٹی رنگتی ہے

اسی طرح آدمی کے اندر ریا کے خفی اور خواہش پنہاں داخل ہوتی ہیں۔“

اسی سے ظاہر ہے کہ جب سالکین راہ اس کی شناخت سے عاجز ہیں تو یہ خامی و خامس کس

شمار میں ہے۔

یہ لکھنا اور پڑھنا میرا ذاتی ذوق ہے اور میری بیکاری کا ایک شغلہ ہے جسے میں طاقت

سمجھتا ہوں کیونکہ میں نے حضرت مخدوم جہاں کے کلمات تلی میں دیکھا ہے:

”جو چیز تمہیں اس کی یاد یعنی ذکر و فکر سے باز رکھے وہی تمہارا طاغوت ہے
خواہ وہ بڑی سے بڑی عبادت ہی کیوں نہ ہو۔“

میرا حال ایک شرابی کا ہے جو شراب نوشی کو گناہ تو سمجھتا ہے مگر پھر بھی وہ پئے جا رہا ہے اسکے
بغیر اسے چین نہیں۔ یہ ایک نشت ہے۔ اگرچہ ضعف پیری نے اس لائق بھی نہیں رکھا ہے لیکن
بقول غالب :

ع رہنے دو ابھی سانغ و مینا مرے آگے

اب بس کا جی چاہے میرے اس تکلیف میں شریک ہو جائے۔ ہے تو ساقی کی عطا کا پیالہ ہی
حضرت مخدوم جہاں کے مینا نہ کے بادہ خوار اپنی پیاس بجھالیں اور اس بادہ ناب سے سرشار
ہو جائیں۔ یہ اور بات ہے۔ اگر کسی کا وقت خوش ہو جائے تو وہ اس فقیر کی مغفرت کے لئے
دُعا کریں۔

والتَّسْلَام

جاوید کش آستانہ مخدوم حسین نوشیہ توحید بلخی تدریسی

قسیم عفی عنہ

۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۹۰ء



دوستی کا پتہ

ان

جامع مکتوبات صمدی حضرت اشرف ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے مشائخ کو توفیق دی ان اسرار کے کھولنے کی جس کا کھونا جس حد تک جائز ہے اور مریدوں کو ان کی کوشش اور اختیار کے ذریعہ ان اسرار کے قبولیت کی روزی ارزانی فرمائی ان مشائخ کے انفاس طیبہ کی برکتوں کے وسیلہ سے نفس اور شرابیوں کی شرارتوں سے ان لوگوں کی حفاظت کی طرح طرح کے اوزار و کشف کے ذریعہ ان کے دلوں سے حجاب و پردے اٹھا دیئے۔ درود اس کے نبی اس کے رسول محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آچنگ آل و اصحاب و امت ابرار پر۔

تم جانو! اللہ تعالیٰ ہمیں سعادت فرادہا بخشے اور تحصیل علم و عمل کی توفیق بے پایاں دے سو مکتوب (یعنی مکتوبات صمدی) کی تالیف کے بعد جو قاضی شمس الدین عالم قصبہ چوسہ کے نام ہے اور وہ سنہ شہرت پذیر ہو کر مشرق و مغرب میں پہنچ چکا ہے اب یہ دوسرا مجموعہ دو سو چند مکتوبہ شریب کا جو مطلوب و مقصود (حق تعالیٰ) تک پہنچانے والا ہے۔

حضرت محمد و مناد و مولانا شیخ زماں سبب امن و امان، شریعت کے نکات و باریکیوں کے نکتہ دان، حقیقت کی حقیقتوں کے حقیق کرنے والے لوگوں سے ظاہری احکام بیان فرماتے والے بڑے بڑے اہل اللہ و باطنی اسرار و رموز کے کھولنے والے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنے والے، احادیث معظفوی کو ظاہر کرنے والے، بدعتیوں کے دین کو نشانے

وائے پر ہیزگاری و پارسانی کے دین کو قائم کرنے والے، بلند درجات پر پہنچنے والے، اعلیٰ درجہ نعمتوں کے پانے والے، گناہ کی تالکوں سے تار یکسو دلوں کے تلوپ کو رکھنے و نور فرماتے والے، حشر میں غامی اور گنہگاروں کی پختا سے کرنے والے، مردوں کو مراد یعنی اللہ تک پہنچانے والے، غا و پکار کے دن لوگوں کے کام آنے والے، اگلے تمام بزرگوں کی یادگار، تمام لوگوں کے پیشوا و مقتدا، وہ کون؟ حضرت اللہ و والدین احمد بن محمد بن سیر کی تھکا سوا عزیز، جنہوں نے دونوں جہاں میں ماسوا اللہ سے رُخ موڑ لیا ہے، اللہ آپ کی مددگار سے مسلمانوں کو فیضیاب فرمائے اور آپ کے دیوار کی نعمتوں سے سب کو مالکال کرے۔

قطعہ

(وصف و مدح محمد صم علی)

شکر ہا می کتم بدرگہ حق گرچہ شکرش نہ کارا سہاں است
 میں حق سبحانہ تعالیٰ کی باگاہ میں ہزاروں ہزار شکر کرتا ہوں، گرچہ اس کا شکر پہلانا آسان کا نہیں ہے
 درسیان مشائخ و علماء ذات پاکش جو ہر تاباں ست
 علمائے مشائخ کے درمیان آپ کی ذات پاک آنتا ہے جہاں تاب کی طرح روشن ہے
 کاندریں مصر پر ز کفر و جہل گفت او محض راہ لہاں ست
 کفر و جہالت سے بھرے ہوئے اس دور میں آپ کی کلمات اذکارات خاصا ایمان کی راہ ہیں
 ہرچہ در راہ دین شود شکل مد عبارت ز بانش گویاں ست
 دین کی راہ میں جتنی شکلیں ہوں یہ کذباں بیاںک ہوئیں اسے بیان فرما کر مل کر دیتی ہے
 وصف او در زباں نمی گنجد ہرچہ گویم ہزار چنداں ست
 آپ کی توصیف زباں سے ادا نہیں ہو سکتی جس قدر بیان کر دیاں سے ہزار گونہ زیادہ ہے
 خواستم تا ز صدیکے گویم گفتن صدق کار مرداں ست
 میں نے چاہا تھا میں سے ایک صدی بھی بیان ہو جائے لیکن صدق میں گفتگو کرنا مردوں کا کام ہے
 بالف غیب در سخن آمد کار تو نیست کار فاعلاں ست

غیبی فرشتہ نے آواز دی یہ تمہارا کام نہیں یہ خاصانِ خدا کے کام ہیں
 باوجود طوٹنے بہ گناہ با دیا کاں بکن کہ باد آں ست
 گناہ میں طوٹ ہونے کے باوجود پاک نفوس کا ذکر کرو کہ ذکر یہی ہے
 صفت ادلیا خدا کر دہ است ذکر شان در قرآن نزاواں ست
 اپنے ادویا کی صفت خود خدا نے کی ہے قرآن کریم میں ان کا ذکر بہت زیادہ ہے
 وصف خود گر کند ز جہل بود کور کے کو بچہاہ زنداں ست
 اگر کوئی اپنی جانب سے وصف بیان کرے تو یہ حیات ہوگی اسکی مثال نس کی ہے جو کنواں میں بند ہو
 ما دحاں راز فحلت و صفش لب گزیدہ بہ زیر زنداں ست
 آپ کی توصیف کے بیان میں اپنی ناکامی کی شرمندگی سے مدح کرنیوالے ہونٹھوانتوں کی نیچے ویلے ہیں
 بانون و علوم کا ندریں عصر پیش فضلش بہادہ زنداں ست
 اس دور کے علوم و فنون کے ماہرین آپ کے فضل کے آگے عاجز و لاجوار ہیں
 دستانش مدام درخندہ زان مسودش ہمیشہ گریاں ست
 آپ کے مجہین ہمیشہ خوش و خرم ہیں اور حاسدین حد سے غمزہ رہتے ہیں
 اشرف رکن مدح ادکنسد وصف آں ذات کار پاکاں ست
 اے اشرف ابن رکن تو مخدوم پاک کے مدح کی جزا تیرا اس ذات کی توصیف پاک نفوس کا کام ہے
 اے خداوند خاکپائیش کن بر سرم کاں نہ لائق آں ست
 اے خدا تو مجھے ان کے تلوں کی خاک بنا دے کیونکہ میرا سر اس خاک پاک کے لائق نہیں ہے
 نذر تقصیر بندگی ہر دم کی بخوابد چو زان پشیمان ست
 بندگی میں ہر لمحہ تصور و کوتاہی کی معافی چاہتا ہے کیوں کہ بندہ اس کوتاہی سے شرمندہ و پشیمان ہے
 گر قبول افتدش عجب بود صفت لازمیش احساں ست
 اگر آپ کی جناب میں یہ قبول ہو جائے تو کوئی تعجب نہیں اس لئے کہ اسلین و جلالی ایک لازمی صفت ہے
 بر امید قبول حضرت اد روز و شب زیر پائے بر باں ست
 اس در اقدس پر قبولیت کی امید میں رات دن دربان کے قدموں میں پڑا ہوا ہوں
 گشت آزاد ہر اکشد بندہ بردر شش گر چہ شاہ شاہاں ست

آپ کے در پر اگر کوئی شہنشاہ بھی آپ کا بند ہو جاتا تو وہ دونوں جہاں سے آزاد بے پروا ہو گیا
جس آتے رفت اندر میں گفتی نہیں سبب جان چو بید لرزان ست

اس مع و نعت میں اپنی بہت صلاحیت ختم ہے اسی سبب سے جاں بید کی طرح لرز رہی ہے
وہ تو توفیق بر نوشتہ شیخ

اے خداوند ہر چہ شایاں ست

اے خدا تو شیخ کے ان مکاتیب کے اسرار و معانی کی سمجھ اور اس پر

عمل کی توفیق عطا فرما جیسا کہ اس کے شایاں نشان ہو

یہ مکتوبات تدریجاً مختلف وقتوں اور متفرق مواقع میں اپنے مقام سے نزول فرما کر یعنی
اپنے علم کے اندازہ کے مطابق نہیں بلکہ مکتوب الیہ وسائل کی فہم کے بقدر اپنے قلم مبارک سے
تحریر میں لاتے اس کے خواستگاروں، خواہشمندوں، طالبوں کے پاس بھیجنے کا حکم فرمایا ان
میں سے کچھ خطوط مریدوں کے پاس اور کچھ معتقدین بارگاہ کے پاس کہ جو شیخ کی خدمت اقدس
و مجلس شریف کی حاضری اور محسوس سے مخدوم کے کلمات لطیف کے سننے سے ابو جودوری مخدوم
تھے ان میں سے ہر ایک شخص کسی قصبہ یا شہر میں تھا اپنے اپنے مسکن سے اپنے مال کی اتاری
انتہائی بیچارگی اور اپنی دورافتادگی کا اظہار بذریعہ عرضی یوں کیا کہ یہ در ماندگان عاجزان
تعلقات کی زیادتی اور اسباب و سبب آمد و رفت کی کمی کی بنا پر آستانہ عالیجناب اور بارگاہ
نزدت مآب تک نہیں پہنچ سکتے وہ لوگ جواہل و عیال کے کھانے کپڑے کی فکر میں گرفتار ہیں وہ اس
سے کلیتاً نکل بھی نہیں سکتے۔ اگر غیبی علوم اور لاری معانی و نکات سے کچھ اپنے قلم مبارک سے
تحریر فرما کر ہم زمانہ کے قیدی اور فریبی نفس کے گرفتار ان جو اپنی بے نصیبی سے اس آستانہ معظم
اور بارگاہ کرم سے محروم ہو گئے ہیں جسے اپنی بدبختی کم نصیبی کی علامت سمجھتے ہیں کے پاس
بھیجنے کا حکم فرمایا جلتے تو بمصدق من منة عن النظر کتابی بالانثر (جو دیدار کی دولت
سے محروم رہتا ہے وہ آثار و نشانات سے تسلی حاصل کرتا ہے) ہم لوگوں کے لئے مونس و توت
ہو اور اس کے مطالعہ سے رشد و ہدایت، دولت و نعمت و صورت دین کی راہ میں اور نقیبن
کے کاموں اپنا جمال دکھائے اور نفس، ریاضت و مجاہدہ سے مغلوب ہو جاتے راہ دین کے

سلوک میں جو دشواریاں آئیں وہ ان تحریروں سے حل ہو جائیں اس قول کی بنا پر کہ اشقی
 الناس فی السدّ ثیاباً وازحمہم فی العقبیٰ مشایخ کرام دنیا میں لوگوں پر انتہائی شفیق
 اور عقبیٰ میں بہت بڑے مہربان ہوتے ہیں ان کی اس درخواست کو قبولیت کا شرف بخشا اور چند
 سطروں پر مشتمل مکتوب ہر ایک کے حالات اوقت و ضرورت کے لحاظ سے اپنے دست مبارک
 سے ارقام فرماتے اور ان لوگوں کے پاس بھیجنے کا حکم دیا کرتے اور بعض ایسے لوگوں کو بھی ان کی
 درخواست کے بغیر یہ دولت بخشتے جو حق خدمت رکھتے تھے اور کچھ حادثے اور واقعات
 سخت ان پر آپڑے یہ اس لئے تھا کہ شدت ابتلا سے مغلوب ہو کر حد شرع سے نہ گذر جائیں
 ان آیات و احادیث و حکایات و کلمات کو پڑھ کر سن کر قوت پائیں ہر طرف جانے والوں
 کی معرفت یہ خطوط ارسال فرمائے جاتے۔ یہ خدمت گار بلکہ آستانہ عالیہ کی خاک نے ان
 مکاتیب کو جو بعض عزیزوں کے ہاتھ کے نقل کئے ہوئے تھے اور وہ سب جو خود حضرت مخدوم
 کے دست مبارک کا تحریر کردہ تھا نقل کے لئے مانگ لیا مکتوب طویل ہوا مختصر ایک ربع کی
 مقدار میں ہوا مکتوب ہی ہوتا ہے کیوں کہ اعتبار معالی کا ہے لفظ کا نہیں ان خطوط کا لکھنا
 نے اپنے اوپر لازم کر لیا اور اس کے کسی حصّہ کے ضائع کرنے کو جائز نہیں سمجھا اس لئے کہ اگر
 اللہ تعالیٰ کے کلام پیغام بر حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ضائع کرنا جائز
 ہوتا تو مشایخ رحمہم اللہ کے کلمات کا بھی ضائع کرنا درست ہوتا۔

چنانچہ ماہ جمادی الاول کی پہلی تاریخ سے ماہ رمضان المبارک ۱۹۶۹ء کی آخری تاریخ تک
 اس فقیر نے جو کچھ حاصل کیا سب اس مجموعہ میں جمع کر دیا۔ اس کے بعد اگر کوئی اور چیز کسی کے نام تجویز
 فرمائی گئی ہو اور وہ اس بندہ کے ہاتھ آئے اور اس کے لکھنے کی توفیق ہوئی تو اس کا ایک مجموعہ
 اور جمع کر دے گا تاکہ جب کسی مومن کو یہ دولت سرمدی اور سعادت آبادی ملے اور توفیق اس کے
 شامل حال ہو تو ان خطوط و مکاتیب سے بہرہ ور ہو اور بقدر امکان ان سب پر عمل کرے امید ہے کہ ان
 بزرگوں کے طفیل میں کامل حصّہ ملے گا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ (اللہ جس کو چاہے
 اپنے فضل سے نوازے) معرفہ۔ وَالْأَرْضُ مِنْ حَمَلِ عِصَامِ نَصِيبٌ۔

شرقا کے شراب کے پیالہ کا ایک حصّہ زمین کو بھی ملے گا

(اشرف ابن رکن)

❦

www.marfat.com

مکتوب ۱

دین کی راہ اور یقین کی درستی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز شیخ عمر ساکن قصبہ انکلی۔ کاتب مکتوب شرف نیری کا سلام دعا مطلق کریں۔
 جانو! بیغامبران علیہم السلام کی مثال طبیوں کی ہے، آدمیوں کی مثال بیماروں کی
 ہے، اور قرآن کی مثال دواؤں کے خزانہ کی ہے وَتَنْزِيلُ مِنَ الْقُسْطِ ابْنِ مَالِکٍ وَشِفَاءٌ وَجَعًا
 لَمْ يَمْسِسْهُ (ہم نے قرآن میں ہونوں کے لئے سفار و رحمت نازل کی ہے) آدمیوں کی تمام مختلف بیماریوں
 کے لئے معجونوں اور شربتوں کی تشریح ہے مَا فَتَا طَنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ يَعْنِي عَسَلُوقِ كُو
 دین و دنیا سے جتنی چیزیں دور کار ہیں اس میں سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا ذکر قرآن میں
 ہم نے نہیں کیا ہو۔ لیکن جب تک کوئی شخص دین کی راہ طے کئے ہوئے نہ ہو اور کاموں کی
 حقیقت تک اُس کی نگاہ پہنچی ہوئی نہ ہو وہ اسے نہیں جانتا ہے۔

خوردشید نہ مجرم ارکے نا۔ سینا است

(اگر کوئی اذہا ہے تو اس میں آفتاب تصور دار نہیں)

اسے بھائی! خداوند تعالیٰ کی راہ چلنا یہ بے انتہا اہم کام ہے۔ ہاں دل کی طاقت
 اور قوت سے اس راہ میں چل سکتے ہیں۔ اور دل کی سعادت و شقاوت مرض و صحت کے لئے
 دوائیں ہیں کہ جسے طبیبان دل ہی جانتے ہیں وہ اطباءے دل بیغامبران علیہم السلام ہیں۔

ان کے بعد علما، آخرت میں کہ جو پیغمبران علیہم السلام کے علم کے وارث ہیں اور نبوت منصور
خاتم النبیین جسے اللہ علیہ وسلم پر تمام ہو چکی ہے، ہمیں، تمہیں اور ہم جیسے اور دوسروں کو اہم
ترین ہمتا درپیش ہیں (اس مہم کے حل ہونے کی یہی صورت ہے) کہ کسی ایسے صدیق و حق
کی جوتوں کی خدمت کریں جو دین کی راہ طے کئے ہوئے ہوں، اس کام کی حقیقت سے بنیانا کا
ہوں ایسے کہ وہ دونوں کی بیماریوں کے طبیب کا بل ہو چکے ہوں۔ اسی کو کہا ہے۔

راہ دور راست دُپڑا آفت اسے پسر راہ رو را می بسباید را در
کو رہرگز کے تو اند رفت راست بے عصا کش کو ر را رفتن خطا ست
(اے عزیز راہ لہی بے آفت سے بھری ہوں۔ ایسے میں اس راہ کے چننے والے
کے لئے راہ بتلانے والا ضروری ہے۔ انڈھا کب راہ چل سکتا ہے اندھے کے لئے
بغیر لٹھی پکڑ کر چلانے والے کے راہ چلنا ہی خطا ہے۔)

گر ترا در دست سپر آید پدید قفل در دست را کلید آید پدید

(اگر تجھے در دست اور کوئی پیر مل جائے، تو یہ سمجھ لے کہ تیرے در و کی دو اچھے مل گئی ہیں)

عالم حقیقت میں ہی لوگ ہیں نہ وہ کہ جن کو لوگ عالم کہیں یا عالم جانیں۔ روایات کو
یاد کر لینے والے، اقوال نقل کرنے والے، بحث و مباحثہ، جھگڑا و تکرار کرنے والے دوسرے
ہوتے ہیں ان کی مثال مشہم کمثل الحمار یحمل اسفا سلا (اس گدھے کے پیچھے پر بہت
ساری کتابیں لہی ہوں ہوں) علما و آخرت اور ہی لوگ ہیں مشہم کمثل الانبیاء (انک مثال
انبیاء کی ہے) جیسا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے علما، اہل حق و انبیاء
بنی اسرائیل (ہری است کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) خواجہ فضیل میاض رحمۃ اللہ علیہ
کا قول ہے وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَكَهُنَّظِيرٌ فِي أُمَّتِهِ (کوئی نبی ایسے نہیں جن کی نظیر ان کی امت
میں نہ ہو) کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

پیر رہ کبریت احمد آمد است سینہ او بجز اخضر آمدہ است

پیر ہم بست این زماں نہاں شدہ ننگ خلقاں دیدہ از خلقاں شدہ

(آج کل پیران طریقت سُرخ گندھک ہیں، ان کا سینہ سبز کندہ ہے۔ اس زمانہ میں پیر

نظر میں سے اوجھل ہو گئے ہیں لوگ ان کی گدڑی کو حقدت سے دیکھتے ہیں تو وہ گدڑی میں چھپ گئے ہیں)

ہمارے تمہارے اور ہم جیسے اور دوسروں کی سرطنت سے یہ ممکن نہیں کہ کوئی حرکت
 وسکت کوئی فعل و عمل خالصاً اللہ کے لئے وجود میں آئے۔ ہاں مگر کوئی کام جو کسی صاحبِ وقت
 کے حکم سے ظہور میں آئے وہ کام یقیناً طاعت ہی ہوگا اور ایسی طاعت جو مقبول ہو سیکن یہ
 قبولیت ہمارے سبب سے نہیں بلکہ اُن بزرگ کی فرمانبرداری کے طفیل ہوگی۔ صاحبِ وقت
 بزرگ یقیناً عزیز ترین بہان ہوتے ہیں اور جب وہ عزیز ہیں تو طفیلی بھی بلاشبہ عزیز ہوں گے۔
 فَاَسْفَلُوا اَحَدًا لَّا يَذْكُرُ اِحْتِكَمًا لَّا تَعْلَمُونَ (ذکر کو اہل ذکر سے بچو اگر تم نہیں جانتے یعنی علم کو علم
 واصل سے بچو) عوام کے لئے شیع کا یہ حکم ہے کہ عوام جو کچھ بھی کریں وہ کسی صاحبِ روزگار بزرگ
 کے حکم سے کریں اگر صاحبِ وقت یعنی پیر کے حکم سے کریں گے تو گرجہ وہ کام غلط ہی کیوں نہ ہو اخذ
 نہیں ہوں گے اس بہان کی پکڑ نہیں ہوگی بلکہ ثواب ملے گا۔ اگر اپنی رائے و خواہش سے کریں
 گے تو گرجہ وہ کام ثواب ہی کا کیوں نہ ہو گنہگار ہوں گے اور اس پر سختی ہوگی۔

اس کی یہ اصل ہے کہ خواص اپنے علم و اجتہاد پر مامور ہیں وہ اپنے علم و اجتہاد پر
 کام کریں سیکن عوام کو یہ حکم ہے کہ وہ خواص کے علم و اجتہاد پر کام کیا کریں اس لئے کہ جو
 چیز اپنی خواہش و مراد پر کی جائے وہ ہوا و ہو س ہوگی دین نہیں۔ ہوا پرستی دوسری چیز
 ہے خدا پرستی دوسری چیز۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی عا می اپنی مسکوتہ کو قبل
 و خول طلاق دیدیتا ہے اس پر اتفاق ہے کہ اس عا می کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ
 ایک ایسے عالم کی طرف رجوع کرے جس کے متعلق اس کا گمان غالب ہو کہ یہ صحیح عالم ہے
 پھر وہ عالم اس مسئلہ میں کہ قبل و خول طلاق ہوں ہے یہ فتویٰ دیدے کہ وہ لوٹلے اور اس
 کے اس فتویٰ پر اس نے لوٹا بھی لیا۔ یہ تمام عالموں کو معلوم ہے کہ یہ فتویٰ غلط تھا
 اس کے باوجود اس عا می کو اس صورت میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر کسی عالم سے رجوع کئے
 بغیر محض اپنی رائے اور اپنی خواہش سے لوٹا یا تو وہ قطعاً گنہگار ہوگا۔ اگرچہ راہِ صواب ہی پر
 ہوا اور اس کی نظیریں بہت ہیں۔ یہاں بروہی شمس مناسب ہے کہ
 گورہر گز کے تواند رفت راہ : بے عھد کش کو رارفتن خطاست
 ہاں، یہاں تمہیں یہ خیال پیدا ہوگا کہ جو چیز طاعت ہے اسے قطعاً کرنا چاہیے
 اس میں کسی کے حکم کی کیا ضرورت ہے ؟

اے بھائی! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خاطر مبارک میں آیا کہ جو کچھ ان کی ہلک میں ہے وہ صدقہ کر دیں مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں ایسا نہیں کیا؟ اہل کیوں یہ نہیں کہا کہ یہ تو طاعت ہے اس میں اجازت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ آج ایک دن بیضا مبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور اپنے دل کی بات عرض کی حضور بیضا مبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو تاکہ تمہاری ملکیت میں کچھ رہے اس کی مثالیں اس جماعت کی کتابوں میں بہت ہیں۔ اور یہ باریک دیکھنے والے ہر بینوں کی نظروں سے بہت دور ہیں۔ دین کے حقائق اور شریعت کے اسرار کا جاننا اہل نظر اور علماء آخرت ہی کا کام ہے ان لوگوں کا ذوق ان کی فہم ہی کچھ اور ہے جیسا کہ کہا ہے

اہل دل را ذوق و فہمی دیگر است کان ز فہم ہر دو عالم بر تراست
ہر کرا آن فہم در کار انگشت خویش را در بحر اسرار انگشت
تا بجاں نہمے کہ ہم چوں حتی خواست در کلام او سخن گویند راست

اہل دل کے ذوق و فہم ہی دوسرے ہوتے ہیں، ان کی سمجھ و دتوں عالم کی فہم سے بالاتر ہے۔ جو کوئی اپنے معمولات میں اس فہم سے کام لیتا ہے، وہ خود کو اسرار کے سمندر میں ڈال دیتا ہے، جہاں کی فہم وحی کو سمجھ لیتی ہے تو اللہ کے کام میں جو بھی غیر تامل کرتے ہیں ان کی تاملی گفتگو

صحیح و درست ہوتی ہے) اسی لئے اس جماعت صوفیہ کے لوگ کہتے ہیں کہ میرے جہاں تک ممکن ہو سکے وہ جو کچھ بھی کرے پیر کے فرمان کے موافق کرے یہاں تک کہ رمضان کا روزہ پانچوں وقت کی نمازیں کیوں نہ ہوں کیوں کہ اس کو اس کا علم نہیں ہے کہ وہ دین کے اسرار، شریعت کے حقائق جان سکے اس لئے کہ شرع میں کوئی وقت ایسا آتا ہے جب واجب حرام ہو جاتا ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ حرام واجب ہو جاتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ مردار حرام ہے، کبھی ایسا وقت آتا ہے کہ اس کا کھانا واجب ہو جاتا ہے اور ماہ رمضان کا روزہ جو فرض ہے ایسا وقت آتا ہے کہ اس فرض روزہ کا رکھنا حرام ہو جاتا ہے اگر یقین کے ساتھ یہ جان لے یعنی گمان غالب ہو کہ روزہ رکھنے اور دو انہ کھانے سے ہلاک ہو جائیگا تو اسے کچھ کھالینا واجب ہو جاتا ہے اور روزہ رکھنا حرام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شرع میں شراب پینا حرام ہے اگر کسی کو کوئی ایسی بیماری ہو جائے جس پر طبیعوں کا بالاتفاق فیصلہ ہو کہ اس مرض کی

وہا شراب ہی ہے اگر شراب نہ پئے گا تو مر جائے گا ایسی صورت میں شراب پینا قطعاً واجب ہو جاتا ہے اور تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اگر شراب نہ پیئے اور مر جائے تو وہ گنہگار ہے پس مختلف ضرورتوں اور مختلف حالتوں اور خاص وقتوں میں احکام بدلتے رہتے ہیں مرید بیچارے کو اس کی کیا خبر کیوں کہ دین کے سہارا اور شریعت کے حقائق کا جاننا اس کا کام نہیں ہے۔ یہ معلوم خداوندان بصیرت اور اصحابِ قلوب ہی کے لئے مخصوص ہے، میں جیسا کہ کہا ہے۔

سے ظہور کاں پاکبازاں را دہند ہرگز آں کے نوسیا ز اں را دہند

(پاکبازوں کی خزانے نیاز مندوں کو نہیں دیتے۔)

دیکھو بزرگانِ وقت اور اصحابِ قلوب سے اگر کوئی نعل و عمل خلاف شرع تمہیں معلوم ہو تو تمہیں بچا ہیئے کہ ہرگز انکار پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہ یقین کرو کہ سب صحیح و درست ہے اگر نفس سامنے آئے اور شیطان نہ ہلکے تو اس وقت جناب موسیٰ بیغابرا اور خضر علیہم السلام کے قہقہہ کو یاد کرو۔

عجیب معاملہ ہے ایک وہ ہیں کہ سیر ہو کر کھاتے ہیں اور میٹھی نمیند سوتے ہیں کوئی وہ ہیں جن دن کو روزہ رکھتے اور رات کو شب بیداری کرتے ہیں کوئی وہ ہیں کہ سبوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو سب سے بھاگتے ہیں ایک وہ ہیں کہ پھٹے پڑنے لگے رہی پہنتے ہیں اور ایک کا بہترین لباس ہوتا ہے کوئی بالکل ساکت و خاموش رہتے ہیں اور کوئی رات و دن گفتگو کیا کرتے کوئی اپنے حال و احوال چھپاتے ہیں کوئی ظاہر آشکار کرتے ہیں ایک ایسے ہیں جو عوام کی خدمت کرتے ہیں خواہ فاسق ہو یا صالح سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ جو فاسق کے سلام کا جواب نہیں دیتے، ایک وہ ہیں جو لوگوں سے کوئی چیز طلب کر لیتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو طلب نہیں کرتے بے طلب اگر مل جائے خواہ وہ کسی سے بھی ہو لے لیتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو کسی سے بھی نہیں لیتے۔ اسی طرح تمام افعال میں یہ لوگ مختلف ہیں اور ان صاحبانِ دل کے یہ مختلف احوال سب کے سب صحیح و درست و نیک ہیں۔ اور یہ سب ان کے مکاشفے اور مشاہدے کی بنا پر ہیں۔ اہل ظاہر و اہل صورت یہاں ہنگامہ و شور و غوغا کرتے ہیں انہیں دیوانگی کے ساتھ منسوب کرتے اور دیوانہ کہتے ہیں۔ ان کے لئے یہی جواب ہے کہ

تو چہ داتی زبان مرغاں را : چوں ندیدی گے سلیمان را

(تم پرندوں کی زبان کو کیا سمجھو جب تمہیں جناب سلیمان کی تعانصیب نہیں ہے۔)

اور وہ سب اعمال و افعال مختلفہ جو کسی صاحبِ دل پیر کے حکم سے مریدان کرتے ہیں وہ سب کے سب نیک و صحیح و درست ہیں۔ اور اگر کوئی انہیں مختلف کاموں کو اپنی رائے و خواہش سے کرے تو وہ سب خطا و معصیت ہوگی۔ یہاں معلوم ہوا کہ اس راہ کے لئے پیر کا ہونا شرط ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ اُو کُلے گرفت از خاک سپیر : خواہ پاک و خواہ گونا پاک میر

(جس نے پیر کے خاک قدم کا سرمہ لگا یا وہ اس جہاں سے پک جائے یا پاک کچھ نہ کہیں۔)

یہاں اگر کوئی یہ کہے کہ بیچارہ مبتدی کیا جانتا ہے کہ یہ حکم دینے والا صاحبِ دل ہے یا مدعی کذاب۔ یہاں خود کو خدا پر چھوڑ دینا چاہیے کہ جس کسی کی قسمت میں سعادت لکھی ہے تو بیشک کسی صاحبِ دل یا صاحبِ وقت بزرگ کو اس کے پاس بھیج دیتے ہیں یا خود اس کو ایسے پیر کے در پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس دولت سے وہ مالا مال ہو جاتا ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے کہ دولت ہر استعداد و آمارہ تک پہنچتی اور جس کو ادب و تقویٰ کے لئے پیدا ہی کیا گیا ہے اسے ادب و تقویٰ کی سونہ ششوں میں جلا دیتے ہیں اسی طرح اس دولت سے پیٹھ پھیرنے والا خود کو بونہ ششوں میں ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ مستعدہ مدبر و دونوں ہی ادب و تقویٰ کے کھواں میں گر جاتے ہیں مگر مہر و مہر لیا خلق (جس کو ہم کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ کام اس پر آسان کر دیا جاتا ہے) یہ دونوں ہی طمع کے لوگوں کا حال بیان ہوا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ جب فیض منقطع نہیں ہے بلکہ مبداءِ فیاض کا فیضان ہر وقت

جاری و جاری ہے تو کسی کے لئے ایسا کیوں کر ممکن ہے؟

اے بھائی! یہ سب کو معلوم ہے کہ آفتاب اپنی ذات سے نور شمس ضیا پاش

دنیاض ہے لیکن اگر کوئی اپنے ادب سے دیوار کی اوٹ میں چلا جائے اور سایہ میں چھپا

رہے تو یہ بد نصیبی اس کی جانب سے ہوئی یا آفتاب کی جانب سے نور کی ضیا باری کا

فیضان منقطع ہوا یہاں پر اپنے ادب کی شکایت چاہیے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

وہل خاصاں راست من زیشاں نیم اسے بخت بد
بہر من اندازہ اوبار من کار سے بسببیں

اوصال تو خاصاں بارگاہ کے لئے ہے اسے سری بھیس میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں

میرے لئے مرنے کاوں کا اُردار تو دیکھ لے

اگر کوئی یہ کہے دونوں بندگی میں برابر میں پھر یہ فرق کہاں سے پیدا ہوا تو کہہ دو آسمان
زمین میں ڈھونڈو راپیٹ دیا گیا ہے ایسا کیوں اھا ایسا کیوں نہیں میں زبان بند ہے
لا یسال عما یفعل (کوئی اس کے لئے ہوئے پر سوال نہیں کر سکتا)۔ یہاں کس کا لہجہ ہے کہ
دم مار سکے۔

کازہرہ آں کہ از بسیم تو : شاید زبان خود پر تسلیم تو

اتیرے دہکے آگے کس کا زہر ہے کہ وہ تسلیم غم کرنے کے سوا زبان کھول سکے

اگر کوئی کاتب کا فخر پر جیم لکھے اور دال لکھے تو وہ ہرگز قاف و کاف نہیں ہو سکتا تقدیر

نے کسی کو اگر ابو جہل بنا دیا ہے تو وہ کسی ابو زید نہیں بن سکتا۔ رُعبا ہی سے

بہ نختی را گرہ کشودن نتواں احوال بہر کے نمودن نتواں

گر چرخ فلک ز بہر ما غم کارو شادی ہمہ حال درودن نتواں

اکی بخت کو خوش بخت بنایا نہیں جا سکتا، کسی کا اس کی آئندہ زندگی کے احوال سے آگاہ

نہیں کیا جا سکتا اگر آسمان میرے لئے غم کے بیج بٹکے تو ہم کسی حال میں خوشی کبھی نہیں لائے سکتے

یہاں اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔

یہ وہ عشق دریا ہے جہاں ہزاروں ہزار گھڑیاں تباہ میں ہیں، اس دریا کے طالع بھالک

کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے خواجہ کی وصیت کو دل و جان سے سُننے اور قدم بڑھاتا

جائے اذاکر القدر فامسکوا (جب تقدیر کی بات سُننے آئے تو خاموش رہ جاؤ) اسی

طرح علماء کو بھی چاہیے کہ وہ انہیں باتوں کو بیان کریں جس کا انہیں حکم ہے کلمہ والناس

علیٰ صد عقلولہم (لوگوں کی سمجھ کے مطابق گفتگو کریں) اگر دو دھڑپیتے بچے کو تم گوشت دلی

کھلا دو گے تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ ظور کھیں پاکیزوں ادہند : ہرگز ان کے نونیاں ادہند

(وہ غذا جب پاکیزوں کو دہاتی ہے وہ ہرگز نئے نیاز مندوں کو نہیں دیتے) — — — والکلام

مکتوب ۲

علم کی طلب اور اس کی تحصیل میں محنت و مشقت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرِ مہتمم شیخ عمر کاتب مکتوب کا خصوصی سلام و دعاء

تم جانو! حکم یہ ہے اطلبوا العلم ولو بالقتلین (علم طلب کرو اگر چہ چین میں ہو) لیکن لوگوں کا حال آج اس کے برعکس ہے گویا ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اطلبوا اللہ دنیا ولو بالقتلین (دنیا حاصل کرو اگر اس کے لئے تمہیں چین جانا پڑے)

اگر کل قیامت کے دن یہ سوال ہو کہ کیا تم تک طلب العلم فیضۃ علی بن موسیٰ و سلمیۃ (علم حاصل کرنا تمام مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں پر فرض ہے) کا فرمان نہیں پہنچا تھا۔ اگر پہنچا تھا تو کیوں تم نے حاصل نہیں کیا؟ پتہ نہیں اس سوال کا کیا جواب دیا جائے گا شاید یہ جواب دیں کہ زن و فرزند کا غم کھانے پکڑے کی فکر نے فرصت نہیں دی۔ اگر یہ غدر قبول ہو گیا تو پورے طور پر چھٹکارا مل جائے کیا کہا جائے یہی ناکہ پھر تو اچھا ہے یہ مال و اسباب جو موجود ہو جس نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے۔

سگ چومردار یافت جان شمر خروچو یافت زعفران شمر

(کتنے نے اگر مردار پایا تو اس نے سمجھا جان مل گئی، گدھے کو جو مل گیا اس نے جانا کہ زعفران ہے)

اے بھائی! جب کہ شرع میں بغیر علم کے عمل کی درستگی قطعاً ممکن نہیں اور ایسے عمل کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا مقصود تک پہنچنا عمل کے بغیر نہیں تو ضروری ہے کہ علم کا طلب کرنا فرض ہو جائے۔ مثنویات سے

تاناہ بینی رہ سادات را نفی بینی رسوم و عادات را
اہل بینی قرین فرغ شدہ طبع بینی غلام شرع شدہ

(سعادت کی راہ، رسوم و عادات کو ترک کئے بغیر نہیں دیکھ سکتے، فرع کا دیکھنا ہی اصل کا دیکھنا ہے، طبیعت و خصائل پر نگاہ رکھنا کشرع کا ظلم ہوتا ہے)۔
لیکن علم وہ نہیں ہے جو علم اور وساطتین کے در تک نہیں پہنچا پئے، یا تمہیں قاضی و مفتی بنا دے۔ علم سے میری مراد آخرت کا علم اور حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ کا علم ہے دیکھو کہیں غلطی میں نہ مبتلا ہو جانا علماء دنیا سے خود کو ایسے بچاتے رہو جیسے شیطان سے بچتے ہو۔
اگر یہ حدیثوں میں آیا ہے، کسی سبب سے زینے کہا ہے۔

اگر علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق دگر است
حرف کو کاغذ سے بیاہ کند کے دل تیرہ را چو ماہ کند

اگر سارے علوم جسم مختصر کے ہیں، خدا کی راہ میں چلنے کا علم دوسرا ہی ہے۔ حرف تو کاغذ

کو سیاہ کرتا ہے وہ قلب تاریک کو کہاں ماہ تا باں بنا تا ہے۔

ایک بزرگ نے شیطان کو دیکھا بیکار و معطل بیٹھا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ
طعون تو بیکار کیوں ہے؟ اُس نے کہا اب جب کہ علماء دنیا پیدا ہو گئے ہیں، میرا کام ختم
ہو گیا ہے۔

تو تمہیں معلوم ہو کہ آدمی جو کچھ کرتا ہے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو
تجھے خدا تک پہنچاتا ہے مثلاً تمام طاعات و سنکیاں اور دوسرا عمل وہ ہے جو خدا
سے تجھے دور کرتا ہے وہ گناہ اور برائیاں ہیں۔ طاعات و معاصی ان دونوں کا جاننا اہل ذہن
پر فرض عین ہے، اور تمام بہات میں اہم ترین ہم ہے۔ ان دونوں یعنی طاعات و معاصی
کے احکام کے علم کے ساتھ اگر پتھوڑا ہی عمل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہے
اور اس علم کے بغیر اگر کوئی جان کی بازی بھی لگا دے اور کتنا ہی زیادہ عمل کرے تو وہ بہت
تھوڑا ہے بلکہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ مشنویات۔

علم نرآمدہ عمل مادہ دین و دولت بدو کشد آمادہ

کار بے علم بار و بر نندہ بد تخم بے خنجر جسم شمرند ہد

(علم کی مثال نر کی ہے عمل مادہ ہے دین و دولت اسی سے پیدا ہوتی ہے عمل بغیر علم

کے سود مند نہیں ہوتا۔ بے خنجر کے بیج سے خوش اور شلوغے نہیں نکلتے)

مرد در جو سے را بدریا باز جان مردان ہمہ پاسے فلز
سیر کشتی ز آرزو داں پُر بسے در پاست جاسطال پُور
(موت کے متلاشی کو دریا کی تہ سے کام ہے، مردوں کی جان ہمیشہ بلند کام کی طرف پروردگار کی
ہے۔ کشتی پر سیر و تفریح کرنے والے آرزو اور تمناؤں میں بھرے ہوتے ہیں، موتی نکالنے
واوں کی جگہ سمندر کی تہ میں ہوتی ہے۔)

اب تم یہ سمجھ لو کہ آخرت کا علم مشائخ طریقت اور علما آخرت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہمیشہ
خدمت کرنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ ہمارے زمانہ میں سرخ گندھک میں اتر گیا کیا جا
وہ تمام کتابت بولکھو اگر شیخ کا لطف آبادی کے دادا دین الدین کی معرفت تمہیں بھیجے گئے ہیں
بل گئے ہوں گے ان میں سے ایک دو مکتوب نہایت خوب و فکر سے روزانہ مطالعہ کیا کرو اگر تنہائی
میں ہو تو یہ بہتر ہے۔ اور یہ شعر پڑھو

گرتنگ شکر خریدی تو انم باسے گس ازنگ شکر می را نم

(اگر میں شکر کے بورے نہیں خرید سکتا ۲۲ تا تو کر سکتا ہوں ڈنکر کے بٹے سے کھیاں بھکایا کروں)
فان لم یحبھا وابل فطلد اگر بارش بندہ چچی ہے تو شبنم تپ پر اکتفا کیا جائے جب کسی کی ننگھنے
آفتاب مہپ گیا تو کیا کرے پڑا شاہی کام لے گا۔

از بخت بدم اگر فروشہ خورشید از نور زشت بہا چسراغ گیرم
(اگر مرنی بختی سے سو۔ ج ڈوب چکا تو اسے چاند سے مجرب تمہارے چہرے کی چمک میں چراغ
کلام ہوں۔)

لیکن خود کو معطل دیکھا رکھنا اور چوپایوں کی طرف نہ کھلنے پینے میں لگے رہنا سمجھداروں

اور بڑبڑسیاروں کا کام نہیں۔ مثنویات۔

ہر کرا ایں درد نیست اور ذمیت نیست در ماں گرترا ایں درد نیست

کنز کا فراد میں دستدار را ذرۃ در دست دل عطار را

(جس کسی کو یہ درد نہیں وہ مرد ہی نہیں ہے۔ یہی درد درد کا درد ان ہے اگر یہ نہیں تو علاج

بھی نہیں۔ دین دینداروں کے لئے ہے کفر کا درد کے لئے عطار کے دل کو تو آپ کے درد

کا ایک ذرہ ہی چاہئے۔)

لے بجائی! اس راہ میں یہی دو اصل کام ہیں، اسے تھوڑا نہ سمجھو پورے ہوش کے سنو۔ اگر تم سے ہو سکے تو اس پر عمل کرو۔ ایک ظاہری اعضا کو معیبت اور گناہوں کی گندگیوں سے پاک کرتا ہے اور دوسرے دل کو بڑی صفتوں کی آلودگیوں سے صاف کرتا ہے جس وقت ظاہر و باطن کی یہ طہارت تمہیں حاصل ہوگی اسی وقت خاک و ملکوت کے اسرار تم پر کھل گئے۔ اور شربت منویٰ ابراہیم مملکت السموات والارض (اسی طرح ہم نے دکھائے ابراہیم کو زمین و آسمان کے اسرار) تم نے نوش جان کر لیا۔ اور ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب بے شک اتہ پاک ہے اور پاکیزگیوں (زمانہ) کی خلعت خاص زیب تن کر لی۔ ساقی کا در کھلا ہوا ہے ساغر چل رہے ہیں جسے ہمت ہے وہ بڑھ کر جام اٹھلے سچ کہا ہے جس کی نے کہا ہے۔

تشنہ زور یا جدائی کی گنتی : برسر گنجے گدا کی گنتی

(پچاسا ہے اور دریلے کتاب ہو رہا ہے سکہ خزانہ کا مالک ہو کر بھی گدا ان اختیار کئے ہوئے ہے)

اور یہ بیس کی بات ہے۔

جہاں پر ز آفتاب و دیدہ کور : جہاں پر از حدیث و گوشہا کر

اسارا جہان آفتاب کی تابش سے جگمگ کر رہا ہے گرد آنکھیں اندھی ہیں سارا عازم نادور باتوں سے کوچ رہا ہے گردگان بہرے میں)

اگر تم اپنے کام میں لگے رہے تو ایک دن اپنی خوش نصیبی سے وہاں پہنچو گے جہاں دوسرے پیچھے ہیں، تم بھی وہ سب دیکھو گے جو دوسروں نے دیکھے ہیں اور تم بھی وہی کہنے لگو گے جو اور دوسروں نے کہا ہے۔

معشوق غیاں بود نمی دانستم بامن بمیاں بود نمی دانستم
گفتم بطلب مگر بجائے برسم خود آفر قد ایں بود نمی دانستم

امیر محبوب بہت سلتے ہی تھا مجھے کچھ خبر نہیں، دو نومرے ساتھ ہی تھا مجھے کچھ بت نہیں دیتے

کہا اس کی تلاش میں کہیں چلوں، یہ خود آفر قد ہی تھا جسے میں سمجھ نہ سکا۔

کمال ہمت کی علامت یہ ہے کہ جس حال میں ہے اس سے قدم پیچھے ہٹنے نہ پائے، ہنرمند کھائے ظاہر نہ ہونے دے، اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا پتہ چلتا ہے کہ بشریت کے جامرے سے باہر نہیں آیا ہے اور صحرائے دل تک خود کو اس نے نہیں پہنچا پایا ہے۔

اگر باغ فردریا ہزار بادہ کشم ہنوز ہمت من بادہ و گر کبشہ
وز شاہ من کشادہ تر باشد کہست باشم سالی مرا بر کبشہ

(شراب کے ہزار بادہ اگر میں گھونٹ جاؤں پھر بھی میری ہمت تو وہ ہے کہ در ایسی ایک عالم اور طے تو وہ بھی نہیں
میرے خوشی کا اس وقت کیا پر تہنا جب میں سستی میں ہوں اور ساقی مجھے اپنے پیسہ میں کھینچے۔)
اے بھائی! اگر کسی وقت تمہیں کوئی چیز مانگنا ہو تو ہمت مانگو اور کوئی صاحب ہمت ہونا چاہیے
کیوں کہ آدمی کی قدر و قیمت ہمت ہی سے ہوتی ہے۔ ہمت وہ چیز ہے کہ تمہیں بت پرستی سے
نکال کر خدا پرستی تک پہنچا دے گی۔ اس راہ کے چلنے والے کو جب تک یہ گمان ہے کہ اسے
بھی کچھ حاصل ہے تو وہ ابھی تک بت پرست ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ جناب صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ نے جب اپنی ساری پونجی ثنادی اور وہ نعمت و دولت جو ان کا نقد و وقت تھا سب
کو غارت کر دیا تو اس وقت بالکل خالی ہو کر عرض کرتے ہیں ما الایمان یا رسول اللہ! (ایمان کیلئے
یا رسول اللہ) اسی کو کسی نے کہا ہے۔ مثنویات سے

ایں چہ در گاہت قفلش بے کلید : ایں چہ در یانست قعرش ناپدید
آپنچہ نزد تو پیش زان رہ نیست : غایت وہم تست اللہ نیست
ہر دے را کہیں طلب حاصل بود : تا قیامت مست ولا یعقل بود
(یکس بار گاہ ہے جہاں کے قفل کی کنجی نہیں۔ یہ کیسا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کا کچھ پتہ نہیں۔
جو کچھ تہہ پاس ہے اس سے آگے یا نہیں وہ ترے وہم کی انتہا ہے اللہ نہیں ہے۔
جسے اس کی طلب حاصل ہو جاوے تب وہ قیامت تک کے لیے مست و بے عقل ہو جاتا ہے۔)
سبحان اللہ! کیا اچھی ہمت ہے ایک شخص ایک دن میں شراب طلب کی کند عرش کے گنگرہ
پر ڈالتا ہے اور دوسرا وہ ہے کہ دو خشک روٹیوں پر نماز ادا ہے۔ ایسے ہی شخص کے لیے شیوہ

سک چومہ در یافت جان شمر و : خرچہ جو یافت ز عفران شمر و
(کتے نے مردار پایا بجا جان آگس گدھے کو جو مل گیا ز عفران سمجھ گیا۔)
لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ جل شانہ کی معرفت کا کمال جہاں تک بشر کے لئے ممکن ہے
کسی صدیق وقت کو جب حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ اب تک جو
کچھ حاصل ہونے سے رہ گیا ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں اس حاصل

وقت کا جو دار اس کا عدم دونوں ہی ان کی نظر میں ایک ہوتا ہے۔ اور وہ یہی بات ہے جو اگلے بزرگوں نے کہی ہے کہ ہمارا اور بڑھی عورت و مکتب کے بچے کا دین ایک ہی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر زمانہ میں یہ راہ بڑی لمبی دوراں رہی ہے اس راہ کے راہی ہر دم بیانتہا حیران و سرگرداں رہے ہیں۔ اگرچہ یہ آسان ہے اور یہ چاندی و سونے کی مانند ہے تو کیا ہوا ات دن بھر میں (ہر زمانہ میں یہ راہ بڑی لمبی دوراں رہی ہے اس راہ کے راہی ہر دم بیانتہا حیران و سرگرداں رہے ہیں۔ اگرچہ یہ آسان ہے اور یہ چاندی و سونے کی مانند ہے تو کیا ہوا ات دن بھر میں) اگر کوئی کہے کہ ایک عارف کامل کا دین کسی مقلد کے دین کے برابر کیسے ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یوں دو کہ سو کا عدد ایک سے بلاشبہ زیادہ ہے لیکن اگر تم کروڑوں اور اربوں کے اعداد و شمار پر نگاہ کرو تو یہ سو کا عدد بھی اس کروڑوں اور اربوں کی عدد کے مقابلہ میں ایک ہی عدد کے جیسا ہوگا۔

یہ تو تم نے سنا ہوگا کہ ایک وقت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرما رہے تھے جہنم ما اعظم شافی (کس درجہ مری پاکی ہے اور کتنی بڑی ہے مری کشن) ان کا معاملہ معراج کمال تک پہنچ چکا تھا لیکن جب دعا پڑھی گئی تو کیا فرمایا۔ کہا ان قلت یومئذ یصعق ما اعظم شافی فانما الیوم یجوسی اقطع زناری و أقول اشهد ان لا الہ الا اللہ و اشهد ان محمد عبده و رسولہ (اگر ایک وقت سبحانی ما اعظم شافی میں نے کہا تھا تو میں آج تک مجوسی تھا اب اس وقت روزگار توڑتا ہوں اور پھر سے اقرار کرتا ہوں اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد عبده و رسولہ۔ رباعی)۔

کہ باکف پر سیم کہہ دو ریشم کہ بادل پر نشا ط کہہ دل ریشم
کہ باز سپین خلق کہہ دت ریشم من بو قلموں روزگار خویشم
(کبھی تو مری سٹی سنے و چاندی سے بھرت ہے، کبھی مرادوں مجلس و تلاش ہوتا ہے، کبھی دل خوشی میں مست اور کبھی گھائل رہتا ہے کبھی لوگ مجھے پیچھے دھکیل دیتے ہیں اور کبھی ان کا پیش رو ہوں میں اپنے زانہ کا تاشا بنا ہوا ہوں۔)

وَالسَّلَامُ
شرف مینری



مکتوب ۳

نیت کے غلوں و ارادت کی درستگی میں

بچانے شیخ عمر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز شیخ عمر کاتب مکتوب احمد یحییٰ زبیری کا سلام و دعا

تم جانو! شرع کا فتویٰ ہے یحشرا لنامس یوم القیمة علی نیاتہم۔ یعنی قیامت کے دن ہر شخص کا شر اس کی نیت کے مطابق ہوگا۔ اگر تمہارے باطن میں اللہ کی جانب ارادہ اور حق سبحانہ تعالیٰ کی طلب کا غلبہ ہے تو تمہیں اس کے طالبوں اور عشاق کے زمرہ میں ٹھایا جائے گا اور اس کا اجر یتجلی ربنا ضاحکا (ہمارے رب کی تلمیذ پر ہنستے ہوتے ہوگی یہاں بہشت و دوزخ کی کہاں گنجائش ہے؟ جیسا کہ کہا ہے۔

ایں جانو قدر سے روزن تبت یا : تا شد جناب ما آنہا کہ تو سیدانی

(یہاں بہشت و دوزخ کی کیا قدر ہے۔ یہ سب تو ہمارے لیے جناب ہیں جسے تو خوب جانتا ہے)

اور اگر تمہارے اندر بہشت کی طلب و خواہش ہے تو تمہیں نیکو کاروں کے جھرمٹ میں اٹھائیں گے۔ اور اس کا معاوضہ لہم جنت الفردوس نزلنا : فردوس کے باغ ان کی قدم گاہیں گے، حضرت عین القضاہ زہدانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں یہاں بھی کھانا پینا اور وہاں بھی کھانا پینا، خدا بچائے سب کے سب بہایم و چوپاؤں کے ہم نوالہ ہوں گے ہیں۔ سبحان اللہ عاشقوں کی ہمت مردانہ کا کیا کہنا۔ مشنوی سے

سگ دول بہت استخوان جوید : پختہ شیر مرغز جاں جوید

(کینی بہت والا کتا بریلہ بڑی بوٹھتا ہے، مگر شیر کا پختہ زندہ مرغز چاہتا ہے)

اور اگر تمہارے اندر دنیا کی طلب اس کی خواہش اس کا ارادہ غالب ہے تو تمہیں دنیا

دلوں کے ساتھ اٹھائیں گے۔ اور اس کا اجر وحیل بینہم و بین مالیفتھون (ان کے اور اس چیز کے درمیان روک لگا دی جائے گی جس کے وہ طالب و خواہشمند ہیں) یہاں سہوہ خاک ڈالنا ہے اور اپنی بد نصیبی کا ماتم کرنا ہے اور وہی کہتا ہے جو کسی بیچارے کو کہتا ہے۔

درد را دار و کجا خواہ سیم کرد

بزد غفلت روز گام چوں گم

اور دکا دادا کہاں ڈھونڈھوں، عمر ختم ہونے کو آن لکس کس چیز کا ماتم کروں ساری زندگی

غفلت سے گزر گئی کوئی کام نہ بن سکا، اسے اب میں کیا کروں

اپنے باطن کا جائزہ لو، ایک ایک کر کے غور کرو کہ تمہارے اندر کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ

کا عشق اس کی محبت غالب ہے یا دنیا کے عشق و محبت کا غلبہ ہے یا بہشت کی خواہش کا

غلبہ ہے جو چیز غالب ہے سمجھ لو کہ تم اسی میں سے ہو۔ مثنوی سے

ہر چہ در دنیا خیالت آن بود

(دنیا میں جس چیز کا خیال تم پر غالب ہوگا قیامت میں تمہارا حشر اسی چیز کے ساتھ ہوگا)

اس حدیث کے یہی معنی ہیں، ان اقلہ لا یظہر فی الصدق کما لا ینظر فی اعمالکم ولکن ینظر

فی قلبکم و دنیا تکم، اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا لیکن

تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے) اسی کو کہا ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کو دیکھتا ہے

جو تمہارے سینہ کے اندر ہے۔ اس حدیث کی انتہائی سہ لائقوں کی جان پر وہ گزرتی ہے

جو قیامت کے دن کفار کی جان پر ووزخ کے شدت گزرے گی۔ اور اہل غفلت تو اپنی غفلت

سے رات کے جشن میں گمن ہیں۔ مثنویات سے

تا چہ نہیں کارے نبقہ مرد را

تو نہ کارا اولاد، نہ عشقی

اوپر دانہ عشق را دور در را

مردہ تو عشق را کے لائق

جب تک کسی کو عشق سے واسطہ نہ پڑا ہو، وہ عشق کو اور اس کے درد کو کیا جانتے۔ نہ تم

عاشق ہی ہو اور نہ اس کام کے تجربہ کار ہی ہو، تم تو مردہ ہو تم عشق کے لائق کہاں ہو

اے بہانے! ہمارے اور تمہارے عمل کا حال تو معلوم ہی ہے کہ کیسے ہیں، جہاں تک

ہر کے نیت و ارادہ کو درست کر دیوں کہ مومن کا عمل ایک ہی ہو سکتا ہے وہ نہیں، مثلاً اگر کسی

کی ماں زندہ ہے اور وہ حج کو چلا جائے تو ماں کی رضا و خدمت ترک ہوتی اور اگر ماں کی رضا نہ ہو تو شہودی کے سبب حج کو نہیں کیا تو حج نہیں کر سکا، دو فرس میں ایک ہی فرض انجام دینگا اور اسی طرح دوسرے اعمال ہیں۔ لیکن اس کی نیت تمام نیکیوں اور طاقتوں کی بجائے ایک ہی نیت ہی ہوتی ہے۔ مومن کے عمل کا ثواب محسوس و قابل ہے کیوں کہ اس کا عمل ہی محدود ہوتا ہے۔ اور مومن کی نیت کا ثواب محدود ہے پایاں ہے کیوں کہ طاعات و خیرات میں نیت کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں نیتہ المؤمن خیر من عملہ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) کا مطلب یہی ہے، اگر کسی نے کسی کام کے کرنے کی نیت اور اس کا ارادہ کیا لیکن معذوری کے سبب وہ اس عمل کو نہ کر سکا۔ جیسے بیماری کی وجہ سے حج نہ کر سکا اور ضعیفی و ناتوانی کے باعث جہاد میں شریک نہ ہو سکا، مغلسی نے صدقہ و خیرات کا موقع نہ دیا۔ اس پر بھی یقیناً اجر و ثواب میں وہ اس شخص کے برابر ہے جس نے یہ سب کام کئے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے حضور نبیاً مبسر علیہ السلام ایک بار غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے مسلمانانِ ساتھ تھے اس غزوہ میں حضورؐ صحابہؓ کو محنت و مشقت اور شدت و سختی بہت اٹھانی پڑی حضور علیہ السلام نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: یہ سچ ہے اور درست ہے کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے رہ گئے ہیں، کوئی ایسی عادی نہیں جس سے ہم لوگ گذرے ہیں اور کوئی ایسا فریج نہیں جو ہم نے کیا ہے، اور کوئی ایسی تکلیف و مشقت نہیں جو اس راہِ خدا میں ہم لوگوں نے اٹھائی ہے۔ وہ لوگ جو ہم سے ساتھ نہ آسکے وہ سب ہلکے ان تمام کاموں میں برابر کے شریک ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایسا کیسے ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ لوگ تو مدینہ میں ہیں؛ ارشاد ہوا حَيْتُمْ الْعُدُنَا نَشْرُكُوْنَا بِحَسَنِ النَّيْتِ، ان کو ان کے غدر نے روک لیا ہے یعنی وہ معذوری کے سبب نہ آسکے تو وہ سب ہم لوگوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں اپنے حسن نیت کے سبب۔ اسی سے ثابت ہے کہ عمل کا تعلق دل سے ہے گل (رٹی) سے نہیں، دل اور گل میں ہزاروں ہزار کوس کی دوری ہے اسی سے جاننا چاہیے کہ نیت کا عمل دل سے ہے گل نہیں، ہاں یہاں ہوشیار و خبردار رہنے کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت میں راہ ماری جائے۔ مثنویات۔ ۳

ازدربسم تا بکعبہ دل عاشقان را ہزار یک منزل
اندیں رہ رفیق کن دل را نوشہ کن صد ہزار منزل را

(جسم کے دروازے سے دل کے کعبہ تک عاشقوں کے لئے ہزاروں کوس کی ایک منزل ہے اس راہ میں
دل کو رفیق بنا کر لاکھوں منزل کا توشہ تیار کرے۔)

سے بھائی! نیت کا علم نہایت ہی باریک و لطیف ہے، ہر آدمی کی پہنچ وہاں تک نہیں
ہو سکتی، صاحبانِ دل جو کچھ کرتے ہیں اپنی نیت کے اندازے سے کرتے ہیں اس لئے کہ ہر آدمی کی نیت
اس کے ایمان کے اندازے سے ہوتی ہے۔ مقلد کی نیت اس کے تقلیدی ایمان کے اندازے
سے اور دلیل والوں کی نیت ان کے استدلالی ایمان کے اندازے سے عارفوں کی نیت ان
کے اپنے مشاہداتی ایمان کے اندازے سے ہوتی ہے۔

عجیب معاملہ ہے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زن و فرزند کو مکہ میں عبور کر حضور مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر لیتے ہیں اور حضرت خواجہ ادریس رحمۃ اللہ علیہ ماں کو نہیں چھوڑتے
ہیں، اگر تم ان دونوں حضرات کی نیت پر غور کرو تو دیکھو گے، دونوں ہی کی نیتیں جائز، درست،
اور صحیح ہیں۔

بعض لگے بزرگ ایسے گذرے ہیں کہ جنہوں نے طاعات ترک کی ہیں، چونکہ انہیں
اس طاعت کے کرنے کی نیت ہی نہیں ہوئی چنانچہ کہتے ہیں کہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے
خواجہ بن بصری رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی، لوگوں نے پوچھا تو کہا نیت ہی نہیں ہوئی،
اس بار میں بزرگانِ دین کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا عمل نہ کرنا دوسروں کے کرنے سے ہو سکتا
ہے کہ ثواب میں بہتر ہو۔

لوگوں کو کیا خبر مردانِ راہ کیوں نماز پڑھتے ہیں اور کیوں نہیں پڑھتے، کیوں روزہ رکھتے
اور کیوں روزہ نہیں رکھتے، کون جانے ان کس نے کیا وجہ ہوتی ہے اور کس نے کیا
وجہ ہوتی ہے، اہل رسم و عادت یہاں حیران و سرگرداں ہیں، یقیناً رسم و عادت دوسری چیز ہے
اور انبیاء اولیاء کی راہ دوسری ہے، چنانچہ کہا ہے۔

کے تو اندشِ دریں رہائے خلیل عسکبوتے مبتلا ہم سیر پیل

داسے دوست اس راہ انبیاء و اولیاء میں کب چل سکتے ہیں اس کی مثال تو یہ ہے کہ کڑے کو

بھی ہاتھی کے چال چلنے کا شوق ہو گیا۔

اے بھائی! آج ہر شخص باطل خیال پر بھروسہ کئے ہوئے ہے اور غلط گمان میں مبتلا ہے۔

اگر دین ہاں آسانی سے حاصل ہوتا جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں تو انبیاء و اولیاء کے مگر پانی نہ ہوتے۔
مردانِ خدا کے دل جل نہیں کر کہا ب نہ بن جلتے۔

اے بھائی! تمہیں مردانِ خدا کے دین کی کیا خبر؟ فی الحال رات و دن اسی حسرت میں
جلتے رہو، اگر تم سے ہو سکے تو خود کو ان کی جوتیوں کی خدمت میں لگا دو۔ یہ خود بہت بڑا کام ہے مَن
أَحَبُّ قَوْمًا مَّحَبَّتَهُمْ رَجُوعًا حِينَ رُودِهِمْ مَعْتَبَرًا قِيَامَتِ فِيهِ هَذَا أَيْ جَانِئًا۔
سبحان اللہ یہی کیا کچھ کم دولت ہے؟۔

اے عزیز! اگر حضورِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا گیا۔ اِنَّكَ لَمُعْتَبَرٌ
اِنَّ صِلَاةَ السُّتَيْمِ (بیشک آپ را راستقیم کی عتہ ہایت کرتے ہیں) تو پیروں کے حق میں ارشاد ہوا۔
وَمِنْ خَلْقِنَا اُمَّةٌ يَّهْدِيكَ بِالْحَقِّ وَبِهَادِي خَلْقٍ مِّنْهَا يَكُ اِيسَىٰ بِمَا تَبِي هِيَ جَوْحِ كِي عِتِّ هَا يَتِ كَرْتِي
انبیاء کے جوتیوں کے سایہ دولت میں پناہ لے لو تاکہ خدا تک پہنچ جاؤ پیروں کی جوتیوں کی خدمت
کرتے رہو، گا کہ ہی ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ دوسرے کام ہیں۔ مثنوی۔
گر ترا در دست پیر آید پدید : تفل در دست را کفید آید پدید
(اگر تجھے پیر کی دستگیری حاصل ہو جائے تو تیرے درد کا ماں ساتھ بن گیا۔)

ہوشیار ہو جس کسی کی ہمت خداوند تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی ہے، اگرچہ وہ جنت الفردوس
ہی کیوں نہ ہو جو اپنے تہم ناز و نعمت کے ساتھ آراستہ ہے، مردوں کی راہ سے وہ بہت دور ہے۔
مردوں کی راہ ہے کیا؟ تو لو ایک شاعر کے سنو۔

جز وصل تو ام سر ہم باوا : حاجت کہ بخوام از خدا من
(آپ کے دھال کے علاوہ میرے لئے حرام ہے کہ کوئی اور حاجت خدا سے میں مانگوں۔)
اور بھی ایک دوسرے کے سنو۔

گرم باصالحاں بے دست فردا در بہشت آرنند
ہماں بہتر کہ درد و زخ کنندم با گنہگار اں
اگر کل قیامت کے دن مجھے نیلو کار دل کے ساتھ محبوب کے بغیر بہشت میں داخل کریں تو اس سے
کہیں بہتر ہے؟ گنہگاروں کے ساتھ دوزخ میں ڈال دیں۔

بہشت اپنے آب و ان حور و قصور کے ساتھ معروہ و مشہور ہے ایسی کہ سارا عالم اس کی طلب میں

مصرف ہے۔ قطعاً۔

زاہدانِ جنت الفردوس باشد نزل گاہ عداقانِ لذت اندر عزمناں ست و بس
 لطف اور انعام و خاص نیک بد پائندہ اند تہرا و اپیش فتن کار خاصاں ست و بس
 ازادوں کے لئے جنت الفردوس ان کی قدم گاہ ہے، عداوقل کے لئے اس قید خانہ کے گڑھ کی لذت کا ہے
 اس کے لطف کو عام و خاص اچھے بُرے، سب نے پایا ہے، گراس کے تہرا کو اختیار کرنا خاص لطف ہی کا ہے
 جانتے ہو مردانِ خدا کی جنت کیا ہے؟ ان اٹھ جنت لیس فیہا سور و قصور (بیشک اشک ایک
 جنت ایسی ہے جس میں حمد و قصور نہیں) پھر اگر تم یہ کہو کہ آخر یہ تجلی و بناض احکا (مراب تمل فرمائے گاہتے ہوئے)
 جو فرمایا ہے وہ کیا ہے؟ تو وہ یہ ہے جو کہل ہے۔ مثنوی۔

دیگراں را وعدہ گرفتار بود : لیک مارا نقد ہم ایں جا بود

(دوسروں کے لئے جس چیز کا وعدہ کل کا ہے، ہمارے لئے تو آج ہی یہاں وہ نقد حاصل ہے)

تمہیں یہ جانا چاہیے کہ عالم محبت کے کار و بار ہی دوسرے میں اور اہل محنت یعنی رنج و مشقت
 اٹھانے والے دوسرے ہی گروہ کے لوگ ہیں۔ انہیں انتظار کی طاقت نہیں ہوتی کل کا وعدہ جس
 چیز کا ہے وہ اسے آج ہی طلب کرتے ہیں اور سب کے سب عشق کی مستی میں ہی بہا کرتے ہیں۔

یا مراد من بدہ یا فارغم کن از مراد : وعدہ فرادار ہا کن یا چناں کن یا چنیں

(یا میری مراد پوری کیجئے یا مجھے مراد سے فارغ کر دیجئے کل کا وعدہ چھوڑتے یا یہ کیجئے یا یہ کیجئے)

حضرت رابعہ بھر پور محبت اللہ علیہا سے لوگوں نے پوچھا آپ بہشت کیوں نہیں جاتی ہیں؟
 فرمایا الجارشم اللہ (پہلے بڑی پھر مکان) ایک دامنی پوش یعنی دو پٹہ اور صحنے والی کی بہت
 دیکھو اور اپنے جتہ دوستار پر ماتم کرو اور سمجھ لو کہ حقیقتاً نہ مرد ہونہ عورت پھر غم کرو آخر ہو کیا؟
 ایک وقت حضرت امام شبل رحمت اللہ علیہ غائب ہو گئے مریدان ان کی تلاش میں نکلے لکھا
 بخشوں کا لباس پہنے ہوئے ان کی جماعت میں بیٹھے ہیں، لوگوں نے سر پیٹ لیا فریاد کرنے لگے
 اے مقتداے وقت یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا میں نے غم کیا تو دیکھا کہ صورت میں عورت نہیں ہوں اور
 معنام و بھی نہیں ہوں تو ضرور میں محنت ہوں اور محنت کے لئے ہی بہتر ہے کہ وہ بخشوں کے ساتھ ہے

خواجہ عطار رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مثنویات۔

چوں زند دیوانہ زین شیوہ لاف : تو ز سر کورے کن با او مصاف

تو زبان از شیوہ ادو و دور دار عاشق دیوانہ را مسذور دار
عاقلاں را شرح تکلیف آمدہ است بے دلاں را عشق تشریف آمدہ است
لاجرم دیوانہ را گرچہ خطاست ہرچہ میگوید بگستاخی رواست

جب کوئی دیوانہ اپنے شیوہ دیوانگی کی ڈینگ مارے تو تم اپنے اندھ بن سے اس کے ساتھ
آزان ذکر دتم اس کے دیوانگی کے شیوہ سے زبان کو دور رکھو ان دیوانے عاشقوں کو مسذور کہو۔

عاقلوں کے لئے شرح کی ذمہ داریاں آتی ہیں، اور بے دلاں کے لئے عشق کا شرف و بھروسہ، دیوانہ
یقیناً عقلی پر معلوم ہوتا ہے، لیکن خوشی و گستاخی میں جو کچھ کہہ جاتا ہے وہ سب روا ہے۔

اے بھائی! اغراض ہر وہ کام جو آدمی کرتا ہے وہ کسی نہ کسی نیت و باعث سے خالی نہیں ہوتا۔
اگلاس کے باطن میں دنیا کی محبت غالب ہے تو ہر کام میں اس کی نیت اس کا باعث و نیا دی ہی
ہوتا ہے اگرچہ روزہ، نماز، حج و صدقہ ہی ہو دنیا داری ہی میں شمار کیا جائے گا۔ اور اگر اس کے
باطن میں عقیقہ کی محبت کا قلب ہے تو ہر کام میں اس کی نیت اس کا باعث و ہی ہوتا ہے اگرچہ وہ کھانا
پینا، سونا ہی کیوں نہ ہو سب کو عقیقہ ہی میں شمار کیا جائے گا۔ یہ مثل مشہور ہے کل انا وینتر شیخ بنا
فیہ (بزن سے ہی چیز یا ہر شیئی جو اس میں ہوگی)

ایک اور دوسری قوم ہے جسے سلطان ہمت کہتے ہیں یہ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں خالصتاً اللہ کے
لئے کرتے ہیں اِنَّ صَلَاتِيْ وَذِكْرِيْ وَمَعْيَابِيْ وَمَعَابِيْ بِشَهْرَةِ الْعَالَمِيْنَ (بیشک میری نماز میری
قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ ہی کے لئے ہے جو مارے جہان کا پروردگار ہے) ان کی صفت ہے۔
یوسیدون و جہہ کا جلوہ ہے مرناس کی رضا کے لئے عبادت کرتے ہیں۔ پاؤں ان کے دنیا
کی طرف اور سر آخرت کی طرف نہیں جھکے اس وقت تک جب تک دوست کی بارگاہ سے یہ
تداء سن لی کہ اتم ادبیائی حقا (حقیقت میں تم پہلے حقیقی دوست ہو) اس شعر میں اسی کی طرف
اشارہ ہے۔

ما راجحہ ایں جہاں جہلنے دگراست : جز دوزخ و فردوس مکلنے دگراست

(ہمارے لئے اس جہاں کے علاوہ ایک دوسرا جہاں ہے، دوزخ و بہشت کے علاوہ دوسرا ہی مکان ہے)

سبحان اللہ کس رتبہ کے یہ مردان خدا ہیں ان کی صفات میں جو کون بھی جس قدر اور جتنا زیادہ
کام سکتا ہو لکھے یا کہہ سکتا ہو، کہے وہ سب ان کی صفت میں سمندر کے ایک قطرہ کی مثال ہر

ہمیں تمہیں اور ہم جیسے اور دوسروں کو ان مردانِ خدا کے بارے میں لکھنے اور پڑھنے کے سوا اور کیا حقہ و نصیب ہے؟ معرہ۔ عشق آمدنی بود نہ آن خوشی۔ کیا کیا جائے، عشق ہو جانے کی چیز ہے لکھنے کی نہیں۔ کہا گیا ہے لَيْسَ الْمُحِبَّةُ مِنْ تَعْلِيمِ الْخَلْقِ وَإِنَّمَا الْمُحِبَّةُ مِنْ تَعْلِيمِ الْخَائِقِ

(محبت مخلوق کی تعلیم سے نہیں بلکہ خالق کی تعلیم یعنی دین سے ہوتی ہے) راز یہی ہے جسے کہا ہے۔

دوستداری تو آزار ہے بود : دوستی اور ترا کار ہے بود

آن کہ عشق کاں ز سوسے تو بود : آن کہ اندر خورد دروئے تو بود

(تیری دوستداری ہی تیرے لئے مضر ہے۔ اس کی محبت ہی تیرا اصل کام ہے۔ جو عشق تیرے

سمت سے ہو وہ ایسا ہے جیسے آئینہ میں تیری صورت)

اس سے زیادہ لکھنے کی کتب میں گنجائش نہیں العلم یخذ من افواہ الرجال اطم روگن کے

انفاس طیبہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔)

والکلام
شرف منیری

مکتوب ۲

بلاؤں کا نزول اور اہل بلا کی برداشت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز شیخ عمر! شرف منیری کا خصوصی سلام و دعا

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ یُجِیْبُ الْمُؤْمِنِ بِاَنْبَاءِہٖ کَمَا یُجِیْبُ النَّعْبَ

اَخَذُکُمْ بِالنَّارِہِ۔ (اللہ تعالیٰ مومن کو ویسے استمان کرتا ہے جیسے تم سونا کو آگ میں ڈال کر جانچتے ہو) اللہ تعالیٰ

کے کاموں کا طریقہ اسی طرح جاری ہے۔ مومن کو بلا کے ذریعہ جانچتا ہے تاکہ مخلوق میں سچے اور جھوٹے

کافروں کا ظاہر ہو جائے جس طرح سونے کو ہم آگ میں ڈال کر پرکھتے ہیں تاکہ کھوٹا اور کھرا یعنی خالص اور

گاد والا صاف ظاہر ہو جائے۔ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ جس وقت کہنے والے نے لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ کہا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میں آپ کا دوست ہوں۔ دعویٰ کے لئے دلیل ضروری ہے۔ دعویٰ بطل

قبول نہیں ہوتا۔ وہ جو تم نے سنا ہے وہ یہی ہے اَلْبَلَاءُ مَوْتٌ بِالْاَنْبِيَاءِ ثُمَّ بِالْاَوْلِيَاءِ اِبْلَاءٌ كَيْفَانٌ
ہے چھ نبیوں پر پھر وہیں پر آفتاب کے عاشق کے لئے سایہ کی راحت محال ہے۔ جیسا کہ کہل ہے

گر دوست مرا بلا فرستہ شاید کال دوست خود از بہر بلا کی باید

(اگر میرا محبوب مجھ پر بلا بھیجے تو وہ میرے لئے بہت بہتر ہے کیوں کہ ایسی بلا کے لئے تو مجھ پر مجھے ملوے)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اِنِّى اُحِبُّ اَهْلَهُ (مے اللہ کے رسول میں اللہ سے محبت کرتا

ہوں) ارشاد ہوا اِسْتَجِدُّ بِلَادٍ (بلکے آنا رہو، یہ اشارہ دعویٰ کے دلیل کے مطالبہ کا

ہے کیوں کہ بغیر دلیل پیش کیے گئے ہیں چھوڑا جاتا ہے۔ اسی کو کہل ہے معرہ۔

از تو زون سخت زمين آہے خوش

(تمہاری طرف سے سخت مار کٹانا اور میری طرف سے لذت آئنا آہ)

ساری چیزیں راحت و آرام سے قائم رہتی ہیں اور بلا و مصائب سے نیست و نابود ہوتی ہیں، اس

کے برعکس محبت کی فضا ہی بلا ہے۔ معرہ

طلوہ بکے وہ کہ محبت زنجشیدہ است

(طلوہ اُسے دیکھے جو محبت کی لذتوں سے نا آشنا ہو)

طلوہ کی بات اور ہے عشق و محبت کے لطف و مزے کی حکایت ہی اور ہے۔ جیسا کہ کسی عزیز نے

کہل ہے سے تلوہ

بر در گہ اوز کشتہ عشق تصدیر کنم دو صد ہزار است

وہ در رہا ہزار عشق آونختہ از طناب دار است

(اس کی بارگاہ کے کشتگان عشق کا تصدیر کہاں تک بیان کیا جائے وہ تو لاکھ بولاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ اس رہا میں

اس کے ہزاروں عشاق سولی کی ڈور سے نکلے ہوئے ہیں) یہاں طلوہ کھلنے کا کیا ذکر؟

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا پوچھا کَيْفَ اُصْبَحْتَ يَا حَارِثَةُ؟

(مے صبح تم نے صبح کس حال میں کی؟) عرض کی اُصْبَحْتُ مُوْبِحًا حَقًّا (میں نے حقیقی ہون کے حال میں صبح

کی۔ یعنی حق ایمان کے ساتھ) سوال: وہ اس کی دلیل اور برہان تمہارے پاس کیلئے؟ اِنِّى حَقٌّ حَقِيْقَةٌ

فَمَا حَقِيْقَةُ اِيْمَانِي (ہر حق کی ایک حقیقت ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے) حضرت حارثہ نے

یہ دلیل و برہان پیش کی عَرَفْتُ نَفْسِي عَنِ السُّنِّيَةِ وَ اَنْهَيْتُ لَيْلِي وَ اَظْمَأْتُ نَهَارِي وَ اسْتَبْرَأْتُ

عِنْدِي تَهَبُهَا وَفِيهَا وَمَدْرَهَا وَحَجَرَهَا وَكَأَنِّي أُنْفِئُ إِلَى عَرْشِ رَبِّي نَاطِرًا: اِنی اخیرتہ سے
(میں نے اپنے نفس کو دنیا سے کنارہ کر لیا، میں رات کو شب بیدار رہتا ہوں اور دن کو روزہ دار، میرے نزدیک سونا
چاندی، اینٹ، پتھر برابر ہو گئے ہیں میں اپنے پروردگار کے عرش کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ آخر قصہ تک) جب انہوں
نے اپنی دعویٰ کی یہ دلیل پیش کی تو حضور نے سمجھ لیا کہ یہ اپنے دعویٰ میں پکتے ہیں۔ فرمایا اَنْصَبْتَ
فَالْزِم۔ تم نے سچ کہا تم حق تک پہنچ گئے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو اور اپنے ایمان کو لازم کر لو۔
تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ دعویٰ کی دلیل پیش کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ تاکہ پختے اور چھوٹے کا فرق ظاہر
ہو جائے۔

جب جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نمرود ملعون نے تسم سے باندھا اور شہینق میں
رکھ کر آگ میں پھینک دیا تو زبان مبارک پر جاری ہوا حَسْبِيَ اللهُ (مجھے اللہ کافی ہے) ابھی آپ نفا
ہی میں تھے کہ جناب جبرئیل علیہ السلام آگئے، اور پوچھا هَلْ لَكَ حَاجَةٌ (آپ کو کوئی حاجت ہے؟)
فرمایا اِنَّمَا اَيْدِيْكَ فَلَا (حاجت تو ہے لیکن تم سے نہیں) فرمایا مَسَلُ سَأَلُكَ (اپنے رب سے کہئے) فرمایا
حَسْبِيَ عَنِ سُوَالِيْ عَلَيْهِ تَعَالَى (اللہ مجھ کو کافی ہے، وہ میرے سوال کے بارگاہ اور وہ میرے حال سے واقف ہے)
یہ بُرہان و دلیل تھی ان سے اپنے اس دعویٰ پر جو انہوں نے کہا تھا حَسْبِيَ اللهُ۔ یہی وہ بات ہے جو کہیں
کہ دعویٰ کرنا تو بہت آسان ہے لیکن اس دعویٰ کی دلیل و بُرہان پر قائم رہنا سخت مشکل ہے۔

”زاد اللارواح“ میں وہب بن منبہ سے روایت آئی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے آگلی
کتابوں میں پڑھا ہے کہ جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیطان کو دیکھا اس سے کہا کیا
ہو جاتا، اگر تو سجدہ کر لیتا۔ اس نے کہا میں دعویٰ میں جھوٹا ہو جاتا۔ جیسے آپ اپنی محبت
کے دعویٰ میں ہو گئے۔ آپ سے کہا گیا اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ (پہاڑ کی طرف دیکھو) تو آپ نے پہاڑ کی
طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لیا۔ اور میں نے غیر کے سجدہ پر لعنت و سختی قبول کر لی، تاکہ میرے دعویٰ میں
جھوٹ کو دخل نہ ہو۔ اسی کو کہا ہے۔

سعدی بجفا ترک محبت نتواں کرد بر در بنشینم گراز خانہ برانند
(سعدی جو رستم کے سبب محبت ترک نہیں کر سکتا، میں اُن کے در پر بیٹھوں گا اگر گھر سے نکال دیں گے)
وہ بیچارہ مصیبت کا مارا اپنی لعنت پر ناز کرتا ہوا کہتا ہے۔ رُبَاعِي سَعْدِي
ہمہ جو رستم بتا و بستینم باہر تو دیگرے ناسینم

جاننے دارم کہ بار عشق تو کسے تادم سکر کدت نشود نگر دم
 (اسے صنم میں نظم و ستم اٹھاتا ہوں اور اس میں جنگ بھی کرتا ہوں، ترسہ بر تاف کے ساتھ کسی اور کے
 سلوک کو میں نہیں مٹنے دیتا۔ میں وہ سخت جان رکھتا ہوں جو تیرے عشق کا بار اٹھائے جب تک
 میں اس کام کو بھلا نہ کر لوں میں ہٹنے والا نہیں۔)

بلا میں یہ راز ہے کہ نعمت میں آدمی کو سکون و قرار ملتا ہے اور بلا میں گریز ہے جب کسی کو
 محبوب کے غیر کے ساتھ آرام و سکون ہوا تو وہ محبوب سے دور ہوا اور بھاگا۔ اور جب بلا کے اندر آرام و
 سکون ملا تو وہ دوست تک پہنچ گیا۔ تو معلوم ہوا کہ نعمت و رست سے دور کرنے والی ہے اور بلا اور پر
 رکھنے والی ہے۔ عطا و منح کے معنی کار از یہی ہے۔ اس کی طرف یہ اچھا اشارہ ہے۔
 ہر بلا کیس قوم راحق دادہ است زیر آن گنج کرم بہا دست
 گر شراب وصل او خواہی مدام قطع کن وادی قہر او تمام
 زانکہ تا این نبوت آن نبوت بے بلا و درد در ماں نبوت

(جتنی بلائیں اس قوم کو اللہ نے دی ہیں ان سب کے پتھے اس کے کرم کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔
 اگر تو اس کے وصل و لطف کی شراب ہمیشہ نوشی میں کرنا چاہتا ہے تو اس کے قہر کی وادی کو کل طور
 پھٹنے کرے یہ اس لئے کہ جب تک یہ نہ ہوگا وہ بھی نہ ہوگا درد و مصیبت کے بغیر اس کو نہیں چھوگا۔)
 فرعون کو عاقبت و آرام، ملک و بادشاہی چار سو سال تک بے طلب دیدی اگر وہ جناب
 موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درد، سوز، اور بھوک کا ایک ذرہ بھی مانگتا تو اسے نصیب نہیں ہوتا۔
 فرعون راز وادیم لے دوست در دہر زیرا کہ او نداشت کسر در دہائے ما
 لے مرے پیارو! سنو۔ فرعون کو ہم نے کبھی سزا اور دیکھی نہیں دیا اس لئے کہ وہ اس کا سر ہلکے درد کے
 ہاتھی نہیں تھا۔)

ایک دن امام شبلی رحمت اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں کہا۔ خداوند اپنے دوستوں کو تو اس
 درجہ بلا میں گنج ڈال کر قتل کرتا ہے، ارشاد ہوا تاکہ وہ دیت (خون کا بدلہ) پائیں۔ پھر پوچھا لے میرے
 اللہ ان کی دیت کیا ہے؟ فرمایا میرا جمال اور میری لقمان قتلہ فانا دیتنہ (جس کو میں نے قتل
 کیا اس کا خون بہا میں ہوں)۔ جس کسی نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے۔

بے جرم و گناہ عاشقان میکش پس بر سر گورشاں زیارت میکن

اشقوں کو بے جرم و خطا قتل کیا کیجئے اور سچان کی قبروں کی زیارت کا مشغلہ بنائے۔
 بندہ کا مصیبت و بلا بھیلنا خداوند عزوجل کی دوستی کی دلیل ہے۔ موصوعہ۔

”نازشس یکشم چوسبر نتوانم کر د“

(جب میر نہیں کر سکتا تو اس کے ناز و اداری برداشت کرتا ہوں)

محب کے لئے بغیر محبوب کے آرام و سکون حرام ہے تو سوائے بلا و مصیبت کی سختیاں اٹھانے
 کے اس کے لئے اور کیا رواہے۔ قطعاً سے

در دے تو دو وا شد است مارا خاک تو پہا شد است مارا

دشنام تولے نگار ہو کش حقا کہ دعا شد است مارا

ازیں ہر توام بلا ز جہاں ازویدہ رضا شد است مارا

(یہ وہ درد ہے جو ہمارے لئے دوا ہو گیا ہے۔ آپ کے در کی خاک ہی ہماری قیمت ہو گئی ہے۔

اے میرے چاند سے چہرے والے محبوب! قسم ہے خدا کی آپ کی گایاں تو ہمارے لئے دعا ہو گئی ہیں۔

آپ ہی کے لئے تو میں اپنی جان پر بلائیں لئے ہونے ہوں! آپ کی رضا و خوشنودی پر ہماری شکلیں گم ہو گئی ہیں)

ایک رقت ایک فقیر نے کہا لیس بصادقہ فی حیثہ من لم یطو علی غریبہ (دعویٰ محبتی

وہ سچا نہیں جو محبوب کی بار پر میر نہ کرے) یہ سن کر ایک عارف نے آواز بلند کی اور کہا۔ اخطاتنا بخیار

بل لیس بصادقہ فی حیثہ من لم یئلذ ذبعلس بلم (اے فقیر تو نے غلط کہا وہ شخص اپنی محبت

میں سچا نہیں جسے محبوب کی بار میں لذت نہ ملے)۔ سن

اوبر کس قتل سن درد حیرانم کاں راندن تیغش چہ نکوی آید

(وہ میرے قتل پر آمادہ اور میں حیرت میں ہوں، اُن کا غور بھلا آگتنا بھلا معلوم ہوتا ہے)

کہتے ہیں کہ محب اپنے محبوب کے جمال میں مست ہوتا ہے وہ اپنی ذات سے نیست ہوتا ہے

محبوب کی ہستی کے ساتھ ہست ہوتا ہے۔ ایسے کے ساتھ درد کیا کہے گا اور بلا میں اس کے

لئے علالت ہی علالت ہے۔

در صومعہ ازاں نشست عابد : کوراز جمال تو خسیہ زیت

عابد تو عبادت خانہ میں اسی سب سے پڑا ہے کہ اُسے آپ کے حسن و جمال کی خبر ہی نہیں ہے)

روایت ہے حضرت رابعہ بھری پر جس روز بلا نہیں آئی تو وہ مناجات کرتا تھا خداوند افرنے

رونی تو دی لیکن بلا کی وہ لذت کہاں ہے؟ جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔
 جانے دارم کہ یار عشق تو کس قدر تادرس کارت نشود نگذارم
 (میں وہ جان رکھتا ہوں جو ترے عشق کا پامٹھاٹھے یہاں تک کہ تیری محبت کی راہ سے قدم
 پیچھے نہیں بنا سکتا۔)

اسے جتہ دستار پوش اور ایک دوپٹہ پوش عورت کی قوت کو دیکھو، اس بارگاہ میں
 معاملہ عمل کا ہے عورت و ہم کے بنا دو سنگار کا نہیں۔ زیبائی سے
 جویندہ ماہ شہر در بسیار است ہر کس کہ مرا جوید کارکش ز راست
 بر در گہ مازدہ ہزاراں داراست روزاں دشباں طالب اخونبار است
 (ہمیں ڈھونڈنے والے شہر اور شہر کے در پر بہت سارے بڑے ہیں مری طلب و جستجو کرنے والوں
 کا حال بڑا ہے۔ ہمارے دولت سرا میں ہزاروں دارنسیب ہیں، دن رات ہائے طلبگاروں کے خون بہہ رہے ہیں۔)
 روایت ہے کہ جب حضور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو نقر یا بادشاہت دو میں سے
 ایک کے قبول کرنے کا اختیار دیا گیا، چوں کہ حضورؐ محب تھے اس لئے نقر اختیار فرمایا کیوں کہ نقر
 درویشی بلا کا گھر ہے اور محبوب فرماتا ہے۔ زیبائی سے

مارا خواہی تن یفسحاں اندرہ چون شینفتگاں سزبجہاں اندرہ
 دل پر خون کن بیدگان اندرہ وانکہ زبے دوریدہ جان اندرہ
 (اگر ہم کو تو چاہتا ہے تو رنج و غم میں اپنے کو تھونک دے دیوانوں کی طرح جہاں میں خاک چھانتا رہ
 دل کو خون بنا کر آنکھوں کے سپرد کر، پھر دونوں آنکھیں کھولنے کے بعد جہاں بھی گنوار ہے۔)
 اور حضورؐ نے یہ دعا رکی اللہم اخیبتی منسکینا و امینتی منسکینا و احقرنی فی زمرۃ المساکین و
 بلے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھے، مسکین بنی مجھے بلا اور مسکین ہی کے زمرہ میں میرا شرف فرما۔)
 ننگا، بھوکا ہوں گرتیرے ساتھ رہوں یہ اس سے کہ میں بہتر ہے تیرے بغیر بادشاہی اور
 سلطنت کروں اس معنی میں کہا ہے۔

عزت جو درامشاید بے هیچ شک سالک : در کون و مکان مارا جز خوار نیاید بود
 بردار چو بی بی پرکستہ جمال اورا : در چار سوئے عشقش بے دار نیاید بود
 بلے سالک باک شبہ عزت اسی کے لئے زیبائے نیت خود و نوزد جہاں : نہ سوار خوار ہی ہونا چاہیے

عاشقوں کو دار پر جب اس کا جمال سلسل نظر آتا ہے تو پھر اس کے عشق کے چاروں سمت دار ہی دار پہنچا ہے
 فرعون، نمرود اور قارون کو چون
 کہ عالم محبت سے بہرہ و حقہ نہ تھا اس لئے ان سب کو دنیا کا صاحب ملک و مال جاہ و مرتبہ بنایا
 تاکہ لوگ یہ جان لیں کہ دوستوں اور محبتوں کے ساتھ معاملہ اور ہے دشمنوں کے ساتھ اور ہے
 اے آشنا بگوئے محبت صبور باش : بیدار دیکھو ان ہمہ بر آشنار و

اے محبت کے کوچے کے شباب صبر سے رہ، کیوں کہ ان حسنین کے جو دستم ہمیشہ اپنی ہی پر ہوتی ہیں
 نقل ہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بلا نہ تھی جو حضرت خلیل صلوٰۃ اللہ
 علیہ کو صاحب زادہ کے قربان کرنے کا حکم ہوا، اور وہ بھی بلا نہ تھی جو ذکر یا علیہ السلام کے سر پر
 آرہ چلوا یا گیا، مصیبتیں تو وہ تھیں جو میرے سر پر ڈالی گئیں۔ کبھی تو فرمایا لَوْلَا اَنْ اَخْلَقْتُ
 الْاَفْلَاقَ (آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) سب آپ کے لئے ہے کبھی کہا گیا لَيْسَ لَكَ مِنَ
 الْاَمْْرِ شَيْءٌ (کون کام آپ کے بس کا نہیں ہے) کبھی ہمارے عمر کی قسم کھائی جاتی ہے بِعَمْرِكَ (آپ کے
 عمر کی قسم) اور کبھی یہ کوزا لگایا جاتا ہے اَلَمْ يَجْعَلْ لَكَ يَتِيْمًا فَاَذَىٰ (کیا تمہیں تمہیں میں پناہ نہ دی)
 کبھی عرش کو مرائش بنایا جاتا ہے اور کبھی ایک پیانہ جو کے لئے ہودی کے در پر بھیجا جاتا
 ہے اور کبھی دَسَّ فَعْنَا لَكَ ذِكْرًا (بلکہ کیا میں نے آپ کے ذکر کو) ہماری رعت آشکا ایک جاتی ہے
 اور کبھی اُدْنُتْ لِي اُدْجُورِي كَرْدَن پَر ڈوادی جاتی ہے مَا اُوذِي شَيْئًا مِثْلَ مَا اُوذِيْتَا كَسِيْنِي
 کو اتنی ایذا نہ ملی جتنی ایذا بھگو) اسی کو کہا ہے۔ رُبَاعِي س

گہ باکف پر سیم و گہ دریشم گہ بادل پر نشاط و گہ دریشم
 گہ واپس جملہ خلق گہ دریشم مابو قلمون روز گار خویشم
 (کبھی تو مری سٹی سونے چاندی سے بھری ہوتی ہے اور کبھی منظر تلاش ہوں کبھی تو مرادل خوشی
 میں مست اور کبھی گھائل و چور رہتا ہے کبھی سائے مخلوق کے پیچھے دھکیل دیا جاتا ہوں کبھی نام بن کر سب
 کسکے ہوتا ہوں میں اپنے زمانہ کا ایک مجبورہ تماشہ بنا ہوا ہوں۔)

کہتے ہیں کہ لوح محفوظ میں جو سب سے پہلا حرف لکھا گیا "محبت" تھا پھر ب کے نقط
 کو نون کے نقط سے بدل دیا گیا محنت ہو گیا۔ دونوں حرف کی ترکیب ایسا ہی ہے صرف
 نقط کا فرق ہے۔ اگر تم خوب غور سے دیکھو تو دونوں کو ایک ہی پاؤ گے۔ یہی ہے جسے ایک

گنہگاروں کے نفس کا حصہ اور اس کی لذتیں ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جو صورتاً یعنی بظاہر تو وہ خدا کے لئے ہو لیکن نیت و ارادہ دنیا کے لئے ہو جیسے خواہشات کسبہوات کا ترک اس لئے کہ لوگوں کی نگاہ میں پرہیزگار نظر آوس لوگ زاہد سمجھیں۔ اور علم حاصل کرنا اس لئے کہ لوگوں میں صاحب جاہ و مرتبہ نظر آئے لوگ عالم سمجھیں اور اس علم کے ذریعہ دنیا کی دولت جمع کرنے کا سامان ہاتھ آجائے یہ سب ملعون ہے گرچہ ظاہر میں تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب خدا ہی کے لئے ہے کسلا متی اسی میں ہے کہ تمام دنیا دہی نیت و ارادہ کو ترک کر کے صرف خدا ہی کے لئے ہو۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی ورنہ بچوں چرخ سرگرداں شوی
ہرچہ با تو در نیاید زیر خاک آن ہمہ زیبا بود نہ دین پاک
(دنیا ترک کر دو تا کہ تم بادشاہ ہو جاؤ اگر ایسا نہ کرو گے تو آسمان کی طرح ماتحت گردش میں رہو گے
وہ چیزیں وہ اعمال جہنم کے ساتھ تہیں نہ جائیں اور وہ کام نائیں وہ سب آئیش مذیائش میں پاک دین نہیں)
تیسری قسم وہ ہے کہ صورتاً یعنی بظاہر تو وہ دنیا ہی دنیا ہو لیکن اس میں بندہ کی نیت اور اس کا قصد و ارادہ خاص اللہ کے لئے ہو وہ ملعون نہیں مثلاً کھانا پینا سونا اس نیت سے کہ اللہ کی عبادت کر سکے گا اور نکاح کرنا بیوی سے لےنا اس نیت سے کہ حرام کاری میں مبتلا نہ ہو گا اس سے اولاد پیدا ہوگی تو وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا ہو گا اور اپنی پیشانی سے اس کی مسجدوں کو آباور کھے گا اور تھوڑے سامان و اسباب کا ہتیا کرنا کہ اس سے طاعت و عبادت میں فراغت اور اطمینان حاصل ہو گا اور مخلوق کا محتاج نہ رہے گا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

چوں ترانائے وخلق تے بود ہر کہ موئے تو سطلانے بود

(اگر ترے پاس ایک روٹی اور پھٹا پرائی ایک ہی کپڑا ہو تو اس وقت تیرے بدن کا برہنہ ہوا ہوتا ہے)
خلاصہ یہ کہ ہر وہ چیز و عمل جس میں نفس کا حظ و حقہ ہے آخرت کے کاموں اور احوال میں ایسے اعمال کی کوئی حاجت نہیں وہ سب دنیا ہی دنیا ہے اور دین کی تباہی و بربادی ہے جیسا کہ کہا ہے۔

خرچ کردی برائے نان جان را در پئے تن بادی ایسان را
(روٹی کے لئے تو نے جان گزاری اور تن بدن کی زیب و زینت کسے لئے یا ان کی دولت گزاری)

آخرت کے کاموں میں جن چیزوں کی حاجت ہے اور ان کاموں میں اس کی نیت بھی اخروی ہو وہ دنیا نہیں، اگرچہ وہ ظاہری طور پر دنیا ہی کیوں نہ معلوم ہو۔ جیسے سفر حج کے لئے خرچ و اخراجات، خوراک و سواری، سواری کا سامان اس کا کرایہ وغیرہ کا انتظام،

علماء نے دنیا کے تین درجے قائم کئے ہیں۔ پہلا درجہ، ضرورت کی مقدار میں کھانا، کپڑا پہننے کا مکان۔ دوسرا درجہ، حاجت کی مقدار میں۔ تیسرا درجہ، حاجت سے زیادہ بمقدار زینت، حسن و جمال، فخر و بڑائی کے اور اس کی کوئی حد و انتہا نہیں جس طرح حاویہ دوزخ کے گڑھے کی گہرائی کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہاں نجات و سلامتی اس کے ترک ہی میں ہے۔

ترک دنیا گیر تادینت بود آن بدہ از دست تا اینت بود
گردت آگہ ز معنی آمدہ است کار دینت ترک دنیا آمدہ است

(دنیا چھوڑ دو تاکہ تمہارے پاس دین ہی دین رہے دنیا سے ہاتھ بھاڑ لو یہاں تک کہ دین ہی رہے۔)

اگر تمہارا دل منی سے آشنا ہو چکا ہے تو پھر تمہارا دینی کام دنیا کا ترک کرنا ہی ہے۔)

تو نے جس مقدار ضرورت پر اکتفا کیا اس سے چھٹکارا پایا اس لئے کہ مقدار ضرورت عاف ہے اور جس نے مقدار حاجت پر اختصار کیا یہ خطرہ سے خالی نہیں۔ اور جس نے بمقدار زینت اختیار کیا فخر و بڑائی کا اظہار کیا، کہا گیا ہے کہ وہ دوزخ کے سب سے بڑے گڑھے حاویہ میں گر پڑا ایسا گڑھا کہ جس کی تہ کا پتہ ہی نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہرگز است اندہ ہمیشی ہمراہ دست کفر و درویشی
اولین سترہ آوم بود نامے گلو و طبل شکم

(جس کو دنیا کی فراوانی کی فکر ہو اس کی زیادتی کا غم ہو اس کے ساتھ کفر و افلاس دونوں لگا ہوا ہے)

اس راہ میں آدمی کے لئے سب سے پہلے رکاوٹ حلق کی بانسری اور پیٹ کا ڈھول ہے۔)

اسی لئے بزرگان دین نے ضرورت کی مقدار پر اکتفا فرمایا ہے۔ وہ راہ درویش کے مقدار اور

اہم خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے اپنے اوپر دنیا کو ایسا تنگ کر دیا تھا کہ دنیا والے سمجھتے تھے دیوانہ ہیں، سال دو سال گزر جاتے لوگوں کی نگاہ ان پر نہیں پڑتی ان کی غذا خراکی وہ گٹھلیاں، جو میں جوڑا کتے میں گرنی پڑتی تھیں اسی کو چین کرنا دل فرمایا تے اور آپ کا لباس وہ گڈری، جو تاجس کے ٹکڑے کوڑے سے چین چین کر اٹھا لاتے اور اسے دھو دھولا کر صاف کر کے ہی

تے عزت بنا لیتے اور اسی کو زیب تن فرماتے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کو اچھی طرح پہچان لیا ہے اور دنیا کی آفتوں کو دیکھے ہوئے ہیں ان لوگوں کی بخشش اور سیرت وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام کی ہے اسی کو کہا ہے۔

گرچہ چندالی سیماں کار داشت کز زمین تا بخشش گیر و دار داشت
مسکنت اقدار چون بشناخت او قوت از زنبیل بالی ساخت او
اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کو اس درجہ معرفت و شناخت تھی کہ زمین سے آسمان تک حکومت کرتے تھے،
لیکن جب اپنے مسکنت کی قدر پہچان لی تو پھر تمہیلا بننے کو اپنے آذوقہ کا ذریعہ بنا لیا۔
لیکن آدمی اگر اس درجہ تک نہ پہنچ سکے تو کم سے کم اتنا تو ہو کہ حاجت کی مقدار پر اکتفا کرے
تاکہ دین سلامت رہ سکے جیسا کہ کہا ہے۔

چیت دنیا ز خالق استظہار : خالکتہ پراز سگ و مردار
دنیا کیا ہے خلق سے پشت بنائی اور مخلوق سے ادا دھونہ مناس کی مثال اس گھٹ کی ہے جو مردوں کی توں
سے بھری ہوئی ہے۔

بزرگوں کے اقوال میں آیا ہے اِشْتَعِلْ قَلْبَكَ بِاللَّهِ يَا ذَكِيَّةَ دُلَّوْا لِنَشْتَعِلْ قَلْبَكَ بِاللَّهِ
يَسْتَعِلُّ بِاللَّهِ وَالْمُسْمُوْمِ اپنے دل کو پوری طرح اللہ میں مشغول کر دو ایسا نہ کر کے تو وہ تمہیں غم و اندوہ
میں مبتلا کر دے گا اور وہ دل جو غیر اللہ میں مشغول ہو اللہ کے در سے ہٹا دیا گیا۔

ہرچہ از عادت رود روزگار : نیت آن دایا حقیقت تیج کار
لیکن تا در خود نبود ترا : و حقیقت این نظر نبود ترا
(لیکن جب تک تو اپنے اندر سفر نہ کرے گا اس وقت تک تجھے یہ نظر حاصل نہیں ہو سکتی
عبادت اصل عادت نہیں ہو مجال حقیقت میں نظر تجھے حاصل نہیں ہوگی۔)

اور جس کے دل میں زن و فرزند کا غم ان کے کھانے پینے کی فکر ہوا سے باطن کی مشغولیت کیسے
حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ وہ دل تیار و برباد ہو چکا ہے اور تیار و برباد دل سے باطنی مشغولیت ہو نہیں
سکتی جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے۔ وَهَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا
جس نے میرے ذکر سے سزا پھیرا تو یہ سچ ہے اور درست ہے کہ اس کے عیش میں تنگی ہوگی۔ عیش کی تنگی کیا ہے؟
وہ یہ ہے کہ اس کا دل ہمیشہ دنیا کے غم و اندوہ میں مبتلا رہے گا اور جب کوئی دل دنیا کے غم و اندوہ

کا گھر بوتا ہے تو وہ شیطان کا گھر بن جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

دل کے منظریت ربان خانہ دیورا چہ دل خوال

دل تو اللہ کی نظر گاہ ہے، شیطان کے گھر کو تم دل کیوں کر کہو گے۔

اور اغراضِ رُودگردان کے باغ میں کہا گیا ہے کہ یہ دو طرح کے ہیں ایک یہ کہ آدمی اپنے اوپر اور وظائفِ ترک کر دے۔ دوسرے یہ بے کراستے ادا تو کرتا ہے لیکن دل حاضر نہیں رہتا اور جب حضورِ دل نہیں تو ترک ہوا۔

زیر کاں را چور روز معلوم است : کہ شب در روز خافلان شوم است

اگر شہدوں پر روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خافلوں کے روزِ شبِ نخواست و ادبار میں ہیں۔

اے بھائی! یہ سب کو معلوم ہے کہ کسی کو بھی کھانے پینے لذت و شہوتِ رانی کے لئے

پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝

(آدمیوں اور جنوں کو ہم نے عبادت کے لئے پیدا کیا) اسی کو کہا ہے۔

آدمی بہر بے غمی را نیست پے در گل جز آدمی را نیست

شادی اہل عصر بیگناہ است آدمی را خود اندہ از خست

آدمی کے لئے غم سے خالی ہونا درست نہیں، حیران و پریشانی تو آدمی کی صفت ہے شہوتِ رانی

زمانہِ دہلی سے بیگناہ ہے۔ حزن تو خود آدمی کے وجود میں ہے۔

فقیر کے پاس کھانے کی چیز موجود ہے اُسے کھانے اور مارا تو ہونا ہو تو قرین سے کلام چلانے

ایسا شخص فقیر کیسے ہو سکتا ہے۔

پتو خوری شیش پیل باشی تو نہ خوری جبریل باشی تو

باش کم خوار تا بمسال دیر کہ اجل ز سناست نور دنیر

جب تم بہت زیادہ کھاؤ گے ہاتھی کی طرح ہو جاؤ گے اور اگر بالکل نہیں کھاؤ گے تو زشتہ بن جاؤ گے

کم کھانے کی عادت ڈالو تا کہ تمہاری عمر دراز ہو اس لئے کہ موت حد سے زیادہ کھانے والے کو بھوکا ہوتی ہے۔

بزرگوں کا قول ہے اگر فقیر کو فاقہ ہو تو وہ رات اس کے سحرانے کی بوقت ہے فقیر نے میں سے

بڑا کام ناکار بھوکا ہے۔ سیر و آسودہ ہو کر کھانے والا آدمی بزرگوں کی راہ میں نہیں چل سکتا کہتے

ہیں کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کرتا اس کی اس نصیبت کا سبب شکم سیری ہی تھی۔

اور کہا گیا ہے کسیر و آسودہ تنفس نماز ادا کرتا ہے تو وہ شیطان کے گود میں ہوتا ہے اور بھوکا
 اگر سویا ہوا بھی رہتا تو شیطان اس سے بھاگا ہوا رہتا ہے مسلمان اور اہل ایمان کے بہتر فرقے،
 کافروں کے سات سو فرقے سب نے فاقہ کی تعریف و تحسین کی ہے اور سیرلمی کو ناپسند کیا ہے۔
 شہوات و خواہشات کی مثال لکڑی کی ہے بھوک آگ ہے تمام شہوتیں اسی فاقہ سے
 جلا کرتی ہیں۔ بھوک ایک ایسی بدلی ہے کہ جس سے حکمت کی بارش ہوتی ہے۔ سیری وہ آفت و بلہ ہے
 کہ جس سے کفر و گناہ کی راہ کھلتی ہے۔

نفس قانع گر گدالی می کند در حقیقت بادشاہی می کند

دوست رازاں گر سنہ دارم مدام تاز جان خویش سیر آید مدام

انھوڑے پر قناعت کرنے والی جان رکھنے والا اگر گدائی کرتا ہے تو حقیقت میں وہ بادشاہی

کرتا ہے دوستوں کو اس لئے بھوکا رکھتا ہے تاکہ وہ اپنی جان سے پورے طور پر کسیر ہو جائے۔

چنانچہ ایسا ہوتا تھا کہ مہینوں گزر جاتے سرور عالمیان ہتہر و جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے خانہ مبارک سے دھواں برآمد نہ ہوتا اور اکثر راتیں ایسی گزرتیں کہ چودہویں رات کے اس ماہ کالی
 کے حجرہ پاک میں چراغ کی روشنی نہ ہوتی۔ زبان حال گویا یوں گہر نشاں ہے۔

ہر رنج کہ از تو آید اسے جاں بردل حقا کہ عزیز است چو احسان بردل

تقصیر مکن در غم من خوشش می نہہ ہر درد کہ آن کشید نتوان بردل

(اے دوست! ہر درد رنج و مصیبت جو آپ کی جانب سے میرے دل پر آئے قسم ہے خدا کی وہ احسان کے

مانند مجھے عزیز ہے میرے غم میں ہرگز کوتاہی نہ کیجئے مجھے اسی میں خوش رہنے دیجئے ہر درد جو برداشت

نہیں کر سکتا ہو وہ بھی اس دل کو دیدتجئے۔)

والسلام

حقیر شرف مینیری



مکتوب ۶

مریدی اور مریدی کے محبت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرِ محترم شیخ عمر بک، ہم دو عمار کے لئے مخصوص۔

اسے جمال! مرید اس کو کہتے ہیں جو خود کو پیر میں گم کر دے اِلَّا سَلَاةً وَّ عَرَاةً یُّسْرَدَةٌ (ارادت یعنی مریدیت اپنے ارادہ کا ترک کرنا ہے، یوں کہ اپنی خواہشات سے ایسا نکل آئے جیسے ماپ کپلی تھپور کر نکل آتا ہے اور مردہ جس طرح غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اگر وہ برابر اسے اعتراض بالی رہ گیا یا کسی طرح کا چون و چرا اس کے نہاد میں ہو تو وہ خود پرست ہے مرید نہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ مرید کو پیر پرست ہونا چاہیے یہاں تک کہ وہ خدا پرست ہو جائے مَنِ یُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَذٰلٰکَ اَطَاعَ اللّٰهَ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی)۔ پیر نے اس طرف سے اٹھائی کالنجھریا یتیم اِغْتَدِیْتُمْ اِغْتَدِیْتُمْ مرے صحابہ کرام کے مانند میں ان میں سے جن کی اتباع کرو ہدایت پانچواںوں میں ہو گے، کا اشارہ اس کی جانب ہے۔

پیر پرستی کی علامت یہ ہے کہ مرید اپنے دین کو پیر کے دین پر فدا کر دے اور اپنے دین کو فدا کر دینا کیلئے ہے، اگر پیر دین کے خلاف کون کام کرنے کا حکم دے تو یہ نہ کہے کہ یہ خلاف دین ہے میں یہ کام کیسے کروں، اس کا اعتقاد ایسا ہونا چاہیے جیسے اثنی عشری وقت پر ہوتا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو وہ اپنے مراد کام پر پیر کا مرید نہیں۔ پیر کا مرید ہونا ہے جسے اسے ان اشعار میں کہا گیا ہے۔

اود سئل تو بس تو راہ بخون اوز بان تو بسس تو یا و اگونق

ہر چه اذشت را از سطاق دان بہ چہ او کرد کردہ حق دان

فناک او باشس بادشاہی کن آن او باشس ہر چه خواہی کن

ایمانی تیرے لئے دلیل راہ ہے تو اور کون راہ نہ ہو نہ تیرے پیر کا بیان ہی تیرے لئے

کافی ہے۔ پیر نے جو کچھ حکم دیا اسے حقیقت کاراز جاں اور پیر کے فعل کو حق بجا نہ تو نے نالہا۔

پیر کی گلی کی خاک بن جا اور بادشاہی کر بس اسی کا ہو با پھر جو جی چاہے کرتا رہے۔

کیا کہتے ہو؟ دودھ پیتے بچے کو مردانِ راہ کے کاموں پر انکار صحیح ہے اور نابالغ بچے کو دین کے اور امر اور شرع کے حقایق کی کیا خبر؟۔

آفتابے بیاہد انجسم سوز بچراغ تو شب نگرود روز
ورد مسندی بگرد عیسی کرد داروسے رہ نشیں چہ خواہی کرد

(ایسا آفتاب ہونا چاہیے جو ستاروں کو گرم کر دے، تیرے اس ٹٹھاتے ویسے اندھیری

رات روز روشن نہیں ہو سکتی۔ سبحانی جناب عیسیٰ نے کی راہ میں چور ہو کر بیٹھنے والے کی وہاں کیا ہو گئے۔)

مریض کو کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ طبیب سے کہے یہ دوا کھاؤں گا وہ دوا نہیں کھاؤں گا۔

مقتدی جب امام کی اقتدا کر لیتا ہے تو جانتے ہو کیا ہوتا ہے؟ امام کی پوری اقتدا کرنی ہوتی ہے۔

زہر مہلک ہے بہت سی ایسی بیماریاں ہیں کہ طبیب اسی زہر سے اس کا علاج کرتا ہے۔ حلال

دواؤں سے صحت نہیں ہو رہی ہے تو ضرورتاً حرام دوا سے معالجا کرنا مباح ہے۔ صاحبِ مختصر یعنی

انتہائی بھوک کی علت دالے کو مردار جو حرام ہے اس کے کھانے کے سوا کیا چارہ ہے طبیب کسی

بیمار کو میٹھی دوا اور کسی مریض کو تلخ دیتا ہے جس کو تلخ ہی دوا دینا ضروری ہے اگر میٹھی دوا دیدے

تو اس کی ہلاکت ہے اور جسے میٹھی دوا دینا ہی ضروری ہے اگر اسے تلخ دوا دیدی جائے تو یہ

بھی ہلاک ہو جائے گا۔ ایسا شخص طبیب نہیں بلکہ جاہل ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

روشن ترازا آفتاب باید رای تابشنا سہ مزاج ہر سودائی

(طبیب کو آفتاب سے بھی زیادہ روشن دماغ ہونا چاہیے تاکہ وہ ہر دوا کو دوسروں کے

مریض کے مزاج کو پہچان سکے)

پینا مبروں کی مثال طبیبوں کی ہے۔ خالق کی مثال بیماروں کی ہے۔ قرآن کو دواؤں کا خزانہ سمجھو

ذُنُوزِلْ مِنْ الْقُسْطَانِ مَا هُوَ شِفَاءٌ (اور ہم نے قرآن میں جو بھی اشارہ شفا ہے؟ چنانچہ ہر مرض کے

اندازہ سے دوا تجویز کرتے ہیں اور ان دواؤں سے ہر مریض کے لئے مختلف معجون بناتے ہیں تاکہ ہر مرض

صحت میں تبدیل ہو جائے اور آدمی ہلاکت سے نجات پائے اور دین کا جمال مشاہدہ کرے جیسا کہ

کہا ہے۔

آن ہواے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بودند وین باشد
(اس سے پہلے جو تیری خواہشیں تھیں وہ سب رسم و عادت تھی دین نہیں۔)

اسی طرح وہ جماعت ہے جو پیغامبروں کی وارث ہے۔ کَلِمَةُ النَّاسِ عَلَى تَذْرِعِهِمْ
لوگوں کی سمجھ کے مطابق باتیں کریں اسی کا ان کو حکم ہے اور ہر شخص کے مرض کے اندازے سے دوا
تجویز کریں اسی کو کہا ہے۔

بیرہ کبریت احمر آمدہ است سینہ اذ بحر اخضر آمدہ است

(پیران راہ سُرخ گندک یعنی نایاب ہیں۔ ان کا سینہ سبز سمندر ہے۔)

ہر وہ حکم و فرمان جو پیران کریں اس پر مرید کا اعتقاد و حقی منہزل کی طرح ہونا چاہیے اور اگر ایک بال
برابر بھی چون و چرا تھا تو باطن میں باقی ہے تو تم انکاری ہو مرید نہیں۔

حکایت ہے، ایک روز مرید نے اپنے پیر سے کہا کہ آج کی رات میں نے یہ خواب دیکھا
ہے کہ آپ نے کسی کام کا مجھے حکم دیا اور میں نے کہا یہ کیوں کر پیر نے سننے ہی مرید کی جانب سے
رُخ پھیر لیا اور کہا اگر بیداری کے حال میں تھا تو میں چون و چرا نہ ہوتا تو تم خواب بھی کیوں
کہتے اسی معنی کو ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

یوسف تو ہنوز در چہاہ است کش نہ ہنگام افسر و جاہ است

ہسرا دیدہ ماہ کے شوواو بندہ نابودہ شاہ کے شوواو

(تیرا یوسف تو ابھی تک کنواں میں ہے، ابھی اس کے تاج و تخت کا وقت نہیں آیا جس نے سوچ

ہی کو نہیں دیکھا وہ چاند کیسے بن سکتا ہے، اور جو بندہ نہ بناوہ بادشاہ کیسے ہو سکتا ہے۔)

اسے بھائی! مرید کو سلا پائے سلیم در رضا ہونا چاہیے۔ بچے کو مردوں کے معاملات سے کیا سڑکار؟
اگر کہیں کہ اس وقت رات ہے اور تم آفتاب دیکھ رہے ہو تو تمہیں یہی کہنا چاہیے کہ مری آنکھیں
خطا کر رہی ہیں بیشک رات ہی ہے۔

مریدی و ارادت کوئی آسان کام نہیں ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ تک بہت سی راہیں ہیں لیکن
یہ راہ تمام راہوں سے زیادہ نادر اور زیادہ عزیز ہے۔ لاکھوں میں کوئی شخص ایسا ہوتا ہے جو اس
راہ ارادت میں چلتا ہے، اگرچہ سارے جہاں کو اسی کی آرزو ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

آن را کہ چناں جمال باشد : گر ناز کند حلال باشد

در عالم خویش عاشقان را : گر بار و بد حال باش
 (جو ایسے حال والا ہو وہ اگر تاز کسے تو اس کسے لئے حلال ہے اور اگر عاشقوں کو اپنی حریم
 خاص میں بریائی نہ دے تو یہ اس کسے لئے درست ہے۔)

نقل ہے کہ ابو القاسم کزکانی رحمت اللہ علیہ جو انسانوں اور جنوں کے پیر تھے جن کے ہزاروں
 ہزار مرید صاحب وقت تھے اس کے باوجود فرماتے ہیں سارے جہاں میں ایک ایسا مرید ڈھونڈنا
 ہوں جس کی کھال کھینچ کر اس میں بھس بھر کے آفتاب کی تابش میں لٹکا دوں تاکہ سارا عالم اس کے سبق
 حاصل کرے۔ بیشک یہ لوگ خود مریدی کئے ہوئے تھے جانتے تھے کہ مریدی کیا ہے اور مرید
 کون ہے جیسا کہ کہا ہے یہ۔

ہر کہ از ہمت دریں راعادہ است : گر گدای می کند شاہ آمدہ است

(جس نے اس راہ میں ہمت کے ساتھ قدم کھا کر گداگری کرنا ہے تو بھی وہ بادشاہ ہے۔)

اے بھائی! ان مردانِ خدا کی نظر میں سارے جہاں کے لوگ شیر خوار بچے ہیں بلکہ اس
 سے بھی کم وہ بچہ جو ابھی ماں کے شکم میں ہے، یہ بھی کیا بلکہ باپ کے پشت ہی میں ہیں اس سے
 بھی کم جو ابھی عالم عدم ہی میں ہیں۔

حال یہ ہے کہ آج ہم لوگ خود فریبی میں مبتلا و مغرور ہیں اور خود پرستی میں شیخوں میں اس کے
 باوجود سیری اور مریدی کا دم بھر رہے ہیں، وائے حسرت کیسے گھائے اور خسارے کی وہ گھڑی
 ہوگی جب موت آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹائے گی فَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ إِلَىٰ يَوْمِ
 حَدِيدٍ کی نہ آئے گی۔ (اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا آج تیری نگاہ تیز ہے) اس وقت ہم سب
 پر ظاہر ہو جائے گا کہ ہم کافر تھے یا مومن، مومن تھے یا مشرک، زنا ریند تھے یا دستار بند، کیا پرتہ
 ہماری نیشست بت خانہ میں تھی یا مسجد میں یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

سوف شرعاً اذا تجلى الضباب : اتحتك فنور من ام حمار

(جب غبار چھٹ جائے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے سر کے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا۔)

یہاں سر پر خاک ڈالنا اور اپنا ماتم کرنا ہے۔ اور یہ شعر دروزبان ربی ہے۔

نمی دانم کرا نام بدیں ستیر گرفتارم : نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے خبر نہیں کیا ہوں، اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں)

اور یہ جو کچھ یہاں ہوا حکم حال ہے اعتقاد نہیں (یعنی حکم حال کی بنا پر بے عقائد پر نہیں) یہاں کسی کو یہودہ گوئی کرنا نہیں چاہیے۔ یہودہ گوئی کرنے والوں کے جواب میں ایک عزیز نے کہا ہے

گر ترار دوزے درین میدان کشند

آنگھے زیر شیوہ معنی صد ہزار

(اگر کسی دن تجھ کو اس سبب ان میں کشاں کشاں بجائیں تو تو وہ ہوشیہ دیکھے گا جو مردوں کے وصف

میں تحریر ہے اس وقت میں شیوہ سے لاکھوں معنی رکھے گا جانے گا اور یقین کرے گا۔)

ہاں وہ لوگ جو اس گروہ صوفیہ کی دوست سے بے نصیب ہیں ان کی یہودہ گوئی اپنی جگہ پر

وَالسَّلَامُ

والسلام



فقیر شرف منیری

مکتوب

ہمت کی بلندی اور دونوں جہان حاصل ہوجانے کے باوجود خود کو

مفلس دیکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

براہد شیخ عمر! شرف منیری کا خصوصی سلام و دعاء

اے بھائی! حدیث شریفہ کے مطابق آدمیوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک جائزوں سے

مشابہ ہیں ان کی ہمت کھانا پینا سونا اور مباشرت کرنا ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلٰہُمْ

اَضَلُّ سَبِيْلًا (یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ) ان کی صفت ہے۔ اور ایک

قسم فرشتوں سے مشابہت رکھتے ہیں ان کی ساری ہمت تسبیح، تہلیل، طاعت و عبادت ہے

ان کی صفت فرشتوں کی صفت ہے۔ اور ایک قسم ان کی ہے جو انبیاء کے مشابہہ ہیں ان کی ہمت

مولیٰ کی محبت اور اس کا عشق ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ رُبَّاعِيٍّ

صاحبِ جبراً کہ عالمِ دل دانند در نکتہٴ غیبِ محرم اسرار اند
ہر آئینہٴ صفا، شاں زنگے نیست ناں روئے ز نقشِ دینِ حق نیز اند

(حقیقت آگاہان جو دل کا ایک جہاں رکھتے ہیں وہ غیب کے بار بچوں کے محرم راز ہیں ان کے آئینہ دل میں ذرہ برابر زنگار نہیں اسی بنا پر حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جتنے نقش و نگار ہیں سب تعلق ہیں) ان کی صفت انبیاء کی صفت ہوتی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں *فيمّة المرء همتہ* ہر شخص کی قسمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔ خداوندانِ ہمت کہتے ہیں کہ تجھے آدم صغی اللہ کی صفوت، ابراہیم خلیل اللہ کی خلعت، موسیٰ کلیم اللہ کی مکالت، عیسیٰ روح اللہ کی روحانیت اگر عطا فرمائیں اس وقت ان انعامات کی جانب ذرہ برابر تجھے رغبت ہو تو تو صوفی نہیں ہے س

گل آمد و صد گونہ خواہاں چمن باؤ با جملہ جہاں بے تو نسر یا در تنہائی

(پھول کھلنے کے ساتھ ہی سینکڑوں حسینانِ چمن کے گلشن شروع ہو گئے، مگر آپ کے بغیر سائے جہاں کی موجودگی کے باوجود میں تنہائی کی دہائی دے رہا ہوں) ———

یہی وہ مقام ہے جہاں اس گروہ کو "سلطانِ ہمت" کہتے ہیں۔ اور ایک بزرگ نے کہا ہے۔
خداوند تعالیٰ نے آدمیوں کے ہاتھ میں ایسی کمان دے دی ہے کہ جس کا چلہ تبریل و میکل ایل نہیں
کھینچ سکتے وہ کمان "یہی ہمت" ہے۔

حمت کہ بزہ نبِ اری کرد چرخِ فلک اے پیر کمانم

(اے لڑکے! قسم ہے خدا کی آسمان میری کمان کو نہیں جھکا سکتا)

اور یہ دولت ان کو نفخت فیہ من روحی (میں نے اپنی روح انہیں پھونکی) سے حاصل ہے۔

یہ وہ راز ہے کہ کسی کو اسکے لکھنے کی اجازت نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ رباعی سے

دانی کہ چرا اہل صفا خاموشی اند در نکتہٴ دل بجز خود می پوشند

مے از کف دوست ہر نفس می پوشند سر میدا زند و سر حق می پوشند

(جانتے ہو۔ صوفیوں کیوں خاموش رہتے ہیں، دل کے نکتہ، باریکی میں خود کو محور کھنے کی کوشش کرتے ہیں، بدمذہبوں

کے ہاتھوں سے شراب کے پیالے پیتے رہتے ہیں، سردے دیتے ہیں مگر سز حق تعالیٰ نہیں کھولتے)

ہاں ایک وہ تھا جس نے مستی میں عشق کے اس راز کو کھول دیا اور اس کی غیرت کی سولی پر چڑھ گیا۔

جیسا کہ ہر مہر سے

زہبہ گوی بر سر معرکہ عاشق صادق تو اسرار
 دیدی کہ نکر عشق رمنے علاج بگفت اور رفت بردار
 (اگر تم عاشق صادق ہو تو معرکہ عام میں عشق کے اسرار ہرگز بیان نہ کرو، دیکھا نہیں نشہ میں عشق ایک راز
 حضور نے کھول دیا اور دار پر چلے گئے)

اس جماعت مہوفیہ کا سرمایہ دولت یہی دو چیز ہے۔ ہمت اور افلاس۔ دونوں جہان کی ملکیت
 رکھنے کے باوجود خود کو مغلس و بے نوا جانتے ہیں، اور اپنی ہمت سے دونوں جہان کو پس پشت ڈال کر
 آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

خاک را چوں کار با پاک اوفتاد پیشش آدم عرش در خاک اوفتاد
 (بب اس مٹی کے پتلے کا معاملہ اس پاک ذات سے ہوا، تو آدم کے سامنے عرش خاک پر آگیا۔)

حضرت عین القناتہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، اگر تو کسی وقت خداوند عزوجل سے کچھ
 مانگنا چاہے تو ہمت طلب کر۔ کیونکہ تجھے ہمت ہی کے ساتھ رہنا ہے۔ ایسا شخص جو کمالات کا حامل
 ہو، کسی اور کمال کی طرف مائل ہو جائے کہ یہ بھی ہوتا تو وہ ہر ایک کمال جو مطلوب ہے اسی کے ساتھ
 رہا۔ ایسا شخص کم حوصلہ ہے۔ اسے اصحاب ہمت میں شمار نہیں کیا جائیگا۔ صاحبان ہمت ساری
 دولت کے موجود ہوتے ہوئے، یہی کہتے ہیں۔

زہبے نہ کہ در کنج مناجات نشینم وجدے نہ کہ برگرد خرابات بر آسیم
 نے اہل صلاحیم نہ مستان خرابات ایجا نہ آبخانہ چہ بوئسیم کجا سیم
 (نہ تو ایسا زہد کہ محشر میں بیٹھ مناجات کیا کروں نہ ایسا وجد کہ شراب خانہ کے گرد چکر کاٹتا رہوں نہ

تو سائیں میں ہوں نہ شراب خانہ کے مستوں میں، نہ یہاں ہوں نہ وہاں ہوں، میں کونسی بوجوں اور کہیں ہوں)
 ہمت والوں کی نشانی یہ ہے کہ اپنے نقد و حاصل پر نظر نہیں رکھتے بلکہ ان کی نگاہ اس پر رہتی
 ہے جو انہیں حاصل نہیں ہے اور جس کا حصول عقلاً ممکن ہے۔ کم ہمتوں کو جتنا بھر حاصل ہے اسی پر
 قناعت کرتے ہیں لیکن اس امر میں صاحبان ہمت کیلئے قناعت حرام ہے۔ کہتے ہیں کہ سالک کی
 نگاہ جب تک حاصل و نقد پر ہے وہ اس وقت تک بت پرست ہے۔

زانکہ گرموے بس انداز خودیت ہفت دوزخ پر برآید از بدیست
 (آئیری خودی تجھ میں بال بزرگی باقی ہے تو یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ ساتوں دوزخ تیری برائیوں سے جہ جانیں)

جب جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نقد وقت ان کی ہمت عالی پر نچا اور، وگیا تو پوچھتے ہیں
 ما لا یمان یا رسول اللہ (ایمان کیا ہے؟ یا رسول اللہ) سبحان اللہ۔ باوجود اس دولت
 عظمیٰ افضل الخلائق بعد الانبیاء ابوبکر صدیق (نبیوں کے بعد تم لوگوں میں
 ابوبکر صدیق افضل ہیں) اور باوجود اس نعمت کبریٰ کے تو اتنن ایمان ابوبکر مع
 ایمان امتی لرحج (اگر جناب ابوبکرؓ کے ایمان کو تمام امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو
 حضرت صدیق اکبرؓ کے ایمان کا پلہ جھک جائے) پوچھتے ہیں ما لا یمان زنا کیا ہے بلذہمت
 ہے اور کیا ہی اعلیٰ افلاس ہے

مارا نہ علم پرس نہ زہد و نہ معرفت را ہے، ہی رویم باسید واری !!

(پوچھو نہ مجھ سے معرفت و زہد و علم کو، اک نہ چل رہا ہوں امیدیں لئے ہوئے)

کہتے ہیں یہی وہ مقام ہے کہ جب سے عالم قلام ہے نہ ایسا مریدؓ دیکھنے میں آیا نہ ایسا پیرؓ
 سبحان اللہ۔ جب پیر کی یہ شان ہے کہیں مازع البصر و ماطغی (نہ نگاہ ہوگی نہ صد بڑی)
 پھر ان کے مریدؓ ان تمام کمالات کی بلندی کے باوصف کیوں نہیں پوچھتے ما لا یمان۔ کیا ہی
 اعلیٰ ہمت پیر ہے اور کیا ہی خوب ہمت مرید۔

اے بھائی! ارباب ہمت کو دنیا و آخرت کہاں آسودہ کر سکتی ہیں۔ مصرعہ۔

مارا لبان تو باید شکر چہ سود کند — (مجھے تو آپ کے لب پائے شیریں چاہئے شکر سے مجھے کیا ملاوٹ لگے)

اور ایک دو سکر عزیز لے کہا ہے

باوجود لب شیرین تو جیفے باشد خضر گر دل لب چشمہ حیواں گود

(انوس ہے آپ کے لب شیریں کے ہوتے ہوئے خضر چشمہ لب حیواں کے گرد چکر کاٹتے رہیں)

در بہشت منک ہمہ خاماں در بہشت تو دوزخ آشا ماں

بر درت خوب وزشت را چکنم چون تو بستی بہشت را چہ کتم

(خامکاروں کی جگہ خدا آسانی ہے، دوزخ آساموں کی تارا گاہ آپ کے دیدار کی جنت ہے)

آپ کے در پر اچھے اور بڑے سے نبھے کیا کام، جب آپ ہیں تو بہشت سے نبھے کیا مطلب)

لیکن جس کا دماغ اس ہمت سے خالی ہے وہ دور ولی میں مگن ہے۔

سگ دون ہمت استخوان جوید پنچہ شیر مغز حباں جوید
 گس و گوبہ سوئے خوان پونید سگ و زاغند کا۔ استخوان جوید
 (کینی ہمت والا کتا ہڈیوں کی کھون میں رہتا ہے۔ شیر کا پنچہ زندوں کے مغز کی تلاش کرتا ہے
 مکھی اور بٹی دستہ زخاں کی مرت پکتی ہیں، کتے اور کتے ہڈیاں ڈھونڈتے پھرتے ہیں)
 یقیناً باکھی کی قوت باکھی کے حوصلہ کے لائق ہے، چوئیٹی کے حوصلہ میں باکھی کے قوت کی
 کہاں گنجائش ہے؟

اہل ظاہر کو ظاہر سے واسطہ ہے، ظاہر رپٹیوں کو اس کام کی حقیقت کی جانب راہ نہیں۔ جو
 لیلیٰ کا عاشق نہیں ہے راہ ہاشمی میں مجنوں کے فریضے اس کے لئے فرض راہ نہیں۔
 بات مردوں کی کہی گئی ہے نمشوں کی نہیں کہ لوگ فضول گفتگو شروع کر دیں۔ جو تلوار کھانا
 اور تلوار چلانا جانتے ہیں وہ دوسکری لوگ ہوتے ہیں اور جو پیالے چاٹنے اور حلوہ کھانے والے
 ہیں وہ اور ہیں۔

نمبر دار! ان مردانِ خاص کو اپنے رکیک عقل کے ترازو پر تولنے کی کوشش نہ کرو اسلئے
 کہ یہ لوگ اس سے کہیں اعلیٰ ہیں کہ تمہارے ترازو پر تولے جائیں، ان کی ہمت عالی تمام چیزوں سے
 بالاتر ہے۔ جب آدمی کی قیمت ان کے درجے، ان کی ہمت ہی کے مقابلہ میں بھڑکی گئی ہے تو
 یقیناً درجات میں بھی سرق ہوگا ان اللہ یتجلی للناس عامۃ ولا بی بکر
 خاصۃ۔ تمام لوگوں پر تو سبحانہ تعالیٰ کی تجلی عام ہوگی اور ابو بکرؓ پر خاص تجلی ہوگی۔

جانتے ہو! جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ پر یہ تجلی خاص کہاں سے ہے؟ یہ اس جُرعہ خاص کے اثر سے
 ہے جو ان کو اپنے پیر سے ملا ہے۔ اور یہ تجلی خاص ما زاغ البصر و ما طغی (ننگاہی اور
 نہ نظر رکھی) کی ہے۔ کیا ہی خوب ہمت ہے کہ اسفل الشافلین سے اعلیٰ علیین پر قدم زنن ہیں
 یہ کیا ہے؟ ان اللہ محب معالی الامور و یبغض سفلاھا (اللہ تعالیٰ بلند و بالا

امور کو محبوب رکھتا ہے اور ناقص و حقیر کاموں کو ناپسند فرماتا ہے) جس کی ہمت جس قدر بلند و برتر ہے
 اس کے کام اتنا ہی زیادہ اعلیٰ و ارفع ہیں۔ آدمی کی اس مختصر سی صورت پر کیا نظر رکھتے ہو وہ جو اس
 کے اندر ہے اُسے دیکھو۔ اگر چشمِ نبیرت ملی ہے تو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے ان سب کا عکس
 آدمی کی صورت میں موجود ہے اور لوح و قلم و بہشت میں جتنی چیزیں پیدا کی گئی ہیں ان سب کا عکس

آدمی کے باطن میں تقدیر موجود ہے، اور الوہیت کے عالم میں جو کچھ ہے اس کا عکس آدمی کی جان میں نقد حاصل ہے *وفی الفسکم افلا تبصرون* (ہم تمہارے اندر ہیں مگر تم دیکھتے نہیں) کا اشارہ اسی جانب ہے *من عرف نفسه فقد عرف ربه* (جس نے خود کو پہچانے رے کو پہچانا) اسی مقام کی بات ہے اور اس شعر کا اشارہ اسی طرف ہے۔

یہ بینی نقشہ ہادر خود خلافت رومی و چینی اگر ازل دل تو وقتے یکدم بادوست نیشی
(اگر تم ایک ذرا دیر کیلئے بھی محبوب کے حضور میں دل سے بیٹھو تو تم خود اپنے اندر ان تمام نقوش کا مشاہدہ و معائنہ کرو گے جو روم و چین میں نہیں)

اور ایک دوسرے ہم لوگوں کے حال پر اس عبارت میں ماتم کیا ہے
در نہرہاد تو بھی محبوب مانے زیں ہمہ خاک بادہ برت سکر کیں کار تو بس مشکلت
(یہ ساری حقیقتیں تیری ذات میں موجود ہیں تو خود ان سے محبوب یعنی بردہ میں ہے تیرے سر رخاک حیراکام بہت شوارک)
اور وہ جو اہل نظر کہتے ہیں کہ خداوند عزوجل کی راہ نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں بلکہ بہشت عرش میں بھی نہیں، خداوند تعالیٰ کی راہ تو خود تیرے باطن میں ہے *قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ* (مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے) اسی کی شہادت میں ہے اور وہ یہ ہے جو ایک شاعر نے اس میں کہا ہے

اے آنکہ ہمیشہ در جہاں می پوی این سعی ترا چہ سود دارد گوی !!

چیزے کہ تو جو بیان نشاں اوی با ست ہی تو جاے دیگر جوی

(اے وہ شخص کہ تو سارے جہاں کی چکر کاٹ رہا ہے، تیری یہ بھاگ دوڑتے تھے کیا فائدہ دیگی جس چیز کی تجھے

تلاش ہے اس کا پتہ کیا؟ وہ تو خود تیرے سقلے اور تو دوسری جگہ ڈھونڈ رہا ہے)

جس نے دل کے ارد گرد چکر کاٹی اس نے مقصود پالیا اور حبش دل کی راہ غلط اختیار کی وہ

گم کردہ راہ مقصود سے بہت دور ہو گیا۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے

گفتم ملکا ترا کجا جویم من وار خلعت تو وصفت کجا گویم من

گفت کہ مرا جوئے بر عرش و بہشت نزد دل خود بگو کہ نزد دل تویم من !!

(میں نے کہا اے مرے بادشاہ تجھے میں کہاں ڈھونڈوں۔ اور تیرے لوازمات کی توصیف کہاں پر میں بیان کروں؟

اس نے کہا۔ مجھے نہ عرش پر تلاش کرو نہ بہشت میں۔ میں تو تمہارے دل کے قریب ہوں اس لئے مجھے اپنے دل میں ڈھونڈو)

انجاء ہمت کہتے ہیں

آن لقمہ کہ درد ہاں نہ گنجد بطلب و آن سرکہ درد نشان سنگنجد بطلب سرستیریاں دل و ریش خندا جبریل امین درازہ گنجد

(وہ لقمہ ڈھونڈ جو منور میں نہ سما سکے اور وہ راز طلب کر کہ جس کا پتہ نہ ملے فقیر کے دل اور خدا کے درمیان ایک

ایسا راز ہے کہ جبریل امین کی بھی جہاں گذر نہیں وہ راز طلب کر) — سبحان اللہ! کیا ہی خوب ہے یہ آیت خاک

خاک تو آئینہ مست زنجہا ست بر سر این خاک بسے گنجا ست

(تیری خاک رنج و محن سے گوندھی ہوئی ہے اس خاک پر بہت سائے خزانے ہیں)

کبھی اس کی یاد سے خالی نہ رہ ہمیشہ دروازہ کھٹکھا تارہ لعل اللہ یحدث بعد

ذک امرأ (شاید اسکے بعد خداوند عزوجل کوئی نئی راہ پیدا کرے) جیسا کہ کہا ہے سے

در سرے مرا گاد گاد حلفت بزن صواب نیست کہ بیگانہ وار برگذری

(کبھی کبھی آتے جاتے مرے گھر کے در کی زنجیر ہلایا کر یہ درست نہیں ہے کہ غیروں کی مزاج تو ادھر سے یونہی گزری جائے)

من ادمن قرق الباب یوشک ان یفتح له جو شخص ہمیشہ در سے لگا ہوا کھڑا ہے قریب

ہے کہ اس پر دروازہ کھول دیا جائے۔ طالبوں کیلئے یہ بہت بڑی تسلی ہے۔ اگر قسمت میں ہے تو فتحیاب

منور ہو گا ورنہ مادر زاد نکیت کا کیا علاج ہے ؟

ہر کہہ دایم حلفت بردرمی زند عاقبت روزیش باشد فتحیاب

(جو شخص ہمیشہ دروازہ کی کٹھی کھٹکھایا کرتا ہے آخر کار ایک روز قسمت سیمیا بی منور ہوگی)

سرتیت دراں زلفت تو بر بستہ اما چہ تو اں کرد کہ بامانک شامی !

(اے محبوب آپ کی زلفت میں ایسے ایسے راز سر بستہ ہیں لیکن کیا کیا جائے کہ آپ مجھ پر نہیں کھولتے)

تو اتنی غم میں جان گنوا دے خون کے گھونٹ پیتا رہ اور اسی حسرت میں جلتا رہ اور یہ پڑھا کر۔

دل را پو نظر باشد جاں ز پوہ محل (دل کا کیا خطرہ اور جان کی کیا پرہا) — مصرعہ

در کئے تو مردہ بہم نہ از در سے تو زند

آپ کے دیا اسے حرم بہنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ آپ کے کوچہ میں دم نہ نکل جائے۔

قدم پیچھے نہ بٹنے پائے اگر خلق کے مارے ہوئے کا خون بہا دیتا رو درم ہے تو اس محبوب حقیقی

کے قتل کئے ہوئے کا عوض اس کا دیدار ہے من قتلذ فانادیتہ زجنہ اس کو قتل کیا اسکے خون کا بدلہ

میں ہوں، ایسے قتل کے شکر اتنے میں اگر بزار جان ہو تو وہ بھی مست بان کر دیا جائے وہ بھی کم ہے۔

یہ باتی سنو!

روزے کہ دلت بردر جاناست بدو شکرانہ ہزار جاں فدائے توں کرد
 کاندہ سر کوئے، عاشقانش اے مرد بے شکر قفاح نیکیوں نتواں کرد
 (جس روز ترا دل محبوب کے در پر درد سے بھر جائے، اس کے شکرانہ میں ہزار جاں فدا کرتی چاہئے۔
 اے شخص اس کے عاشقوں کی گلی میں شکر کے بغیر نیکیوں کو گردن نہیں جھکانا چاہئے)

والسلام
 خاکسار شرف منیری



مکتوب ۸

توبہ اور خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع ہونیکے ذکر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درویش عزیز شیخ عمر، شرف منیری کے سلام و دعا کیلئے مخصوص۔
 اے بھائی! پیدائش سے آخر تک گناہ سے پاک وصاف رہنا فرشتوں کا کام ہے، ابتداء سے
 آخر تک گناہ کی ناپاکی میں مبتلا رہنا شیطان کا کام ہے۔ گناہ کرنا گناہ کے بعد توبہ کرنا آدم اور
 آدم کی اولاد کا کام ہے۔ رباعی ۵

اے پیر گنہگار در توبہ کشادہ است انواع نعم بہر تو آمادہ نہاد دست
 بشتاب سوئے توبہ کہ از مادر گیتی! از گردن تا خیر بے واقعہ زادہ است

(اے بوڑھے گنہگار! توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہشت میں طرح طرح کی نعمتیں تیرے لئے تیار رکھی ہوئی ہیں
 توبہ کرنے میں جلدی کر، تاخیر میں خطر ہے کیونکہ اس دنیا میں روزانہ بہت ساکے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں
 حقیقت یہ ہے کہ محض گناہ کرنے سے بندہ کی گرفت نہیں ہوتی، گناہ سے توبہ نہ کرنے پر پکڑ ہوتی
 ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے اگر کسی نے گناہ کیا اور گناہ کے بعد توبہ کر لی تو اس پر اجماع ہے کہ وہ مانو نہیں
 ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (گناہ سے توبہ کرنا اس شخص کی طرح ہے
 جس نے گناہ کیا ہی نہیں) — آدمی سے گناہ سرزد ہونے میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کیونکہ آدمی کی

مدرست ہی شہوتوں، خواہشوں کا مجموعہ ہے۔ اس پر شیطان پیچھے لگا ہوا ہے اور نفس کافر کالب کے اندر پھینچا ہوا ہے۔ اسی کو کہا ہے

کاشکہ ہرگز نہ زادی مادرم تا نکردی کشتہ نفس کاسرم

کاشش مری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی۔ تاکہ نفس کافر کے ہاتھوں میں ہلاک نہ ہوتا

آدمی کا توبہ کرنا ایک تادریات ہے۔ آدم کی اولاد میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کا گناہ سرزد

نہ ہو۔ لیکن بہترین گناہ گار وہ لوگ ہیں جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لیتے ہیں

قطرہ چند از گتہ گر شد پدید در چپناں دریا کجا آید بیدید

(اگر گناہ کے چند قطرے وجود میں آگئے تو ایسے دریا گتہ میں وہ کہاں دکھائی دے سکتے ہیں)

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ اللہ کی عصمت کی پناہ میں بولنے یعنی گناہوں سے معصوم

ہونے کے باوجود لغزش سے خالی نہیں ہیں، ان کی ادنیٰ سی لغزش ہی ان کے رتبہ خانی کے اعتبار

سے گناہ ہے اور اولیاء اللہ اگرچہ اللہ کی حفاظت میں ہیں یعنی گناہ سے محفوظ ہونے کے باوجود گناہ معجزہ

سے خالی نہیں ہیں، کبیرہ کے امکان کے ساتھ۔ کسی نے اسی معنی میں کہا ہے

آدمی بہر بیعتی رانیست پائے در گل جز آدمی رانیست

شادی از اہل خصم بیگانہ است آدمی را خود اندوخت از خانہ است

آدمی غم و اندوہ سے خالی ہے۔ جس کے لئے یہی نہیں ہوا۔ گناہ میں گرفتار ہونا آدمی ہی کیلئے ہے۔

خوشی اہل زمانہ سے بیگانہ ہے۔ آدمی کورنج و الم خود اس کے اصل سے ہے

اے بھائی! بہشت جیسی قیام گاہ، اور جناب آدم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے بندہ،

جن کے سر پر عصمت کمانچ، اور جسم پر خلافت کی قبا، ہزاروں ہزار کرامات و نوازشات سے

سرفراز، مرنے ہی ایک منہ ہی ہو تم نے سنا ہوگا۔ ولا تقریبا هذه الشجرة فتكونا من الظالمین

اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ گناہ گاروں میں ہو جاؤ گے) پر قائم نہ رہ سکے، قدم ٹکھڑا ہی گیا۔ آج

اس دنیا میں جہاں ہزاروں ہزار بلائیں، آفتیں اور ہزار ہا احکام و امر نواہی کا سامنا ہے اس پر نفس و

شیطان دھپے اڑا رہے۔ کیا کہتے ہو؟ ایسے میں آدمی اگر گناہ نہ کرے اور قدم نہ ڈگکائے تو یہی

بڑے تعجب کی بات ہے۔

آدم انجا با یغذیہ است سکیں آدمی (جب آدم بہشت میں ڈگکائے تو یہ بیچارہ سیر آدمی یا)

قطع ہے۔

ازفستند و بلا نتوانی گریستن گرنی الممثل چوم غ بر آری ہزار پر

من رزند آدم است کہ ہر جا کہ فتنہ آست درہ دو کون ہست بسویش نہادہ سر

افتنہ و بلا سے تم گریز نہیں کر سکتے، اگرچہ پرندوں کی طرح ہزاروں بالوں پر نکال لو۔ یہ آدم کی اولاد ہی ہے

کہ دونوں جہاں میں جہاں کہیں بھی فتنہ ہے وہ اسی کی طاعت سرزکے ہوئے ہے)

آدمی دو حال پر ہے۔ "داشت و گذاشت" (اللہ کی حمایت اور اسکی بے اعتنائی) جب آدمی

کو عصمت کی داشت میں رکھتا ہے تو اس سے طاعت و وفاقت کے سوا کچھ وجود میں نہیں آتا۔

ھذا افضل اللہ۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ اور جب آدمی کو اسی کے حال پر چھوڑ دیتا ہے تو پھر

اسکے گناہ و مخالفت کیسے نہ ہو۔ یہ بھی اس کا عدل ہی ہے۔ اسی کو کہا ہے سے

کہ باز پس جملہ خلق و گد در شیم من بوستلمین روزگار خویشم

(کبھی میں لوگوں کے پیچھے پیچھے ہوں، اور کبھی سب آگے جوتا ہوں، میں اپنے زمانہ کا تماشہ بنا ہوا ہوں)

ایسے میں آدمی کیا کرے، یہی کہے "ما اعوذ بک منک" (میں تیری پناہ مانگتا ہوں تجھی سے) جیسا کہ کتبہ

سے چوں از تو منبر و ما تم غاب ز گردم از دست تو قلمہ ہم بدست تو در ہم!

(جب میں آپ ہی کا گرایا ہوا اور راجہ کیا ہوا ہوں تو آپ کے ہاتھوں کا یہ رشتہ آپ ہی کے حوالہ کرتا ہوں)

اور دوسرا معاملہ بھی کیا ہی تعجب تیز ہے سے

القاکہ فی البحر سدودا وقال لہ ایاک و ایاک ان لا تبطل بالماء

ابا تھ پاؤں باندھ کر دریا میں ڈال دیا اور کہتے ہیں خب در تیر نہ ہونا۔ کیا مشکل معاملہ ہے)

ع۔ اقی کی جان پر اللہ کی رحمت ہو جیو۔ جو کہا ہے سے

اے کاشش نبودی اے ع۔ اقی کز تست بمہ فساد باقی نہ

(اے ع۔ اقی! کاشش یہ اوجو دی نہ ہوتا کیونکہ یہ ساری خرابی تیری وجہ سے ہے)

اہل بعیرت اس مقام میں غایم کی تمنا کرتے ہیں لیکن یہ تمنا پوری نہیں ہوتی۔ ایک عارف

سے کسی نے پوچھا۔ آپ کی کیا آرزو ہے؟ کہا ایسا غایم کہ جس کا وجود نہیں ہو۔ اسی کو کہا ہے سے

آن رہ کہ من آنم کد امست لے دل باز روم کہ کار خاست لے دل

(اے دل! وہ کون سی راہ ہے جس میں آجائوں، تاکہ میں لوٹ پوڑا کیوں کہ کام انجی تک بسنا ہی نہیں)

ایک دن جناب آدم علیہ السلام نے شیطان لعین کو دیکھا، کہا اے ملعون تو نے میرے ساتھ یہ کیا کیا؟ اس نے کہا اے آدم تمہارے ساتھ تو میں نے کیا۔ میرے ساتھ کس نے کیا؟ جس نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے۔

صیاد ازل دانہ کہ بر دام نہاد
مروغ بگرفت وادش نام نہاد
ہر نیک و بدے کہ در جہاں میگزدرد!
نخود می کند و بہانہ بر عام نہاد

(ازل کے شکاری نے جال بچھایا، دانہ رکھا، ایک پرندہ شکار کیا اور اس کا نام آدم رکھ دیا، دنیا جہاں میں جتنی نیکی و بری ظہور میں آتی ہے ان سب کا فاعل حقیقی وہی ہے لیکن عوام کو بہانہ بنا رکھا)

شیطان ہوتا کون ہے؟ اور نفس کیا ہے؟ يفعل اللہ ما یشاء (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے)

تقدیر کے پولو کھیلنے والے کے بلکہ کے آگے گیند بنجانیکے سوا اور کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟

اب گیند کی قسمت جہاں پہنچے۔ جیسا کہ کسی درد مندل دل نے کہا ہے۔

بزم دل نمنا ند جز نام دلم تا خود بچار
سدر سر انجام دلم

(میسر پاس میرا دل ہی نہیں رہا، صرف نام باقی ہے، اب دیکھنا ہے کہ بس دل کا انجام کیا ہوتا)

گرچہ بات یہی ہے لیکن اختیار کی تہمت کچھ پر باقی ہے، ہوشیار رہنا کہیں غلط راہ پر نہ پڑ جاؤ۔

اے بھائی! جب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام عصمت و جلالت کے باوجود

انتہائی خون و مہبت کے ساتھ ہمیشہ یہ فرماتے رہیں کہ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی

دینک (اے دونوں کے ٹلٹ پھیر کرتے والے میرے قلب کو اپنے دین پر قائم رکھ) اسی سے سمجھنا چاہئے کہ

ہم لوگوں کا کام کہاں پڑا ہے۔ اگر زنا باندھنے کو دیں تو کیسے نہیں باندھا جائے اور اگر مسجد سے

نکال کر بت خانہ بھیج دیں تو جاننے کے سوا کیا کرتا ہے۔ ابلیس جو معلم الملکوت تھا اس کا حال دیکھو

کیا ہوا ہے صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت می کند در گردنی

(سو ہزار سال تک عبادت میں لگائے رکھنے کے بعد لعنت کا طوق گردن میں ڈال دیا جاتا ہے)

اور معلم باعور جو عالم و زاہد تھا اور سینکڑوں کرامت کا حامل تھا کاشحرو دیکھو۔ منوی سے

بیبت آن راہ کارے مشکل است صد جہاں زیں سہم پرخوں دل است

(اس راہ کی بیبت ایک مشکل کام ہے۔ سو عالم کے لوگوں نے دل اس دہشت پر خون ہیں)

کیسی سرگردانی اور حیرانی ہے۔ اسی کو کہا ہے

چوں مولے شدم زرنج بر بیدائے در دہر کہ دیدست چو من ناشادے
 بر خمیہ زد اگر بجد بن ناگہ بادے چوں چنگ بہ ہر رگے زمین فریادے
 (طرح طرح کے جو رو ستم سہتہ سہتہ ہتے بال کی طرح ہو گیا ہوں، مجھ جیسا اندوگیں زلزلہ میں کئی جہاں دیکھا ہے
 اگر اپناک ہوا کی لہر مرے باطن سے اٹھے تو چنگ کی طرح میرے ہر رگ سے فریاد و فغاں کی جھنکا پیدا ہو)
 یہ خود ایک دوسری قسم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

گر چہ رہ جستند ہر سوئے ازیں پے نہ بردند لے عجب مولے ازیں

خون صدیقیاں ازیں حسرت بر نیت آسماں بر سرق ایشاں خاک نیت

(گرچہ اس سے نکلنے کی راہ ہر طرف ڈھونڈھی لیکن تعجب ہے ہال برابر بھی اس کا سراغ نہیں ملا۔ صدیقیوں

کے خون اس حسرت و افسوس سے بہہ رہے ہیں اور حال یہ ہے کہ آسماں ان کے سروں پر خاک ڈال رہا ہے)

غرض یہ کہ پیدائش سے آخر تک گناہ سے پاک رہنا فرشتوں کا کام ہے۔ گرنا اور گر کے اٹھنا

آدمی کا کام ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ آدمی دونوں جہاں کے مصائب و آلام اٹھا سکتا ہے لیکن

اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ ایک دن بھی صحیح مسلمان کے ساتھ زندگی گزار سکے۔

دور دور راست در بلا خوردن بندہ بودن و بندگی کردن

(بلا میں مبتلا رہتے ہوئے بندہ ہونا اور بندگی کرنا بہت دور ہے)

اسکے بھی بڑھکر یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے شہنشاہ حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ

ست بار استغفار کیا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی **وَاسْتَغْفِرْ لِدُنُوبِكَ** (اپنی خطا سے معافی

مانگتے رہئے) تو انتہائی فرماں برداری میں شتر سے توبہ بڑھا دیا۔

اور وہ جو انبیاء و علیہم السلام کے بعد تمام خلائق سے افضل ہیں باوجود اس دولتِ عظمیٰ

لوائتزن ایمان ابی بنرمع ایمان امتی لوحج (اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو اپنی تمام اہانت کے ایمان

سے وزن کرو تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پتہ زیادہ وزنی ہو) غرض کرتے ہیں یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی دعا

بتائی جائے جسے من نمازوں کی ادائیگی کے بعد پڑھا کروں۔ ارشاد ہوا **رَبِّ اِنِّی ظَلَمْتُ**

نَفْسِی ظَلَمًا کَثِیْرًا فَاعْفِرْ لِی ذَنْبِی فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اَلِیْہِ

پروردگار میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا پس تو میرے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو بخشتے والا کوئی نہیں

پڑھا کیجئے۔ اسی کو کئی نے کہا ہے

بر دحق بگردنار بگرد کز پراری شوی دین ز مرد

(حق کے دہر گریہ و زاری کے ساتھ گھومتا رہے کیونکہ اس دہا میں داری ہی سے مرد ہوتے ہیں)

فقیر ہست ام المؤمنین عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر میں شب قدر پاؤں تو کیا کروں؟ ارشاد ہوا، اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاصْفِ عَنِّي يَا عَفُوْرُ يَا عَفُوْرُ يَا عَفُوْرُ (اے اللہ! عفو تری شان ہے، تو صحت کر نیو کہ پسند فرماتا ہے، مجھے صحت کر دے، اے صحت کر نیوالے، بخشے والے، عفو) اسی سے نشان دہی ہوتی ہے کہ جو جتنا زیادہ

فرمانبردار پاک تر ہوتے ہیں وہ تو بہ استغفار کے کسی وقت غلطی نہیں رہتے ہیں۔ کیونکہ آدمی کی ہلاکت تو بہ و استغفار کے ترک کرنے سے ہے، محض گناہ کرنے سے نہیں۔ جناب آدم علیہ السلام اور ابلیس لعنی کے قصہ میں غور کرنا چاہئے۔ آدم علیہ السلام گتے کے بعد فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اٹھے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے میرے رب! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے) اور وہ ملعون جو گرا یعنی ناقربانی کی ویسے ہی پڑا پڑا یہاں تک کہ اس کی پیشانی پر لعنت کا لہر لگ گیا۔ وَ اِنَّ عَلَيْكَ لَحَقِيْقَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (تجھ پر لعنت ہے قیامت تک کیلئے)

اے بھائی! بندہ کو قصداً گناہ نہیں کرنا چاہئے اور اگر گناہ میں جاگے تو فوراً اٹھ کھڑا ہو جائے اور حضرت چاہے جیسا کہ ہمارے باپ آدم اٹھ کھڑے ہوئے اور درخواست کرنے لگے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا گناہ پر اصرار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ گناہ پر اصرار کفر کا پیش خیمہ ہے جیسا کہ قابیل نے کیا اور آخر کافر ہو گیا۔ آدمیوں میں جس نے سب سے پہلے گناہ کیا وہ قابیل ہی تھا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

اے بھائی! اللہ تعالیٰ کی جباری و قہاری سے پاکبازوں اور فرمانبرداروں کو سکون و قرار نہیں تو ہم کو، لگو جو نہ تو ہندو ہیں اور نہ مسلمان کیوں کر سکون و قرار مل سکتا ہے۔ تم بھی یہی کہو جو میں کہتا ہوں۔

ت نیرانم کرامانم بدیں سیر گرفت لوم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کیا ہوں، میری سیرت قریہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان نہ مرتد ہوں نہ بدکار)

اللہ رب العزت کے منشاء و ارادہ کی اطلاع جبرئیل و میکائیل کو جب نہیں تو ہم تم، اور

ہمارے جیسے اور دوسرے کس شمار میں ہیں۔ جیسا کہ ایک عرب نے کہا ہے۔

یعنی کس از سر کا آگاہ نیست زانکہ اینجا هیچ کس را راہ نیست

نیست کس را از حقیقت آگاہی! جملہ می سیرند بادست تہی

(اس کی بارگاہ کے بھیدوں سے کوئی واقف نہیں، کیونکہ یہاں کسی کی بھی گذر نہیں ہے۔

کسی کو بھی حقیقت کے اسرار سے آگاہی نہیں۔ جتنے ہیں سب کے سب اس معاملہ میں تہی دست ہو گئے ہیں) نقل ہے کہ ابلیس کا جب یہ حال ہوا تو جناب جبرئیل و میکائیل علیہما السلام مدتوں روتے رہے استفسار ہوا، تمہارے اس قدر رونے کا سبب کیا ہے؟ گرچہ اُسے خوب معلوم ہے پھر بھی عرض کیا: یا رب لا تاتنا من ملک (اے میرے رب ہم آپ کے پوشیدہ کرموں سے ماہور نہیں ہیں) حکم ہوا ہنگذا کونا ولاقا منا من مکوی۔ (ہاں ایسے ہی اور جو میرے کرموں سے بیخون نہ ہو۔)

اُس کی بے نیازی کی کیا ہی بارگاہ ہے قبل من قبل بلا علة وورد من مرد بلا علة (جسے اس نے قبول کیا بلا کسی سبب کے قبول کیا اور جسے رد کیا اسے بھی بغیر کسی علت کے رد کیا) ایسے اطمینان کیسے ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے

زندہ سابقت ندانم کیست خواندہ خاتمت ندانم کیست

کہ نداند زکار سازی تو!! کہ نہ ترسد زبے نیازی تو

(ازل میں کیا حکم ہو چکا ہے کچھ پتہ نہیں۔ خاتمہ کس حال پر ہو گا کچھ معلوم نہیں۔ کوئی آپ کی کھلائی کو نہیں جانتا، کون ایسا ہے جو آپ کی بے نیازی سے بیخون ہے)

اے بھائی! کسی کے ایمان اور طاعت سے اُس کی جہالت و کمال میں نہ امتیاز ہوتا ہے اور کسی کے کفر و معصیت سے اسے کوئی نقصان و زوال ہے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ کفر و ایمان ایک ہی رنگ میں آسکتا ہے اس کا مفہوم ہی ہے۔ اگر سارا عالم خانہ کعبہ بن جائے اور تمام اجنا و انسان، فرود و فرعون ہو جائیں اسکی کیا، اور اگر سارا عالم بیت خانہ بن جائے اور تمام جن و انس ابو بکرؓ و عمرؓ و خطابؓ کی طرح ہو جائیں تو اسکی کیا ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے

بے نیازی میں راہ کفر چہ دیں بے نیازی میں راہ شک چہ یقین

چہ مسلمان چہ گبر بردر او چہ کشت و چہ صومعہ بردر او

(اس کی بے نیازی کے آگے کیا کفر و کیا دین، اس کی بے پروائی کے آگے کیا شک اور کیا یقین)

اس کے در پر کیا مسلمان اور کیا آتش پرست، اس کی بارگاہ میں کیا آتش کوہ اور کیا عبادت خانہ)

نہ از عیبی رسد سودیت و موسیٰ نہ از سرخون زیاں بودیت فرود

(نہ عیبی موسیٰ سے اُسے کوئی عُقبت، نہ سرخون فرود کے ہونے سے کوئی نقصان و زوال)

..... لیکن یہاں تو گفتگو گناہ کے بارے میں ہو رہی تھی۔

اے بھائی! یہ سب کو معلوم ہے کہ جس کسی کو بلند رتبہ کیا ہے طاعت کی راہ سے بلند کیا ہے اور جس کسی کو گرایا ہے اسے اُسکے گناہوں کے ذریعہ گرایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین کوئی ایسی طاعت و عبادت نہیں ہے۔ جسے چھوڑتے ہوں اگرچہ وہ طاعت چوٹی ہی ہو شاید کہ اللہ کی خوشنودی اسی میں ہو۔ اور کسی گناہ کے قریب نہیں جاتے اگرچہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی گرفت دیکڑا اسی چرہ ہو۔ اسی کو کہا ہے۔

بردرحق بگرد زار بگرد کہ بزاری شوی دریں رہ مرد
از تو زاری نکو و زور بد است شور ز نور خانہ شور بدست

(حق کے درپر گریہ و زاری کے ساتھ پڑا رہ، کیونکہ آدمی عاجزی و انکساری ہی سے مرد بنتے ہیں۔

تیری گریہ و زاری بہتر ہے اور زعم و زور بڑا ہے، شہد کی مکھی کے چبھتے میں بھینٹنا ہٹ جک کر جو تیری ہے) ہاں تو آدمی کو چاہئے کہ گناہ کے قریب نہ جائے اور اگر گناہ میں گر جائے تو چاہئے کہ فوراً اٹھ جائے اور کہے سنا ظلمنا انفسنا (اے میرے پروردگار میں نے خود اپنی جان پر ظلم کیا) اور گناہ پر اصرار یعنی پیہم گناہ کرتے رہنے سے ایسے بھاگے جیسے کفر سے گریز کرتا ہے۔ ساری تباہی و ہلاکت گناہ پر اصرار ہی سے ہے لا صغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار (اصرار کے بعد گناہ صغیرہ و بھیرہ نہیں رہتا کبیرہ ہوتا ہے۔ اور استغفار کے ساتھ کبیرہ ختم ہو جاتا ہے) یہ شرع کا فتویٰ ہے۔ مجھے امید ہے کہ جب اس مکتوب کے منعمون سے تم آگاہ ہو جاؤ گے تو کرامات، حال و مقامات کے تذکرے اور سودا و صفر اسے پیا ہونے والے فاسد خیالات کو یکسو رکھ کر گنہگاروں کی طرت رات دن تضرع و زاری کے ساتھ یہ استغفار کرتے رہو گے سب ظلمت نفسی ظلمت کثیرا فاغفر لی ذنبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ (اے میرے رب میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کیا ہے تو میرے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہ بخشنے والا کوئی نہیں) سے

بچوں بے توبہ بے فائدہ کر دی نہیں توبہ کن توبہ اگر یک نفس حاضر است

(جیکے توبے بواہو سی کے ساتھ بے فائدہ بہت زیادہ توبہ کی توالسی توبہ توبہ کرے اگر ایک مانس جی ہائی اور رات کے درمیانی جنتہ میں روتی ہوئی آنکھ اور جلد بخشنے ہل کے سکتے گنہگاروں کی طبع گریہ و زاری کرتے رہو گے اور سوز دل کے ساتھ یہ مناجات کرو گے سے

اللہم انزل علی ہذا

سورۃ التوبہ

آیت ۱۰۰

Marfat.com

بود عین عفو تو عاصی طلب
 عرصہ عھدیاں گرفتہ زین سبب
 بہتوں بستاریت دیدم کار ساز
 ہم بدست خود دریدم پردہ باز
 رہنمایم باشش و دیوانم بشوی
 و زد و عسالم تختہ جاہم بشوی
 (آپ کی بخشش کو گنہگاروں کی طلب تھی، اسی سبب میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا،
 چونکہ آپ کی پردہ پوشی کو میں نے کار فرما دیکھا تو میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنا پردہ چاک کر دیا
 میری رہنمائی فرمائیے میرے بڑے نامہ اعمال کو دھو دیکھئے، اور دونوں عالم کی طلب میرا سینہ پاک کر دیجئے)

والسلام

شرف منیری



مکتوب ۹

اپنے اوپر بدگمان رہنے اور دوسروں کی تشائیک گمان رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر شیخ عمر، شرف منیری کی دعا کیلئے مخصوص

اے بھائی! اس جماعت موفیق کی یہ روش ہے کہ اپنے بارے میں بدگمان اور دوسروں کے
 حق میں خوش گمان رہتے ہیں، خود کو دنیا و آخرت میں کسی چیز کے لائق نہیں سمجھتے۔ جب قرآن و حدیث
 میں وعدے یعنی خوشخبریاں سننے ہیں یہاں کیلئے جو یا قیامت کیلئے تو ان تمام خوشخبریوں کا حق
 دوسروں کو سمجھتے ہیں اور جب وعید یعنی عذاب کی دھمکیاں سننے میں تو ان سب کو اپنے حق میں
 جانتے ہیں۔ ایسا کہ جو بھی انہیں دیکھے وہ یہ گمان کرتے لگے کہ یہ بالکل ناامید ہو گئے ہیں۔

اسی کو کہا ہے

ہر کہ شد لحظہ از خود خوشنود سا بہا بند شد بدوزخ بود

(ایک لمحہ کیلئے جو اپنے آپ سے خوش ہوا، اس نے برسوں کیلئے دوزخ کی قید کا بندوبست کر لیا)

نقل ہے ایک بزرگ دن میں چند بار آئینہ اس خیال سے دیکھتے کہ یہ اپنی جیسا تھا ویسا ہی ہے

یا سیاہ ہو گیا ہے۔ اسی اعتبار سے یہ اشعار کہے گئے ہیں۔

در شہر نیست مردن نابکار تر مادر پسر نہ زاد زمین خاک تر

دعویٰ کنم کہ نیست در آفاق چوں منی وز کافرانِ روم ز نادر دار تر !!

(شہر میں مجھ سے زیادہ کوئی بیدکار نہیں۔ کسی کی ماں نے مجھ سے زیادہ کمترین اولاد پیدا نہیں کیا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں ظالم میں مجھ سے بڑا کوئی نہیں، روم کے نادر دار کافروں سے بھی بڑھ کر میں نادر دار ہوں) ایک عارف کی حکایت ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے۔ خداوند! از تو میخواہم کہ جائے میرم کہ مرا کے نشاند (خداوند! میں تجھ سے یہی چاہتا ہوں کہ ایسی جگہ مروں جہاں کوئی تمہیں پہچانتا ہو) لوگوں نے پوچھا اے بزرگ محترم! یہ کیسی مناجات ہے؟ کہا یہ اس لئے کہ جب میں مروں اور مجھ کو قبر میں دفن کریں تو ہوسکتا ہے کہ زمین قبول نہ کرے اگر ایسا ہوا تو اس وقت کیسی نصیحتی ہوگی سے

خرواں در رہش کُلہ بازاراں سروراں بردر کش سراندازاں

چہ سوئے ناکاں چہ سوگساں قہر و لطفش بہر کہ ہست رساں

(شاہان وقت اس کی راہ میں تاج کی بازی لگانے والے ہوتے ہیں۔ سرورانِ زمانہ اسکی چمک پر سر ڈالنے لگتے ہیں) ہمواراں و حقیر جو بھی میں سب کی طرف اس کا لطف قہر پہنچتا رہتا ہے)

اس راہ کے خطروں کو وہی لوگ جانتے ہیں جو اس راہ کو طے کئے ہیں۔ جسٹس محض اس کا نام ہی سنا ہی وہ کیا جانتے سے

شرم بادت کہ نیدانی و آگاہ نہ کہ تر اور رہ ایں بادیہ چندیں خطر است

(مجھے شرم آئی ہے کہ تو اس راہ کو نہیں جانتا، اور اسکی بھی آگاہ نہیں ہے کہ اس راہ میں میرے لئے کیا خطر ہیں)

حکایت ہے۔ ایک خریدتے اپنے پیڑ سے پوچھا کل قیامت کے دن آپ کو کہاں ڈھونڈوں؟

کہا، پلصراط پر، پھر پوچھا اگر وہیں نہ پاؤں؟ کہا اگر وہاں نہ ہوں تو دوزخ میں پتالگانا۔ پوچھا، اگر وہاں بھی نہ ملے تو؟ انہوں نے فرمایا دوزخ میں نہ ہوں گا تو پھر بہشت ہی میں رہوں گا۔ اسی معنی میں کہا ہے

بر سرے کز تو دست ہمدردم بز نش چوں سر چراغ و مسلم

زانکہ ہر سرے کہ دیدنی باشد در طریقت بریدنی باشد

(اے میرے ہمدرد! جو تجھ سے ہمدرد ہوا، اس سر کو چراغ و مسلم کے سر کی طرح اڑا دے۔ اس لئے کہ ہر وہ سر جو بلند ہوتا ہے، طریقت میں وہ سر قلم کئے جانے کے لائق ہے) ایک عارف نے کہا ہے

دریا بانے کہ نہ پاؤ نہ سردار و پدید ہر زمان سرگشتہ تر ہر ساعت حیران ترم
(ایک ایسے ویرانے میں ہمدوم سخت حیران و سرگرداں ہوں کہ جس کی نہ ابتدا معلوم نہ انتہا کی خبر ہے)
حضرت خواجہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرفہ کے روز لوگوں نے پوچھا اے بزرگ محترم!
آج عرفات کے میدان میں جو لوگ ہیں ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا ان تمام اہل عرفات
میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہو کہ جو بخشنا نہ گیا ہو۔ تو یہ مرے ادبار کی وجہ سے ہو گا، کیونکہ ان کے
درمیان میں ہوں۔ اسی مضمون کی طرف اس شعر کا اشارہ ہے۔

چند گوی رسیدگی چه بود در رہ دین گزیدگی چہ بود!

بند برتن نہی گزید شوی !!! پائے بر خود تہی رسید شوی

کب تک پوچھتے رہو گے اس تک رسائی کیسے ہوتی ہے، دین کی راہ میں پسندیدگی کے کہتے ہیں؟
سنو! اپنی تمام جسمانی خواہشات پر قید لگا دو، مقبول و پسندیدہ ہو جاؤ گے اور اپنی جان پر قدم رکھو اس تک پہنچ جاؤ گے
بزرگوں کا قول ہے حقیقتاً بندہ کا ایمان اس وقت کامل ہوتا ہے کہ اگر مخلوق پر آسمان سے بلا کا نزول
ہو تو وہ یہ یقین کرے کہ یہ سب مری ہی بد بختی کے سبب ہے۔ اور اگر دینی یا دنیاوی نیکیاں اور بھلائی
اس پر پہنچیں تو یہ نگران کرے کہ یہ سب خیر و برکت اور لوگوں کے طفیل سے ہے۔

خویشتر را فگن کہ برگسیرند خوار در خود بسببیں کہ پذیرند

(خود کو گرا دو تاکہ تمہیں اٹھایا جائے، خود کو ذلیل و خوار کر دو تاکہ تمہیں قبولیت کا شرف بخشیں)

جناب عیسیٰ پیغامبر علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا، اس درجہ تک کرنے کا مقصد کیا ہے؟
ارشاد ہوا اس امید میں کہ کوئی ایسی جگہ ہوگی جہاں کسی صلیق وقت نے قدم رکھا ہو گا میں وہاں پہنچ
سجدہ کر سکوں اور ان کے قدم کے نیچے کی وہ خاک مری شفاعت کرے المخلصون علی خط
عظیم (بیشک مخلصین کے لئے بڑے بڑے خطرے ہیں نہ یہ کہ برائے ویسے کیلئے)۔ مصرعہ:
نزدیکان را ہمیش بود حیرانی - اشرے قربت رکھنے والوں کے لئے بہت نیا چہ حیرانی ہے

اہل غفلت اس معنی کو کیا سمجھیں، ان کو تو یہ محال معلوم ہوتا ہے ہاں اسے ارباب عقل ہی جانتے ہیں۔

جیسا کہ کہا ہے۔

گر چہ غافل ہیں عمل خستہ

لیک عاقل حیرت میں نہ پسند

راہ میں صنعت و عمارت نیست

جز حیرانی درو عمارت نیست

کہتے ہیں کہ خواجہ یازید بسطامی قدس الشہرۃ العزیزۃ نے دس حج حضور پینچا میر علی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے کیا اور دس حج دس صحابہ کی طرف سے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ اے شیخ یہ کیا تھا جو آپ نے ایسا کیا؟ فرمایا میں نے ایسا اس امید پر کیا ہے کہ طفیلی بن جاؤں اس لئے کہ جب مہمان ملایا جاتا ہے تو اس کے طفیلی بھی پیارے ہوتے ہیں۔ عارفوں کا قول ہے کہ مخلوق کی نظر سے خود کو گرا دینا آسان ہے اس لئے کہ اپنے آپ کو اپنی نظروں سے گرا دے۔

چندرپسی کہ بندگی چہ بود بندگی حبز فگندگی چہ بود

(کب تک پوچھتے رہو گے کہ بندگی ہے کیا۔ بندگی خود کو خلق اور اپنی نظر سے گرا دینے کے سوا کیا ہے) اہل طریقت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص خود کو فرعون سے ذرہ برابر بہتر جانتا ہے وہ ابھی تک اس گروہ صوفیاء کی نظر میں متکبر اور خود پرست ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو درخت اونچا، بلند ہو جائے اس کا پھل چھوٹا ہوتا ہے اور جو درخت جتنا چھوٹا ہوتا ہے اس کا میوہ اتنا ہی زیادہ بڑا ہوا کرتا ہے۔ روایت ہے کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیغام بھیجا کہ میں اپنے ایک پیغمبر سے تم میں سے ایک کے اوپر کلام کروں گا تو ہر ایک پہاڑ نے اپنی گردن بلند کی اس امید پر کہ یہ دولت مجھے ملیگی لیکن کوہ طور کہ جس نے اپنی گردن نہیں اٹھائی بلکہ خود کو اسی طرح پست رہنے دیا اور یہ کہا کہ میں کب اس لائق ہوں۔ چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جناب نوسی علیہ السلام سے اسی کوہ طور پر کلام فرمایا۔ اسی بنا پر اہل بعیرت کہتے ہیں کہ نیاز مندی سے بڑھ کر کوئی راہ قریب تر نہیں ہے اور دعویٰ سے زیادہ کوئی حجاب سنگین تر نہیں۔ غور کرو تو ابلیس و آدم میں یہی فرق ہے۔

خواجہ یازید بسطامی قدس الشہرۃ العزیزۃ سے پوچھا گیا، سالک نیاز مندی کے کمال تک کب پہنچتا ہے؟ ارشاد ہوا کہ جب خود کو کسی لائق نہیں جانتا ہے۔ اور جہاں میں اپنے سے بڑا کسی کو نہیں سمجھتا۔ خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، میں نے جس کسی پر نگاہ کی اُسے اپنے سے بہتر دیکھا مگر ایک شخص کو جس کی وجہ سے اس دن میں سخت دھول کھائی۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ دجلہ کے کنارے ایک حبشی بیٹھا ہوا تھا، ایک عورت اس کے پہلو سے لگی ہوئی تھی ایک مٹکا اس کے سامنے رکھا تھا بار بار اس مٹکا سے کچھ انڈیتا اور پیتا۔ مجھے اس کی جانب سے بدگمانی ہوئی اور میرے اندر اس کی طرف سے حقارت پیدا ہوئی، دیکھا کہ تین آدمی دجلہ میں ڈوب رہے تھے وہ حبشی کو دانا اور ان ڈوبنے والوں میں سے دو کو اس نے نکال لیا اور پکار کر کہا۔ حسن! اس ایک کو تم نکال لو۔ میں اس کا میں عاجز رہا۔

وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا، ابھی تک تم مرد ظاہر میں ہو۔ میں تو تمہارے امتحان کیلئے یہاں آیا تھا۔ یہ میری ماں ہے اور اس گھڑی میں پاتی ہے۔

اے بھائی! عرفا معرفت کے نور سے نفس کے آفت و شر کو دیکھے ہوئے ہیں اور جاننے پہچاننے ہوئے ہیں۔ اگر ایک بال برابر بھی نفس باقی ہے تو شرک و کفر کا خون لگا ہوا ہے۔ جس طرح ایک جنبی کے غسل میں ایک بال بھی بغیر دھلا رہ جائے تو جنابت (نپاک) باقی رہتی ہے۔ اسی کو کہا ہے

گرمیاں دوزخ از من دور گرد نفس شوم در میان آتش سوزاں در آب کوشم!
 تاکہ با نفسم فرود ہفت دوزخ ماندہ ام چوں نماند نفس شوم از ہشت جنت برترم
 (اگر دوزخ کے اندر یہ نحوس نفس مجھ سے دور ہو جائے تو یوں سمجھ لو کہ اس دکھتی ہوئی آگ کے اندر ہوتے ہوئے بھی میں نہر کوثر میں ہوں۔ اور جب تک میں نفس کے ساتھ ہوں تو ساتوں دوزخ کے نچلے حصہ میں پڑا ہوا ہوں اور اگر یہ بد بخت نفس میرے ساتھ نہ ہو تو سمجھ لو کہ آٹھوں جنت سے میں برتر ہوں)

خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنی مناجات میں کہا الہی کیف الطریق الیک
 (اے اللہ تجھ تک پہنچنے کی راہ کون سی ہے؟) ہاتھ غیبی نے آواز دی دَع نَسْكَ وَتَعَالَ نَفْس كَوْجُوْ
 دو اور چلے آؤ۔ اسی کو کہا ہے

بت است نفس و متبول خلق زناہ شریعت با حقیقت گفت یکبار
 (شریعت نے حقیقت سے ایک مرتبہ کہا۔ نفس ہی بت ہے اور لوگوں میں معتبول ہونا زناہ ہے)
 وہ جو مردانِ خدا کے خون کے گھونٹا پینے کے بارے میں تم نے سنا ہے ان کا یہ خون پینا
 اسی بت کے توڑنے کے لئے ہے۔ ہم لوگوں نے تو اس نفس کو خدا بتایا ہے۔ کہاں ہم اور تم کہاں مسلمان؟
 افسوس صد افسوس! قرآن سے سنو افرایت من اتخذ الہد ہواہ (کیا تم نے ان لوگوں کو
 نہیں دیکھا جنہوں نے خواہشات نفسانی کو خدا بتایا ہے) یہاں اپنا ماتم آپ کرنا چاہتے جیسا کہ اس بچارے
 نے کیا ہے۔

در درادار و کعب خواہیم کرد عمر شد ماتم کعب خواہیم کرد

(ہم اپنے درد کا علاج کہاں ڈھونڈیں، عمر ختم ہو گئی اب ماتم کیا کریں)

اور وہ جو کسی عزیز نے کہا ہے

ندارد در دمن دزماں در عینا . ناندیم بے سرو ساماں در عینا

میرے درد کا کئی علاج نہیں، انہوں میں بے سوسلاں پڑا ہوا ہوں)

والسلام
فقیر شرف منیری



مکتوب ۱۰

دنیا کی محبت اور اسکی مذمت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بجانب شیخ عمر مذکور مثنوی:

علم آں قدر نداد کہ برودشک بند یا وجود عشق را غم بیخودہ خود
(دنیا اس قابل نہیں کہ اس پر رشک کیا جائے اس کے ہوتے اور نہ ہونے کا علم کرنا بیخود ہے)
آنکری کا خطاہ تختہ لا قبیل ہوا انہر چائے نیروے۔ مکتوب پڑھا گیا بہت خوب،
کابل توجہ، سنجیدہ اور سادے معنائیں پسندیدہ تھے، انشیریل شانہ آنکری کو ان مضامین پر امتحان
علا فرمائے اپنے فضل و کرم سے۔ اور دنیا کی آفتوں اس کے شر سے ماہون و محفوظ رکھے اپنے کرم و
احسان سے۔

اے بھائی! ہر وہ دل جس میں خیال ہے مگر کرباہہ ویران ہے۔ اُجلا گرجب ہا کے تہا کے
اُترے کے قابل نہیں تو ویران دل اللہ تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے اور دل ایک سے زیادہ نہیں
ہوتا جب وہی دل دنیا کی محبت سے بھر گیا تو آخرت کے لئے اس میں کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ معترض
”یا قاتلہ بک سے رخت بود یا خیال دوست“ (مگر میں سلاں دنیا ہی ہے پیادوست کا قتلہ)
ایسے حال میں دین، دل سے رخصت ہو جاتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ دل سے دور ہو جاتی ہے۔
اسی کو کہا ہے

از تن و جان و عمتل و دین بگذر در رہ دین و دلے بدست آو
آن چہ نیل دل کہ وقت بیچا پیچ اندر و جب خدائے بود پیچ

(جسم جہاں داخل ہو دیں سے آگے بڑھ جا۔ وہی کی راہ میں چلتے والے حاصل کر۔ وصال
 کا فکھور و ترہلات کے وقت بھی اس میں سوائے خدا کے اور کچھ نہیں ہے)
 اے بھائی! یہی طرح خود کر لو کہ آن دل میں کس چیز کا قلبہ ہے۔ اگر دنیا کی طلب و محبت
 غالب ہے تو ہمیں دنیا داروں میں شمار کیا جائے گا اور اگر آخرت کی طلب و محبت غالب ہے تو آخرت
 داروں میں شمار کیا جائے گا اور اگر خداوند تعالیٰ کی محبت اور اس کی طلب کا قلبہ ہے تو انشوراءوں میں
 داخل کریں گے اور یہ مضمون اس حدیث کے مطابق ہے اللہ مع من احب (تجہ اس عالم میں تھے
 جس کے ساتھ محبت ہے اسی کے ساتھ مشرک و کافر یہاں پر شیعار و ہنکی عزت ہے اس کا ثبوت کے
 وقت ہی سے دیکھنے میں آجائے گا۔ جب دنیا کی طلب و محبت غالب ہوتی ہے تو دنیا کو اس کی ہوتی
 اور مٹیوں کے ساتھ موت کے وقت ساتھ لکھ کر لکھتے ہیں تاکہ دنیا کا یہ شیعاری اس کی ہوتی کی دیکھ
 کر سخت دشواری و سختی میں جان دے۔

اور جب آخرت کی طلب و محبت غالب ہوتی ہے تو آخرت کو اس کے تمام حسن و جمال و زیب و
 زینت کے ساتھ اس کے ساتھ لکھ کر لکھتے ہیں تاکہ اس کے دیکھنے سے ہزار راحت و آرام کے
 ساتھ جان دے اسی کو کہا ہے

ہر چہ در دنیا خیالت آن بود تا اید راہ و صالت آن بود
 زانکہ ہر چیزے کہ سوائے آخرت چوں بیروی نقد فرداے تو آنت

دنیا میں جس خیال کے ساتھ تو رہا ہے، مرنے کے بعد قیامت کے دن تک تیرے وصال کی راہ وہی
 رہیگی، اس لئے کہ ہر وہ چیز جس کا تو شیوائی رہا ہے، مرنے کے بعد قیامت کے دن وہی چیز تیرا یہ ہوگی
 اور جب خداوند تعالیٰ کی محبت اور اس کی طلب غالب ہوتی ہے تو درمیان سے پروردگار اٹھایا
 جاتا ہے تاکہ دوست کے مشاہدہ میں ایک جان کیا؟ سو جان بھی ہو تو ملک الموت کے واسطے کے
 بغیر دوست کے سپرد کریں ایسے کہ ملک الموت کو اس کی خبر بھی نہ ہو اسی کو کہا ہے
 در شوق تو عاشقاں چنناں جان بند کاغذ ملک الموت نغیب ہرگز
 (آپ کے اشتیاق میں عشاقوں جان دیتے ہیں کہ جہاں ملک الموت کی گذر ہی نہیں ہوتی)
 اور ساتوں آسمان میں یہ تدا بند ہوتی ہے کہ وصل الحبيب الی الحبيب دوست کا دوست
 سے وصل ہو گیا، طالب مطلوب سے مل گیا، سارے واسطے اٹھ گئے

چوں در آمد وصال را حالہ سرد شد گفتگو سے دلالہ :
 (جب وصال کا سرد سماں درست ہو گیا، تو درمیانی دلالہ کی گرامری سرد پڑ گئی)
 ایک درویش کا قصہ ہے کہ سکرات موت کے وقت ہنسنے لگے لوگوں نے کہا عجیب حال
 ہے مرنے کے وقت ہنستے ہیں۔ جواب میں کہا ہے

خوبرویاں چو پردہ برگسیرند عاشقان پیش شاں چنناں میرند
 (حسن والے جب رخ سے پردہ اٹھاتے ہیں تو عشاق اسکے آگے اسی طرح جان دیا کرتے ہیں)
 سچ کہا ہے جسٹس کہا ہے

رہبرست اول ارچہ یاد بود رسد آنجا کہ یاد باد بود :

(اگرچہ اول اول تیری رہبری محبوب کی یاد ہی سے ہوتی ہے، پھر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں یاد بھی ختم ہو جاتی)
 من لہ المولیٰ فله العکل مولیٰ جس کا ہو گیا سب کچھ اسی کی سلطنت و مملکت میں۔
 اے بھائی جب پیش لفظ ثابت ہو گیا تو اب یہ بھی جان لو کہ مومن، کافر، مخلص، منافق
 سب اس پر متفق ہیں کہ دنیا بڑی چیز ہے اور تمام فتنہ و بلاؤں کا سرچشمہ ہے۔ فرعون و نرود کو خدائی کا
 دعویٰ اسی دنیا کے سبب پیدا ہوا، بلعم باعور، اور برصیتا زاہد کی ہلاکت بھی اسی دنیا کی وجہ سے ہوئی
 آج اولاد آدم کی تمام خرابیوں کی جڑ یہی دنیا ہے۔ اللہ کی رحمت اسکی جان پر ہو جو جسٹس کہا ہے

تا ترا اندرین سر لے خراب شکم از نان پرست و پشت از آب

پائے کہ برتہی بہ بام و شکم باو کے در کشی ز جام ملک

دکب تک اس ویران کدہ دنیا میں روٹی سے پیٹا اور پانی سے پیٹھ بھرتے رہو گے، اگر یہی حال رہا تو
 آسمان کے بالا خانہ پر تم کب قدم رکھ سکو گے اور فرشتوں کے ہاتھ سے شراب ناپ کے جام کیسے پی سکو گے
 اسی مقام پر ایک بزرگ نے کہا ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھے کہے کہ دنیا قبول کرو ورنہ تمہاری
 جگہ دوزخ ہوگی تو میں دوزخ قبول کروں مگر دنیا نہیں اسی سے سمجھ لو کہ دنیا کس درجہ بڑی چیز ہے۔
 نقل ہے کہ ایک فقیر صاحب تبرید مسجد میں رہا کرتے تھے جب ان کے انتقال کا وقت آیا
 جسم پر جو کپڑا تھا وہ بالکل پارا پارا تھا اسے بھی جسم سے اتار کر الگ کرتے لگے لوگوں نے کہا یہ آپ کیا
 کر رہے ہیں انہوں نے کہا، میں چاہتا ہوں کہ جس حال میں آیا ہوں ویسا ہی یہاں سے جاؤں۔ یہی وہ راز
 ہے جو کہا ہے

جملہ در بازو فرو کن پائے راست گزغن را بیچ نگذاری رواست

(سب کچھ ٹٹا ہے یہاں تک کہ تیرا پاؤں برہنہ ہو جاوے۔ مگر کفن کیلئے بھی کچھ نہ چھوڑ تو یہ بہتر ہے) نقل ہے کہ جب جناب آدم علیہ السلام نے بہشت میں شجر ممنوعہ یعنی گیہوں کے کچھ دانے کھائے تو حاجت کی خلش پیدا ہوئی اور دوسرا تلاش کرنا شروع کیا کہ کوئی ایسی جگہ ملے جہاں فراغت کیسے نڈا ہوئی اسے آدم بہشت اس کی جگہ نہیں اسکے لئے دنیا میں بلانا ہوگا وہاں جا کر اس فائدہ کو نکالنے اسی بنا پر بزرگوں نے کہا ہے الدنيا كخيف آدم یعنی آدم کا پائٹا ہے۔ کفن پائٹا کو کہتے ہیں۔

اے بھائی! دنیا کی حیثیت جب پائٹا کی ہے تو پائٹا نہ سے نعمت، لذت، راحت و ذوق کے کیا معنی؟ اور اس کا اشارہ اسی جانب ہے کہ مومن کو چاہئے دنیا میں ایسے رہے جسے بیت القلاؤ میں وقت گزارنا ہے یعنی ضرورت کی مقدار میں وہ بھی ناخوشی، نفرت و کراہت کے ساتھ رغبت و خوشی کے ساتھ کوئی بھی نہیں رہتا جب ساری دنیا کا یہی حال ہے جیسا کہ تم نے سنا تو کسی کو اس سے کیا فائدہ پہونچا اور پہونچنے کا جو دین کو چھوڑ کر دنیا اختیار کرے۔ اور دین و دنیا دونوں کا ایک جگہ جمع ہونا بھی محال ہے۔

تا بودایں جہاں نباشدت آن تا تو باشی نباشدت بزرگاں!!

(جب تک تو دنیا سے وابستہ ہے دین سے بے تعلق ہے، جب تک تو دنیا جو دلتی ہے اور شریعت کو دوری بزرگوں کا قول ہے کہ دنیا کی قیمت ایک دانگ ہے۔ دانگ چاندی کا سکہ ۶ رتی وزن کا اس میں سے نصف دانگ قارون کو مل گیا۔ اور دوسرا نصف سائے عالم میں تقسیم ہوا۔ اب اسی سے حساب کر لو کہ ایک شخص کے حصہ میں کتنی دنیا آئے گی؟

اے بھائی! واقعہ بہت سخت اور بڑے مشکل کی گھڑی ہے جس میں ہم لوگ ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی کافر طیب کسی کو کہے کہ فلاں چیز تمہارے لئے مضر ہے نہ کھاؤ تو اسی وقت پر ہیز کر لیتے اور نہیں کھاتے، مگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبراں علیہم السلام آئے اور سب سے ہی کہا حب الدنيا رأس كل خطية۔ دنیا کی محبت تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ لیکن ہم میں سے کسی نے بھی اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی تو یہ ایسا ہوا کہ گویا ایک کافر طیب کے قول پر یقین محکم ہے مگر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قول پر یقین کامل نہیں تو ایسے حال میں ایمان کہاں رہا، اس پر یہ گمان کہ ہم اہل ایمان ہیں۔

خواب میں دیکھ کر مروجہ مسلم حاصل خواہر کسی نیک نواز قسمت
 (حیدرآباد میں ایک ایسی ہی کہہ سکتے ہیں جو کہ حضرت کی ساری پوری ہر اقد کے لیے ہیں)
 سبحان اللہ! کہ ہے اس کی ذات! یہ کیا وقت ہے جس کا حال ایسی تہیے سنبھال
 حال ہم لیلہ نگاہوں کا ہے۔ یہ وہی تہیے جس کے لیے میں یہ خواہر علی اللہ علیہ وسلم نے
 اور فرمایا ہے: *سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُصَلُونَ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمْ مَلِكٌ*
 اس حدیث کے ظہری معنی میں کہ لوگوں پر ایک نیک نواز آئے گا کہ لوگ مسجدوں میں نماز تو پڑھیں گے
 لیکن اس کے واسطے میں ایک ہی سلطان ہوگا۔ حدیث: *يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُصَلُونَ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمْ مَلِكٌ*
 تو ہم لوگوں کو بیرون پر خاک ڈالنی چاہئے اور اپنا لقب کرنا چاہئے۔ وہ یہ شعر سنو سیدے خسرو
 نے اسی اعتبار سے کہا ہے: *اُنْ كِي هَانِ بِرِائِدِ كِي دَمْتِ بُو سَ*

خلق گوشت دم پر روزگار تہیے تہیے *دَمْتِ خَسْرُو كَرِ اِي مَلِكِ كَرِ نَدَانِ*
 (لوگ جو کہتے ہیں اے رست پرست ہمارا نذر بندھ لے اے خسرو کہہ تم میں وہ کہی ملک جو نذر نہیں ہے)
 اس مقام میں ہاتھ، قلم، کاتب، کاغذ، حب، صاف ہو عاجز ہیں، لیکن مکتوب ختم کر کے پیکر پہلے
 آئینہ کی راہ نکالی جائے کہ تاکہ تا آئینہ ہی جائز نہیں اور وہ یہ کہ حدیث شریف ہے: *حَبُّ الدُّنْيَا*
بِرَأْسِ كُلِّ خَطِيئَةٍ یعنی ارشاد ہے دنیا کی محبت ساری برائیوں کی جڑ ہے یہ نہیں فرمایا گیا
 ہے کہ دنیا کی ملکیت برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ اور محبت کی جگہ دل ہے ہاتھ نہیں تو اگر کسی کی
 ملکیت میں سدا جہان ہو مگر اس کی محبت اس کے دل میں نہ ہو اور طاعت و عبادت، حسنات
 و خیرات میں شروع شریف کی نو سے اسے خرچ کرنا ہے شہوت و لذت و خواہشات نفس کیلئے
 نہیں کرتا تو اس میں کوئی خوت نہیں ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے اے سارے عالم کی ملکیت مغرب سے مشرق
 تک جزیرہ ہندوستان علیہ السلام کو تھی جب اس کی محبت ان کے دل میں نہیں تھی تو انھیں اس کے
 کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اور اس حال کے صحیح ہوتے کی ظلمت یہ ہے کہ اس کے نزدیک دنیا کا
 ہونا اور نہ ہونا دونوں یکساں ہونے دنیا کے ہونے اور اس کے پاس رہنے میں اُسے خوشی ہو۔ اور دنیا
 کے نہ ہوتے اور اس کے ضائع ہو جانے سے اُسے خوشی ہو۔ اور یہ بہت بڑا کام ہے ہر شخص
 کے لئے آسان نہیں۔ کہتے بادشاہوں کو یہ دولت نصیب ہوئی ہے اور کس میں یہ قوت رکھی گئی ہے۔
 یہی وہ راز ہے جسے کہا ہے *بُو سَ*

مہرم دولت خود پر سکر باد سیما نکند بر خیزے
 (ہر دولت مند دولت کا اہل نہیں ہوتا۔ صبی کا باد پر گرجا نہیں اٹھا سکتا)
 ایسے بھائی! اپنے ہاتھ، زبان، قلم، کاغذ اور اعمال تمام پختہ سے لکھوں کے حلالی کو دولت
 پر پونجا کے کمانوں کو۔ اور ہمیشہ اُردو کو کوئی اور کچھ دوسری دولت اپنا لگا تو اس کو بھی جیسا کہ کہا ہے
 ملک دست شہادت ہی نہ ہند منت اور جہانے ہی نہ ہند
 (ملک دنیا ہی ایک چرواہے کے ہاتھ میں رہتا ہے اور اس کے ہاتھ کو اس کا ہتھیار ہے)
 والسلام
 خاکد شرف میری

مکتوب ۱۱

عشق و محبت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یاد ہم عزیز شہنا عمر! مخصوص بی دعا
 اے بھائی! میں طرح ظاہر میں نازندہ فرنی چہا ہی طرح باطن میں عشق و محبت فرنی
 ہے اور عشق و محبت کی تمیہ اس کا بایہ درد و غم ہے
 دم در کشم و جلا غمت نوش کنم تاکہ پس من بکس نماند غم تو!
 (ایک ماہ کی کہی اور آپ کا سلام غم کو نشت جانے تک میرے لیے آپ کا غم اہی کے لئے باقی نہ رہ جائے)
 وہ جو تم نے سنا ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الحزن و دائم الفکر
 یعنی آپ ہمیشہ اندر کیوں اور ستمل فکر نہ رہتے تھے، وہ یہی ہے
 گداے بد شہادت و خوشی دو میبارد نہ بے اوستوں یوں نہ با اوستوں گھن
 (ایک بھائی اپنی دیری سے ہوش کے عشق میں جلا بولیا مشکل ہو سکتا تو اس کا ہمیشہ ہر کتاب اور ہر کتاب کو
 جلا کتاب ہے)

اے بھائی! عشق بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے اسی معنی میں عشق کو فرضِ راہ قرار دیا ہے یہ
مان لو اور سمجھ لو کہ زندگی عشق ہی سے ہے گر عشق نہیں تو موت ہے۔ ۷

مجنون عشق را در گرام و زحالت است کا سلام دین لیلی و دیگر فضالت است
سعدی بشوی لوح دل از غیر نقش دوست علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

(عشق کے مجنون کی آج حالت ہی دوسری ہے۔ لیلی کا دین ہی اسکے لئے اسلام ہے باقی سب گمراہی ہے
اے سعدی، دل کے تختہ پر محبوب کے نقش کے بولنے نقوش ہیں سب گمراہی، ایسا علم جو حق تعالیٰ کے راہ کی رہبری
نہ کرے وہ جہالت ہے)

کہا گیا ہے کہ عاشقوں کی دوزخ خداوند تعالیٰ کا عشق ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ
جو دل جتنا زیادہ سوختہ ہے اتنا ہی زیادہ عزیز ہے۔ ۷

خاکے از مردم بماند در جہاں و ز وجود عاشقان خاکستری ۷

(اس دنیا میں آدمی کے مرنے کے بعد خاک رہ جاتی ہے۔ لیکن عشاق کے وجود ہی جہاں میں خاکستر کا ڈھیر ہے)

اسی کو کہا گیا ہے العشق هو الطريق والروية، هو الجنة والفراق هو النار والعذاب
(عشق راہ ہے، محبوب کا دیدار جنت ہے، اور جدائی یعنی دیدار سے محرومی ہی دوزخ اور دوزخ کا عذاب)

پیرغامبراں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث سونا چاندی نہیں ان کی جو دولت تھی وہ ان دل جلاں
تک پہنچ گئی اور یہ سوختہ دل ان اپنی اس سوختگی و سوز و گداز پر نازاں ہیں۔ قطعہ ۷

گر عشق ہی مونس ہم خانہ ماست غمہا ہمہ یک جرمہ پیمانہ ماست
از عقل فرگذر کہ در عالم عشق آن نیز عن سلام دل دیوانہ ماست

(اگر عشق ہمارا مونس و ہمناز ہے تو سارے جہاں کا غم ہمارے پیمانہ کا ایک گھونٹ ہے۔ عقل و خرد سے آگے بڑھ جا۔
کیونکہ عشق کی دنیا میں عقل و خرد بھی ہمارے دیوانے دل کا غلام ہے)

کہتے ہیں عشق آگ ہے یہ جہاں پہنچتی ہے سب کچھ جلا ڈالتی ہے اور عاشقوں کا دل سجا ہوا
آتش کدہ ہے۔ اگر اس آتش کدہ کی ایک چنگاری باہر آجائے تو دونوں جہاں جل بھین کر خاکستر ہو جائے
یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ ۷

بیش عاشق را مایمت رویت سو خلت او تا قیامت رویت
ہر کہ او یکبار نہ صد بار سوخت چوں تو آن از بہر او آتش فروخت

(کسی عاشق کے لئے طامت روا نہیں، اس کے جلنے کے لئے قیامت کا آئینہ زردی نہیں، جو ایک بار نہیں سو بار جل چکا ایسے سوختے کے لئے آگ دہکاتے کی ضرورت ہی کیا ہے)
 کہا گیا ہے سارے جہاں کو عذاب دوزخ کی آگ سے ہوگا اور دوزخ کی آگ کو عذاب مجاہد خدا کے دل کی آگ سے کیا جائے گا۔ اور یہ اس مقام کی بات ہے جو ایک بزرگ نے اپنے حالتِ سُکر کی مناجات میں کہی۔ الہی بیکم خود مرا بگذار کہ درد دوزخ گذر کنم تا ہر بیگانگی خلاص یا بند۔
 اے میرے اللہ تو اپنے کرم سے مجھے اجازت دے کہ میں دوزخ میں جاؤں تاکہ تیرے بیگانوں کیلئے وہاں بھی ٹھکانا باقی نہ رہے) ایک عزیز نے کہا ہے۔

لاجرم دیوانہ را گر چہ خطاست ہر چہ میگوید بگستاخی رواست
 خیر و شر چوں جملہ آئینا میبود گفت دیوانہ زیبای رود
 (یقیناً دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں، لیکن گستاخی میں وہ جو کہہ جاتا ہے جائز ہے عجب نیکی و بری سب اسی کی جانب سے ہے تو دیوانہ کی باتیں بھی پسندیدہ اور اچھی ہوتی ہیں)

اگر دنیا کے سارے دریاؤں کا پانی ان کے باطن کی آگ پر ڈال دیا جائے تو ان دریاؤں کا تمام پانی آگ بن جائے۔ عالم ظاہر کی تمام آگ کو ان کے باطن کی آگ کا ایندھن بنا دیا اسی کو کہا ہے۔
 ہر کہ اودر عشق چوں آتش نشد غیش اور عشق ہرگز خوش نشد
 (جو شخص عشق میں آگ ہی آگ نہ ہو گیا ہو، تو عشق میں، عشق کے آرام و تسلیش اسے کبھی نصیب نہ ہوگی)
 کہتے ہیں کہ ایک بزرگ عالم سکر یعنی عشق کے نشہ میں کہہ رہے تھے کہ کل قیامت کے دن دوزخ کے در پر کھڑا ہو جاؤں گا اور ایک ایک کو نکال کر بہشت میں بھیج دوں گا اسی معنی کو کہا ہے۔
 اے الہی چوں شود شر آشکار برب دوزخ خوشی گسیم قرار
 پس بدست آرم کئے خنجر ز نور حنلق را میرا تم از دوزخ بدور
 تا ز دوزخ سرسیرا میں شوند در بہشت جاوداں ساکن شوند

(اے میرے اللہ جب قیامت قائم ہو تو میں دوزخ کے دروازہ پر خوش و خرم کھڑا ہو جاؤں۔ پھر تو ایک خنجر نیک لوگوں کو دوزخ سے نکال کر بھگا دوں تاکہ لوگ دوزخ سے مامون ہو کر ہمیشہ جنت میں سکون سے رہیں)
 اے بھائی! اگر ہو سکے تو عشق و محبت کے آگ کی ایک چنگاری آج حاصل کر لو تاکہ یہی سوز اور عشق و محبت کی صفیتیں تمہارے سقا قبر میں جائیں۔ یومر لا ینفع مال ولا بنون الا من

الحی اللہ بقلب سلیم (جس دن مال و اولاد کوئی نفع نہ پہنچائیگی مگر وہی قلب سلیم : جو اللہ کے پاس لے کر جائے گا)۔

گر گور برم از سر گیسوے تو تارے تا سایہ کند بر سر من روز قیامت
(آپ کے گیسو کے چند تار قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے دن وہی مرے سر پر سایہ نکلن جو)
اور یہ اسی وقت ہتھیں میرے ہوگا کہ جب تم اپنے دل کو ما سوا اللہ کی محبت سے پاک کر لو۔ اور جو کچھ ہے یعنی اللہ اسی کے ساتھ رہو۔ اگر بہشت ہی اپنے ناز و نعمت کے سٹھ سامنے کیوں نہ آئے۔

مصرعہ - یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست (گھر میں سلمان دنیا ہی بے یاد دوست کی یاد)
تم نے سنا ہوگا جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل مبارک ایک ذرا سا بے زادہ (سختی) کی جانب مائل ہوا، خواب میں دیکھا حکم ہوتا ہے بیٹے کو شربان کر دو۔ اور جب بیٹے کی محبت دل سے نکال دی، فرمان ہوا مجھے اس بیٹے نے معصوم بے گناہ کی گردن کاٹنے کا شوق نہیں بلکہ میرا ارادہ تو آپ کے دل سے غیر کی محبت منقطع کرتا تھا۔ اب جب کہ آپ کا دل اپنی نگاہ آگیا تو بیٹے کو اب چھوڑ دیکھنے سے روزاں و شبیاں شستہ ام در کارت با سبر کہ بازی شکتم با زارت

(میں تو رات دن تیری کار سازی میں لگا ہوا ہوں اگر تو میرے سوا کسی اور سے ساز باز رکھے گا تو تیری ساکھ ختم کر دوں گا) — ہر وہ دل کہ جس میں اللہ کے سوا غیر کا گزر و بسر ہو وہ دل ویران ہے اور ویران گھر جب ہمارے تمہارے ٹہرنے کے لائق نہیں ہوتا تو حق سبحانہ تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے ؟ پلید قدموں سے ہم بادشاہوں کے فرش پر نہیں چلتے تو پلید گندہ دل لیکر حق تعالیٰ سے کیسے قریب ہو سکتے ہیں۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی افعالکم ولا ینظر الی قلوبکم و نیا تکم (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے)۔ اس کی بارگاہ میں صورت و اعمال نہیں دیکھے جاتے بلکہ وہ لطیف جسے دل کہتے ہیں وہ دیکھا جاتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے

نیت کن ہر چہ راہ و راے بود تا دلست خانہ خداے بود

(اپنی رائے اور اپنی راہ سب نیت کر دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے)

کہا گیا ہے کہ جب کوئی شخص طریقت سے آشنا ہو جاتا ہے تو اس کی ظاہری خوشنما پوشاک عبا کی جگہ ہو جاتی ہے۔

مراد اہل طریقت لباس ظاہریت کمر بنی خدمت سلطان بہ بند و صوفی باش

(اہل طریقت کی مڑو لباس ظاہر سے نہیں ہے بادشاہ کی خدمت کیلئے کمر باندھ لو اور صوفی بن جاؤ)
 یعتین کرہ! کہ آدمی کے دل کا آج جس تیز کے ساتھ لگاؤ ہے موت کے بعد وہی چیز اسکے
 آگے آئے گی چنانچہ اگر کسی کا دل دنیا میں لگا ہوا تھا اور اس کا مطلوب و مقصود دنیا ہی تھا تو موت کے
 بعد دنیا کو مکر وہ صورت میں اس کے سامنے لاکھڑا کریں گے اور اگر کسی کا دل حور و قصور، شراب و
 میں لگا ہوا تھا تو بہشت کو آراستہ کر کے اس کے سامنے لائیں گے اور اگر کسی کا دل یہاں اللہ تعالیٰ
 سے وابستہ اور متعلق رہا ہے اور اس کا مقصود و مطلوب حق سبحانہ تعالیٰ ہی تھا تو موت کے بعد
 اللہ تعالیٰ اور بند کے درمیان جو حجاب ہے وہ اٹھا دیں گے اور جمال باکمال حق سبحانہ تعالیٰ کی تجلی
 اس پر ہوگی۔ دین مارے جمال آں بت جانانہ ایت کفر ما از ابرو و زلف سپیکانہ ایت
 از جمال خدو خالش عقل مادیوانہ ایت و شراب عشقش این ہر دو یکے پیمانہ ایت
 روح ماچوں آن تست قلب ما بختیاریت ہر کر املت نہ اینست اوز ما بیکاریت

دہ چار دین اس محبوب معشوق کے رخ کا جمال ہے۔ اور ہمارا لہ اُس کی سیاہ بھویں اور معشوقانہ کالی زلف ہے۔
 اس کے خدیو جمال کے سن سے ہماری عقل دیوانہ ہے اور یہ خدیو جمال دونوں ہی اس کے عشق کی شراب کا پیمانہ ہے
 جبکہ ہماری روح و جان و تہیبت ہے تو ہمارا دل بھی ہمارا بت خانہ ہے۔ جس کا یہ دین نہیں وہ ہم سے بیگانہ ہے
 یہ اشعار اور اس جیسے اور دوسرے اشعار ان دیوانوں کے دل کے نوحے ہیں، غافلوں اور
 عاقلوں کو تو یہ دیوانوں کی بڑا اور بہتر لہایت ہی معلوم ہوں گے۔ مگر جسے ان دیوانوں کے عالم دیوانگی
 سے حسرت ملے وہی اس کے لطف و مہر سے کو جانتے ہیں۔ چنانچہ کہا ہے۔

ہر کر ازیں ذرہ آتش باشدت نوحہ دیوانگان خوش باشدت
 زانکہ کار جملہ شاں دلدادہ گیت سرنگوں ساری و کار افتادگی است
 (جس کی کو اس آگ کی ایک چیتکاری ہی مل گئی ہے ان دیوانوں کے اس نوحہ میں اسے ذوق بلہات
 یہ اس لئے کہ ان کا کام ہی دل فدا کرنا ہے اور خود رسوا و خوار ہونا ہے۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم سابق بالخیرات ما اس
 آیت کریمہ کی تفسیر میں آدمیوں کی تین قسم بتائی گئی ہے۔ کہا گیا ہے۔ ایک ظالم یعنی گنہگار، دوسرے
 مقصد و بیان۔ تیسرے سابق بالخیرات۔ اس تیسرے قسم کے لوگ درجہ میں بڑے اور سب آگے ہیں۔

اپنی جان پر ظلم کرتے والے وہ لوگ ہیں جو خدا کی عبادت تو کرتے ہیں لیکن ان کا مقصود و مطلوب دنیا ہوتا ہے۔ اور درمیانی درجہ کے وہ لوگ ہیں جو خدا کی عبادت حور و قصور کی طلب و مقصد سے کرتے ہیں۔ تیسرے قسم کے وہ لوگ سابق بالخیرات، درجہ میں سب آگے اور بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ وہ جو خدا کی عبادت کرتے ہیں ان کا مقصود و مطلوب ذات پاک حق سبحانہ ہی ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ وہ جو تم نے سنا ہے کہ مردانِ خدا اور ہی لوگ ہوتے ہیں اور مردانِ خدا کا دین بھی دوسرا ہی ہوتا ہے۔ حبس کہا ہے خوب کہا ہے۔ سے رباعی۔

عالم شہ را و خسرو و خاتان را تسبیح فرشتہ را و صفایان را
دوزخ بد را بہشت مرزبان را جانان مارا و حبان من جانان را
(جہاں بادشاہ کے لئے اور خسرو و خاتان کیلئے، تسبیح فرشتوں کے لئے صفایان کے لئے۔
دوزخ بڑوں کے لئے بہشت نیکوں کے لئے۔ معشوق ہمارے لئے اور ہماری جان معشوق کیلئے)

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۲

وصول الی اللہ، اللہ تک رسائی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درویش عزیز شیخ عمر! شرف منیری کی جانب سے سلام و دعا و مطالعہ کریں۔
اے بھائی! بزرگوں کا قول ہے خدا تک پہنچنا بہت آسان اور بہت مشکل ہے۔ اگر کوئی دنیا کی محبت ترک کرے اور اپنے کھانے پہننے کا غم، بیوی بال بچوں کے کھانے پیرے کا غم دل سے نکال دے اور اس طلب میں اُسے صدق و خلوص بھی بدرجہ کمال حاصل ہو۔ ایسے شخص کیلئے خدا تک پہنچنا آسان ہے۔
یہ شعر اسی معنی میں ہے عاشق جاں سوز خواہد سوز عشق روز محشر شب شود در روز عشق!
عشق بر معشوق چشم افکند است بعد ازاں از بے دلی جاں دادن است

(ہاں کو بھی میں جو کئے والا عاشق سوز عشق کا طلبگار ہے اسکے عشق کے آفتاب کے تابش کے آگے
قیامت کا پتلا ہوا ہے۔ رات بن جائے۔ معشوق پر نگاہ ڈھانڈی عشق ہے، پھول کی باری ہار
جلتے کے بعد جان کی بازی ہار جانا ہے)
اور جس کسی کے دل میں دنیا کی محبت گھر کر گئی ہو، اور اسے کھانے پکڑے کا غم لگا ہوا ہو
طلب میں صدق و اخلاص بھی قابل نہ ہو تو ایسے شخص کیلئے خدا تک پہنچنا مشکل اور بہت مشکل ہے
اسی کو کہا ہے

مصلحت اندیش نبود مرد عشق بے سترا ری خواہد از تو دورد عشق
عاشقان را نیست با اندیشہ کار مصلحت اندیشہ باشد پیشہ کار
(عشق کے مرد مصلحت اندیش نہیں ہوتے، عشق کا درد تم سے بے تابی کا تقاضہ کرتا ہے۔
عاشقوں کو سوچ و فکر سے کیا کام، مصلحت ملحوظ رکھنے والے روزگار پیشہ ہوا کرتے ہیں)
ایک بزرگ کے پاس ہر روز صبح صبح شیطان آیا کرتا اور کہتا آج کھاؤ گے کیا؟ وہ کہتے موت
کا جام پی لوں گا۔ اور جب یہ کہتا کیا پیو گے؟ تو کہتے کفن پہنوں گا۔ اور جب یہ کہتا رہو گے کہاں؟
جواب دیتے قبر میں رہوں گا۔ آخر نا اُمید ہو کر واپس ہو جاتا۔ اسی کو کہا ہے

میںدیشی ازین حدیث در پوش کفن مردانہ دو دست خویشی آنگاہ بزن
(اس کی باتوں کو مت سوچ کفن پہن لے۔ اور مردانہ وار دونوں ہاتھوں سے اسے ملانچہ لگا)
حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب کو چاہئے کہ اپنے کھانے کا سامان موت کے پیالے کو جائے،
اپنی پوشاک کفن کو مان لے، اور اپنی فرار گاہ قبر کو سمجھ لے تاکہ اپنے اصل کام کا غم کھاسکے اور مسلسل
حق سبحانہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول ہو سکے جب ایسا ہو جائیگا تو اور کوئی دوسرا غم اسکے دل
کو خراب نہ کر سکے گا۔ اور جس دل میں دوسرے کے غم نے گھر کر لیا ہو وہ دل تباہ و برباد ہے
لیس علی الخراب خراج (بہتر زمین شاہی خراج کے لائق نہیں ہوتی)

کہا گیا ہے کہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے
اور توبہ کی، مرید ہوئے۔ گھر آئے پہلے دن دنیا ترک کر دی دوسرے روز عقبی، تیسرے دن
خدا تک پہنچ گئے۔ چوتھے دن کسی نے پوچھا، خدا تک کب پہنچے؟ فرمایا گذشتہ
کل کے دن۔ پھر سوال کیا کیسے؟ کہا پہلے دن جب میں نے توبہ کی تو اپنے سر سے دنیا کا خیال

نکال دیا۔ دوسرے دن اپنے سر سے آخرت کو بھی نکال دیا۔ اس کے بعد کوئی حجاب باقی نہیں رہا۔
کل کے دن خدا تک رسائی ہو گئی۔ اسی کو کہا ہے

تا بود یک ذره ہستی در میاں بر کناری از صفات صوفیاں

تا بود یک ذره ہستی بجائے کفر با شد گر نہم در عشق پائے

(جب تک کسی کے ہستی کا ایک ذرہ بھی باقی ہے وہ صوفیوں کی صفات سے بہت دور ہے۔

جب تک اپنے وجود کا ایک ذرہ بھی دل میں ہے۔ اس حال میں اگر عشق میں قدم رکھوں تو وہ کفر ہے)

اے بھائی! جس دل میں یہ درد اور یہ طلب داخل ہوا، اس دل سے ہر قسم کے درد اور

ہر طرح کی خواہشیں رخصت ہو جاتی ہیں تو لازماً قلب المؤمن بیت اللہ۔ (مومن کا دل اللہ کا گھر

بن جاتا ہے) شرک کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ منسردہ: آنجا کہ سلطان خیمہ زد غوغا مانند عمارا

(جہاں بادشاہ کا خیمہ لگتا ہے وہاں عوام کا شور و ہنگامہ بند ہو جاتا ہے) ان الملوك اذا دخلوا قرية

افسدوها وجعلوا اعزاة اهلها اذلة۔ (بادشاہ جب کسی قریہ میں داخل ہوتا ہے تو اسے درہم برہم

کر دیتا ہے اور وہاں کے عزت داروں کو ذلیل و خوار کرتا ہے) ایسے ہی اہل طلب کو یہ شعر کہنے کا حق حاصل ہے۔

محراب جہاں جمال رخسارہ ماست سلطان جہاں درد دل بیچارہ ماست

(عالم کا بالاخانہ ہمارے رخسار کا حسن ہے۔ سائے جہاں کا بادشاہ ہمارے غیب میں ہے)

لیکن دیکھئے — کس خوش قسمت دل میں یہ درد طلب جاگزیں ہوتا ہے۔ خواجہ عطار فرماتے ہیں

ذره درد درد دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

کفر کا فرادیں دیندار را ذرہ درد دست دل عطار را

(حق تعالیٰ کی طلب کا درد اگر ایک ذرہ برابر تیرے دل سے ہو تو یہ تیری پونجی دونوں جہاں کے سرمایہ سے بہتر ہے۔

کفر کافروں کو، دین دینداروں کو، عطار کے دل کو تو اپنے درد کا ایک ذرہ ہی دے دے)

اور اسی کو کسی نے کہا ہے۔

صوفی شوم و حشر کہم فیروزہ فرسے سازم درد ترا ہر روزہ

زنبیل بدست دل دیوانہ ہم تا از در تو درد کند درویشہ

رمضانی بن جاؤں فیروزی خرقہ پہن لوں اور روزانہ آپ کے درد کا ویزہ کیا کروں۔ اس

دیوانے دل کے ہاتھ میں بھیک کا تو بڑا پیدوں تاکہ آپ کے دروازے سے درد کی بھیک مانگ کر لایا کرے)

اے بھائی! اقبال مندوں کے لئے سعادت کے سائے سناٹا و اسباب وجود ہوتے ہیں اور تمام بدبختوں کے لئے شقاوت (بدبختی) کے اسباب و شرائط موجود ہوتے ہیں۔ اقبال والوں کی راہ میں ایک تنگنا بھی حاصل نہیں ہوتا اور اویار والوں کی راہ میں سیکڑوں پہاڑ اکٹھے ہوتے ہیں۔ کیا کہا جاسکتا ہے؟ کل میس لما خلق لہ۔ (جو جس کام کے لئے پیدا ہوا ہے وہی کام اسکے لئے آسان ہوتا ہے) اگر کوئی کہے دو یوں ہی بندہ ہونے میں باہر میں۔ پھر پسترق کہاں سے پیدا ہوا؟ بتاؤ۔ اس بار میں غلاب کے علوم، عقلا کی عقلیں تم ہیں تو جواب کون سے سے بیرون زحمی اے پر حسیت بگو واقف شدہ ہر کار جہاں کیست بگو

(اے عزیز! بتاؤ اس تھیہ! اچھے سے باہر کیا۔ و انکے کارخانہ نام سے آگاہ کون ہے؟) وہ خوب جانتا ہے کہ سعادت کس کے نصیب میں ہے اور عاقبت کس کے اندر ہے۔ اللہ اعلم

حیث یجعل رسالتہ۔

بادم نکتہ در غلط شماری کہ کن۔ جو سے نکتہ در اختیار کی کہ کن۔

(میری سانس کی کوئی غلط شماری نہیں کی جاتی۔ اور کوئی ظلم نہیں کیا، بعد نصیحت بھی دی جاتی ہے) یہی وہ خواجہ فضیل عیاض ہیں جو رازداری میں مشغول رہا کرتے، خطاب ہوتا ہے۔ اے فضیل! تم یہاں آ جاؤ کیونکہ تم میرے خاصان میں سے ہو۔ بلعم باخویر جو سو سال سے عبادت کا منہ لگا چکا ہے بیٹھا تھا اُسے حکم ہوتا ہے میرے سامنے سے دوڑو جو جا۔ کیونکہ وزیر ارشد ہوا ہے اور حسرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو بت کے سامنے پکڑا لاتا ہے اور سو ہزار دولت و نعمت ان کے دست پر نثار کر دیتا ہے معالی الملکوت کو سات سو ہزار سال سے ان کے دیوہ معتکف تھا وہاں سے نکال کر راند ڈرگا کر دیتا ہے ان علیک لعنتی (تجھ پر میری لعنت) کا داغ اس کی پیشانی پر لگا دیا جاتا ہے کس کا کبھی ہے جو وہ کہے ایسا کیوں اور ویسا کیوں نہیں مدت ہوئی ڈنکا پیٹ دیا گیا فعال لعا میرید (جو چاہتا ہے گزرتا ہے) کی ہر سکوت سارے جہاں کے منہ پر لگا دی گئی ہے۔

اسی کو کہتا ہے

ایں شہ پر ہست من دران خود میرم تا خود ز تم و خود کشم و خود گسیم
 (میرا اپنا مالک میں اس مالک کا مالک مطلق ہوں، میں خود وار کرتا ہوں خود قاتل ہوں اور خود گرفتار بھی کرتا ہوں)
 لانه مالک المطلق فله التصرف المطلق جب وہ مالک مطلق ہو تو اس وقت کا حق بھی وہ اپنا

اسی کو ہے۔

مزن دم چوں نہ در خورد این راز تن اندر ده و تو هم با وقت می ساز
قبائے راز بر بالائے جاں نیست کہ جاں را از چستیں رازے نشان نیست
دریں دریاست در ہائے نہانی! کہ می داند بگو تا تو بدانی !!
(دیکھو ساکت رہو، جب تم اس راز کے لائق نہیں ہو، پس خود کو ڈال دو اور وقت کے ساتھ گزارا
کرتے رہو۔ اسرار کی قباجان کے اوپر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ وہ راز ہے کہ خود جان کو بھی اس کی خبر نہیں
اس سمندر میں پوشیدہ موتیوں کا انبار ہے۔ بتاؤ! اسے کون جانتا ہے جو تم جان لو گے)
ہاں تو اس پر اعتقاد رکھو اور بندگی کرتے رہو کیونکہ بندہ کے لئے سرکاری محال ہے
یہی وہ راز ہے جو کہا ہے

بندہ آن بہتر کہ بر فرماں رود کز خداوند آنچه خواہد آن رود
(بہترین بندہ وہ ہے جو اس کے احکام پر چلتا رہے اور اپنے مالک کے تقاضے کو پورا کرتا رہے)
خواجہ عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ قیاس کرے کہ اس ذریعے
اس راہ کی کچھ چیز اس پر کھل جائے گی یا یہ کہاں کرے کہ مجاہدہ و بندگی کو لازم کر لینے سے عالم اسرار
سے کچھ اس پر منکشف ہو جائے گا تو وہ غلطی پر ہے۔ ویسا ہی ہے

جاں ہانکہ وصل او بدستان ندہند شیراز قدح شرع بستان ندہند
آبجا کہ بہم باوع بنوشند مرداں یک جرعه ازاں بخود پرستان ندہند
(جان پر کھیل جا کہ وصل جاننازوں کے سوا ہوشیاروں کو نہیں دیتے ہیں۔ شرع کے جام سے ستوں کو دودھ
نہیں پلاتے ہیں مردان راہ اکٹھے ہو کر جہاں عشق کی شرب پیتے ہیں اس مہمانہ سے ایک پلو بھی خود پر تنوں کو نہیں دیتے
خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی نقل ہے اپنے فرمایا کوئی شخص اس وقت تک مردونکے
درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک یہ چھ گھاٹیاں طے نہ کر لے اول یہ کہ آسان طلبی کا دروازہ اپنے
اوپر بند کر لے اور سختی و مشقت کا دروازہ کھول لے۔ دوسرے عزت کا دروازہ خود پر بند کر لے اور
ذلت و رسوائی کا در کھول لے۔ تیسرے آرام و آسائش کا در خود پر بند کر لے اور غم و رنج کا در
کھول لے، چوتھے نیند خود پر حرام کرے اور ہمیشہ بیدار رہے، پانچویں دولت مندی کا در اپنے
اوپر بند کر لے فقر کا دروازہ کھول لے۔ چھٹے زسیت کی امید کا دروازہ بند کر لے اور ہمیشہ موت

آبادہ دستدر ہے۔ اسی راز کو کسی نے کہا ہے۔

جلنے دارم کہ بار عشق کو کشد تاورد سہ کارت نشود مگر زیم
 (میں وہ جان رکھتا ہوں کہ جو آپ کے عشق کا بار اٹھاتا ہے۔ جب تک یہ جان آپ کا کام نہ آجائے اس وقت تک
 قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتا ہوں)

دُنیا کا غم آخرت کی بے غمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ من احب الدنيا لا يحب الآخرة۔
 (جس نے دُنیا کو پیسے کو محبوب رکھا اسے آخرت کی محبت نہیں ہوگی) اور یہ جو کہا گیا ہے الدنيا
 دار المرضی والناس فیها مجانین وللمجانین دار الشفاء الغل والقيد۔
 (دُنیا بیماروں کا گھر ہے دُنیا والے پاگل ہیں اور پاگلوں کو شفا خانہ میں قید اور سیڑیاں دی جاتی ہیں)

تو یہ صحیح ہے کہ ہماری نفسانی خواہش ہمارے لئے بڑی ہے اور ہمارے گناہ ہمارے لئے قید ہیں۔
 اصحاب بصیرت کہتے ہیں مال کی محبت ”دیدہ دل“ کا اندھا پن ہے اور جاہ و مرتبہ کی محبت
 ”دیدہ اسرار“ کی نابینائی ہے۔ جب دل نابینا ہوا تو آخرت کے احوال اس سے پوشیدہ ہو گئے اور جب
 ستر نابینا ہوا تو حقیقت حق سبحانہ تعالیٰ اس کو پوشیدہ ہو گئی۔ ازلی بدبختی کا کیا علاج۔ رباعی سے

بدبختی را گرہ کشودن نتوانم احوال بہر کسے نمودن نتوان!

گر چہ سرخ فلک بہرہ ما غم کارد شادی بہرہ حال نمودن نتوان!

(کسی کی بدبختی کی گرہ کھولی نہیں جاسکتی، ہر شخص پر حقیقت کے احوال کھولے نہیں جاسکتے۔

آسمان اگر ہمارے لیے غم کا بیج بوتا ہے تو کسی حال میں بھی ہم اس کو خوشی کے پھل کاٹ نہیں سکتے)

میری تحریروں میں سے جو کچھ آں برادر تک پہنچی ہے اُسے ہمیشہ مطالعہ میں رکھیں۔ دل کی

پوری حاضری کے ساتھ غلات کے طور پر نہیں جیسے افسانے اور قصے پڑھے جاتے ہیں۔ اگر تنہائی

میں ہو تو بہتر ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جب ایسا زمانہ آجائے کہ یہ بزرگان نہ ملیں تو کیا کروں؟ انھوں

نے فرمایا ان کی کتابوں سے ایک جز بھی روزانہ پڑھ لیا کرو۔ یقیناً جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے

تو روشنی چراغ سے لی جاتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

از سخت بدم اگر فرود شد خورشید از نور زخست بہا چراغ گیرم

(اگر میری بے بسی سے آفتاب غروب ہو گیا تو اے مرے چاند سے محبوب ہیں کیوں آپ کے چراغ سے روشنی نہوں)

جیسا کہ کہا ہے القلم احد اللسانین (قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے) تو جو کچھ ان بزرگوں کی زبان قلم سے سُنتے ہیں گویا ان کی زبان سے سُنتے ہیں اور جو کچھ ان کی زبان سے سُنتے ہیں گویا ان کے دل سے نکلی ہوئی بات سُنی جاتی ہے اس لیے قلم کے فرمان پر حکم زبان کے بیان کا ہوگا اور زبان کے بیان پر دل کے بیان کا حکم ہوگا اور ان بزرگوں کا دل حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ کا کلام سُنتا ہے تو گویا ان کے دل سے نکلی ہوئی باتیں کلام حق سبحانہ تعالیٰ ہوں تو یقیناً جس نے ان کے قلم سے نکلی ہوئی عبارت کی اطاعت کی وہ ان کی زبان سے نکلی ہوئی باتوں کا مُطیع ہے اور جو زبان کا مُطیع ہے وہ دل کی عبارت کی اطاعت کرنے والا ہے اور جو دل کی اطاعت کرنے والا ہے وہ حق سبحانہ تعالیٰ کا مُطیع ہے

ومن يطع الرسول فقد اطاع الله - (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ایک ہوئی - غور کرو ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

واسطہ ایس قوم را برخواست است قول ایشان لاجرم بس راست است

چوں نبی بمنتد غیرے در مجاز جملہ زو شونند وزو گویند باز!

(جب اس قوم کیلئے سارے واسطے اٹھ گئے تو لازماً ان کا فرمودہ صحیح و درست ہے۔ وہ جب عالم مجاز میں غیر اللہ کو نہیں دیکھتے تو جو کچھ اس وحدہ لا شریک سے سُنتے ہیں اسی کو بیان کر دیتے ہیں)

اور وہ جو کہا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ارادہ (ذات) کو پیر کے آئینہ میں دیکھنا ہوتا ہے۔

وہ یہی ہے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خدا کو حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک

میں دیکھا، معرفت کے معنی میں۔ اور اوامر و نہی کی معرفت حق تعالیٰ سے آپ کے دل مبارک کو

پہنچی تو حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک حضرت ابوبکر صدیق کے لئے آئینہ تھی۔

خدا کو اس آئینہ میں دیکھا (اسی طرح پیر کا دل مُرید کیلئے آئینہ ہے) اس معنی کے اعتبار سے اگر کوئی اعتراض

کرے کہ اس تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ خدا پیر کی جان کے اندر ہے؛ تعالیٰ اللہ عن ذلك علواً کبیراً

اے بھائی! اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے خود کو آئینہ میں دیکھا۔ کیا اس کے یہ کہنے

سے لازم آتا ہے کہ وہ آئینہ کے اندر تھا اسی سے سمجھنا چاہئے یہاں بھی یہ لازم نہیں آتا صانع

اپنی صنعت کے اندر ہوتا ہے لیکن جیسا کہ صنعت بغیر صانع کے محال ہوتا ہے تو جس نے کسی صنعت

میں نگاہ کی تو اس نے یہ جان لیا کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے اور اس کا یہی جاننا صنعت میں

صانع کا دیکھنا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ مصرعہ - درہر چہ ننگہ کنم ترا می ببینم۔

میں جس چیز کو دیکھتا ہوں تبھی کو دیکھتا ہوں۔ اسی طرح بلاسرق پیر کی جان پاک میں مُردہ کا خداوند تعالیٰ کو دیکھتا ہے المؤمن مراءا المؤمن (لیکن مومن حقیقی دوسرے مومن کا آئینہ ہے) کا اشارہ اسی طرف ہے اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ خود کو دیکھے کہ وہ مومن ہے یا کافر، منافق ہے یا مخلص، تو اس سے کہو کہ وہ مردانِ کابل کے آئینہ کمال میں دیکھے کہ وہ کیا ہے؛ لیکن اس کے لئے چشمِ بینا چاہئے۔ اندھے کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ آئینہ میں اپنے اندھے پن کو دیکھے۔ اس کے لئے حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح دیدہ و رہنا چاہئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آئینہ میں اپنی کمی کا معائنہ نہ فرمایا۔ ابوجہل جو تپٹا اندھا تھا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آئینہ سے اُسے کیا فائدہ پہنچتا۔

اے، آج یہ غم کسے دامنگیر ہے؟ دریا میں مچھلیاں، ہوا میں پرندے۔ ہمارے تمہارے حال پر گریہ کتناں ہیں۔ آج ہی اپنے حال پر نوحہ و گریہ کر لینا چاہئے کہ کسی اور کو ہمارے تمہارے مرنے کا غم نہ رہے۔ اموات غیر احیاء بل لا یشعرون (یہ دیکھنے میں زندہ نظر آتے ہیں درحقیقت یہ مُردہ ہیں اور ان میں کوئی شعور نہیں) ہماری یہ صفت ہو چکی ہے۔ ہم لوگوں سے یہ بھی مجال ہی نظر آتا ہے (کہ ان کے کلمات سے بہرہ ور ہوں)۔

من جلد کتابِ سہا زیری خواہم خواہم کہ درایشاں برسم نہ تو انم
(میں ان بندگان کی ساری کتابیں پڑھ جاتا ہوں چاہتا ہوں کہ اس کے مغز تک پہنچوں لیکن رسائی نہیں ہوتی)

والسلام
حقیر شرف منیری



مکتوب ۱۳

صحبت کا اثر اور ظاہری و باطنی ولادت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ عمر: شرف نیری کی جانب سے خصوصی دُعا

اے بھائی! بہت قبل یہ کہا جا چکا ہے۔

صحبت نیکیاں زجہاں دو گشت خانِ غسل خانہ زنبور گشت

(اچھوں کی صحبت دنیا سے بہت دور ہو چکی، شہد کا چھتر نوں کا گھر ہو گیا)

اگرچہ ہم بید و لتوں کا زمانہ ایسا ہی ہے لیکن جب کہ اس گروہ صوفیاء کے اخلاق و اوصاف کا حصول جو ولادت معنوی ہے اور آج یہ ان کی تقلید کے بغیر دشوار ہے۔ اور وہ جو کہتے ہیں مرید پیر کا فرزند ہوتا ہے یہ اسی اوصاف و اخلاق کی رو سے کہا جاتا ہے ظاہر و صورت کے اعتبار سے نہیں۔ اور یہ ولادت اس گروہ صوفیاء کی خدمت و صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور صفت کی یہ نسبت جو ولادت ثنائی ہے ان پر ثابت نہیں ہوتی تو جہاں تک ممکن ہو اس کے حصول میں کوشش کرنی چاہیے المرء علی دین خلیلہ (ہر آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے) وقت کا اہم تقاضا ہے اور آدمی کے اپنے محبوب کے دین پر ہونے کا اشارہ صحبت ہی کی جانب ہے۔ اگرچہ کوئی شخص کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہو اور اسے اچھے لوگوں کی صحبت حاصل ہے تو وہ بھی نیک و اچھا ہو جاتا ہے۔ اور کوئی کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، بُروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو وہ نیک صفت آدمی بُرا ہی بن جاتا ہے۔ اَلصُّحْبَةُ تَوْشِرُ (صحبت اثر کرتی ہے) یہ بالکل سچ ہے۔

ابداں کم نشیں کہ درمانی نو پذیر است نفس انسانی
صحبت نیک راز دست مدہ کہ وہ ویہ شوی ز صحبت بہہ

صحبت باغیا بغصیل بہار باور اپر زمان کسند عطار
 روغن کجندی کہ بود کشن عام شد ز گلہا عذیر و نیکو نام
 (بڑوں کی صحبت میں نہ بیٹھو ورنہ تم بھی بڑے ہو جاؤ گے۔ انسان کی جان
 خصلتوں کو قبول کرنے والی ہوتی ہے۔ دیکھو، ابھی صحبتوں کو ہاتھ سے جانے
 نہ دو، اس لئے کہ اچھوں کی صحبت میں رہ کر تم بھی جانہ کی طرح اچھے بن کر چلو گے۔
 باغیچوں کی صحبت فعل بہار میں ہوا کو عطر سبز بنا دیتی ہے۔ تل کا تیل جو معمول ہوتا
 ہے پھولوں کی صحبت کی وجہ سے پسندیدہ قیمتی اور نیک نام ہو جاتا ہے۔)

اور خواجہ سعدی کے اشعار ہیں۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم
 بدو گفتم کہ مشکى يا عنبرى کہ از بوئے دل آویز تو مستم
 بگفتا من گل نلب سینہ بودم و لیکن مدتے با گل نشستم
 جمال، منشیوں در من اثر کرد و گرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم
 (ایک دن حمام میں کچھ خوشبوٹی پیارے محبوب کے ہاتھ سے مجھے ملی، میں نے
 اس ٹی سے پوچھا تو فرمائی ہے، یا شکا ہے، کہ تیری اس دل آویز خوشبو سے میں
 مست ہو رہا ہوں۔ اس لئے کہ میں ایک ناچیز ٹی تھی لیکن مدت تک مجھوں کے
 ساتھ رہی ہوں، میرے، منشیوں کی خوبیوں نے مجھ میں اثر کر لیا ہے، ورنہ میں تو
 وہی ٹی ہوں جو پہلے تھی۔)

اسی مقام کی بات ہے جو کہتے ہیں کہ صاحب استعداد طالب کو کسی مرد کامل کی ایک
 روز کی صحبت اگر حیرت ہو جائے تو یہ ایک روز کی صحبت وہ کر دیتی ہے جو چالیس پچاس
 سال کی ریاضیت و مجاہدے سے ہوا کرتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔
 محبوب شدی ز صحبت خود اے دوست برو قلندر ی شو

(اپنی صحبت ہی کی وجہ سے تو حجاب میں ہو گیا ہے۔ اے دوست! جا اور قلندر ہو جا۔)

لا محالہ ان بزرگوں کی صحبت کے بغیر مرید و طالب کی ہلاکت ہے الشیطان مع الوالحد
 کیسے رہنے والے کے ساتھ شیطان لگ جاتا ہے، اور جہاں دو شخص ہوتے ہیں وہاں سے وہ دور

بھاگتا ہے۔ مشائخ طریقت اسی سبب سے مریدوں کو ہمیشہ صحبت کی تاکید فرماتے رہتے ہیں۔ صحبت کا اثر کسی صاحب عقل سے پوشیدہ نہیں ہے۔ باز (جو ایک شکاری پرندہ ہے) آدمی کی صحبت سے دانا ہو جاتا ہے۔ اور طوطی آدمی کے سکھانے سے بولنے لگتا ہے۔ گھوڑا آدمی کی تعلیمی کاوش سے بہمی صفات سے آدمی کے عادات اختیار کر لیتا ہے۔ اور ایسا جو پایہ جو جفت نہیں ہوتا اُسے کچھ روز جفت ہونے والے جو پایہ کے ساتھ باندھ دیں تو وہ سیدہ ہو جاتا ہے اور جفتی ہونے لگتا ہے۔ یہ سب صحبت ہی کے اثر سے ہے، صحبت میں بڑی تاثیر ہے اور بہت زبردست قوت ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اسپ تو سن ز اسپ ساکن رگ گشت پچو اگر نہ شد ہم تنگ

(سرکش گھوڑا پر سکون گھوڑے کے ساتھ رہ کر نیک ہو جاتا ہے اگرچہ رفتار میں اس کا ہم پر نہیں آتا)

چنانچہ کہتے ہیں اگر کسی مردار کو نمک کے ڈھیر میں ڈال دو تو وہ

آہستہ آہستہ کچھ دن میں نمک ہو جاتا ہے پھر اسے نمک ہی کہا جائے گا۔ تو کیا کہتے ہوں بزرگوں کے بارے میں جن کی نگاہ دوا ہو اور جن کی باتیں مرض کے لئے شفا ہوں۔ اور خدا ہی سے بولنے والے اور خدا ہی سے خاموش رہنے والے ہوں۔ تمام عادات و خصائل کو تَخَلَّقُوا بِاِخْلَاقِ اللّٰهِ سے آراستہ کئے ہوئے ہوں اور شیطان و نفس کے دست رس سے باہر اور آزاد ہو چکے ہوں۔ ان کے اسرار و روامر مقام اسرار الہی ہو گئے ہوں سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں علماء امتی کا نبیاء بقی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرف ہیں) کی مثال خلق اللہ کی دعوت کے سجادہ پر فائز ہوں۔ ایسے لوگوں کی صحبت تمہیں کیا سے کیا بنا دے گی۔ اگر مردہ ہو تو زندہ کر دیگی، اگر شیطان ہو تو فرشتہ بنا دے گی، اگر تانبہ و لوہا ہو تو سونامی میں تبدیل کر دے گی، اور اگر مرد زندہ ہو تو تمہیں سارے جہاں کے لئے اکیر بنا دے گی اور اگر تم اسفل السافلین میں گر چکے ہو تو اعلیٰ علیین پر پہنچا دے گی۔ اسی کو کہا ہے

گرد تو سید گرد بالفریہ چرکنی صحبت کو آن قلبیہ

(ایسی صحبت کیا کرنا جو صرف قلبیہ ہی قلبیہ ہو توحید کے گرد و بگردگاز کسی

صاحب تفرید کے ساتھ)

ذرا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی طرف دیکھو یہ سب کے سب تہخانہ میں بتوں کے آگے سجدہ
 ریزہ تھے گمراہی کے صحرا میں گرے پڑے تھے یہ کایک سلطان الانبیاء والاویار کی صحبت پاک
 کا آفتابِ جہاں تاب عالم پر طلوع ہوا اور وہ سب کے سب دین اسلام کے آسمان کے
 درخشاں ستارے بن گئے سارے جہاں کے مخلوق کی ہدایت ان کی اقتدار کے ساتھ وابستہ
 ہو گئی سارے عالم میں ان کی اس دولتِ عظمیٰ اَصْحَابِیْ كَالْفُجْوَمِ بِأَيِّهِمْ اِتْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ
 (میرے صحابی ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پانے والوں میں ہوں گے۔)

کا نقارہ بجا دیا گیا۔

سبحان اللہ! کہاں تھے کہاں پہنچ گئے صحبت کی کیا ہی اعلیٰ کیسے گری ہے اسی سے
 خوب جان لو کہ یہ تمام نعمت و دولت اس گروہ صوفیاء کی صحبت ہی میں ہے اسی کو کہا ہے کہ
 سایہ خورشید سواراں طلب رنج خود و راحت یاراں طلب

(خورشید سواروں کا سایہ طلب کرو اپنے لئے رنج و تکلیف اور دوستوں کے لئے

راحت و آسائش مانگو۔)

خورشید سوار حقیقتاً ہی لوگ ہیں کہ اپنی ہمت سے کون و مکان کے بالا خانہ بر قدم رکھے
 ہوئے ہیں، ان خورشید سواروں کے آگے خود آفتاب کی کیا حقیقت ہے۔ ان بزرگوں کی
 خدمت کے لئے کمر باندھ لو ان پر دل و جان، مال و مرتبہ، زن و فرزند، گھر و سب قربان کر دو
 شاید ان کے سایہ دولت میں کوئی جگہ تم کو مل جائے۔ اسی کی جانب اس شعر میں اشارہ ہے کہ
 تاجکے بایزید یعنی نسر و خدمت صدیزید باید کرد

(ایک بایزید یعنی دیندار مرد کامل کو دیکھنے کے لئے سو بایزید یعنی دنیا دار کی

خدمت کوئی پڑتی ہے۔)

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کتنے سال عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آپ
 رہے؟ انہوں نے سائل کی طرف شرر بار نظر سے دیکھا اور کہا میں صحبت میں نہیں رہا بلکہ خدمت
 میں رہا ہوں۔ اور حقیقتاً بات بھی یہی ہے صحبت دراصل خدمت ہی ہے گرجہ گفتگو میں صحبت
 کہتے ہیں۔ جب طالب صادق ان بزرگوں کی صحبت میں داخل ہوتا ہے تو ان کے آداب،
 ان کے اخلاق اسے تیسرا آتے ہیں اور پاکیزہ احوال، لطیف معال صحبت کے اثر سے ان میں

سربانغ و دل زمیں وارند کہ دل عقل و شرع و دیندارند
 از رہ شرع و شرط برگشتہ تشنہ خون یکہ گر گشتہ
 (ظاہری چمک دمک والے تاریک عقل والے ہیں۔ جاہ و مرتبہ دنیا کے طالب
 اور دین فروش ہیں۔ سب کے سب علم میں سامری کی طرح ہیں؛ باہر سے موسیٰ اور
 اندر سے سانپ ہیں۔ سربانغ میں اور دل زمین میں رکھتے ہیں۔ دل، عقل،
 شرع اور دین والے کب ہیں۔ شرع کی ماہ اور اس کی شرائط سے برگشتہ ہیں
 اور ایک دوسرے کے خون کے پیا سے ہیں۔)

اے بھائی! بزرگوں کا قول ہے کہ جس کسی تک انبیاء کی میراث نہیں پہنچی ہے وہ اب
 تک پیدا ہی نہیں ہوا ہے اگرچہ وہ دانشوری کے کمال تک پہنچ چکا ہو۔ (یعنی بڑی سے بڑی
 دگریاں رکھتا ہو) ایسی عقل جو شرع کے نور سے عاری ہو وہ ملکوت میں سیر نہیں کر سکتی اور کائنات
 کے روائے و اسرار سے آگاہ نہیں ہو سکتی اور شرع کے نور سے منور نہیں ہو سکتی۔ جب تک ولادت
 صفت یعنی ثانوی ولادت نہیں حاصل ہوتی۔ جیسا کہ میں نے کہا۔ اور وہ لوگ یعنی علما و خطا ہر
 جن کا ذکر اُدپر نہیں ہوا وہ انبیاء کے میراث کے وارث نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ ان کی نگاہ صوبت
 و ظاہر سے آگے نہیں بڑھتی ہے وہ صرف ظاہری عبارت ہی میں غمیر کرتے ہیں۔
 راہ دین صنعت عبارت نیست جز خرابی در و عمارت نیست
 (دین کی ماہ بناوٹ و عبارت آرائی میں نہیں ہے اس میں تو تخریب کے سوا کوئی
 تعمیر نہیں ہے)

اے بھائی! یہ ساری دولت و نعمت اس گروہ صوفیاء کی خدمت و صحبت ہی سے وابستہ
 ہے۔ آج ہر شخص گھر میں بیٹھ کر شراق و چاشت پڑھ کر اسے حاصل کرنا چاہتا ہے حسرت و افسوس
 ہے شاید خواب میں بھی نہیں دیکھے گا۔ یہ رباعی سنو کیا ہے۔

اسرار خرابات بدستاں نہ بری تا سجدہ بہ پیش بت پرستاں نہ بری
 پاکیزہ نہ گردی تو ز آلائش خود تا بر سر خود سبورستاں نہ بری
 (خرابات کے اسرار باہر نہ لیجاؤ۔ جب تک بت پرستوں کے آگے سجدہ نہ کرو۔ تم اپنی آلودگیوں
 سے اس وقت تک پاک نہیں ہو سکتے جب تک مستوں کے شراب کا گھڑا اپنے سر پر نہ لیجاؤ۔)

حضرت ابو بکر طستانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اصبروا مع اللہ فانکم تطیعوا
 فاصبروا مع من یصحب مع اللہ، لیوصلکم بمرکات صحبت الی صحبت اللہ۔
 صحبت کرو خدا تعالیٰ کے ساتھ اور اگر یہ استعداد نہیں رکھتے ہو تو ایسے شخص کی صحبت اختیار
 کرو جو خدا کی صحبت میں رہتا ہو تاکہ ان کے برکات تمہیں خدا کے حضور تک پہنچا دیں۔ اور ان کی
 پہچان یہ ہے جو کہا ہے۔

جانفردشاں بارگاہِ عدم خرقہ پوشاں خانقاہِ قدم
 خوردہ یک بادہ بر رخ ساقی ہرچہ باقیست کردہ در باقی
 متکلف در سرائے راز ہمہ بے نیازان از پیئے نیاز ہمہ

(بارگاہِ عدم کے جانفردشاں خانقاہِ قدم کے خرقہ پوش نے ساقی کے سامنے ایک باپلی
 کے جو کچھ بیچ رہا اُسے چھوڑ دیا، سب سرائے راز میں متکلف ہیں اور بارگاہِ ایزدی میں
 نیازمندی کی وجہ سے سب بے نیاز ہیں۔)

گروہِ صوفیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مرید کو اپنے پیر کے ساتھ دو وقت خاص ہے ایک
 وقت شیر خوارگی (دودھ پینے کا) اور دوسرا وقت دودھ چھوڑنے کا۔ جس طرح فرزند ظاہری
 اگر شیر خوارگی کے زمانہ میں ماں سے جدا ہو جائے تو اس بچہ کی ہلاکت ہے اسی طرح فرزند
 صفائی یعنی اولاد معنوی اگر شیر خوارگی کے زمانہ میں اپنے پیر سے جدا ہو جائے تو ہلاک
 ہو جائے گا اور فرزند ظاہری کے ایامِ رضاعت یعنی شیر خوارگی کی مدت معلوم ہے لیکن فرزند
 معنوی کے دودھ پینے کی مدت جانتے ہو کیا ہے؟ پیر کی صحبت کو اپنے لئے لازم کر لینا اور
 کیوں کہ پیر ہی اس کی مدتِ رضاعت کو جانتا ہے تو مرید جو اپنے پیر کا فرزند معنوی ہے
 اُسے اپنے پیر سے اس وقت تک جدا نہ ہونا چاہیے جب تک پیر حکم نہ دے۔ مرید کے
 اس شیر خوارگی سے جدا ہونے کے وقت کو پیر ہی جانتا ہے کہ مرید اپنی ذات سے مستقل
 صاحبِ صلاحیت ہو گیا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ اس کے دل کی آنکھ روشن ہو جائے
 اور خداوند تعالیٰ کی معرفت اور اس کی تنبیہات یعنی منشاء و ارادہ کو سمجھنے لگے کہ ہذا فضل
 من اللہ، اور یہ خاص اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے ہے۔ اور اگر اس مقررہ و منظم وقت سے پہلے ہی
 جدا ہو جائے گا تو راستہ ہی میں غلیل ہو جائے گا اور دنیا و دنیا کے حرص ہو س میں مبتلا

ہو جائے گا اور اس کی سنگین ہلاکت ہوگی جس طرح فرزند ظاہری کے شیر خوارگی کے زمانہ سے پہلے جدا ہونے میں ہوتا ہے اسی طرح بلا فرق فرزند معنوی میں بھی ہوتا ہے اور یہ روزمرہ مشاہدہ میں آتا ہے لیکن دیکھئے! کس خوش قسمت کو یہ راہ ملتی ہے اور کس بد نصیب کو بے راہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ربانی سے

از توبیخے نالم کہ دگر داور نیست وز دست تو بیخ دست بالا تر نیست
 و آن را کہ تو رہبری کنی گم نہ شود و آن را کہ تو گم کنی کسے رہبریت
 (آپ کے کئے کی زیاد کس کے آگے کروں، اگر آپ کے سوا کوئی فریاد رس نہیں اور آپ کی
 حاکمیت سے بڑی کسی حاکمیت نہیں۔ جس کی آپ رہبری کریں وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا،
 اور جسے آپ ہی بھلا دیں اس کی رہبری کوئی نہیں کر سکتا۔) مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَلاَ مُضِلَّ
 لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلاَ هَادِيَ لَهُ (جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے
 وہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں) یہ کسی کی اپنی طاقت سے نہیں یہ محض عطا فرمانے والے
 کی عطا و نوازش ہی سے ہوتا ہے۔

شب تاریک و دوستانِ خدا می درخشند چو روزِ درخشندہ

این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خداے بخشندہ

(صحابانِ خدا کی تاریک راتیں، روزِ روشن سے بھی زیادہ تابندہ و درخشندہ ہوتی ہیں اور یہ

سعادت کسی کو اپنی قوتِ بازو سے نہیں ملتی جب تک خداوندِ عالم نواز نہ عطا فرمائے۔)

اے بھائی! جس طرح اس گروہ صوفیاء کی صحبت عزیز و لطیف ہے، ان کی صحبت کے
 آداب بھی عزیز و باریک ہیں اور ان آداب کی رعایت نگہداشت بھی صحبت کی واجبات
 میں سے ہیں۔ ان ساری باتوں کی گنجائش مکتوب میں نہیں ہے اَلْعِلْمُ يُعْخَذُ مِنْ اَفْوَاهِ الرَّحَالِ
 (علم اہل علم کے انفاس ہی سے یعنی ان سے کلام کر کے حاصل کیا جاتا ہے)۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا 'علوم میں اس درجہ پر آپ کیسے پہنچے؟ فرمایا جو میں

نہیں جانتا ہوں اس کے پوچھنے میں کسی سے میں نے شرم نہیں کی۔

پیرس ہر چند ان کی ذلت پر رسیدن دلیل ماہ تو گرد و بے زودانانی

(جس کا تجھے علم نہیں وہ جاننے والے پوچھ پوچھ کر پوچھنے کی ذلت ہی تیری عزت و ذلتی کا چراغ راہ ہوگا
 والسلام

مکتوب ۱۲

مرید کی اطاعت پیر کے ان تمام حکموں میں جو وہ فرمائیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بجانب شیخ عمر مذکور

آں برادر کا مکتوب ملا اس کے مطالعہ میں باطنی اُنس تھا، لکھا ہے برسات کے بعد آنا ہوگا ہرگز ظاہری عذر کی موجودگی میں خود کو سفر کی مشقت میں نہ ڈالو کیوں کہ یہ بات تمہیدی یعنی یقینی ہے کہ القلوب تتشاهد والضمائر تتناجی 'دل' دل کے مشاہدہ میں ہوتا ہے ضمیر میں سرگوشی کرتے ہیں۔ جب ایسا ہے تو امید ہے ملاقات کی غرض حاصل ہوتی رہے گی مگر تم یہ کہو کہ استعداد اور کمال مجھے کہاں ہے کہ دل سے دل تک بات بیٹے اور کان و زبان کو خبر نہ ہو۔ مرید کو ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جیسا ہونا چاہیے، پیر کو حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند جیسا کہ ارشاد ہے مَا صَبَّ اللّٰهُ شَيْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا وَاَقْدُ صَبَّ فِیْ صَدْرِیْ اَبِیْ بَكْرٍ جو کچھ اللہ کی جانب سے میرے دل پر برتا ہے وہ بعینہ ابابکرؓ کے دل پر ٹپٹ جاتا ہے۔ اور یہ انصاف دل سے دل میں ہوتا ہے ایسے کہ کان و زبان کو خبر نہیں ہوتی۔ سبحان اللہ کیا ہی بلند مریدی ہے اور کیا ہی اعلیٰ پیری ہے جب سے یہ عالم قائم ہے نہ ایسا مرید دیکھا گیا اور نہ ایسا پیر سننے میں آیا۔ تو میرا جواب یہی ہوگا اور میں کہوں گا اَلْقَلَمُ اَحَدُ اِلْسَانِیْنِ (قلم دو زبانوں میں سے ایک زبان پر کی بنا پر اس دُعا گو کے جو خطوط آن عزیز تک پہنچے ہیں یا پہنچتے رہیں گے وہ سب اس دُعا گو کی زبان سے ہے اور جو بات میری زبان سے نکلی وہ میرے دل سے نکلی ہوئی ہے اور جب تم نے میری زبان کے حکم کو مانا تو میرے دل کے حکم کو قبول کیا۔ مَنْ یطع اللسان فقد اطاع القلبَ وَمَنْ یطع الرسولَ فقد اطاع اللّٰهَ (جس نے زبان کی اطاعت کی اس نے قلب کی اطاعت

کی اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اٹھکی اطاعت کی۔) جب تم نے دیکھ لیا کہ ایک ہی ہے تو اس میں غور و فکر کرو وہ جو سنا ہے کہ مرید پیر پر دست ہوتا ہے وہ یہی اطاعت ہے۔ اگر تمہارے حرکات و سکنات پیر کے ارشاد و فرمان کے موافق ہیں تو تم پیر کے مرید ہو۔ اور اگر اپنی مراد اور اپنی خواہش کی موافقت میں ہو تو تم اپنی مراد اور اپنی خواہش کے مرید ہو پیر کے مرید نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

سارہیرت عادت خویش شیطان و منافق نہ درویش

خود را برکاب رہبرے بند تا باز رہا دست ازین بند

(جب تک تیری عادتیں تیرے خصائل تیرے رہبر ہیں اس وقت تک تو شیطان و منافق ہے

درویش نہیں۔ خود کسی راہبر کی رکاب پکڑے تاکہ وہ تجھے اس قید سے نجات دلا دے۔)

چنانچہ آج سارا جہاں پیر و مرید سے بھرا ہوا ہے اور ابھی اور بھی بڑھیکامیوں کے آخری زمانہ کا

فتنہ دن بدن زیادہ ہی ہوتا جائیگا یہاں تک کہ وہ نوبت آجائے گی جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں ہماری امت پر وہ دن آئے گا کہ مسجدیں نمازیوں

سے بھری ہوں گی مگر ان میں ایک بھی مسلمان نہ ہوگا۔

گروہوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر پیر کسی مرید کو ایسے کام کا حکم دے جو دین کے

خلاف ہو اور مرید اپنے دین کے خلاف پیر کے حکم کی موافقت میں کرے تو وہ پیر کا مرید ہے۔ اور اگر

پیر کے اس حکم کے خلاف اپنے دین کی موافقت میں عمل کرے تو وہ اپنے دین کا مرید ہے پیر کا مرید

نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

او دیل تو بس تو راہ مجوی او زبان تو بس تو یادہ گوئی

ہرچہ او گفت راز مطلق داں ہرچہ او کرد کردہ حق داں

واسطہ این قوم را برخواست است قول ایشان لاجرم بس راست است

چوں نمی بیند و غیرے جز مجباز جملہ ز دشمنوں زو گویند باز

(تیرا یہی تیرے لئے چراغ راہ ہے اس کا فرمان ہی تیرے لئے سب کچھ ہے تو انہوں کوئی نہ کر

جو کچھ میرے کہاتے راز مطلق جان۔ اور جو حاظر تیرے ساتھ انہوں نے کیا اُسے حق کا کیا ہوا مان

جب اس گروہ سے واسطے اٹھ گئے تو یقیناً ان کا قول بالکل صحیح و درست ہوتا ہے جب سوائے

بجاز کے غیر حق کس کو نہیں دیکھتے تو اسی سے باتیں سنتے ہیں اسی سے بولتے ہیں۔
ایسے شخص کو پیر کا مرید نہیں کہا جائے گا مستعلم کہا جائے گا جو ابھی اپنے دین کی تعلیم حاصل کر رہا
ہے۔ اگر پیر یہ روی کرنے کے لائق نہیں ہے تو ایسے پیر کی اقتدار کرنے کے کیا معنی ہیں؟ اور اگر پیر
قابل اقتدار ہے تو پھر مرید مقتدی کو پیر (مقتدا کے خلاف کرنا کیا۔ مرید کو طبیب کے حکم پر چلنے کے
سوا چارہ نہیں ہے اسے کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ طبیب کو یہ کہے کہ فلاں دوا مجھے دوا دے فلاں
دوا نہ دوا دے یہ کہے مجھے اس طرح رہنے دوا ایسے نہ رکھو اگر اس کو خود اس کا علم ہوتا تو اسے اپنے
لئے طبیب کی کیا حاجت ہوتی اپنا علاج آپ کر لیتا۔ زہر جو بہلک اور جان لیوا ہوتا ہے وہی زہر
بعض بیماریوں میں دوا ہو جاتا ہے پیرانِ طریقت باطنی علتوں کے طبیب ہوتے ہیں ہر مرض کی
بیماری مختلف ہوتی ہے اور مختلف بیماری کی دوا بھی مختلف تجویز فرماتے ہیں۔ یہی اس شعر میں ہے۔

ظاہر کار تو دیراں می کند ایک غارت را گلستاں می کند

پس عداوت ہا کہ آں یاری بود بس خرابیہا کہ معساری بود

(بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے لگائے ہوئے پودے کو کاٹ چھانٹ کے ویران کر رہا ہے۔

لیکن درحقیقت ان کانٹوں کو گلستاں بنا رہا ہے۔ بہت ساری عداوتیں وہ ہوتی ہیں جو حقیقتاً

دوستی ہیں اور بہت سی ویرانیاں ایسی ہیں جو فی الحقیقت آباد کاری ہیں۔)

اگر پیر امراضِ باطن کا طبیب نہ ہو تو وہ پیری کے لائق نہیں بلکہ ابھی وہ خود مرید اور بیمار ہے
اور طبیب کا محتاج ہے۔ اسے کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسروں کا علاج کرے تو معلوم ہوا
کہ آج ساری خرابیاں اسی وجہ سے ہیں کہ نہ مرید جانتا ہے کہ مریدی کیا ہے اور نہ پیر جانتے ہیں
کہ پیری کیا ہے۔ لوگوں نے ایک رسم بے حقیقت پر قناعت کر لی ہے اور اسی کا ناکہ پیری و
مریدی رکھ لیا ہے ہی سب بڑی گمراہی اور سب بڑی ہلاکت ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ جیسا
کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے۔

ایچ نہ در کاسہ و چندیں گمس ایچ نہ در قافلہ و چندیں جس

ایبار میں کچھ بھی نہیں اور کھیاں ہیں کہ بھنک۔ ہی ہیں۔ قافلہ میں کوئی نہیں اور گھنٹیاں ہیں

کہ بھتی جا رہی ہیں۔)

اے بھائی! جہاں امام ضیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں فرمائیں علمنا قافلہ طویۃ

www.marfat.com

مخزن متکلم، محو اشتیاء، ہمارے علم کی بساط پیٹ دی گئی اور ہم صرف اسکے حاشیہ پر گفتگو کرتے ہیں۔ آج اس زمانہ میں جبکہ علم ظاہر شریعت میں خلل واقع ہو چکا ہے اور قریبے کہ ختم ہو جائے گا۔ تو علم طریقت و علم حقیقت کے اندر کون ہے جو گفتگو کر سکے اور خود اس کا نم سارے جہاں میں اس زمانہ میں کس کو ہے؟ ولیناس فیما یعشوقون مذاہب (عشق میں لوگوں کے مختلف طریقہ کار ہیں) اگر مرید پیر کے افعال کو اپنے علم و عقل کے ترازو پر تو لے کر لائق ہوتا تو اسے مرید ہونے کی حاجت ہی نہیں ہوتی خود وہ پیری کیا کرتا اور اگر یہ ممکن ہوتا کہ ترازو پر پہاڑ کو تو لا جا سکتا تو مرید کے عقل رکھنے کے ترازو پر سروں کے افعال بھی تو لے جا سکتے تھے۔ اور یہ جانتے ہو کہ حال ہے تو وہ بھی محال ہے۔ یہ صورت پہ ہوسے سعادت مند مریدوں کو کم پیش آتی ہے۔

آن کساں کاں دل آشنا دارند
دل ز چون دچرا جہا دارند
وہ لوگ جو شناسا دل رکھتے ہیں وہ اپنے دل کو چون دچرا سے دور رکھتے ہیں۔
کان کو اپنا کام کرنا چاہیے دیکھنے کا کام آنکھ کا ہے تو دیکھنے کی چیزوں میں کان کو کیا دخل ہے۔ ہر شخص کے لئے ایک کام مخصوص ہے تو دوسرے کو اس کے کام میں کیا دخل۔؛ جاہل کو علمی کاموں سے کیا سروکار نا باغ بچوں کو باشعوروں کے کاموں سے کیا انکار۔ پیری بیروں کے لئے مخصوص ہے۔ مریدی خاص مریدوں کے لئے ہے جس طرح بیروں کو مریدی کرنا یعنی مرید کا مرید ہونا، نہیں چاہیے اسی طرح مرید کو پیری نہیں کرنا چاہیے پیر کا کام کیا ہے جانتے ہو؛ مرید کے باطن میں تصرف کرنا اپنی ولایت کی بنا پر کہ جو مرید کی اصلاح میں اسے حاصل ہے اور مرید کا کام کیا ہے؛ اپنی صلاح و فلاح کے لئے خود کو پیر کے تصرف میں ڈال دینا ہے اس طرح جیسے مردہ غسل دینے والے کے تحت تصرف میں ہوتا ہے۔

خاک او باکش و بادشاہی کن
آن او باکش ہرچہ خواہی کن

(ان کے آستانہ کی خاک ہو جاؤ اور بادشاہی کرو۔ ان کے ناز کے لائق بن جاؤ پھر جو بننا چاہتے ہوں) اگر مرید کے باطن میں پیر کے تصرف میں ایک ذرہ برابر اعتراض یا انکار باقی ہو تو وہ ہرگز مرید نہیں ہو سکتا اور نہ مریدوں کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ جیسے امتوں کو پیغمبروں کے حق میں ہے اگر پیغمبر کے قول و فعل میں ذرہ برابر انکار یا اعتراض باقی ہو تو اس کے ایمان میں

خلل ہوگا۔ اور بلا فرق اسی طرح پیری دمریدی میں ہے۔

یہ ساری تقریر صرف اس ایک جملہ کی وجہ سے کی گئی ہے جو لکھا گیا ہے کہ ”اگر پیر کوئی ایسے کام کے کرنا حکم دیں جو ظاہر کے خلاف معلوم ہو تو مرید پیر کے حکم کی موافقت میں اس خلاف دین پر عمل کرے اسی کو کہا ہے۔“

ادویل تو بس تو راہ بخونی اوزبان تو بس تو یاد انگونی

ہرچہ اوگفت راز مطلق داں ہرچہ او کرد کردہ حق داں

ادہی تیرا حقیقی رہنا ہے تو خود سے کوئی راہ نہ دھونڈھا، وہی تیری زبان ہے تو اپنی جانب

سے کچھ نہ بول جو کچھ اس نے فرمایا اُسے حقیقت کا راز جان اور جو کچھ اس نے تصرف کیا اسے حق

تعالے کا کیا ہوا جان

ہرگز کوئی جاہل و منکر اعتراض و بحث و مباحثہ نہ کرے کیوں کہ یہ ان لوگوں کے اندازہ و

حوصلہ سے باہر ہے ان بیچاروں نے اپنی زندگی میں کہاں ایسی باتیں سنی ہیں تو ضرور وہ یہی کہیں

گئے کہ یہ تو برائی گڑھی ہوتی باتیں ہیں۔ اس گروہ صوفیاء کی جانب سے بغیر کسی بحث و تکرار کے

عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ نے خوب جواب دیا ہے۔

نہ ہمراہی تو مرارہ خولیش گیرد برد ترا سلامت بادہ مرا نگوئی ساری

تم ہمارے ساتھی نہیں ہو تم اپنی راہ لو، تمہیں تمہاری سلامت رومی بہتر ہے مجھے مرے حال پو

چھوڑو

اے بھائی! ستری دمریدی کوئی آسان کام نہیں ہے اور نہ یہ ہر چھوٹے نقال و

بہر دپے اور جاہل کا کام ہے لیکن یہ ستر دمریدی جو آج کل پیدا ہو گئی ہے یہ بہت آسان

ہے یقیناً اس میں کیا دشواری ہے۔ کیا یہ ہمیں دیکھتے کہ عالم پیروں اور مریدوں سے

بھرا ہوا ہے۔ یہ اپنی نشستوں میں کشف و کرامات، احوال و مقامات ہی کی گفتگو کیا کرتے ہیں

اور اگر ان سے پوچھو تو اپنے کفر کی بھی انہیں خبر نہیں۔ اس کی جان پر رحمت ہو جو جس نے

یہ کہا ہے۔

ہنوز از کاف کفر خود خبر نیست حقائقہائے ایمان را چہ دان

انہیں تو ابھی کاف اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں تم ایمان کی حقیقتوں کو کیا جانو۔

یہ تو آج کا حال ہے کل کہاں تک معاملہ پہنچے گا اور کیا صورت حال ہوگی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس زمانہ میں یہ بلا جہات و غفلت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اور جہل و غفلت میں ہر روز زیادتی ہی ہے۔

زیر کاں راجہ روز معلوم است کہ شب و روز غافلان شوم است
علم خواں شوخ و برگد آمد علم داں خاصہ خدا آمد
علم خواں گرز آدم است رگے زان کہ شد خاص شہہ علم گے

(ہو غمناکوں پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ غافلوں کے مات و دن دونوں ہی دوست میں ہیں ایسا علم حاصل کریں کا تعلق آدم سے ہو (یعنی جو انسان کو زیب دیتا ہو) کیوں کہ گناہ انسانی تعلیم کی وجہ سے مقرر ہے) (اس جہات و غفلت سے نکلنے کے لئے) اس آیت کو مسلسل ہمیشہ پڑھتے رہو۔ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رِيسًا وَاجْعَلْ لَنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيْرًا (اسی پر پروردگار مجھے ایسی آبادی سے نکال جہاں کے رہنے والے ظالم ہیں اور مجھے اپنی طرف سے کوئی حمود و مددگار عنایت فرما)

اسی طرح ہمیشہ خط لکھا کر دشا یا اسی لکھنے کا حیلہ ہو جاتے انشاء اللہ تعالیٰ اگرچہ ہمارے تمہارے نصیب میں لکھنے پڑھنے کے سوا اور کیا ہے شاید یہی لکھنا پڑھنا کسی کے کام آجائے اور اس کے طفیل میں ہمیں قبول کر لیں، اسے بھی تھوڑا نہ سمجھو یہ بھی کچھ کم نہیں ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے۔

ہاں گرے پڑوں کے لئے کام کی لگن شرط ہے۔

یقین میدان کہ شیران شکاری
دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کرو کہ شکاری شیروں نے اس راہ میں چیونٹی سے مدد لی ہے)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری



مکتوب ۱۵

پیروں کی صفت اور فضولیوں کی مذمت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بجانب شیخ عمر مذکور

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ۗ اللّٰهُ تَعَالٰی نے فرمایا:

(ا) شیطان! بیشک جو میرے بند ہیں ان پر تری حکمرانی نہیں۔ وہ جو عالمِ دل تک پہنچ گئے شیطان کے دسترس سے نکل آتے، اہم و مقدا ہو گئے پیری انہیں کے لئے سلم ہے ان لوگوں کے لئے نہیں جو نفس کی دنیا میں مبتلا ہیں دل کی دنیا تک نہیں پہنچے۔ مردانِ حق اور ہی میں اور مردانِ ابلیس دوسرے لوگ ہیں۔ جانتے ہو مردانِ حق کی صفت کیا ہے؟ یہ ہے جسے کہا ہے کہ

چنگ در حضرتِ خداے زود ہرچہ آن نیست پست پائے زود

ساختم ہر یک از میان ضمیر از قبل اللّٰہ شقذ سہم پیر

خوردہ یک بادہ بر رُخ ساقی ہرچہ باقیست کردہ در بانی

(بارگاہِ خداوندی کو اختیار کئے ہوئے اس کے سوا جو کچھ ہے اسے لات مارے ہوئے ہیں۔

سب نے اپنے ضمیر کے اندر قتل اللہ ثم ذرہم سب کو چھوڑ کر اللہ کا نام لے) سے پیر بنا لیا ہے۔

محبوبِ بزرگ میں ساقی کے رُخ کے سامنے جامِ شراب دید چڑھا گئے ہیں اور باقی سب کو یونہی چھوڑ دیا ہے)

جب تک آدمی نفس کی تاریکی میں گرا ہوا ہے اس کا دل شیطان کا گھر بنا ہوا ہے جو عمل اس سے

ظہور پذیر ہوتا ہے وہ نفسِ امارہ ہی کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ کوئی عبادت ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ

اس کا وطن شیطان کا مسکن ہو چکا ہے اور ہر چیز سے وہی جینر باہر آتی ہے جو اس میں ہوتی

ہے۔ تو اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ اس سے ایسے کام ظہور میں آئیں جو شیطانی نہ ہوں تو اپنے

کام کی باگ ڈور ایسے مردانِ حق کے ہاتھ میں دے دے کہ جن کا نام اِنّ عبادئِ ایں لایف علیہم سلطان کے دفتر میں مندرج ہوتا کہ وہ تمہیں ہدایت دیتے رہیں کہ یہ کام کرو اور وہ کام نہ کرو کیوں کہ انکی ہدایتیں اودمان کے احکامِ شیطان کا فرمان نہیں ہوتے اس لئے کہ ابلیس کو ان مردانِ حق تعالیٰ تک راہ نہیں ہے ان کے دل سے جو فرمان صادر ہوتا ہے وہ سب رحمانی ہوتا ہے شیطان نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہرچہ اوگفت راز مطلق داں ہرچہ او کرد کردہ حق داں

خاک او بخش بادشاہی کن آں او بخش ہرچہ خواہی کن

(اس نے جو حکم دیا اسے راز مطلق جانو اس نے جو تصرف تمہارے ساتھ کیا اسے حق تعالیٰ

کا تصرف سمجھو اس کے در کی خاک بن جاؤ بادشاہی کرو ان کے ناز و انداز کے لائق ہو جاؤ پھر

جو دل چاہے کرتے رہو۔)

اگر یہاں کوئی یہ سوال کرے کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا بھی ہے جس تک شیطان کی پہنچ نہ ہوئی ہو؟ اسے بھائی! کوئی شخص شیطان سے نہیں بچا اور نہیں چھوٹا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءِ علیہم السلام بھی اس کے زخم کھاتے ہوئے ہیں۔ لیکن ان شیطان کے خاص متوج اور اس کی رعایا اور ہی لوگ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو کبھی کبھی ابتلاء کی طور پر اس کی چوٹ کھاتے ہیں وہ پھر شیر کی طرح پھر کر کھڑے ہو جاتے ہیں (اوماس کی نگہ و بول اڑا دیتے ہیں) جیسا کہ کہا ہے۔

تو مراد دل وہ دوسیری ہیں رو بہد خویش خواں و شیریں ہیں

(آپ میری دلہی تو کیبتے اور پھر مری دلیری دیکھئے اپنی بوٹری کہہ دیجئے اور مری شیریں لافظ کیبتے)

کیا خیال ہے تمہارا ایک خاص گھوڑا تمہارے سواری کا ہے اگر تمہارا غلام تھوڑی دیر کے لئے

اس پر بیٹھ کر اسے پانی پلانے کو لے جائے تو کیا اتنی دیر اس کی سواری میں رہنے کے سبب گھوڑا

اس کا ہو جائے گا قسم اللہ کی نہیں ہوگا۔ دَعَصَىٰ آدَمَ (آدم سے چوک ہوئی) تمام لوگ آدمی

ہونے میں برابر ہیں لیکن خیر الخاطئين المستغضون (بہترین گنہگار مغفرت چاہنے

والے ہیں) ہاں تو خیر کی بنا پر سب میں فرق ہے۔

پیر کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں بنے بلکہ شرط یہ ہے کہ وہ راہِ خداوندی طے کئے ہوئے

ہوں اور کاموں کی حقیقت تک ان کی نگاہ پہنچی ہوئی ہو۔ مثلاً تم اگر یہ چاہو کہ کسی سے علم حاصل کرو اس کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ معصوم ہو بلکہ شرط یہ ہے کہ اس علم کا وہ ماہر ہو معصوم ہونا انبیاء علیہم السلام کے لئے ضروری ہے پیروں کے لئے نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو راہ خداوندی میں اس کی عصمت اور اس کے فضل کے ساتھ چلنا ہے کیوں کہ نبیوں کے حق میں حکمت کا یہی تقاضہ تھا اگرچہ یہ راہ بہت ہی سخت دشوار و پرخطر ہے۔ کیا خیال ہے جس ذات کی یہ صفت ہو کہ یُخَدِّیْ مِنْ يَشَاءُ وَيُعِيْلُ مَنْ يَشَاءُ (جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے) اس بارگاہ کے لئے صحبت اور مرید کرنا پرخطر اور دشوار تر نہ ہوگا۔؟ اسی کو کہا ہے۔

در رہ آتش سلامت کے بود مرد بختوں را ملامت کے بود
 (آگ کی راہ میں کوئی سلامتی سے گذر سکتا ہے۔ دیوانے کو کبھی ملامت کا اثر نہیں ہوتا ہے)
 پروانے کو شمع کے گرد چکر کاٹنے اور روئی کی بتی کو اپنے اندر آگ لے کر روشن ہونے میں جلنے ہو کتنے بڑے خطرے ہیں۔ المخلصون علیٰ خطر عظیم (مخلصین کے لئے بڑی بڑی مصیبتیں ہیں) کے یہی معنی ہیں۔

ازیں سو عجزناں سو بے نیازی چہ نسبت با تو مارا عشق بازی
 (اس طرف سے عاجزی اور اس جانب سے بے پڑا ہی تمہارے ساتھ عشق بازی کے لائق میں کب ہوں۔)

دوسروں کے لئے کوئی پینا سبر موجود ہونا چاہیے یا ایسا پیر کہ راہ خداوندی کو طے کئے ہوئے ہو اور حقیقت کار کا آشنا ہو۔ یہ راہ پرخطر ہے پیروں کی صفت بھدی ہدایت دینے والوں سے زیادہ نہیں۔ تمہاری ہے جو کہا ہے۔

گر ترا در دست پیر آمد پدید قفل دروت را کلید آید پدید

واسطہ میں قوم را برخواست است قول ایشان لاجرم بس دست است

(اگر تجھے درد ہے اور پیر کا ہاتھ تجھے مل گیا تو سمجھ کے تیرے درد کا مداوا ہو گیا۔ اس جماعت

کے لوگوں سے واسطہ آٹھ گیا ہے اس لئے یقیناً ان کا قول سب صحیح و درست ہوتا ہے)

اور یہ جملہ جو کہا گیا ہے اسی معنی میں ہے "پیر پرستی بہر کہ خدا پرستی" (پیر پرستی بہتر ہے کہ

خدا پرستی) اور دوسری عبارت میں یوں بھی کہتے ہیں "پیر پرورد بہ کہ خدا پرورد ہلیکن مجھے پتہ نہیں کہ جن معنی میں یہ جملے ہیں اسی معنی میں اور لوگ بھی اس کو سمجھتے ہیں یا نہیں۔
اسے بھائی! کچھ جانتے بھی ہو کہ مردان خدا کے صفات کیا ہیں؟ کھاتے بھی ہیں، سوتے بھی ہیں، پہنتے بھی ہیں، بیوی بال بچے بھی رکھتے ہیں اور بازار بھی جاتے ہیں مَا لِحَذَا (الْوَسُوْلُ يَا عَلِ الطَّعَامِ وَبِمِثْلِي فِي الْاَسْوَاقِ) (یہ کیسے رسول ہیں جو کھاتے بھی ہیں اور بازاروں میں سیر بھی کرتے ہیں) شکایت - ظاہر پرستوں کے حال اور ان کے طعن پر ہے۔ کہ ان کی نگاہ ظاہر حال پر ہوتی ہے۔ (اس سے آگے نہیں بڑھتی) لیکن وہ دولت عظمیٰ جو مردان خدا اپنے دل کے اندر رکھتے ہیں جہاں ہم کو تم کو اور ہم جیسے سارے لوگوں کو راہ نہیں۔ خواجہ سنائی نے ان کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں۔

جانفروشان بارگاہِ عدم خرقہ پوشان خانقاہِ قدم
مَاعَبْدٌ نَّالَكَ اجتهادِ ہمہ مَاعَرَفْنَاكَ اعتقادِ ہمہ
يَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ از گوش ساختہ بندہ دار حلقہ بگوش

(بارگاہِ عدم کے جانفروشان، خانقاہِ قدم کے خرقہ پوشان، ان سب کا فیصلہ ہے کہ مجھے آپ کی عبادت ویسی نہ ہو سکی جیسا کہ عبادت کرنے کا حق ہے۔ اور ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کی وہ معرفت مجھے حاصل نہ ہو سکی جیسا آپ کو پہچاننے کا حق ہے يَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) پر پورے گوش گوش کے ساتھ ایمان رکھتے ہوئے کان میں غلامی کا بالا پہننے تا بعداری و ذراں برداری میں لگے ہیں۔)

کیا تم نے کبھی کسیر کی کیا گری دیکھی ہے؟ جس تانبہ پر وہ پہنچتا ہے اسے سونا بنا دیتا ہے۔ چنانچہ جس مردہ دل پر ان کی ایک نظر شفقت اثر پڑ جائے وہ مرا جو اول حیات جاودانی پالے۔

یک نظر دوست صد ہزار سعادت منتظرم تا کے وقت آن منتظر اید
(دوست کی ایک نظر سو ہزار خوش قسمتی ہے۔ میں تو اسی کا منتظر ہوں کہ وہ وقت کب آتا ہے)
ایک عزیز نے کہا ہے۔

من نہ دانم کس چہ مردان بودہ اند کہ عمل یکدم نمی آسودہ اند

لاجرم و ر بندگی سلطان شدند مہتر خلقی جہاں ایشاں شدند
 دروایشاں نیست از کسب و عطا است کے جنیں درے شود از کسب است

انہیں معلوم یہ لوگ کس تہیہ کے مرد ہیں کہ ایک لڑکے بھی عمل سے آسودہ نہیں ہوتے یقیناً اپنی
 اس بندگی سے بادشاہ ہو گئے ہیں، حقیقتاً ہی لوگ سارے مخلوق کے سردار ہیں، ان کا درو
 کسب نہیں ہے بلکہ یہ مہبت اپنی اللہ کی دین ہے ایسا درو کسب سے کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔

اے بھائی! یہ صاحبانِ دل، قیامت کے دن دیکھنے میں ایسے نظر آئیں گے جس طرح

آج آفتاب عالمساب نظر آتا ہے۔ اگر کسی نے آج اس دنیا میں ظاہری حیثیت سے ان میں
 سے کسی ایک کی بھی کوئی خدمت کر لی ہو یا ان کے ساتھ نیک گمان بطور اعتقاد رکھا ہو تو کل
 قیامت کے دن ان کی پناہ میں ہوگا۔ ان صاحبِ دلوں کا معاملہ اس سے کہیں بلند و برتر ہے
 کہ تقریر و تحریر میں آسکے یا ہم لوگوں کی ایک عقل ان عالی مقاموں کے مقام کے گروپینچ سکے
 نو سوا بھی ایک شاعر کا شعر سنو۔

نشستہ بر سر خوان فتوت بہر دو کون در دادہ صلائے
 ز سدرہ بر ترایشاں رامقارے ورتے عرش و کرسی مشکائے

(دونوں جہاں کو دعوت دینے ہوتے فیاضی کے دسترخوان پر تشریف فرما ہیں۔ سدرہ سے بلند

تران کا مقام ہے عرش و کرسی سے پرے ان کی تکیہ گاہ ہے۔)

کہو! کس میں قدرت ہے کہ اس گروہ کے لوگوں کے بارے میں کچھ کہہ سکے یا لکھ سکے۔
 چشم خفاشس را چہ از خورشید مرغ مجوس را چہ از گلزار

(چمگادڑ کی آنکھ کو آفتاب سے کیا فائدہ، پیچڑے میں مقید زندہ کو ہنستان سے کیا لطف)

اور یہ شرط نہیں ہے کہ سارے جہاں میں ایک وقت میں مرد کامل ایک ہی ہو بلکہ جائز
 ہے کہ دنش بین اور شو کی تعداد میں ہوں اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ وہ شہر ہی میں ہوں یہ بھی
 روا ہے کہ دیہات میں ہوں۔ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ دیہات میں رہا کرتے تھے۔ ان
 کے کمال کا وہ درجہ تھا کہ ہزاروں ہزار سال تک لوگ آتے جاتے رہیں اور مجاہدہ و ریاضت
 کرتے رہیں پھر بھی اس میں احتمال ہے کہ ان کے کمال تک کوئی پہنچے یا نہیں۔ ذَالِكْ فَضْلُ
 اللہ یوتیہ من یشاء (اللہ جسے چاہے اپنے فضل سے جتنا دے) اور اگر کوئی یہ کہے کہ یقیناً

ان میں سے کوئی ایک کامل تر ہوگا۔ تو کہو کہ ہاں یہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دس بیس، تیس، چالیس اور اس سے بھی کم و بیش ایک ہی جگہ ہوں لیکن معلوم نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں صاحبان کشف جن کو کشف کامل ہو وہ معلوم کر سکتے ہیں اور وہ تمام آدمیوں میں تعریف کر کے یہ معلوم کریں کہ عالم میں کتنے ہیں اور کس کس مقام پر ہیں۔

لیکن محققین کے قول کے مطابق جب حضرت علیہ السلام یہ کہیں کہ مَلَخَطُ سِبَالِي يَوْمًا
إِنِّي نَقِيتُ أَوْبِيَاءَ اللَّهِ كُلَّهُمْ إِلَّا نَهَائِي فِي ذَلِكِ الْيَوْمِ وَبَيَّانٌ أَرَادَ قَطُّ أَيُّ دُن
میرے دل میں یہ بات گزری کہ میں اللہ کے اولی کامل کو دیکھوں تو میں نے

کسی ایک ولی کو دیکھا جسکو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن جب بھی میں نے دیکھا تو اسکو یعنی ایسے کو دیکھا جیسا کہ اس سے قبل کسی دوسرے کو نہیں دیکھا تھا۔ تو دوسرے کو یہ تعریف کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور اس حلیث میں اشارہ ہے کہ تم اپنی عقل کو دخل نہ دو اور خود کو عاجز سمجھو تمہارے لئے یہی بہتر ہے کیوں کہ اللہ کے ولی جو مردانِ خدا ہوتے ہیں ان کی ولایت میں کے گفتگو کا یا راہ ہے۔ ایک اہل عزت نے ان کی مدح میں کہا ہے۔

عَلْمٌ بِي نِيَاظِي أَنْدَرِ دَسْتِ	نَيْتِ كَشْتِهْمُ بَعِزْتِ هَسْتِ
اَسْمِ شَااِنِ تَا نِهَائِي تِ اَدْمِ	چِشْمِ شَااِنِ تَا وِلَائِي تِ اَدْمِ
اَز چِرَا وِ چِرَا جِدَا گِشْتِه	وَر بَقَا اَز بَقَا نَا گِشْتِه
بِي نِيَا اَز اِز پِي نِيَا اَز هِمِ	مُتَكَلِّفِ وِر سِرَا رَا اَز هِمِ

اللہ رب العزت کی ہستی میں سب کے سب نیست ہو چکے ہیں اس کی بے نیازی کی شان لئے ہوئے ان کی آئندہ آدم کی مملکت کو دیکھنے والی ان کے نام منتہائے آدم تک کھلے ہوئے بقایں بقا سے بھی فنا ہو چکے ہیں ایسے ویسے کیوں کر کیسے سے ملنجدہ اور پاک ہیں سب اس ترمیم راز میں متکلف ہیں اور اس بے نیاز سے نیاز مندی کی وجہ سے سبوں سے بے نیاز ہیں۔ ایک بزرگ تھے جو روزانہ آئینہ دیکھتے اس خیال سے کہ میرا چہرہ جیسا تھا ولسا ہی ہے یا سیاہ ہو گیا ہے۔ ان بزرگان دین نے اعتقاد کی جہت سے نہیں اعتقاد کی رو سے اس طرح کے اشعار کہے ہیں۔

وَد شہرِ رُو نِیَسْتِ زَمِنِ نَابِکَا رِ تَرِ مَادِرِ پِ سِرِنِه زَا رِ زَمِنِ خَاکِ رِ تَرِ

دعویٰ اکرم کذیست در آفاق چوں منی وز کافرانِ روم و ز نارد وار تر
(شہر میں مجھ سے زیادہ کوئی برا و ناکاہ نہیں کسی کی ان نے مجھ سے کتر اولاد پیدا نہیں کیا۔ میں
دعویٰ سے کہتا ہوں کہ سارے جہاں میں مری طرح کوئی نہیں میں روم کے کافروں سے بھی زیادہ
سخت ز نارد وار ہوں۔)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمام عارفوں کے سردارِ عرب و عجم میں سب سے بڑے فصیح جب سراج
کی شبِ مقامِ قرب و کرامت میں پہنچے تو عاجزی کے ساتھ عرض کی لَا أَحْصِي ثَنَاءَ عَلَيكَ
أَنْتَ حَكَمًا أَثْنَيْتَ عَلَي نَفْسِكَ (مجھ سے تیری ثنا ہونہیں سکتی تو ویسا ہی ہے جیسی کہ تو نے خود اپنی ثنا
کی ہے) اور وہ جو انبیاء کے بعد تمام مخلوق میں افضل و اکمل ہیں معنی جناب صدیق اکبرؓ وہ بھی
پیر کے نقشِ قدم پر عاجزی سے کہتے ہیں الْعَجْزُ عَنِ الْإِلَادِ سَمَاءُكَ إِذْ سَمَاكَ (پا لینے اور مسلم
کر لینے کے بعد بھی بر بڑا ہے عجز پا لینے سے خود کو عاجز جانا اصل ادراک ہے معنی ادراک سے عاجزی ہی
ادراک ہے) یقیناً مرید جب حقیقی مرید ہوتا ہے رسمی نہیں تو اس سے متابعت ہی ظہور میں آتی ہے
یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

در عشق تو عاجزی سراستادیت در کوئے تو بندگی در آزادیت

ویراں شدن اندر تو آبادی ست اندوہ تو جان عاشقاں راں شادی ست

(آپ کے عشق میں عاجزی سر بندی ہے آپ کے کوچہ کی غلامی ہی آزادی ہے آپ کی راہ میں

ویراں ہو جانا ہی آبادی ہے آپ کا غم ہی عاشقوں کے جان کی شادمان ہے۔)

اس تقریب پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نہ چہ چارہ مبتدی یہ کیوں کر جان سکتا ہے کہ یہ

صاحبِ دل ہیں اور ان بزرگوں میں سے ہیں جن کا نام اِنَّ عَبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانُ

کے دفتر میں مندرج ہے یا محض دعویٰ رہی ہیں۔

اے بھائی! یہ سوال حقیقتاً فناء و قدر کے مسئلہ کی طرف لوٹتا ہے۔ تقدیر نے

ازل میں جس شخص کے لئے خوش قسمتی کا خرقہ تیار کر دیا ہے اور خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ بایزید

بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے کمال تک رسائی مقدر کر دی ہے ایسے شخص کی راہ میں یہ ترغیبات پیدا ہی

نہیں ہوتے۔ اور جس بد بخت کے لئے محرومی و بد بختی کی میلی کبلی بٹنی گئی ہے اس کی راہ میں

رُکاوٹیں بندشیں اور اس طرح کی دوسری چیزیں حامل ہوتی رہتی ہیں۔ مَحَلِّ مَيْتَرٍ يَأْخُلُ لَهُ

(جو شخص جس کام کے لئے پیدا ہوا ہے وہ کام اس کے لئے آسان ہوتا ہے) اس سوال کا یہی مکمل جواب ہے۔ اسی کو کہا ہے س

بغلام ہر دو مرد پیشہ ورنہ آں یکے ورزی و دیگر جولہ
آں بدوزد مگر تہاے لوک وین نہ بانہ بجز گلیم سیاہ

(ازل ہی میں دو پیشہ ور آدمی ہوئے ایک کپڑا سینے والے اور دوسرے بننے والے ایک کی قسمت میں بادشاہ کے لباس ہی کا طوائف ہے اور دوسرے کی تقدیر میں بختی کی میلی کیلی کوٹھی ہے)

اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ س

ہرچہ استاد در بنشہ براند طفل در کتب آں تو اند خواند
لاجرم اینجا سخن کوتاہ شد ہر دورہ رو بسا نہ راہ شد

(بچہ کتب میں وہی پڑھیگا جو استاد نے لکھ کر دیدیا ہے۔ قصہ مختصر راہ بتانے والے پڑھنے والے تھک گئے اور راہ ختم ہوگئی۔)

اور یہ جو قول ہے کہ "علم اس جا ریہ سربگست (علم یہاں پہنچا اور قلم کا ساڑھ ٹوٹ گیا) اسی معنی میں ہے۔

اور دوسرا سوال یہ ہے۔ کیا کہتے ہو اس بار میں کہ خداوند تعالیٰ کی معرفت بندہ کو بغیر پیر کے حاصل ہوتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس معرفت سے اگر تمہاری مراد خداوند تعالیٰ کی ہستی اور اس کی یکتائی ہے تو اس کا حصول بغیر پیر کے خود عقل سے ممکن ہے۔ اگر اس معرفت سے وہ کمالات مراد ہیں جو معرفت خداوندی میں اس راہ کے چلنے والوں کو حاصل ہوتے ہیں جیسے خواجہ یاریز بطنای، خواجہ اولیس قرنی، خواجہ معروف کرخی رحمہم اللہ جمیعین کے کمالات ہیں۔ یہ بھی ان مجاہدوں، ریاضتوں کے ذریعہ جو پورے شرائط کے ساتھ کئے گئے ہوں بغیر کسی پیر و پیر کے ممکن تو ہے لیکن نادرا و توقع 'شاذ' اور بہت ہی کم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ س

کو رہ گز کے تو اند رفت راست بے عصاکش کو راز متن خطاست

گر تو بے رہ سب فرد آئی براہ گر ہمہ کو ہی فرد رفتی بچاہ

(اندھا کب صحیح راہ چل سکتا ہے، بغیر اپنی پیر کے چلانے والے کے اندھے کا چلنا ہی خطا ہے۔

اگر تو کسی راہبر کے بغیر راستہ چانا اختیار کر لگتا تو تو اگر پہ پہاڑ کے جیسا ہی صمیم کیوں نہ ہو کنواں میں گر بیٹھا
 "حلیۃ الاولیاء" میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ہر زمانہ میں عالمیں
 آدمی ایسے ہوتے ہیں جن کا دل موسیٰ علیہ السلام کے دل کے جیسا ہوتا ہے اور سات شخص ایسے
 ہوتے ہیں جن کا دل جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کے جیسا ہوتا ہے (آخر حدیث تکمیل
 چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک شخص ایسے ہوتے ہیں جن کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل کے مانند ہوتا ہے
 اور ایک جماعت ایسی ہے جسے اسیان کہتے ہیں۔ ان لوگوں کو پیر کی حاجت نہیں
 ہوتی ہے نبوت خود اپنے آغوش تربیت میں پیر کے واسطے کے بغیر پرورش کرتی ہے جیسے
 خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی پرورش کی گئی۔ اگرچہ اویس قرنی نے سرور کائنات
 سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا لیکن آپ پرورش پائی یہ نادر الوقوع اور بہت ہی کم ہے۔
 اس لئے کہ ایسی استعداد و قابلیت شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ لیکن بہت زیادہ غالب تر
 طریقہ دوستور یہی ہے کہ یہ نعمت کسی پیر اور راہبر کے سایہ دولت ہی میں حاصل ہوتی ہے
 سالکین کے کمالات میں سے جس کمال کو چاہو اسے دیکھو اور اسے انہیں کے لئے ہونے
 دو۔ میری گفتگو اس بار میں نہیں ہے۔ سب

ہاں! تانا نہی پاتے دریں راہ بازی زیرا کہ دریں راہ نشیب و فراز است
 (ہاں) دیکھو! اس راہ میں کھیل سمجھ کر قدم نہ رکھنا، کیونکہ اس راہ میں نشیب و فراز اٹھا پٹنی بہت ہے۔
 "اس مکتوب کو غور و فکر کے ساتھ خوب سمجھ کر عالم دل سے بار بار مطالعہ کرو۔ رسم و عادت
 کی طور پر نہیں جیسے اہل رسم و عادت افسانوں اور قصے کو بڑھا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم ان بزرگوں
 کے کمالات سے اہل ظاہر کا حصہ الفاظ ہی میں جو زبان پر جاری ہوتے ہیں اس سے زیادہ
 نہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کے کمالات قلبی ہوتے ہیں کسی نہیں ادب بینی سہا پتی، میرے رب نے
 مجھے پڑھایا ہے) کئے عالم سے ہوتے ہیں ان بزرگوں کے کمالات علیٰ ابی (میرے باپ نے
 مجھے پڑھایا ہے) کے عالم سے نہیں ہوتے۔ ان بزرگوں کے یہ کمالات اسرار کے انکشاف
 میں۔ بحث و تکرار سے نہیں۔ یہ دیکھئے ہوئے اور چکھے ہوئے سے ہے پڑھے اور سنے
 ہوئے سے نہیں۔ کیوں کہ اہل دل کی بصیرت، انکا فہم، ان کا ذوق سب جدا گانہ ہی ہے
 جو اہل ظاہر سے پوشیدہ ہے جیسا کہ کسی عزیز نے کہا ہے۔ سب

اہل دل را ذوق و فہم دیگر است کان ز فہم ہر دو عالم برتر است
 ہر کجا آن فہم در کار افگند خویش را در پائے اسرار افگند
 تا ہاں فہمے کہ پچھوں وحی خواست در کلام او سخن گویند راست
 آنچه ایشان را دریں رہ رُخ نمود کے توانہ شرح اس پاسخ نمود
 (دل والوں کا ذوق و فہم ہی دوسرا ہے کیوں کہ ان کی سمجھ دونوں عالم سے بالاتر ہے۔ اس فہم
 نے جس کو اس کام میں لگایا اس نے اپنے آپ کو اسرار کی تہ میں پہنچا دیا۔ جیسا کہ فہم وحی
 کو جیسا سمجھنے کا حق ہے سمجھنے کے لائق ہوتی تو اس کے کلام میں یہ جو گفتگو کریں گے سب درست
 ہوگی۔ اس راہ میں جو کچھ ان لوگوں کی نظروں کے سامنے آیا ہے جو اب اس کی شرح کیڑ کر رہے ہیں)

وَالسَّلَامُ

فقیر شریف مینری



مکتوب ۱۶

اپنے افلاس اور طلب کی صداقت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ عمر مذکور کے نام۔ آں برادر کے دونوں خط لے تھے پڑھا۔
 اے بھائی! اپنے اور اپنے کاموں کی ناکامی، اور مریدوں کے احوال و مقامات
 سے مفلسی و ناامیدی، مردان راہ کے کمالات و معانی سے تہی و امانی و بیخوالی، دل کی شکستگی
 اور اپنے وجود سے وحشت، مریدی اور ارادات یہی ہے اور بس۔
 نئی دانم کرا نام بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من سلم نہ من مرتد نہ بدکارم
 (مجھے نہیں معلوم میں کیا ہوں، میری سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں)
 یعنی سب کا ایسا ہی حال ہے کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ ازل میں اس کے حق میں کیا مقدر ہوا
 ہے اور کیا حکم ہو چکا ہے اور یہ شک کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے حال کی نفی و کشائش کی بنا پر ہے۔

لس بھائی! طلب کا قدم پیچھے نہ ہٹنے پائے دل قوی رکھو اور اس کو ایک بہت بڑی نشانی سمجھو کلام مجید میں اس آیت کو تحقیق کی نظر سے دیکھو ارشاد خداوند تعالیٰ ہے
 وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَهُوَ إِيَّائِهِمْ يُنَزِّلُ السَّمَانَ مِمَّا يُنَزِّلُ
 جب تم مایوس ہو چکے ہو جس طرح مخلوق کے لئے بارش بھیجتا ان کے نامید ہو جانے کے بعد
 ہوتا ہے اسی طرح مریدوں اور طالبان حق تعالیٰ کے کاموں کی کشائش ان کی نامیدی
 کے بعد ہوا کرتی ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

بار و گریہ ما خرقہ بزنا رواد زہد نو دو سالہ را بڑوہ بکفار واد
 زہد پہ بیکسو سناہاد راہ قلندر گرت بہرے کوزہ سے خرقہ دو ستار واد
 قبلہ بدل کر دو دو متکلف دیر شد رونے بھجوب کر دو دوست ورا بار واد

(ہمارے پیر نے دوسری بار خرقہ زناہ پر قربان کر دیا، تو بے سالہ زہد کافروں کو دیدیا۔ زہد
 کو کنارہ رکھ دیا قلندری و آزادی کی راہ اختیار کر لی، ایک پیالہ شراب کے عوض جب دو ستار
 دیدیا، قبلہ بدل کر فوراً بت خانہ میں جا کر بیٹھ گئے، رن بھجوب کی طرف کر دیا دوست نے
 ان کو باریابی دیدی۔) ان مذکورہ اشعار کے تمام کلمات مخصوص معانی سے مستعار ہیں۔
 اہل سلوک کی جماعت کے نزدیک حال کا کھولنا نہیں ہے، حکمہ القویات
 لَا يَفُتُّ بِالْمُرِيدِ بَيْنَ شَيْءٍ مِنْ أحوالِ إِلَّا بَعْدَ يَأْسِهِمْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے حکم کیا
 ہے کہ مریدوں پر ان کے احوال میں سے کوئی چیز یا کوئی کمال اس وقت تک نہیں کھولے جائیں جب تک
 وہ مایوس نہ ہو لیں۔) اللہ تعالیٰ کے کاموں کا طریقہ اسی طرح جاری ہے۔ کیا کیا جائے
 تمام مریدوں کے ساتھ ابتدا میں ہی ہوتا ہے، بیچارہ مرید روتلے، گریہ و زاری کرتا ہے
 اور کہتا ہے۔

دل گم گشتہ رار ہے بنمائی مردم دیدہ راورے بختائی
 ہستم از ہر چہ ہست جملہ گزیر ناگزیرم توئی مرا سپزیر
 (میرے اس گم شدہ دل کو راہ دکھلا دیجئے، میری آنکھوں کی پتلیوں کے لئے دروازے
 کھول دیجئے۔ اس عالم ہست میں جو کچھ ہے میں ان سب سے علیحدہ اور بے پرواہ ہوں، کہیں
 آپ کے بغیر چارہ نہیں مجھے قبول فرمایا ہے۔)

جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عظمت و جلالت کے باوجود اپنی مناجات میں کہیں
 اے میرے اللہ میں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں؟ فرمان ہوا، جہاں ٹوٹا ہوا دل ہو یعنی جہاں اپنی
 نجات سے مایوس ہو، عرض کی خداوند اکوئی دل مرے دل سے زیادہ شکستہ نہیں ہے اور کوئی
 دل مرے دل سے زیادہ مایوس نہیں ہے۔ حکم پہنچا، تو میں وہیں ہوں جہاں تم ہو یقین کر لو کہ
 الْقَلْبُ عَرْشُ اللَّهِ وَ لَيْسَ فِي اللَّهِ عَرْشٌ هُوَ أَكْبَرُ مِنْ عَرْشِ اللَّهِ هُوَ الَّذِي كُنْتُمْ تُعْبَدُونَ

گر کمال عشق می یا بد ترا جز زوالیں پر وہ نکشاید ترا

عقل اندر حق شناسی کمال است لیک کمال ترازو جان و دل است

(اگر تجھ کو عشق کا کمال مطلوب ہے، تو تیرے دل کے سوا تیرا یہ پردہ کوئی نہیں کھول سکتا جس شناسی
 میں اگر یہ عقل کمال ہے لیکن دل اور جان عقل سے بھی میں زیادہ کمال ہے) عام طور سے شہرہ و معرّفہ
 اور مشاہدہ میں ہے کہ جو چیز جتنا زیادہ ٹوٹی ہوئی ہوتی ہے اتنی ہی بے قدر و قیمت ہوتی ہے
 لیکن مومن کا دل جتنا زیادہ شکستہ ہوتا ہے اس کی قیمت دونوں جہاں سے افزوں تر ہوتی
 ہے اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَبِرَاتِ قُلُوبُهُمْ لِأَجْلِ (میں شکستہ دلوں کے قریب رہتا ہوں جن کا دل مری
 خاطر شکستہ ہو) اور اسی معنی کا یہ راز ہے مَنْ كَانَتْ مَحَبَّتُهُ فِي اللَّهِ اللَّهُ فَعَزَّزْنَا قَدْرَهُ وَجَلَّلْنَا
 خَطْمَهُ (جس کی محبت اللہ کے ساتھ ہو اور اللہ ہی کے لئے ہو اس کا رتبہ بلند اس کا درجہ بڑا ہے) اس
 کی بلندی و عظمت کا سرمایہ یہی دردِ محنت و حسرتِ نایافت اور مغلسی و بیخوابی کا ماتم اور اس کی
 معیبت ہے اہل معرفت کا اگر وہ کیا ہی تعجب خیز گروہ ہے یہ ارباب معرفت باوجود علم و
 معرفت اور دولت و نعمت کے خود کو مغلس و بیخواب جانتے ہیں۔ چنانچہ خواجہ سنانی نے کہا ہے۔

سے فاسخ از نفس و دین و کیش ہمہ گور خانہ ہوائے خویش ہمہ

علم شاں زیر حرف نادانی است چہ عجب گنج زریہ ویرانی است

بروزخت بقائے دو جہانی از رہ کفر در مسلمانانی

(نفس دین رسم و عادات سب کے آزاد۔ ان کا گھر ان کی تمام خواہشات کا قبرستان بن چکا ہے۔ ان کا علم،

انکی ہیچدانی، میں کچھ نہیں جانتا کے لفظ کے تہہ میں پوشیدہ ہے، میں کیا سمجھتا؟ قیمتی خزانے اجازت

کھنڈرات میں ہوتے ہیں جو کفر کی راہ سے اسلام میں آیا اس لئے دونوں جہاں کے درخت بقا پر جگہ پائی)

اے بھائی! ارباب سلوک! اصحاب طلب اپنے درد نایافت اور مغلسی سے بہانہ اسی

تمنا میں ہیں کہ معدوم ہو جائیں اور ان کے وجود کا دفتر ان کی وحشت سے پاک و صاف ہو جائے کیا کریں کام کی سختی اور اپنی بے مائیگی کو جانتے ہیں اس کا شاہدہ کئے ہوئے ہیں جب کہ تاجدار تَوْلَاكَ بِمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاكَ (اگر آپ : ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) اور قَبَا پُوشِ قَابِ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (دو مان کا فاصلہ یا اس سے بھی قریب کی نالہ و فریاد یہ ہو کہ یٰلَیْتَ رَبِّ مُحَمَّدٍ لَّمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمد کا پروردگار محمد کو پیدا ہی نہ کرتا)

عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کون جان سکتا ہے کس حال میں حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یالیت رب محمد لم یخلق محمداً کہا ہے فلا یامن من مکر اللہ الا القوم الخاسرون (سوائے خاسرین کے اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ کرشموں سے کون بے خوف نہیں) اس شعر میں شاید اسی رمز کی طرف اشارہ ہے۔

کہ نہ انداز کار سازی تو کہ نہ ترس زبے نیازی تو

(آپ کے کاموں کو کون نہیں جانتا آپ کی بے نیازی سے کون نہیں ڈرتا)

عجب معاملہ ہے سارے عالم میں منادی کر دی گئی وَاللّٰهُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ اللہ اپنے سلامتی کے گھر کی طرف بلا رہے اور جب لوگوں نے طلب کی کہ باندھی اس امید میں سب ووڑ پڑے جان و تن کی بازی لگادی تو ارشاد ہوتا ہے کہ تم لوگوں کو طلب کے سوا چارہ نہیں تمہارا کام دوڑ دھوپ، دوادوشس ہی ہے اسی میں لگے رہو سکون و قرار کا نام نہ لو اور خوب یاد رکھو طاب لوٹایا بھی جاتا ہے راہ بند بھی ہوتی ہے اما الطلب ساد والطریق سد ہی وہ راز ہے جو کہا ہے

من برسر کوئے آستین جنبا نم تو پنداری کہ من ترا میخوانم !!

نے نے غلطی کہ من ترا میخوانم! خود رسم من است کاستین جنبا نم

(میں نے گلی کے نکر پر آستین ہلائی، تم سمجھے کہ میں تمہیں اشارہ کر رہا ہوں، نہیں نہیں ایہ

تمہاری غلطی ہے جو تم نے سمجھ لیا کہ میں تمہیں بلاتا ہوں آستین ڈالنے کی بری تو یہ عادت)

مُردی کی ابتداء میں طالبانِ راہ اور سالکین طریقت کو اس طرح کے واقعات پیش آتے ہیں اور اس طرح کے کاموں سے سابقہ پڑتا ہے ایسا کہ لوگ نیست و نابود ہو جانا چاہتے ہیں اور اپنے کام سے ناامید ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اپنی ہلاکت پر دل سے آمادہ ہوتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

حسرتہ ز سر بر کشیدہ بجمہار داد کوزہ پر از بادہ کردتخہ بہ کفت ارداد

نعت دو سالہ راہ پر کے جاگئے از سرستی عشق رفت بخمار داد
 (ایک پیالہ شراب سے بھرا، خرقہ سر سے اتارائے فروش کو دیدیا تبیح لی اور کافر کو تحفہ دیدیا۔
 نئے سال کی پونجی ایک پیالہ شراب کے عوض عشق کے نشہ میں شراب خانہ کے مالک کو دیدی)
 ان تمام باتوں کا راز کیا ہے جانتے ہو؟ یا اسلئے سے کہ طلب کی صداقت ظاہر ہو جائے اور
 صادق و کاذب کی تمیز ہو جائے، جھوٹے دعویدار حقیقی طالبوں سے جدا ہو جائیں۔ ابتدائے
 ارادت و مریدی میں سب کو دعویٰ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر دعویٰ کے لئے دلیل ضروری ہے۔
 امام شعبلی رحمۃ اللہ علیہ خود کو دیوانہ کہلانے کے بعد گھر کے اندر دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔
 ایک جماعت حضرت کے پاس آئی آپ نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ کہا ہم لوگ آپ کے قدیم
 چاہنے والوں میں ہیں ایک ایک کو پتھر مارنا شروع کر دیا سب بھاگنے لگے۔ فرمایا یہ جھوٹے
 میری محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، اگر ایسا ہے تو میرے اس جو رو ستم سے بھاگتے کیوں ہیں؟ اسی
 سے تم جان لو کہ بغیر ثبوت اور دلیل کے دعویٰ محض جھوٹ ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

زبان زہد پر نفاق و زین دلق پر زرق واللہ کہ سیر گشتم و ز تارم آرزوست
 (اس نفاق بھرے زہد سے اور اس پُر فریب گدڑی سے قسم ہے اللہ کی میرا جی بھر گیا، مجھے زنا کی آرزو ہے)
 اعتقاد کے زو سے نہیں بلکہ اعتباری طور پر نفاق اور فریب کو زنا ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور
 سمجھتے ہیں کیوں کہ حجاب کے معنی میں دونوں برابر ہیں۔

اے بھائی! منافقین زبان سے کہتے تھے نشہ انک لرسول اللہ (ہم
 گواہی دیتے ہیں بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں) ان کا یہ قول، قول کی حیثیت سے تو درست
 تھا لیکن اپنے اس قول پر وہ دلیل و برہان نہیں رکھتے تھے یعنی جب ان کے اس قال کے تحت
 سچا حال نہ تھا تو یقیناً جھوٹ ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان المنافقین لکاذبون (بیشک
 یہ سب منافقین جھوٹے ہیں) اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضور پیغامِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت حارثہؓ کو دیکھا تو پوچھا کیف اصبحت (تمہاری صبح کیسی گزری یا حارثہ؟) عرض
 کی اصبحت مومناً حقاً (حقیقت ایمان کے ساتھ یا رسول اللہ) یہ حضرت حارثہؓ کو اپنے
 ایمان کی حقیقت پر دعویٰ تھا تو یقیناً حضور پیغامِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر دلیل پیش کیے انہیں
 مہلت نہیں دی۔ سنہ یا لکل حق حقیقتہ فما حقیقتہ ایمانک بہ چیز کی ایک حقیقت

ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی حقیقت کا کیا حال ہے؟ یعنی ہر حق کے لئے اس کی صحت و درستی کی علامت و دلیل ہوتی ہے تمہارے ایمان کے صحت کی نشانی و دلیل کیا ہے؟ حضرت حارثہؓ کی اور اپنے دعویٰ کی دلیل و علامت یہ پیش کی اعرضت نفسی عن ال دنیا و اسیرت لیلی و اطمینان نہاری و استوی عندی ذہبها و فضتها و حجرها و مدرها و کافی انظر الی عرش ربی بارزا و کافی انظر الی اهل الجنة تیزا و سرون و کافی انظر الی اهل النار تیغادروا کذبا میں منہ موڑ لیا ہے ہمیشہ دن کو روزہ رکھتا ہوں اور راتیں نماز و قیام میں گزارتا ہوں میرے لئے سوتا چاندی اینٹ، پتھر کے برابر ہو گئے ہیں اور گویا میں خداوند تعالیٰ کے عرش کو عیاں دیکھتا ہوں اور گویا اہل بہشت کو دیکھتا ہوں کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور دوزخ والوں کو روتے ہوئے اور باہم منسریا کرتے ہوئے دیکھتا ہوں) حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے اس عرض پر حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے حقیقت کو پایا اس پر قائم ہو جاؤ اور اسے لازم کر لو۔ کسی نے کہا ہے سے

در خیال از فزوں و کاست بود آزمائش گواہ و راست بود

(خیال میں کمی بیشی تو ہوتی ہے، اصل آزمائش میں صحیح اثر نابی صحت و تنگی کی دلیل ہے) اس تمام تقریر سے غرض یہ ہے کہ کسی کو بغیر دلیل پیش کئے ہوئے نہیں چھوڑا جاتا ہے بلکہ جھوٹے دعویداروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے۔ سے

ہر کرا در پیش این شکل بود چوں تواند کرد گرصددل بود

صدجہاں جاں مبارز آمد ہست سرگرداں عاجز آمد

اجس شخص کو یہ مشکلیں در پیش ہوں ایک دل کیا ہے اگر وہ سودل بھی رکھتا ہو تو کیا کر سکتا ہے۔

مشکلات کے یہ سینکڑوں بہاں جب مقابلہ پر آئیں تو سوائے سرگردانی اور عاجز ہونے کے اور کیا ہے

ان مریدوں کو جنہوں نے اپنی بلندی بہت کی بنا پر ساتوں آسمان و زمین کے مالک کے طالب

ہونے کا دعویٰ کیا ہے انہیں بغیر امتحان اور ثبوت کے کیسے چھوڑیں گے تو مرید کو اس راہ میں

جو کچھ پیش آتا ہے وہ سب اسی نوع سے ہے، جو بیان ہوا یہ سب کچھ حقیقتاً دعویٰ کی

صداقت میں دلیل و برہان کے طور پر ہے، نہ یہ کہ اپنے طالبوں کو ناامیدی میں مبتلا کرنے اور ضائع

کرنے کے لئے ہے اس ارم الارمین اور ارحم الراحمین کے بارگاہ میں بے گناہان نہیں ہونا چاہئے نہ

آن کہ از جان خویش بر شیند رہب عقل او ہدایت اوست
 و ان کہ بر راہ اوست دم بہنہاوا مونس جان او عنایت اوست
 (جو شخص اپنی جان سے بیگانہ ہو جائے۔ تو عقل و ہدایت اس کی رہبری کرتی ہے۔
 اور جس نے اس کی راہ میں قدم رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت اسکی مونس جاں بن جاتی ہے)
 قال لقمان لابنہ یا بنی کما ان الذہب والفضۃ یختبر ان بالنار
 کذا لک المؤمن یجرب بالبلاء (لقمان نے کہا اے بیٹے! جس طرح سونا چاندی
 کو آگ پر ڈال کر پرکھتے ہیں اسی طرح مومن کو بلا کے ذریعہ آزمایا جاتا ہے) اے بھائی! جس طرح سونے
 چاندی کو آگ میں ڈال کر جانچتے ہیں تاکہ خالص سے ملاوٹ علیحدہ ہو جائے اسی طرح مومن کو
 طرح طرح کے بلاؤں میں مبتلا کر کے جانچتے ہیں تاکہ مخلص کا منافق سے، دعویٰ دار کا حقیقی طالب سے
 جھوٹے کا سچے سے امتیاز ظاہر ہو جائے اور مجملہ تکلیفیں جو اس دنیا میں ہیں وہ اسی امتحان آزمائش
 کے لئے ہیں۔ چارخ خواہ بلا اور خ کے ذریعہ ہونخواہ نعمت و راحت کے ذریعہ۔ چنانچہ کہا ہے

کس چہ داند تا چہ حکمت میرود ہر وجود سے را چہ قسمت میرود
 کوئی کیا جانے کہ اس کی حکمت کا کیا تقاضا ہے اور کس کی قسمت میں کیا ہے

اے بھائی! یہ میں سمجھ رہا ہوں کہ آن برادر کے دل میں یہ بات آئے گی کہ امتحان اللہ تعالیٰ
 کی جانب سے کیونکر صحیح ہے اس لئے کہ امتحان تو جس چیز کو نہیں جانتے ہیں اس کے جاننے کیلئے
 ہوتا ہے اور خداوند تعالیٰ اپنے علم قدیم سے ساری چیزوں کا جاننے والا ہے۔ جیسی کہ وہ چیز ہے
 اور یہ شبہ اس جگہ موزوں ہے اور قابل توجہ بھی۔ لیکن اے برادر امتحان تو ہم لوگوں کی جانب سے
 ہے۔ اللہ کی طرف سے تو اس چیز کا ظاہر کرنا ہے جس کا علم اُسے خود ہے کہ آج بندہ اپنے فعل سے
 اس چیز کو ظاہر کر رہا ہے اسی کو خداوند تعالیٰ کی جانب سے امتحان کہتے ہیں۔ تمام شریعتیں اور
 شریعت کی ذمہ داریاں سب امتحان ہی ہے۔ امتحان، ابتلا، اختیار، فتنہ، بلا یہ سب
 چند الفاظ ہیں ان سب کے معنی وہی ہیں جو بیان ہوئے۔

اے بھائی! جب تک ایک سانس بھی باقی ہے ابتلا بھی باقی ہے کہ الدنیا دار
 البلاء و فتنۃ (دنیا آزمائش اور فتنہ کی جگہ ہے) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل سب
 کے سب باوجود معصوم ہونے کے ابتلا و آزمائش کے اندر رہے ہیں۔ یہاں ہم تم اور ہمارے

جیسے اور دوسرے کس شمار میں ہیں۔

شاہی، گدائی، تونگری، درویشی، صحت و مرض، نعمت، سختی، سلامتی و بیماری
اسی طرح کی اور دوسری چیزیں کم ہوں یا زیادہ یہ سب امتحان و آزمائش ہی ہیں فرق بس اتنا
ہی ہے کہ آزمائش حالت شکر میں ہے دوسری حالت صبر کے ساتھ یہاں تک کہ خداوند
تعالیٰ کو جو اپنے علم قدیم سے معلوم ہے وہ آج بندہ کے فعل سے ظاہر ہو کہ اطاعت گزاروں کو
اجر و ثواب ان کے فعل کے مددور کے بعد ملے اور گناہ گاروں کو عذاب و عقوبت ان کے فعل کے
بعد انھیں ہو یہ محض اللہ تعالیٰ کے علم قدیم کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس کے علم و حکمت کا یہی
تفاضل ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

بندہ آں بہتر کہ برتر ماں رود کز خداوند آنچه خواہد آں رود
گر چہ رہ جستند ہر سوئے ازیں نے نہ بردند اے عجب موازین
(بندہ وہی بہتر ہے جو احکام کی بجا آوری میں لگا ہے اللہ تعالیٰ کی جو رونا اسکے
لئے ہے اس پر خوش و خرم ہے۔ اگرچہ اس کے علاوہ ہر طرف راہ ڈھونڈی لیکن ایک
بال برابر بھی کہیں راہ نہ ملی)

والسلام
حقیر شرف مینیری



مکتوب ما

احکام الہی کے اجرام میں انبیاء و اولیاء کا عجز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرِ شیخِ عمر! کاتبِ مکتوبِ شرفِ نیری کی خاص دُعا قبول کرو
دو عزیز کرہ سے آئے آن برادر کا خط لائے پڑھا مضمون سے آگاہی ہوئی۔

اے بھائی! بیوں کے باپ۔ صفت و عصمت و نبوت کے تاجدار۔ دارالسلام میں
سارے عزت و کرامت کے باوجود جو تم نے سُنا ہے شدت، ابتلا، سختی، زحمت و بلا سے سلامت
نہ رہ سکے اور صرف چند دانہ گندم کھا لینے سے جوا نہوں نے دیکھا سو دیکھ لیا۔ کیا خیال ہے؟
ان اولیاء کے بارے میں جو دارالبلا و فتنہ میں ہزاروں ہزار پوٹیدہ فرعونی و فرودی لوگوں کے
ہوتے ہوئے سلامتی و عافیت سے بہتے یہ محال ہے۔ جب اپنے کلام پاک میں لیکو حَمِّ
(تاکہ تمہیں آزمایا جائے) کے ذریعہ یہ اطلاع دیدی ہے کہ بلا تیار کر لی گئی ہے۔ سبحان اللہ۔
ایسا ذی جان جو ماں کے پیٹ ہی میں خون سے پرورش پاتا رہا، موجب وہاں سے اس
بلاخانہ میں آپڑا تو سوائے خون کے اور کیا کھائے گا۔ اسی راز کو کہا ہے

چوں موئے شدم ز رنجِ ہریدکے دروہر کہ دیدست چومن ناشاکے
برخیزد اگر بچہ ناگہ بادے چوں چنگ بہر رگے زمین فریائے
(ہر ظلم و ستم کے رنج و غم سے میں سوکھ کر مثلِ بال کے ہو گیا ہوں، مجھ جیسا اندوگیں جہاں میں کب
کسی نے دیکھا ہے۔ اگر اچانک مرے اندر سے آہ کا گورا اُٹھے تو چنگ کی طرح میرے رگ
سے فریاد و فغاں کی جھنکار آئے گی۔)

سلامتی و عافیت عدم میں ہے یا قدم میں لیکن ایسا وجود کہ جو عدم کے درمیان ہے۔

وہ تمام بلاؤں اور تمام بیماریوں کی ابتلا کئے ہے۔ جیسا کہ ایک عارف کے کسی نے پوچھا ما العلة
کیا روگ ہے انہوں نے کہا الوجود یہی وجود ہی بیماری ہے۔ خوب کہا ہے کہ

کاش کہ ہرگز نبودے نام من تا نبودے جنبش و آرام من

(کاش مرے وجود کا نام ہی نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ حرکت و سکون کا پتہ نہ رہتا۔)

ایک فقیرے نزع کے وقت کسی نے کہا کوئی آرزو ہو تو فرمائیے تاکہ پورا کروں کہا ہاں ہے،
”ایسا عدم کہ جس کا وجود نہ ہو“ یہی مری آرزو ہے۔ اسی سے سمجھ لو کہ تمام بلائیں اور سارے فساد

ہمارے اسی وجود سے ہیں۔ اسی مقام سے یہ شعر ہے۔

اذا قلت ما اذبت قالت محبتہ حیوتک ذنب لا یقاس بہ اذنب

(میں نے کہا بتاؤ میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ محبت نے کہا تیرا وجود ہی گناہ ہے ایسا کہ قیاس سے باہر)

اور فارسی کا شعر ہے۔

اے کاش نہ بودی اے عراقی کز تست ہمہ فساد باقی

(کاش عراقی کا وجود نہ ہوتا اس لئے کہ ترے ہی دم سے ساری خرابیاں ہیں)

اے بھائی! عدم بہترین عالم ہے، نہایت ہی آرام دہ ایسی بہشت ہے جہاں دوزخ
کا وجود ہی نہیں۔ ایک صاحب عزت کہتے ہیں۔ جہاں عدم کی خوشی کا جتنا زیادہ سے زیادہ
تذکرہ کر سکتا ہوں کروں تو بھی اس کا ہزاروں حصہ بیان میں نہیں آسکتا۔ آج ارباب بعیرت
کے جگر کباب اور دل جو خون ہو رہے ہیں وہ اسی عالم وجود کی وجہ سے ہے کیوں کہ یہ عالم وجود

بلا کی آماجگاہ ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر دم زدن فلک دگر گوں گردو ہر دوں سخن بہر سخن دوں گردو

زاندیشہ آسمکے تا چنیں چوں گردو دل در بر زیر کاں ہمیں خوں گردو

(آسمان کی حرکت ہر گھڑی متغیر ہوتی رہتی ہے، ہر ناشائستہ گفتگو کہ نیموالا کینہ باتوں کی چکر میں

گمار رہتا ہے۔ اسی اندیشے سے کہیں ایسے سے ویسا نہ ہو جائے ہوشمندوں کے دل خون ہو رہے ہیں)

یا لیت رب محمد لقد یخاق محمداً (کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا)

کی فریاد اسی وجود ہی کی وجہ سے ہے۔ کہ یہ وجود ہی بلاؤں کا نشانہ اور قضا و قدر کے پامال ہے

قضا و قدر کے قدموں تلے دینا اور پھر سیدھا کھڑا رہنا یہ کچھ آسان کام نہیں ہے فاستقیماً

كَمَا أَمُوتُ (سیدھے قائم رہو جیسا کہ حکم دیا گیا ہے) جانتے ہو کس قدر مشکل کام ہے "اس کام کی دشواری کا اندازہ سرور کائنات فخر موجبات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنو فرماتے ہیں۔ خداوند اگر میں کلی سر سے تان کر سوتا ہوں تو پکار ہوتی ہے یا ایھا المدثر قم فانذر (اے سب کی اورڑ مینے والے کھٹے اور لوگوں کو خون دلائے) اور اگر کسی سے باہر آتا ہوں انہیں بلانے کے لئے تو ارشاد ہوتا ہے فاھجرھم حجراً جَمِيلاً (اپنے طور پر ان سے الگ ہو جائیے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ فرمان ہوتا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ آرام چاہتے ہیں اور ہم آپ سے سرگردانی چاہتے ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ چاہتے ہیں کہ ہمارا حساب پورا کر دیں اور گوشہ میں بیٹھ جائیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم دم ہر گھڑی ہمیں آپ سے اور آپ کو ہم سے ہزار گونہ حساب رہے۔ اور اگر ہم آپ کو خوش و خرم دیکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں لَا تَفْرَحُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَحِبُّ الْفَاحِشِينَ (آپ خوشی میں مگن نہ ہوں اللہ خوش رہنے والے اور اترانے والے کو پسند نہیں فرماتا) اور اگر آپ کو افسردہ و تنگ دل ہم دیکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں وَلَقَدْ نَعْلَمُ إِنَّكَ لَبِئْسَ لِقَوْمٍ كَمَا يَقُولُونَ (بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ دل تنگ ہیں لوگوں کی زبان درازی اور ناہمی سے) اور اگر آپ بہت زیادہ عبادت میں لگ جلتے ہیں تو ہم کہتے ہیں ظَنَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى (میرے محبوب قرآن آپ پر اس لئے نہیں اتارا ہے کہ آپ خود کو اس قدر مشقت میں ڈالیں) اور اگر عبادت آپ محکم کریں تو مرار شاوہے وَاعْبُدْ سَبْحًا (اپنے رب کی عبادت کیجئے) اور اگر رات کو خواہ استراحت فرمائیں تو مرار حکم ہے قَدْ لَلَّيْلَ (رات کو اپنے رب کے حضور کھڑے رہئے) اور اگر پردہ کے اندر خوش رہ کر بیٹھے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کی والدہ کی دلہیز نہیں ہے اور اگر آپ سختی اختیار کرتے ہیں تو ہدایت کرتا ہوں وَاحْفَظْ جَنَاحَكَ (نرمی کا برتاؤ کیجئے) اور اگر اقربا کے ساتھ نرمی و آسانی کرتے ہیں تو مرار شاوہے وَإِنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (آپ اپنے قرابت مندوں کو خون دلائیے) اور اگر نرمی برتتے ہیں تو وَاعْلَظْ عَلَيْهِمْ (ان پر سختی کیجئے) کا حکم ہوتا ہے۔ اور اگر تند خوئی کج خلقی سے پیش آئیں تو وَكُنْتَ نَفْسًا غَلِيظًا الْقَلْبُ لَا تَفْضُو مِنْ حَوْلِكَ (اے رسول اگر آپ کج خلق تند خوبوتے تو لوگ آپ کے پاس سے ہٹ جاتے) اور اگر آپ بے جھجک صاف صاف کہیں تو مرار شاوہے وَقُلْ لَّهِمْ نِي الْفَسِيحِينَ قَوْلًا

بَلِيغًا (اے رسول آپ ان سے گفتگو بلاغت کے ساتھ کیجئے) اور اگر مبالغہ سے کام لیں تو ارشاد ہوتا ہے
 قُلْ لَهُمْ قَوْلٌ لَّامِيٌّ مَّرْأًط (اے رسول آپ ان سے آسان انداز میں گفتگو کیجئے) (جب حضور کی سیرت
 پاک کا یہ رنگ ہے) تو کیا ہی سرگردان و پریشانی ایک مشت خاک پر ہے، کون ہے جو اس ماتم و
 مصیبت میں سینکڑوں نوحے اپنی جان پر نہ کرے جیسا کہ کہا ہے۔

ہر روز طلب کنی محال دگرم وز گردش چرخ در حوالی دگرم
 امروز بناز کی بحالی دگرم وز گوشش شد ز گوشمالی دگرم

(ہر روز ایک محال کام کی طلب آپ کو مجھ سے ہے اور میں آسمان کی گردش سے کسی نہ کسی بندش
 میں ہوں، آج اپنی نزاکتوں کی وجہ سے دوسرے حال میں مبتلا ہوں اگرچہ گوشمال کا ذکر بھی کمال میں ہے)
 اے بھائی! جب کہ اس پر فریب وجود میں جو نشانہ بلا ہے گرفتار ہوں تو تقدیر
 کے میدان میں گیند بنجانے اور قضا کے آگے گردن ڈال دینے، وہ بے رہنے کے سوا اور کیا
 تدبیر ہے قضا کی گونا گوں پیچیدگیاں کیا کرتی ہیں اور کہاں لے جاتی ہیں مسجد میں بٹھا کر دستار
 بند ہوتی ہیں یا بتخانہ میں زناہر قضا و قدر کی ہیبت سے لوگوں کے جگر کباب اور دل خون
 ہو رہے ہیں۔ معلم اللکوت کو دیکھو، لعم با عور کی طرف نگاہ کرو، اس رنگ کو دیکھ کر لوگ سر پر
 خاک ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں۔ رُبَّ اَعْمَى س

گفتم کہ مگر محرم اسرار آیم بادولت وصل بر در یار آیم
 کے دانستم کہ با کمال دانش در تیکدہ فتابل ز نار آیم

(یقین تھا کہ میں محرم مانہ ہو کر وصل کی دولت کے ساتھ دربار پر آیا ہوں یہ میں کب جانتا تھا

کہ تمام و کمال دانشمندیوں کے باوجود بتخانہ میں زناہر بندوں کی طرح جانا ہوگا۔)

اسی راز کو کہا ہے۔

بر من زولم نہ ماند جز نام و لم تا خود بکار سد سرا بنجام و لم

(میرے پاس دل کہاں! دل کا صرف نام ہی رہ گیا ہے دیکھیں اب اس کا بھی کیا انجام ہوتا ہے)

یہ سب جو تم نے سنا ہے اس کے باوجود طرفہ یہ ہے کہ فرمایا جاتا ہے اِصْبِرْ وَاَصْبِرْ وَاَدْرَأِبْطُوا

اے اصبر و انفسیکم علی طاعة الله وصابروا بقلوبیکم علی لبوی فی الله ورابطوا

علی الشوق الی الله۔ عجب معاملہ ہم لوگوں کا ہے اس درجہ حیران و سرگردانی کے باوجود حکم ہوتا ہے

اپنی جانوں کو ہماری بندگی میں جمانے رہو اور ہماری دی ہوئی تمام بلاؤں و مصیبتوں میں اپنے
دلوں کو میری راہ میں برقرار رکھو اور ان سب کے ساتھ ہمارے اشتیاق میں دلوں کو
وابستہ رکھو۔ اسی راز کو کہا ہے۔

اے جہان جاں ہمہ حیران تو صد ہزاراں عقل سرگردان تو
(اے وہ کہ تو تمام جانوں کا جہان ہے سب تیرے ہی سن کے شیدائی ہیں، لاکھوں لاکھ عقلیں
تیرے جمال باکمال سے حیران و ششدر ہیں۔)

وَالسَّلَامُ
خاکسار شرف منیری



مکتوب ۱۸

دوستی و دشمنی اللہ کیلئے اور اپنی خواہشات و نفس کیلئے اس کا ترک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ عمر مذکور کے نام۔

میرے بھائی..... اللہ تعالیٰ تمہیں نفس کی شرارتوں سے پاک و صاف رکھے۔
تم جانو! قرآن مجید فرقان حمید میں فرمان ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ هُمْ دُونَ
الْمُؤْمِنِينَ (ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں)

ایمان کی حقیقتوں سے ایک حقیقت یہ ہے کہ دوستی خدا ہی کے لئے اور دشمنی بھی خدا ہی
کے لئے ہو جس کسی سے محبت کی جائے وہ خدا ہی کے لئے ہو ایسی محبت مومن کے ساتھ
ہوتی ہے اور جس کسی سے دشمنی کی جائے وہ دشمنی بھی خدا ہی کے لئے ہو ایسی دشمنی کافروں کے
ساتھ ہوتی ہے، اور جب تمہاری نیت خالص حق کی موافقت میں ہوگی کسی لالچ اور غرض
کے لئے نہیں تو تمہارا دوسرا قدم محبت کے حدود کے اندر ہوگا کہ المحبة موافقة المحبة
فی محبوبہ ومنكروها محبة محبوب کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کی موافقت ہی

ہے اور سب یہ جانتے ہیں کہ دوست کا دوست دوست ہوتا ہے اور دوست کے دشمن کے تم دشمن ہوتے ہو، یہ ایک بہت ہی قوی اصل ہے اس کے فوائد بے شمار ہیں اور ہر وہ محبت و عداوت جو خالص اللہ کے لئے نہ ہو وہ سب بُرائی، تاریکی و حجابِ راہ ہے جیسا کہ کہا ہے

س ہر چه جز حق بسوز و غارت کن ہر چه جز دین از و طہارت کن

(حق کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلا کے غارت کر دو، دین کے علاوہ قسبی چیزیں ہیں ان سے طہارت)

ارباب اشارات کا قول ہے کہ تمہارا نفس پورا کافر ہے اس کی تخلیق ہی آتش پرستوں

کی سرشت پر ہے اس کا سارا دعویٰ ہے کہ افریقہ و عیشی (جو کچھ ہے میرے لئے ہے، میرے ساتھ

ہے اور مجھ سے ہے) اس کا سارا دعویٰ و مطالبہ خدائی مطالبہ کے خلاف اور اللہ تعالیٰ

کے تقاضوں و دعویوں کے مانند ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے

مطالبہ فرماتا ہے کہ تمام حمد و ثنا میری کی جائے اور میری ہی تعریف کیا کرو۔ ہم لوگوں کا نفس

بھی سارے جہاں سے یہی چاہتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے ہمارے

تمام احکام بجالائے جائیں اور ہمارے فرمان کی مخالفت سے بہت دور رہا جائے ہمارا

تمہارا نفس تمام لوگوں سے یہی مطالبہ کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے مطالبہ فرماتا

ہے کہ سب کی رغبت اس کی طرف ہو اور سب کو خوف بھی اسی کی جانب سے ہو ہم لوگوں کا نفس

بھی تمام مخلوق سے یہی چاہتا ہے اسی طرح اور تمام دوسرے امور میں بھی شمار کر لو حقیقت میں

نظر سے دیکھو نفس کے سارے دعوے اللہ کے دعویٰ کے خلاف اور اس جہلِ علا کے دعوے

کے مثل کیا نہیں ہیں؟ اسی کو کہا ہے۔

سودہ گشت از سب ذراہ بجاں پیشانیم چند خود را بہت دین مسلمانانہم

(میری پیشانی بتوں کی ماہ یعنی نفس کی فرمان برداری میں سجدہ کرتے کرتے گس گئی، کب تک میں اپنے

اوپر مسلمان ہونے کی بدگمانی کا داغ لگاتا رہوں گا۔)

اور وہ جو خواجہ ضبید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے اَسَاسُ الْكُفْرِ مَوَافَقَةُ النَّفْسِ (کفر کی بنیاد

یہی نفس کی موافقت ہے) اسی کو سمجھو کہ یہ کیا۔ اسی بنا پر تو ہے۔ اور وہ جو خواجہ واسطی رحمۃ اللہ

نے فرمایا النَّفْسُ صَنَمٌ وَالنَّظَرُ إِلَيْهَا شُرْكَ وَالنَّظَرُ فِيهَا عِبَادَةٌ (نفس ہی بت ہے

اس کی طرف دیکھنا (رغبت سے) شرک ہے اور اس کی نگراں کرنا عبادت ہے) یہ کیا ہے؟ یہ بھی اسی وجہ

سے ہے۔ اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ بزرگوں نے ساہا سال زندگی اس طرح گزاری کہ کبھی ایک قدم بھی نفس کی موافقت پر نہیں رکھا۔ اس کے کیا معنی ہیں (یہ بھی اسی لئے ہے) اور عارفوں کا یہ قول ہے لَا تَغْتَفَلْ عَنِ النَّفْسِ وَإِنْ انْتَهَيْتَ فِي الْمَعْرِفَةِ (نفس سے غافل نہ ہو اگرچہ اس کو اتنا تک تم پہچان چکے ہو) یہ کہاں سے کہتے ہیں؟ یہ بھی اسی لئے ہے) اور جب تم یہ جان چکے تو یہ بھی جان لو کہ یہ بزرگان جو یہ سب کچھ کہتے ہیں وہ کہاں سے یہ کہتے ہیں یقیناً یہ بھی اسی بنا پر کہ

در کسے بٹیاں رفت ہمہ عمر درینا جوں برہمن میر بہت خانہ بانیم

(اوس ساری عمرتوں میں نفس کافر کی گلی میں گذر گئی بڑے برہمن کی طرح بت خانہ میں نفس کی

کٹیا میں پڑا رہا)

تو جب تم نے یہ جان لیا کہ نفس ہی سب سے بڑا کافر ہے اور کافروں سے محبت کرنا حرام ہے ان سے قتال و جنگ کرنا فرض عین ہے تو نفس سے دشمنی کرنا اور اس سے ہمہ دم جنگ کرتے رہنا بھی فرض عین ہوا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

انہیں کافر کہ مارا اور جہاد است مسلمان در جہاں کتر نسا راست

(اس نفس کافر کو جو سے جو ہمارے باطن میں چھپا ہوا ہے، مسلمان جہاں میں بہت کم ہیں) اور جب اس قصد و نیت سے مجاہدے کی تلوار اٹھالی، نفس کافر سے جہاد میں مشغول ہوئے اور اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو فَقَدْ فَازْتُمْرًا عَظِيمًا یہ بہت بڑی کامیابی ہے تم فتحیاب ہوئے۔ اور اگر تم شہید ہو گئے تو تمہارے حصہ میں مَن قَتَلْتُمْ فَأَنْتُمْ دَابِئَةٌ (جو میری راہ میں قتل ہوا اس کا عوض میں ہوں) کی دولت آئی۔

اے بھائی! وہ جہادِ ظاہری جسے ظاہر میں تم دیکھتے ہو وہ اس جہاد کے بعد کا درجہ ہے اس ظاہری جہاد میں کافر کو تیغ و تلوار سے دور کیا جاسکتا ہے خود بھی اس سے مصلحتاً علیحدہ ہوا جاسکتا ہے۔ اور شیاطین کو لاجول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم کے اوراد کے ذریعہ اپنے قریب سے بھگایا جاسکتا ہے اپنے آپ کو اس سے دور رکھا جاسکتا ہے لیکن جہاد تو حقیقتاً یہی جہاد ہے جو نفس کافر سے کیا جاتا ہے سَرَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ (ہم بڑے جہاد سے اپنے جہادِ ابرک طرف) یہ سب اس وجہ سے ہے کہ یہ کافر تمہارے جسم کے اندر گھسا ہوا ہے اسے اپنے سے دور کرنے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ و نیک سلوک کرنے پر

بھی اس سے امن میں رہنے کی کوئی راہ نہیں۔ اس لئے کہ اور دشمن کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ جب اس کے ساتھ نیکی کا سلوک اور احسان کیا جاتا ہے تو وہ دوست بن جاتا ہے یہ تو ایسا دشمن ہے کہ اس کے ساتھ لاکھ سلوک و احسان کرو وہ کبھی تمہارا دوست نہیں ہو سکتا بلکہ ہمیشہ تمہاری ہلاکت کے درپے رہے گا۔ اور تمہارا یہ حال ہے کہ اس کے باوجود تم اس کے سب سے بڑے عاشق ہو رہے ہو اور اس کی غلامی میں لگے رہتے ہو۔

گمہ مسلمان وہی گمہ زردہی تاکہ یک لقمہ بدیں کا فردہی

(کبھی مسلمان وہی جیتے ہو کبھی سونا چاندی یہاں تک کہ سب کا ایک لقمہ بنا لاس کا زکوٰۃ دیا کرتے ہو) اب تم نے جان لیا کہ نفس کافر کے ساتھ جنگ "جہاد اکبر" ہے اور جب تک بد نصیبی کی یہ رکاوٹ بد بختی کا یہ حجاب نفس کافر درمیان میں ہے سعادت ابدی اور دولت سرمدی سے بندہ محروم ہے اور بارگاہ محبوب و مطلوب دور ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ذره تا از ہستی خویش بود صد فراق سخت در پیشیت بود

(جب تک تری اپنی ہستی کا ایک ذرہ باقی ہے ہزاروں ہزار جدائی تجھے در پیش ہے)

وہ جو تم نے سنا ہے کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے خداوند عزوجل کو خواب میں دیکھا پوچھا کیف الظرفین الیک خداوند آپ تکسب پہنچنے کی راہ کون سی ہے ارشاد ہوا دع نفسك وَتَعَالَ اپنے نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ۔ یہ نہیں کہا گیا کہ دنیا کو چھوڑ دو اور آ جاؤ لوگوں کو چھوڑ دو، آ جاؤ۔ زن و فرزند کو چھوڑ دو اور آ جاؤ یا مال کا سبب کو چھوڑ دو اور آ جاؤ۔ اور یہ بھی نہیں کہا گیا روزے رکھو، نمازیں پڑھو اور چلے آؤ اسی سے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب کسے نفس کافر کو چھوڑنا فرض عین ہوتا ہے فرض حکم حال (یعنی یہ فرض حال ہے اعتقادی نہیں) اگر نفس کافر کو نہیں چھوڑتا تو حق سبحانہ تعالیٰ سے دور رہے گا۔ اسی کو کہا ہے۔

تا دریں حضرت خودی می ماندت صد جہان پڑ بدی می ماندت

ز انکہ گر سونے بماند از خودیت ہفت دوزخ پر بیا یہ از بدیت

(جب تک اس بارگاہ خداوندی میں تیری خودی باقی ہے سینکڑوں جہاں تیری بلیوں کے پڑ ہیں)

یہ اس لئے کہ اگر تیری خودی کا ایک ذرا برابر بھی باقی ہے تو یہ ایسا ہے کہ ساتوں دوزخ تیری بلیوں

سے بھر جائیں۔ اور ایسا ہی خواجہ ابو بکر طستانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے النعمۃ العظمیٰ

المخدر ج من النفس لانتہا اعظم حجابا بینک و بین اللہ (نفس نے کھنا ایک عظیم نعمت ہے)

اس لئے کہ یہی نفس تیرے اور تیرے اللہ کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے، اسی سے تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ تمام مجاہدوں اور آدمی کی تمام بھینسیوں کا لازماً نفس کافر کے سوا اور کچھ نہیں چنانچہ کہا ہے

النفس معدن کل شتر (نفس ہی تمام بائبل کی کان ہے) اور وہ جو فرعون یمن کا دعویٰ تھا انا ربکم الاعلیٰ (ہم ہی تمہارے سب سے بڑے رب ہیں) یہ اسی نفس کافر کی پکار تھی فرق بس اتنا ہی ہے کہ اس کا یہ دعویٰ علانیہ تھا ہمارا تمہارا اور ہم جیسے اور دوسروں کا آج یہ دعویٰ پوشیدہ ہے کیونکہ اس کا ڈر لگا ہوا ہے کہ اگر کھل کر یہ کہیں تو شریعت کی تلوار گردن اڑا دیگی اور فرعون ملعون کو اس کا خوف نہ تھا اب تم اگر یہ کہو کہ آخر اس درو کی دوا کیا ہے؛ تو اسے بھائی! تمام مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کہ مخالفۃ النفس راس العبادۃ نفس کی مخالفت ہی تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے

سے ترا با نفس کافر در کین است کجا تور ہیری آسجا کہ دین است

(نفس کافر تمہاری گھات میں لگا ہوا ہے دین تک تمہاری رسائی کیسے ہو سکتی ہے۔)

چنانچہ مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لوگوں نے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؛ فرمایا ذبح النفس بسینف المخالفة ومخالفتها ترک شہواتها (نفس کو اس کی مخالفتوں کی تلواریں سے زبح کرنا ہے اور نفس کی مخالفت خواہشات کا ترک ہے) اور وہ جو حضرت اہل رحمتہ اللہ علیہ کا قول تم نے سنا ہے ما عبد اللہ بشئ مثل مخالفة النفس (نفس کی مخالفت کے ذریعہ جبین عبادت اللہ کی میں کرتا ہوں دین عبادت اور کسی ذریعہ نہیں ہوتی) اور اسی کے بارے میں فرمایا گیا ہے تمہارا یہ حال ہر کورات دن اسی نفس کافر کی موافقت پر کمر بستہ ہو اور غلاموں کی طرح اس کے سامنے کھڑے رہتے ہو ایسی صورت میں ہلاکت کے سوا اور کیا ہے؛

اے بھائی! بہشت جو کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے جب بغیر مخالفت نفس سے نہیں پاسکتے تو یہ بدرجہ اولیٰ محال ہے خداوند جل شانہ جو بہشت کا خالق ہے اسے بے مخالفت نفس کوئی پائے۔ تو جس شخص کو تم دیکھو کہ وہ نفس کے لطف و مزے مرادوں اور لذتوں سے پاک و صاف نکل آیا ہے اور اس نفس کی مخالفت میں مردانہ داراؤں نے قدم رکھا ہے تو اسے حق تعالیٰ کی محبت کے دعوے اور اس کی طلب میں سچا اور مستحکم سمجھو اور اگر یہ دیکھو کہ دونوں جہاں کی مرادوں میں سے کوئی مراد اور نفس کے حظوظ میں سے کوئی حظ کا ایک ذرہ بھی باقی ہے تو اس کے دعویٰ محبت خداوندی و حق طلبی کو بالکل غلط اور جھوٹ جانو اس لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنی تمام

عمر میں ایک قدم بھی نفس کی مُراد پر رکھا وہ نسبتِ خداوندی کے دعویٰ میں مجبُور ہے۔ اس لئے کہ محبت کے شرائط میں سے سب سے کم درجہ کی شرط یہ رکھی گئی ہے کہ دوست کے دوست کو تم دوست رکھو اور دوست کے دشمن کو تم دشمن رکھو اور جب ایک قدم بھی نفس کی مُراد پر تم نے رکھا تو دوست کے دشمن کو تم نے دوست بنایا، یہ محبت کہاں ہوئی اس لئے کہ بغیر شرط کے مشروط کا ہونا محال ہے اور دعویٰ بغیر دلیل و برہان کے جھوٹ و باطل ہے۔ تم نے سنا ہوگا، بعض سالکوں نے زنا را باندھ لی ہے وہ اسی بنا پر ہے۔ اور یہ بہت ہی مشکل کام ہے نفس کی مخالفت صرف ظاہری تقنیہ سے درست نہیں ہوتی۔ اس شعر میں اسی طرف اشارہ ہے۔

بُر درخت بقائے دو جہانی از رہ کفر در مسلمان

(کفر کی راہ سے جو اسلام میں آیا اس نے دونوں جہاں کی بقا کے سرمایہ کو پایا۔)

اور وہ جو کہتے ہیں ان فی الخمر معنی یس فی العنب (شراب میں جو مستی ہے وہ انگور میں نہیں) اس کا مفہوم یہی ہے جسے اہل ذوق ہی جانتے ہیں کہ یہ کون سی قسم ہے۔ یہی وہ راز ہے جسے کہا ہے۔

گرد ہر شہر ہرزہ چوں گوی دل و ماں رہ طلب کہ گم کردی
عقل فرمان کشیدنی باشد عشق ایماں چشیدنی باشد

(ہر شہر کے گرد تو کیوں تلاش کرتا رہتا ہے، دل اس راہ میں ڈھونڈھ جہاں تو نے کھویا ہے)

عقل فرمان کی بجائے اور سی کرنا جانتی ہے ایمان کے ذائقہ و مزے کو عشق ہی جانتا ہے)

اسی معنی میں ایک عزیز نے کہا ہے۔

پائے او گیرم و سریر خط فرمانش نیم بندہ او باشم داز مرتبہ بنزار شوم
بچو حلاج و فاپیشہ دریں راہ عشق ترک خود گیرم دسرت سوے وار شوم

(ان کے قدموں کو پچھ لوں اور ان کے حکموں پر سر رکھ دوں ان کا بندہ بن جاؤں جاہ و مرتبہ سے بنزار

ہو جاؤں، دفا پیشہ منصور حلاج کی طرح اس راہ میں خود کو فراموش کر کے عشق کے بادہ سے سرشار

ہو کر دار پر چلا جاؤں۔)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری



Marfat.com

Marfat.com

مکتوب ۱۹

ظاہر و باطن کی طہارت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بجانب قاضی شمس الدین ساکن قصبہ چنڈ
اے بھائی! آدمی دونوں جہاں میں طہارت ہی کے ذریعہ قدر و منزلت حاصل کرتا ہے
اور تمام نیک نیتوں، دولت مندوں کی بارگاہ ہی طہارت و پاک ہے گندگی و آلودگی پیغامبروں
فرشتوں، اور صدیقیوں کی راہ سے بہت دور ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر جہ حق بسوز و غارت کن ہر جہ جزیریں از و طہارت کن
تا، پچو الف نگردی از خویش این کاف تو بر نخیزد از پیش
(حق تعالیٰ جل شانہ کے سوا جو کچھ ہے اسے جلا کر فارت کر دو اور دین کے علاوہ جو بھی ہے
ان سب سے طہارت کرو جب تک تم اتنے جھاڑ کر مثل الف کے کھڑے نہ ہو جاؤ گے اس وقت
تک تمہارے کان کفر کا ہرگز خاتمہ نہ ہوگا۔)

چنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے سُبْحٰنِ الْاِسْلَامِ عَلٰی النَّظَافَةِ اِسْلَامِ كِی
بنیاد ہی پاکیزگی پر ہے۔ اسلام کسی قسم کی گندگی کو قبول نہیں کرتا اور کسی گندے ناپاک کو اسلام
اپنا جمال بھی نہیں دکھاتا مدت ہوئی تمام گندے اور ناپاکوں کو اس آیت کریمہ لَا یَمْسُئُ الْاِ
لْمَطْهُوْرُوْنَ ط (اسے مطہرین کے سوا اور کوئی اتنے نہ لگائے) کی قہارانہ تنبیہ نے بارگاہِ اسلام سے
نکال دیا ہے اور اس حدیث پاک اِنْ اَللّٰهُ طَیَّبَ لَا یَقْبَلُ اِلَّا الطَّیِّبَ (اللہ تعالیٰ پاک ہے
اور پاکیزگی کے سوا قبول نہیں کرتا) کی بزرگی و شان نے آلودگانِ نجاست کو اسلام کے احاطہ
سے باہر کر دیا ہے۔

پاک شو تا ز اہل دین گروی آ پنچناں باشی تا چنیں گروی

(پاک و ظاہر بن جاتا کہ تو دین والوں میں ہو جائے ایسا طیب و ظاہر ہو جا کہ ظہر بن میں داخل ہو جائے)

تو پہلے چاہیے کہ لباس، بدن، لقمہ، سب حلال اور پاک ہو۔ اس کے بعد حواس خمسہ یا پنجوں میں اس گناہوں اور دینی احکام کی مخالفت، نافرمانیوں سے پاک و صاف ہونا چاہیے۔ پھر دل کا بڑے خصائل یعنی صفات ذمیرہ جیسے نخل، عقدہ، حسد سے پاک و صاف ہونا ضروری ہے جب پہلی طہارت حاصل ہو گئی یعنی جامہ، تن، لقمہ پاک و صاف ہو گیا تو مرید ایک قدم دین کی راہ میں چلا اور جب دوسری طہارت حاصل ہوئی یعنی حواس خمسہ معصیت و خلاف شرع سے پاک و صاف ہو گئے تو مرید دین کی راہ میں دو قدم چلا۔ اور جب تیسری طہارت حاصل ہوئی یعنی دل و صاف ذمیرہ پاک ہو گیا تو مرید دین کی راہ میں تین قدم چلا۔ اس مقام میں توبہ کی حقیقت ظاہر ہوئی اور اب مرید حقیقی تائب ہو جاتا ہے۔

اے سپر گنہگار دریں عالم فانی

بشتاب سوئے توبہ بگذار توانی

تا تو نشوی خاک ہمیں کوش بطاعت

بر باد مدہ عسرا گریج توانی

(اے بوڑھے گنہگار اس فانی دنیا میں توبہ کی طرف جلد آجہاں تک ہو سکے۔ جب تک توبہ میں نہ چلا جائے اسی وقت عبادت میں کوشش کرتا رہ، دیکھ جہاں تک ممکن ہو عذر کو مٹا کر نہ ہونے دے)

صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو گردش کہتے ہی یعنی گندگی دنیا پاکی و

نجاست کے حال سے پاکیزگی و طہارت کے حال میں لوٹ آیا۔ گلیسا تھا مسخ بن گیا، بت خانہ تھا عبادت خانہ ہو گیا شیطان تھا آدمی بن گیا اس وقت مرید کے دل پر ایمان کی حقیقت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اسلام اپنا جمال دکھاتا ہے اور معرفت کا دروازہ اس کے سینہ پر کھول دیا جاتا ہے اس طہارت کا آفتاب ہر معاملہ میں اور ہر مجاہدہ میں جس میں تم ہوتا باں ہونا چاہیے۔

اوصاف ذمیرہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در توبہ حل شد

چوں نیستی تو شد محقق خیزد ہم نعرہ انا الحق

(بڑی خصلتیں جب اچھی صفتوں سے بدل گئیں تو جتنے عقدے ترے ہتھے سب کھل گئے)

جب تیری نیستی حقیقت ہو گئی تو تیرے اندر سے نعرہ انا الحق بلند ہونے لگا۔

اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب عمل رسم و عادت ہے اور ماں باپ کی تقلید ہے یہ نہ تو

اسلام ہے اور نہ دین۔ اسی کو کہا ہے۔

ایں ہوائے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بود نہ دین باشد

(اس سے پہلے اپنی خواہش سے تم جو کچھ کیا کرتے تھے وہ رسم و عادت تھی دین نہیں)

ان تمام باتوں سے ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ یہ تمام لوگ مسلمان نہیں ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے شرع کے ظاہری حکم کے مطابق سب کے سب مسلمان ہیں اعتقاد کا مسند یہی ہے لیکن ان تمام لوگوں نے پروست یعنی ظاہر پر قناعت کر لی ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

پایہ بسیار سوتے بام بلند تو بیکپا یہ چوں شوی خرسند

(بلند ترین بالاخانہ پر جانے کے لئے بہت سارے درجے ہیں تو ایک ہی درجہ پر پہنچ کر کیسے

کامرانی کی خوشی پاسکتا ہے۔)

یہ تمام تقریر طریقت کے حکم کے تحت کی گئی ہے ہرگز غلطی نہ کرنا۔ بندہ مکے سے پاکی و طہارت

کا پیدا ہونا و طرح بد ہے۔ ایک یہ کہ وہ طہارت سینہ کے معنی باطن میں خود بخود پیدا ہو اور

باطن سے ظاہر کی طرف آئے یہ اللہ رب العزت کا خاص فضل ہی ہوتا ہے اس کو اصطلاح

میں کفایت کہتے ہیں یہ خواص ہی کے لئے ہوتا ہے اس کے لئے انبیاء و صدیقان

مخصوص ہیں۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ یہ طہارت ظاہر سے باطن میں داخل ہوتی ہے

اس طہارت کے حصول کا طریقہ مجاہدہ ہے اور یہ عوام کو ہوتا ہے اور اس طہارت کی ابتدا

جامہ کی طہارت سے ہوتی ہے یعنی جب کوئی یہ چاہے کہ اس پاکیزگی تک پہنچے تو وہ کپڑے

کی طہارت سے شروع کرے اس حقیقت کو جو اس مکتوب میں لکھی گئی ہے اسے بار بار غور و

فکر کے ساتھ مطالعہ کریں یہاں تک کہ اس کے معنی انشاء اللہ و نشیں ہو جائیں ہرگز ہرگز

صرف پڑھنے اور جان لینے پر اکتفا نہ کریں حتی الوسع اس پر عمل کریں۔ اس کو کہا ہے۔

کارکن کار بگذر از گفتار کہ دریں راہ کاردار کار

راہ دین صنعت عبارت نیست جز خرابی درو عبارت نیست

(عمل کر و عمل باتیں بنانا چھوڑ دو کیوں کہ اس راہ میں عمل ہی سے کام ہے۔ دین کی

بناد عبارت آرائی نہیں ہے کیوں کہ اس بناد سے عبارت آرائی میں کوئی تعبیری

کام نہیں ہے۔)

تین وقت تہجد و وضو پابندی سے کیا کریں۔ ایک آفتاب نکلنے کے بعد دوسرے عصر کی نماز کے بعد تیسرے عشا کی نماز کے بعد اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں اور جمعہ کی رات کو زندہ رکھنے یعنی رات بھر جاگتے رہنے کی عادت کریں اس طور پر کہ جمعہ کی رات کو کچھ نہ کھائیں پیئیں سو جانے کے بعد اٹھ کر تازہ وضو کریں اور دو رکعت نماز ادا کریں اس کے بعد نماز و تسبیح میں وقت گزاریں پھر اٹھ کر کھڑے ہو جائیں اور متواتر تازہ وضو کریں ہر ایک کے بعد دو رکعت نماز شکر الوضو ادا کیا کریں اور وہ دعائیں جو تحیث الوضو کے بعد پڑھنے کی ہیں اسے پڑھیں اسی طرح دس پندرہ مرتبہ تک پہنچائیں یہاں تک کہ اگر ہو سکے تو رات کے آخری حصہ میں قریب صبح غسل کریں اور کچھ صاحبان مجاہدہ تو ہر رات قریب صبح غسل کرتے رہے ہیں اور بعضوں نے تو پانچوں وقت وضو کے عوض غسل ہی کیا ہے۔ وضو کے عوض غسل میں بہت زیادہ ہے۔ صاحبان مجاہدہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے۔ ان باتوں کا خاص خیال رکھیں حق سبحانہ تعالیٰ طلبا ہری اور باطنی آلائشوں سے پاک و ظاہر فرمائے۔

والسلام

حقیر شرف مینری



مکتوب ۱۰

علم کی غیبت اور نیکیوں کی صحبت کو غنیمت سمجھنے میں

میرے بھائی شمس الدین خدا تم کو اپنی عبادت کے لئے تادیر قائم رکھے۔

کاتب مکتوب شرف نمیری کی طرف سے سلام و تحیت قبول کرو۔

بھائی تم جانو! قاضی صدر الدین کی صحبت کو غنیمت جانو اور خوش قسمتی کی علامت سمجھو دن

مات علم حاصل کرنے میں لگے ہو اور اسے لازم کرو آرام و آسائش، مینڈ بھوک سب کو کنارہ کرو۔

علم ہر معاملہ یعنی ریاضت و مجاہدہ میں مثل طہارت کے ہے جیسے نماز میں طہارت ضروری ہے کوئی

عمل بغیر علم کے درست نہیں ہوتا جیسے کوئی نماز بغیر طہارت کے نہیں ہوتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

علم نرآمد و عمل مادہ دین و دولت بدوشد آمادہ

کار بے علم بار و بر نہ ہد تخم بے مغز ہم نخر نہ ہد

(علم کی مثال نر کی ہے اور عمل مادہ کے مانند ہے دین اور دین کی دولت اسی سے پیدا ہوتا ہے)

کوئی عمل بغیر علم کے بار آور نہیں ہوتا۔ جیسے بغیر مغز کا بیج پھل اور ٹٹوٹے نہیں لاتا)

اگر کوئی شخص بغیر علم کے تمام عمر مجاہدہ و ریاضت کرتا رہے، وہ جیسے تھا ویسا ہی رہے گا اس کی

مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی برسوں بے وضو نماز پڑھتا رہا، اور بغیر امان لائے ہوئے یعنی کافر قرآن

کی تلاوت کرتا رہا، لیکن تمہیں معلوم ہو کہ علم دو طرح کے ہیں۔ ایک علم کسبی ہے جو استادوں سے پڑھ کر

یا کتابوں کے مطالعہ سے لوگ اخذ کرتے ہیں۔ اور دوسرا علم وہ ہے جو سینہ کے اندر پیدا ہوتا ہے۔

اس علم کی تین قسمیں ہیں بعض وہ ہے کہ اس بارگاہ بے نیاز سے پیغامبروں کے قلوب میں نازل ہوتے ہیں

سے حتی کہتے ہیں اور بعض یہ ہے کہ اللہ کے ولیوں کے دلوں میں اترتے ہیں اسے الہام کہتے ہیں

ایک اور قسم وہ ہے جو پیغامبران علیہم السلام کے واسطے سے صدیقیوں کے سینہ میں پہنچتے ہیں اور اسی طرح

پیروں کے واسطے سے مریدوں کے سینہ میں پہنچتے ہیں چنانچہ اس حدیث شریف کے یہی معنی ہیں

الشیخ فی قومہ کنبی فی امتہ (پیر اپنے مریدوں کی جماعت میں ویسے ہی ہیں جیسے نبی اپنی امت میں ہوتے ہیں) یعنی جس طرح صدیقوں نے خداوند تعالیٰ کو پیغمبروں کے سینہ کے آئینہ میں دیکھتے ہیں اسی طرح مریدوں نے بھی خداوند عزوجل کو پیروں کے دل کے آئینہ میں پاتے ہیں اور جانتے پہچانتے ہیں۔

قطعہ

برلوح دل نقش اگر ایچ حروف است یک رمز اسرار معانی نہ بدانی

چوں محوشد از لوح دل حرف تمامت میدان کہ شدی محرم اسرار معانی

(تیرہ دل کے تختہ پر اگر ایک حرف بھی لکھا ہوا ہے تو تو معانی کے بھیدوں کا ایک نکتہ بھی نہیں

جان سکتا ہے۔ اور جب تیرہ دل کے تختہ سے حروف کے نقوش مٹ جائیں گے تو اسرار معانی کے نکتہ کو جان سکتا ہے)

اور وہ جو مشائخ بڑے احوال میں آتا ہے کہ مرید خداوند جل شانہ کو پیر کے دل میں دیکھتا ہے دیکھنے سے یہی مرید

مراد ہے چشم ظاہر سے دیکھنا نہیں۔ اس میں چھی طرح غور و فکر کرو۔

اسے بھائی! علم تمام خوش نختیوں کا راز یعنی اس کی اصل ہے جس طرح جہل و نادانی تمام بد نختیوں

کا راز اور اس کی جڑ ہے۔ تمام نجات کے ذرائع علم ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور ساری ہلاکتیں جہالت

سے پیدا ہوتی ہیں۔ فردوس کے درجات اور قدسیوں کے کرامات علم ہی کے ذریعہ ہوتے ہیں جیسے کہ

کہا ہے۔

نیست از بہر آسمان ازل زردباں پایہ بہہ ز علم و عمل

(آسمان ازل تک پہنچنے کے لئے علم و عمل سے بہتر کوئی ذمہ نہیں ہے۔)

جہنم کے گٹھے اور سخت ترین عذاب میں جہالت ہی کے سبب مبتلا ہوتے ہیں۔ علم کی بارگاہ

پاک میں سوائے مومن کے اور کسی نے قدم نہیں رکھا اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمات

إلی النور (اللہ مومنوں کا دوست ہے ان کو تاریکیوں سے نکال کے روشنی کی طرف لے جاتا ہے) یعنی جہالت

سے علم کی طرف۔ اور جہالت کی منزل میں سوائے کافروں کے اور کوئی داخل نہیں ہوا ذالذین

کفروا وادیہم الطاعنوت یخرجوہم من النور إلی الظلمات (اور جن لوگوں نے کفر اختیار

کیا ان کے دوست شیاطین ہوتے ہیں جو ان کو روشنی سے تاریکیوں کی طرف پہنچا دیتے ہیں) یعنی علم سے

جہالت کی سمت جس طرح مومن کو بد بختی اور کفر سے دور رہنا چاہیے اسی طرح جہالت اور جاہل

سے دور رہنا واجب ہے چنانچہ شریعت کا فتویٰ ہے الْعَالَم حَبِيبِي وَالْجَاهِلُ عَدُوِي

علم والے مرے دوست ہیں اور جاہل میرے دشمن ہیں) تو جس طرح جاہلوں اور جہالت سے دور رہنا واجب ہے اسی طرح علم کی قربت اور علمدار کی صحبت فرض ہے۔ اس سے مراد علمدار آخرت اور علم آخرت ہے علم دنیا اور علماء دنیا نہیں، دیکھو غلطی میں مبتلا ہونا اسی کو کہا ہے۔

علم باچوں تو خوانی از بازی آلت مال و جاہ ازاں ساری

علم سوسے ویرالہ برد نہ سوسے نفس و مال و جاہ برد

علم گر بہر کاخ و باغ بود بچو مردوزد را چسراغ بود

(علم کو جب تو نے کھیل و تماشہ کے طور سے پڑھا تو اسے مال و جاہ حاصل کرنے کا آلہ بنا یا

علم تو وہ ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ کے در تک پہنچانے نہ کہ خواہشات نفسانی اور مال و جاہ کی

طرف لے جائے۔ علم اگر محل اور باغ کے لئے ہے تو وہ چوروں کے چراغ یعنی مارچ کے اند ہے۔)

بہت سارے مجاہدے اور ریاضتیں وہاں نہیں پہنچا سکتیں جہاں اس جماعت صوفیہ کے بزرگوں کی

ایک روز کی نیک صحبت پہنچا دیتی ہے۔ یوں سمجھو

مورسکیں ہو سے داشت کدو کعبہ دست در پائے کبوتر زرد و ناگاہ رسید

(بے چاری غریب چیونٹی کو کعبہ پہنچنے کی ہوس ہوئی، کبوتر کے پاؤں سے لپٹی اور یہ پہنچ گئی،

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ لکڑی اور خس و خاشاک کے مزاج میں سکون ایک جگہ پڑے رہتا ہے اور جب

اسی لکڑی اور تنکے کو پانی کی قربت و صحبت حاصل ہوتی ہے تو پانی کے بہاؤ کے ساتھ یہ بھی بہنے

لگتی ہے اور اسی طرح چیونٹی کی صفت پر داز کی نہیں ہے جب کبوتر کی صحبت اسے نصیب

ہوتی تو کبوتر کی پر داز کے ساتھ چیونٹی بھی اڑنے لگی۔ جاری ہونا پانی کی صفت ہے، اڑنا کبوتر

کی صفت ہے صحبت کی وجہ سے لکڑی اور چیونٹی کو یہ بات حاصل ہو جاتی ہے اسی طور پر جیسا

کہ بیان کیا گیا صحبت کے متعلق یہ ایک عظیم نکتہ ہے۔ یہ اشارہ اسی طرف ہے۔

سپ تو سن ز اسپ ساکن رگ گشت، بخو اگر نشد ہم تنگ

(سرخ گھوڑا پر سکون گھوڑے کی عادت اختیار کر لیتا ہے اگرچہ رفتار میں اس کے برابر ہو سکے)

دوسری بات لوہے کی خاصیت یہ ہے کہ پانی کی سطح پر ٹہر نہیں سکتا اور نہ چل سکتا ہے اگرچہ ایک

وزن برابر ہی کیوں نہ ہو اور جب وہی لوہا کشتی کی لکڑیوں سے جڑ جاتا ہے اور اسی کے ساتھ تنگ

جاتا ہے اگرچہ یہ لوہا وزن میں ایک دوین ہی کیوں نہ ہو تو یہی لوہا کشتی کی لکڑی کے ساتھ رہ کر

پانی کی سطح پر ٹھہرا رہے گا اور رواں بھی ہوگا اس جماعت صوفیہ کے بزرگوں کی صحبت کی فضیلت، ان کے اثر و برکت کو اسی سے سمجھو، جانو اور پہچانو کہ اس رسم و عادت پرستی کی عبادت سے اس وقت تک نکلا نہیں جاسکتا جب تک کسی اہل دین بزرگ کا سایہ دولت میسر نہیں ہوتا۔ اسی کو کہا ہے سے

با حیات تو دیں بروں نہ آید شب مرگ تو روز دیں زاید
 آن ہوائے کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد
 تار میرتست عادت خویش شیطان و منافعی نہ درویش

(تیری اس رسم و عادت کی زندگی سے دین ظاہر نہیں ہو سکتا، اس رکی زندگی سے جس رات تیری موت ہوتی اسی رات دین کا روز رکشن ہوا۔ تیری وہ تمام خواہشیں جو تھیں وہ رسم عادت تھیں دین نہیں تھا۔ جب تک تیری عادتیں تیری رہبری کر رہی ہیں اس وقت تک تو شیطان ہے منافق ہے درویش نہیں)

اس وقت جب کہ قاضی صدر الدین کی صحبت کا خدا نے موقع دیا ہے تو اے غنیمت

سمجھو۔ واللہ اعلم۔



وَالسَّلَامُ

شرف منیری

مکتوب ۲۱

گروش و روش میں

میرے بھائی شمس الدین! خدائے تعالیٰ اپنے احسان و کرم خاص سے ابدی خوش بختیوں کے باپ پر پہنچاتے۔

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کریں۔

واضح ہو، بار بار تقاضا تھا کچھ لکھ کر بھیجا جاتے اور اس میں خاص ارشاد و تنبیہ بھی آئی

www.marfat.com

کچھ دراندگی دل کا اظہار بھی تھا اسی بنا پر چند کتب سلسلہ بھیجے گئے اسے پورے غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کریں اگر کوئی مشکل ہو تو قاضی صدر الدین سے اسی طرح حل مطالب کر لیں اس دعا گو کی یہ ہدایت ہے چونکہ قاضی صاحب مذکور وہاں موجود ہیں ان کی موجودگی میں کوئی مشکل نہیں رہے گی بقدر وسعت ان مکاتیب پر عمل کرتے رہیں کیوں کہ اصل چیز عمل ہی ہے جیسا کہ کہا ہے

کار کن کار بگذر از گفتار کاندریں راہ کار دار و کار

(عمل کرو عمل، قیل و قال چھوڑ دو اس لئے کہ اس راہ میں عمل ہی اصل کام ہے)

کوئی ساعت تجدید توبہ سے غفلت میں نہ گزرے اور ہمت کر لیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ توبہ کی حقیقت تکسب پہنچا دے کیوں کہ اس راہ میں اصل چیز توبہ ہی ہے۔ توبہ مقامات و احوال کے لئے بمنزلہ زمین ہے جیسے زمین بنیاد رکھنے کے لئے ضروری ہے اس لئے کہ زمین کے بغیر کسی عمارت کی بنا محال ہے اسی طرح بغیر توبہ کے مقام و حال کا حصول محال ہے۔ یہ اس لئے کہ اس معاملہ میں اصل پونجی ایمان ہے۔ اس راہ میں قدم کون رکھتا ہے؟ ایمان رکھتا ہے۔ ان احکام کے بوجہ کو کون اٹھاتا ہے؟ ایمان اٹھاتا ہے۔ اس خونخوار صحرا کو کون طے کرتا ہے؟ ایمان کرتا ہے۔ اس محیط سمندر میں کسیر کون کرتا ہے؟ ایمان کرتا ہے؟ اور یہ شربتِ مرداں کون پیتا ہے؟ ایمان پیتا ہے۔ یہ درد طلب کسے ہوتا ہے؟ ایمان کو ہوتا ہے۔ اور اس طلب کا اظہار کون کرتا ہے؟ ایمان کرتا ہے۔

تا کے بہ زباں نفس بر آری ایماں بہ دل ست و دل نداری

(جب تک دل میں ایمان کا وجود نہیں ہے تو صرف زبان سے کب تک رٹے رہو گے ایمان تو دل سے ہے اور تمہارا پاس دل ہے کہاں؟ جب توبہ ظاہر و پیدا ہوئی تو ایمان کی حقیقت بھی آشکارا ہو گئی کیوں کہ ہر سینہ و دل میں ایمان کا آفتاب آدمی کے توبہ کی مقدار میں تاباں ہوتا ہے جس مقدار میں توبہ کی بارگاہ کا دروازہ آہ پر کھلتا ہے اسی مقدار میں ایمان کا آفتاب اپنی تابش میں آتا ہے تو تمام مہمات میں توبہ اہم ہے اسی کو کہا ہے)

اے پیر گنہگار دریں عالم فانی بشتاب سونے توبہ و بگذار توانی

(اے بڑھے گنہگار اس فانی دنیا میں جلد سے جلد توبہ کرنے کا ہلی چھوڑے۔)

تو بہ کی حقیقت ہی گردش ہے یعنی اپنی فطرت اپنے عادات و خصائل سے پلٹ آتا ہے پیران طریقت مریدوں کو چلنے کا جو علم دیتے ہیں اسی گردش کے لئے ان کا فرمان ہوتا ہے تاکہ مرید اپنی بڑی عادات و صفات سے پلٹ جائے اور جب مرید اپنی پہلی رسم و عادات و صفات و خصائل سے پلٹ آیا تو پھر وہ پہلا شخص نہیں رہتا بلکہ دوسری شخصیت ہو جاتا ہے پہلے جسے تو نے دیکھا تھا اب وہ کہاں رہا اب تو وہ دوسرا ہی آدمی ہو گیا جب صفت بدل گئی آدمی بھی بدل گیا اس کی اصل و حقیقت تو اس کی صفت تھی جب اس کی وہ صفت نہ رہی تو وہ بھی نہیں رہا اگرچہ اس کی ذات یعنی صورتاً وہی شخص اپنی جگہ پر قائم ہے اور ذات یعنی صورت وہ چیز ہے جس کا اعتبار نہیں ہوتا تو یقیناً اس شخص میں ایک دوسرا ہی ایمان پیدا ہوا کہ جس کو حقیقت ایمان کہتے ہیں۔ اور جب حقیقت ایمان پیدا ہوئی تو کثرت اٹھ گئی وحدت پیدا ہو گئی اسی کو کہا ہے۔

سا تو باخولشی عدد بینی ہمسہ جوں شوی فانی احد بینی ہمسہ

ہ (جب تک تو اپنے آپ کو دیکھے گا تعدد باقی ہے اور جب اپنے وجود سے فانی ہو گیا تو

احد ہی احد رہے گا۔) اور کسی عزیز نے کہا ہے۔

در دوی عقل راست بیجا بیسیج چشم ایماں دوی نہ بیند بیج

(دوئی ہی وہ ہے جس سے عقل کے لئے الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایمان کی آنکھ کبھی بھی دوی نہیں دیکھتی لیکن اس گردش یعنی تبدیلی صفات کے قبل ساری کلمہ گوئی ایمان تقلیدی، و حرکت لسانی کے علاوہ اور کچھ نہیں لیکن اکثر و بیشتر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی ایمان ہے۔ حالانکہ وہ رسم و عادات ہے حقیقت ایمان نہیں۔ اسی کو کہا جئے۔

آن ہواے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بود نہ دین باشد

(وہ خواہش جو اس گردش کے پہلے رہی ہے وہ رسم و عادت ہے دین نہیں ہے۔)

اور اس تقلیدی ایمان و حرکت لسانی یعنی زبانی دعویٰ کے ساتھ کہ جس میں ہم لوگ پڑے ہوئے ہیں یہ راہ نہیں چل سکتے اور یہ بار نہیں اٹھا سکتے اور اس خو خوار صحرا کو نہیں طے کر سکتے اور ان مردان خدا کے اس شربت کو نہیں چکھ سکتے مثل ہے کہ ہاتھی کا بوجھ نہ سچا رہ بچھڑ نہیں کھینچ سکتا جیسا کہ کہا ہے۔

محرم دولت نمود ہر سرے بارسیجا نکشد ہر خسرے

(ہر شخص اس دولت کا اہل نہیں جناب صیغی کا بوجھ ہر ایک گدھا نہیں اٹھا سکتا۔)
 رستم کا بوجھ رستم کا گھوڑا ہی اٹھاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس مقام کی دوری اور اس کی صعوبت سے
 آپ بلاور کے دل میں گھبراہٹ، کوتاہی، سستی پیدا ہو جائے اور فرار کی راہ اختیار کرنے کے لئے
 یہ بات سامنے آئے الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین (کہ جس چیز کی طاقت نہ ہو اس سے بھاگنا
 مرسلین کی رکوش ہے۔)

اور زیادہ تحریر و بیان کرنے میں مجھے اسی کا کھٹکا بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے تو سنو نا امیدی
 کسی حال میں کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے یہاں کام بے علت و سبب کے ہوا کرتے ہیں اس کی
 کوئی قیمت نہیں وصول کی جاتی۔

بتواتر دست قیمت را دراز رہ توئی پائے نہد براہ نیاز

(دوست کی راہ تجھ سے کچھ زیادہ دور نہیں راہ تو باطل تیر سے قریب ہے تو نیاز مندی کا قدم رکھ تو ہی۔)

بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو بتوں کے آگے سر کے بل ڈال دینے گئے تھے چشم زدن میں ان کو وہاں
 سے ایسا اٹھایا گیا کہ بت کے سامنے کی زمین ان کی پیشانی کی گرمی سے ابھی گرم ہی تھی کہ اسے سارے
 زمین و آسمان سے گذار کر اس مقام میں پہنچا دیتا ہے کہ اس کے بعد اگر انسان واجنا سارے زمین و
 آسمان میں اسے تلاش کریں تو اس کا نشان نہ پاسکیں اور متحیر ہو کر کہنے لگیں یہ شخص کیا تھا اور کیا ہو گیا
 ان کے اس تحیر و سرگردانی پر جواب مٹا ہے فعال لما یؤسبہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اس
 بارگاہ پاک میں چون و چرا کی گنجائش نہیں اور نہ علت و سبب کو دخل ہے کیوں کہ یہاں کے کام بے علت
 و سبب کے ہوتے ہیں کسی کو بازید بنا دیتا ہے اور کسی کو ابو جہل ایک کو اعلیٰ علیین پر پہنچا دیتا
 ہے اور دوسرے کو اسفل السافلین میں گرا دیتا ہے درمیان میں کوئی علت و سبب نہیں۔ باز آ جاؤ
 چون و چرا سے اسے عالم اسباب کے معاملات میں خرچ کر دو کیوں کہ یہ چون و چرا اسی عالم اسباب کی
 پیداوار ہے حق سبحانہ تعالیٰ اپنے دیدار کی بینائی و بصیرت عطا فرمائے اور تمہارے وجود کے حجاب
 کو تمہارے سامنے سے اٹھا دے اپنے فضل و کرم سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کی ال
 کے طفیل اور جب تمہیں خود تمہارے آگے سے اٹھا لیتا ہے تو تمہارے در پر دولت مندی کا نقارہ بجا
 دیتا ہے اسی کو کہا ہے۔

قاعۃ عشق چون در جان ماست شاہ جہاں چاکر و در بان ماست

بندہ عشقت چو شہدیم لے صنم ' ورد و جہان نافذ فرمان ماست
(عشق کی بنیاد جب ہماری جان میں ہے تو دنیا جہاں کے بادشاہان ہمارے نوکر اور دربان ہیں
لے میرے محبوب جب سے ہم آپ کے عشق کے بندے ہیں دونوں جہاں میں ہماری فرمان جاری ہے)

وَالسَّلَامُ



فقیر شرف مینری

مکتوب ۲۲

تزکیہ اور تصفیہ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی شمس الدین کے نام۔

عزیز بھائی شمس الدین! اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہمیشہ ثابت قدم رہیں۔

کاتب مکتوب کا سلام و دعاء قبول کریں۔

اسے برادر واضح ہو! اخلاق کو پاکیزہ بنانے اور بری عادتوں کو اچھی خصلتوں سے

تبدیل کرنے میں ہر روز ہر آن تاجد امکان کو کشش کرتے رہیں اور اس کو اہم ترین مہم جانیں کیوں کہ

اس کام میں کاہلی و غفلت برتنے سے سخت ترین بلا کا سامنا ہے۔

اللہ اپنی پناہ میں رکھے وہ بلا یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر وحشی جانوران ' درندے اور حیوانا

ہیں ان میں سے ہر ایک کی صفت آدمی میں موجود ہے تو جس جانور کی صفت کا غلبہ جس کسی میں ہوگا

کل قیامت کے دن اسی صفت کی بنا پر اس کا معاملہ ہوگا آج کی اس صورت پر نہیں یعنی اس شخص

کو اسی جانور کی صورت میں اٹھایا جائے گا جس کی صفت غالب ہوگی۔ مثلاً آج اگر کسی شخص میں

غصہ و غضب کی صفت غالب ہے تو کل قیامت کے دن لے کتے کی صورت میں اٹھایا جائیگا

اور اگر کسی میں شہوت کی صفت غالب ہے تو قیامت میں سور کی صورت میں اس کا حشر ہوگا اور اگر

کسی میں کبر و نخوت کی صفت کا غلبہ ہے تو قیامت کے دن پھینے کی شکل و صورت میں اٹھایا جائیگا۔

بہا پوسی، مگر ذریعہ والوں کو لومڑی کی صورت میں اٹھائے گا اور دوسری صفتوں کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔
 حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کل قیامت کے دن آذر کو دیکھیں
 گئے کہ فرشتے اسے دوزخ کی سمت لے جا رہے ہیں۔ اس وقت عرض کریں گے خداوند! اس سے
 لڑائی اور کیا نصیحتی ہوگی کہ میں میدان قیامت میں کھڑا ہوں اور میرے باپ کو میرے سامنے سے
 دوزخ میں لے جا رہے ہیں۔ آخر دنیا میں میں نے درخواست کی تھی کہ وَلَا تَخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ (مجھے
 اس دن سزا نہ کیجئے گا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے) اسی وقت آذر کو آدمی کی صورت سے مٹا کر گفتار کی
 شکل میں کر دیا جائے گا کیوں کہ دنیا میں گفتار ہی کی خصلت کا اس پر غلبہ تھا۔ حضرت خلیلؑ سے کہا
 جائے گا آپ کو اس گفتار سے کیا واسطہ اور کون سی قرابت داری کا لگاؤ ہے؟ اور سبک صحاب
 ہمت کو کتنے کی صفت سے نکال کر آدمی کی صورت میں بنا دیں گے اور آدمیوں کی صف میں لے جائیں
 گے کیوں کہ وہ کتنے کی ہمت کبھی میں آدمی کی صفت سے آراستہ تھا اور آذر آدمی کی صورت میں گفتار
 کی صفت رکھتا تھا۔ اسی سے سمجھ لو کہ صورت کا کچھ اعتبار نہیں۔ صورت کے اعتبار سے کیا آدمی کیا
 بدھا، کیا پتھر اور کیا سونا سب برابر ہے فرق تو معنی و صفت کے اعتبار سے ہوتا ہے لیکن جاہلوں
 کی نظر ظاہری شکل و صورت ہی پر رہتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

مرد صورت پرست کس نبود ہوش او جز سوسے ہوس نبود
 بیچ معنی نہ دیدہ ام زخساں گرتو دیدی سلام من برساں
 (ظاہر پرست آدمی، آدمی ہی نہیں ہوتا اس کی ساری ہوشمندی ہوشناکی ہوتی ہے میں نے
 حسین آدمی میں کوئی معنی نہیں دیکھا اگر تم نے دیکھا ہے تو میرا سلام پہنچا دینا۔)

اے بھائی! اسی طرح بہت سارے آدمی جو آج یہاں آدمی کی صورت میں نظر آتے
 ہیں ان کو کل قیامت کے دن وحشی جانوروں اور درندوں کی قطار میں دیکھو گے اور بہت سے وہ
 ناکو درندے اور وحشی جانور کی شکل میں آج تم دیکھ رہے ہو وہ کل قیامت کے دن آدمیوں کی
 صف میں کھڑے کئے جائیں گے۔ یہ گھائی بڑے مشکل کی ہے اور معاطہ بہت سخت ہے بزرگوں
 نے روایت کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ احد کے بارے میں فرمایا ہے۔

لنا۔ گفتار۔ لومڑی اور کتے کے درمیان ایک جانور ہے۔ اسے بچو۔ ڈانٹ۔ ہونڈا بھی کہتے ہیں۔

اُحَدُّجَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ (احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں) کل قیامت کے دن اس کاسنگی لباس اس کے ظاہر سے اتار دیا جائے گا اور آدمی کی صورت میں لاکر صد لقیوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے گا کیوں کہ صد لقیوں کی صفت اس میں غالب تھی تو یقیناً طرح پر اسے آدمی کی صورت میں لے آئیں گے یہ ایک بہت مشکل مرحلہ درمیش ہے اس کی ہیبت کی دیکھتے ہوئے سوائے اہل نظر اور رباب بصیرت کے کوئی بھی اصلاح حال میں مشغول نہیں ہوتا۔ ہاں توفیق میں نہیں پڑے رہنا چاہیے بلکہ آہستہ آہستہ عادت ڈالنی چاہیے تاکہ ان بُری خصلتوں میں کمی آجائے اور اگر خداوند عز و اسمہ قدرت دے کہ یہ بری صفتیں کلیتاً دفع ہو جائیں تو یہ بہت بڑا کام ہو جائے اور یہ چاہے کہ وہ جان لے کہ کل قیامت کے دن کس صفت پر وہ ہوگا، تو وہ آج ہی اپنا جائزہ لے کہ کوئی صفت کا اس پر طلبہ ہوگا وہ اسی صفت پر ہوگا اتنا بھر جان لینا اور سمجھ لینا کوئی مشکل نہیں ہے۔ کوئی یہ چاہے کہ وہ جان لے کہ خداوند تعالیٰ اس سے راضی و خوشنود ہے یا نہیں؟ تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے اعمال پر نگاہ کرے اور دیکھے کہ اگر اس کے اعمال نیکہ میں اور اس میں بندگی کا پہلو غالب ہے تو سمجھے کہ خدائے تعالیٰ اس سے خوش و راضی ہے کیوں کہ خوشنودی کی علامت ہے طاعت و بندگی کی ادائیگی ہے اور اگر اس کے اعمال میں معصیت و گناہ ہی ہے تو جان لے کہ خدا اس سے ناخوش ہے اس لئے کہ ناخوشی کی علامت ہی گنہگاری ہے اور اگر طاعت و معصیت دونوں ہے تو چیز غالب ہوگی حکم اسی پر کیا جائے گا۔ آج کے علاوہ یہ دن پھر نہ ملے گا جب یہاں طاعت و عبادت نہ ہو سکی تو وہاں کون سا کام بن سکے گا۔ اسی کو کہا ہے۔

زیر کاں را پور روز معلوم است کہ شب و روز غافلان شوم است

اعانتوں کو روز رکشن کی طرح معلوم ہے کہ غافلوں کے دن اور راتیں سب نخواست میں گذرتی ہیں اور یہ خبیث صفتیں کسی میں رہ گئیں اور وہ ختم نہ ہوئیں یعنی صفات محمود میں تبدیل نہ ہوئیں تو کل قیامت کے دن اگر وہ بہشت میں پہنچ جائے اور وہاں کی ساری نعمتیں اس پر بچھا کر دی جائیں تو وہاں کی کئی کئی بری خصلتیں بدل نہیں سکتیں جو یہاں رہ گئی ہیں وہ ختم نہ ہوں گی۔ ایسا آدمی اپنے آپ سے گنہگار ہوا ہے اور اپنی دولت تک نہیں پہنچ سکا تو چاہیے کہ اسکی دنیا میں آدمی بدل جائے جب یہاں نہیں بدل سکا تو وہاں بھی نہیں بدلے گا اسی کو کہا ہے۔

پاک شو تا ز اہل دیں گردی آں چناں باش تا چنیں گردی

دھاک ہو جائے تو دیندار ہو جائے تو ایسا پاک و صاف ہو جاوے گا کہ تو ارباب دین میں سے ہو جائے۔
 ہیں بہشت میں وہ داخل تو ہو گا لیکن اب اتنا باؤ تک وہ خودی سے نہیں نکل سکے گا۔ اپنی خودی ہی میں
 ہے گا۔ اور بہشت کی یہ تمام نعمتیں اس کے لئے مباح تو ہوں گی لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ مردان خدا
 کے ان مقامات و درجات کے کام انجام دے سکے، جو انہیں کل قیامت کے دن حاصل ہوں گے
 خیران بہشتی، محل و قصرات بہشت، پرندوں کے کباب، شرابِ طہور کے رواں چشمے یہ سب تو ہوں گے
 لیکن وہ کہاں جو جانوں کا مقصود، دلوں کا مطلوب، تمام صدیقیوں کا قہر اور اس راہ کے چلنے والوں
 کا کعبہ ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

تا تو ز وجود بر نیائی در موعده وصل در نیائی
 در بستر عشق کے نہیں پائی تا بردار و بسر نیائی
 جب تک تو اپنے وجود سے باہر نہیں نکلے گا اس وقت تک تو وصل کی وعدہ گاہ میں نہیں پہنچ سکے گا۔
 تو عشق کے بستر پر یا عبادت گاہ میں کیسے قدم رکھے گا جب تک اس مجلہ گاہ کے در پر سر کے بل نہ آئے۔
 اے بھائی! جس کسی کی یہ دولت فوت ہو گئی اسے کیا ملا اور جس کسی کو یہ نعمت مل گئی اس کی کون
 سی چیز فوت ہوئی۔ مَنْ لَه الْوَلِيَّ الْفَلَهُ الْعَلَّ جِسْ كَا خُذَا هُوَ كِيَا سَارِي دَوْلَتِ اس كِي هُوَ كِي۔ اس گروہ کے
 لوگوں کو اہل وحدت موصوفین کہتے ہیں اس لئے کہ حقیقت ایمان کے نور کے ذریعہ وہ دونوں سے گذر
 کر آگے بڑھ چکے ہیں اسی کو کہا ہے۔

در دون عقل راست بیچا پیچ چشم ایماں دوئی نہ بیند بیچ
 در دوی میں عقل کے لئے بہت ساری الجھنیں ہیں ایمان کی آنکھ دوں کا ایک شمر بھی نہیں دیکھتی۔
 ایامِ معین اور مواسم کے روزے فوت نہ ہونے پائیں خواہ سفر ہو یا حضر۔ کاہل اور میند کے غلبہ کا
 غسل، وضو، اور نماز سے علاج کریں۔ واللہ اعلم۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرفِ منیری



مکتوب ۲۳

تجربہ و تفرید میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی شمس الدین حق سبحانہ تعالیٰ اپنی بندگی سے آراستہ فرماتے اپنے
فصل و احسان و کرم خاص سے نوازے۔

کاتب مکتوب شرف منیریؒ کے سلام کا تحفہ قبول کریں۔

واقع ہو، تجربہ و تفرید کا حصول مرید کے لئے اس راہ میں داخل ہونے کی شرط ہے تعلقات
دنیاوی اور حبلہ مخلوقات سے علیحدہ ہو جانا تجربہ ہے اور تفرید خود اپنے آپ سے جدا ہونا ہے
نہ تو دل میں کسی طرح کا غبار نہ پشت پر بار نہ کسی شخصیت میں شمار ہو تو سینہ و دل میں ساز و سامان کا
بازار ہو اور نہ کسی مخلوق سے کوئی سروکار ہو۔ اس کہ امت عرش کی بلندی سے بھی بلند ہو، دونوں جہان
سے علیحدہ اور وحشت زدہ ہو اور اپنی مراد یعنی محبوب و مطلوب کے ساتھ قرار گزرتے اور بغیر محبوب کے
دونوں جہان کی سلطنت اگر میسر ہو تو اسے راحت و چین نصیب نہ ہو اور اگر ایک ذرہ بھی کوئی چیز اس
کے پاس نہ ہو مگر محبوب ساتھ ہو تو وہ راحت و خوشی میں ہو کسی طرح کا اندوہ طلال اسے نہ ہو چنانچہ
کہا گیا ہے لَا وَحْشَةَ مَعَ اللّٰهِ وَلَا رَاحَةَ مَعَ غَيْرِ اللّٰهِ (اگر اللہ کے ساتھ ہے تو کوئی وحشت و
پریشان نہیں اور غیر اللہ کے ساتھ رہنے میں کوئی راحت و سکون نہیں) اسی کو کہا ہے۔
ہر کراہوئے رسد از سوسے او ہر دو عالم چیت خاک کوئے او
(جس کسی کو اس کے اطراف کی خوشبو پہنچ جائے اس کے نزدیک دونوں عالم کی حیثیت کیا ہے؟
اس کے کوہ کی خاک کے برابر ہے)

چنانچہ کہتے ہیں کہ جو شخص خداوند تعالیٰ سے حجاب میں ہے وہ عین بلا و مصیبت میں ہے اگرچہ سارے جہان
کے بادشاہت کے خزانہ کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہوں۔ اور ہر وہ گدڑی پوش اور بھکاری جس کا معاملہ

اس کے خدا کے ساتھ ہے یعنی ضروری ہے تو وہ دونوں عالم کا بادشاہ ہے اگرچہ اس کے پاس ہاں شہینہ نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

چوں ترانہ نے وخلقاً نے بود ہر سروے تو سطل لے بود
(اگر پر تیرے پاس محض ایک روٹی اور پھٹا پیرانا ایک ہی کپڑا ہو تو بھی تیرے جیم کا ہر دوں ایک بلا شاہ ہے۔)

اسی بنا پر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اللہمَّ مَهْمَا عَدَّ مَبْتَنِيَانِ لَا تَعْدِي مَبْنِي بَيْدَلِ الْجَبَابِ یعنی اے اللہ تو جب مجھ پر عذاب کرے تو جو چاہے کر لیکن اپنے عذاب کے عذاب میں مبتلا نہ فرما۔۔۔) اسی مفہوم کو کہا ہے۔

جگرِ عاشقان کسبابِ کمن غارتِ عاشقان خسرابِ کمن
گر سزاوارِ رحمت تو نیست تو چنیں ہجر شاں عذابِ کمن
مانہ بسیند یک زماں روایت تو بر قتل شاں شتابِ کمن
(عاشقوں کا جگر کباب نہ کیجئے۔ عاشقوں کے گھر دیران نہ کیجئے۔ مانا کہ آپ کی رحمت کے لائق نہیں ہیں تو بھی جدائی کے عذاب میں مبتلا نہ کیجئے۔ جب تک وہ آپ کے رخ انور کے دیدار سے مشرف نہ ہوں اس وقت تک ان کے قتل میں ہرگز جلدی نہ کیجئے۔۔۔)

اے بھائی! حقیقی دوزخ یہی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں کافروں کے عذاب کے بارے میں اشارہ کیا گیا ہے كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَّحْجُوبُونَ (میشک یہ لوگ آج اپنے رب کے عذاب میں ڈال دیئے گئے ہیں) عذاب کی شرمندگیوں اور پریشانیوں میں یہ ایک موثر نکتہ بیان ہوا ہے۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ کل قیامت کے دن اگر اپنے دل کا خیمہ دوزخ کے اندر لگائیں تو ان کے طالبان و مریدان دوزخ کی آگ کے انگاروں کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگائیں۔ اور اگر دوزخ میں رہتے ہوئے ایک لحظہ بھی عذاب میں مبتلا کر دیں تو یہ عشاق اتنا زیادہ فریاد و فغاں کریں۔ کہ دوزخیوں کو ان پر ترس آنے لگے۔ اسی راز کو کہا ہے

باتو دل مسجد است ویے تو کشت بے تو دل دوزخ است باتو بہشت
(اگر آپ ساتھ ہیں تو دل مسجد ہے اور اگر آپ نہیں ہیں تو آتشکدہ ہے اور اگر آپ ساتھ ہیں تو دل ہی بہشت ہے ورنہ دوزخ ہے۔)

خلاصہ مطلب یہ کہ جب مرید کو خداوند تعالیٰ کی عظمت و جلال کا علم ہو گیا تو اس کی طلب کے درونے ان کے دامن کو تھام لیا اور انہوں نے جان لیا من لہ المولى فله הכל ومن فاتہ المولى افاته بكل (جو مولیٰ کا ہو گیا سب کچھ اسی کا ہو گیا اور جس نے مولیٰ کو کھو دیا اس نے ساری چیزیں کھو دیں) (معرفہ - چوں تو دارم ہمہ دارم و گرم، بیچ ندارم۔

(جب آپ مرے ہیں تو ساری کائنات مری ہے اور حال یہ ہے کہ آپ کے سوا سب پاس کچھ نہیں)۔ کیوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جتنی چیزیں ہیں ان سے بے پروائی برتی جا سکتی ہے لیکن اس ذات کے بغیر کسی حال میں بھی چارہ نہیں ہے۔ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی اَنَّا بُدِّلُكَ لَازِمًا ہم تمہارے لئے لازم و ضروری ہیں۔ تمہیں سب سے چارہ ہو سکتا ہے لیکن مری ذات کے بغیر تجھے ہرگز چارہ نہیں۔ یقیناً صفحہ اول سے دعویٰ کی تمام تختیاں توڑ دی جائیں گی منی و ولی (مجھ سے اور میرے لئے) لگا نکھیں کھل جائیں گی اس وقت موت و حیات دونوں اس کی نگاہوں میں یکساں ہو جائیں گی تعریف و مذمت دونوں ہی اس کی ترازو کے پتے برابر ہو جائیں گی بہشت و دوزخ کو اس کے صفحہ اول کے حاشیہ پر بھی گزر نہ ہوگی، دنیا و آخرت کی اس کے دل میں کوئی جگہ نہیں رہے گی۔ یہی وہ رمز ہے جسے کہا ہے۔

بنمائے عاشقی کو راہِ بکیش تو دانگہ برائے وصل تو فرماں نہی شود
ہر کس کہ دید زلف تو ہرگز بطبع او از کفر سوسے ذر و ذہاں نہی شود
(عاشقی کو شعار بنائے ایسا کہ وہ تیرا مذہب ہو جائے جب ایسا ہو جائے گا تو وصل کے لئے فرمان کی ضرورت نہیں رہے گی) جس کسی نے آپ کی زلف کو دیکھا لیا وہ اس کفر سے ایمان کے نگارہ پر نہیں جانا چاہے گا۔

یہاں اس کفر سے مراد غیر اللہ سے بیاری ہے۔ ایسا شخص کسی مخلوق کے در پر روئی کپڑے اور پیسوں کے لئے بھیک مانگنے نہیں جاسکتا۔ ہمت کے غوطہ خور اس بحرِ عیسا میں جان کی بازی لگا کر گوہرِ شب چراغ معاوضہ میں حاصل کرنے والا بڑھیا کی جھونپڑی کے ٹمٹاتے دیا کی لو پر کیا جان دے گا؛ اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ پاک ہے کیوں کہ وہ غیر اللہ سے ماتھہ جھاڑ کر کھڑا ہو چکا ہے اس کی طلب کے قدم نے اس راہ میں ہمیشہ جاہ و کرامت کے گھوڑے کی زین اتار پھینکی ہے اور دل کے تختے سے سنگِ ناموس و سلامتی کے نقش و نگار دھو ڈالے ہیں ان کی روکش یہ ہے کہ لَوْ نَرَا حَمِيْنِي الْعَرْشِ مُلْحَقًا اِذَا عَرِشِ

کسی مری بہت کے سامنے آجائے تو میں اسے نچاؤ دکھاؤں وَلَوْ أَتَبَلَّغْتَنِیْ اَلْحَوْنُ لَهَدَّ مُنْتَهٰۤی اَدْرَاکِ رَدِیَا
 عسرت اپنے آپ کو مری بہت کے سامنے لائے تو میں اسے اس کے تمام مال و متاع کے ساتھ ڈھا کر نیت
 کا پرو کر دوں۔ اسی کو کہا ہے۔

باشدہیں علوم بہ تحقیق آدمی چوں عشق درو سے آید چنب درگشود
 بز خاک درگش چو بنگلہ خویش را بے عون رہبرے بوسے عرش برشود

(آدمی تو حقیقت میں علوم و کسرت میں ہی ہوتا ہے لیکن جب اسی آدمی میں عشق پیدا ہو جاتا ہے
 تو وہ کچھ اور ہی چیز ہو جاتا ہے۔ اور جب ان کی بارگاہ کی خاک پر خود کو ڈال دیتا ہے تو کسی راہبر کی
 عنایت کے بغیر عرش کی بلند ی پر پہنچ جاتا ہے۔)

اس کے عیش و آرام یہ ہیں کہ ہمہ دم اپنے طلب کے طور سینا پر پہنچ کر جناب موسیٰ کی طرح ارنی
 کا نعرہ لگاتا ہے اور مطلوب کی طرف سے غیرت (حیا) کا جناب لَنْ سَرَّ اِنِّیْ سَعَاہِ سَعَانَ الشَّرِّ اِس
 آب و خاک کا کیا ہی اچھا سولہ اور کیا ہی خوب کاروبار ہے۔ رُبَّ اَعْمٰی س

مارا بجز ایں جہاں جہانے دگراست خیزد زخ و زردوس مکانے دگراست
 قلاشی وزندیت سرا یہ عشق قرآسی وزا ہدی جہانے دگراست

(ہمارے لئے اس عالم کے سوا دوسرا ہی جہاں ہے دوزخ و فردوس کے سوا ایک دوسرا ہی مکان ہے

زندگی و قلاشی عشق کی پونجی ہے۔ بندگی و زاہدی کا عالم ایک دوسرا ہی جہاں ہے۔)

جب مرید صادق کو یہ تجزیہ و تفریح حاصل ہو جاتی ہے تو عالم میں اس کی جلوہ گری و پذیرائی یوں کی جاتی
 ہے یَا کَاذِبًا اِذَا رَاٰی سَا لَ طَا لِبًا فَا نْکَرُ لَہٗ خَادِمًا اے داؤد! جب تم میرے طالبوں کو دیکھو تو
 ان کے خدمت گزار بن جاؤ۔) ایک پیغام بڑھ بھی کون جناب داؤد علیہ السلام جیتے پیغام بیکران کی نسبت
 کا حکم ہوا اسی سے سمجھنا چاہیے کہ ان کے مقابلہ میں اور دوسروں کی کیا حقیقت ہے۔ خداوند تعالیٰ
 کی خدائی عقلی قیاس آرائیوں سے آگے ہے اس کا معاملہ اس کی مشیت پر موقوف ہے جو چاہتا
 ہے کرتا ہے۔

ملک در دست شہلئے می وہد منت او بر جہانے می نہد

(ایک چرواہے کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔ اور سارے عالم کو اس کا احسان مند کر دیتا ہے۔)

آذر کے بت خانہ سے ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھو اور تکدہ عبداللہ سے محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر غور کر دینے یعنی معنی مقام و مرتبہ مرید کو بتدبیر حاصل ہوتا ہے اور روزہ رفتہ ظاہر ہوا کرتا ہے کیونکہ کہاں ہوتا ہے الا ماشاء اللہ جو کوئی یہ چاہے کہ قرآن مجید پڑھنے لگے اور اسے حفظ کرے تو یقیناً اسے الفنا بابت سے ابتدا کرنا ہوگی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ قل اعوذ برب الناس کی سورۃ تک پہنچ جائے۔ اور پھر قل اعوذ برب الناس سے آگے بڑھتے بڑھتے ایک عرصہ و مدت میں قاری و حافظ قرآن ہو جائے گا خداوند تعالیٰ کا طریقہ کار اسی طرح جاری ہے تو لگے رہنے کے سوا پھر کیا کر لہے۔ اسی رنز کو کہا ہے۔

توزشہ شوی ارجہ کنی انپے آن کہ برگ توت است گشت استبدیع علی

(اگر تو کو کشش کرتا رہے تو فرشتہ بن سکتا ہے۔ توت کا پتہ ہی تو ہے جو رشیم کے کیسے کی غذا بن کر تدریج رشیم بن گیا ہے۔)

اور اپنے افلاس و بے استعدادی، ادبار و آلودگی سے شکستہ دل نہیں ہونا چاہیے بلکہ نگاہ خداوند قدوس کی قدرت و فضل پر رکھنا چاہیے اگر وہ چاہے تو ہزاروں ہزار کلیساؤں و تہ خانوں کو آن واحد میں کعبہ اور بیت المقدس بنا دے اور ہزاروں گنہگاروں، بدکاروں کو صیب و غلیل کے خطاب سے مخاطب فرمائے اور کوئی علت و سبب درمیان میں نہیں اور اگر چاہے تو ایک لحظہ میں ہزاروں کافروں کو مومن بنا دے اور ہزاروں ہزار شرک و بت پرست کو موحّد بنا دے اور اس پر یہ کہ کوئی حیلہ درمیان میں نہیں اور نہ کوئی توقف و دیر ہزاروں رحمتوں کو بعضی اور لاکھوں بعضی کو رحمتی اور ہزاروں شرابیوں کو مناجاتی بنا دے کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں کہ ایسا کیوں اور کیسے ہوا ہے بسا پیر مناجاتی کہ از مگر بفرماند بسازند خرابانی گزیریں بشیر نر بندو

(اکثر پیران مناجاتی سواری کے گھوڑے سے گر کر راہ میں پڑے رہ جاتے ہیں اور بیشتر شراب خانوں

کے زہد سیہ مست شیر نر پر سواری کر کے میدان میں آجاتے ہیں۔)

کتوب میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسے کافی غور و فکر کے ساتھ بار بار مطالعہ کریں انشاء اللہ تعالیٰ ان برادر کے دل پر اس کے معانی و مطالب محقق اور منقش ہو جائیں گے۔ اس کے ثمرات و تاثیریں عفا و جوارح سے ظاہر ہونے لگیں گے۔ الشرب العزت کے فضل و کرم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل اجمعین کے طفیل ناہم بھی روشن و درخشاں ہو جائے گا۔

والسلام



مکتوب ۲۳

بندگی کرنے اور بندہ ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بھائی شمس الدین، اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو اپنی بندگی کے لئے سنوارے۔ کاتب مکتوب شرف میزری کا سلام و دعا قبول کرو۔ واضح ہو۔ آدمی کو اپنی بندگی کا غم ہونا چاہیے، بندگی کی ادائیگی صحیح طور پر ہونی چاہیے اور سچا و حقیقی بندہ بن جانا چاہیے۔ خداوندی توحیح سبباً اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اسی کو کہا ہے

بندہ آن بہتر کہ بر فرماں رود کز خداوند آنچه خواهد آن رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے جو حکم کی بجا آوری میں لگا رہے، خداوند تعالیٰ اس سے جو چاہتا ہے اسے پورا کرے) جانتے ہو بندگی کرنا کیا ہے؟ جو حکم ہوا ہے دل و جان سے بجالانا ہے۔ اور بندہ ہونا کیا ہے؟ جس حال میں رکھے بندہ اسی میں خوش رہے۔ چون چہ از زبان سے نہ نکلے بشریت دیا جائے یا نہ ہر خوشی سے پی جائے اور ہاں اس کا خیال بھی نہ آنے پائے کہ مجھے یہ چاہیے اور وہ نہ چاہیے۔ کیونکہ بندہ کو خداوند تعالیٰ پر کسی قسم کے اعتراض کا حق ہی نہیں ہے۔ ایک صاحب عزت سے لوگوں نے پوچھا کہ بندگی کیا ہے؟ جواب دیا، اعتراض کو ختم کر دینا اور خداوند تعالیٰ کی رضا و خوشنودی پر خوش رہنا۔ اگر زہر کا پیالہ دے تو شربت کی طرح نوش جان کر لینا اور پیشانی پر بل نہ آنے پائے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ در بر محبت بندہ شد تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد

(جو شخص اسرار محبت کا بندہ ہو گیا وہ ابد الابد تک کے لیے محرم راز اور زندہ جاوید ہو گیا)

اسے بھائی! بندہ ہونا کوئی معمولی بات نہیں یہ بہت بڑا کام ہے۔ سات سو ہزار سال تک وہ مرد و بارگاہ بندگی کرتا رہا لیکن ایک لمحہ کے لیے بندہ نہ ہو سکا۔ حقیقتاً و یقیناً بندہ وہی ہے جو اپنے اعتراض و مقاصد سے پاک ہو اور اپنے نفس کے لذات سے آزاد ہو چکا ہو۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا بندگی

کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جب تم آزاد ہو گئے تو بندہ بن گئے۔ اسی کو کہا ہے۔ سہ
 تادریں حضرت خردی می مانندت صد جہاں پُر از بدی می مانندت
 زانکہ گرموئے باندا از خودیت ہفت دوزخ پُر بر آید از بدیت

(جب تک اس بارگاہ معبودیت میں تیری خردی باقی ہے تو مجھ لے سینکڑوں عالم تیری برائیوں سے پڑیں اس لیے کہ اگر
 تیری خردی بال کے نوک کے برابر ہی باقی ہے تو جان لے کر ساتوں دوزخ تیری برائیوں سے بھر جائیں گے)

ایک بزرگ کا قول ہے دنیا میں ہزاروں عبدالرحمن، عبدالرزاق، عبدالرحیم پاؤ گے لیکن ایک بھی
 عبداللہ شاید ہی ملے۔ اسے بھائی! جو شخص حق سبحانہ تعالیٰ کی پرستش اپنی غرض سے کرتا ہے اسے اپنی غرض
 کا بندہ کہیں گے حق سبحانہ تعالیٰ کا بندہ نہیں کہیں گے۔ حضرت ابوعلی سیاح رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے
 کہ اگر تم سے پوچھیں کہ بہشت چاہتے ہو یا دوزخ نماز، دیکھو ہرگز بہشت کا نام نہ لینا اور یہی کہنا کہ ہمیں
 دوزخ نماز چاہیے۔ یہ اس لیے کہ بہشت تمہاری غرض کا حصہ ہے۔ اور جہاں غرض و مطلب درمیان
 میں ہے وہیں بلا کر، فریب بھی لگات لگائے ہوئے ہے۔ دیکھو موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصہ میں
 غور کرو جب جناب موسیٰ کی ملاقات حضرت خضر سے ہوئی اور ہمراہ ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے دوبار
 اعتراض کیا ایک کشتی میں چھید کرنے پر دوسرے اس لڑکے کے قتل پر جب کشتی میں چھید کرنے اور لڑکے
 کے قتل پر غرض کی بات درمیان نہ تھی حضرت خضر درگزر کرتے رہے اور جب غرض کی بات آئی یعنی جناب
 موسیٰ نے کہا لَوْ شِئْتَ لَتَخَذْتَ عَلَيْهِ اجْرًا (اگر آپ چاہتے تھے دیوار بنانے پر کچھ اجرت لیتے) تو حضرت خضر نے
 کہا ہذا افراق بینی و بینک یعنی جب غرض کی بات درمیان میں آگئی تو میرے اور آپ کے درمیان
 جدائی ہوتی ہے۔ اہل نظر نے جب یہ رنگ دیکھا تو انہوں نے خود کو اور اپنے تمام اغراض و مقاصد کو درمیان
 سے اٹھالیا اور بالکل ختم کر دیا اور یہ کہہ اٹھے ہم تو بندہ ہیں بندہ بندہ کی بلک بندہ کا حصہ، بندہ کا تصرف
 کہاں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ العبد و مانی ید کا ملک لمولا۔ (بندہ اور بندہ کی ساری چیزیں اس کے آقا
 کی ملک ہے) ایسے حال میں اگر قبول ہے تو بہتر اگر رو ہے تو خوب اگر نوازش ہے تو بسر و چشم، اگر گھلاؤ ایں
 تو سہی صحیح۔ اگر جلاؤ ایں تو وہ بھی ٹھیک اور اپنا بنا لیں دل و جان سے منظور۔ بتاؤ کیا کر سکتے ہو قاضی کے
 گھر کو ڈھا دو گے یا اپنا سر دیوار سے مکر کر توڑ لو گے۔ اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔ سہ

خواہی کبش خواہ بزین خواہ بدار کیرو یہ شدہ است مررا با لکوار

(خواہ مجھے قتل کیجیے، خواہ داریے خواہ زندہ رکھیے میں نے تو اپنے تمام کاموں کو آپ کے سپرد کر دیا)

اسی سے روندگان راہ نے بہشت و دوزخ سب کو اپنے لیے معدوم کر دیا مغلس و نادار اے نوابن کر بندہ

اس راہ میں قدم رکھا ہے خداوند تعالیٰ کے سوا کسی کو دیکھنا نہ جانا اور نہ پہچانا۔ ایک عزیز نے ایک رویش کو دیکھا پوچھا کہاں سے آتے ہیں؟ کہا اللہ پیر پوچھا کہاں ہیں گے؟ کہا اللہ پیر دریافت کیا آپ کا مقصد کیا ہے؟ کہا اللہ جو سوال ان سے کیا جاتا جو اس میں اللہ ہی اللہ فرماتے۔ ربانی سے

من نام ترا بر کف خود بنگارم ! پس دیدہ بران نام نہم طوں بارم
از بکر دو دیدہ در خیالت دارم در ہر چہ نگہ کنم قوی پندارم

میں آپ کا نام اپنی پھیل رکھوں اور اپنی آنکھوں کو اس پر طوں اور دونوں دیدوں سے خون بہاتا رہوں میری دونوں آنکھیں ہمیشہ آپ کے خیال میں گور متی ہیں یہاں تک کہ میں جس کو دیکھتا ہوں اس میں آپ ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔
سنو! طاعت اس لاپٹے سے کرنا کہ اس کا ہل لے گا اور عبادت اجر و ثواب کی نیت سے کرنا جہاں معرفت میں زہر قاتل ہے۔ چنانچہ ہزار سال تک اُس بارگاہ پاک میں تم سرگردا کرو اور وہ تمام طاعت و عبادت جو سارے عالم کے لوگ کرتے ہیں وہ تنہا تم کو ڈالو اس کے باوجود اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ تمہاری یہ عبادت و ریاضت مجھے نہیں چاہیے تم مجھے پسند نہیں ہو تو سمجھ لو کہ ”دلہاں کی یہ ایک جھڑکی“ تمام طاعت و عبادت کا اجر و ثواب وصلہ ہے اور تمہیں سب کچھ مل گیا۔

کاطاں در راہ حق خوں خورمہ اند بندگی و حق گذاری کردہ اند
بندہ او باش تا باشی کے در سگ او باش این باشد بے

(کاطاں اس راہ حق میں خون کے گھونٹ پیتے رہے اور بندگی و حق بندگی ادا کرتے رہے ہیں تم ان کے بندہ بن جاؤ تاکہ کچھ کام کے ہو سکو، ان کے کتوں میں شامل ہو جاؤ یہی بہت کچھ ہے۔)
حکایت ہے کہ اگلی امتوں میں ایک شخص ایسا تھا کہ جس نے برسہا برس طاعت و عبادت کی تھی اور تمام عمر ریاضت و مجاہدہ میں بسر کی تھی اس زمانہ کے پیغامبر پر وحی آئی کہ اس شخص سے کہہ دیجیے کہ تمہاری جگہ تو درخ میں ہے طاعت و بندگی کی اس قدر زحمت کیا ہے؟ پیغامبر وقت نے اسے جب یہ وحی سنائی تو اس نے طاعت و عبادت میں اور زیادتی کر دی فرحت و خوشی کا دروازہ اس نے اپنے اوپر کھول لیا اور بے انتہا اظہارِ مسرت و شادمانی کرنے لگا کہ لوگ دیکھ کر تعجب کرتے تھے اسی استعجاب میں کسی نے پوچھا جب تم دوزخی ہو تو یہ فرحت شادمانی کیا ہے؟ اسے جواب دیا میں تو سمجھتا تھا کہ اسکی مملکت میں میرے لئے کوئی جگہ ہی نہیں ہو سکتی جو اب جبکہ معلوم ہو گیا کہ اسکی مملکت میں ایک جگہ تو ہے اگرچہ وہ دوزخ ہی ہے۔ یہ ہے ہماری خوش قسمتی اور یہ ہے ہماری

عزت و دولت۔ کیوں کہ ہے۔ گر عہ عالم ثواب تو بود تا تو باشی از عذاب تو بود
ذرة تاہستی خویش بود صد فراق سخت در پیش بود

اگر راجہاں تیرے اعمال کا اجر و ثواب ہو جائے جب تک تجھ میں تیری خودی ہے تو وہ سب تیرے لیے عذاب ہے،
 اور جب تک تیری سستی کا ایک ذرہ بھی باقی ہے، سمجھ لے کہ ذراں و جدائی کا سخت ترین جذب تیرے آگے پڑا ہوا ہے،
 اے بھائی! آدمی جب تک خود کو بمقدری کے نزاز میں ناکارہ و باطل سمجھ کر نہ تو لے گا اس وقت تک
 اس سے صحیح بندگی ادا نہ ہو سکے گی بندگی کے صحیح ہونے کی علامت یہی ہے، اسی کو کہا ہے سہ
 مردمی باید نہ سر اورا نہ پائے جملہ گم گشتہ درو او در خدائے
 (آدمی کو چاہیے کہ نہ اسے سر کا پوش رہے اور نہ پاؤں کا یہ سب کچھ اس میں گم ہو جائیں اور وہ خود خدا میں گم ہو جائے،
 بزرگوں کا قول ہے کہ اگر ان لوگوں کی روحوں کو مرگھٹ کے کتوں کے سامنے ڈال دیا جائے تو یہاں کے
 کتے اس کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھیں۔ اسی کو کہا ہے۔ سہ
 جملہ راعت کہ بود از ذل بود لاجرم ہر چہ جزایشاں کل بود
 جملہ اصحاب جاں باز آمدند عاشق آب دسر انداز آمدند



ایک درویش اپنی مناجات میں کہہ رہے تھے الہی! آپ کی محبت جو میرے اندر ہے اس کے طفیل مجھے قبول
 فرمایا ہے اور اگر یہ محبت بھی قبولیت کے لائق نہیں تو مجھے اپنی بندگی کے ذریعہ پسند فرمائیں اور اگر یہ بندگی
 بھی ناپسندیدہ ہے تو اپنے در کا کتابی بنا لیجیے۔ صبح کو وہ کہیں جا رہے تھے راہ میں ایک کتابا زبان حال
 سے کہنے لگارات تو جناب کے مزاج ہی نہیں ملتے تھے بڑی بلند پروازی کی مجھ جیسے کتاب ہونے کی تمنا کر بیٹھے
 یہ کیا فضول کہو اس بھتی۔ مجھے دیکھیے اس لباس سگی میں جب سے آیا ہوں بال برابر بھی کوئی تمنا اس کی رضا
 کے خلاف دل میں پیدا نہ ہوئی۔ اس بزرگ نے خاک سر پر ڈالی اور یہ شعر پڑھا سہ
 اے کاش کہ در پائے سگان تو شوم گرد آن بخت ندارم کہ سنگ کوئے تو گرم
 (یہ تویری قسمت نہیں کہ آپ کی گلی کا کتابی بن سکوں، کاش ان کنٹوں کے قدموں کی خاک ہی بن جاتا)
 ایک تو خاک خود خوار و ذلیل و بقید و قیمت اس پر مزید یہ کہ ہزاروں گناہ میں آلودہ دلت پت اور
 پھر اس پر ظلومی و جہولی کی نصفت کا لبادہ ایسے حال میں کیا کہا جاسکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اک بر اور کو وہ نگاہ
 عطا فرمائے کہ خود کو ویسا ہی دیکھو جیسے کہ تم ہو اور وہ علم عنایت فرمائے تاکہ تم خود کو ویسا ہی جان لو جیسے کہ تم ہو
 اور تمہاری حقیقت ہے۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کے طفیل۔ اور
 جب اس علم و نظر سے استفادہ ہو گا تو دین کا درد بھی پیدا ہو جائے گا۔ سہ
 ہر کرا در دین او وسیل بود مر جب گوی جبرئیل بود

ملکِ دو جہاں را بزیر پائے آری کہ ہوا را بزیر پائے آری
 جس شخص کی گذردین میں ہوتی ہے تو جناب جبریل اسے مر جا کہتے ہیں۔ اگر تو خواہشات کو کپل دے تو دونوں جہان کو
 دکھوں کے نیچے پائے۔

والسلام
 حقیر شرف مینیری

مکتوب ۲۵

بلاؤں کے نزول کے وقت اللہ کی رضا سے راضی رہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی شمس الدین! سلام قبول کرو

ہو! سنا ہے کہ دہلی سے تم آگے اس سفر میں بہت زیادہ زحمت و پریشانی ہوئی کسی قصبہ میں مشرقی
 صحت کے فوجیوں نے بہت ستایا مال و اسباب بھی ضائع ہوئے۔ اس قصبہ میں بھٹرنے سے پریشانیوں
 سامنا ہوا۔

اے بھائی! تم نے پڑھا ہے الدُّنْيَا دَارُ بَلَاءٍ وَ هِيَ خَلْقَتْ لَهَا دِيَارًا كَلِيفًا وَ مَصِيبَاتٍ كِي جگہ ہے
 ی کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی وقت بغیر مصیبت و بلا میں گرفتار ہوئے ایک قدم بھی بڑھا سکے،
 رُما اس دنیا میں رنج و مصیبت ہی کے ساتھ گزر بسر کرنا ہے اور خداوند تعالیٰ کی جانب سے جو بھی پیش آئے
 نا کے آگے گروں جھکا دینا ہی بندگی ہے اور بندگی اپنی مراد و آرزو کی ضد ہے دو مختلف چیزیں ایک جگہ
 نہیں ہوتیں۔

زود بر مراد ما کار سے بندہ بودن چنین بود آری

(ہاں بندہ ہونا تو یہی ہے کہ اپنی مراد و خواہش کے مطابق کام نہ کرے)

اے بھائی! بہشت کے جیسا مقام، عصمت کا تاج سر پر خلافت کی قبازیب تن ہم لوگوں کے باپ
 پ آدم علیہ السلام ان سب کے باوجود جیب و ہاں نہ رہ سکے اور انہوں نے بلا و محنت، رنج و مصیبت
 نیار کی تو ہم لوگ جو ان کی اولاد ہیں آج بلا و مصیبت خانہ میں پریشان سرگرداں ہزاروں گناہ اور خطاؤں

میں آلودہ سزا و عذاب کے مستحق ہوتے ہوئے یہ حال ہے کہ ایک مانس بھی بغیر رنج سے اور ایک قدم بھی بغیر بلا و مصیبت میں مبتلا ہوئے بڑھا سکیں ۔

آدمی بہر معنی را نیست پائے در گل جز آدمی را نیست
گر بیانگ ضعیف کام شود گر بدانگے خدائے نام شود

آدمی نم سے آزاد رہنے کے لیے پیدای نہیں ہوا یہ تمام حیرانی و پریشانی آدمی ہی کے لیے ہے، کبھی تو ایک چھوٹی سی پک سے بھی کام چل جاتا ہے اور کبھی خدا کے نام پر ایک پانی دینے سے بھی نام ہو جاتا ہے ۔

چنانچہ تم نے انبیاء کے قصوں میں بلاؤں کی ابتلا اور اولیاء کی حکایتوں میں رنج و مصیبت کی آزمائش کی حال سنا ہے اپنے قرابت مندوں اور اپنے جیسے دوسروں کو دیکھا بھی ہے تو اسے بھائی! جب کہ لوگوں کی غذا اور ہماری روزی ماں کے پیت ہی سے خون ہے تو ہم خون کھانے پینے والوں کو اپنی مراد کے ساتھ چین و راحت میں گذر بسر سے کیا سروکار اور خوشی و مسرت کے جام سے کیا واسطہ وہ جو تمسک بنیوں کے سلطان سارے اولیاء کے شاہنشاہ ہیں ان کی فریاد دیکھو کیا فرما رہے ہیں یا لیت و بے لیت لہو یخلق محمدًا کاش محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا، اور وہ جو انبیاء کے بعد تمام بشر میں افضل ہیں ان کا مال و زاری سنو کہتے ہیں لیتنی کنت در قہ فی شجرة تاكل الانعام کاش میں درخت کی چھایا ہوتا جسے چوپایے کھاتے، اور وہ جن کو انامدینۃ العلم و علی بابہا (میں علم کا شہر اور علی کے دروازے ہیں) کا خصوصی فضل ہے وہ نالکناں ہیں اور کہتے ہیں یا لیتنی کنت حیضاً لاجی کاش میں بیچارہ کا خون ہی رہتا، تو ہم لوگ کون ہوتے ہیں ایسے میں ہم لوگ کیا کہیں۔ اے بھائی! ہم لوگوں کو جس کا نام سابقہ پڑا ہے اس کے بوجھ کو نہ پہاڑ اٹھا سکتا ہے نہ دریا نہ آسمان نہ زمین۔ تو اب کیا کرنا ہے۔ لو غنا جا کے لیے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو سہ

یا الٰہ العالیس در ماندہ ام غرق خون در خشک کشتی راندہ ام
در میان راہ تنہا ماندہ ام کس ندر ام بے سرو پا ماندہ ام
از در خویشم گارہاں نا امید از سر لطف سیامم کن سفید

۱۱۱ الٰہ العالیس! میں بالکل آیا ہوں ہوں۔ خون میں غرق خشکی میں کشتی چلا رہا ہوں، راہ میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ معین و مدد کار نہیں بے سہارا ہوں ہوں۔ اپنے دریاک سے نا امید نہ لو، اپنے لطف و کرم خاص سے میرے سہارا نہ اٹھاؤ۔

والسلام



www.marfat.com

Marfat.com

مکتوب ۲۶

عادت کے ترک اور طاعت کی کوشش میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی شمس الدین، اللہ تعالیٰ درازی عمر کے ساتھ اپنی طاعت میں بقا اور مقبولوں میں داخل فرمائے۔ میری جانب سے متواتر دعائیں قبول کرو۔ واضح ہو، تمہارے خطوط پہنچتے رہے۔ چند بار تم نے لکھا ہے کہ میں تمہیں خط نہیں لکھتا شاید دل سے بھلا دیا گیا ہوں۔ حاشا وکلا ایسی بات دل میں نہ لاؤ کیونکہ یاد کرنے کا تعلق دونوں جانب سے ہوتا ہے جیسا کہ اس بار میں یہ قول ہے: القلوب تتفاضل وتتفاضل (ظہن کے دل ایک دوسرے کو پا رہتے ہیں اور اسرار ایک دوسرے سے غالب رہتے ہیں) خط کا لکھنا یہ تو تقدیر ہی ہے، ظاہری عذر یہ ہے کہ اگر کوئی تمہاری طرف جاتا ہے تو مجھے کیا خبر؟ خیب تک جانے والا خاص طور سے آکر یہ نہ کہے کہ میں وہاں جا رہا ہوں اس وقت تک یہ جاننا مشکل ہے خط لکھنے کا اصل سبب تو یہ ہے زدہ جس کا خیال تمہارے دل میں پیدا ہوا ہے۔ خط میں لکھا تھا کہ آخر شب میں اتھنا نیند کے غلبہ کی وجہ سے ترک ہو جاتا ہے کوشش کے باوجود میسر نہیں ہوتا۔ اے بھائی! ایسی عادت جو سالہا سال تک رہی ہو اور جڑ کھڑی ہو اس عادت کے بدلنے کے لیے چالیس دن سے کم نہیں چاہیے۔ آخر شب کو اٹھنے کے لیے ایک چلہ مجاہدہ اس طور پر کیا جائے کہ ہر رات آخر وقت اٹھو، اور جہاں تک ہو سکے چند مرتبہ متواتر دھوکو دھوکو کے بعد دو رکعت نماز ادا کرو اگر پابندی کے ساتھ یہ عمل ہو اور نمانہ نہ ہو تو امید ہے کہ عادت کی تبدیلی ہو جائے گی کیونکہ چالیس دن کی قید میں عادت کی تبدیلی کے لیے بہت بڑا اثر ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کو نماز نہ پڑھنے کی مطلقاً عادت ہو گئی ہو تو ایسے شخص کو چالیس دن تک بلا نمانہ نماز پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں، جانتے ہو اگر کوئی چالیس دن تک پابندی کر لیتا ہے تو اس کے بعد اس کی نماز بہت کم نقصا ہوتی ہے۔ جب ایک عادت کی تبدیلی میں اتنی دشواری ہے تو اور دوسرے تمام عادات و خصائل کی تبدیلی میں کیا کچھ مشکلات پیش نہ آئیں گے۔ اس راہ میں اسل یہی دو کام ہیں اس سے زیادہ نہیں ایک تبدیلی خلاق اور دوسرا تغیر مزاج جب ان دونوں کاموں میں کسی کے قدم جم گئے تو اس کی تمام منزلیں اور مرحلے آسان اور درست ہو گئے۔ لیکن ایسا شخص جو ایک ڈپٹ میں بھاگ جائے اور میسوں پر لپٹے اس سے کون سا کام ہو سکتا

ہے یہ تو روز کے مشاہدہ اور معائنہ میں ہے۔ ہاں دوسری بات یہ ہے کہ حق داروں کے حقوق کی ادائیگی میں اسکی شرطوں کے ساتھ کوششیں بلوغ کرنا چاہیے اس کی ذمہ داریوں سے شرع کے مطابق عہدہ برآ ہونا چاہیے اور اس کو اپنا سلوک سمجھنا چاہیے کیونکہ صرف روزہ نماز اور حج ہی سلوک نہیں ہے بلکہ جتنے احکام شرعی ہیں ان سب کی بجا آوری سلوک ہے اگرچہ ایک مٹھی خاک ہی کا معاملہ ہو۔ اے بھائی! تمہیں تو اس کی رضا سے کام لےنا ہے نہ کہتے سے، نہ مدینہ سے، نہ مسجد نہ صومعہ نہ تنہائی نہ گوشہ نشینی نہ دین و مذہب نہ مجاہدہ و ریاضت نہ سفر و اقامت نہ سڑک کا اسی کو کہا ہے۔ ۵

درتکدہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست
گر کعبہ از دُوبے نزار و کنش است بابوئے وصال او کنش کعباست

(اگر ت کدہ میں معشوق کا جمال میرے تو عقل کی بنا پر کعبہ کے طواف کے لیے جا نا خطا ہے اور اگر کعبہ میں کعبہ والے کی بونہ لے تو وہ کشت آتش کدہ ہے اور اگر کشت میں اس کے وصال کی بول جائے تو وہی کعبہ ہے۔)

اس راہ سلوک میں قدم نہایت ہوشیاری اور سمجھداری سے رکھنا ہے اسے تھوڑا نہ سمجھو اس میں بہت زیادہ غور و فکر و کار ہے کیونکہ سارے جہان کے علوم اسی کے تحت ہیں۔ طالب صادق یہ اور وہ نہیں دیکھتا ہے جس چیز سے اس کا مقصود حاصل ہوتا ہے وہ اس کے لیے فرض راہ ہوتا ہے یہ فرض اس کے اپنے حال کی بنا پر ہے اگرچہ ظاہر میں وہ کام بڑا ہوجیسا کہ بعض سالکوں سے ایسی بات سننے میں آتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ۵
ایں عہد علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق در است

(یہ تمام علم جسم مختصر عالم ظاہر کے ہیں، اللہ کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔)

اور وظیفہ میں تھوڑا بہت جو کچھ متعین ہے اس پر ہمیشگی اور پابندی چاہیے کیونکہ مقررہ وظیفہ اگرچہ مختصر ہو لیکن صاحب وظیفہ کے لیے اس کی قدر و قیمت اور ہی ہے اس کا یہ مختصر سا وظیفہ دوسروں کے کثیر وظیفے سے بہتر ہے بشرطیکہ اس پر استقامت پابندی ہو اس کو بار بار میں نے لکھا ہے کہ اصل کام استقامت ہی ہے۔ مَنْ
أَدَمَّنَ قَرَعَ الْبَابَ يُؤْتِيكَ أَنْ تَفْتَحَ لَهُ، جو شخص ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹانے میں لگا رہا تو قریب ہے کہ یقیناً اس پر دروازہ کھل جائے (ظاہر و باطن میں یہی طریقہ کار جاری ہے۔ اے بھائی! نہ کسی قیمت کی خواہش ہوتی چاہیے اور نہ کسی معاوضہ کی طلب۔ ہاں زاری و پوری مفلسی، نیاز مندی کہ جسے بندگی کا نام دیا گیا ہے اور جس کو تمام خوش بختیوں کی غلامت قرار دیا ہے اسی کو سامنے رکھو اور انتظار کی آنکھ اس کے لطف پر لگائے رہو اس لطف و مہربانی پر جس کے لیے کوئی علت و سبب نہیں۔ ۵

یک نظر از دوست صد ہزار سعادت من منتظرم تا کے وقت آن نظر آید

(دوست کی ایک نظر میں ہزاروں خوش بختیاں بھری ہیں غمِ خاطر ہوں کروہ وقت کب آتا ہے،
 بندہ کی یہ شان ہونی چاہیے کروہ ثابت قدم رہے اور طلب کے سمندر میں غوطے لگائے اگر اس کے لطف
 کے ایک موج نے ساحلِ مطلوب پر لا ڈالا تو فَقَدْ قَاذَفُوْهُ اَعْطِيْتَا (یہی سب سے بڑی کامیابی ہے) اور اگر
 اس کے قہر نے سمندر کی تہ میں پہنچا دیا تو فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهُ عَلٰی اللّٰهِ (تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہوگا) دونوں
 حال میں گھانے کا سوال نہیں۔ معرہ، کس باتوں میں کرو من ہم نکم (کسی نے تعدد نقصان نہیں کیا میں بھی نہیں کرتا ہوں)
 قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے برسہا برس حیوانت کی بھی حق تعالیٰ نے اس کی طرف توبہ کی فرشتے کو
 حکم دیا اس شخص سے کہہ دو کہ رحمت نہ کرے کیونکہ یہ میرے لائق نہیں ہے اور اس کی جگہ دوزخ ہے۔ جب اس
 شخص نے یہ سنا تو کہا مجھے تو بندگی سے کام ہے خدائی کرنا میرا کام نہیں وہ جانے اسے کیا کرنا ہے۔ فرشتہ نے لوٹ
 کر اس کا یہ پیغام پہنچایا جواب ملا بندہ جب خیس صفت کے باوجود بندگی سے منہ نہیں موٹتا ہے تو میں اپنی کریمی
 سے کیونکر مٹ جاؤں۔

”یہاں اس قسم کی روایت خبروں کے سلسلے میں ہے لیکن اس حکایت سے بندہ کی قدر و منزلت کا
 اظہار مقصود ہے۔ جیسے جناب موسیٰ علیہ السلام نے ایک درخت سے یہ کہا القوا — اگرچہ یہ لہر کا صیغہ
 ہے اس سے حق کا اظہار اور باطل کا بطلان ہوتا ہے اور یہ اظہار و بطلان ظاہر نہیں ہوا مگر اس سے اس
 حیوانت میں کوئی نقصان نہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ معتبر مقصود ہوتا ہے غیر مقصود نہیں۔“

(یہ عبارت مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے، قلمی میں ہے)

گر شراب لطف او خواہی مدام قطع کن وادی قہر او تمام
 زانگہ ایں نبوت آں نبوت بے بلا و درد و رماں نبوت

(اگر تو اس کے لطف کی شراب ہمیشہ چاہتا ہے تو اس کے قہر کی وادی کو پورے طور پر طے کر لے اس لیے

کہ جب تک تجھے یہ نہیں ہوتا وہ بھی نہیں ہوگا، بلا و درد کے بغیر تیرا اور ماں بھی نہیں ہے۔)

وَالسَّلَام

فقیر شرف مینری



مکتوب ۲

وضو اور نماز تہجد کی ادائیگی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی شمس الدین! سلام

دل نشیں کر لو! کسی وقت بھی بے وضو نہ ہو اگرچہ سردیوں کا موسم ہو اور پانی کتنا ہی سرد ہو فوٹا وضو کرنا اور وضو کے بعد دو رکعت نماز شکر اٹھو اور اگر وہ گزیرہ دو رکعت نماز ترک نہ ہونے پائے اگرچہ دن اور رات میں دس دس بار وضو کرنا پڑے جہاں تک ممکن ہو اس پر ہمیشگی اور ثابت قدمی اختیار کرو اس عمل کو تمام اعمال کی جڑ سمجھو جماعت مہمخیا کے بزرگان کا اس پر عہد پختہ ہے وہ بے وضو نہ کہیں کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں۔ نقل ہے کہ بعض بزرگ ایسے گذرے ہیں جو دست کی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں اس بیماری کی حالت میں ایک رات میں تیس بار چالیس بار پچاس بار انھیں اٹھنا پڑا تھا وہ ہر بار وضو اور دو گنا شکر اٹھوا کرتے جیسا کہ کہہ رہے۔

من خذ انہم ایں چہ مرداں پورہ اند کز عمل یکدم نمی آسودہ اند

لا جرم در بندگی سلطان شدند بہر مخلق جہاں ایشان شدند

(میں نہیں بنتا یہ لوگ کس درجہ کے مرد گذرے ہیں جو ایک لمحہ بھی عمل سے سیر نہیں ہوتے یقیناً اسی بنگلے سے یہ لوگ بادشاہ

ہو گئے ہیں اور سارے جہاں کے یہی لوگ مرد ہیں۔)

جس مرد کو اس عمل پر استقامت حاصل ہو گئی وہ اس ایک عمل کی برکت سے ہر منزل میں استقامت کی نعمت سے مشرف ہو گا یہ ایک عمل ایسا مل ہے کہ دل و جان سے اس کی خدمت و کیا آوری میں لگے رہنا چاہیے۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ آخر رات کے ایک حصہ کو نماز تہجد سے آباد رکھنا چاہیے۔ اس طور پر کہ بارہ رکعت نماز تہجد چھ سلام سے یعنی دو دو رکعت کر کے پڑھو پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی خالذ دن تک اور دوسری رکعت میں آمن الر شول آخر سورہ تک (یعنی ہر وقت میں ہی طرح پڑھے) اور جب نماز سے فارغ ہو جائے تو نہایت عاجزی و انکساری سے رو کر یہ استغفار کرو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ

اسْتَغْفِرُكَ اللَّهُ وَالْوَيْبُ إِلَى اللَّهِ مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ اللَّهُ قَوْلًا وَقِعْلًا وَالْوَيْبُ إِلَيْهِ، اللَّهُمَّ إِنِّي
 اسْتَغْفِرُكَ بِمَا قَلَمْتُ وَمَا أَحَدْتُ وَمَا اسْرَرْتُ وَمَا أَكَلْتُ وَمَا اسْرَفْتُ لَنْتَ الْمَقْدَمُ
 وَلَنْتَ الْمَوْحَرُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ سَبَّتُ عَنْهُ
 إِلَيْكَ فَعَدْتُ فِيهِ، وَاسْتَغْفِرُكَ لِمَا آرَدْتُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ مُخَالِطَةً بِمَا لَيْسَ
 لَكَ فِيهِ رِضَاءٌ وَاسْتَغْفِرُكَ لِمَا وَعَدْتُكَ بِهِ مِنْ نَفْسِي ثُمَّ أَحْلَفْتُكَ وَبِهَا
 اسْتَغْفِرُكَ دَعَا فِي إِلَيْهِ الْهَوَى مِنْ قَبُولِ الرَّخِصِ بِمَا اسْتَبَهَ عَلَى وَهُوَ عِنْدَكَ
 حَرَامٌ وَاسْتَغْفِرُكَ مِنَ الذُّنُوبِ الَّتِي لَا يَعْرِفُهَا غَيْرُكَ وَلَا يُطْلِعُ عَلَيْهَا أَحَدٌ سِوَاكَ
 وَلَا يَسْعَاهَا إِلَّا جَلْبُوكَ وَلَا يُتَجَبَّنِي مِنْهَا إِلَّا عَفْوُكَ وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ يَوْمٍ سَلَفْتُ
 فِيهِ نَحْسِيَّتُ فِيهَا عِنْدَكَ وَإِنَّمَا مَحْوُودٌ بِهَا إِلَّا إِلَهًا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي لَنْتُ مِنْ
 الظَّالِمِينَ وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ نِعْمَةٍ أَنْعَمْتَ عَلَى مَعْرُوبَةٍ فَتَقَرَّبْتُ بِهَا عَلَى مَعْصِيَتِكَ
 وَاسْتَغْفِرُكَ يَا غَالِبَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَاتِ مِنْ كُلِّ مَوْءُودٍ عَمَلْتُهَا فِي بِيَاضِ النَّهَارِ
 وَمَوَادِّ اللَّيْلِ وَفِي خَلَاءٍ وَصَلَاةٍ وَسِرٍّ وَعَلَانِيَةٍ وَأَمْتٍ مَا ظَنَرْتُ إِذَا ارْتَكَبْتُهَا
 مِنَ الْعِصْيَانِ يَا حَلِيمُ يَا كَرِيمُ يَا حَسْبِي يَا عَظِيمُ يَا لَإِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي
 كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ فِرْيَسَةٍ دَجَبْتُهَا عَلَى فِئْتِ اللَّيْلِ وَأَطْرَافِ
 النَّهَارِ فَتَرَكْتُهَا عَدَا أَوْ خَطَاءً أَوْ نِسْيَانًا وَأَنْتَ مَسْئُولٌ بِهَا لِإِلَهٍ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ
 إِنِّي لَنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ سُنْبَةٍ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ وَمَحَبَّةٍ عَلَيْهِمُ
 السَّلَامُ فَتَرَكْتُهَا عَقْلَةً أَوْ سَهْوًا أَوْ نِسْيَانًا أَوْ تَهْلُوتًا أَوْ قِلَّةَ مَبَالَاتٍ بِهَا وَأَنَا مَعَاوِبٌ
 بِهَا وَاسْتَغْفِرُكَ لِإِلَهٍ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ سُبْحَانَكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ
 لَكَ الْمُلْكُ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ وَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ وَصَلَّى
 اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ بَعْدَ مَنْ لَمْ يَصِلْ عَلَيْهِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
 وَسَلَّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا لِإِلَهٍ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ وَالْحَوْلُ
 وَالْقُوَّةُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

حدیث شریف میں من اکثر الاستغفار جعل الله له من كل هم فرجاً ومن

كل حين مخرجاً ويورثه من حيث لا يحسب (جو شخص کثرت سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ

اسے ہر انداز سے نجات اور ہر عمل سے کٹائی کا واسطہ بنا دیتا ہے اور اس کو اس طرح رزق دیتا ہے کہ وہ ہم دنیا میں بھی نہیں لگتا)

ایک دوسری حدیث ہے کہ جب تمہیں سے کسی کا گناہ بہت زیادہ ہو جائے تو اس سے کہو استغفار بہت زیادہ کرے۔ قسم ہے خدا کی جس نے مجھے رسول بنایا ہے استغفار ان گناہوں کو اس طرح کھا جائے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاجِسَةً إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ (اور وہ لوگ جنہوں نے بے عیالی کا کام کیا یا اپنے اور بظلم کیا پھر انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور اس سے مغفرت چاہی) نازل ہوئی تو ابلیس رونے لگا۔ تفسیر امام زاہد میں ہے کہ اس امت کی پناہ دو ہیں ایک حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے استغفار حضور نے ہمارے سامنے سے پر وہ فرمایا، استغفار باقی ہے۔ نقل ہے کہ اگر کوئی اپنے اہم کاموں میں یا معاش کی تنگی میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کی طلب کرتا تو آپ اس سے کہتے استغفار بہت زیادہ کرو اور آخرت سے صبح تک ذکر لا الہ الا اللہ میں مشغول رہو اس طرح کہ نو بار لا الہ الا اللہ اور دسویں

بار ایک مرتبہ محمد رسول اللہ کہو اسی طور پر آخر شب کو صبح تک آباد رکھو کیونکہ یہ وقت مریدوں کے فتوح و مراد پور سے ہونے اور توبہ و استغفار کرنے والوں کی قبولیت کے خلعت پانے کا وقت ہے۔ نقل ہے کہ آخرت میں نہادینے والا آواز لگا آ رہا ہے هَلْ مِنْ دَاعٍ فَاسْتَجَابَ لَهُ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطَى لَهُ سِوَالَهُ (ہے کوئی دعا کرنے والا کس کی دعا قبول کی جائے، ہے کوئی بخشش پانے والا کس کو بخشا جائے، ہے کوئی سائل کس کا سوال پورا کیا جائے) اور بہت زیادہ ورد و وظائف اور نفلوں کی کثرت کی تکلیف نہ اٹھائیں۔ حقداروں کے شرعی حقوق کی ادائیگی کو پیش نظر رکھیں کیونکہ اس کی ادائیگی دین کے ہنگامے میں سے اہم ترین ہے۔ تھوڑا نمل قاعدہ و قانون سے استقامت (ثابت قدمی) کے ساتھ اس سے کہیں بہتر ہے کہ جو بہت زیادہ ہو کر بے قاعدہ ہو اور پابندی کے ساتھ نہ ہو۔ ان سب کے علاوہ درویشوں اور اہل علم و ارباب معرفت کی صحبت کو غنیمت جانیں اور اہل سلوک و ارباب دین کی خدمت کا موقع مل جائے تو اسے اللہ کی نعمت سمجھیں۔ جسے یہ دولت میسر ہوئی وہ مقبولین بارگاہ سے ہے لایسقی جلیسہم (انکی صحبت میں بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا) اس پر گواہ ہے۔ ۵

آنرا کہ دہر یارش در عالم خود یارش بیواسطہ کارش کردار بہ چہ کار آید

(کسی کا محبوب کسی کو اپنے حرم خاص میں اس کے کسی مقبول عمل کے بغیر باریابی دیر سے تو ایسے میں عمل کس کام کا)

آدمی کو چاہیے کہ خود کو جالبوں کے میل جول اور صورت پرستوں، ظاہر واروں کی صحبت سے محفوظ رکھے جس کسی کو اس میں مبتلا کر دیا جاتا ہے سمجھ لو کہ وہ راندہ درگاہ ہے۔ سنویہ شعر سنو۔ ۵

بگذار فضول کز ابو جہل در دین محمدی نیاید

افضل باتیں چھوڑو منقریہ کہ جو پہل کی صحبت سے دین محمدی نہیں سیکھ سکتے
 اور دہشتہ احوال میں گوشہ نشینی اختیار کریں بجز اہم ضرورت کے خلوت سے باہر نہ نکلیں۔
 تقصیر مکن بیچ تو در کردن طاعت کا نہا کہ بہا نیست ترا جلد بردا است
 اتم طاعت و عبادت میں کوتاہی نہ کرو کیوں کہ جو کچھ تم کو چاہیے وہ سب دے دیا گیا ہے
 اور لوگوں کے لیے بھی التماس کیا تھا خاطر جمع رکھیں ہر کام وقت پر موقوف ہے اور دوسری باتوں کے لیے جو
 عرضی ہے اس کے متعلق بھی یہی ہے کہ اس کا جواب بھی آئندہ کسی وقت دیا جائے گا۔ حق سبحانہ تعالیٰ
 نیت اور ارادہ صادق عطا فرمائے، قناعت کا دروازہ براہِ عزیز پر کھول دے اپنے فضل و احسان سے
 بردھائے زمانہ کیسے بروز بگذر آتش بقوت روز بروز
 دراز کی وفا کی طرف سے اپنی تھیلی کاٹنے کا لو یعنی سب سے بے نیاز ہو جاؤ، روزی کی نگر کو دن بہ دن چھوڑتے جاؤ

وَالسَّلَامُ
 شرف مینری



مکتوب ۲۸

طاعت و عبادت میں استقامت کی شومش فوج نذرانہ کے قبول کرنے اور پہنچنے کی حالت سے دور نہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تم جانو! اللہ تعالیٰ تمہیں سعادت عطا فرمائے۔
 اے بھائی! اس کام میں اصل چیز استقامت (ثابت قدمی) ہے جو علم بھی اختیار کیا جائے،
 اس میں استقامت بہت ہو اگرچہ معمولات بخورے موں کیونکہ تنہا سے عموماً استقامت کے ساتھ بہت میں،
 اور بہت زیادہ درد و وظائف و مشغول بغیر استقامت بہت کم ہے۔ چنانچہ یقیناً مشہور ہے، ایک چور کو پھانسی
 کی سزا دی گئی تھی وہ دار پر لٹکا ہوا تھا امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا ادھر سے گذر ہوا حضرت نے اپنی دستار مبارک
 سر سے اتاری اس کے آگے ڈال دی اور اس کے پاؤں کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے، ایک عزیز نے اس راز کو پوچھا،
 آپ نے جواب دیا۔

برکہ اور کار خود باشد تمام جان خود در کار بازو والسلام
 چوں تمام افتاد او در کار خویش زان نہاد پیش او دستار خویش

چوں بدیم دار چو ہیں جائے او بوسہ زان دادم بے برپائے او
مرد باید خواہ خواہ علم کو بود در فن و کار خود تمام

(جو شخص اپنے کام میں ثابت قدم، کامل ہوتا ہے وہ اپنے اس کام میں جان کی بازی لگا دیتا ہے چوں کہ وہ اپنے فن میں کامل و ثابت قدم تھا اس کے اسی کمال و استقامت کی داد دینے کے لیے اس کے سامنے میں نے اپنی دستاویز پیش کر دی۔ جیسا کہ اس کی جگہ لکڑی کے دار پر دیکھی یعنی اپنے پیشہ کی استقامت میں سر اس نے رے دیا تو میں نے اس کے پاؤں کے بوسے دیئے آدمی کو اپنے کام اور اپنے فن میں مرد کامل ہونا چاہیے خواہ خاص ہو خواہ عام)

ارباب معانی کا یوں ارشاد ہے کہ آدمی کی نگاہ معانی کی طرف ہونی چاہیے، صورت و ظاہر کی طرف نہیں۔ اور اگر درویش اور عزیزاں کچھ پیش کریں یا بھیج دیں تو یقیناً قبول کرنا چاہیے اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ بزرگوں نے ایسا ہی کیا ہے لیکن اگر اس نذرانہ و تحفہ سے کوئی خرابی پیدا ہونے کا احتمال ہو تو اس بنا پر قبول نہ کریں اور اس رد میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عمل ایسے شخص کی باتوں پر کرنا چاہیے کہ جو علم و عمل سے آراستہ ہو اور اس جماعت صوفیاء کے مذہب کو جانتا ہو اس راہ کے فروع و اصول میں استاد کا درجہ رکھتا ہو، مشائخ کے کلمات اور ان کے عبارات و اشاروں کو سنت و جماعت کے قاعدہ و قانون کے تحت پورے طور پر سمجھتا ہو اور ہر کام کے فوائد و آفات اور اعمال و اخلاق کو خراب کرنے والی چیزوں سے اور مبتدی، متوسط، منتهی کے احوال سے اچھی طرح واقفیت حاصل کئے ہوئے ہو۔

عاشقانند یک در رہ او ز خود در راہ عشق بے خبر اند

تا بد رہ جو جبرئیل امین بہ پرہمت اسے پسر پرند

(یہ لوگ عاشقوں میں ہیں لیکن یہ ایسے عاشق ہیں کہ جو اس کی راہ میں اپنے آپ سے اور عشق سے اور عشق کی راہ سے بالکل بے خبر ہیں۔ اے لڑکے! سن لے اس کے یہ عاشق جناب جبرئیل امین کی طرح سدہ تک ہمت کے پردوں سے پردا کرتے ہیں) اور جاہلوں کی جماعت، ظاہر پرستوں، جھوٹے دعویٰ کرنے والوں اور فضولیوں سے خود کو محفوظ رکھنا چاہیے ان کے واپس ت و خرافات میں مشغول نہیں ہونا چاہیے ایسے لوگوں کی صحبت سے خود کو بہت دور رکھنا چاہیے آج کل سارے جہاں میں ایسے ہی لوگوں کی کثرت ہے جیسا کہ کہا ہے۔

مرد صورت پرست کس نبود ہوش او بجز سوئے ہوس نبود

ہیج معنی نہ دیدہ ام زخاں گرتو دیدی سلام من برساں

(ظاہر پرست آدمی کسی لائق نہیں ہوتا ایسوں کو ہوس کے سوا اور کسی چیز کا ہوش ہی نہیں رہتا۔ خیس لوگوں میں میں نے کوئی معنی نہیں دیکھا اگر تم نے دیکھا ہے تو میرا سلام پہنچانا۔)

اگر خلوت و گوشہ نشینی میسر ہو تو لوگوں کے میل جول سے پرہیز کرنا چاہیے، بلنا جلنا، اختلاط آنا بھر کر حقداروں کے حقوق ادا ہو سکیں اور اس میں کسی قسم کا خلل و نقصان نہ ہونے پائے اور رویشوں، عالموں، عالموں، حارثوں کی صحبت میسر ہو تو اسے غنیمت سمجھیں اور ان کی خدمت کو دونوں جہاں کی سر بلندیوں کا سبب اور اپنے کاموں کا فتح باب بنائیں، عاقبت و خاتمیت بخیر ہو۔ اس کے ساتھ اپنا طاقینہ بھیج رہا ہوں۔

والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۲۹

عمر کو غنیمت جاننے اور نماز تہجد کی تاکید میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر ام شمس الدین! اللہ تعالیٰ تمہارے قلب کو روشن کر دے اور اپنے طالبین صادقین میں داخل فرمائے اپنے احسان و کرم خاص سے۔

کاتب مکتوب احمد عیسیٰ منیری ملقب بشفقت کا سلام و دعا قبول کریں، اور دل نشیں کر لیں کہ برادر عزیز کا خط ملا۔ خیر و مافیت کی اطلاع ملی اس پر حمد و ثناء خداوند تعالیٰ ادا کی۔ میری وصیت ہے جہاں تک ممکن ہو اپنی عمر عزیز کو طاعات و عبادات میں لگائے رکھیں اپنے اوقات نفیس کو ذکر و تلاوت سے معمور رکھیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

آنجا کہ بود نافع کردار بجان و دل آنجا تو بگو آخر گفتار چہ کار آید

(جہاں اعمال نیک جان و دل سے پسندیدہ و نفع بخش ہوں، تو بتاؤ! دہاں فضول گفتگو میں لگے رہنے سے کیا فائدہ؟) بالخصوص آخرات کو تہجد کی بارہ رکعت نماز چھ سلام کے ساتھ یعنی دو دو رکعت کر کے اس طور پر پڑھا کریں کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی، خالد دن تک اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آمن الرسول آخر سورہ بقرہ تک، اسی طرح پوری رات کو آباد رکھیں کیونکہ مریدوں کے کشود کار ظاہرین کے حصول سعادت اور مناجات و دعا کرنے والوں کی دعا کے قبولیت، سالوں کے انعام و بخشش پانے اور توبہ و استغفار کرنے والوں کے معافی کا خاص وقت ہے چنانچہ تم نے سنا ہے هَلْ مِنْ دَاعٍ نَاسْتَجِیْا لَهٗ وَهَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فِیْغْفِرْ لَهٗ وَهَلْ مِنْ سَآئِلٍ فِیُعْطٰی لِسْوَآلِهٖ (ہے کوئی دعا کرنے والا جسکی

دعا قبول کی جائے۔ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا جسے مغفرت دی جائے، ہے کوئی مانگنے والا جس کی مانگ پوری کی جائے اور فقیروں، درویشوں، اہل علم، ارباب معرفت کی صحبت کو غنیمت جانیں۔

گرد توحید گرد با تفرید چہ کنی صحتی کہ آں تعلید
در دندی بگرد عیسیٰ کرد وارے رہ نشیں چہ خواہی کرد

(تمام تعلقات سے علیحدہ ہو کر یعنی تفرید کے ساتھ توحید میں رہا یہی صحبت جو محض تعلید یوں کی ہو اس میں کیا فائدہ۔ مسیحائی کرنا عیسیٰ کا کام ہے۔ راہ میں پڑے ہوئے سے کیا مابرج کراؤ گے)

جالوں کی جماعت سے خود کو بہت دور رکھیں اگر وہ کسی درجہ کے بھی دوست و رفیق معلوم ہوں، جیسا کہ کہا ہے

سازند ہمہ یاراں در عالم دانائی غلوت کن و بخود شوبار مار چہ میباشی

(تمہارے یہ سب دوست و محب سانپ ہیں سانپ، سب اپنے چالاک و دہشتیاری کے عالم میں ہیں،

ان سب سے کنارہ کر لو، یہاں تک کہ خود اپنے آپ سے بھی بخود جو جاؤ سانپ کے ساتھ کیا رہنا ہے)

ہمیشہ ظاہر و باوجود ہر جس وقت بھی وضو کرو تو زیادہ رکعت شکرانہ و نوا اور طاعت اگرچہ چھوڑی ہو لیکن استقامت و موافقت ثابت قدمی اور ہمیشگی کے ساتھ ہو تو وہ بہت زیادہ ہے۔ اور اگرچہ طاعت بہت زیادہ ہو لیکن استقامت کم ہو تو ایسی کثیر طاعت بہت قلیل ہے۔

سبحان اللہ! حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود آپ کے اس درجہ حسن و کمال اور عظمت و جلالتِ کار کے حکم ہوتا ہے۔ فَاَسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ (آپ قائم رہیں اس پر جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت سے زیادہ سخت اور دشوار آیت نازل نہیں ہوئی چنانچہ جب صحابہ رضوان اللہ نے دیکھا حضور کے چند موئے مبارک سفید ہو گئے ہیں تو انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ کس چیز نے آپ کو بوڑھا کر دیا؟ ارشاد ہوا شیبہ بنی سواد کا تھوڑا (سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا)

یہاں کے اور حالات جاننے والے سے معلوم ہوں گے۔ عاقبت و خاتمہ بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف منیری



مکتوب ۳۰

مُرید کو نصیحت اور غیروں کو ایذا پہنچانے سے پرہیز میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بھائی شمس الدین! اللہ تعالیٰ تمام بلاؤں سے محفوظ رکھے کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام

و دعا قبول کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو! آپ جب درویشوں کے زمرہ میں داخل ہو گئے ہیں اور جاؤ فقرے مشرف ہیں تو یہ کب مناسب ہے کہ کسی کو آپ سے شکایت ہو یا کوئی لعن و لعن کرے اس طرح کی بات اس فقیر کے دل پر سخت گراں گزری اور بہت افسوس ہوا کہ آپ برادر سے ایسا کام کیوں ہوا جو آپ کے لائق حال نہیں اور اگر آپ پر کوئی ظلم و ستم ہوا تو حتی الوسع اسے اپنے جان و مال پر برواشت کرتے۔ جس بات سے دوسروں کو تکلیف پہنچے وہ نہیں کرنا چاہیے جب کسی فقیر کو کسی سے ناخوشگوار بات یا تکلیف پہنچے تو وہ یہ آیت کریمہ پڑھے **قُلْ لَنْ یُّصِیْبَکُمُ الْاَکْثَبُ اللّٰہُ لَئِن اَکْثَبْتُمْ اَیُّہُمْ لَیْسَ لَہُمْ اَکْثَبٌ مِّنْہُمْ لَیْسَ لَہُمْ اَکْثَبٌ مِّنْہُمْ لَیْسَ لَہُمْ اَکْثَبٌ مِّنْہُمْ لَیْسَ لَہُمْ اَکْثَبٌ مِّنْہُمْ**۔ فقیر کو نہ کسی دعوٰی ہونا اور کسی جگہ ایسا کہنا۔ تو بار خفائے ادبی کش باؤ تو گمراہی تو دفاکن

(تم اس کی بجائیں سچے رہو، اس سے کہیں یہ نہ کہو کہ تم دفا کرو)

اس دین کے معاملہ میں اگر جنگ کرنے کی ضرورت ہو تو وہاں پر حکم کی بجا آوری ضروری ہے چنانچہ منقول ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے ناخوش نہ ہوئے۔ لیکن جہاں رحمت حق تعالیٰ کے ہتک کا سوال آجائے تو ضروری ہو جاتا۔ دیکھو ایسی باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرو اور اگر تم سے ایسا کوئی کام ہو گیا ہے تو اس کے لئے استغفار کرو جن لوگوں کو کسی بھی طرح ایذا و تکلیف پہنچی ہے ان لوگوں کو خوش کرنے کی انتہائی کوشش کرو کیونکہ یہ کام بہت ہی پسندیدہ بڑا اور عظیم ترین مہمات میں سے ہے اس لیے کہ حق العباد خداوند تعالیٰ کے حق سے کہیں زیادہ سخت تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق تو بہت استغفار سے معاف ہو جاتا ہے لیکن مخلوق کا حق جب تک ان کو راضی و خوشنود نہیں کر لیا جاتا ہے اس وقت تک ختم نہیں ہوتا۔ شہداء جن کا مرتبہ اس بندی کو پہنچا ہوا ہے کہ وہ برگزیدہ ہیں اور دوسروں کی شفاعت کریں گے لیکن اگر ان کے ذمہ مخلوق کا ذرہ

براہِ حق رہ گیا ہو تو جب تک وہ اس کو راضی و خوش نہ کریں گے اس وقت تک میدانِ حشر سے قدم نہ اٹھائیں گے۔
اسے بھائی! حق العباد کی یہ گھائی بڑی سخت ہے۔ ایک حدیثِ نظر سے گزری ہے کہ خانہ کعبہ جو مومنوں کا قبلہ
ہے اگر کوئی اسے مس کر دے اور جلا کر خاکِ ستر بادے تو یہ اتنا بڑا گناہ نہیں ہے جتنا کہ کسی مومن کے دل کو بغیر کسی
شرعی سبب کے تکلیف پہنچائی جائے۔

والسلام



حقیر شرف منیری

مکتوب ۳۱

مُرید کا اپنے پیر کی خدمت میں حالِ احوال سے متعلق عرضیہ لکھنے کے حوازیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

براہِ شمس الدین اکرم اللہ بکرامۃ المریدین کاتبِ مکتوب احمد عینی منیری الملقب شرف کاسلام و دوا
قبول کرو۔ تمہارے قلب روشن پر منقش ہو آنے والے سے معلوم ہوا تم کہہ رہے تھے شہِ زندگی کی وجہ سے
میری سمجھ میں نہیں آیا کیا لکھوں اب جب وہاں سے خط آئے گا تو شاید کچھ لکھ سکوں۔ کیا شہِ زندگی ہے، اپنے
حال و معاملات سے جو بھی ہوا گاہ رکھو، اس جماعتِ صوفیہ کے لوگوں کے درمیان یہ شرط ہے مرید کے لئے
یہ درست نہیں کہ اپنے کسی فعل کو وہ پیر سے چھپا کر رکھے گرچہ وہ کام کتنا ہی برا ہو، مریض اگر اپنی بیماری کو بیان
کرے تو طبیب کیا دوا دے گا اور اگر بیماری دوسری ہو اور دوا دوسری بتائی جائے جب بھی علاج نہیں ہو سکا
باوجود کوششِ صحت نہیں ہوگی۔ وہ تمام شرطیں جو مریض اور طبیب کے درمیان ہیں بلا فرق وہی سب شرطیں
پیر و مرید کے درمیان ہے اور اس کی سندِ اغراضی اللہ عنہ کے قصہ سے ہے جب ان کے ساتھ وہ واقعہ
تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ زینتِ فطرتی
(مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے مجھے پک کیجئے) دین کا یہ درد مرید میں پیدا ہونا چاہیے تاکہ وہ سچا طالب ہو سکے اس کا
ماترا کارے نیفتہ مردوار کے توانی نالہ کرو از درد کار
گر شود این درد دامن گیر تو بس بود این درد دامن پیر تو
(جب تک تجھے مردوں کے معاملات سے سابقہ نہ پڑے اس وقت تک دین کے کاموں کے درد سے نلہ و فریاد
کیسے کر سکتا ہے، اگر دین کا درد تجھ میں پیدا ہو جائے تو سب درد ہمیشہ تیری رہبری کے لئے کافی ہے)

جنانچہ یقین ہے کہ خجالت و شرم ہرید کے لئے نقصان دہ اور اس کے کام میں مانع ہے۔
 گزروں داری اے بے پاوسر باہ دیں میں است تریں رہ درگذر
 (اے بے سواد یعنی بے ڈھنگے) اگر کوئی نڈا ہے تو کچھ لے دین کی ماہ میا ہے اس زاہ کو طے کر لے)
 تمہاری طلب اور دل ماندگی کی بنا پر چند مکتوب لکھے گئے خیال تھا کہ متفرق طور پر جا آ رہے لیکن یہاں کے زقار
 میں سے ہر شخص نے یہ خواہش ظاہر کی ان خطوط کو کیا کر کے ہم لوگ نقل کر لیں اس کے بعد بھیجا جائے اسی بنا پر
 یہ مکتوبی اشارتہ کتابت کے بعد خطوط جلد بھیج دیئے جائیں گے، شیخ زادہ نے خود نقل ہوتے دیکھ لیا ہے۔

والسلام
 خاکسار شرف مینری

مکتوب ۳۲

اوراد و وظائف کی پابندی کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز کا خط پہنچا غیر دعاقت معلوم ہوئی اللہ کا شکر ادا کیا۔ لازم ہے اپنے اوراد و وظائف میں
 پابندی کے ساتھ لگے رہیں کسی حال میں بھی کمی یا ناغہ نہ ہونے پائے۔ مشائخ کی کتابوں اور مکتوبات کے مطالعہ
 و بعضی ترک نہ کریں اور اس سے فارغ نہ ہوں یہ میری سخت تاکید ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جب
 تم ان کاموں کو نہیں کر سکتے ہیں جو بزرگان و مشائخ رضوان اللہ نے کئے ہیں تو ان کے کلمات کے پڑھنے
 و ان کی کتابوں کے مطالعہ سے کیا فائدہ ہے انہوں نے فرمایا مشائخ کے کلمات روئے زمین پر خدائی لشکر
 یا ان کا پڑھنے والا اگر مرد ہے تو یہ کلمات اسے شیر مرد بنا دیں گے اور اگر نامرد ہے تو مرد بن جاتا ہے۔
 یہ اور بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جب ایسا نہ آئے کہ بزرگان نہ ملیں تو کیا کیا جائے؟ فرمایا ان بزرگوں
 کتابوں سے ایک جُز کم سے کم روزانہ پڑھ لیا کریں ان کے یہ کہنے کا اشارہ اس شعر میں ہے۔

ہر کہ اوکلے گرفت از خاک پیر خواہ پاک و خواہ گونا پاک میر
 باش تا فردا محک گردد بکار نقد مرداں را پدید آید عیار

(جس نے ان بزرگوں کی خاک کا سرمہ لگایا اس سے کہہ دو وہ پاک جائے یا ناپاک اس کا کام بن گیا، بھڑباہ اس
 مادہ کل کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لیا جائے گا۔ مردوں کے نقد و حاصل کو کسوٹی ظاہر کر دیتی ہے۔)

اے بھائی! زندہ تو حقیقتاً وہ ہے جو اُن کے سایہ دولت میں ہے، یا ان لوگوں کے کلمات اور کتابوں کیساتھ لگا ہوا ہے اور جسکو نہ یہ میسر ہے اور نہ وہ، وہ نفس کافر کی قید میں ہے جیسا کہ کہا ہے۔
روز و شب جاں مکنی بے زاد و برگ زینت میوانی آزا تو نہ مرگ
ماندہ آخرا سیر ننگ و نام وانگهی گوی کہ عمری شد تمام

(رات دن ساز و سامان کے بغیر اپنی جان کھوتا ہے اور اسی زندگی کو زندگی سمجھتا ہے حالانکہ وہ موت ہے،

آخر کار تو نام و نمود کا ایسہ ہو گیا۔ ایک وقت آئے گا جب تو کہے گا کہ افسوس میری عمر بے پنی ختم ہو گئی)

مُرید اور ادو و ظائف میں پابندی نفس کافر کی مخالفت کے بغیر کبھی نہیں سکتا ہے کیونکہ سائے عبادت کی اصل نفس کافر کی مخالفت ہی ہے، یہ اسلئے کہ نفس کافر کی موافقت کرنا بت کی پوجا کرنا ہے۔ النفس هی الصائم الاکبر (نفس ہی سب سے بڑا بت ہے) کا اصل مضموم یہی ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ ابلیس میں اگر نفس کی موافقت نہ ہوتی تو اس پر لعنت کی بارش نہیں ہوتی اور اگر فرعون کے اندر نفس کی موافقت نہ ہوتی تو وہ خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ اسی کو کہا ہے

اے عجب با اینچنین نفسے دروں میکنی تو در خدائی سروروں
ہست در ہر نفس این دعویٰ لیک خویشتن فرعون ظاہر کرد نیک
آنچہ با من نفس شومم آن کسند کافر مگر کاسر روم آن کند

(عجیب بات ایسے نفس کے ہوتے ہوئے بھی تم خدائی میں سزا ٹھاہے ہو۔ ہر شخص کے اندر یہی بڑائی کا دعویٰ ہے)

فرق اتنا ہی ہے کہ فرعون نے یہ دعویٰ اعلانیہ کیا، ایسے ساتھ میرا یہ نفس وہ کچھ کر رہا ہے۔ قسم ہے، روم کے کفار بھی نہیں کہتے یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کے بزرگان اپنے معاملات میں تاویلات کی تلاش نہیں کرتے کیونکہ تلاش و جستجو میں نفس کی لذتیں اور اسکی خواہشیں ہوتی ہیں اور نفس کافر کا یہ حال ہے کہ اگر سو سال تک تم اسکی سخت سخت مخالفت کرتے رہو اور مجاہدات کا تازیانہ لگاتے ہو لیکن ایک دفعہ بھی کسی طرح اسکی مراد پر تم نے قدم رکھا تو تمہارا اسلام تمہاری ساری سلامتی کو زمین پر سے ماریگا۔ امام ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ صوفی ۵ دن کے فاقہ کے بعد بھی اگر کہے کہ میں بھوکا ہوں تو لازماً اسکو بازاریج دیں اور کہیں کہ جاؤ کماؤ کھاؤ، اے بھائی! خزانہ بغیر مشقت کے نہیں ملتا۔ جیسا کہ کہا ہے

تا بردہ رنج گنج میسر نمی شود مُزد او گرفت جان برادر کہ کار کرد

(بغیر رنج اٹھائے گنج ہاتھ نہیں آتا۔ جان برادر! صلہ تو دہی پاتا ہے جو کوئی کام کر رہا ہے)

تا خواہی دید از اول گذار نیست در آخر تا مکن نواز ہر کہ او در کار خود باشد تا جان خود در کار باز دوستان

(جب تک تم پہلے محنت و محنت کا سونڈ گماز نہیں دیکھتے اس وقت تک آفریں نوازش و اکرام کا نہیں پاسکتے

اپنے فرائض کا دل سے اہم سمجھنا ہے جو جان کی بازی اس کام میں لگایا ہے۔ (التلام)

مرد کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے نفس کی مخالفت اختیار کرے طرح طرح سے بھوک و پیاس کی سزا اس کو دے
کیونکہ نفس کا فر کو کسی چیز کے ذریعہ ایسا نرم و فرماں بردار نہیں کر سکے جیسا کہ بھوک اور پیاس کے ذریعہ کیونکہ اس
کے لئے یہ دونوں سزائیں ساتوں جہنم کے گڑھے کے برابر ہیں۔

دوست زان گرسنہ دار و درام ناز جان دوست سیر آید تمام

(دوست کو ہمیشہ اسی سبب بھوکا رکھتے ہیں تاکہ وہ دوست کی جان بن جائے)

والکلام

فقیر شرف مینری



مکتوب ۳۳

حق کی طلب اور عشق میں اور بشریت سے نکل آنے میں

قاضی زاہد کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اگر حاصل شو وہاں گلرخ و آن لب چو میگویش چہ بے حاصل کیے باشد اگر باغ جناں خواہد
دگر وہ بچوں سے چہرے والا محبوب اور اس کے وہ شرابی ہونٹا حاصل ہو جائیں تو وہ کیا نام اور شخص ہے جو اسکے باوجود جنت کی باغ کی خواہش ہوگا
بہمت، کون و مکاں سے صاف و پاک رکھیں جتنی چیزیں کن کے تحت وجود میں آئی ہیں اگرچہ وہ جنت
کے باغات ہی کیوں نہ ہوں سب کے سب اپنے اوپر حدوث (مخلوق) ہونے کا داغ رکھتے ہیں، ان سب کو
اپنی راہ کابیت و زنا جانیں اور وہی کہیں جو اس عارف نے کہا ہے۔

بے وصال تو جاں چہ کار آید بے جہالت جہاں چہ کار آید

(آپ کے وصال کے بغیر جان کس کام کی، اور آپ کے جمال جہاں آرا کے بغیر یہ جہاں کس کام کا ہے۔)

راہ سلوک کے عظیم ترین شہسوار حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ مناجات میں کہتے ہیں :
اللّٰهُمَّ اِذَا اَدْخَلْتَنِي الْجَنَّةَ وَنَقُولُ اَنَا مِنْ اَصْحَابِ مِثْلِكَ يَا مَالِكُ فَاَجْعَلْنِي تَرَابًا وَهَبِ الْجَنَّةَ
لِاَمْرٍ بَابِهَا (اے میرے اللہ جب تو مجھے جنت میں داخل فرمائے اور یہ کہے کہ میں تجھ سے خوش ہوں اے مالک دینار تو مجھے مٹی

باد سے اور جنت اس کے خواہش مندوں کو بخش دے۔ اور وہ مست الست یزدانی میں القضاة ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ قسم خدا کی یہاں بھی کھانا پینا! اسی کو کہا ہے۔ سہ

تشنة او میر گر تو زندہ اسی خاک این در باش گر تو بندہ اسی

او کجا در بند آب و چہ بود کآب و چاد او ہمہ اللہ بود

(اگر تو زندہ ہے تو اسی کی تشنگی میں۔ یا اور اگر تو بندہ ہے تو اس کے در کی خاک بن جا۔ جس کا کنواں

اور پانی سب اللہ ہی ہو، وہ پانی اور کنواں کی فکر میں کب رہتا ہے۔)

کیا تمہاری دولت مند نظر اس ورق پر نہیں پہنچی اَعَدَّتْ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَأَعْيُنٌ رَأَتْ وَلَا أَذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشِيرٍ (میں نے تیار کر رکھا ہے اپنے صالح بندوں کے لیے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے قلب پر اس کا گذر ہو سکا ہے) سو چو! کیا وہ جگہ بھی کھانے پینے کی ہے۔ کم قیمت انسان؟ اے بھائی! نعمت و کرامت کے طالب دنیا میں بہت زیادہ ہیں لیکن نعمت دینے والے اور کرامت عطا کرنے والے کے طالب نایاب ہیں۔ اس کے طالبین کا یہ درجہ ہے کہ جناب داؤد جیسے پیغامبر علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے يَا دَاوُدُ إِذَا اسَ آيَتَ طَالِبًا لِي فَكُنْ لَهُ خَادِمًا (اے داؤد، جب میرے کسی طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ) سبحان اللہ! جس کے جناب داؤد جیسے خدمت گزار ہوں، فرشتے اور آسمان جس کے حاشیہ بردار ہوں اس کے مقام و مرتبہ سے اجنا اور انسان کیا واقف ہو سکتے ہیں؟ خواجہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دُبَاعِي سَه

ما جام جہاں نہائے در دست من است از روئے خرد چرخ بریں پست منت

ما قبلہ نیست قبلہ بست من است ہشیار ترین خلق جہاں مست منت

(جب جام جہاں نہائے ہاتھ میں ہے، عقل کی رو سے یہ اونچا آسمان میرے آگے پست ہے اور جب کہ میری

نیستی میری ہستی کا قبلہ بن چکی ہے تو تمام دنیا کے جوشیاروں سے میرا مست دل ہوشیار تر ہے۔)

اے بھائی! جب تک اس کے طالبوں کو ذوقی نظر آتی ہے اگر یہ وہ وحدت کی جانب گذر رکھتے ہیں لیکن

بلاشبہ وہ اپنے زلمنے کے حول بھنگا ہیں۔ ایک کو رو دیکھتے ہیں جیسا کہ کہا ہے۔ سہ

تا مرد ز خود فانی مطلق نشود اثبات ز نفی او حق نشود

تو یہ طول نیست نابودن تست ورنہ بکزاف آدمی محقق نشود

(آدمی جب تک اپنے وجود سے مطلقاً فنا نہیں ہو جاتا اس کے لبالہ کی نفی سے الا اللہ کا اثبات صحیح نہیں ہوتا۔ تیرے اپنے

وجود کے ہوتے ہوئے توحید نہیں اس لیے کہ توحید طول نہیں ہے۔ بہو و لعب میں مبتلا آدمی مستند اور حقیقی آدمی نہیں ہوتا۔)

اے بھائی! عشق بندہ کو خدا تک پہنچا دیتا ہے اس معنی کے اعتبار سے عشق اس راہ کے لئے فرض ہے لاشیخ اَبَلَح مِّنَ الْعِشْقِ (عشق سے بیکرونی ناساز نہیں) طر تو شاگرد باش عشق ترا استاد است (تم شاگرد بن جاؤ عشق تمہارا استاد ہے) عشق ہے تو حیات ہے عشق نہیں تو موت ہے۔

بمنوں عشق را در امر و محال است کا سلام دین لیلی دیگر ضلالت است

(عشق کے بمنوں کی حالت ہی دوسری ہے اس کے لیے لیلی کا دین اسلام ہے، بسبب ضلالت دگر ای ہے)

ایک عزیز کا قول ہے، اللہ جل جلالہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو مخلوق کے پاس بھیجا اس کے میکانوں میں سے کسی نے ایک ذرا بھی اشنائی نہ پائی واسے حسرت! اگر اپنے عشق کا ایک ذرہ ہی بھیج دیتے تو سارا جہان آشنا ہو جاتا، اسی کو کہتے ہیں الْعِشْقُ هُوَ الطَّرِيقُ وَرُؤْيَةُ الْمُعَشَّوقِ هُوَ الْجَنَّةُ وَالْفِرَاقُ هُوَ النَّارُ وَالْعَذَابُ (عشق راہ ہے، محبوب کا دیدار جنت ہے اور جدائی جہنم اور اس کا عذاب ہے) اے بھائی! عشق کا گھوڑا وہ ہے جو ایک جست میں دونوں جہاں سے آگے گزر جاتا ہے اور لامکان میں جولانی دکھاتا ہے چنانچہ کہا ہے بہ رباعی :

در عالم او اگر بکار آئی تو در دفتر عشق در شمار آئی تو

جبرئیل امیں رکاب وار تو بود بر مرکب عشق اگر سوار آئی تو

(اگر اس کے عالم میں تو کام آجائے تو عشق کے دفتر میں تیرا نام ہو جائے جناب جبرئیل امیں تیرے رکاب دار بن جائیں مگر تو عشق کے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں آجائے) لیکن طالب ایسا ہونا چاہیے جو ہر قسم کے مصائب و بلاکتوں کا بوجھ اٹھانے والا ہو، ایسے کو محبوب کی بارگاہ میں باریابی تو ہو جاتی ہے لیکن اس راہ کو طے کرنے کے لیے دار یعنی لوار کی دھار پر چلنا ہوتا ہے اور یہ عظیم دولت طالب کو ان آسانیوں میں ملنا بہت دشوار ہے جیسا کہ کہا ہے

گر رگبذ عشق تو بر دار بود آساں بود اسے پیر نہ دشوار بود

از خار چہ باک آید آزا کہ در معشوق دلش میاں گلزار بود

(اے لڑکے! اگر تیرے عشق کی رگبذ در (لوار کی دھار) پر ہو پیر تو یہ آسان نہ ہو مشکل نہیں، اس شخص کو

کانٹوں سے کیا خون وہ اس جس کا محبوب طبعی جنتان میں رہتا ہو.....)

سنو، مطلوب، طالب سے دور نہیں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيُّهَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو)

طالب کے لئے اس رو سے دوری ہے کہ وہ اپنی خودی سے حجاب میں ہے اور جب اپنی ہستی کے احساس

پندار سے تم نکل آئے تو تم دیکھ لو گے کہ مطلوب ظاہر و عیاں ہے، جیسا کہ کہا ہے۔

معشوق عیاں بود نغید انتم با من بیماں بود نغید انتم

گفتم بطلب مگر بجائے برسم خود تفرقہ آں بود نیدانتم
 (مشرق تو ظاہر تھا میں نہیں جانتا تھا وہ تو ہمارے ساتھ ہی تھا مجھے خبر نہ تھی۔ میں نے کہا اس کی تلاش میں کہیں چلوں یہی تو تفرقہ تھا
 مجھے پتہ نہیں تھا.....) اے بھائی! وہ کون سا راز ہے کہ جس کے اثر سے مشاقوں میں شوق و اشتیاق ہے
 یہ وہی نکتہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایتاً ہے اِنَّتَ لَا اَنَا وَلَا غَیْرِی (میں ہوں اور نہ میرے علاوہ ہے
 بس تو ہی تو ہے) س

تو اونٹوی دے اگر جھد کنی جاے برسی کز تو توئی برخیزد
 (تو وہ نہیں ہو جائے گا لیکن اگر کوشش کرے تو اس مقام میں پہنچ جائے گا جہاں تپہ سے تیری توئی اٹھ جائے گی)
 اسی مفہوم کا ایک اور شعر سنو۔ س

عجب مدار زباران عشق و تخم حُب چو سبزہ از گل محمود اگر ایاز آید
 (عشق کی بارش اور محبت کے تخم کے ہوتے ہوئے محمود کی مٹی سے سبزہ کی طرح اگر ایاز پیدا ہو جائے، عجب ذکر و
 المَحب مَحْوُوفِی حُكْمِ المَحَبُّوْبِ (عجب محبوب کے حکم میں گم ہوتا ہے) س
 خاک کے از مردم بہ اندر جہاں در وجود عاشقان خاکسترے
 (دنیا میں عام لوگوں سے خاک ہے لیکن خاکستر (راکھ) کا وجود تو عاشقوں کے وجود سے ہے)
 عاشق جب تک زندہ ہے اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جب جمال کے تفکر میں رہتا ہے تو فرحت و شادمانی ہوتی
 ہے اور جب جلال کے خیال میں ہوتا ہے تو نالہ و فریاد کرنے لگتا ہے۔ س
 مرا گوئی کہ سعدی چرا پریشانی خیال روئے تو ہر روز میکند بترم
 (مجھ سے یہ نہ پوچھیے کہ سعدی تم پریشان کیوں رہتے ہو؟ آپ کے چہرے کا تصور ہی مجھے ہر وقت پریشان رکھتا ہے)
 محبت ایک عظیم آگ ہے عاشقوں کا دل دکھتا ہوا آتش کدہ ہے اگر ایک سانس باہر کر دے تو سارا جہاں
 جل جائے اور اگر دم سادھ لے تو خود جل بھن کر خاکستر ہو جائے یقیناً آفتاب کے عاشق کے لئے راحت
 و آرام نہیں ہے۔ چنانچہ وہ بھی یہی کہتا ہے۔ س

وَمِ دَر کَشْمِ و جِلدِ عَمَّتِ نُوْشِ کَنْمِ تا از پس من بکس سنا ند غم تو
 (میں ایک سانس میں آپ کا سارا غم گھونٹ لیتا ہوں تاکہ میرے بعد آپ کے عشق کا غم کسی اور کے لئے رہ نہ جائے)
 سبحان اللہ! کیا ہی بلند ہے وہ ہمت جو اس مٹی اور پانی کے پتلے کے اندر رکھی گئی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ س
 آسمان و عرش و عنصر صییت پوست خاک الحق جلد را مغزے نکوست
 (آسمان، عرش، عناصر یہ سب کیا ہیں؟ پوست میں۔ خدا کی قسم خاک ہی ان سب کا بہترین مغز ہے) وَالسَّكَّامِ

مکتوب ۳۳

بلندی بہت اور حصول استقامت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاسمی زاہد کے نام

ساتر باخوشی عدد بیسی ہمہ چوں شوی فانی احد بیسی ہمہ

(جب تک تو اپنی ہمتی کے ساتھ ہے تندرست ہے اور جب تیری ہمتی نیست ہوگئی تو احد ہی احد ہے)

برا اور عزیز کا خط پڑھا، مضمون سے آگاہی ہوئی اطمینان رکھیں اور اپنے کام میں مردانہ وار لگے ہیں

راہ میں جو مناظر سامنے آئیں یا آواز سننے میں آئے اس پر ذرہ برابر رغبت نہ کریں۔ مصرع

"مرالبان تو باید شکر چہ سو کند" (مجھے تو آپ کے ہونٹوں کی مٹھاس چاہیے شکر سے مجھ کی عبادت یعنی ہے)

یعنی معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان العارفين بايزيد بسطامي رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔ یہاں کوئی ایسا ہے جو

قطرہ پی کر مست و سرشار ہو جائے، سلطان العارفين نے جواب میں لکھا۔ یہاں کوئی ایسا ہے جو دریا کا

یا گھونٹ جائے اور اس پر بھی اور طے اور طے کی فریاد کرتا رہے۔

قطرہ کو غرق دریا بود ہر دو کونش جز خدا سودا بود

در محبت تا کے غیرے مانند در درون کعبہ دیرے مانند

وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہو گیا اس کے لئے سوا خدا کے دونوں جہان دیوانگی ہے۔ محبت میں جب تک غیر کا وجود باقی ہے

پھر کعبہ کے اندر بت خانہ باقی ہے۔ اے بھائی! صاحبان بہت اور طالبان حق سبحانہ تعالیٰ کو کون و مکان

بوجہ نہیں کر سکتے۔ دیکھنے اور سننے کی یہ چیزیں (کشف و کرامت) کیا حقیقت رکھتی ہیں جو چیز بھی سامنے

آئے گی وہ نعمت ہی ہوگی منع نہیں اور ایسا شخص جو منع کو نعمت کے آگے بھلا دے وہ جھوٹا اور بت پرست

بامحبت در گنج ذرہ نیست مرد دوستی ہر غرہ

چوں تماند در دل از اغیار نام پردہ از محبوب بر خیزد تمام

محبت میں ایک ذرہ کی گنجائش نہیں، گھنڈا والا آدمی محبت کے لاکھ نہیں جوتا جب دل میں اللہ کے سوا کسی چیز

کا نام و نشان نہیں رہتا تو محبوب سے سارے پردے اٹھ جاتے ہیں۔

خبردار! ایسی چیزوں کی کوئی وقعت نظر میں نہ آنے پائے۔ ہمت بلند رکھیں کیونکہ بے ہمت طالبِ مرید کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اس کام کا اصل مایہ دو چیز ہے۔ ایک "ہمت" دوسرا سائے جہاں کی طاعت و عبادت کے باوجود اور تمام کمالات کے ہوتے ہوئے "افلاس" اور جو شخص کسی کمال میں لپٹا یا کسی نعمت کے آسودہ ہوا وہ تنگ حوصلہ ہے، اسے مردوں میں شمار ہی نہیں کرتے اس کیلئے پیٹ کا دھندہ ہی بہتر ہے۔ اس کو ان باتوں سے کیا سروکار۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر کہ صاحب ہمت آید مرد شد، ہچو خورشید از بلندی فرد شد
ہر کہ از ہمت دریں راہ آمد است، گر گدائی میکند شاہ آمد است

(جو صاحب ہمت ہوا وہی مرد ہوا، آفتاب کی طرح بلندی ہمت سے فرد ہو گیا۔ وہ جو ہمت کے ذریعہ اس راہ میں آیا ہے اگر چہ گدائی کرتا ہے لیکن وہی بادشاہ ہے)

اے بھائی! طالب کی رٹ بس یہی ہوتی ہے اما ملک اما ملک (یا مقصود پالینا یا ہلاک ہوجا) اسکے علاوہ جو کچھ ہے اللہ اسے اپنے پنایں لکھے خلاصہ یہ کہ اپنے معمولات میں چاق و چوبند رہیں، اسمیں خلل نہ آنے پائے۔ آپکے اپنے کاموں کے علاوہ جو کچھ ہے اسے بچوں کا کھیل تماشہ اور سونے والوں کا خواب سمجھیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

چوں ہمہ یاد تو از مولی بود، ہچو محبت نونت ہمہ لیلی بود

(اگر تیرے ذکر میں صرف مولی ہی مولی رہ جائے۔ و مجنوں کی طرح سارا جہاں تجھے لیلی نظر آئے) جیسے ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ کچھ دنوں سے برادر عزیز کا کوئی خط نہیں آیا ہے خوش نام اسی وقت آپ کا خط لایا۔ خط میں جن باتوں کا تذکرہ ہے، میں اس طرح کی چیزوں کو پسند نہیں کرتا، لیکن خط آپ کا ہے تو پڑھنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اچھائیوں اور بُرائیوں کی اصلاح کی جائے اور برادر عزیز کو لازم ہے کہ کم و بیش جو بھی احوال ہوں وہ لکھا کریں اور رات دن اپنے کام میں لگے رہیں انشاء اللہ تعالیٰ راہ کھل جائیگی اور احدیت کا میدان سامنے آجائے گا اور اس کو کون مکان کی برادر عزیز کی نظر میں کوئی قدر باقی نہیں رہ جائے گی چنانچہ ایک بلند ہمت کے سامنے کون و مکان کو پیش کیا تو انھوں نے فریاد شروع کر دی۔

من چہ خواہم کرد پیدا و نہاں بے تو اے جانِ جہاں جانِ جہاں

کعبہ عشاق مولی آمدہ است و آن مجنوں نقشِ لیلی آمدہ است

(اے تمام جہاں کی جان اور اے تمام جہاں کا جہان میں آپ کے بغیر اس ظاہر و نہاں کو لے کر کیا کروں گا۔ عاشقوں کا قبلتہ

اس کا مولی ہوتا ہے مجنوں کا ہر لمحہ و وقت لیلی کے نقش میں لگا رہتا ہے)

جانتے ہو کیا ہے؟ اٹھارہ ہزار عالم میں آدمیوں سے زیادہ بلند ہمت کوئی گروہ پیدا نہیں ہوا اور اس اٹھارہ ہزار عالم میں کسی گروہ سے سوائے آدمی کے یہ نہیں کہا گیا **وَلَقَدْ خُذْتُ فِيهِ مِنْ دُونِ حِي** (اور میں نے چونک دی اس میں اپنی روح) اور یہ ایک عظیم ترین راز ہے۔ کسی کا کلیو نہیں کہ وہ اس راز کو لکھ سکے۔ اسی کو کہا ہے۔

دانی کہ چرا اہل صفا خاموش اند **وَرَكَّةٌ دَلَّ بِمَوْخُو خُودِ مِي كُوشَنَد**
مے از کف دوست ہر نفس می نوشند **سَرِیْبَا زَنَدُ وَ سَبْرٌ حَقِّ مِي پُوشَنَد**

(تم جانتے ہو ارباب تصوف کیوں خاموش رہتے ہیں وہ دل کے اسی راز میں خود کو غرق رکھنے کا کوشش میں رہتے ہیں۔ دست کے ہاتھ سے ہر دم شراب کا جام پیتے ہیں سر کی بازی لگادیتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کا راز نہیں کھولتے) ہاں وہ ایک مرد تھا جس نے عشق کی مستی کے راز کو آشکارا کر دیا اس نے یہ کیا تو غیرت حق نے اسے وار پر چڑھا دیا۔ اسی کو کہا ہے۔

زہار گوی بر سر جمع **گر عاشق صادق تو اسرار**
دیدنی کہ بکر عشق رمزے **علاج بگفت رفت بردار**

(خبردار، جمع عام میں عشق کے اسرار نہ بیان کرو اگر تم عاشق صادق ہو۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ عشق کی مستی میں منصور نے ایک راز کھول دیا اور دار پر چلے گئے۔)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منیری

مکتوب ۳۵

کلمہ طیبہ کے ذکر اور حدیث نفس کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی زاہد مذکور کے نام
برادر عزیز کا خط ملا مضمون سے آگاہی ہوئی ہرگز کسی چیز کے ساتھ کسی طرح بھی ذرہ

برابر التفات نہ ہونے پائے دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں سامنے لا کر ڈال دی جائیں تو بھی گوشہ چشم سے اس کی طرف نہ دیکھیں ان سب کو اپنی راہ کا بت جائیں اور لا الہ الا اللہ کا ذکر کریں اس لیے کہ جتنی چیزیں لفظ کفن کے تحت وجود میں آئی ہیں جب ان سب کی لا کے ذریعہ نفی ہو گئی تو۔
 اَلَا اللّٰهُ حَاصِل ہو گیا۔ اسی کو کہا ہے بس

بزرگیر و جہان عشقِ دونیٰ چر حدیث است این حدیثِ تویٰ
 چوں ترا بار داد بر درگاہ آرزو زو مخواه اُورا خواہ

(عشق کا عالم دونیٰ قبول نہیں کرتا اور بات کیا ہے، بات تو بس تو ہی تو ہے۔ جب تیری پہنچ اس

بارگاہ میں ہو گئی تو اور کوئی مراد نہ مانگ بلکہ اس سے خود اسی کو مانگ.....)

آدمی جب گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے تو خلوت میں مختلف مناظر ہوتے ہیں اور آوازوں کا سامنے آنا ضروری ہے اس سے چارہ نہیں، لیکن چاہیے کہ ذرہ برابر اس کی طرف التفات نہ رہے بلکہ اپنے کام میں ہوشیار چاق و چوبند رہیں۔ نفس کی باتوں میں ہرگز نہ آئیں اس سے بحث و مباحثہ میں مبتلا نہ ہوں کہ اس سے بحث میں کوئی جیت نہیں سکتا۔ اس وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں فریاد کریں مدد مانگیں اور کہیں

تو مراد دل وہ و دلیری میں رو بہ خویش خواں و شیریں میں

(آپ میری دل دہی کیجئے اور دلیری دیکھیئے اپنی لٹری کہہ دیجئے اور پھر میری کشمیری ملاحظہ کیجئے)

اور ذکر میں ایسا مشغول و مستغرق ہو جائیں کہ نفس کا ٹھکڑا اور اس کی بحث و دخل انداز نہ ہو سکے۔

اے بھائی! حدیثِ نفس میں سخت بلا ہے۔ خلوت نشینوں، گوشہ گروں کی ساری خرابی اسی نفس

کے ہاتھ سے ہے۔ خود اہل علم و دانش اسے باعثِ ہلاکت کہتے ہیں۔ اگر جہلا کلامت کہتے ہیں تو کہہ لیں۔

ہم نے ایسا ہی سنا ہے اور آج بھی ہم لوگوں کے زمانہ میں ایسا ہی کہا جاتا ہے اور یہ بلا (حدیثِ نفس)

کسی صورتِ ملائے نہیں ملتی ہے سوائے غلبہ ذکر کے، ذکرِ جتنا اور جس قدر دل پر غالب ہوتا ہے یہ بلا

اسی قدر کم ہوتی ہے۔ مرید کو چاہئے کہ ذکر میں ایسی پابندی و کوشش کرے کہ ذکر زبان سے دل میں اتر

جائے اور طلبِ مطیعینہ پیدا ہو جائے تاکہ حدیثِ نفس کی کوئی گنجائش ہی نہ رہے اسی معنی میں کہا ہے بس

نیست کن ہر چہ راہِ در سے بود تا دولت خانہ خدا سے بود

(نام کشفِ درامات اور اس راہ کی ساری چیزیں دل سے منادے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے)

انشاء اللہ کشتود کار اور فتح یاب ہو گا دل چھوٹا نہ کریں شیطان کی باتوں سے دل نہ توڑیں جیسا کہ کہا ہے

نومید مشوز عالم خود در را زہ چوں دروں فناوی

(جب تو نے خود کو اس دائرہ میں ڈال دیا ہے تو اپنے عالم کشود و فتوح سے ناامید نہ ہو)
 بھگوان شری کر نے فرودوں کی راہ میں قدم رکھا ہے بہت زیادہ شکر کریں مروانہ وار راہ طے
 کرتے چلیں اور دوسری ساری چیزوں کو پس پشت ڈالتے جائیں ۔ سہ
 فقر حقیقت از گم گری رہ کر دن است و زد و عالم دست کو تہ کر دن است

(جانتے ہو فقر کیا ہے ۔ کھوئی ہوئی راہ میں چلنا فقر ہے اور دونوں جہاں سے ہمتہ موڑ لینا فقر ہے)
 قلم : روح قدسی فدائے عشق تو بود عشق اور اتورا ایگیاں مطلب
 حاصل الامر گر ہی طلبی عشق راجز میان جاں مطلب
 (روح قدسی ، عشق پر فدا ہوتی ہے ، اس کے عشق کو تو یونہی مفت طلب نہ کر ۔ اگر تو کاموں کا
 حاصل چاہتا ہے تو عشق کو اپنی جان کے سوا اور کہیں نہ ڈھونڈ)

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۳۶

دین کے کام میں کوشش اور اس میں دل تنگی کی ممانعت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بھائی زاہد! واضح ہو

خط ملا ۔ کاشف مضمون ہوا ۔ اس منزل میں ہرگز دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے ، تمام سختیوں اور
 بلاؤں کو برداشت کرنا چاہیے ۔ جیسا کہ یہ شعر ہے ۔ سہ

راہ بے زحمت و تعب نبود ماہ بے عقدہ و ذنب نبود

(راستہ تکلیف و مشقت سے خالی نہیں ہوتا ۔ جیسے چاند بغیر ستارہ و ذنب کے نہیں رہتا ہے)

اے بھائی ! بلا و سختیاں جس قدر زیادہ ہوتی ہیں نفس پر اتنا ہی زیادہ مجاہدہ کا بار پڑتا ہے

تاگردی نقطہ درو اسے پسر کے تو ان گفتن ترا مرد اسے پسر
 ہر کر اور دیدہ خود خار نیست باگل غیب خدایش کار نیست
 (اسے لڑکے جب تک تو درد کا ایک نقطہ نہیں بن جاتا، اس وقت تک تجھے مرد کیسے کہا جاسکتا ہے۔ جس کسی
 کے اپنی آنکھ میں مشقت کا کانا نہیں چسپا ہے، اس کو خداوند تعالیٰ کے غیبی پھولوں سے کیا سرو کار)
 اور جتنا زیادہ مجاہدہ نفس ہوگا اتنا ہی زیادہ کام ہوگا۔ اپنے معمولات میں چست ہونا چاہیے۔ یہ ایک
 چلہ تو آپ کے نفس کی آزمائش کے لئے ہے کہ برادر عزیز کے نفس کی حد کہاں تک ہے وگرنہ یہ چلہ کیا۔
 اسی کو کہا ہے۔ سہ

آزاد کردہ بارش در عالم خود یارش بوساطہ کارش کردار چہ کار آید
 (جس کسی کو اس کا محبوب اپنے عالم میں کسی عمل کے واسطہ کے بغیر باریابی دیدیا ہے وہاں اعمال و مجاہدے کیا کام دیتے ہیں)
 خلاصہ یہ کہ حوصلہ پست نہ ہونے پائے، دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے، سب کو برداشت کرنا ہے تاکہ نفس کی
 حد معلوم ہو سکے اور اس جائزہ کے بعد اس کی حد کے مطابق کام کیا جائے۔ بہر حال جو بھی ہو اور جہاں تک ہو
 اپنے استعداد اور صلاحیت کے اندازہ سے کام کیا جانا چاہیے جس قدر استعداد زیادہ ہوگی اتنا ہی زیادہ کام
 ہو سکے گا۔ چنانچہ پیران طریقت مریدوں کو مجاہدہ کرنے کا جو حکم دیتے ہیں وہ اس کی استعداد کے مطابق دیا
 کرتے ہیں۔ سہ

چوں تو مرد کار باشی روز و شب زود و کشتاید در راہ طلب
 (جب تو اس کام میں مردانہ وار رات دن لگا ہوا ہے تو جلد ہی تیرے لئے راہ طلب کا دروازہ کھول دیا جائے گا)

وَالْعَلَام
 فقیر شرف مینری

مکتوب ۳۷

نفس کے عیبوں سے آگاہ ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی زاہد مذکور کے نام — آپ کا خط پہنچا، پڑھا، خاطر جمع رکھیں دل قوی کریں اور مردانہ وار

اللہ جل شانہ کا فضل و کرم شامل حال ہے۔ فضل و کرم ساری مشکلیں آسان ہوتی ہیں کرم سے تمام کام پوری ہوتی ہیں یہاں کے کام بے علت ہوتے ہیں۔ اصحاب کہف کی کون سی طاعت و عبادت ان مساحرین فرعون کا کیا ریاضت و مجاہدہ تھا آبن واحد میں اعلیٰ عظیمین پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہ تمام بزرگوں کا عمل ہے۔

گرچہ دولت و دولت بے علت است طاعت حق کا صاحب دولت است

(حق سبحانہ تعالیٰ کا دولت ملنا نہ گریہ بے علت ہے پھر بھی اللہ کی عبادت کرتے رہنا صاحبان دولت کا کام ہے)

بڑوں نے تو نے کام میں لگے رہے کیونکہ کام میں لگے رہنا ہی اصل کام ہے۔

ہر کہ او خواہان درد کار نیست از درخت عشق بر خور و از نیست

(جو اس کام کے درد کا خواہاں نہیں اسے عشق کے درخت سے پھل کھانے کا حق نہیں.....)

اے بھائی! خلوت میں جس قدر صفائی حاصل ہوتی ہے اسی قدر نفس کے عیوب اور چھپے ہوئے

صفت و زنا نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔ یہ خود بہت بڑی چیز ہے۔ یہ خوش قسمتوں کی نشانی ہے کہ وہ ایک

ایسی نظر پالیتے ہیں جس سے اعمال کی برائیوں، نفس کی آفتوں، شیطان کے مکر و فریب سے آگاہ ہو جاتے

ہیں۔ جب مرید اس منزل میں پہنچ جاتا ہے تو اپنی ذات سے بچتا ہو جاتا ہے لیکن مرید کو اس مقام پر پہنچنے

کے لئے برسوں لگ جاتے ہیں۔ برا و عزیز کا معاملہ جب اس کے فضل پر ہے تو پھر یہاں سال و ماہ کا کیا تذکرہ

طفل را در ہمد پیغمبر کند وز ہمد پیرانش باغ ترکند

(بچے کو گوارہ میں پیغامبر بنا دیتا ہے اور تمام کہنے پیروں سے بڑو بالا کر دیتا ہے۔)

شام ہو رہی ہے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے اس سے زیادہ لکھنے کا موقع نہیں۔ خلاصہ یہ کہ دل

نوی رکھیں اس بات کا خیال رہے کہ بحث و مباحثہ میں نہ پڑیں اس لئے کہ بحث اصل کام سے جٹا کر

دوسرے کام میں الجھانے والی چیز ہے۔ علمی معاملہ میں بحث و مباحثہ کو مستحسن کہا گیا ہے لیکن مرید کو ایک

دوسرا ہی کام درپیش ہے بحث و مباحثہ مرید کا کام نہیں ہے یہ اس کے لئے حجاب ہے۔ اسی کو کہا ہے

ایں بحر علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق دگر است

حرف کو کاغذ سے سیاہ کند کے دل تیرہ را چو ماہ کند

(یہ سارے علوم عالم ظاہر کے ہیں۔ خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔)

حرف تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے۔ تاریک دل کو ماہ تاباں کہاں بنا تا ہے.....)

بہت تاکید ہے اپنے کام میں مشغول رہیں، میری دلی توجہ آپ کی طرف ہے۔

والسلام



مکتوب ۳۸

حال و وقت کے مشاغل و رمال و زر کے اندیشہ کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی زاہد کے نام

برادر عزیز کا خط پہنچا مضمون سے آگاہی ہوئی

اے بھائی! قلبی اطمینان رکھو اس کے طالبوں کے لئے ہر شب شب قدر ہے اور ہر روز روز

عید، ہر مہینہ ماہِ رمضان ہے، تم اس کے موجد و سبب تمہارا ہے مَنْ لَكَ الْمَوْلَىٰ فَلَا الْكُلَّ سِوَا

وَعَدَةٌ وَصَلْبٌ وَبِغْرَاں فِرْدَا وَعَدَةٌ وَصَلْبٌ عَاشِقَاں اَكْنُوں

(وصل کا وعدہ اوروں کے لئے کل قیامت میں ہے، لیکن عاشقوں کے لئے وعدہ وصل ہیں اور آج ہی ہے)

برادر عزیز کی یاد دل میں ہے اور ہر رات تذکرہ ہوتا ہے مجھ فقیر مغفل کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں

دُعَاؤُ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ عَنِ الْغَيْبِ لَا يَمُرُّ (ایک مسلمان کا دعا کرنا دوسرے مسلمان کے

کے لئے جب کہ غائبانہ کی جائے رد نہیں کی جاتی) یہ عبادت اور اس جیسی دوسری عبادتیں جو بزرگوں سے صادر

ہوتی ہیں وہ سب کی سب محمود ہیں اور عاجزی و انکساری پر معمول ہیں چنانچہ حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت ہے کہ حضور جب ہلالِ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے يَا هَلَالُ ادْعُونِي (اے ہلال میرے

لئے دعا کرو) اسی مفہوم کو کہا ہے۔

یقین میدان کہ شیران شکاری دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کر دشکاری شیروں نے اس راہ میں چیونٹی سے مدد لی ہے۔)

جس نے خود اپنے آپ کو دیکھا (سمجھا کہ میں کچھ ہوں) وہ خود ہیں ہے، خدا میں نہیں۔ اسی مقام میں کہ

ہست حق جز نیست مگر آید زاو این راہ نیستی بایر

(حق اتالی کی ہستی نیست کے سوا کچھ نہیں سو جھاتی۔ اس راہ کا تو شہ نیستی ہوتا ہے)

اور وہ جس نے خود کو دیکھا اور کہا اَنَا حَيٌّ مُّيْتٌ (میں برتر ہوں اس سے) اگرچہ وہ معلم الملوکات تھا

اس کے باوجود لعنت کا داغ اس کی پیشانی پر ڈال دیا گیا۔

ہاتر ابوداؤد اور ذات است کعبہ باطاعت خرابات است
گر زواٹ تو بود تو دور است بٹ کدہ از تو بیت معمور است

(جب تک تیری ہستی تیری ذات کے ساتھ ہے (خود بینی ہے) کعبہ تیری اس خود بینی کی عبادت سے خرابات بن گیا ہے اور اگر تیری ذات میں خود بینی نہیں ہے تو پھر بٹ کدہ بھی تیری ذات سے بیت معمور یعنی کعبہ بنا ہوا ہے)۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف مینری

مکتوب ۳۹

خاتمہ کے خوف اور اپنے افلاس میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی زاہد مذکور کے نام

در کوئے بیتاں رفت ہمہ عمر درینا چوں برعین پیر بہ بتخانہ بہ اندیم

(دائے حسرت جوں کے کوہ میں عمر گزر گئی۔ افسوس بڑھے برعین کی طرح بت خانہ میں پڑے رہے)

اے بھائی! ایسا شخص جو اپنے ماتم و معیبت میں گرفتار ہو جس کی حالت ایسی خراب و زار ہو کہ وہ

یکتا ہو۔

نمیدانم کرایا نام بدیں سیرت گرفتارم نہ من مسلم نہ من ہندو نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم کیا ہوں اپنی سیرت تو ایسے کہ نہ مسلمان ہوں نہ ہندو نہ مرتد نہ بدکار ہوں)

وہ کسی کو کیا یاد کرے گا اور کسی سے کیا کہہ سکے گا اور کیا لکھے گا جس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔

اے پیر گنہگار ہمیشہ نظر خویش بر کردہ خود دار بہ پرہیز ز فردیش

جاں ریش کن از یاد جفا بائے گذشتہ وانگہ ز خجالت نمکی ریز بر آں ریش

(اے بڑھے گنہگار ہمیشہ اپنے اعمال پر نظر رکھو، اس کے علاوہ سارے فروعات ایسی گرسے ہونے کا ہوں اسے پرہیز کریں۔ اگلے

گناہوں کی یاد سے اپنی جان کو ریش ریش کر کے زخمی نہ کرو پھر ان گناہوں کی خجالت و شرم کے نمکدان سے ان زخموں پر نمک چھڑک دو)

اے بھائی! ہے تو ایسا ہی جیسا کہ آپ نے دل ماندگی و افسردگی کا اظہار کیا ہے یہ صرف آپ ہی نہیں ہیں بلکہ اس طرف کے اور بھی عزیزوں نے بے مرامی و دل ماندگی ظاہر کی ہے یہاں تک کہ جھنجھلاہٹ کا اظہار بھی کیا ہے۔ یہ صرف براہ عزیز ہی کا حال نہیں ہے، خود میری اپنی عمر بھی گزر گئی، موت پہنچ گئی، آخرت کا سفر درپیش ہے خوف و حیرانی طاری ہے کہ جس وقت ملک الموت آئیں گے اور وہ اللہ رب العزت سے پوچھیں گے اِنہی اَقْبَضُ رُوحَ هَذَا الْعَبْدِ بِالسَّعَادَةِ اَمْ بِالشَّقَاوَةِ (الہی اس بندہ کی روح سعادت پر قبض کروں یا شقاوت پر؟) کچھ خبر نہیں کہ اس وقت کیا جواب آئے گا اسی سے سمجھ لو جو اس حیرانی میں ہو وہ اپنے ہوش میں کب رہتا ہے۔ اسی کے بارے میں کہا ہے۔

زندة سابقت ندامت چیت خواندہ فاقمت ندامت کیست
بدانیک گشت چو پذیرفتی نیک ماگشت بد چو بگریفتی

(پتہ نہیں ازل میں کیا لکھا گیا ہے۔ یہ بھی نہیں معلوم فاقمت کس حال پر ہو گا۔ اگر آپ قبول کر لیں تو میری برائیاں

نیکوں میں تبدیل ہو جائیں اور اگر گرفت ہو جائے تو ساری نیکیاں برائی ہو جائیں۔)

اے بھائی! اس کام میں مدد و رجوع دشواری ہے، یہ ایسا آسان نہیں ہے جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں اور سنی سنائی پر عمل کرتے ہیں۔

آفت کردار خود گر تو بہ بینی بدو محو کنی بیشکے قیمت و مقدار خود

(اگر تو اپنے اعمال کی آفتوں کو اپنے کردار میں دیکھتا ہے تو بیشک تو نے اپنی قدر و قیمت ثنادی)

ایک عارف سے سکرات موت کے وقت لوگوں نے پوچھا کسی چیز کی آرزو ہو تو فرمائیں کہ پیش کروں

فرمایا: ہاں ہے تو ایسے علم کی آرزو جس کے لئے وجود نہ ہو (ایسی نعمت جس کی ہستی نہ ہو) قطعاً

ہر کہ او این راز مشکل پئے برد گر بود صد جانفش یکجاں کے برد

ہر کہ اور پیش این مشکل بود چوں تو اند کرد گر صد دل بود

(ہو شخص اس مشکل مرط میں پڑا ہوا ہو، ایک جان کیا سو جان بھی لگا دے تو کیا ہو سکتا ہے۔ جس کسی کو

پیشکل در پیش ہو وہ کیا کہتا ہے اگرچہ اس کے پاس سو دل ہو.....)

اور وہ جو اس دولت عظمیٰ کے مالک ہیں تو اتنیز ایمان اپنی بگوئے ایمان امتیٰ لوجج (اگر میں ابو بکر

کے ایمان کا موازنہ اپنی امت کے ایمان کے ساتھ کروں یقیناً ابو بکر کے ایمان پہلے وہ کہتے تھے اے کاش میں درخت

کی پتیاں ہوتا جسے بھی بکریاں کھا جاتیں اور جن کا مرتبہ اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا (میں علم کا شہر

اور علی اس کے دروازہ ہیں) وہ کہتے اے کاش میں اپنی ماں کے جسم کا خون ہی رہتا۔ یہ شعر اسی معنی میں ہے۔

کاشکہ برگزیدہ زاوی ماورم کاشکہ برگزیدہ نفس کافر
 کاشکہ برگزیدہ بودے نام من کاشکہ بودی جنبش و آرام من
 (کاش میری ماں بچے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں نفس کافر کے (ظہور ادا نہ جاتا۔ کاش میرے نام
 کا وجود ہی نہ ہوتا تاکہ کسی طرح کا کول نفس مجھ سے دوہوں نہ آتا۔)

یہ حضرات جو سارے عالم کے پیشوا اور دینِ مسلمان کے سردار ہیں وہب یہ کہیں تو وہ جو بت خانہ میں پیدا
 ہو اب بت خانہ میں پلا اور بت کے آگے تمام عمر سجدہ میں گزارا ہو وہ کیا کہے اور اس کا حال کیا ہوگا۔ اس
 بیچارہ کی جان پر رحمت ہو جس نے کہا ہے۔

تو وہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیشانیم چند خود را تہمت دین مسلمانانیم
 (تو کہ راہ میں سجدہ کرتے ہوئے میری پیشانی گھس گئی۔ اس حال میں کب تک میں خود کو مسلمان کہلاتا رہوں گا)

اور ایک دوسرے بیچارہ نے کہا ہے۔

اے برہمن باروہ رو کر وہ اسلام را یا چو من گمراہ را در پیش بت ہم بارغیت
 (اے برہمن مجھ جیسے اسلام کے روکنے ہوئے کو اپنے یہاں اجازت دے۔ یا کیا مجھ جیسے گمراہ کو بت کے سامنے جانے کی اجازت نہیں ہے)
 اے بھائی! یہاں کام بے علت ہے جس کو قبول کیا بے علت قبول کیا۔

فلک در دست شبانے میدہر منت آں بر چہانے می نہد
 (سلطنت ایک چرواہے کو دے دی جاتی ہے، اور سارے جہان کو اس کا احسان مند بنا دیا جاتا ہے)
 جس کو رو کرتے ہیں بے سبب و علت رو کرتے ہیں۔

صد ہزاراں سال طاعت کرنی طوق لعنت میکند در گردنی

(سات سو ہزار سال عبادت کرنے کے بعد لعنت کا طوق گردن میں ڈال دیا جاتا ہے)

جس طرح کسی کے لئے سارے عالم کے گناہ وسیہ کاریوں کے باوجود ناامیدی نہیں ہے اسی طرح تمام
 عالم کی طاعت و عبادت کے باوجود بے خوفی بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

سر بسر گشتگاں در کار او تو چنیں آزاد از اسرار او

آخر از خواب آئی بیدار شو یکدم اے مست ہوا ہشیار شو

(پریشان حال لوگ منتقل اس کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور تو اس طرح اس کے کرشموں سے آزاد پھر رہا ہے)

نیند توڑ، خوابشات کے خواب سے بیدار ہو جا ۱۰۰ خوابوں کے متوالے ایک دم ہوشیار ہو جا)

اس کی مشیت کے پردہ میں کیا ہے اس کی کس کو خبر ہے کون جانتا ہے کہ مطلوبوں میں سے یا رائے ہوئے

لوگوں میں معلم الملکوت کو گھنڈہ تھا کہ میں مقربوں میں ہوں یکایک مشیت کا پردہ اٹھا اور ظاہر ہو گیا۔
 إِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ (بیشک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک) وہ مردود اپنے سر پر خاک
 اٹاتے ہوئے کہتا ہے۔ ۷

درد و عالم نیست از سر تا پائے
 منگہ بر ابلیس لعنت کر دے
 بیج جائے تا نکر دم سجدہ جائے
 خویشتن را شکر نعمت کر دے
 تا گہے سیلاب محنت در رسید
 پس شب خونی ز لعنت در رسید
 پائے تا سرین حسرت گشتہ ام
 در عہد آفاق عبرت گشتہ ام
 من چہ دانستم کہ بیگانہ منم
 عاقل ایشانند و دیوانہ منم

دردوں عالم میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں میں نے سجدہ نہ کیا ہو۔ میں ابلیس پر لعنت بھیجا کرتا تھا اور اپنی نعمتوں کا شکر ادا کیا کرتا تھا۔ اچانک مصیبت کا سیلاب پہنچ گیا اور پھر لعنت کی خونی رات بھی آج پہنچی اور میں سر سے پاؤں تک حیرت زدہ ہو گیا اور سارے جہان کے لئے عبرت بن گیا ہوں۔ مجھے کیا خبر تھی کہ میں ہی غیر ہوں اور سب ہوش مند میں ہی دیوانہ ہوں۔ جب معاملہ اور حال ایسا ہونے لگا کہ راحت و سکون ہو اور مزید بھوک، بگڑا عقل و ہوش کہاں برقرار رہ سکتا ہے۔ نقل ہے کہ ایک دن حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبرئیل امینؑ سے پوچھا اے جبرئیل جبرئیل ملکوتی عالم میں تم لوگوں کا کیا حال ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ جب سے ہم میں کا ایک رائدہ درگاہ ہوا ہے اس وقت سے ہم لوگوں میں کسی کو بھی راحت و سکون باقی نہیں ہے۔ اسی راز کو کہا ہے۔ ۷

گردیں دریا در آئی یکدے
 حیرتے جاں سوز بینی عالمے
 ہیبت این راہ کارے شکل است
 صد جہاں این ہم پر خون دل است
 ہر کراوندیک ترجیراں تراست
 کار و وراں پارہ آساں تراست

(اگر تو اس دریا میں ایک لہر کے لئے بھی غوطہ کھائے تو جان جلانے والی حیرت کا ایک عالم شاہد کرے۔ اس داد کی ہیبت ایک مشکل کام ہے، سینکڑوں جہان کے دل اس دہشت سے پر خون ہو رہے ہیں جو جتنا زیادہ مقرب ہے وہ اتنا ہی زیادہ پریشان و حیران ہے ہاں جو اس سے دور ہیں ان کا کام ضرور کچھ آسان ہے۔)

حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے "جس کسی کو کوئی مصیبت پیش آئے اس سے کہو کہ میری مصیبتوں کو یاد کرے: اس حدیث شریف کا اشارہ اسی جانب ہے اور اس بار میں مومن کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اس جگہ کے لکھنے سے برادر عزیز کے دل کی تسلی و تسکین مقصود ہے۔ مجھے برادر عزیز کی قوت پر اعتماد ہے اس کے ساتھ اس خط کے مطالعہ سے مدد ملے گی، استقامت ہوگی اور شیطان و سوسوں کے دفع

نے میں قوت ہوگی۔ بار بار مطالعہ کریں۔ اور مکتوب کا ایک نسخہ نظام الدین غفرلہ کی والدہ کے پاس بھیجا؟

وَالسَّلَامُ
شرفِ میزی

مکتوب ۴۰

عزیز خدوہند تعالیٰ میں اور عقل کا معرفت کی علت ہونے سے دور ہونا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا کمال الدین سنتوشی کے نام

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہَا

ایک عزیز، دلوالی کے بزرگ زاوہ تجارت کے لئے قصبہ سنتوش گئے تھے وہاں سے واپسی پر وہ
 ماہی دماغو یعنی احمدی میزی طقب بشرف کے پاس آئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ میں مولانا کمال الدین مدر
 سے پاس گیا تھا۔ وہ فرما رہے تھے کہ فلاں شخص (یعنی میں نے) علم طریقت میں مکتوب لکھے ہیں ان کے
 مکتوب ایک درویش یہاں لائے ہیں ان میں سے جو معرفت خداوند جل جلالہ میں ہے اس میں لکھا ہے کہ
 فل معرفت کی علت نہیں ہے۔ یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے اور انکار کی طور پر اس کو مولانا بار بار دہراتے
 ہیں جب میں نے ان سے یہ سنا تو کہا اللہ بہتر جانتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب مولانا کے خیال میں وہ ظاہر
 ہدایت ہوگی جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس روایت سے ایسا ہی معلوم بھی ہوتا ہے
 کہ یہ روایت تاویل والی ہے۔ جناب مولانا کی نظر سے اس کی وہ تاویل نہیں گذری ہوگی اور دانشوروں
 ایسا بہت ہوتا ہے اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس عزیز نے پوچھا وہ روایت کون سی ہے۔
 مانے کہا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے جو روایت ہے وہ یہ ہے: **لَوْ لَوْ یُبْعَثُ اللّٰهُ سُرْسُولًا لَّوَجَبَتْ
 لَی الْعُقَلَاءُ مَعْرِفَتَهُ بِعُقُولِهِمْ** (اگر نہ بھیجتا اللہ کسی رسول کو جب بھی عقل والوں پر اس کی معرفت واجب ہوتی
 کی عقلوں کے سبب سے) اس روایت کی غلطی تاویل کی ہے یعنی **لَوْ جَبَّ عَلَى الْعُقَلِ الْاِسْتِدْلَالُ
 لَآیَاتِ عَلٰی مَعْرِفَتِهِ بِدَلِیْلِ قَوْلِهِ تَعَالٰی وَمَا كُنَّا مُعَدِّیْنَ بَیْنَ حَشَى نَبَعَتْ سُرْسُولًا** یعنی

۵۔ مطبوعہ اور مخطوطہ دیگر میں عنوان معرفت عقل ہے۔
 ۶۔ یعنی عقل معرفت کی علت نہیں

اس سے مراد یہ ہے کہ عقل والوں پر ان کی عقلوں کے سبب سے آیات کے ذریعہ اس کی معرفت پر استدلال واجب ہوتا ہے کہ نفس معرفت (عقل کے ذریعہ) اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر کہ ”ہم عذاب دینے والے نہیں یہاں تک کہ رسول کو بھیج نہ دیں“ چنانچہ اگر صورت حال یہ ہو کہ کوئی عقل والا پہاڑ کی بلندیوں میں رہتا ہو اور آیات سے استدلال نہ کیا (یعنی احکام معلوم نہ کیا) تو آیات سے استدلال کا ترک کیا۔ ایمان سے اور کفر سے نا آشنا، خالی رہا اور مر گیا تو وہ شخص کل قیامت کے دن استدلال تلاش کے ترک کی وجہ سے ماخوذ ہو گا ایمان کے ترک یعنی ایمان نہ لانے کی وجہ سے نہیں۔ یہ تمام تقریر تمہیدات ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے اور تفسیر امام زاہد میں بھی سورہ عنکبوت کے تحت آئی ہے، اگر کوئی چاہے تو وہاں دیکھ لے۔ لیکن معتزلین کے نزدیک ترک ایمان کی وجہ سے ماخوذ ہو گا جس طرح اور دوسرے کفار (جو سطح زمین پر رہتے ہیں) کیونکہ ان کے نزدیک عقل معرفت کی علت ہے اور ایمان کا وجوب اسی عقل ہی سے ہے۔ لیکن سنت وجماعت کے نزدیک عقل معرفت کی علت نہیں اور ایمان کا وجوب محض عقل سے نہیں ہے بلکہ **أَلْمَوْجِبُ هُوَ اللَّهُ تَعَالَى وَالْعَقْلُ الْإِلَهِيُّ الْمُتَعَرِّيفُ فَقَطَّ** (موجب اللہ تعالیٰ ہے اور عقل محض پہچاننے کا ہے) اور وہ جو تمام عارفوں کے سرور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں **وَاللَّهُ لَوْلَا إِلَهٌ مَا اهْتَدَيْتُمْ** (اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے) یہ نہیں سہرا مایا کہ **لَوْلَا الْعَقْلُ مَا اهْتَدَيْتُمْ** اگر عقل نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔

عقل بے کل آشنائی او بے خبر بود از خدائی او

نیست از راہِ دہم و عقل و دہم بے خدایچ کس خدائے شناس

(عقل اس کی عطا کردہ آشنائی کے سرور کے بغیر اس کی خدائی سے نا آشنا ہوتی۔ دہم و عقل و دہم کے ذریعہ کوئی شخص خدائے شناس نہ ہو سکتا)

اسی سبب سے بزرگانِ قدس اللہ سرہ العزیز کے کلمات میں آتا ہے **سُبْحَانَ مَنْ عَزَّتْ مَعْرِفَتُهُ لَوْلَا تَعَرُّفُهُ**

(پاک ہے وہ ذات جس کی معرفت بہت دشوار ہے اگر وہ اپنی معرفت نہ عطا فرمائے)۔

عقل کل یک سخن ز دفتر او نفس کل یک پیادہ بر در او

(عقل کل اس کے دفتر کا ایک لفظ ہے۔ نفس کل اس کے در پر ایک پیادہ ہے) اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فرمایا **سُبْحَانَ مَنْ لَوْ جَعَلَ لِلْمَخْلُوقِ سَبِيلًا إِلَى الْمَعْرِفَةِ إِلَّا بِالْعِزَّةِ عَنِ الْمَعْرِفَةِ**

اے میرے عزیز! یہ عاجز عقل خود کو نہیں جانتی کہ وہ کون ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے تو خداوند

عزوجل کو بغیر اس کے بتائے ہوئے کیسے جان سکتی ہے کہ من بعز عن معرفتہ نفسہ فقد اجد

بن یعنی زمین معرفتہ غیر کا (جو خود اپنی پہچان سے عاجز ہو وہ بدرجہ اولیٰ دوسرے کی معرفت سے عاجز ہوگا) اسی کو کہا ہے۔

اسے شدہ ارتساخت خود عاجز کے شناسی خدائے راہرگز

چوں تو در علم خود زبوں باشی عارف کردگار چوں باشی

(اے وہ کہ تو خود اپنی پہچان و معرفت سے عاجز ہے خدا کو کب پہچان سکتا ہے۔ جب تو اپنے علم میں ذبوں حال ہے تو خدا کا عارف کیونکر ہو سکتا ہے۔) اور حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا عرفت ربی بسوی (میں نے اپنے رب کو اپنے رب کے ذریعہ پہچانا) اسی کو کہا ہے۔

بخودش کس شناخت نتوانست ذات او ہم بدو تو او دانست

باتفاقائے عقل و نفس و حواس کے تو او بود کردگار شناس

(کوئی شخص اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتا۔ اس کی ذات کو اس کے ذریعہ پہچان سکتا ہے۔ عقل و نفس و حواس کے تقاضے کے باوجود خدا شناس کس طرح ہو سکتا ہے۔)

قسم ہے عقل معرفت کے حاصل کرنے کے لیے آلا اور صعب ہے اسی بنا پر معرفت کی اصناف عقل کی طرف جائز ہے چنانچہ معرفت کی اصناف مائل کی طرف کرتے ہیں اور تم جان لو کہ اگر عقل معرفت کی علت ہوتی تو تمام عقل والوں کو معرفت میں برابر ہونا چاہیے۔ اور تمام لوگ بغیر دلیل و آیات کے خدا تک راہ پا لیتے۔ جب عقل میں مومن اور کافر برابر ہیں تو یہ کیوں ہے کہ مومن نے راہ پائی اور کافر نے نہیں۔ اکثر کافر ایسے ہیں جو ہزاروں مسلمانوں سے زیادہ عقل مند ہیں اور عالم کی تدبیر ایک ساعت میں کرتے ہیں لیکن خدا کی طرف راستہ ذرہ برابر نہیں پاتے۔ اور بہت سے مومن ایسے ہیں جن کو عقل سے زیادہ حقد نہیں ملا ہے، دنیا کی تدبیر میں کوئی راہ نہیں جانتے لیکن معرفت حق میں موشگافیاں کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہم لوگوں کو ایسی چیزوں کے بار میں خبر دی ہے جن کو عقل نہیں ہے مگر وہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔

وَجَدْتَهُم مُّسَبِّحِينَ دُونَ اللَّهِ مِمَّن دُونَ اللَّهِ (میں نے اس کو اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ ڈگ اللہ کو چہوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں) خداوند علیٰ عظام نے ہڈی کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ ہڈی نے جناب سلیمان پیغمبر علیہ السلام سے کہا کہ میں نے یقیں اور اس کی قبا کو دیکھا کہ وہ خداوند تعالیٰ کو چہوڑ کر سورج کو سجدہ کرتی ہے۔ اگر پرندہ خدا کو پہچانتا تو یہ کیونکر جانتا کہ کس کو سجدہ وہ لوگ کرتے ہیں۔ اور اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ پرندوں کو عقل نہیں ہے اور اگر عقل معرفت کی علت ہوتی تو بے عقلوں کے لیے معرفت محال ہوتی اور اس معنی کی بہت ساری خبریں ہیں اور دوسرے یہ کہ خداوند

تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ وَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ (جو مرد تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا) ایمان کے ذریعہ اجیہ قلب کی انصافت اپنی طرف کی جس طرح جان کے ذریعہ اجیہ نفس (ذات انسان) کی نسبت کی ہے اور اجیہ نفس بغیر جان کے محال ہے اس طرح اجیہ قلب بغیر ایمان کے محال ہے۔ اور ایمان کے ذریعہ اجیہ قلب، جان کے ذریعہ اجیہ نفس سے برتر ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا: فَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ (کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا) دستوں کے حق میں شرح صدر کی انصافت اپنی جانب کی اور دشمنوں کے دل بند کر نیکی انصافت بھی اپنی طرف کی جیسا کہ کہا ختم اللہ علی قلوبہم (ہم نے لگا دی ان کے دلوں پر) اور جب کھولنے اور بند کرنے کی انصافت اپنی جانب کی تو یہ باطل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور کھولنے والا یا بند کرنے والا ہو۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہرگز اجود آن محض عطاست وانکہ را نمود از حکم قضاست

یہیچ دل را بہ کُنہ اورہ نیست جان و عقل از کمالتش آگر نیست

(جس کسی کو اس نے دکھلایا یہ اس کی عطا ہے اور جس کو نہیں دکھلایا وہ قضا کے حکم کے تحت ہے۔

کسی دل کو اس کی کُنہ میں راد نہیں ہے۔ عقل و جان اس کے کمال سے آگاہ نہیں ہے۔)

اے بھائی! اس کے کھولے ہوئے کو کون بند کر سکتا ہے اور اس کے بند کیئے ہوئے کو کون

کھول سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلَىٰ اَمْرِكَا (اللہ تعالیٰ بندوں کے کاموں پر غالب ہے، سب

دل و عقل از جلال اوخیرہ تن و جان از کمال اوخیرہ

سست جو لال ز عز و دانش و دہم تنگ میداں ز کُنہ و وصفش فہم

(دل اور عقل اس کے جلال سے دھند جان و تن اس کے کمال سے تیرہ و تاریک۔ اس کی عزت کی تلاش میں روز

لگانے والے کی عقل اس کا دہم سب کند۔ اس کی کُنہ اور اس کے وصف سے میدان نہم تنگ ہے۔)

اور بعض دوسری خبروں میں آیا ہے کہ خدا اور تعالیٰ نے حیوانوں کو چار چیزوں کا علم دیا ہے۔ ایک یہ

کہ اپنے بنانے والے کو جانتے ہیں اور اپنے دشمن کو پہچانتے ہیں اور اپنی روزی کو جانتے ہیں اور اپنے

جوڑہ جفت کو پہچانتے ہیں اور اپنے گھونسلے کو جانتے ہیں۔ اور پانچواں علم وہ ہے جو خاص آدمیوں

کے لئے ہے اور وہ علم موت کا ہے (یعنی مرنا ہے)

مکتوب کے پڑھنے والوں کے خیال سے مختصر کیا گیا امید ہے کہ اس مکتوب کے مطالعہ کے

بعد کوئی کھٹک دل میں نہ رہے گی وَاللّٰهُ هَادِيَ الرِّشَادِ رَحِمًا لِلّٰهِ مِنَ اَنْصَفِ -

اللہ سید راہ کی ہدایت کرنے والا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں پر رحم فرماتے۔

دوست گل
شرف منیری



مکتوب ۱۴

عشق میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا کمال الدین مذکور کے نام۔ شرف منیریؒ کا سلام و دعا پہنچے اور معلوم ہو۔ کاتب مکتوب کے بھانجے زین الدین آئے انھوں نے تذکرہ کیا کہ وہاں عشق پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اسے بھائی جانو، عشق بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے، اس معنی کی رو سے عشق کو فرضِ راہ قرار دیا گیا ہے۔ عشق ہے تو حیات ہے عشق نہیں تو موت ہے۔

بمذہب عشق را اگر امروز حالت است کاسلام دین لیلیٰ و گریہ فداالت است
(عشق کے دیوانے کا یہاں دوسرا ہی عالم ہوتا ہے، لیلیٰ کا دین ہی اس کا اسلام ہے باقی سب گمراہی ہے)
کہتے ہیں عاشقوں کی دوزخ خداوند تعالیٰ کا عشق ہوتا ہے۔ اسی بنا پر جو زیادہ دل جلا جو تا وہ زیادہ عزیز ہوگا
خاکے از مردم نماز در جہاں و ز وجود عاشقان خاکترے
(اس دنیا میں آدمی مٹی ہو جاتا ہے۔ لیکن عاشقوں کے دم سے خاکترے کا وجود ہے)

اسی کو کہا ہے العشق هو الطريق والردیۃ هو الجنة والفراق هو النار والعذاب (عشق راہ ہے محبوب کا دیدار جنت ہے محبوب سے جدائی دوزخ ہے اور اس کا عذاب ہے) اسی راز کو کہا ہے

آنا کہ ز جام عشق مستند مخمور زیادہ مستند
از مستی خود چو نیست گشتند در عالم عشق دوست بستند
چوں محرم راز عشق گشتند از عشقہ امتحان بگشتند

(وہ لوگ جو عشق کے جام سے مست ہیں انست پرکیم کی شراب کے نشہ میں مدہوش و سرشار ہیں۔ جب اپنے وجودِ مستی سے

ملہ دوسرے نسخہ میں بجانب قاضی کمال الدین ہے۔

نیت، پتلے ہیں تو جہان عشق میں دو دوست جو گئے ہیں۔ چونکہ وہ عشق کے راز کے محرم ہیں اس لیے امتحان ناز و ادائے عشق تازہ کے طلبگار ہو گئے ہیں۔)

پیرغیاہ بران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث سونا اور چاندی نہیں ہوتی ان کی دولت جو بھی تھی وہ ان سوختہ دلوں کو درشہ میں ملی اور یہ دل تلے آج بھی اپنی اس دراشت پہ نازاں ہیں۔

سا عشق ہی مونس و ہمنانہ است غمہائے ہمہ یک جرمہ ز پیمانہ ماست
از عقل فرود گذر کہ در عالم عشق او نیز غلام دل دیوانہ ماست

(جب تک یہ عشق ہمارا انیس جان اور ہمارے خانہ دل کا ہمان ہے سارے جہان کا غم ہمارے پیلز کے لیے ایک جلو ہے۔ عقل کا کیا تذکرہ اسے چھوڑ، عشق کے عالم میں یہ عقل تو خود ہمارے اس دیوانہ دل کا غلام ہے) کہتے ہیں، عشق ایک ایسا آگ ہے جہاں کہیں پہنچ جائے اسے جلا ڈالے۔ عاشقوں کا دل جہاں سجایا دکھتا ہوا آتش کدہ ہے اس کی ایک چنگاری بھی اگر باہر آجائے تو کون و مکان کو جلا کر خاک کر دے چنانچہ کہتے ہیں کہ سارے جہاں کو عذاب و دوزخ کی آگ سے دیا جائے گا اور خود دوزخ کو اپنے عاشقوں کے دل کی آگ سے عذاب دیں گے اگرچہ ان ظاہر بینوں اور اہل صورت کو یہ محال معلوم ہوتا ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے کہ

تا نیاید درد این کارت پدید قصہ این درد نتوانی شنید
شرح و ادون حال عاشق جاوداں از عبارت برتر است و از بیاں

(جب تک تجھ میں اس عشق کا درد پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک اس درد کا بیان تو نہیں سن سکتا ہے۔ زندہ جاوید عاشقوں کے حال کی تشریح عبارت و بیان سے بالاتر ہے۔)

چنانچہ اسی مقام سے ایک بزرگ نے حالت سکر میں مناجات کی ہے۔ الہی! مجھے اپنے کرم سے چھوڑ دیجئے کہ میں دوزخ میں چلا جاؤں اور آپ کے تمام بیگانوں کو دہاں سے بھگا دوں کہ وہ چھٹکارا پاتا ہے

ایں سخن گر مقلے گوید خطاست لیک از دیوانہ و عاشق رواست

ہر کہ او شوریدہ چوں دریا بود بہرچہ گوید از سر سودا بود

چوں بگستاخی رود زایشان سخن مرد چوں دیوانہ باشد ردمن

(اسی بات کو اگر کوئی صاحب عقل کہے تو خطا ہے لیکن ان دیوانوں اور عاشقوں کے لیے جائز ہے اور جو سمندر کی طرح ہمیشہ جوار بھانائیں ہو ایسا شخص جو بھی کہتا ہے اس کی باتیں دیوانگی کی رو سے ہوتی ہیں۔ ان لوگوں سے گستاخی کی جو باتیں ہو جاتی ہیں چوں کہ وہ دیوانے ہیں اس لیے انہیں رد نہیں کرنا چاہیے۔)

اور ہاں تمام دریا کاپانی ان کی اس باطنی آگ پر ڈال دیا جائے تو ان دریاؤں کے تمام پانی آگ ہو جائیں،
اور یہ تمام ظاہری آگ ان کے باطن کی آگ کی بھی بن جائے۔ جیسا کہ کسی ایک دیوانہ نے کہا ہے۔

آئیں کہ دلش محرم اسرار نباشد با عشق و رادرد و جہاں کار نباشد

در زہد بود مبر و محراب در عشق بجز بادہ و زہد نباشد

بردار بود بار اگر عاشق فروری ورنہ بخشیں بار زگفتار نباشد

(ایسا شخص جس کا دل اسرار کا محرم نہیں اس کو دونوں جہاں میں عشق سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ مگر و محراب حقیقتاً زہد میں
ہوتے ہیں۔ عشق میں تو شراب و زہار کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اگر تم کیٹا و کھانا عاشق ہو تو تمہاری باریابی سولی پر ہے اور
اگر یہاں نہیں تو جاؤ کہیں آرام سے بیٹھو، یہ رسائی باتوں سے نہیں ہوتی ہے)

اے بھائی! اگر ہو سکے تو آج ہی عشق کا ایک ذرہ حاصل کر لو کہ عاشقی کی یہی صفتیں تمہارے ساتھ
قبر میں جائیں گی یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اٰتی اللہ بقلب سلیم (جس دن کمال لوطا و
نفع نہ دیں گے مگر وہ جو قلب سلیم لے کر آیا ہے) سے

در گورہم از سر گیسوئے تو تارے تاسیہ کند بر سر من روز قیامت

(آپ کی زلف کا ایک بال اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا قیامت کے دن میرے سر پر تسیا کرے)

اور یہ تمہیں اس وقت میسر ہو گا جب اپنے دل کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے ان سب سے خالی
کر لو۔ اگرچہ بہشت نعمتوں اور آرائش و زیبائش سے بھری ہوئی ہے اس سے بھی دل کو خالی کر لو۔

یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست (گھر میں ساڑھوں ساں ہی رہے یا دوست کی یاد)
دل جو اللہ کا گھر ہے جب وہ غیر کے نقش و نگار سے پاک ہو گیا تو دوسروں کے لئے جس نعمت کا کل کا وعدہ
ہے انھیں آج ہی یہاں حاصل ہو گیا۔

ہر کراں آفتاب اینجا بتافت آنچه آبخا وعدہ بود اینجا بیافت

(آج جس کے دل پر یہ آفتاب تاباں ہو گیا تو دولت دیدار کا وعدہ جو دہاں کے لئے ہے وہ یہیں انھیں مل گیا۔)
اس کے لئے چشم بنیا ہونا چاہئے تاکہ وہ مشاہدہ کرے دنیا داروں اور شہوت پرستوں کو یہ آنکھ کہاں ہوتی ہے
اسی کو کہا ہے۔

دیدہ بنیاست جاں را زاد راہ از خدائے خویش دایم دیدہ خواہ

(بعیثت والی آنکھ ہی جان کے لئے توشہ راہ ہے۔ اپنے خدا سے ہمیشہ دیدہ بننا کی طلب کرو۔)

اس بار میں اصل کام غیر اللہ سے دل کا پاک کرنا ہے اور جو تم نے سنا ہے کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ

علیہ القلوۃ والسلام کے دل کا میلان ایک ذرا فرزند اسمعیل علیہ السلام کی طرف ہوا تو خواب میں دیکھا حکم ہوتا ہے میں نے کو قربان کر دو اور جب میٹھے کی محبت دل سے نکال دی تو فرماں آیا مجھے اس چھوٹے سے بیگناہ کے ذبح سے کوئی غرض نہ تھی میرا مقصد تو آپ کے دل سے غیر کی محبت قطع کرنا تھا جب آپ کا دل پاک ہو گیا تو اس بچے کو چھوڑ دیجئے۔

روزانہ شبانہ نشستہ ام درکارت باہر کہ بسازی شکمہ بازاریت

(ہم تو رات دن تمہاری کار سازی میں لگے ہوئے ہیں۔ میرے سوا کسی سے تم نے لگاؤ رکھا تو ہم تمہاری ساکھ مٹا دیں گے) عاشق غیور ہوتا ہے وہ اپنے محبوب کو غیر کے ساتھ دیکھنا پسند نہیں کرتا اور غیرت کی کمی بیشی محبت کی زیادتی و کمی کے اندازہ سے ہوتی ہے محبت جس قدر قوی ہوگی اتنا ہی زیادہ غیرت ہوگی۔ اسی کو کہا ہے۔

کوگرداں خلق را در رستخیز پس مرا جاوید چینی بخش تیز

تا نہ بیند هیچ کس جز من ترا تا تو انم دید بے دشمن ترا

(قیامت میں تمام لوگوں کو اندھا بنا دیجئے، پھر مجھے ہمیشہ کی تیز نگاہی عطا فرمائیے تاکہ آپ کا جمال جہاں آرام سے سوا کوئی اور نہ دیکھے یہاں تک کہ میں آپ کو قہقہوں کی نگاہوں سے آزاد و اچھل دیکھوں۔)

ہر وہ دل جس میں اللہ کے سوا کسی چیز نے گھر کر لیا وہ ویران ہے اور ویران گھر ہمارے تمہارے رہنے کے لائق نہیں تو حق سبحانہ تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟ گندے پاؤں سے امر او طوک کے فرش پر نہیں جا سکتے تو گندے اور ناپاک دل کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کی قربت کیسے پاسکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

با محبت در نگنجد ذرہ نیت مردے دوستی ہر فرخہ

(محبت میں ایک ذرہ کی بھی گنجائش نہیں، منسرد و آدھی محبت کے لائق نہیں ہوتا)

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَلَا إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَلَكِنْ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَيُنِيبَاتِكُمْ (صورت اور ظاہری اعمال اس

بارگاہ پاک میں نہیں دیکھے جاتے، وہ دلیف جہے دل کہتے ہیں دیکھا جاتا ہے اور نیتیں دیکھی جاتی ہیں)۔

تو گو ہر درائے دو جہانی چرکنم قدر خود نمی دانی

(تو دونوں جہاں کے مرتبہ سے بلند ایک موتی ہے۔ افسوس تو خود اپنی قدر نہیں جانتا)

اسی جیسے کہتے ہیں کہ جب آدمی طریقت میں آشنا ہو جاتا ہے تو اس کی شروانی ہی کو عبا کا رتبہ دیا جاتا ہے۔

مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیست کمر بند مت سلطاں بہ بند و صوفی باش

(پیران طریقت کی مراد ظاہری لباس سے نہیں ہے۔ کسی صاحب دولت کی خدمت کے لئے کمر بند لوار و صوفی ہو جاؤ)

یقین کے ساتھ دل نشیں کر لو کہ آج جس چیز کے ساتھ تمہارے دل کا لگاؤ ہے موت کے بعد وہی چیز تمہارے

سامنے آئے گی۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہرچہ در دنیا خیالت آن بود تا ابد راہ وصال آن بود

(دنیا میں جو چیز تیرے خیال میں رہی ہے، ابد تک تیرے لئے اسی کے وصل کی راہ ملتی رہے گی)۔
چنانچہ آج اگر کسی کے دل میں دنیا بستی ہوئی ہے تو اس کا مقصود و مطلوب دنیا ہے۔ مرنے کے بعد دنیا کو ایک شکل دے کر اس کی نگاہوں کے سامنے لے آئیں گے۔ اور اگر آج کسی کا دل جنت کے نور و قصور و شراب طہور میں لگا ہوا ہے تو مرنے کے بعد بہشت کو آراستہ کر کے اس کی نظروں کے سامنے پیش کر دیں گے۔ اور اگر آج کسی کا دل خداوند جل جلالہ کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کا مطلوب و مقصود حق سبحانہ تعالیٰ ہے تو اسی موت کے ذریعہ درمیان سے پردہ اٹھادیں گے اور اپنے جمال جہاں آرا کی تجلی اس پر فائز گئے۔ اسی کو کہا ہے۔

کاپشت و دوزخنت در رہ بود جان تو زین راز کے آگ بود

چوں ازیں ہر دو بروں آئی تمام صبح این دولت بروں آید ز شام

(جب تک اس راہ میں بہشت و دوزخ کا خیال تجھے ہے تیری جان اس راز سے کب آگاہ ہو سکتی ہے اور

جب ان دونوں سے تو پورے طور پر فارغ ہو گیا تو اس دولت کی صبح، شام ہی سے نمودار ہو گئی)

دین ماروے جمال آن بت عاجزانست کفر آں ابرو و زلف سیہ ترکانست

از جمال خدا و خالش عقل مادیوانست دوز شراب عشقش این ہر دو ہی پیانست

روح ما چوں این تست قلب تجانست ہر کرامت نہ لیں ست او ز باہیکانست

(ہمارا دین اس سفید جام بت کے چہرہ کا من سے ہدا کفر اس کی کالی بھوبیں اور سیاہ معشوقانہ زلفیں ہیں۔ اس کے

خدا و خال کے من و جمال سے ہمدی عقل دیوانہ ہے اس کے عشق کی شراب سے بھرا جو ایسی خدا و خال ہمارے لئے

پیمانہ ہے۔ جاہلی روح جب آپ کی آن ہے تو ہمارا دل بت خانہ ہے اور جس کا یہ دین و مذہب نہیں وہ غیر در بیگانہ ہے)

اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ

آدمی کی تقسیم تین طور پر کی گئی ہے۔ ایک ظالم، دوسرے مقتصد، تیسرے سابق بالخیرات۔ ظالم وہ ہے کہ

خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کا مقصود و مطلوب دنیا ہو اور یہ ہلاکت محض ہے۔ جیسا کہ کہا ہے یہ

خرچ کردی براسے نان جاں را در پئے تن بدادی ایماں را

(دنئی کے حصول میں تو نے جان گنوا دی۔ اور اس تن پروری کے لئے ایمان کی دولت بھی گنوا دی۔)

سے قبل خدا ان جیسا سفید جام

اور مقصود وہ ہے کہ خدا کی عبادت تو کرتا ہے لیکن اس کا مقصود جنت کے محلات اور دہان کی حوریں ہوتی ہیں۔ اس جماعتِ صوفیہ کے لوگ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ مرتبہ بہت بلند ہے لیکن بہشت میں جو چیزیں بنائی گئی ہیں وہ جو اس کی لذتوں کا حصہ ہیں اور اس میں جانوران بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ تو ہم لوگ جو خلاصہ موجودات ہیں اور منظر ستر ربوبیت ہیں ان کا شرکتِ بہائم کی پستی میں آنا ہے اور جس چیز میں بہائم کی شرکت ہو سکتی ہے وہ خسیت (ادنیٰ) ہوگی ہمت (اٹنی) نہیں ہوگی۔

ایجا بود قدرے مردوزخ و جنت را باشد حجاب ما آہنا کہ تو میدانی

(یہاں دوزخ و بہشت کی کوئی قدر نہیں۔ یہ سب ہمارے لئے حجاب ہیں جسے تم جانتے ہو)

اور سابق بالخیرات وہ ہے کہ خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کا مطلوب و مقصود ذات پاک حق سبحانہ تعالیٰ ہوتا ہے اور بس۔ اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ مردانِ خدا اور ہی لوگ ہوتے ہیں اور ان کا دین ہی دوسرا ہے وہ یہی ہے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

عالم شہ را و خسرو و خاقان را تسبیح فرشتہ را صفا انسان را

دوزخ بدر بہشت مریمان را جانان مارا و جان ما جانان را

(جہان یعنی دنیا خسرو و خاقان اور بادشاہ کے لئے ہے۔ تسبیح فرشتہ کے لیے صفا انسان کے لیے دوزخ

بروں کے لیے جنت نیکوں کے لیے لیکن محبوب میرے لیے اور میری جان محبوب کے لیے ہے۔)

وَالسَّلَامُ



حقیقہ شرف منیری

مکتوب ۴۲

مُجِبَّانِ خِداوندِ تعالیٰ سے محبت کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا کمال الدین مذکور کے نام

آپ کا خط کاتبِ مکتوب کے بھانجے زین الدین لائے میں نے پڑھا۔ تذکرہ ذوق و شوقِ ملاقات

محبت کے لوازم اور عشق کے نتیجے میں سے ہے۔ تمام مجتہدین کے دل اسی سے کباب ہیں اور تمام مشائقوں

کی جان اسی کی خراب کی ہوئی ہیں۔ چنانچہ انہی مشتاقوں میں سے کسی کا قول ہے یکنون شوقِ عملی
قد ہرالمحبۃ (اشتیاقِ اسی درجہ ہوگا جس قدر محبت ہوگی)۔

بر دل کہ بعشق مبتلا شد کان غم و محنت و بلا شد
بیگانہ شد از نشاط آن دل گویا غم عشق آشنا شد

(ہر وہ دل جو عشق میں مبتلا ہو اور۔ غم و محنت اور بلا کا معدن بن گیا۔ جو دل غم عشق سے آشنا ہو جاتا ہے وہ
نشاط و شادمانی سے بیگانہ ہوتا ہے) بے انتہا شکرانہ اپنے اوپر واجب کر لو اور ان اقدار کو آخرت کی سعادت
جانو۔ ان مجاہدینِ خدا کی محبت اور ان مشتاقانِ حق سہماۃ تعالیٰ کا اشتیاق معمولی دولت نہیں ہے۔ ہر شخص
کا دل اس نعمت کے لائق نہیں ہوتا ہے۔

در کوئے عشق بادہ بہ ابرار کے دہند وز جامِ شوق جرعه بہ اغیار کے دہند
واں خلعتے کہ بہر خواص است عام را بے وار عشق بر سر بازار کے دہند

عشق کے گہر میں یہ شراب ابراروں کے ساتھ کہاں کسی کو ملتی ہے۔ اشتیاق کے اس بوم سے فیروں کو ایک چٹو بھی
نہیں دیتے ہیں۔ وہ خلعت نام جو خواص کے لیے مخصوص ہے۔ عشق کی سول کے بغیر عوام کو سر بازار کب دیتے ہیں
اور وہ جو دونوں جہاں کے سردار نولات لما خلقت الافلاک (اگر آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو ہم پیر نہ کہتا کے
تاجدار میں صلی اللہ علیہ وسلم ان کی روزانہ کی یہ دعا تھی: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَسِيَّتًا وَمَيِّتْنِيْ مَسِيَّتًا
وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ اُمَّتِكَ اَيُّهَا اللّٰهُ بچے زندہ رکھیے مسکینوں کے ساتھ اور مجھے بے جا بے مسکینوں کے ساتھ
اور میرا حشر فرمائیے مسکینوں کے زمرہ میں) سبحان اللہ، اگر فرماتے کہ ان مسکینوں کو حیات و ممات میں میرا ساتھ لکھنے اور
ان کا حشر میرے ساتھ کیجیے تو یہ خود ایک ایسی عظیم دولت ہوتی کہ جس کا ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ پھر یہ کیا ہے جو
فرار ہے ہیں اسے میرے اللہ محمد کو حیات و ممات میں مسکینوں کے ساتھ رکھیے اور میرا حشر مسکینوں کے
ساتھ کیجیے۔ اسی سے جانتا چاہیے کہ یہ مسکین کس درجہ کے لوگ ہیں اور ان سے محبت کرنا کس قدر عظیم
دولت ہے کہ اگر جان و دل دے کر بھی یہ دولت میرا آئے تو یہ جان و دل فٹاٹ نہ جائے۔ (نفع ہی نفع ہے
نقصان نہیں)۔

جاں را چہ کنم فدای خاکست جاں را چو بہ نزد تو خطر نیست

در صومو زان نشست عابد کوراز جمال تو خبر نیست

(اس جان کو کیا آپ کی خاک ز قبر ان بدن جان کی آپ کے نزدیک کہ قدر نیست نے یہ وہ

نیرت خانہ میں اس لیے جو سچا ہے کہ آپ کے حسن سے بے خبر ہے

اے بھائی! ان مہمانِ خدا اور شتاقانِ جلیؑ علا سے جس قدر محبت رکھتے ہو، مبارک ہو۔
رات دن جان و دل زن و فرزند سب صدقہ کر کے اسی محبت کے زیادہ ہونے کی طلب کرو اور انکی
اس محبت میں صادق رہو محض دعویٰ کرنے والے نہ بنو کیونکہ ان مہمانِ خدا اور شتاقانِ بارالہ سے
محبت کا دعویٰ کرنے والے بہت زیادہ ہیں۔ اور عقیدہ اس پر رکھو۔

گزینک آیم مرا از ایشان گیرند و ربد باشم مرا بدیشاں بخشند

(اگر ہم نیک ہیں تو ان لوگوں میں شمار کر لیے جائیں گے اور اگر برے ہیں تو ان کے طفیل بخش دیئے جائیں گے)
اور جب کہ محبت کے قانون کے تحت ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔ اگرچہ دونوں میں مشرق و مغرب
کی دوری ہو تو کوئی خوف نہیں اس لیے کہ لا بعد مع الہجرتہ (محبت میں بُد مسافت نہیں) ابوالحسن خرقانی
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس بار میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے کہ کل قیامت کے دن دیدار رویت
ہوگی کہ نہیں؟ ابوالحسن تو سودا نقدی چتا ہے، اس کے لیے محال ہے کہ وہ ادھار بیچے۔ الانتظار موت
الاحمد (انتظارِ سرخ موت ہے)۔

ہر کرا این آفتاب عینجا بتافت آنچه آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

(جس شخص پر وہ آفتاب حقیقت یہاں طلوع ہو گیا۔ جس دیدار کا وعدہ دہاں کے لیے ہے اس نے آج ہی یہاں پالیا)
مہمانِ خدا کے لیے وَهُوَ مَعَكُمْ (اللہ تمہارے ساتھ ہے) کا کلمہ سو ہزار فردوس کا حصول ہے۔

در جان منی ز راہ معنی چوں یافتہ ام چرات جویم

(معنی کے رو سے آپ میری جان کے اندر ہیں جب میں نے آپ کو پایا تو پھر تلاش کیا کروں) اور ایک شعر سنو۔

محمود بخاک شد ہنوزش دل سوئے کرشمہ آواز است

(محمود قبر میں جا کر خاک ہو گیا لیکن ابھی تک اس کا دل آواز کی اداؤں کی سمت لگا ہوا ہے)

ایک دفعہ ایک اعرابی مدینہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو بید محبوب رکھتا ہوں اور میرا
مسکن مدینہ سے بہت دور ہے ہمارے بارے میں کیا حکم ہوتا ہے؟ ارشاد ہوا الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ
یعنی ہر آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہے محبت کے قانون کے تحت۔ اگرچہ اپنے تن و بدن سے کتنا
بی دور ہو۔ کہتے ہیں کہ جب سے اسلام ظہور پذیر ہوا ہے اس وقت سے کبھی بھی ایسی خوشی مومنوں
کو نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اس حدیث شریف کے سننے سے پیدا ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام
سوخندگان آتشِ محبت آج اسی حدیث شریف کے سہارے زندہ ہیں۔

ہر کہ اینجا آشنائی یافت او زان تجلی روشنائی یافت او

ہرگز در تر محبت بندہ شد ۳۱۱م محرم و ہم زندہ شد
 (جس نے آج یہیں آشنائی پالی اس جلی سے اس نے نور پیرت پالیا۔ اللہ عزوجل از محبت کا ہندہ ہو گیا۔
 وہ ابدی محرم اور زندہ جاوید بن گیا)

اور پیروں سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ بہت سارے لوگ ایسا بھی ہو چکے ہیں، مگر قریب پہلاں
 ہوئے ہیں ہمارے اور ان کے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہے۔ اسی اعتبار سے کہا ہے کہ
 یب مع العداوة (عداوت میں قربت نہیں ہے)۔ اسی معنی کا راز ہے۔ اور بہت سارے لوگ وہ
 جو مغرب و مشرق میں ہیں لیکن وہ ہمارے ہم زانو اور قریب ہیں۔ یہی بات ہے کہ ولا بعد مع المحبۃ
 (بخت میں دوری نہیں) کا یہی راز ہے۔ ایک دفعہ مجنوں سے لوگوں نے کہا میں آئی ہے مجنوں نے سر
 بیاں میں ڈال لیا اور کہا میں تو میرے ساتھ ہے اور میں لیلیٰ کے ساتھ ہوں اور دوری طبعی اور الگ ہونے
 کی ہوتی ہے اور محبوب محب سے اور محب محبوب سے غائب نہیں رہتا۔ ۳

صد ہزاراں شور مگر پیدا کند اہل عرب باک بنو چوں دل لیلیٰ است با مجنوں کیے
 (عرب والے لاکھوں ہنگامے برپا کریں کوئی ڈر نہیں جب کہ لیلیٰ کا دل مجنوں کے ساتھ ہے یعنی دونوں کے دل ایک ہو چکے ہیں)
 کوئی انکاری یہاں سوال کرے کہ جب ایسا ہے تو یہ شوق و اشتیاق کیا ہے؟ اس کا مدلل جواب یہ ہے
 محب کو جس قدر محبوب کا دیدار حاصل ہوتا ہے اسی قدر اس کی تشنگی و اشتیاق تیز تر ہوتی ہے اس کا
 مال ہوتا ہے گویا دیکھا ہی نہیں۔ محبت کی شراب اور عشق کی لذت کا یہی دستور ہے۔ کیا یہ بشر تم نے
 میں سنا۔ ۳

جمال در نظر و شوق ہمچنان باقی گدا اگر ہمہ عالم برد و جہد گدا است
 (یوب کا جمال آنکھوں میں اور شوق دیدار ہی طرح باقی ہے، بھکاری کو اگر سدا جہاں دیدیں پھر بھی بھکاری بھکاری ہی ہے گا)
 جہتہ ہیں کل جب دیدار کی گھڑی آئے گی تو ہر شخص کو معلوم ہو گا کہ تہا وہی دیکھ رہا ہے اگر وہ یہ جان لے کہ
 برے علاوہ بھی کوئی اور دیکھ رہا ہے تو اسے ایسا دکھ ہو کہ یہ لذت یافت ختم ہو جائے۔ تمام بھائیوں کے
 ماتھے کھانا کھانے میں خوشی ہوتی ہے لیکن محبوب کے دیدار میں کسی شخص کی شرکت گوارا نہیں ہے۔ محب
 خود اپنے دل اور دیدہ سے بھی غیرت ہوتی ہے، چنانچہ ایک عزیز نے کہا ہے۔ ۳

از رشک تو میکشم دل در دیدہ خویش تا اینست نہ بیند و نہ آں دار دوست

رشک کی بنا پر اپنے دیدہ دل کو آپ کی جانب سے ہنالتیا ہوں تاکہ یہ آپ کو نہ دیکھے اور آپ سے محبت نہ کرنے لگے،
 جب ان عاشقوں کا یہ حال ہوتا ہے تو کسی اور کے ساتھ دیکھنا کیونکر ممکن ہے اسی غلبہ حال میں ایک دردیش

نے دعا کی خداوند قیامت کے دن سب کو اندھا اٹھائے تاکہ میرے سوا کوئی اور آپ کو نہ دیکھے۔ اور دوسرے وقت کہا خداوند مجھے قیامت میں اندھا اٹھائے تاکہ ہماری یہ آنکھ بھی آپ کو نہ دیکھے۔ چنانچہ کہا ہے۔

آنچه فارغ را بگوید بے دلی کے تو اندگفت ہرگز ماقبلے

(کسی نے نکر و آسودہ حال کوئی دیوانہ جو کچھ کہہ دے وہ کوئی صاحب عقل کیونکر کہہ سکتا ہے)

وہ ملاقات جو جدائی کے بعد ہوگی اور اس کے بعد پھر جدائی کا سامنا ہوگا تو ایسی ملاقات کا کیا اعتبار ہے بلکہ الفراق اشد من الموت یعنی ایسی جدائی ہوگی جو موت سے زیادہ سخت ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ (دیدار کی لذت میں جس طرح باطن کا حصہ ہے اسی طرح ظاہر کا بھی جب کسی شخص کو کسی کی لقا حاصل ہوتی ہے تو ظاہر بھی اپنا حصہ پاتا ہے اور باطن بھی۔ دیدار کی لذت ظاہر و باطن میں پورے طور پر ہوتی ہے اور یہ کمال کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

مردہ کہنہ را دم عینی نو حیاتی بہر سخن بخشد

(جناب عینی طیبہ السلام کی سیانفسی وہ ہے کہ پرانے مردہ کو ان کی ہر بات نئی زندگی عطا کرتی ہے)

اور اگر کسی کو ناجائز ہی محبت رہی ہو تو اسے اس کا ذوق و مزہ معلوم ہو چکا ہے، اسے اس ذوق کو بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور جتنی چیزوں کا تعلق ذوقیات، لطف و مزہ سے ہے اس کے لیے یہ اصل ہے کہ

مَنْ لَوِيذُكَ لَوِيذِي (جس نے چکھای نہیں وہ مزہ کو کیا جانے) اسی کو کہا ہے۔

چوں تو خود آنجا رسی مینی ہمہ حل شود دنیاوی و دینی ہمہ

گر شود ایں درد دامن گیر تو پس بود ایں درد و ایم پیر تو

(جس وقت تم وہاں پہنچ گئے سب کچھ دیکھ لو گے تمام مشکلیں دینی ہوں یا دنیاوی سب حل ہو جائیں گی، اگر یہ درد

تمہیں دامن گیر ہو جائے تو یہی تمہاری رہبری کے لیے ہمیشہ کافی ہے)

اگر کم عمر بچہ بادشاہی کے ذوق و مزہ کو نہیں جانتا تو اس میں تعجب کیا ہے اور اگر مادر زاد نامرد جماع کی لذت کا منکر ہو تو تعجب کیوں ہے اگر ان لوگوں کے سامنے اس ذوق و مزہ کو سوطر ح بیان کریں تو کیا فائدہ ہوگا

مورار شکر نہ چسبند گو چسبیں کورار گوہر نہ جیند گو نہیں

(بیوقوف اگر شکر نہیں چسبے تب کہہ نہ چنے اور اندھا اگر جواہرات نہیں دیکھتا تب کہہ نہ دیکھے)

اے بھائی! خطا طویل ہو گیا باتیں کچھ زیادہ ہو گئیں کیونکہ صراحت کے ساتھ ہے۔

اے بھائی! ہمت بلند رکھیں کہ تمام دولتوں کی جڑ ہمت ہی ہے قیمة المرء ہمتہ (ادبی)

کامیت اس کی ہمت کے بقدر ہوتی ہے۔) جس شخص کی ہمت دنیا طلبی کی ہے اسے مردار کا متلاشی کتابان سے

چوں زول دنیا و دنیا دار گذر نہایت جائے تو جز دوزخ سوزندہ نیست

صد جہان علم با معنی بہسم دوزخ آرد بار یا دنیا بہم

جب کہ تیرے دل سے دنیا چلنے نہ ہوئی ہے تو تیری جگہ دیکھتے ہوئے دوزخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے۔ اگر علم کے سوا

یہاں معنی کے ساتھ بھی تیرے پاس ہوں تو اس علم کا ثمرہ دوزخ ہو گا یا دنیا اور جس کی ہمت عقیقی ہے اسے

خواہشات، لذات و شہوات کا طالب و حریص جانو اور جس کی ہمت مولیٰ کی ہے اسے ایک انمول موتی

جانو۔ اور درویش و مرد خدا جو تم نے سنا ہے وہ یہی لوگ ہیں جن کی زبان پر رات دن یہی رہتا ہے۔

دنیاست بلاخانہ و عقیقی ہوس آباد ماحصل این ہر دو بیک جو نستانیم

این نقتہ بدنیاشد او غرہ بعقیقی ما فارغ ازین ہر دو نہ ایمیم نہ آنیم

(دنیا بلاؤں کا گھر عقیقی ہوس کی جگہ ہے میں ان دونوں کی تمام دولتوں کو ایک جو کے عوض بھی نہ لوں۔ ایک دنیا

کے نقتہ میں جلا اور دوسرا عقیقی کے غرور میں۔ ہم دنیا اور عقیقی دونوں سے فارغ ہیں نہ ان میں ہیں نہ ان میں)

حق سبحانہ تعالیٰ اس فقیر کو اور آں برادر کو ان درویشوں، مردان خدا کے نعلین کی گرد اور جوتیوں کی خاک

ماورے وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ الأجمعین۔ بمنہ و فضلہ بالنبی و آلہ

امین یا رب العلمین امین یا رب العلمین امین یا رب العلمین امین و صلی اللہ

و السلام

علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ الأجمعین۔

فقیر شرف منیری



مکتوب ۳۳

ظاہری ملاقات کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا صدر الدین کے نام۔

میرے دینی بھائی، سچے دوست مولانا صدر الدین دام فضلہ

ہت ساری دعائیں اور سلام و تحیت و اداں قدیم دوست احمدی منیری طقب بشرف کا نہایت ذوق

دشوق سے قبول کریں۔ واضح ہو، اس وقت قاضی زین الدین وہاں سے آئے، صحت و سلامتی اور وہاں کی کیفیتوں سے مطلع کیا، ایسا کہ آج تک کسی آنے والے کی زبانی وہاں کے احوال و کیفیات اس تفصیل و وضاحت سے نہیں سنا تھا۔ اللہ کا شکر اس کا احسان ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ مولانا ملاقات کے لیے جلد ہی آنے والے ہیں شاید روانہ بھی ہو چکے ہوں۔ ہرگز نہیں مسافت کی دوری ہے آنے جانے میں صعوبت، سفر کی دشواریاں ہیں۔ سنا ہے آپ کے فرزند ان چھوٹے ہیں آپ کے سوا ان کا کوئی اور غمناک نگران نہیں ان کو چھوڑ کر آنا درست نہیں۔ نفل کے لیے واجب کا ترک کرنا وضع کے خلاف ہے۔ اسی طرح کی چیز ہوتی کہ لوگ فرصتوں اور واجبات کو ترک کر کے نفعی حج کے لیے چل پڑتے ہیں۔ اس کا خیال رکھیں، شریعت کے حدود کی پوری نگہداشت کی جائے۔ برادر عزیز کی نیت اور قصد ہی کافی ہے جیسا کہ کہا ہے۔

زانکہ ہر چیز سے کہ سودائے تو آنست ہوں بمرودی نقد فردائے تو آنست

(یہ اس لیے کہ آج جس چیز کی تجھے ذہن اور گن ہے کل قیامت کے دن وہ چیز تجھے حاصل ہوگی)

ملاقات جو فرقت کے بعد ہوتی ہے پھر اس ملاقات کے بعد وہی جدائی پیش آتی ہے تو ایسی ملاقات کا کیا اعتبار ہے بلکہ ایسے فراق کو موت سے بھی سخت تر کہا گیا ہے الْفِرَاقُ أَشَدُّ مِنْ الْمَوْتِ۔

یس بین الموت والفرق فرق کل حتی يموت عند الفرق

الموت ساعة ثم ينسى وعذاب الفرق الی باق

(موت و فراق کے درمیان فرق نہیں ہے جتنے زندہ لوگ ہیں وہ موت کے بعد جلا ہو جاتے ہیں۔ مرنے والے کی جدائی کا تکلیف دہی یعنی کچھ دن کے لیے ہوتی ہے پھر ٹھلا دی جاتی ہے اور فراق کا عذاب وہ ہے جو زندگی بھر باقی رہتا ہے۔ ملاقات ہوئے آہستہ آہستہ کچھ دن گزر گئے ہیں دونوں جانب کچھ سکون اور بھڑاؤ ہو گیا ہے ملاقات کی لذت آخر کار جدائی کے درد میں منتقل ہو جائے گی۔ شاید میری اور آپ کی بھلائی اسی میں ہو اس کو مد نظر رکھنا چاہیے۔)

ہر چہ در خلق سوزی و سازیت اندراں مر خدا سے رازیت

(یہ جو انسانوں کے اندر پیش اور درو ہے اس میں خداوند تعالیٰ کا کوئی اہم ترین راز ہے)

صاحب شرع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَا لِلْمَسْلُومِ وَلَا خِيَمَةَ عَنِ ظَهْرِ الْغَيْبِ لَا يَدْرُ (مسلمان کی وہ دعا اور وہ نہیں ہوتی ہے جو وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کے غائبانہ میں کرتے ہیں) اور دوسرا حدیث شرع کا فتویٰ ہے الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ هَرَفَّخَ بِأَمْرِ مَحْبُوبٍ كَمَا يَتَمَتُّ بِمَحَبَّتِهِ

قانون کے تحت اس بنا پر عدم طلاق ظاہری اور بھائی کی دوری کے باوجود تسلی و تکلیف کی کوئی حد نہیں ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں کہا ہے۔

مانہ گدا یم چو سلطان عشق از مددِ حُسن تو سلطان ماست

در سحر از غیب شفیق یم دوش در دو جہاں در دو تو در مان ماست

آپ کے حُسن و جمال کی تاثیر و فیضان سے جب ہشتاد عشق نیرا بادشاہ ہے تو میں ہرگز بھیک منگا نہیں ہوں

کل صبح کے وقت غیبی آواز میں نے سنی کہ آپ کا دروہی دونوں جہاں میں ہمارا اور مان ملا ہے

وَالسَّلَامُ
شرفِ مینری



مکتوب ۴۴

جاہ و مرتبہ کا ترک اور اللہ تعالیٰ کی بے نیازی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا صدر الدین مذکور کے نام

میرے عزیز بھائی مولانا صدر الدین! دامِ فضلہ کاتبِ مکتوبِ شرفِ مینری کا سلام و تحیت قبول کریں۔ واضح ہو، اس سے قبل خطوطا کے تحفے جو برادر عزیز کو بھیجے گئے تھے نہیں معلوم آپ تک پہنچے بھی یا نہیں۔ اس وقت ایک بہاری عزیز آئے انھوں نے کہا مولانا صدر الدین خیر و عافیت سے ہیں اور ستار گاؤں میں نائب قاضی کے عہدے پر فائز ہیں صحت و سلامتی کی خبر سے مسرت ہوئی لیکن قاضی کا عہدہ قبول کرنے کی خبر سے دل میں تکرر پیدا ہوا۔

اسے بھائی! عمرِ کپاس ساٹھ کے قریب پہنچ گئی۔ اس عمر میں عہدہ قضا اور درس و تدریس اور بحث و مباحثہ میں مشغول ہونے کا کیا موقع ہے سب کو آگ میں جھونک دیجیے، کتاب و کاغذ کو کنارے ڈال دیجیے، قلم توڑ ڈالیے، دوات اندیل دیجیے اپنے اصل کام کا غم کیجیے۔ جہاں تک ہو سکے اس میں کوشش کیجیے۔ اس غلٹ کدہ سے ایمان سلامت لیجائیے۔

ہر چہ جز حق بوز نارت کن ہر چہ جز دیں از و طہارت کن

(یعنی چیزیں حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا ہیں سب کو تباہ کر دیجئے۔ دین کے علاوہ جو کچھ ہے اس سے طہارت کر لیجئے)۔
 ارباب بصیرت کا قول ہے، آدمی کے لیے معرفت خداوندی کی علامت دنیا کا ترک ہے تو جہاں
 دنیا کا ترک ہے وہیں معرفت ہے اور جہاں پر دنیا کا ترک نہیں ہے معلوم ہو گیا کہ وہاں حصول معرفت
 بھی نہیں اس لیے کہ ترک دنیا اور معرفت حق سبحانہ تعالیٰ دونوں کلمہ شہادت کا معنی ہیں۔ کلمہ شہادت
 نفی و اثبات سے مرکب ہے۔ نفی ترک دنیا ہے اثبات معرفت حق سبحانہ تعالیٰ ہے تو جس نے دنیا کی
 نفی کی اس نے مکمل نفی کر دی اور جس نے معرفت خداوند تعالیٰ حاصل کی اس نے کامل اثبات کر لیا۔
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا حقیقی اقرار یہی ہے نہ کہ عادت کے طور پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے کا کیا فائدہ۔ اسی
 کو کہا ہے۔ ۷

گردلت آگہ ز معنی آدہ است کار دینت ترک دنیا آدہ است

(اگر تیرا دل لا الہ الا اللہ کے معنی سے آگاہ ہے تو دین کا اصلی کام دنیا کا ترک کرنا ہے)

اے بھائی! اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ دنیاوی جاہ و مرتبہ لوہے کا زنا ہے اس زنا داری کے
 ساتھ کسی کو دین حاصل نہیں ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نفس کافر آدمیوں کی سرشت میں داخل ہے۔ وہ
 روزانہ ہزاروں بت کے آگے سجدہ کرتا ہے ایسے میں اسلام اپنا جمال کب کسی کو دکھاتا ہے۔ ۷

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کتر فساد است

(وہ نفس کافر جو ہماری بنیاد میں پھپھا ہوا ہے، اس کی وجہ سے مسلمان جہاں میں خال خال رہ گئے ہیں)

کاش کہ ہرگز نہ زاوی مادرم تا نکر دی کشتہ نفس کافر م

(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں اس نفس کافر کے ہاتھوں ہلاک نہ ہوتا)

اے بھائی! اس دور میں ہر شخص نے الا ماشاء اللہ خود پرستی کو خدا پرستی کا نام دے رکھا ہے۔

قرآن فرماتا ہے أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ (کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جنہوں

نے اپنی خواہشات کو خدا بنا لیا ہے، لیکن یہاں تو لوگوں کے کان بہرے میں کون سنتا ہے۔ دین کی قدر دین

کے سرداران جانتے ہیں اور اس کافر نفس کی بت پرستی کی چھٹی شرارتوں کو وہی لوگ پہچانتے ہیں چنانچہ

ایسی فریاد کہتے ہیں تم نے سنا ہے تمام اولیاء و انبیاء کے شہنشاہ کَوْلَاكَلْبًا خَلَقْتِ

الْأَفْلَاقَ (اگر آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو ہم پیدا کرتے) کے تاجدار کیا فرما رہے ہیں يَا لَيْتَ رَبِّي مُخَمَّدٌ

نَحْرِي خَلَقَ مُحَمَّدًا (کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب محمد کو پیدا ہی نہ کرتا) اور وہ جن کی دولت عظمیٰ لَوَاتِنُ

إِيْمَانٍ أَبِي بَكْرٍ مَعَ إِيْمَانِ أُمَّتِي لَرَجَحَ (اگر ابو بکر کے ایمان کو میری تمام امت کے ایمان سے وزن کیا جائے

قواہد کبرئیت کے ایمان کا پتہ چمک جائے، وہ کہتے ہیں کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا کہ بھیر بکریاں کھا لیتیں، اور وہ جن کا امتیازی تمیز انامہ دینتہ العالہم وعلیٰ بابہا (ہم علم کے شہر ہیں اور مٹی اس کے دروازہ ہیں)

وہ کہتے ہیں اے کاش میں اپنی ماں کے جیم کا خون ہی رہتا۔ اسی کو کہا ہے بس

کاش کہ ہرگز نبودے نام من تا نبودے جنبش و آرام من

(کاش میرا نام و نشان ہی نہیں ہوتا تاکہ یہ حرکت و سکنت مجھ سے ظہور ہی میں نہ آتی)

وائے حسرت و افسوس، اے بھائی! ارباب معرفت اور اصحاب بعیرت کو خاتمہ کے خوف سے نیند، بھوک، قرار، سکون سب ختم ہے کہ معلوم نہیں قلم نے ازل میں کیا لکھا ہے۔ ایسے میں عہدہ قضا، درس و تدریس، کتاب و تکرار کے یاد آسکتا ہے۔ آخر دیکھا ہے نا، آسمان کے نیلگوں گنبد میں جس کا مسند تدریس بچھایا گیا تھا اور عالم ملکوت کے تمام فرشتے اس کی شاگردی میں زانوئے ادب رکھے ہوئے رہتے تھے آخر اس کی پشانی پر ان علیک لعنتی کا داغ لگا دیا گیا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت میکند در گردنی

(سو ہزار سال طاعت و عبادت کرتا رہ، آخر گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا)

اور وہ جو قوم بنی اسرائیل میں سب سے بڑا زاہد تھا جس کی دعائیں قبول کی جاتی تھیں، مستجاب الدعوات کہا جاتا تھا، زمین سے آسمان تک ہر چیز اس پر منکشف تھی اور اس امت کے چار سو فقیر روزانہ اس کی شاگردی کرتے تھے آخر کتوں کے ساتھ ایک زنجیر میں باندھ کر کھینچا گیا۔ مثلہم مثل الکلب ان تحصل علیہ یلہث (اس کی مثال اس کتے کی ہے جس پر بوجھ رکھو جب بھی ہانپے اور نہ رکھو جب بھی وہ زبان حال سے کہتا ہے۔)

منکہ بر البیس لعنت کر دے خویشتم را شکر نعمت کر دے

من چہ دانستم کہ این بد میکنم روز و شب برخویش لعنت میکنم

پاے تا سر میں حسرت گشتہ ام درجہ آفاق عبرت گشتہ ام

(میں نے البیس پر لعنت کی اور خود اپنے حال پر شکر کیا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ گناہ میں ہی کروں گا۔ چنانچہ اب رات دن

اپنے اوپر لعنت کرتا ہوں، سر سے پاؤں تک حسرت بن گیا ہوں اور سارے جہان کے لیے عبرت بنا ہوا ہوں۔)

کہتے ہیں ایک دفعہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، بتاؤ تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم لوگوں میں سے ایک کا وہ حال ہوا ہے، کسی کو بھی چین و آرام نہیں ہے۔ اے بھائی! یہاں کام بے علت و سبب ہوتے ہیں، جو چاہتا ہے کرتا ہے

ایسے میں آرام و سکون کی کیا جگہ ہے۔ ملا را علی کے مقربین جن کے لباس وجود پر لَا يَعْصُونَ اللَّهَ (اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے) کا نقش ہے اگر اس کی عظمت ان کی پیشانی پر قہر کا داغ لگائے تو یہ اس کا عدل ہوگا۔ اور پست و ذلیل لوگ جو کَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمِئِذٍ لَمَّتُجْجُونَ ۝ (بیک وہ لوگ اس دن اپنے پروردگار سے جناب میں ہوں گے) کی تحریر اپنی پیشانی پر رکھتے ہیں اگر اس کی عزت ان کے سروں پر قبولیت کا تاج رکھ دے تو یہ اس کا فضل ہوگا۔

ڈرتے رہنا چاہیے اور اپنے کام کا نم کرنا چاہیے۔ ابھی موقع ہے اس فرصت کو نصیبت مانو اس کے بعد حسرت و ندامت و پریشانی سے کیا فائدہ ہوگا۔ یہ چند روز جو عمر باقی ہے جہاں تک ہو سکے اس کو اصل کام کے حصول میں صرف کریں۔ اسی کو کہا ہے۔

آنچه تو جوئی دریں رہ آں وہد کفر و رزی کے ترا ایماں وہد

خواجہ بس کو راست ناقد بس بصیر ہرچہ خواہی برد خواہد گفت گیر

(اس راہ میں جو تو ڈھونڈتا ہے وہی دیتے ہیں۔ تو نے کفر کی کمائی کی پھر تجھے ایمان کیوں دیں۔ جناب والا بھی

اندھے ہیں اور پرکھنے والے بھی اندھے ہیں جو کچھ تو لینا چاہے گا وہ کہیں گے لے لو۔)

والسلام



خاکسار شرف منیری

مکتوب ۲۵

دین کا غم اور حکم ازلی سے خوف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا صدر الدین مذکور کے نام۔

برادر عزیز الوجود مولانا صدر الملت والدین، اللہ جل شانہ آپ کو عطا فرمائے

اور دنیا دار علماء کی صحبت سے اپنے پناہ میں رکھے۔ کاتب مکتوب شرف منیری کے سلام و دعا کیلئے مخصوص۔

دو تین خط برادر عزیز کو لکھے گئے معلوم نہیں پہنچے بھی یا نہیں؟ اسے بجائی! علوم تو بہت ہیں اور

ہم لوگوں کی عمر مختوری ہے۔ یہ مختصری عمر تمام علم کے حصول کے لیے کافی نہیں۔ فرض تو بس اسی مقدار

میں ہے جس سے عمل کی درستگی ہو سکے قیامت کے دن عمل کی پیمائش ہوگی اس علم کی نہیں جو بہت زیادہ یعنی
گرمے کا بوجھ ہو کہ مثل الجہاں بھیمیل انفسا سراسر اشکایت تو آخر اسی گروہ علماء مآخرت سے متعلق ہے۔
ایک عزیز نے کہا ہے۔

چو علمت بہت با علمت عمل کن پس از علم و عمل اسرار عمل کن
ترا با علم دیں یک ذرہ کردار بے بہرہ زانکہ علم دیں بخروار
بروڈا سے مکن کہیں کار خام است ز علم دیں ترا حرفے تمام است

جب تمہارے پاس علم ہے تو اپنے علم کے ساتھ عمل کرو اور پھر اس علم و عمل کے بعد روز و اسرار معلوم کرو۔ تمہیں اللہ علم دین کے ساتھ
عمل کا ایک ذرہ اس علم دین سے جو ڈھیروں ہو کہیں زیادہ بہتر ہے۔ جاؤ! کام کو پختہ کر لو کیونکہ اب تک جو کچھ تم نے کیا وہ خام ہے،
دین کے علم سے ایک حرف ہی تمہارے لیے کافی ہے۔ ایہ اشکایت اور بیان خود علم دین والے اور علماء مآخرت کے
بار میں ہے علماء دنیا کس شمار میں ہیں ان سے تو ایسے بھاگو جیسے شیر اور سانپ سے بھاگتے ہو۔ اور یہ حکایت
تم نے سنی ہے کہ ایک بزرگ نے شیطان کو دیکھا بیکار بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا بڑے تعجب کی بات
ہے تو اور بیکار؟ اس نے کہا جی ہاں علماء دنیا پیدا ہو گئے ہیں اب میرے لیے کوئی کام نہیں رہا ہے۔
ایک صاحب عزت نے ان کے بار میں کہا ہے۔

ماہ رویاں تیرہ ہو شانند جاہ جو یاں دیں فرد شانند
سیر باغ گل و زمیند ارند کے دل و عقل و شرع دیں وارند
ہمہ در علم سامری وارند وز بروں موسیٰ وز دروں مارند
ازرہ شرع و شرط برگشتہ تشنہ خون یک در گشتہ

رچاند سے چہرہ والے (طالب خدا) توش کوسے ہوئے ہوتے ہیں، جاہ و مرتبہ کے طالب دین تو نہیں۔ یہ علماء دنیا باغ باغ پھر رکھنے
والے زمیند ہیں ان کے پاس دل، عقل و شرع کہاں ہے یہ دین وار کب جوتے ہیں۔ یہ سب کے سب علم میں سامری کی عرج میں طاری ہیں۔
موسیٰ کے جیسے بنے ہوئے ہیں اور اندر سے سانپ ہیں شریعت کی راہ اور اس کے شرائط سے پھرے ہوئے ایک دوسرے کے خون
کے پیاسے ہو رہے ہیں۔

اسے بھائی! راہ غیر مہمون، منزل بہت دور، جسم لاغر، دل کمزور، بے سہارا، ذہنیت بہت کم، ایسے میں
یہاں آرام و قرار کی کون سی جگہ ہے، یہاں درس و تدریس و تکرار، جبہ و دستار کی کون سی جاہ ہے سب کو آگ
میں جھونک دو اور اپنے غم و اندوہ و الم میں لگ جاؤ۔

ایک شخص نے خواجہ ابراہیم ادم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ سے علم طریقت کی باتیں

سنوں۔ فرمایا اسے بیٹے! مدت ہوئی کہ اپنے رنج و الم اور افسوس و غم میں بیٹھا ہوں۔ اس نے پوچھا حضرت کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ جب فرشتہ نے ماں کے پیٹ میں میری شکل کھل کر لی تو پوچھا الہی اس بندہ کو سعید لکھوں یا شقی؟ نہیں معلوم اس وقت جواب کیا آیا اور جب ملک الموت کہیں گے اس بندہ کی جان سلامت پر قبض کر دوں یا شقاوت پر؟ یہ بھی نہیں معلوم کیا جواب آئے گا۔ اور جب قیامت کے دن فرشتہ پوچھے گا خدا یا اس بندہ کو بہشت کی طرف لے جاؤں یا دوزخ کی سمت؟ پتہ نہیں جواب کیا ہوگا۔

اسے بھائی! دین کی اس راہ میں سارے جہان کے عبادت گزار اور زاہدان اِنَّ اللّٰهَ لَغَفِيْرٌ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (جیک اللہ تمام عالم کے لوگوں سے بے پرواہ ہے) کی تیغ بے نیازی کی سمیت و دہشت سے چلنے پریشان ہیں اور سارے عالم کے صدیقین يَسْأَلُ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ (اللہ پوچھے گا صدیقوں سے صدق کے بارے میں) کی تہیہ و سیاست سے لرزہ بر اندام اور خائف ہیں اور پھر طاعت و بندگی کے تمام ذخیرہ جان کنی کے وقت وَقَدْ مَنَّا اِلٰى مَا عَمَلُوْا (حوالہ کر دیا ان کے اعمال کی طرف) کے طوفان بے نیازی میں اٹنا دینے جاتے ہیں اور اس کے بعد وہ سینے جو ذکر و فکر سے آباد ہیں سکرات موت میں دَبَدَ الْهَمِّ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (اللہ کی طرف سے ان پر ظہر ہوا رہ جس کا ان کو گمان نہ تھا) سے ویران کر دیئے جاتے ہیں اور کبھی معلم الملکوت کو جو سات سو ہزار سال تک اس بارگاہ میں معتقد ہوا فرشتوں کی پاکبازی کا لباس اَلَمْ كُنْ اِنّٰ عَلِيْكَ لَعَدُوًّا (جیک تجھ پر میری لعنت ہے) کا داغ اس کی پیشانی پر لگا دیا جاتا ہے اور کبھی طبع باطن کو جو اپنے وقت کا ایک ہم فرد تھا اسم اعظم کا خلعت و انعام رکھتا تھا مسجد سے باہر نکال کر کتوں کے قطار میں بند کر دیا جاتا ہے فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اَنْ تَحْمِلَ عَلَيْهِ يَلْهَثْ و لَنْ تَحْمِلَ عَلَيْهِ يَلْهَثْ (اس کی مثال کتے کی ہے اس پر بوجھ رکھو یا نہ رکھو وہ ہانپتا ہی رہیگا۔)

بے نیازی سے راہ کفر چر دیں بے زبانش راہ شک چر یقین

چر مسلمان چر گبر در او چر کشت و چر صومعہ در بر او

(اس کی بے پروائی کے آگے کفر کیا اور دین کیا اس کی خاموشی کے آگے شک کیا اور یقین کیا۔ اس کی بارگاہ بے نیازی میں

کیا مسلمان اور کیا گبر اس کے نزدیک کیا آتش کدہ اور کیا عبادت خانہ)

اسے بھائی! دین حق کی راہ ایسی آسان نہیں جیسا کہ اکثر و بیشتر لوگ سمجھتے ہیں دین حق کی راہ

وہ راہ ہے جس میں نوازش کے ساتھ قہر ملا ہوا ہے اور قہر کے ساتھ نوازش کی آمیزش ہے دین کی راہ

میں جس طرح ممبر رکھے گئے ہیں اسی طرح دار بھی نصب کیے گئے ہیں قبل من قبل بلا علیہ

جیسے مقبولوں کو بلا سبب قبول کرنے کا دستور جاری ہے۔ اسی طرح سَادَمَنْ سَادَ بِلَا عَلِيٍّ مَرَدَدٌ

برطانت دیکرنے کا اصول بھی رائج ہے۔ یہاں آرام و سکون کا کون سا موقع و محل ہے۔

برور بے نیازی از کبھد جہد گر تو باشی و گرنہ باشی چه
پارسا گر یہ است لورا چه بادشاہ گر بد است اورا چه

اس کی بے نیازی کی درگاہ میں تو عوام میں سے رہے یا خواہ میں سے اسے اس سے کیا۔ پارسا اگر بہتر ہے

تو خود پارسا کے لیے بہتر ہے۔ بادشاہ اگر برا ہے تو اس کی اسے کیا پرواہ ہے۔

نقل ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا۔ اسے بھائی! لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں میں کا ایک راندہ گیا ہے ہم میں سے کسی کو آرام و سکون دیتے نہیں ہے۔

صنع او عدل و حکمت است جلی کرا و قہر و قدرت است خفی

جس کی کاریگریاں اس کا عدل، اس کی حکمت سب نمایاں اور ظاہر ہیں۔ اس کے کوشے اس کا قہر اس کی قدرت سب پوشیدہ اور خفا میں ہیں۔ اس کی قہاری اور جاری کو جہاں تک تم بیان کر سکتے ہو اس سے سولا کہ گونا زیادہ ہے اور اس کی کبریائی و بے نیازی کی بھی کوئی حد نہیں جتنا کہو اس سے سولا کہ درجہ زیادہ ہے۔ عندک بویا ہے و استغنت انیم ان یكون العبد فوق العرش است تحت الثری (اس کی کبریائی و استغنا کے نزدیک کیا ہے کہ بندہ عرش پر ہو یا تحت اثر نہیں رہے) اگر سارے عالم کے لوگ صدیق اکبر ہو جائیں تو اس کی استغنائی کو کیا اور اگر سارا جہاں فرعون و فرود جیسے ہو جائیں تو اس کی بے نیازی کے آگے کیا ہے۔ یَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ وَيُحْكِمُ مَا يُرِيدُ (وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے) ایسے میں کہنے سننے اور کچھ بولنے کا کیا موقع ہے؟ عیند بھوک اور آرام و صحت کا کون سا محل ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

در خواب چہ مانندستی از غفلت و بیہوشی بیدار شو اسے ناداں پذیر چہ می باشی

مارند چہ یاراں در عالم دانائی خلوت کن و بخود شو با مار چہ می باشی

غفلت و بے ہوشی سے خواب میں کیا پڑا ہوا ہے، اسے ناداں ہو شیار ہو جا گھنڈ اور غلط گماں میں کیا رہنا ہے۔

تمہارے یہ سارے دوست اپنی چالاکیوں سے دائیں لگے ہوئے ہیں ان سب سے طنز اور کنارہ کش ہو جانا چاہیے (جنا گیا) قل ہے کہ جب تمام نبیوں اور ولیوں کے شہنشاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالت کی تبلیغ سے فارغ ہوتے، صحت کا کمر بند کھولتے، نبوت کا تاج سر سے اتارتے اور عجز و بے چارگی کی زبان کھولتے اور فرماتے: **لَيْسَ مِنِّي وَذَنبِي عَظِيمٌ وَلَا يَخْفِزُ الذَّنْبُ الْعَظِيمُ إِلَّا الرَّبَّ الْعَظِيمَ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنْ مُنْقَاتِكَ طَلْقَاتِكَ وَمُحَرَّرًا بِكَ مِنَ النَّارِ** (اے میرے اللہ! میرے گناہ بہت بڑے ہیں اور بہت

بڑے گناہ کو بہت بڑا رب ہی معاف کر سکتا ہے (اے اللہ! تو مجھ کو اپنے پرندہ عنقاہ کی طرح پر پرواز اور گناہوں بے داغ اور جہنم کی آگ سے آزاد بنا دے) اس وقت آسمان کے مقربین اور زمین کے صدیقین اپنی نجات سے دل برداشتہ ہو جاتے اور اپنی ربانی سے ہاتھ دھو لیتے اور کہتے کہ جن کا یہ فرمان ہے "اَنَا اعْرِفُكُمْ بِاللّٰهِ وَ اَخْشَاكُمْ بِاللّٰهِ" (میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا عارف ہوں اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں) ان کی یہ مناجات ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں " اسی کو کہا ہے۔

بر در حق بگرد زور مگرد کہ بزاری شوی دریں ره مرد

ہست با حکم قہر یزدانی تا توانی نگر کہ نادانی!

(حق سبحانہ تعالیٰ کے در پر گرد بن جاؤ گے نہ دکھلاؤ گے کہ اس راہ میں انکساری ناجزی سے آدمی مرد جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اس کا قہر ظاہر ہوا ہے، جہاں تک ہو سکے اس میں تو غور کرو کہ اسے تو نہیں جانتا) چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہاں کے عارفوں کے سردار ہیں لازماً آپ کا خوف بھی زیادہ ہے جو جتنا بڑا عارف ہوگا اس کا خوف بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

تا یار شود ترا خسریدار خود را تو بقصد بے بہا کن

(تو اپنے آپ کو قصداً بے قیمت بنا دے تاکہ محبوب خود تیرا خریدار ہو جائے)

حق سبحانہ تعالیٰ کے تمام طالبین اور صاحبان دین کے خوف کا یہی حال ہے اور ان کی یہی صفت ہے جو لکھی گئی ہے۔ ہم کو اور تم کو جسے دین کا دردمی نہیں ہے تو حق تعالیٰ کی طلب کہاں سے پیدا ہوگی۔ یہ جو سارا چین و آرام ہے یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ ہم لوگوں کے حصہ میں غفلت و جہالت کے سوا اور کچھ نہیں

اللّٰهُمَّ اغْنِنَا اللّٰهُمَّ اغْنِنَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ہ

یارب از دست وز بانم بازخر دست در نہہ وز جہانم بازخر

چوں یہ آمد مرا رنگ حلیم تو سپیدش کن چو مویم اے کریم

از در خویشم گرداں تا امید از سر لطفی سیام کن سفید

گردر آید یک نسیم از سوسے تو پائے کوباں جاں دہم در کوسے تو

(اے میرے پروردگار جو کچھ میرے ہاتھ اور زبان سے صادر ہوا ہے ان سب کو خرید لیجیے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیجیے اور وہاں جہاں سے پھڑکے اپنا بنا لیجیے۔ جب میرے کبل کا رنگ میل سے سیاہ ہو گیا ہے آپ اپنے کرم سے میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجیے۔ اے کریم! اپنے درپاک سے ناہیدمت لوٹائیے اپنے لطف نام سے میرے کالے نامہ اعمال کو سفید بنا دیجیے۔ اگر آپ

والسلام

شرف منیری

کی جانب سے ہوا کا ایک جھونکا آجائے تو میں تمہیں کرتا ہوں آپ کی گلی میں جان دے دوں۔

مکتوب ۴۶

مُصِیْبَتُ مِیْنُ صَبْرٍ اَوْ بِلَاؤُشْ كِی بَرْدِ اَشْتِ مِیْنِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک خضر کے نام

ملک خضر سلمۃ اللہ انسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے بھائی! حدیث شریف میں بطور تذکرہ اللہ تعالیٰ سے ہے کہ سب سے پہلی جو چیز نکھی گئی وہ یہ تھی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَنْ لَمْ یُحِضْ بِقَضَائِیْ وَ لَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نِعْمَائِیْ وَ لَمْ یُصِدِّعْ عَلٰی مَلَائِیْ قَلْبِیْ طَلَبُ رَبِّیْ سَوَآئِیْ۔ یعنی یہ درست ہے اور سچ ہے کہ خدا میں ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں، میرا حکم ہے جو میری مرضی پر راضی نہ ہو اور میری نعمتوں پر شکر نہ کرے اور میری بلاؤں پر صبر نہ کرے تو اس سے کہہ دو کہ میرے سوا کوئی دوسرا خدا تلاش کر لے، اصحاب بصیرت، ارباب طریقت اس حدیث کی ہیبت اور تنبیہ سے ہر لحظہ یہی چاہتے ہیں کہ نیست و پست معدوم ہو جائیں لیکن عدم کی راہ جب بند ہے تو کیا کریں سب کے سب آخر یہی کہتے ہیں۔ س

وہو تو دوا شد است مارا خاک تو بہا شد است مارا

ازبہر تو ام بد ا دن جاں از دیدہ رضا شد است مارا

(آپ کا دیا ہوا درد ہی میری دوا ہو گیا ہے آپ نے مٹا کر خاک کر دیا یہی آپ کی خاک میری قیمت ہو گئی ہے۔ میری جان تو آپ پر قربان ہونے لگے لیے ہے۔ بسر و چشم آپ کی خوشنودی میری رضا ہو گئی ہے) جسم و جان سب اس کے آگے ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں س

جانی دارم کہ بار عشق تو کشد تا در سر کارت نشو دگر زیم

(میری جان تو وہ ہے جو آپ کے عشق کا بار اٹھائے جب تک یہ آپ کے کام نہ آجائے اس وقت تک میں ہٹنے والا نہیں) اے بھائی! بندہ اس کی قضا سے راضی ہو یا نہ ہو تقدیر بدلنے والی نہیں ہے۔ بیقراری اور گھبراہٹ

خود متقل ایک معیبت ہے۔ فَلْيَطْلُبْ تَرَابًا سَوَآئِي (یرے سوا کوئی اور رب مومنڈلو) کا خوف و خطر ہر وقت لگا ہوا ہے۔ ہر وقت ہمہ دم باخبر اور ہوشیار رہو، زہر دین تو شربت کا پیالہ سمجھ کر نوش جاں کر لو، اور مردان دین کی اقتدا کرو۔ دنیا دار تمننٹوں، میچبروں کی نہیں۔ لو ایک شعر سنو۔

عاشقان نقلِ غمت بآبادۂ احمر خورند

(مناق آپ کے دینے ہوئے نم کو سرخ شراب کے ساتھ گزک اور نقل کی جگہ کھاتے ہیں، اگرچہ نم تلخ ہی ہے، لیکن

آپ کی یاد و شاہدہ میں مثل شکر کھاتے ہیں) اور اس قطعہ کو دیکھو

گویند ترا کہ باغم دوست

بمبار بطبع تندرستی

(مجھ سے کہتے ہیں محبوب کے غم کے ساتھ یہ صبر جو ایلو امبر کے اندھے کیسے گارا کر لیتے ہو؟

مر بین تدرستی کی ہوس میں زہر کو شکر سمجھ کر کھا آ ہے)

جو شخص اللہ کی رضا اور تقدیر پر نگاہ رکھتا ہے وہ شاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ میں مشغول رہتا ہے، اگر دونوں جہاں کی بلائیں اس پر ڈال دی جائیں تو یوں سمجھو پہاڑ پر ایک ذرہ کے برابر ہے اسی کو کہا ہے

آنکہ از تیر او شرف دارد

(جو اس کے تیر کھانے کا شرف رکھتا ہے وہ اپنے دونوں دیدے اس کے شانے کے لیے کھلا رکھتا ہے)

اور جس کی نگاہ خود اپنی سمت ہو وہ خود بینی میں مشغول ہے بلا و معیبت کا ایک ذرہ اس کے لیے ویسا ہے جیسے ایک تنکے پر پہاڑ اڑتا ہو۔

ایک شخص عاشقی کے الزام میں گرفتار کیا گیا، پانچ سو ڈنڈا کھانے کی سزا دی گئی، چنانچہ اس پر جب بھی ڈنڈے پڑتے تھے تو وہ ہنستا تھا لوگوں نے اس سے کہا یہ ڈنڈا کھانا اور اس پر ہنسنا عجیب تماش کی بات تھی۔ اس نے کہا، جس وقت مجھ پر ڈنڈے پڑتے تھے میری معشوقہ میرے سامنے موجود تھی میں اس کے جمال کے مشاہدہ اور اس کے حسن کے نظارہ میں مستغرق تھا۔ مجھے ڈنڈا پڑنے کی خبر ہوئی اور نہ درد کا احساس تھا۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔

اینکہ اینک بر سر کوئے تو زارم میکشد

(دیکھیے یہ دیکھیے! آپ کے کوچہ میں مجھے کس بری طرح قتل کرتے ہیں، اگر قتل کے بعد گما آپ مجھے لینا

نہیں چاہئے تو آجائے، کم سے کم ایک نظر مجھے دیکھ تو لیجیے۔)

اس تقریر پر مصر کی عورتوں کا قصہ شاہد ہے۔ جانتے ہو صبر کی تعریف کیا ہے؟ ہر وہ بلا اور ناخوشگوار

موجود ہونے پر آئے اس سے وہ نمکسیدہ اور ناخوش تم ہو سکتا

ہر بلا سے کہ جاں نسیاں ازو دزیکے دز ہزار شاید ازو

دہرہ ہلا کہ میں کو جان سے کام ہے ہزاروں جان میں سے وہی ایک جان اسے چاہیے۔

لَا تَلُمْنَا مَا مَعْطَى كَمَا تَلُمْنَا مَا أَخَذْنَا مِنْكَ فِي الْبَيْنِ جو دیا ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے اور

جو اللہ نے لے لیا وہ اسکی کا ہے تو درمیان میں کون ہوتا ہے۔

گزر ضرب اور جراحت نبوت تا ابد امید راحت نبوت

کہ ز ضرب اور جراحت می رسد کہ ز مرغم نیز راحت می رسد

داگ اس کی مار سے زخم تجھے نہ آئے تو اب تک راحت کی امید تجھے نہیں ہونی چاہیے۔ کبھی

تو اس ضرب سے زخم پہنچتے ہیں اور کبھی مرہم سے آرام بھی ملتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے الصَّبْرُ مِنَ الْإِيمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّاسِ

مِنَ الْجَسَدِ (ایمان کے لئے صبر سر کے درجہ میں ہے) اور یہ جانتے ہو کہ بغیر سر کا جسم کسی کام کا نہیں ہوتا

اسی طرح بغیر صبر کے ایمان ہوتا ہے۔

لے بھائی! بلا کی تہ میں سب کچھ ہے طریقہ کار اسی طرح جاری ہے کہ ساری دولت ہلاکے

بروہ میں رکھی گئی ہے۔ اسی کو کہا ہے

ہر بلا میں قوم راقم وادعاست زیر آں گنج کرم بہا وہ است

(جتنی بلا میں اس قوم کو دی گئی ہیں ان کے تہ میں اس کے کرم کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔)

سچے مومن بن جاؤ اور ایمان کی پوری نگہداشت و حفاظت جان کی طرح کرو جان کیا چیز ہے

بلکہ زن، فرزند، گھر پار اور خود کو ایمان پر قربان کر دو۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

کار عالم تراون است و مردن است کہ پید آورون و کہ برون است

لا جرم این کار بے پایاں فتاد تا ابد این درو بے درماں فتاد

(دنیا کا کارخانہ پیدا ہونا اور مرجان ہے کبھی آجانا اور کبھی چلے جانا ہے اس کام کی

یقیناً کوئی انتہا نہیں ہے اب تک اس درو بے درماں کو یوں ہی جاری رہنا ہے۔)

حدیث شریف میں ہے۔ الْإِيمَانُ لِنَفْسَانِ نَفْسَانِ شَكَوْا لِنَفْسِهِ نَفْسَانِ۔ یعنی ایمان

کے دو حصے ہیں ایک نعمت میں شکر ادا کرنا اور دوسرا بلا میں صبر کرنا۔ آرزو کی بھی

دو قسم ہیں ایک نعمت کے ذریعہ دوسرے بلا کے ذریعہ۔ اگر نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور اگر بلا و مصیبت سے آزماتے ہیں تو صبر کا مطالبہ کرتے ہیں اگر بندہ نعمت میں شکر اور بلا میں صبر کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کے پاس ایمان ہے دعویٰ ایمان کے ساتھ جہاں یہ مصیبتیں نہ ہوں تو سمجھ لو کہ محض دعویٰ اور گھمنٹ ہے ایمان نہیں۔ اور بغیر دلیل کے محض دعویٰ جھوٹ ہوتا ہے یہ سنی ہوگی کُذِّمْتُ مَدْعٰی كَذٰبَاتٍ اسی کو کہا ہے۔

ناکساں را بلطف خود کس کرد شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد

(وہ بچارے جو کسی شمار میں نہ تھے ان کو اپنے لطف سے قابل قدر بنا دیا اور بندوں سے محض صبر

و شکر کا مطالبہ کیا اور بس۔)

بزرگوں نے جناب ایوب علیہ السلام کے زیاد کی تصریح یوں کی ہے کہ جناب ایوب علیہ السلام متواتر بلاؤں کا نازل تھا جب تک جسم پر گوشت کا حصہ رہا کوئی زیاد نہیں کی جب بدن پر گوشت کا ایک ٹکرا بھی نہیں رہا بلا انتہا کو پہنچ گئی خوت اس کا پیدا ہوا کہ جب بلا ختم ہو گئی تو عطا و نوازش بھی نازل ہو جاتے گی بلا کے خاتمہ سے نہیں بلکہ عطا و نوال کے زوال سے زیاد کی اور کہ اُسے اِنِّیْ مَسْکِیْنٌ الْفَقْرُ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ (اے میرے رب بیشک میں نقصان میں ہوں آپ رحم

الراحمین میں) اسی معنی میں کہا ہے۔

گر شراب لطف و خواہی دام قطع کن وادی قہر و تمام

ناں کہتا میں نبوت آن نبوت بے بلا و درد و درماں نبوت

(اگر تم اس کے لطف کی شراب کے خواہاں ہو تو اس کے قہر کی وادی پورے طور پر طے کر لو۔)

اس لئے کہ جب تک تم سے یہ نہیں ہوتا وہ بھی نہ ہوگا سمجھ لو بغیر رنج و غم اٹھائے تمہارے درد کا درماں

بھی نہیں ہوتا۔)

نقل ہے سلطان العارفين بايزيد بسطامي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے مری خوشی بلا و مصیبت اختیار کرنے میں اس حد تک ہے کہ اگر مجھے دوزخ میں ہمیشہ رکھیں تو میں اس شخص سے زیادہ فرحت و شادمانی میں رہوں کہ جس کو اعلیٰ علیین پر پہنچا دیں۔

اور امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ قیامت کے دن اگر مجھے جنت و دوزخ میں اختیار دیدے تو میں دوزخ قبول کروں اس سے کہ بہشت میری مراد ہوگی اور دوزخ میں

بھیجنا محبوب کی مراد ہے اور راہ محبت میں شرط ہے کہ محب اپنی آرزو پر محبوب کی آرزو کو قبول کرے۔
سبحان اللہ! اس خدا جل جلالہ کے کیسے کیسے بندگان ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

شرح وادون حال عشق عاشق جاووں لادھارت بہتلاست و ازبیاں
گزر باں کر دو دو گیتی سا ہا ہم نیار و ما و شرح ایں ما ہا

(عاشقانِ زندہ جاوید کے حال کی تشریح کرنا عہدت و بیان سے بالاتر ہے۔ اگلا دو لڑوں

جہاں سا ہا سال زبان بن کر ان کے احوال کی شرح کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے ہیں۔) اش
ایک دفعہ ایک شخص حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول
اللہ! احببت اللہ میں خدا سے محبت کرتا ہوں ارشاد ہوا امنتعد للبلایا و بلا کے لئے آمادہ رہو
ایک دوسرے شخص اٹھے اور گزارش کی یا رسول اللہ! احببتی میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں فرمان
ہوا فقر و غریبی کے لئے خود کو تیار رکھو۔ وہاں بلا و آزمائش کے لئے آمادہ رہنے کا حکم ہوا یہاں غریبی
و درویشی کے لئے تیار رہنے کا فرمان ہے بلا و آزمائش حق سبحانہ تعالیٰ کا طریقہ فقر و درویشی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حسنة میں ہے ہر ایک کا معاملہ اس کی اپنی صفت کے مطابق
ہوتا ہے۔

گزر خواہی تا شوی مرداے پسر ایچ و رماں نیست ہیز در دل پسر

دل لڑکے! اگر تیری خواہش مرد ہونے کی ہے تو درد ہونے کے سوا کوئی دوسری تدبیر نہیں ہے۔

ان الف، یجراب المؤمن بالبلایا و کما یجراب اجد کم الذھب بالنار (بیشک اللہ

تعالیٰ مؤمن کو بلا میں ڈال کر جانچتا ہے جس طرح تم میں کا کوئی شخص سونا کو آگ میں ڈال کر پرکھتا ہے)

البلایا و موحل بالانبیاء تمہارا لگیا ہوا آزمائش انبیاء پر پھر ان کے بعد اولیاء پر مقرر ہے۔

دلری سوا و گرنہ دور از برما ماروست کشیم تو نذاری سدا

(اگر تیرے سوا میرا سودا ہے تو بیشک و گرنہ مجھ سے دور رہو ہم دو تہوں کو قتل کرتے ہیں اور تیرے

پاس میرے لائق سر نہیں۔)

تمام چیزیں راحت و آرام سے بقایا پاتی ہیں اور بلا و مصیبت سے تہس نہس ہو جاتی ہیں

لیکن محبت کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیوں کہ محبت کی غنا ہی رنج و غم ہے۔

بچسودہ کہ محبت نہ بخشیدہ است

(علوہ اسے دیکھئے جس نے محبت کا مزہ نہ چکھا ہو) بندہ نے جس وقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ کہا سب سے مزہ موڑ لیا اور خدا اور اس کے رسول کی محبت کا دعویٰ کیا تو اس کے لئے دلیل و برہان لازمی و ضروری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں محض دعویٰ پر کسی کو بغیر دلیل و برہان کے نہیں چھوڑا گیا اور اس دعویٰ کی دلیل وہی نعمت کا شکر اور بلا پر صبر ہے۔

• اکساں را بہ لطف خود کس کرد شکر و صبر ز بندگان بس کرد

(بے قدروں کو اپنے لطف خاص سے قابل قدر بنا دیا اور بندوں کی جانب سے صبر و شکر

پر اکتفا کیا۔)

اے بھائی! اس بانگاہ پاک میں اور اس کی مملکت میں کوئی شخص بھی محب، معزز، مکرم، اور بزرگ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں اور کوئی فرزند، معزز، عالی وقار صاحب عز و شرف امیر المؤمنین حسن و حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ نہیں ہے۔ (ان کی مصیبت دیکھو اگر مصیبت کی گھڑی میں شیطان بہکائے، نفس و سوسہ ڈالے تو اس وقت اس کو دیکھو اس پر غور کرو جو یہ کہتا ہے کہ مَنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ فَلْيَذْكُرْ مُصِيبَتِي جِسْمِ كَيْسَى كَوْنُ مُصِيبَتِي بِبَنِي كَيْسَى سے کہو وہ مری مصیبتوں کو یاد کرے۔ اس حدیث کا اشارہ اسی طرف ہے کہ مومن کے لئے اس بار میں آنا ہی کافی ہے۔ اس خطا کے لکھنے سے مقصود یہی ہے کہ برادر عزیز کے دل کو تسکین و تسلی ہو اگرچہ برادر عزیز کی توبہ پورا استماد ہے بائیں ہمہ اس کے مطالعہ سے مدد و اعانت ہوگی اور شیطان و سوسہ کے دفع کرنے میں طاقت ملے گی بار بار اس مکتوب کو پڑھیں اور اس خطا کی ایک نقل نظم ام الدین کی والدہ غفر اللہ لہ کو بھیج دیں۔

وَالسَّلَامُ

تقریر شرف مینری



مکتوب ۲۷

خوشنودی و ناخوشنودی کی شناخت اور علم کی طلب

خلق خدا کو راحت پہنچانے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکتبہ حضرت کے نام
برادر عزیز کو کاتب مکتوب شرف نیری کا خصوصی سلام و دعاء
اے بھائی! عارفوں کا قول ہے اگر تم یہ جانتا چاہا ہو کہ خداوند تعالیٰ تم سے خوش ہے یا
ناخوش تو اپنے اعمال کا جائزہ لو، تمہارے تمام کام طاعت ہی طاعت ہیں یا سب کے سب معصیت
و گنہگاری کے ہیں یا نیکی و بدی ملی جلی ہے اگر تمہارے تمام افعال طاعت ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی
خوشنودی کی علامت ہے اور اگر تمہارے تمام کام بُرے و گناہ کے ہیں تو اللہ تعالیٰ تم سے ناخوش
ہے اس لئے کہ ناخوشنودی کی نشانی گنہگاری ہے اور اگر طے جملے میں تو حکم غالب فعل کی طرف
ہوگا تو ہم لوگوں کو اور ہم جیسے دوسروں کو خود یہ دولت کہاں میسر ہے کہ سارے اعمال طاعت
ہی طاعت ہوں کم از کم اتنا بھی بہت غنیمت ہے کہ نیکی و طاعت غالب ہو اور لغو و بالہ نہا
اگر ہماری یہ طاعت و بندگی مغلوب ہوگئی تو اس کے عذاب و سختیوں کے لائق ہو جائیں گے
اور جو اس کے عذاب و عقوبت کا سزا دار ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔

اے پیر گنہگار و ریس عالم فسان بشتاب سوتے توبہ و گنہگار تو انی
تالو نشوئی خاک ہی کوش لب طاعت برباد مدہ عمر اگر، سیح تو انی
اے بوڑھے گنہگار اس فانی دنیا میں توبہ کرنے میں جلدی کر سستی کا اپنی چھوڑ دے قبر میں جانے

سے پہلے جہاں تک تجھ سے ہو سکے طاقت و عبادت میں کوشش کرتا رہے، عریوں ضائع نہ کر۔
 ہمیں پر طاعت و معصیت کے علم کو جاننا پہچاننا ضروری اور ذمہ داری میں ہونا ہے جس طرح کفر
 و ایمان کا جاننا اسی طرح بندگی و نافرمانی کا جاننا ضروری ہے۔ کوئی معمولی کام نہیں ہے ایک لاکھ چوبیس
 ہزار انبیاء علیہم السلام اسی کام کے لئے اس عالم میں نازل ہوئے اور اتنے سارے مجتہدوں و اماموں
 کے اجتہاد و مسائل اور مفسفوں کی تصنیفیں اسی کام کے لئے ہوئی ہیں یہ بہت بڑا اور اہم کام ہے
 اصحاب معرفت اور باب ابھرت کے جگہ اس کے لئے ٹھکانے کی ضرورت ہے۔ اور یہ دنیا والے اس کام کے
 بالکل غافل، لذتوں اور شہوتوں کے حصول میں سرگرداں و پریشاں ہیں۔ اسی کو کہا ہے کہ

راہِ زور و مشغولی عالمِ ترا نیست پر دے خدا یکدم ترا

اے دنیا کی مشغولیتوں نے تیری راہ ماری، تجھے خداوند تعالیٰ کی کوئی پرواہ نہیں رہی ہے۔ افسوس

تو نے یہ حقیقی دولت چھوڑ دی اور دولت کو عزت کا نام دے رکھا ہے۔

آج اس زمانہ میں یہ حال کہیں ہے اسی لئے ہے کہ زیادہ تر ایمان زبانی ہے زبانی ایمان

مرنے کے وقت کوئی کام نہیں آتا اگر کسی کا ایک کافر طیب کہہ دیتا ہے کہ فلاں چیز نہ کھا یہ تمہارے
 لئے مضر ہے اسی وقت چھوڑ دیتے ہوا اور نہیں کھاتے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام سب
 کے سب فرماتے رہے **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ** (علم حاصل کرنا ہر مسلمان
 مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے) کسی نے اس پر عمل نہیں کیا یہ بالکل ویسا ہی ہمارا کافر طیب کے
 حکم پر مضمولی سے قائم رہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے فرمان پر یقین و عمل نہیں کیا تو
 اللہ و رسول سے بے ایمانی ہے اور یہ از روئے معانی ایمان زبانی ہے اور دلی کفر ہے۔ اسی
 کو کہا ہے کہ

اے ترا ہر لحظہ تیلے دگر درین ہر سویت ابیلے دگر

باچنیں حالت کہ در عالم گم است نیست جائے خندہ جائے نام است

(اے وہ کہ تو ہر لمحہ زیب کاری میں مبتلا ہے اتیرے ہر روز گتے میں ایک شیطان چھپا ہوا ہے

ایسی حالت کے ساتھ تو دنیا میں گم ہے، ہنسنے کی جگہ نہیں تیرے لئے یہ نام کا مقام ہے)

کام بہت مشکل ہے اور معاملہ بہت سخت ہے الغیث المتغیثین اغثننا اغثننا۔

(اسے فریادیوں کے فریادوں سے ہماری فریادیں بڑھائیں) اسے بھائی! یہ جو کہا گیا ہے
 طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ اس سے ہی علم طاعت و معصیت یعنی علم دین
 ملا ہے جو یقیناً ہر شخص پر فرض ہے اس کے علاوہ اور دوسرے علوم فرض نہیں ہیں۔ مگر آخر زمانہ میں ایسے
 لوگ پیدا ہوں گے جن کے ہاتھ پر سونا چاندی کے ڈبے مکھ دو تو وہ بلا غور و فکر اس کا وزن بتا دیں گے
 کہ اس میں اتنا اصل مقدار میں سونا ہے اور اتنے مقدار میں کھاد ہے اور جب تم وزن کرو گے اور سونے
 پر برکھو گے تو اتنا ہی ثابت ہوگا جتنا انہوں نے بتایا تھا۔ اور جب ان سے ایمان، کفر، طاعت
 و معصیت کے حکم و احکام اور مسئلوں کو پوچھو تو وہ جواب سے قاصر رہیں گے قطعاً وہ نہیں جانیں گے کہ ایمان
 کیا ہے اور کفر کسے کہتے ہیں طاعت کیا چیز ہوتی ہے اور معصیت کیا ہے سوا اس کے کہ کفر و ایمان
 طاعت و معصیت کا نام سنا ہے اور روایتی طور پر تقلید اُسے اختیار کیا ہے یہ زار جو ہم لوگوں
 کا ہے شاید وہی زمانہ ہے اور ہم لوگوں کے روزمرہ کے کاروبار بھی وہی ہیں سڑ پر خاک ڈالنا اور
 اپنی اس معصیت پر ماتم کرنا چاہیے۔ اسی کو کہا ہے۔

و در دار و کجا خواہیم کرد / مرشد ماتم کجا خواہیم کرد

(آہ! اس درد کا مداوا ہم کہاں کرنے جائیں مر ختم ہو گئی اب ماتم کیا کریں گے۔)

اسے بھائی! دنیا داری کے مشغلوں سے یکایک نکل آنے میں سخت دوری ہے تو کیا کیا جائے
 جہاں تک ممکن ہو اس کی کوشش کرنی چاہیے اور اپنے دین کی فکر کرنی چاہیے آخرت کے کاموں سے
 حسب مقدر غافل نہیں رہنا چاہیے اور حسرتِ نامت زیادہ ہونی چاہیے مالی اور بدلی طاعات
 و نیکیوں میں جو کچھ میسر ہے اس سے گزشتہ گناہوں کی تلافی کرنی چاہیے اس لئے کہ عمر بچاؤ پاس آسائے
 ہم پہنچ گئی۔ اسی کو کہا ہے۔

کار خود در زندگان کن بہ بدگ / زآن کہ نتوان کرد کار سے روز برگ

ایں زماں در یاب کا ساں باشدت / ورنہ دشواری فراواں باشدت

(اسی زندگی میں اپنی نیکیوں کی پونجی اور اس کے ساز و سامان سے اپنے کام بنالے اس لئے کہ

موت کے وقت کچھ بناٹے نہ بنے گی جو کچھ حاصل کرنا ہے ابھی حاصل کرنے کے تیرے لئے آسان ہے

پھر تیرے لئے بہت زیادہ مشکلیں آپڑیں گی۔)

اس اندھیری دنیا میں اپنے قلم 'زبان'، مال، مرتبہ سے جہاں تک ہو سکے مزدور تہندوں کو

کو راحت پہنچاؤ، براور عزیز کے مقام میں روزہ، نماز، نفل جو بھی ہیں اچھے میں لیکن لوگوں کے دلوں کو راحت و آرام پہنچانے سے زیادہ فائدہ مند کام اور کوئی نہیں۔

نقل ہے، خواجہ بشیر عافی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا فلاں بادشاہ تمام رات نماز میں گزار رہتا ہے اور روزانہ دن کو روزہ رکھتا ہے۔ فرمایا اس نے اپنا کام چھوڑ دیا ہے اور دوسروں کے کاموں کو اختیار کیا ہے۔ لوگوں نے کہا اسے ذرا تفصیل سے کہا جائے فرمایا اس کا کام بھوکہ کو کھانا کھلانا، تنگوں کو پڑے پہنانا اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا ہے۔ رات کو

نماز اور ہر روز روزہ یہ دوسروں کا کام ہے اس کا نہیں اسی کو کہا ہے کہ

نیست دنیا بد اگر کاری کنی بد شو و گر عزم دنیاوی کنی

تخم امر وزینہ فردا بر وہد ورنہ کارے لے درینا بروہد

(دنیا بری نہیں ہے اگر تم اس دنیاوی دولت سے اچھے کام کرو بڑی اس وقت ہو جاتی ہو

جب تم اس سے خزانہ بھرنے کا قصد کرتے ہو۔ آج کی تخم ریزی سے کل پھل ملے گا اور اگر تو بیج نہیں تو

تو پھل کیا ہوگا۔)

اور اگر تم کسی کو کچھ دو تو کوشش کرو کہ سوال کرنے سے قبل دو۔ اہل معرفت اور اہل معرفت

کا قول ہے السؤال دین اقل ثمن النوال انجل (سوال تھوڑا بھی منایت کی قیمت بن جاتا ہے

چاہے منایت بڑی کیوں نہ ہو) یعنی ادا و تھوڑی ہو یا زیادہ سوال اس کی قیمت بن جاتا ہے اگر

کتنا ہی زیادہ دے سمجھے کہ کچھ بھی نہیں دیا اس لئے کہ دنیا لالاشی ہے (دنیا کوئی چیز نہیں

اہم شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر ساری دنیا مری لک ہو جائے تو ان سب کا ایک لقمہ

بنا کر میں کسی بھوکے کے منہ میں رکھ دوں پھر بھی مجھے اس پر ترس آئے۔

لک دنیا را کہ بنیاد برہند گر چہ بس عالی ست بر بادے ہند

مال و ملک اس جہاں جز بیخ نیست گر ہمد یابی چو من ہم، بیخ نیست

(دنیا کی لک و عمارت کی بنیاد جو رکھتے ہیں وہ کتنی ہی عالی شان کیوں نہ ہو اس کی بنیاد ہوا پر لگتی

اس دنیا کی دولت اور اس کی ملکیت سوائے انکھن و جنبت کے اور کچھ نہیں اور تو سب کچھ پالے

جب بھی مری طرح کچھ نہیں ہے۔) براور عزیز اور جملہ مسلمانوں کی عاقبت و خاتمہ بخیر ہو۔

والسلام



بحرمت النبی والوالہ الامجاد۔

www.marfat.com

مکتوب ۲۸

کام میں مشغول ہونے اور اُمید خدائے غفار سے رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت زکوریہ کے نام

برادر عزیز الوجود کاتب مکتوب شریف فیبری کا سلام و دعا
جائیں! اگرچہ برادر عزیز دنیاوی شغولیتوں میں مبتلا ہیں اس سے یکایک نکل آنے میں
مخدوری ہے پھر بھی ہمت بلند رکھیں دل جو خداوند تعالیٰ کا محل نظر ہے اسے دنیا کی محبت اور
اس کی طلب سے پاک رکھیں اور خداوند جل جلالہ کی محبت اور اس کے غم داندوہ کے سوا اور کچھ اس
دل میں باقی نہ رہنے دیں، محققین کا قول ہے کہ خداوند تعالیٰ کی یافت، اس کا ملنا طلب کے اندر
نہیں ہے بلکہ خود اس کی داد و ہش کے اندر ہے جس چیز کی طلب ہو اس چیز کا ملنا ضروری
نہیں ہے۔ ہاں وہ چیز ضرور مل جاتی ہے جو اسے عطا فرمادیتے ہیں، وَحَبَدَاتُ رَبِّیْ
(میں نے اپنے رب کو پایا اپنے رب کی عنایت سے) کے معنی یہ ہیں آدمی کو وہ جلوہ نظر نہیں آتا ہے
جس کی طرف آنکھ لگائے رہتا ہے ہاں اب وہ اس شخص کو ضرور دیکھ لیتا ہے جو اسے دکھلا دیتے

ہیں۔ عرف ربی برہی کے معنی یہی ہیں۔

نیت از راہِ دہم و عقل و حواس بے خدایچ کس خدائے شناس

ہر حدیہ کہ داری لے درویش حدیہ حق شمر نہ کہ یہ خویش

(دہم و عقل و حواس کی راہ سے کوئی شخص خدا کو نہیں پہچان سکتا جب تک خود خدا اپنی معرفت

نہ عطا فرمائے۔ اسے درویش ہر وہ نعمت کا تحفہ جو تو رکھتا ہے اسے خداوند تعالیٰ کی دین گنج

وہ ترے کہہ دو کاوش کا ثمرہ نہیں ہے۔)

تو دیکھنے کی علت دکھلانا ہے نہ کہ دیکھنا اور پانے کا سبب دین و عطا ہے نہ کہ تلاش و جستجو

بہت سے تلاش و جستجو کرنے والے ایسے ہوتے ہیں جو پاتے نہیں اور بہت سے پسنے والے ایسے ہیں جو ڈھونڈتے نہیں کیونکہ فیض منقطع نہیں ہے چنانچہ اس ایک گروہ کے کچھ لوگ خود فیضان یافتہ فیض نیاض میں جیسے خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ واسطے اس قہیدہ کے لوگوں کی نظر میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ خوار، کمتر اور بیکار کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ اسی کو کہا ہے۔

عزت چو در شاید بے بیخ شکائے سالک در کون و مکان مارا جز خوار نہ باید بود

(اے سالک! بلاشبہ عزت اوروں کو چاہیے مجھے تو دونوں جہاں میں ذلیل و رسوا ہی رہنا چاہیے) جب حق سبحانہ تعالیٰ کا فیض کار فرما ہوا تو ایسا اٹھایا کہ آپکی بلندی مرتبہ میں کہتے ہیں کہ کل قیامت کے دن جب حضور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام امت کے ساتھ بہشت میں قدم رنج فرمائیں گے تو عرض کریں گے خداوند ہمارے امت کے تمام مومنوں نے ہمیں دیکھا اور ہم نے ان سب کو دیکھا لیکن اویس قرنی نے مجھے نہیں دیکھا، جواب آیا آپ کو جس نے دیکھا میرے لئے دیکھا اور جس نے مجھے پایا اگر وہ آپ کو نہ دیکھے تو اس سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ دستہ محبت بندہ شد تا بدیم محرم و ہم زندہ شد

ہر کہ اواز دار دنیا پاک شد نور مطلق گشتہ گر چہ خاک شد

(جو شخص راز محبت کا بندہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے حرم خاص کا محرم اور زندہ جاوید بن گیا۔

جو شخص اس دار دنیا سے پاک و صاف ہوا وہ خاک ہو کر نور مطلق ہو گیا۔)

اچھی طرح دلنشیں کرو طلب پاشی علت نہیں ہے یافت کی علت اس کی عطا ہے۔ اسی کو کہا ہے

من سخا ہم دیگران می جویند تا بخت کرا بود کرا در دوست

(میں بھی تمکاش میں ہوں اور دوسرے بھی ڈھونڈ رہے ہیں دیکھیں کس کے نصیب میں ہے

اور کسے وہ اپنا دوست بنا تا ہے۔)

بتوں کے پجاری بت کے واسطے سے طلب کر رہے ہیں عیسائی جناب عیسیٰ علیہ السلام کے

واسطے سے یہودیان جناب عزیر علیہ السلام کے واسطے سے لاکھوں لاکھ اور دوسرے طالبین

میں کسی نے نہیں پایا تو معلوم ہوا اس کو وہ شخص مطلوب ہے، جسے وہ دینا چاہتا ہے۔

یک نظر از دوست صد ہزار سعادت منتظرم تا کہ وقت آن نظر آید

(دوست کی ایک نظر میں لاکھوں سعادت بھری ہے میں منتظر ہوں کہ نگاہِ کرم کی وہ گھڑی کب آتی ہے) اے بھائی! مسلسل اس غم میں دل شکستگی کے ساتھ لگے رہنا چاہیے دنیا کی تمام چیزیں ٹوٹنے کے بعد بے قیمت ہو جاتی ہیں لیکن دل جتنا شکستہ ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ قیمتی ہو جاتا ہے اَنَا عِنْدَ الْمَكْرَةِ قُلُوبُهُمْ لِأَحْبَبِي (میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میرے لئے شکستہ ہیں) اپنا ہی پتہ اس نے دیا ہے۔ ایک دفعہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الہی تجھے کہاں ڈھونڈ لھوں؟ جواب ملا ٹوٹے ہوئے دل والوں کے پاس عرض کی اے مرے اللہ مجھ سے زیادہ کسی کا دل شکستہ نہیں ہے وحی آئی تو میں دم میں پر ہوں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ

اے دریغ جان و تن در با ختم قیمت جان ذرہ نشنا ختم

تشنہ می میریم در طوفاں ہمہ دآں کہ آب از چشمہ حیواں ہمہ

(افسوس! جسم و جان کی بازی لگا دہی، جان کی قیمت ذرہ برابر نہیں پہچانی۔ طوفان

میں رہ کر بھی ہم پیاسے مر رہے ہیں حالانکہ اس طوفان کا سارا پانی آب حیات ہے)

اب اگر تحقیق کی نظر سے ایسا ہی ہے لیکن اُمید لگائے رہنا چاہیے اور حتی الامکان طلب کے

خال نہیں رہنا چاہیے۔ اسی کو کہا ہے۔

گرچہ دولت وادش بے علت است طاعت حق کار صاحب دولت است

راہ بنسایند یک ساعت ترا می بباید عالمی طاعت ترا

(اگرچہ اس کی عطا و دولت بے علت ہے لیکن خوش قسمتوں اور صاحبانِ دولت و نعمت کا کام حق تعالیٰ

کی بندگی و عبادت کرنا ہے کچھ کر ڈالو راہ نہیں دکھلاتے پھر بھی تمہیں طاعت و عبادت کی ایک دنیا چاہیے)

بماد عزیز کے لئے حق کی طلب یہ ہے کہ شکستہ دلوں کی تلاش میں رہیں، کھانا، کپڑہ جو

کچھ میسر ہو اس سے ان کی خدمت کریں۔ گرے پڑوں کو اپنے اچھے زبان، قلم و کاغذ سے

راحت و آرام پہنچائیں آخر تم نے یہ سنا ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کو عظیم دولت و

نعمت ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کے سبب ملی ہے اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے

ایک حاجت کسی مومن کی اگر تم نے پوری کر دی تو تمہاری ستر حاجتیں پوری کی جائیں گی۔ مَنْ

قضى حاجة لأخيه المسلم قضى الله تعالى له سبعين حاجة من

حوائج الدنيا۔ سے

ہر چیزیں جامی بری آن زبان تست نیک ویدور و تو آن در مان تست
 توشہ زہنجا بر کر آدم گوہری کاں بود آنجا کہ زیرں جامی بری
 (جو کچھ تو یہاں سے لے جاتا ہے وہ تری کماٹی ہے تری نیکیاں و برائیاں تو سے روکا دوا
 نہیں۔ اسے آدم کے گورہا بار بیٹے اوہاں کے لئے زلوراہ ہیں تیار کرے وہاں وہی کام دنگا
 جو یہاں سے قورے جلتے گا۔)
 حق سبحانہ تعلقے کی مدد و توفیق ہمارے شامل حال ہو اس کے فضل و کرم سے۔

والتلاہ
 فقیر شرف مینری

مکتوب ۴۹

ازل کا فیصلہ اور عقل کی معزولی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک حضرت مذکور کے نام
 برادر عزیز مخصوص سلام و دعا
 ایک مدت ہوئی آپ کی طرف سے کوئی پہل نہیں آیا اب جب قرالین آئے
 تو وہاں کے تمام حالات معلوم ہوئے دل مطمئن رکھیں دنیا بلاخانہ ہے یہاں خود عقل اور
 عقل کے احکام سب سرنگوں ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہیج دل را بکنہ اورہ نیت جان و دل از کمالش اگر نیت
 بالتقاضائے نفس و عقل و حواس کے تو ان بود کردگار شناس
 کسی دل کو اس کی کزنہ دہا نیت تک راہ نہیں اس کے کمالات سے جان و دل آگاہ نہیں۔
 نفس و عقل و حواس کے مطالبات سے کب کوئی خدا شناس ہو سکتا ہے

آج اس دنیا میں اس کے دشمن نعمت کے لئے مخصوص ہیں احباب اولیاء بلاہ آزماتش کے لئے
مخصوص ہیں عقل و حاکس کو قیاس کے لئے آلہ ہے اور خدا کی وہم و گمان سے بالا ہے اس لئے
خدا کی بنیاد شیت پر ہے بندوں کی قیاس، انکل پر نہیں عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ دوستوں کو
صرف از فرمایا جائے اور دشمنوں کو گرایا جائے ان پر بلائیں ڈالی جائیں اور محک سبحانہ تعالیٰ ساری
بلائیں دوستوں پر ڈالتا ہے اور تمام نعمتیں تمام مرادیں دشمنوں کی گود میں ڈال دیتا ہے عقل تو وہ
ہے جو دشمن کو قتل کر ڈالے اور لغات کریں تو ان کو ہلاک کر دیا جائے گرا بسا کہاں ہوتا ہے حق
سبحانہ تعالیٰ نے دشمنوں کو پیدا کیا ان کی پرورش کرانی انہیں ہلاک نہیں کیا ان کی مرادوں کو
تفاسد سے ان کو نوازاجب قیاس کی راہ یہاں بند ہے قیاس کی خدائی میں عقل کو کوئی
سرکار نہیں عقل کا اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ یہ جانے کہ بندگی کس طرح کرنی چاہیے۔
اگر عقل نہ ہوتی تو بندگی کرنے سے عاجز رہتے نہ یہ کہ خدائی کو اپنے قیاس سے معلوم کیا جاسکتا ہو
اگر عقل ایک اچھا ترازو ہے لیکن سونا تو لے والی پرانی سے پہاڑ کو نہیں تول سکتے۔ اسی کو

کہا ہے۔

عقل باید تا عبودیت کند جانت باید تا ربوبیت کند
(عقل ایسی چاہیے جو صحیح بندگی کر سکے اور تجھے جان ایسی چاہیے جو اس رب العزت
کی ربوبیت کو پہچان سکے)

اسے بھائی! تقدیر کے رموز و اسرار سے خبر نیکل و میکائیل کو اطلاع نہیں غریب عقل

کو اس میں کیا دخل۔ اسی کو کہا ہے۔

توجہ دانی ز آفرینش حق چہ شناسی بیان و بنیش حق
تو کہ در جس آبی و نانے کے عیان و نہسان کو دانی

(تو حق سبحانہ تعالیٰ کی مخلوقات کو کیا جانے اس کی نگاہ پاک اور اس کے یہاں کے رموز

اسرار کو تو کیا پہچانتے ہو کہ روٹی، پانی کی قید میں ہے اس کے ظاہر و باطن کو کیا جانے)

تو جو کچھ بھی سامنے لائیں سر تسلیم خم کر دینا چاہیے کیا کیا جائے اس لئے کہ بندگی یہی ہے

بندہ آن بہتر کہ بر فرماں رود از خداوند آنچه خواهد آن رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے کہ جو آقا کے حکم پر چلے اس کا مالک جو اس پہلے اسے بجا لائے۔)

اس عالم کے لئے وہ پہلی سطر ہے جو لوح محفوظ پر نظر ہر مومن اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا
 سَبَقْتُ رَحْمَتِیْ عَلٰی عَذَابِیْ مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَسْتَعِزْ
 عَلٰی نِعْمَائِیْ فَلِیْطَلُبْ رَبِّیْ اَسْوَاۤیْ (بیشک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میری رحمت میری
 غضب پر غالب ہے جو میری قضا پر راضی نہ ہو اور جس نے میری بلا پر صبر نہ کیا اور میری نعمتوں کا شکر
 نہ کیا اس کو چاہیے کہ مرے سوا کوئی اور رب تلاش کرے۔)

اور اگر معاملہ بندہ کی مراد اس کی آرزو پر ہوتا تو یہ انبیاء اولیاء کے لئے ہوتا اس لئے کہ بندہ
 ہونے میں وہ خاصان خاص ہیں اسی کو کہا ہے۔

سرد و گرم زمانہ تاخوردہ نرسی برور کسرا پر وہ

جب تک زمانہ کے سرد و گرم تو نے نہیں برداشت کئے ہیں اس وقت تک ان کے خمیر

کے در پر تیری رسائی نہیں ہوگی۔

کیا کیا جا سکتا ہے بندگی ہی ہے تو تقدیر کے حکم کے تحت اپنی مراد سے ہاتھ دھولینا چاہیے
 اور اسی نامرادی کے ساتھ گذر بسر کرنا چاہیے اس لئے کہ بندہ کی اپنی کوئی مراد نہیں ہوتی چنانچہ
 جس کام کا تقدیر حکم کرتی ہے وہی کیا جاتا ہے اور جس طرح کھتی ویسے ہی رہنا ہے۔ یَفْعَلُ
 اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کام
 دیتا ہے) اسی کو کہا ہے۔

گہ بافت پر کسیم و گہ دروشیم گہ واپس جملہ خلق و گہ دروشیم

گہ بادل پر نشا و گہ دل ریشیم من بو قلمون روزگار خویشیم

(کبھی میری منہمی چاندی سے بھری ہے اور کبھی مفلس و نادار ہوں کبھی ساری مخلوق کیے سمجھے اور
 کبھی سب کا امام ہوں۔ کبھی نشاط و شادمانی سے دل بھرا ہوا ہے اور کبھی زخمی، خستہ اور چور ہے

میں اپنے زمانہ کا تماشا بنا ہوا ہوں۔)

تو معلوم ہوا کہ بندگی اور اپنی مراد و آرزو کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ آج جو لوگوں میں پریشانی
 اور غم و رنج و الم ہے وہ یہی اپنی مراد کے حصول کی طلب و تڑپ کی وجہ سے ہے جو چیز حال
 ہے انہیں اس کی طلب سے یہی ہوتا ہے۔ اپنی بندگی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو اور رات دن
 یہ استغفار کرتے رہو رَبِّ زِلْمَیْتُ نَفْسِیْ ظَلَمًا کَثِیْرًا فَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ

الذَّنُوبِ الْعَظِيمِ إِلَّا الرَّبُّ الْعَظِيمُ (اسے میرے رب میں نے اپنے اوپر بے انتہا
ظلم کیا ہے پس تو میرے گناہ کو بخش دے کیوں کہ بڑے بڑے گناہوں کو سوائے بہت بڑے رب کے
کوئی نہیں بخشتا۔)

بندہ او باشس تا باشی کے ورگے او باشی این باشد بے
گرازدرا ہے بود سوتے تو باز تو ازین دولت توانی کرو باز

(اس کا بندہ بن جانا کہ تو کام کا آدمی بن جائے۔ اور اگر اس کے ور کا کتا ہی بن جائے یہ بھی بہت

ہے اگر اس کی راہ کی طرف تیری بازگشت ہو جائے تو تو اس دولت پر جتنا ناز کر سکتا ہے ناز کرے)

خدائی میں شرکت کی گنجائش نہیں امّا انا و امّا انت یا تو تو رہے یا میں۔

کاملاں در راہ حق خون خورده اند بندگی و حق گذاری کر وہ اند

لاجرم در بندگی سلطان شدند بہتر خلق جہاں ایشان شدند

دکالین اس راہ حق میں خون کے گھونٹ پیتے رہے اور بندگی و حق گذاری کرتے رہے

ہیں آخر کار اسی بندگی سے بادشاہ بن گئے ہیں اور سارے جہاں کے سردار ہو گئے ہیں۔)

والتکلیف

خاکسار شرف مینری



مکتوب ۵.

حکم خداوندی پر راضی ہونے اور عقل کا حق تعالیٰ کی معرفت

سے معزول ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک خضر کے تمام

عزیز خضر مخصوص بسلام و دعاء

برادر عزیز کے دونوں خطے ایک محمود لائے اور دوسرا بدیع پڑھا۔ اسے بھائی! یہ اہل

ہے کہ اَلْمَعْدُوْمُ لَا یَتَّغَیَّرُ وَالْمَقْسُوْمُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ ہر شخص کے لئے جو مقرر ہے وہ خداوند

تعالیٰ کو معلوم ہے اس میں کسی کے لئے بھی تغیر و تبدل نہیں اور ہر ایک نے جو ازل میں مقسم ہو چکا

ہے کہ وہ کیا کرے گا، کیا کھائے گا اور کیا پہنے گا۔ اس میں ذرہ برابر کمی بیشی نہیں ہوتی، حلال ہو

یا حرام، طاعت ہو یا معصیت وہی اس سے ظہور میں آتا ہے جس کا حکم ازل میں ہو چکا ہے اور جو تقدیر

ہو چکا ہے۔ حکم کی تعمیل کرنے اور تقدیر کے آگے گردن ڈال دینے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اسی کو

کہا ہے ۷

آدمی بے غمی رانیت پاتے در گل بسز آدمی رانیت

شادی از اہل مصوٰگنا نہ است آدمی را خود اندوہ از خانہ است

(آدمی غم سے نجات پانے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا، حیران و پریشان سوا آدمی کے اور کسی کے لئے نہیں، ہر

خوشی اہل زمانہ سے اجنبی اور بیگانہ ہے آدمی کو تو ازل گھر سے عزن و طلال ملا ہے

اسے بھائی! کیا کیا جاتے ایک لاکھ چوبیس ہزار بیجا مبران علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے

خلق کو ایمان و عمل خیر کی دعوت دی ازل میں جو حکم ہو چکا ہے اور تقدیر میں جو مقرر ہو چکا اس میں

ذرہ برابر فرق نہ آیا نہ کمی ہوئی نہ زیادتی۔ ۷

ہر چہ استاد در شبستہ براند طفل در کتب آں تواند خواند

ہر جا استاد و زبشتہ براند
 طفل در کتب آں تواند خواند
 (استاد نے جو سختی لکھی ہے
 رو کا کتب میں وہی پڑھے گا)

ہاں اتنا ضرور ہے کہ جو ایمان اور عمل خیر ظہور میں آیا وہ انہیں انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے ظاہر ہوا
 اس سے زیادہ نہیں ہے چونکہ دنیا عالم حکمت ہے یہاں کے کام واسطہ ہی سے چلتے ہیں پھر بھی شخص
 سے وہی عمل میں آتا ہے جس کا حکم ازل میں ہو چکا ہے اور وہ اس کی تقدیر ہو چکی ہے اس میں کوئی کمی و
 بیشی نہیں ہوتی۔ اسی کو کہا ہے ۔

کز پئے جانن حکم یزدانی : شب بشت آنکہ روزی خوانی

(تیری جان کے لئے حکم خداوندی نے رات کو جو لکھا ہے دن کو تو وہی پڑھتا ہے)
 لیکن یہ ساری گفتگو جو کی گئی یہ عقیدہ ہے مومن کا اسی پر عقیدہ ہونا چاہیے تاکہ اس کا ایمان صحیح
 رہ سکے۔ بندہ کے لئے ازل کا حکم حجت نہیں ہے (یعنی بے عمل کے لئے اس کو سہلا نہیں دینا چاہیے کہ تقدیر
 میں تو یہی ہے) ان آئی کو چاہیے کہ اپنے عمل سے فعال بنے و بہت کام کرنے والا اور اپنے ناپسندیدہ برے
 کاموں کو خود ناپسند کرے اور سب سے توبہ استغفار کرتا رہے بندگی یہی ہے ۔

گر کردین داری اسے پاوسر راہ دین این است ذیں رہد گند

گوشہ گیر ذیں سرانے مجاز گوشہ آبخہاں درومی ساز

(اے بے ڈھنگے بے سرو پا، اگر دین کا سودا تیرے سر میں ہے تو دین کی راہ یہ ہے اس راہ سے وہ نکل پوگا گے برس)
 اس مجازی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرے اُس جہاں کے لئے اسی دنیا میں گوشہ تیار کرے)
 ایک اہم بات آپ کے خط میں ذکر تھا کہ اس مقام کے قاضی کو مولانا صدر الدین کے مکتوب پر
 اعتراض تھا۔ اے بھائی! اگر اس بیچارے میں سعادت کی بو ہوتی اور مردان خدا کے دین کا ایک راز
 بھی سمجھتا ہوتا تو آج وہ غریب اس چھری سے ذبح نہیں ہوتا من جعل قاضیا فکانتا ذبح
 بغیر سگین (جس کو قاضی بنایا گیا تو گویا وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا)۔ جوں کہ وعید شرع کی چھری کا
 ذبح کیا ہوا ہے اس لئے مُردہ ہے۔ کہاں وہ اور کہاں ان کا دین۔ وہ ابھی شیر خوار بچہ ہے بلکہ ماں
 کے پیٹ میں ایک لوتھڑا ہے یہ بھی نہیں باپ کے پیٹ میں ایک قطرہ ہے یہ بھی نہیں بلکہ عدم میں بھی
 عدم ہے۔ وہ بیچارہ غمشوں کے دین سے واقف نہیں مردان خدا کے دین کی اس کو کیا خبر ایک
 بزرگ نے کہا ہے ۔

بگذار فضول گر ابو جہل در دین محمدی نیاید

(چھوڑوان جو اسیوں کو اگر ابو جہل دین محمدی میں نہیں آتا تو نہ آئے۔)

اور ایک دوسرے نے کہا:

اے کہ حق کر وہ زیر بار ترا بر چنین کار با چہ کار ترا

علم کز بہر کاخ باغ بود باچھو مرد ز در چہ سراغ بود

(اے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے تجھے کتابوں کے بوجھ کے نیچے دبا دیا، ان کا مل کے تجھے کیا سزا ہے

وہ علم جو عمل اور باغ کے حصول کے لئے ہو اس کی مثال چوروں کے چسراغ کی ہے)

اے بھائی! منکران اہل مکہ اسی طرح اپنے لئے بینائی، گویائی اور شہزادائی کا دعویٰ کرتے تھے تو ان کے

اس دعویٰ کی رد میں ان کے لئے یہ جواب آیا **مَنْ بَكَّمَ عُنَى**۔ اندھے بہرے اور گونگے ہیں، علماء

آخرت علماء دنیا کو اسی طرح جانتے ہیں اور سب کو معذور سمجھتے ہیں اس لئے کہ جس کے پاس شہزادائی،

گویائی اور بینائی ہے وہ اندھے بہرے اور گونگے کو معذور قابل معافی جانتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر کہ اندر حجاب جاوید است مثل او باچھو بوم و خورشید است

دین عقل برگزیند حق ویدہ رنگ میں نہ بنید حق

(جو دائمی حجاب و پردہ میں ہے اس کی مثال آفتاب و آلو کی ہے۔ عقل کی آنکھ حق و صدا

قبول کر لیتی ہے رنگ و روپ پر نظر رکھنے والی آنکھ حق کو نہیں دیکھتی۔)

کہتے ہیں اسلام اس وقت تر و تازہ تھا جب تک علماء دنیا پیدا نہیں ہوئے تھے۔ جب علماء دنیا پیدا

ہوئے تو اسلام میں خلل بڑ گیا چنانچہ ایک بزرگ نے شیطان کو دکھا بیکار بیٹھا ہوا ہے انہوں نے

پوچھا تعجب ہے، تجھے فارغ دیکھتا ہوں؟ اس نے کہا علماء دنیا ظاہر ہو گئے ہیں اب میرا کام نہیں رہا۔

جانتے ہو علماء دنیا کون ہیں وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کی روٹی کھاتے ہیں اور امراء و سلاطین کے در کو

اپنا قبلہ بنا لئے ہوئے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ دنیا کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور جو آخرت کی

کمانی کا وسیلہ ہے اسے دنیا کے حصول کا ذریعہ بنا لئے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے۔

علم کز بہر کاخ و باغ بود باچھو مرد ز در چہ سراغ بود

(جو علم باغ و مہلات کے لئے ہے، وہ مواد چوروں کے چسراغ کے مانند ہے)

افسوس ہوا اور ملال بڑھا استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ۔

ایک بات اور شیخ سلیمان نے اپنے اوپر زحمت کیوں لی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سال ابوطالب اور ابو جہل کو دعوت دی کوئی فائدہ نہ ہوا وہ بیچارہ جو شرع کی پھری کا ذبح کیا ہوا ہے وہ مذبح مردہ ہوتا ہے شیخ سلیمان کی دلیلوں اور گفتگو کو وہ کیسے مان سکتا ہے۔ ❁

واللہ اعلم بالصواب۔ والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۵۱

تقدیر پر راضی رہنے اور خداوند بے مثال کی فرمان داری میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک خضر مذکور کے نام

عسیر سلمہ اللہ خصوصی دُعا

عرض یہ ہے کہ فرزند مصفیٰ کے خط سے حادثہ کا پورا حال معلوم ہوا تھا۔ خط کے آخری حصہ پر نظر پڑی تو لکھا تھا کہ ایک دو روز میں رہائی ہو جائے گی چنانچہ خیال یہی تھا کہ رہائی ہو چکی ہوگی اور شام تک نہیں رہا ہوگا۔ پھر آج ۵ ہزدی الحجہ کو اہوت فرزند مصفیٰ کا خط پہنچا جس میں مرقوم تھا کہ ایک وہی حال برقرار ہے چنانچہ دل کو شہرت کے تعافذ کی بنا پر تشویش یا فکر لاحق ہوئی۔ تقدیر اور خداوند تعالیٰ کے حکم کے آگے راضی ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل کے حوالہ کر دیا انشاء اللہ جلد سے جلد رہائی اور سنگاری ہو جائے گی اور فتحیابی و غلامی ظاہر ہوگی جیسا کہ کہتا ہے۔

گر آہر سزائے ماست آخر ہم فضل برائے ماست آخر

(آخر اس کا قباب اگر ہمارے لئے ہے تو یقیناً اس کا فضل بھی ہمارے ہی لئے ہے۔)

بندہ کو بندگی کی بنا پر خداوند تعالیٰ کے حکم پر راضی رہنا اور اس کی تقدیر پر سوائے گردن جھکانے کے

چارہ نہیں۔

چہ کند بندہ کہ گردن نہ نہد فرماں ما چہ کند گوے کہ تن در نہ نہد چو گاں را

(بندہ اگر خدا کے حکم پر گردن نہ جھکائے تو کیا کرے گیند اگر کھلاڑی کے بالے کے ٹھوکروں پر نہ چبے تو کیا کرے۔)

اسے نبائی! دنیا یوں کہ باخاندان اور ابتلا و گردش کی جگہ ہے تو بندہ کو در مختلف حال سے چارہ نہیں ہے

زمانہ بدتر ہوتا ہے زمانہ کبھی نعمت عطا کرتا ہے اور کبھی مصیبت و بلا میں ڈال دیتا ہے۔ بندہ کو کبھی ایک حال پر نہیں رہنے دیتا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں

گہ با کف پر سیم و گہ در ویشم گہ دل پر نشا و گہ دل ریشم

گہ واپس جملہ خلق و گہ در پشیم من بو قلمون روزگار خوشیم

(کبھی مری ٹھی چاندی سے بھری ہوتی ہے اور کبھی تھی دست ہوتا ہوں دل کبھی سرست و شانمان سے بھرا ہوا اور کبھی

زخمی و چوڑ ہوتا ہے کبھی سارے تہاں کے پیچھے پیچھے اور کبھی سب کے آگے آگے ہوں میں اپنے زمانہ کا تماشنا بنا ہوا ہوں۔)

جب پدربزرگوار آدمؑ کو نبوت کے تاج و تخت و مملکت کے باوجود بہشت جیسے مقام

میں بغیر بلا و آزمائش کے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ تاج و تخت بادشاہی کے ساتھ صبح کو بہشت میں داخل

فرمایا ابھی شام بھی نہیں ہوئی تھی کہ برہنہ کر کے بہشت سے باہر بھیج دیا گیا تو ان کے آل و اولاد کو دنیا جیسے

بلاخانہ میں رہتے ہوئے بغیر آزمائش کے کیسے چھوڑیں گے۔

اؤ ظلم نمی کند بہ تحقیق و یقین لیکن من بیچارہ پسین مظلوم

(یہ حقیقت ہے کہ یقیناً وہ ظلم نہیں کرتا ہے لیکن میں غریب پھر بھی مظلوم ہی ہوں۔)

اے بھائی! قضا و قدر کے راز سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ آگاہ نہیں غریب مقل کی اس کے قضا و قدر کے

اسراژ تک پہنچ کہاں۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری بھلائی اسی چیز میں ہو جو ہمیں اپنے لئے ناپسند و ناگوار

ہوتی ہے۔ عسی ان تکرہوا شیئا و صو حیرتک۔

یوسف علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو ایک معصوم نابالغ بچہ کمان کے برادران کنواں میں

ڈال دیتے ہیں بغیر کسی تصور کے اس کے بعد انہیں ان سے نکال کر بہت معمولی سی قیمت میں بیچ دیتے

ہیں پھر اس قید و بند غلامی سے نکال کر تخت نشاہی پر بٹھار دیا جاتا ہے۔

اے جہان جاں ہمہ جیران تو صد ہزاراں عقل سرگردان تو

(مے تمام جانوں کے جہاں سب کے آپکے کوششوں سے حیرت میں ہیں لاکھوں عقل سرگردان و پریشان ہیں)

سلامتی عدم میں ہے یا قدم میں لیکن ایسا وجود و عدم کے بیچ ہو وہ تو مصیبت و بلا و آزمائش ہی ہے

اور ان سب کی علت و سبب کیا بیان کیا جائے۔ عراقی نے اسی مضمون کو کہتے ہیں

اے کاشش نبود کی عراقی کز تست ہمہ فساد باقی

(مے عراقی کاشش تیرا وجود نہ ہوتا عالم کی یہ ساری خرابیاں ترے ہی سبب سے ہیں۔)

اور ایک دوسرے نے فریاد کیا ہے۔

چوموئے شدم زینج ہریدائے دروہر بود دست چومن ناشائے

برخیزد اگر جہد بین ناگہ بایے چوں چنگ زہر گئے زین لڑائے

(رینج دستہ ہتے ہتے سو کہ کہ بل کے مانند ہوگی ہوں زما دیں مجھ سے زیادہ کوئی اندوگہی نہ ہوگا۔

اگر مرے باطن سے بیکایک آہ کا گورڈ نکلتے تو حمار کے تاروں کی طرح مرے ہر گسٹے فریاد کی بجھکا آئے گئے۔)

لیکن جب حکم یہ ہے اَلَا يٰۤاِيْمٰنُ نِصْفٰنِ نِصْفِهٖ شُكْرًا وَنِصْفِهٖ صِدْقًا۔ ایمان کے دو برابر حصے ہر ایک

حصہ شکر و دوسرا صبر کا تو نعمت میں شکر کرنا چاہیے اور بلا میں صبر تاکہ بندگی کی ادائیگی ہو اور ان دونوں

حال میں حکم رہنا چاہیے اور مردان دین کی پیروی کرنا چاہیے اس کی اس قدر نعمتیں اور احسان ہیں کہ

اگر سارے عالم کے لوگ خدا کو ناپائیدار تو شمار نہیں کر سکتے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وَاِنْ تُعٰدُوْا

بِعَمَلِكُمْ لَا تَحْضُرُوْهُا اور اس کے مقابلہ میں تمہاری جانب سے صبر و شکر کو کافی قرار دیا ہے۔

اسی کو کہا ہے۔

ناکساں را بے لطف خود کس کہ شکر و صبرے زینبغاں بس کہ

(بے قدروں کو اپنے کرم سے قابل قدر بنا دیا اور اس کے مقابلہ میں بندوں سے صبر و شکر کو بہت کچھ قرار دیا۔)

اور اس صبر و شکر پر اتنی ساری خوشخبریاں دی گئی ہیں۔

ہر حدیہ کہ فاری اسے درویش حدیہ حق شکر نہ کرے خویش

(اے درویش یہ تمام نعمتیں جو تیرے پاس ہیں اسے حق سبحانہ تعالیٰ کا عطیہ جان یہ تیری اپنی کمائی نہیں ہے۔)

عاقبت و عاقبت تمام مسلمانوں کے ساتھ بخیر ہو بجز امت النبی و آلہ الامجاد۔ والسلام

فقیر شرف مینیری

مکتوب ۵۲

اشتقاق و محبت میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک سہیل الدین کے نام

دستور و عمار کی پیش کش کے بعد واضح ہو برادر۔

خواجہ سلیمان نے آپ کا خط 'خمس' و تقدیر کے ساتھ پہنچایا 'تَقْبَلُ اللهُ مِنْكَ كَاتِبٌ
جزاك الله تعالى آپ کی جانب سے میرے لئے قبول فرمائے اور بہترین اجر عطا کرے۔ اور آپ کے
اشتیاق و محبت کو جو اس دعا گو سے ہے خوب خوب بیان کیا۔ اسے بھائی! کسی کو دیکھنا اور اس
سے عشق و محبت کا ہو جانا یہ تو عام طور سے ہوتا ہے لیکن کسی کا نام سن کر اس پر عاشق ہو جانا یہ ایک
نادر کلام اور تعجب خیز راز ہے۔

بہر عشقش نگشت مدرک خلق زانکہ بیرون ست از قیاس و گماں

ایں عجب ترک نام اعظم او در دو عالم نہ گفت کس بزبان

(حق سبحانہ تعالیٰ کے عشق کے اسرار تک لوگوں کی پہنچ نہ ہوگی اس لئے کہ وہ خود قیاس و ہم و گماں سے بالاتر ہے۔

اور اس پر یہ تعجب بالائے تعجب ہے کہ دونوں جہاں میں کسی نے بھی اس کے ہم نام رہنے سے بیان نہیں کیا۔)

جناب یوسف علیہ السلام کے نام بھائی معشر میں موجود تھے ان میں کسی کو بھی یوسف علیہ السلام کے پیرا بن کی جو معلوم نہ ہوئی تھی

جو مصر سے نئی فرنگ تقریباً پانچ سو پچاس میل کی دوری پر ہے۔ جناب یوسف علیہ السلام کے پیرا بن کی تو جناب

یعقوب علیہ السلام کو کنعان میں پہنچتی ہے چوں کہ یعقوب علیہ السلام محب و عاشق تھے اور یقیناً محبوب و مشوق کی خوشبو و عبادت

ہی کو طبعی ہے دوسرے کو یہ کہاں نصیب ہوا اگرچہ ایک ہی مجلس میں موجود تھے محبت کا یہ سلسلہ خود عجائب و غرائب میں سے

ہے عشق و محبت کے احکام اہل محبت اور عاشق کے عقد و نصیب کی چیز ہے اہل ظاہر اور صورت پرستوں سے بہت دور

ہیں ان کے لئے اس پر ایمان کننا ہی بہت بڑی چیز ہے اس لئے کہ اس کا تعلق ذوق مزہ یعنی چکھنے کی ہوا ہی معنی کو کہا ہے

عقل فرماں کشیدنی باشد عشق و ایمان چشیدنی باشد

(عقل تو فرمان کی بجا آوری کے لئے ہے۔ عشق و ایمان کا تعلق ذائقہ اور مزہ سے ہے)

اسی کو بزرگوں نے کہا ہے کہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو ہمارے زانو سے لگے بیٹھے ہیں لیکن ہمارے

اور ان کے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہے اور بہت سارے لوگ وہ ہیں جو کچھیم کے سرے پر ہیں

یا یورب کے سرے پر ہیں لیکن وہ ہم سے بالکل متصل پہلو سے لگے بیٹھے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ لَا بُعْدَ

مَعَ الْمُحْتَبَةِ وَلَا قُرْبَ مَعَ الْعَدَاوَةِ۔ جہاں محبت ہے وہاں حسد و نظر سے دور رہنے میں کیا فرق ہوتا ہے

اور جہاں محبت نہیں ہے وہاں قرب و نزدیکی سے کیا نفع ہے؟

نقل ہے کہ ایک اعرابی نے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غرض کی یا سوال کیا

مجھے حضور سے بے حد محبت ہے لیکن مرا مسکن مدینہ سے بہت دور ہے میں راستہ کی دوری کے سبب

حضور کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتا ہوں مرا حال کیا ہوگا میرے لئے کیا حکم ہے؛ ارشاد محبوب العالمین
صلی اللہ علیہ وسلم ہوا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی محبت کے قانون کے تحت ہر شخص اپنے محبوب کے
ساتھ ہے۔ اعرابی خوش ہو گئے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ س

مانہ گدا نسیم چو سلطان عشق از مدد حسن تو سلطان ماست
در سحر از غیب شنیدیم کہ وکوش در دو جہاں درد تو در مان ماست

(میں بیڑا گدا اگر نہیں ہوں جب کہ آپ کے حسن جہاں تاب کی مدد سے سلطان عشق ہمارا شہنشاہ ہے)

کہا جاتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے اس وقت تک ایسی سرت و شلوامانی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
کو کبھی نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اس روز میں دن یہ حدیث شریف فرمائی گئی اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ تمام
سوخنجان جگر عجبان و طالبان خدا و رسول کے لئے یہ حدیث شریف اکسیر شفا ہو گئی ہے اور تمام صحرا
محبت کے بھٹکنے والوں کے لئے دستگیر بن گئی ہے۔ س

مخرب جہاں جمال خرسارہ ماست سلطان جہاں در دل بجا ماست

(عالم کا محراب یہ آسمانی ماہ خوشید سب ہمارے خبار کا حسن میں سائے عالم کا شہنشاہ ہمارے محبت بھر طہ میں ہے)

یہ ساری تقریر اس لئے کی گئی کہ اصل کام محبت ہے جہاں چاہو رہو شرق میں یا مغرب میں محبت

کی بنا پر جہاں بھی ہو تم اپنے محبوب کے ساتھ ہواہ کی دوری کا کیا خون۔ اسی کو کہا ہے س

منزل ہمت ماست عالم قدس کے قدم گاہ جبرئیل بود

بے واسطہ رسد بقصد صدق چوں کہ عشقش ترا دلیل بود

(ہمت کی منزل وہ پاک عالم ہے اس عالم پاک میں جبرئیل کے قدم کہاں پہنچ سکتے ہیں۔

بغیر کسی واسطہ ذریعہ کے بقصد صدق میں اپنے مالک مقدر کے پاس پہنچ جاتے ہیں کہونکہ عشق ہی پکارا ہے ہر جاتا ہے)

چوں کہ برا در عزیز کو عقیدت اور حسن ظن اس فقیر سے ہے تو میں بھی آپ کو قبول کیا اور اپنے پیروں کا

طاقیہ (کلاہ) بھیج رہا ہوں ایک دعوت کا اہتمام کیجئے کچھ درویشوں کو جو وہاں ہوں بلائیے ان کی

موجودگی میں طاقیہ پہنے اور دو رکعت شکرانہ ادا کیجئے اور ہمیشہ با وضو رہئے ہر دن صبح کے

بعد دو رکعت شکرانہ وضو مزید پڑھئے جس وقت بھی ہو خواہ وہ وقت عصر کی نماز کے بعد

ہی کا کیوں نہ ہو۔ اور اس فقیر کے مکتوبات و ملفوظات جو وہاں پہنچے ہیں انہیں آداب کے ساتھ

مطالعہ کیجئے اور اس پر اپنی دست توت کے مطابق عمل کیجئے۔ س

تقصیر مکن ایچ تو در کردن طاعت کا نہا کہ بیایست ترا جملہ بدعت
 طاعت و عبادت میں تم ہرگز کمی نہ کرو اس لئے کہ تمہیں جو کچھ چاہئے وہ سب عطا کر دیا ہے
 اس قانون کے تحت کہ قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے 'القلم أحد اللسانین' موقوفات و
 مکتوبات کا وظیفہ اس تصور یعنی برزخ میں کرو کہ اس فقیر کی زبان کے سن رہے ہو۔

وَالسَّلَام

خاکسار شرف مینیری



مکتوب شہد

دنیا کی بے وفائی اور اس کی مذمت میں

بِاسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ملک شمس الدین کے نام

کار عالم جو طلسم و پیچ نیت

بجز خرابی در خرابی پیچ نیت

از طلسم او شد آگہ کے

در میان خاک و خون وارو بے

د فریب نظر ایک دھوکہ ہے دنیا

سلسل خرابی کی دنیا ہے دنیا

نہیں کول واقف طلسموں سے اس کے

ہیں خاک و خون میں کرشموں سے اس کے

اے بھائی! دنیا مکار ہے دغا فریبی اپنے وقت کی رنگ بدلنے والی گرت ہے دیکھنے میں

شہد اندر سے زہر پلاہل ہے جسے صبح نوازتی ہے رات میں اسے چھوڑ دیتی ہے صبح سویرے اگر کسی کو

سر جڑھاتی ہے تو شام کو اپنے قدموں میں ڈال کر روند ڈالتی ہے اس کا جام خس و خاشاک کی آلودگی سے

پاک نہیں ہوتا اس کا پیالہ شہد زہر کے نیش سے خالی نہیں ہوتا جیسا کہ کہل ہے

از جام او پیش کہ در آن جام زہر ہاست گل برگ او سو کہ در آن زیر خار ہاست

دہرستیزہ کار ندارد و فائز کس ویدیم و آزمودہ شنیدیم بار ہاست

(اس دنیا کے پیالہ سے کچھ بھی زبان پر نہ رکھو کیوں کہ اس پیالہ میں زہر پھرا ہوا ہے اس کے

پھول پیوں کو نہ سونگھو اس کے نیچے کانٹے ہی کانٹے ہیں اس جگر دلو دنیا نے کسی کے ساتھ دغا

نہیں کی ہے بار بار دیکھ چکا ہوں آرزو چکا ہوں اور سن چکا ہوں)

marfat.com

یہ بڑھیا مکار و مین بن کر بہت سارے بادشاہوں اور چھانوں کو قتل کر چکی ہے ایسا کہ وہ یاد کریں اور بہت سے اپنے مانتوں کو پاؤں تلے اس طرح رندہ کر چکی ہے کہ وہ یاد کریں کسی کو بھی کوئی چیز دیتی ہے پھر پھینکتی ہے اور جس کو کچھ دیتی ہے پھر اس سے اس کے واپسی کا مطالبہ کرتی ہے۔
جیسا کہ کسی نے کہا ہے

دہ بستاند و عارے ندارد بجز داد دستد کارے ندارد
چرخ شد مرترا این سفلد ایام کو یک یک باز بستاند سر انجام

(دیتی ہے اور پھر لے لیتی ہے اور اس میں اسے نرا شرم نہیں آتی دیکھ لینے کے سوا اس کا وہ سزا کا ہی نہیں ہے) یہ کہینہ زمانہ یعنی دنیا تجھے کیا دے گی اس کا یہی طریقہ ہے جو دیتی ہے ایک ایک کر کے واپس لے لیتی ہے "الدُّنْيَا سَاحِرَةٌ" دنیا جادو گر ہے اس کی جادوگری کا یہ حال ہے کہ اس کی ساری نمائش و زیبائش خواب کی طرح ہے اس کی خوراک اسی پوشاک ایک خیال جیسی ہے اس کی لذتیں شہوتیں احتلام کے مانند ہیں ان سب کے باوجود ایک عالم اس کتنے سچے سرگرداں و پریشان ہے۔ سچ کہا ہے جس نے کہا ہے۔

حَالِ دُنْيَا رَہْ پُر سِدِّیْمِ مَن اَز نَسْر زَانَدَ گفتمت یا خوابے ست یا باوریت یا افانہ
باز گفتمت حال آن کس گو کہ دل درو بہت گفتمت یا فو لے ست یا دیوریت یا دیوانہ

(میں نے ایک عاقل سے دنیا کا حال پوچھا اس نے کہا دنیا خواب ہے یا ہوا ہے یا افانہ و کہانی ہے۔

پھر میں نے کہا اس شخص کا حال بناؤ جس نے اس دنیا سے دل نکال رکھا ہے کہا ایسا شخص دیکھو شیطان یا دیوانہ ہو) عجب حال ہے اس دنیا کا۔ یہاں شادی بے ماتم، خوشی بے غم، زندگی بے موت، صحت بے غیر مرض، بقا بے فنا، مراد بے رنج و مصیبت، غذا بے بلا میں گرفتار ہوئے، فنا محال ہے اس کے باوجود ایک جہاں اس کی تلاش میں سرگمیاں ہے سینکڑوں فتنے و بلاؤں میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ خواجہ عطار حرّیؒ نے کہا ہے۔

دو دنیا چوں نہنگے سر کشید نیک و بد راتا بگردن در کشید
جملہ راتا حشر بجز پیند دست ایچ کس از مکر و دام ادبست
خاک عالم جمع کن چوں خاک بیز بر سر دنیا و مردم خاک ریز
زانکہ گر یک لقمہ ناں باشد ترا صد بلا از بعد آن باشد ترا

سے خاک بیز۔ نیا۔ یا۔ سواروں کی خاک سترے سونے چاندی کے ذرہ چھیننے والا۔

اس کہنی دنیا نے گھڑیال کی طنز سر نکالا ہے اچھے اور بُرے سب کو گردن تک پانی میں کھینچ لیا
قیامت تک کئے سب کو اپنی پیمت میں اس نئے دنیا کوئی بھی اس کے گرد فریک جاکر نہیں بیٹھا
سارے جہاں کی خاک کو نیار یا کی طرح جمع کر دیا اور دنیا والوں کے سروں پر اس خاک کو ڈال دو
اس نئے کہ دن کا ایک ٹکڑا بھی اگر اس سے تم کو ملا تو اس کے بعد کڑوں بلائیں تہا سر پہ آجائیں گی
کہتے ہیں ایک عالم تھا چار سو صندوق علمی کتابیں اسے یاد تھیں اس کا کام مجلسوں میں علمی تقریریں
اور عبادت کے سوا دوسرا نہ تھا لیکن اس کا دل دنیا کی محبت میں مبتلا تھا اس زمانہ کے بیخاہر
علیہ السلام پر وحی آئی کہ اس دنیا دار عالم سے کہہ دیجئے اگرچہ تم ذاتِ حق علمی مشغلہ اور عبادت میں
رہتے ہو اور چار سو صندوق علمی کتابیں تمہیں یاد ہیں لیکن جب تمہارا دل دنیا کی محبت سے لبریز ہے
تو تمہارا کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ کسی نے کہا ہے۔

چوں تو دنیا دوستی حق ذرہ از تو پذیرد و چو باشی غزوة

چوں ز دل دنیا دوستی دور افکندہیت جائے تو غرور و فرخ سوزندہیت

صد جہاں علم با معنی بہم دوزخ آرد بار یا دنیا بہم

(جب تم دنیا کو محبوب رکھتے ہو تو حق سبحانہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں سے ایک ننگ کی شکل میں فریاد نکالے گا کہ تمہاری بے

جب تمہارا دل دنیا سے دور نہیں ہے تو تمہاری جگہ کہتے ہوئے دوزخ کے علاوہ اور کس نہیں

علم کا سینکڑوں جہاں اور اس کے عالیٰ تمہیں حاصل میں تو بھی ایسے علم کا شرہ دوزخ ہوگا یا دنیا ہوگا)

اسے بھائی! دنیا کے ان سب عیبوں کے اور سینکڑوں غلطیوں کے باوجود ایک ہنر

دعویٰ بھی اس میں ہے کہ وہی دنیا خوش قسمتوں کے لئے آخرت کی کھیتی ہے۔ بھرا شہر بار اور عزت پر اللہ

رب العزت کا بے انتہا شکر واجب ہے کہ وہاں سے آنے والے سلسلے برادر عزیز کے بد میں یہ خبر پتے

رہے ہیں کہ آپ نے دنیا کو مزرعہ آخرت بنا لیا ہے آپ کے بار میں سب کلمہ ہی نیک گمان ہے

اللَّهُمَّ نَزِدْ نَزْدَ بَحْرَمَتِ الْبَيْتِ وَالْآلِ الْآبِجَادِ۔ دنیا کی دولت کا حصول اس حیثیت سے اچھا ہے۔

حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نِعْمَ الْمَالُ الْمَالُ لِلرَّحْمَنِ الْكَرِيمِ

دلچسپ مال ہے صالح آدمی کا صالح آدمیوں کے لئے) یقین ہے کہ اس حدیث شریف کی خوشخبری میں

آپ برادر عزیز شامل ہیں۔ الغرض دنیا اس حدیث شریف کے مطابق بُری نہیں

ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

جملہ جنسیں کر دی ترا دنیا کو ست بس برائے دیں تو دنیا دار دوست
 (جیہ تمہیں مفت سے تحفہ ہو گئے تو دنیا تمہارے لئے بھی چیز ہے دین کے لئے دنیا سے دوستی کر سکتے ہو)
 اے بھائی! جہاں تک تم سے ہو سکے اپنے اٹھ اپنی زبان اپنے کاغذ و قلم اور اپنے نقد و
 جس سے اس دنیا کی کھستی میں آخرت کی کمانی کروا کر پرتہا رہے پاس کفن کے لئے بھی کچھ نہ بچے
 تو بھی گنہ گار جانز ہے۔

جملہ راز و فرد کن پائے راست گر کفن را بیچ نہ گذاری رواست

وَالسَّلَام

حقیر شرف میزبانی

مکتوب ۵۲

بقدر ضرورت پر قناعت اور بقدر حاجت پر انکفا کرنے میں
 ربشہم الرحمن الرحیم

خواجہ غلام پوری کے نام
 بھائی خواجگی کتاب مکتوب شرف میزبانی کا سلام و دعا قبول کریں۔
 کہتا ہے۔ اے بھائی! اگر کوئی شخص دنیا کے عیبوں اور اس کی بلاؤں کو زندگی بھر جلد کے جلد
 میں لٹھا کرے تو بھی ختم نہ ہو تو چاہیے کہ جتنا ضروری ہے اتنے پر اگر قناعت نہیں کر سکتا ہے تو جتنا
 اس کی حاجت ہے اس پر قناعت کہے تاکہ دنیا کی بلاؤں اس کے فتنوں سے محفوظ رہ سکے مرنے اور
 قبر چھاننے کی تیاری میں اپنی استعداد بھر مشغول ہو سکے۔

بیچ کس بلو جہاں بکسر ویر از قناعت نیت ملک بیشتر

ہر کہ در راہ قناعت مروشد ملک دنیا بر دل او سرد شد

نفس قانع گر گدائی می کند در حقیقت بادشائی می کند

بچوں ترالنے و خلقانے بود ہر سرے تو سلسلے نے بود

ہر کہ او از دار دنیا پاک شد نور مطلق گشت اگر چہ خاک شد

کسی کے لئے تمام سہرا زمین کی دنیا میں قناعت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ جو شخص قناعت

کی راہ کا مرد ہوا، دنیا اور دنیا کی ساری مملکت اس کے دل پر سرد ہو گئی، اگر قناعت والا لگاگری کرتا ہے تو حقیقت میں وہ بادشاہی کر رہا ہے۔ اگر تیرے پاس صرف ایک روٹی اور ایک ہی پھٹا پھٹا پیرہن ہو تو تیرے جسم کا ہر رُوں ایک بادشاہ ہے جو شخص اس دنیا سے پاک و صاف ہو گیا تو نور مطلق رہ گیا کیوں کہ وہ تو خاک ہو چکا۔

ایک فقیر سکرات موت میں تھے اس گھڑی انہوں نے وہ کملی جوان کے کاغذ پر تھی اسے علیحدہ کر دیا لوگوں نے کہا یہ کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ اس لئے کہ جس طرح برہنہ آیا ہوں اسی طرح مجاہد فیقیری میں مکمل راحت و آرام ہے دنیا والوں کے بلا اور فتنوں سے نجات ہے ایک فقیر کے لئے انتہا درجہ کی سختی یہی ہے کہ وہ فاقہ میں ہو، وہ رات جس میں اسے فاقہ ہو وہ رات اس کے معراج کی ہے چنانچہ ارباب تصوف اور فقر کا قول ہے۔ مِعْرَاجُ الْفَقِيرِ لَيْلَةُ الْفَاقَةِ (فقیر کے معراج اس کے فاقہ کی رات ہے) تو معلوم ہوا کہ فقیری سے اعلیٰ و افضل کوئی نعمت نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گرچہ چندانی سلیمان کا رداست کز میں تا عرش گیر و دار داشت
مسکت را قدر چوں بشناخت او قوت از زنبیل باقی ساخت او

(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کی مشغولیت کا یہ عالم تھا کہ زمین سے آسمان تک حکومت کرتے تھے لیکن جب انہوں نے مسکینی کی قدر معلوم کر لی تو تھیلے بننے کو رزق کا ذریعہ بنا لیا۔)

اے بھائی! فقر و روشی اسرار میں سے خاص راز ہے ملک و حکومت یعنی عالم ظاہر و باطن میں جو کچھ ہے وہ تمام کائنات معراج کی شب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دی گئیں لیکن حضور نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہ دیکھا اور فرمایا اَلْفَقْرُ فِخْرِي لَا يَجِيءُ نَقْوًا (فقر ہے) اور جناب آدم پیغمبر علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا آنٹوں بہشت تحت تصرف میں دیدی گئیں جب حضرت کی نظر فقر و روشی کے راز پر پڑی تو آنٹوں بہشت کو گہیوں کے ایک دانہ پر بیچ دیا۔ اسی کو کہا ہے۔

جانِ آدم چون بستہ فقر سوخت هشت جنت را بیک گندم فروخت

(جب جناب آدم کی جان فقر کے اسرار سے لپک اٹھی تو آنٹوں جنت کو ایک گندم کے عوض اپنے بیچ دیا۔) جب کبھی شیطان دوسرے ڈالے نفس پریشان و تنگ کرے اور دنیا والے طعن کریں اور قارون فرعون کی نعمتیں اور اس کی لذتیں ان دنیا داروں میں دیکھنے میں آئیں اور اس کی طرف ایک ذرہ برابر

بھی طبیعت کا میلان کبھی تو میرے اس کتوب کا اس وقت لہا کریں ادا اس سے اپنے دل کو سلی و سکین دیں۔
 عمر و زسے سچ و شش می گذرد غلامنا خوش غلام خوش می گذرد
 چمن جنیں می گذرد و عمرے کہ بہت ہیست بجز یاد ان جنیں بگرت
 (جب پنی زنگ پانچ پانچ پچھون کر کے گذرتی ہدی ہے خوشی میں ہوا خوشی میں یہ گذرتی ہی ہے
 جب یہ باتی میری ہی میں گذرتی تو پچھون معرفت کی یاد کے سوا اور کیا اتم میں رہ جائے گا۔)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۵۵

حکم خداوندی بے صبر اور نزول بلایہ نما میں
 بِرَأْسِ الْأَمْنِ الرَّحْمِيمِ

رضی اللہ عنہ کے نام

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے بھائی! حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ سے بربیل تذکر ہے، لوح محفوظ میں سب
 اول چیز جو لکھی گئی وہ یہ تھی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَنْ لَّمْ یَرِضْ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ
 عَلٰی نِعْمَتِیْ وَلَمْ یُعِیْذْ عَلٰی بَلَائِیْ فَاَیْطَلُبْ مَرَاتِبًا وَاٰی (بلاشبہ اللہ میں ہوں مرے سوا کوئی خدا
 نہیں اور میرا حکم یہ ہے کہ جو میری مرضی سے راضی نہ ہو میری نعمتوں پر شکر نہ کرے میری بلاؤں پر صبر نہ کرے اس
 سے کہدو کہ وہ میرے سوا کوئی اور خدا تلاش کرے اگر کوئی ہو) صاحبان بصیرت اور تاجداران معرفت اس
 حدیث شریف کی تہنید کی دوہشت سے ہر گھڑی لگے ہی چاہتے ہیں کہ نسبت و نابودا و رعدوم ہو جائیں مکن
 عدم کا دروازہ چوں کہ بند ہے تو کیا کریں بے بس ہو کر ہی کہتے ہیں۔

جاتی دارم کہ بار عشق تو کشد تادرسہ کات نشود نگریزم

(عس وہ جان مکتوبوں جہاں عشق کا بار اٹھا سکے جب تک یہ جان آپ کے کام نہ آجائے اس وقت تک ہنٹے والا نہیں ہوں)

نقل ہے کہ حضور بیجا میرلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت سے پوچھا اِنَّمَا اَنْتُمْ

تم کن لوگوں میں ہو؟ سب نے عرض کیا کہ ہم لوگ مومن ہیں پھر سوال ہوا، مَا عَلِمْنَا مِنْكُمْ مِنْ شَيْءٍ
ایمان کی دلیل کیا ہے؟ عرض کی بلا میں صبر کرتا ہوں، نعمت میں شکر، تقدیر اور اللہ کے فیصلہ پر راضی رہتا
ہوں۔ ارشاد ہوا قسم ہے رب کے جس کی تم لوگ مومن ہو۔

ایک عارف سے کسی پوچھا رضا کی انتہا کو کس طرح پایا؟ انہوں نے کہا رضا کی انتہا کو
نہیں پایا لیکن اس مقام تک پہنچا ہوں کہ اگر مجھے دوزخ اور بہشت کے درمیان پل بنا دیں کہ
مخلوق مجھ پر سے گذر کر بہشت میں پہنچ جائیں اور اس کے بعد تیب دوزخ دوزخوں سے غالی
ہو جائے تو اُسے مجھ سے پُر کر دیں تو حقیقتاً میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس سے راضی اور خوش رہوں
ہر کر ایک ذرہ غلت دست داد ہر دشمن مدد گو نہ دولت دست داد
گر محبت ذرہ پیدا شود کوہ از نیروے او دریا شود

(جس کسی کو اللہ کی محبت کا ایک ذرہ قیصر ہو جائے، ہر لڑکے سیکرہ دوں دولت سے دستیاب ہو جائے۔)

اگر اس محبت کا ایک ذرہ اس میں پیدا ہو جائے، تو یہاں تک بہت رحمت سے مراد این جملے،

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا خدا سے کون راضی ہوتا ہے اور اس کی علامت کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا، ایسا شخص جو مصیبت میں ایسا خوش رہے جیسے نعمت میں خوش رہتا ہے ایسی
معنی میں کہا ہے۔

گر شود ایں درد دامن گیر تو پس بود ایں درد دایم پیر تو

(اگر تجھے یہ درد پیدا ہو جائے تو یہی درد ہمیشہ کے لئے تیرا رہسبر بن جائے)

روایت میں آتا ہے کہ قوم بنی اسرائیل نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے کہا اپنے پروردگار سے

ہم لوگوں کے لئے کوئی عمل پوچھئے کہ جو ہم لوگ کریں اور ہمارے اس مل سے غنا ہم سے خوش ہو رہے

جناب موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کی، اے اللہ ہی آپ ان لوگوں کا سوال سُن رہے ہیں ذرا اللہ

جل شانہ ہوا کہ یہ لوگ ہر حال میں جس درجہ ہم سے راضی رہیں گے اس درجہ میں ہم ان سے خوش ہو سکیں

بسنده آں بہتر کہ بر سر مال رود کز خا زہ آں چہ خواہاں رود

(اللہ ہی جیسے جو فرماں بردار ہو اللہ رب العزت اس سے جو چاہے وہ کیا لائے)

اے بھائی! اللہ رب العزت کے فیصلہ سے خوش رہیں یا نہ رہیں تقدیر بدل نہیں سکتی

تو کھیرا رہی، بیقراری، ناامنی و شیون کا اظہار خود ایک گناہ ہے اس میں تو ڈرا اور غمناک رہے کہ کہیں

دارین ہر جگہ فلیٹب سٹائپسوائی (میرا فیصلہ خطوں نہیں تو وہ سب تلاش کرو) کی ڈانٹ نہ پڑ
 جلتے۔ ہوشیار موبہر گڑہر گڑاکی مرضی اس کے فیصلہ کے کسی ناخوش نہ ہونے پائے نہ ہر کی اس تلخی کو شکر
 جان کر خوشی خوشی کر یا کرو مروان دین کی امتداد کرنا چاہیے دنیا کار خفوشوں کی نہیں۔ سنیہ فیصلہ سنیہ
 مانتاں قلمت بابادہ آہر ہوند گروہم تلخ است در یاد تو چون کز ہوند
 افلاک سزا شرب کے ساتھ کچے نم کو نقل بندے میں اگر جلم تلخ ہے تپ کی یاد میں شکر کی طرح کھلتے ہیں۔

— (قطعہ) —

گویند مرا کہ باغم دوست این میر چو میر چوں گوارد
 بیدار بطبع تند رستی گرز ہر خورد و شکر شمشاد
 (مجھ سے کہتے ہیں میر چو میر چوں گئے فم کے ساتھ اس میر کو میرا لڑا لڑا کیسے گولہ کرتے ہیں)
 مریض تندی کی کہ دوس میں زہر کھاتا ہے گراس کو شکر ہی شمشاد کرتا ہے)
 اے بھائی! جس نے قتلہ قدر (فیصلے اور تقدیر) پر نظر رکھی وہ حق سبحانہ تعالیٰ کے نظارہ میں
 خنول رہا اگر دونوں جہاں کی بٹمن اس پر نکالی دی جائیں تو پہاڑ برا یک ذرہ کے برابر وہ شمار کرے انہیں
 نے خود اپنی طرف نگاہ کی و مخالف ذرا میں خنول ہوا بلا وصیت کا ایک ذرہ تنگے پر پہاڑ کے مانند اٹھے ہوس
 ہوگا اسی کو کہا ہے ۔

نوش دال ہر چہ زہر اود باشد زشت و نیکو ہمہ نکو باشد
 سوتے تو نام زشت و نام نکوست ورنہ محض عطاست ہر چہ از دست

(محبوب کی جانب سے جب بھی زہر ملے وہ نوشدارو ہے اس کی جانب سے بھی اور بڑی ہر چیز بھی ہی ہوتی ہے۔)

نیک و بد یہاں خود تری اپنی جانب رکھا ہوا ہے زرنہ محبوب کی جانب جو بھی ہے وہ اس کی عطا ہی ہے۔)

ایک شخص جس بازی کے لازم میں گرفتار ہوا پانچ سو ڈنڈے اس کی سزا کا فیصلہ ہوا ڈنڈے
 پڑتے تھے ان وہ ہنستار ہانگوں نے کہا یہ عیب تماشہ ہے ڈنڈے کھانا اور اس پر ہنستا۔ اس نے کہا جس
 وقت مجھے ڈنڈے ملتے تھے میرا شوق مرے سامنے ہوتا تھا اور میں اس کے دیدار و نظارہ میں مستغرق
 رہتا تھا ایسا کہ مجھے ڈنڈا پڑنے کی خبر ہوتی اور نہ درد کا احساس ہوتا۔ اور مھر کی عورتوں کا قہقہہ شہو ہے
 کہ خواتین مہر جناب یوسف علیہ السلام کے جمال کے مشاہدہ میں ایسا غرق ہوئیں کہ اپنے ہاتھوں کو انہوں
 نے پھری سے کاٹ لیا اور ان کو نیز بھی نہ ہوتی۔

سے نوشدارو۔ خوش ذائقہ بیدار و نفع بخش سمون۔

آں کہ از تیر او شرف دارد دیدگاں از پئے ہدف دارد

ہر بلائے کہ ذل منساید ازو ازیکے تا ہزار شاید ازو

(جسے محبوب کے نظر کے شکار ہونے کا خوف حاصل ہوتا ہے وہ اپنے دونوں دیدوں کو نشا زنبق کے

نئے کھلا رکھتا ہے۔ محبوب کی طرف سے ہر وہ بلا جس میں اس کی ذات و رسوائی ہو ایک بلا کی جیسی ہزاروں

بلائیں محبوب کی جانب سے اُسے چاہیے) صبر کی تعریف جانتے ہو کیا ہے؟ بندہ چرس قدر بلا مصیبت

ناخوشگوار آئے وہ اس سے سنجیدہ اور ناخوش نہ ہو۔ وَبِئْسَ مَا آخَذَ فَمَنْ آتَتْ فِي الْعَالَمِينَ

جو دیتا ہے وہ بھی اسی کا ہے اور جو لے لیا وہ بھی اسی کا ہے درمیان میں تم کون ہوتے ہو۔ تمہا پہنچنے سے فضولیات

کو دور کرو و غافل نہ رہو۔ مومن بن جاؤ اور ایمان کی حفاظت جان کی طرح کرو ایمان کی ساتھی کے لئے

ایک جان کیا سو جان ہو تو قربان کرو (ایمان کے مقابلہ میں) بیوی، بال بچے، ماں باپ، بھائی بہن کیا چیزیں

سے تشنہ اد میرگر تو زندہ ای خاک اس درباش گرتو بندہ ای

ذره دگر خدا در دل تورا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(اس کی محبت کی بیس میں ہر جگہ تو اب تک زلف ہے محبوب کے در کی خاک بن جاؤ تو بسندہ ہے۔ خدا کی محبت

کے لئے ایک ذرہ بھی تیرے دلوں ہے تو یقین کر لے کہ (دونوں جہاں کی دولت سے بہتر دولت تیرے پاس ہے۔)

حدیث شریف میں ہے۔ الْإِيمَانُ نِعْمَانٌ نِعْمَةٌ شُكْرٌ وَنِعْمَةٌ مَبْرُورٌ یعنی ایمان کے

دو حصے ہیں ایک نعمت، نعمت میں شکر اور دوسرا نصف، بلا میں صبر کرنا ہے آزمائش کی بھی دو قسم

ہے ایک نعمت کے ذریعہ دوسرے بلا کے ذریعہ اگر نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا

ہے اور اگر بلا و مصیبت سے آزماتے ہیں تو صبر کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ناکساں را بطف خود کس کرد شکر و صبرے ز بند گلا پس کرد

(دو چیزیں جو کسی شمار میں نہ تھیں ان کو اپنے فضل سے قابل قدر بنا دیا اور بندوں سے محض شکر کا مطالبہ کیا نہیں)

اور اگر بندہ نعمت میں شکر اور بلا و مصیبت میں صبر کرتا ہے تو جان لو اس کے پاس ایمان و توحید ہے اور اگر ایمان

و توحید کا دعویٰ دیکھتے ہو اور یہ دونوں صفاتیں نہیں پاتے تو سمجھ لو کہ محض دعویٰ ہے اور محض دعویٰ بغیر ثبوت و

شہود معلوم ہے کیا ہے؟ اگر کوئی شخص قاضی کی عدالت کے کمرہ میں دعویٰ پیش کرے اور اس دعویٰ پر گواہ

و شاہد اس کے پاس نہ ہو تو قاضی کی عدالت میں کیلئے جائے گا۔

اسی کو کہا ہے۔

نہیں کس بلا از حقیقت آگئی جملہ می میرزا با دست تھی
 کسی کو بھی حقیقت کی اطلاع نہیں ، سبک سب یہاں غالی ہاتھ جاتیں گے
 امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے بقول ہے الْقَتْبُ مِنْ الْإِيمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّاسِ مِنْ الْجَسَدِ
 ایمان کے لئے میرزا کے در میں ہے اور یہ جانتے ہوئے کہ غیر سر کا ہم کس کام کا ہوتا ہے اسی طرح بغیر میرزا کا ایمان ہے
 اسی کو کہا ہے ۔

دور دور است و بلا خوردن . بستہ بودن و بندگی کردن

(بلا ہیبت کی حالت میں جتنی بندہ رہتا اور کج بندگی کرتا بہت دور ہے۔)

اے بھائی! بلا میں بہت سارے روز و اسرار میں اور بڑے کام میں کہ جو نعمت میں نہیں ہیں غلط
 تعلق کا طریقہ دکھائی ہے کہ جتنے انعام و اکرام رکھے ہیں وہ سب بلا کے پردہ کے اندر ہیں جیسا کہ کہا ہے۔

ہر بلا کی قوم را حق طاہر است زیر آں گنج کرم بنہاد طاہر است

(حق بھلا تعلق نے جتنی بلا میں اس قوم پر ظالم ہیں ان سب کی تہ میں اپنے کرم کا خزانہ چھپا رکھا ہے۔)

بزرگوں نے جناب ایوب علیہ السلام کے فریاد کی تصریح یوں کی ہے کہ جناب ایوب علیہ السلام پر متواتر بلاؤں کا
 نزول تھا جب تک جسم پر گوشت کا حصہ رہا کوئی فریاد نہیں کی جب بدن پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں رہا بلا
 انتہا کم پہنچ گئی تو خون اس کا پیدا ہوا کہ جب بلا ختم ہو گئی تو عطا و نوازش بھی زائل ہو جائے گی تو بلا کا انتہا
 تک پہنچ جانے سے نہیں بلکہ عطا و نوال کے زوال سے فریاد کی کہ اُنھے اِنِّ مَسْتَبِي الْقَضَاءُ نَحْنُ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ
 (اے میرے رب بیشک میں نقصان میں ہوں آپ رحم الراحمین میں۔)

اے بھائی! فرعون کو بادشاہت اور اس کی عاقبت چار سو سال تک بے طلب اُسے دی گئی۔

اگر وہ درد و سوز بھوک اور مصیبت جو جناب موسیٰ علیہ السلام کے حصے کی تھی اس میں سے ایک ذرہ برابر
 مانگتا تو اُسے ہرگز نہیں دی جاتی جیسا کہ کہا ہے ۔

فرعون را نہ دارم لے دوست در دوسر زیرا کہ او نہ داشت سرور دہائے ما

(اسودت میں نے فرعون کے سر میں بھی درد و زخم نہیں دیا کیوں کہ اس کا سر درد کے لائق ہی نہیں تھا)

بلاؤں کا جھیلنا بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کی علامت ہے۔ کہا جاتا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
 عنہما پر جس دن کوئی بلا نازل نہیں ہوتی تو وہ مناجات کرتیں اہلی۔ تو نے روٹی تو دی کہ میں کھاؤں (لیکن وہ
 بلا کہا ہے)

جُبَّہ پوشاں دوستار بنڈاں مردانگی کا دعویٰ کرنے والے ذرا اس دوپٹے اور ہنسنے والی کی توت کو دیکھیں اور اپنے جُبَّہ و دستار پر شرم کریں۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

در باز سر مردی در صفت قتال او کز بہر سرور درہ بر کم یہ نباید بود

(محبت کی جنگ کے میدان میں سر کی بازی مگلا دیکھوں کہ اس راہ محبت میں سر سے کم کی بازی نہیں لگائی جاتی۔)

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہت اور فقیری دونوں میں سے کسی کو قبول کرنے کا اختیار دیا گیا چوں کہ حضور سرور کائنات تمام عارفوں کے سردار تھے آپ نے فقر اختیار کیا چوں کہ حضور نے یہ جان لیا تھا کہ فقر بلاؤں کا گھر ہے اور بلا خانہ ہی میں وہ سب کچھ رکھا گیا ہے جو خاص دوستوں کے لئے رکھا جاتا ہے۔

ملک دو جہاں بہ زیر پا آری گر ہوا را بزیر را آری

(دونوں جہاں کو تو اپنے قدموں میں لے آئے اگر اپنی خواہشوں کو اپنے لمبوں سے کچل ڈالے۔)

چوں کہ جہاں محبت اور عالم خصوصیت سے ایک ذرہ بھی فرمان و نمرود کی قسمت میں نہ تھا تو ان سب کو حسب سلطنت اور مال و جاہ دنیاوی والا بنا دیا تاکہ لوگ جان لیں کہ دیوں اور مجتہدین کے ساتھ سعادہ و سوزا ہے۔ بیگانوں اور دشمنوں کے ساتھ دوسرا ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ

رسول اللہ اتنی احب اللہ میں خدا سے تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں اور خدا ہوا استعبد للبلاء بلا کے لئے آمادہ و تیار رہو معلوم ہوا کہ دوستوں دیوں کے لئے جو کچھ رکھا ہے وہ سب بلا کے پردہ کے اندر ہے۔

ہر بلا کیس قوم راحی دانہ است زیر آں گنج کرم پناہ است

(جتنی بلائیں اس جماعت مجھ پر حق تعالیٰ نے رکھی ہیں ان کی تہ میں اپنے کرم کو خزانہ چھپا رکھا ہے۔)

اے بھائی! نقل ہے ان اللہ یجرب المؤمن بالبلاء کیا یجرب احدکم الذہب

بالتاسا اللہ تعالیٰ مومنوں کو بلا میں ڈال کر اس طرح جانچتا ہے جس طرح تم میں کا کئی شخص سونے کو آگ پر رکھ کر پرکھتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

در خیال از فزون دکاست بود آزمایش را گواہے راست بود

اگر تیرے خیال میں کم و بیش ہو تو آزمائش ہی سچا گواہ ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ بلا ایسی نہ تھی جو حضرت پریم

کو فرماں چلا کہ اپنے بیٹے کو قربان کر دو اور وہ بھی کٹنی بڑی جہنم تھی کہ نہ کیا علیہ السلام کے سر پر چڑھ گیا تھا
 ما حنان، بھدبت تھی جو تم پر ڈال گئی۔ کسی کہ گیا کو دوسرے، مَا كُنْتُمْ أَفْعَوْا عَنْ ذُنُوبِكُمْ فَمَنْ لَبَّىٰ
 آسمانوں کو پیدا کرتا، یہ سب آپ کے لئے ہے اور بھی کہ جاتا ہے لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ آپ کے
 ہتھ میں کٹنی کام نہیں کسی میری قسم کھائی جاتی ہے نَعَسَتْ أَفْئِدَتُنَا لَكُمُ اللَّيْلَةَ كُلَّهَا لَا يَأْتِيكُمُ الْمَلَكُ
 ہے اِنَّهُ يَجِدُكَ يَتِيْمًا فَاَدْوَىٰ (کیا حالت تھی میں آپ کی مدد میں نہ نہیں کیا) کسی عرش کو میرے
 نے فرش بنایا گیا اور کسی ایک سوزانہ جو کہ لئے ہوئی کس پر بھیجا گیا اسی کو کہا ہے۔

گہ باکف پر سیم و گہ درویشم

گہ بادل پر نشا و گہ دل پر شیم

گہ واپس جلا فلق گہ درویشم

من بوقت سلون روزگار خوشم

کبھی مٹی سونے ہانڈی سے بھر رہی ہوتی ہے کسی میاں خوشی سے سب سے کسی چھاوندی کبھی میں تمام
 مخلوق کے پیچھے اور کسی سب کے آگے میں اپنے وقت کا مجرہ ہیں۔

لے بھائی ابنہ نے جس وقت لا اِلٰهَ اِلَّا اَللّٰہُ کہا تو سب سے مُنہ موڑ لیا اور خدا واس
 کے رسول کی محبت کا دعویٰ کیا تو اس کے لئے دلیل و برہان ضروری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں محض دعویٰ
 پر کسی کو چھوڑا نہیں جاتا اس دعویٰ کی دلیل وہی نعمت کا شکر اور بلا میں میرے ہے۔
 تاکساں را بہ لطف خود کس کرد
 شکر و میرے زبند گالیں کرد
 (بے تھوڑی کو قابل قدر بنا دیا اور بندوں کی جانب سے صرف ہنر و شکر پر اکتفا کیا۔)

اب تم یہ دانشیں کر لو کہ اس بارگاہ پاک میں کوئی شخص محبت و معزز مکرّم اور بزرگ حضرت محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں اور کوئی فرزند معزز و عالی وقار صاحب عز و شرف امیر المؤمنین حسن و
 حسین رضی اللہ عنہما سے زیادہ نہیں ہے آپ کی مصیبت دیکھو، اگر مصیبت کی گھڑی میں شیطان
 پہلے نفس و سوسرہ ڈالے تو اس وقت اس کو دیکھو اس پر غور کرو جو کہا گیا ہے مَنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ
 فَلْيَذْكُرْ مُصِيبَتِي جِسْمِ كَوْنِ كَوْنِ مُصِيبَتِي پھینچے تو اس سے کہو وہ میری مصیبتوں کو یاد کرے اس بارے میں
 کے لئے آنا ہی کافی ہے اور اسی سے تسلی و تسکین حاصل کرنا چاہیے اسی کو کہا ہے۔

بر بلائے کہ جاں نسا یہ ازو

کے در ہزار شاہ ازو

(ہر وہ ایک باجو اس کی جان پاتی ہے ایسی ایک بلا کے بارے میں) (ہاں بائیں سے غلوب ہوتی ہیں)

اس خطا کے ٹکھنے سے مقصود یہی ہے کہ بلا در عزیز کے دل کو تسکین دے لی جتا کر چہ برادر عزیز کی قوت پر

ادمان کے گھونٹ جانے پر اور تقدیر کے آگے گردن جھکانے پر اور اس کے فیصلے سے راضی و خوشنود رہنے پر پورا اعتماد ہے۔ البتہ اس مکتوب کے مطالعے سے مدد و اعانت ہوگی اور شیطان دوسلوں کے دلع کرنے میں طاقت ملے گی۔

بزرگوں کا قول ہے جو کی روٹی اور سرکہ کھانا کھل اور پھٹے پٹانے کپڑے پہننا کوئی بڑا کام نہیں ہے اصل کام تو اللہ جل شانہ کے فیصلوں سے راضی و خوشنود رہنا ہے۔ اسی معنی کو کہاہے۔

عکس حق سونے تو چوں کر دنگاہ جاں برآرا ز پٹے نثار نہ آہ
آہ تادم زند تو چوں مرغاں آہ راہم ز راہ برگرداں
(حق سبحانہ تعالیٰ کے حکم نے جب تہا کی طرف نگاہ کی تو جان کو قربان کرنے کے لئے ہوں تک لانا چاہیے نہ کہ آہ کو جب آہ باہر آنا چاہے تو تم مردوں کی طرح اس آہ کو اپنی راہ سے ہٹا دو۔)

اس مصیبت کے بیان کو میں اللہ جل شانہ کی کتاب قرآن مجید کی اس آیت پر ختم کرتا ہوں اِنَّمَا نَتَّبِعُكُمْ مُصِيبَةً قَالُوا يَا نَبِيَّهٖ وَآتَانِيْہٖ وَيُعِيْنُوْنَ۔ جب کسی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ پکار اٹھتے ہیں تیرے لئے ہوں اور تیری طرف آتا ہے۔)

ایچ دل را جز خمیر رانست و ز شد آمد جاں کے آگاہیت
کار عالم جو طلسم و پتیچ نیست جز خرابی و خرابی پتیچ نیست
(کسی کو صبرت کے سوا کوئی راہ نہیں ہے مباد و معلومینی جان کے آنے جلنے کی کسی کو آگاہی نہیں اس دنیا کا کارخانہ ہی نوبت نظر اور پتیچ ہے یہاں سلسل خرابی کے سوا اور کچھ نہیں۔)

والسلام
شرف مینیری

مکتوب ۵۶

نفس کو اکھاڑ پھینکنے میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا عمر ساکن مشکانوں کے نام جو مزید دل میں سے ایک مزید ہیں

ذرہ درو خدا در دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(اگر اللہ رب العزت کی محبت کا درو تیرے دل میں ایک ذرہ بلا بد ہو تو دو قول جہاں کی دولت سے بہتر ہے۔)

اے جہان! دل کے اندر رات کی خوشی یا نایافت کا فہم درد ہونا چاہیے۔ نہ دل جہان
دونوں کیفیتوں سے خالی ہو کر چولہا ہے اور القلب بیت المذبح کا شرف سے حاصل ہے لیکن ایسا
دل دیو شیطان کا گھر ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

لے درغیاہان و تن در باقیم قیمت جہاں وزہ نشنا عظیم
تشنہ ی میریم در طوفان ہے و آن کہ آب از چشم جہاں ہے

(انسوسیم جہاں سب بہنے ٹھو یا جہاں کی قدر درہ بلا بریم نے نہیں پہچانی، اس طوفان کا اندر ہوتے

ہوئے پیاسے مر رہے ہیں جہاں کو ساوا پانی آپ جہاں کے چشمے ہے۔)

جس حال میں زندگی گزارتے ہیں اسی حال میں موت آئے گی کَمَا تَعْبَثُونَ ثُمَّ تُؤَكَّدُونَ اور جب کل
قیامت کے دن قبر سے اٹھنا ہوگا تو جس حال میں مرے ہیں اسی حال میں اٹھایا جائے گا۔ اللہ اپنے پناہ
میں رکھے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر چہ درد دنیا خیالت آن بود ۱۳ بد ماہ و صالت آن بود

ز آن کہ ہر چیزے کہ سودا گران است چوں بر وی نقد کھوا کو آن است

(تیری دنیاوی زندگی جس خیال میں گذری، ابد تک وہی چیزیں تیرے ساتھ رہیں گی۔ یا سچے کراس

دنیا میں جس چیز کا تجھے جنون رہا مرنے کے بعد وہی سودا تجھے نقد ملے گا۔)

ہوشیار کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت میں ماہ ماری جلائے ہمیشہ اس درد کو رہنا چاہیے کبھی اس سے غالی
نہ ہوں بلکہ مات دن ہر روز اس کوشش میں رہیں کہ اس درد میں زیادتی ہو آوی کی قدر قیمت اس
درد سے بے درد نہ وہ شخص حیوان ہے آدمی نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ ایں درد عالم سوز نیست در شب است او ہرگز او درد نیست

ہر کہ ایں درد نیست او مرد نیست نیست وہ ماں گرتا ایں درد نیست

(جس کے پاس جہاں کو بلا دینے والا درد نہیں ہے وہ ہمیشہ مات کا ذخیرے میں ہے کبھی اسے دن کی خوشی قیر نہیں

جسے یہ درد عشق نہیں وہ مرد ہی نہیں ہے اگر تجھے یہ درد نہیں ہے تو تیرا علاج بھی نہیں ہے۔)

ہرگز اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نمازیں کیسے پڑھیں اور بہت زیادہ روزے کیوں کر رکھیں کیوں کہ

یہ دونوں تمہارے نفس کو موٹا کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

نشوی در نہاد خود سالار بہ نمازے روزہ بسیار

زاتکہ ہر چند گزیدہ تر گردی ہر دوزیں لکھن خواہ تر گردی

گر ہمیں لکھنت کند لربہ سیر خوردن تراز لکھنت بہر

(اکثر نماز و روزہ سے تم مرد میاں نہیں بن سکتے بکثرت نماز و روزہ سے تم دیکھنے میں کتنے ہی تھے

بزرگ معلوم ہو یعنی اس وجہ سے اگرچہ تم بڑے بزرگ بن جاؤ۔ اگر تمہارا یہ گھمنہ تمہیں فریب کتا ہے تو ہی

گھمنہ سے بھر بیٹ کھانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔)

نفس کا یہ کتاب تو تہاڑی راہ رو کے بیٹھا رہتا ہے اسے ہٹانے کی کوشش کرو۔ اگر تم یہ کہو کہ میں یہ سچا رہ

مجبور و عاجز کس طرح اسے ہٹا سکتا ہوں؟ تو یہ درست ہے لیکن اتنا تو کر سکتے ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ

سے پناہ مانگو اور نہایت گریہ فطاری و عاجزی سے مناجات کے لئے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو

خالقا تا میں سگم در باطن است راہ جانم سوئے تو نا میں است

تا بکلم شرع در کارش نکلن یا بنگلی در نمک سادش نکلن

(اسے میرے خالق! جب تک نفس کا یہ کتاب میرے باطن میں بیٹھا ہوا ہے آپ کی جانب سے کلام معذرت فرمائیے

یا تو اس کو شرع کے مطابق کام میں لگا دیجئے یا پورے طور پر اسے نمک سازی کے گھرانے میں ڈال دیجئے)

سلطان العارفين بايزيد بسطامي رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی مناجات میں کہا

(اسے میرا اللہ! آپ تک سپینے کی کلن کی راہ ہے) جواب ملا 'دَعُ نَفْسَكَ وَتَعَلَّكْ (نفس کو چھوڑنا اور چلے آؤ)

معلوم ہوا نفس کافر ہی ہے کہ جس نے راہ روک رکھی ہے اور جب تک یہ نفس کافر راہ سے نہیں ہٹتا

دل پیدا نہیں ہوتا ہے اور اس درد طلب کی جگہ بھی دل ہے بل نہیں جینا چاہو اس کے طالبان کا نالہ

اور ان کا نالہ ہے۔

کاش کہ ہرگز نہ زاوی مادرم تانہ کر دی کشتہ نفس کافر م

کاش کہ ہرگز نبودی نام من تانہ بودی جنبش و آرام من

(کاش کہ ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں اس نفس کافر کا مقتول نہ بنتا۔

اسے کاش کہ ہرگز نہ ہوتا تاکہ مجھے کسی حرکت و سکون کا پورا ہی نہ ہوتا)

اب تم جان چکے کہ طالبان حق سبحانہ تعالیٰ کے حاصل کام ہی جہاد اکبر (نفس کافر سے جنگ) ہے کثرت نماز و

روزہ نہیں یہ تو تمہیں ہر آن فریب کرنے والے ہیں اور ان بزرگوں کے بار میں جہنم نے سٹاپ ہے کہ وہ

شراب خانے چلے گئے کسی شراب خانے سے مٹا سہو پورے کر نکلے اور کسی کسی نے زہار باندھ لی کوئی کھانا

میں جائیٹھے ان سب کا یہ فعل اصل میں جہاد اکبر ہی تھا یعنی نفس کا قلع قمع کرنے کے لئے اور یہ جہاد اسی
معنی کی نشاندہی کرتا ہے اِنَّ فِي الْخَمْرِ مَعْتَفٍ لٰكِيْنَ فِي الْغَيْبِ اَنْكُوْرُ كِيْ شَرَابٍ مِّمَّنْ جُوْعَتْنِيْ يَوْمَ اَنَا كُوْرٌ
میں نہیں اور وہ جو کہا ہے۔

در بستکده در آئی وینشیش بر بست بروم فرود ز تار

بستکده میں آکر بیٹھ بساؤ اور خسرو کے اوپر زنار باندھ لو۔

اس راہ میں جنہوں نے خود کو ڈال دیا وہی ارباب معنی ان کا من کو جانتے ہیں ان چیزوں سے جو بالکل کنار
ہیں ان کو اس کی کیا خیر اور کیا فکر۔ جیسا کہ کہا ہے۔

طالبان در راه حق خون خوردہ اند بندگی و حق گذاری کردہ اند

لاجرم در بندگی سلطان شدند بہتر خلق جہاں ایشان شدند

اس راہ حق بجا نہ معاملے میں اس کے طالبان خون کے گھونٹ پیتے رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بندگی و اطاعت

کرتے ہیں یہ تو یقیناً ہی بندگی میں بادشاہ ہو گئے ہیں اور سائے جہاں کے لوگوں کے سردار ہو رہے ہیں۔

اسے بجائی! بیت تک دل نہیں پیدا ہوتا یہ طلب نہیں ہوگی اور بیت تک دل نہیں ہوتا

یہ درد نہیں ہوتا ہے اور بیت درد نہ ہوگا تو علاج بھی نہیں ہوگا اسی کو کہا ہے۔

بچوں نہ نانی درد در ماں کے رکہ بچوں نہ ای تو بندہ فرماں کے رکہ

سازد درد خود تنگ روی سوختہ کے کند آتش ترا افر وخت

درد پیش آری و در ماں باشدت جاں وہی امید جاناں باشدت

بیت سے پاس درد نہیں بے مدبر و علاج کیسے ہوگا جب تک تم بندہ نہیں بنے تو نہیں نجات کیوں کھائے

جب تک تم اپنے درد سے نہیں سلگتے تمہیں عشق کی آگ کب روشن کر سکتی ہے۔ درد پیش کر دو تمہارے درد

کا علاج ہو جائے گا جان پیش کر دو محبوب سے ملنے کی امید ہو جائے گی۔

یہ تمام تقریر صرف اس ایک جملہ سے وابستہ ہے کہ: نفس کا فرادہ روکے ہوئے ہے اسے راہ سے ہٹا دینا ہو

تاکہ راہ کھل جائے۔ اسی کو کہا ہے۔

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کتر نفاذ است

بیتا نفس کافر در کین است کجا تور بہری آبخا کدین است

بیتا کب نفس کافر تہادی شرت و نیا دین ہے اس کے سبب مسلمان حقیقی دنیا میں بہت کم ہیں۔

جب تک نفس کافر تہادی کھات میں لگا ہوا ہے جہاں دین ہے اس کا ایک تم کہاں پہنچ سکتے ہو۔

ساک کے لئے اس کی کوشش کرنا فرض میں ہے جس کے ذریعہ نفس راہ سے ہٹ جائے اور جب نفس ہٹ گیا تو جس حال میں چاہو ہو خواہ کعبہ کے در پر پڑے رہو، خواہ تہ خانہ کے دروازہ پر خواہ اسٹیشن پر سٹوں کے عبادت خانہ کے در پر خواہ شراب خانہ کے دروازہ پر رہو اس امر کو ابھی طرح خیال میں رکھو کہ سب بڑا اور اصل کام نفس کا قلع قمع کرنا ہے جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے۔

درست کدہ گر خیال معشوقہ است رفتن بطواف کعبہ عقل خطاست

در کعبہ از بوسے نثار و کنش است یا بوسے وصال او کنش کعبہ است

(بت خانہ میں اگر بھاپنے محبوب کا خیال حاصل ہے تو کعبہ کے طواف کے لئے جانا عقل کی روتے غلطی ہے کعبہ میں اگر میرے محبوب کی بوسے

نہیں ہے تو ایسا کعبہ کشت یعنی اسٹیشن پر سٹوں کا بلوت خانہ ہے اور اگر کشت میں اس کی درست کی بولتی ہے تو وہی میرے لئے کعبہ ہی

اس جماعت مغزیہ کے نزدیک صورت ظاہر کا اعتبار نہیں یعنی دبا من کا اعتبار ہے اسی کو کہا ہے۔

ترک صورت گیر در عشق صفت تا بتابد آفتاب معرفت

ہر کرا آں آفتاب سخا بیانت آنچه آنجا وعدہ بودا سخا بیانت

(عشق میں صورت ظاہر کو ترک کر دو تا کہ معرفت کا آفتاب طلوع ہو جائے اور جس کے اوپر عشق و معرفت کا یہ

آفتاب نہیں تاباں ہو گیا تو جس چیز کا وہاں کے لئے وعدہ ہے وہ نقد سے نہیں ملے گی (یعنی دیار)۔)

جس فقیر و ساقی میں یہ درد نظر آئے اس کی صحبت کو غنیمت بنا لو اس کی خدمت کے لئے گمراہ نہ ہو۔

دست از فتر اک او یکدم مدار گر قبولت کرد ہرگز غم مدار

(ایسے درویش کے شکار بن جانے سے گریز کرو اگر وہ تمہیں قبول کرے تو تمہارے لئے کھلم کھلا نہیں)

گر ایسا نہیں تو اپنی جھونپڑی میں پڑے رہو اور اپنے غم و اندوہ کا جائزہ لیتے رہو اور خون کا پرنالہ اپنی

دونوں سنکھوں سے بہاتے رہو اور پڑھتے رہو۔

گر پذیرری بسندہ مقبول توام ورنہ نپذیرری چاکر معزول توام

بارڈو قبول تو مرا کارنے نیست اینک بہر دو مشغول توام

(اگر آپ مجھے قبول فرمائیں تو آپ کا پسندیدہ بندہ ہوں اور اگر نہ قبول کریں تو بھڑن بھیا ہوا غلام ہوں مجھے آپ کے

رد و قبول سے کون طلب نہیں بس آئندہ کہ تم تو ہر حال میں آپ کی بندگی میں مشغول ہیں۔)

بندہ کو بندگی سے سروکار ہے آقا کی سے نہیں۔ بندگی کیلئے ہے، بندگی یہ ہے کہ جو حکم دیں اس کی تعمیل کرو۔

اور بندہ ہونا کیلئے بندہ ہونا یہ ہے کہ جس حال میں رکھیں اسی حال میں رہو۔ ایک عزیز نے کہا ہے۔

بندہ آن بہتر کہ بر فرمان رود

بندہ رانا ادب نبود نخست

ہر کہ در بے عرستی کا مے نہاد

در شقاوت خویش را ولے نہاد

(بندہ وہی بہتر ہے جو فرمانبراری کرتا رہے خداوند تعالیٰ جو اس سے چاہے اس پر چلتا رہے

سب سے پہلے بندہ میں جب تک یہ ادب نہ ہو اس سے بندگی کب تک ہوگی جس نے ادب

ترک کیا بے عرستی کو مقصد و ملامت بنایا اس نے بدبختی کا جال اپنے اوپر ڈال لیا۔)

بندہ کے لئے تمام مصیبت و بلا اپنی آرزو اور خواہشات کی طلب ہے۔ اور اپنی مراد و خواہش بندگی

کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوتی اللہ کی اُلُوہیت شریک نہیں قبول کرتی اُلُوہیت کہتی ہے اِنَّمَا اَنَا و

بِتَّائْتُ (یا تو رہے یا میں) يَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ وَيُحْكُمُ مَا يُرِيدُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس

کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے۔ اس فرمان کے بعد بندہ کی تمام مراد آرزو و تیجھے ڈال دی گئی ہیں جیسا

کہ کہا ہے۔

دل و عقل از جلال او خیرہ

تن و جاں از کمال او خیرہ

(دل اور عقل اس کے جلال سے مانند پٹنگے ہیں جسم و جاں اس کے کمال سے حیرانہ ہیں۔)

انبیاء و اولیاء و امراء و بادشاہان نے بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ ان سب سے چاہا کہ وہ سب ہو جائیں مگر نہ ہوئیں

اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جنہیں چاہا کہ وہ سب نہ ہوں۔ ہر جاتی میں تو پھر اس کی رضا پر راضی رہنا ہے اور

تسلیم حتم کرنا ہے اور بندگی پیش کرنا ہے۔ جس طرح بندہ کو موت سے چھٹکارا نہیں ہے بندگی

سے کسی چارہ نہیں ہے ہو گا وہی جو اس جل جلالہ کی مرضی و خواہش ہے۔

والسلام

فقیہ شرف منیری

مکتوب ۵۷

تقدیر خداوند تعالیٰ سے راضی رہنے میں

بِاسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عزیز سبحان خواجہ سلیمان کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں۔

برادر عزیز پر جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہاں خیریت ہے۔ بھیسائے انہوں نے سب مال
بیان کیا۔ اسے بھائی! آدمی دنیا میں مبتلا ہے اس دنیا میں اسکی آزمائش کے لئے لایا گیا ہے تو یہاں
طرح طرح کی بلاؤں جھیلنے کے سوا چارہ نہیں ہے یہاں یہ کب ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنی ملود خواہش پر
جب آدمی اپنی مال کے پیٹ میں خون کھاتا رہا ہے تو جب وہاں سے اس بلاخانہ میں آیا تو کیا کھائے
گا؟ ایسے میں تقدیر خداوندی سے راضی رہنے اور اس کی مرضی کے آگے گردن ڈال دینے کے سوا
دوسری کیا تدبیر ہے؟

سرد و گرم زمانہ ناخوردہ نرسی برور کسرا پیرودہ
ہر بلائے کہ جاں نساید ازو دریکے در ہزار شاید ازو
زمانہ کے سرد و گرم سے تو نا آشنا ہے تو اس پاک خیمہ میں تو نہیں پہنچ سکتا جتنی بلاؤں

بھی ان کی جانب سے پہنچیں ہر ایک بلا کے خوف میں ہزار بلا سے چاہیے۔

لَوْ عَفُو ظَمِيں جَوِيْلٍ سَطْرٍ كَلْمِي كُنْى وَهِيَه تَمْسِي مَن لَعْنَتِي مَن بَقَضَانِي وَ لَعْنَتِي كَوْنِي عَمَلِي وَ لَعْنَتِي
يَحْيِي عَمَلِي بَدَلَانِي فَلْيَطْلُبْ رَبِّيَا سَوَانِي اَجْوِيْرِي فَيُعَلِّمِي رِاضِي نَهْ اَوْرَجْوِيْرِي عَمَلِي بِشَكَرْ كَسَطْرِي
میزن بلاؤں پر صبر نہ کرے تو اس سے کہہ دو کہ وہ میرے سوا کوئی دوسرا پیرودہ نگار ڈھونڈ لے، اس حدیث شریف
کی تفسیر اور اس کی درہشت سے مردانِ خدا کا پتہ پانی ہو گیا ہے اور ان کے دل کیابہ ہو رہے ہیں تو
دن میں کسی کو نہیں دیکھ سکتے اور نہ رات کو نیند بیوی، بال بچوں کے کھانے پینے کا کسے ہوش ہے
اور ان سب کے بعد دنیا کے کاروبار، تجارت، زراعت کہ یہ سب سامانِ زندگی ہیں انہیں جینے کا کیا
فکر ہے یہ تو اپنے سامنے موت کو رکھے ہوتے ہیں۔ کہاں یہ مردانِ خدا اور کہاں یہ عام مسلمانان۔
ملائکہ اور مسلمان جانا یہ کوئی معمول کام نہیں ہے۔ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ تقدیر پر صبر کرنے کے
سوا کوئی چارہ و تدبیر نہیں ہے تو دنیا سے ایمان سلامت لے جائیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف مینوی



مکتوب ۵۸

قاضی کے عہدہ کی مشغولی اور اسے دل کی رغبت و خوشی سے قبول کرنے

کی مذمت میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صدر العلماء و اولیٰ الامید الملک والدین فقیر فقیر شرف منیری کی جانب سے سلام و تحیت

قبول کریں۔

واضح ہو۔ سنا ہے کہ برادر عزیز نے قضا کے عہدہ کی مشغولی قبول کر لی ہے۔ قضا کے نظارہ کو جانتے ہوئے اتنے بڑے نظارہ میں جب کہ ایسی کوئی انتہائی حاجت بھی نہ تھی خود کو اس میں کیسے ڈال دیا۔ یہ کھٹک دل میں پیدا ہوتی ہے کہ تحصیل علم کے وقت ہی برادر عزیز کی نیت میں حصول جاہ و مرتبہ کا غلط ضرور پیدا ہوا ہے، ورنہ علم اور علم کے ثمرات سے محرومی آپ سے وجود میں نہ آتی، حق سبحانہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر حق میں مشغول نہ ہوتے۔ یہ صریح مشہور ہے۔ "علمی کہ راہ حق نماید جہات است" وہ علم جو خدا کی راہ کی طرف رہبری نہ کرے جہت

علم را چوں تو خوانی از بازی آلت مال جاہ از بس سازی

علم سوئے در الایرد نہ سوئے نفس و مال جاہ برد

علم کو اگر تم نے محض شغل کی طرح پڑھا تو اسے مال و مرتبہ سمیٹنے کا ذریعہ بنا لو

علم تو اللہ تعالیٰ کے دیکھے پہنچانے والا ہوتا ہے نفس مال و جاہ کی طرف نہیں لے جاتا ہے

(معلوم ہوتا ہے، برادر عزیز نے اپنے لئے یہی درست سمجھ لیا ہے کہ کل قیامت کے دن قاضیوں کے زمرہ میں اٹھائے جائیں، افسوس ہزار افسوس! اس علم و دانش کے باوجود خود کو اس قدر سخت و دشوار کام میں ڈال لیا ہے اللہ پناہ میں رکھے اس علم سے جو بندہ کو حق سبحانہ تعالیٰ سے دور کر دے اور اس کی راہ کا پیر وہ بن جائے جس نے کہا ہے توب کہا ہے۔

نان و بنامہ سپید این منزل نہ فزاید مگر سیاہی دل

صرف کو کاغذ سے سیاہ کند کے دل تیرہ راہ تو ماہ کند

یہ دنیا میں شیریں و مغیر خوشی تو محض ملک سیاهی کو ڈھالتی ہے۔ عرف تو کائنات کو

سیاہ کرتے ہیں تا یکسول کو کہاں ماہ تا باں بتلاتے ہیں۔

خبردار خبردار عمر کا آخر کا حصہ ہے عزت کو نصیحت جانتے جس طرح ادب میں تمہان سے ہو خود کو اس سو
سے نکالنے اور اپنے کئے ہوئے کی توبہ و استغفار سے تدارک کیجئے مقدمات نو بھاری باہر دیوانی کے
فیصلے کی کتابوں کے مطالعہ اور اس کی کثرت سے کنارہ ہو جائیے مشائخ حقیقت کے کتبوبات دریا بہ تہون
کے محفوظات ان کی تعنیفات کو سامنے رکھئے حق سبحانہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائیے امید ہے کہ
حق تعالیٰ کے ذکر کے ذریعہ نفس پرستی سے گل کش گئے اور خدا پرست ہو جائیں گے۔ اسی سنی کو سنی
کہا ہے۔

تا کہ باشد یاد غیرے در حساب ذکر مولیٰ باشد از تو در حجاب

چوں بس یاد تو از مولیٰ بود چکو بجز نیت ہم سبیل بود

جسک تیرے سون در مانگند فرق کا حساب کتاب ہے حق سبحانہ تعالیٰ کا ذکر تجھ سے حجاب میں ہے

جب سبیل کا ذکر کرے گا تو میں کہتا ہوں سبیل کی سبیل نظر آئے ہے تجھے مولیٰ ہی مولیٰ نظر آئے گا

اس صحبت کی پاسداری میں جو یاد و عزیز سے رہی ہے میری یہ خواہش مولیٰ کہ اس کے کچھ زیادہ گھوں

لیکن چونکہ برادر عزیز کو مل دو مرتبہ سے افتخار پیدا ہو چکی ہے ظاہر ہے کہ یہ باتیں پسند نہ آئیں اور

نکھنا بر باد ہو جائے چند سطروں پہ خط مختصر کر دیا کچھ اشعار خواہر عطار کے یاد آگئے۔

۱۔ رہروں قہند تو در ماندہ ای علقہ بر سر زان کہ بر در ماندہ ای

۲۔ راہ زد مشغول عالم ترا نیست بدولتے خدا یکدم ترا

۳۔ خودی آئی پسرا از خویش تو چوں تو بالی شد خدا اندیش تو

۴۔ آخرا از خواب آمدی بیدار شو یکدم است ہوا ہوشیار شو

۵۔ چسند گویم ہر کہ مردویں بود در دلش یک ذرہ دروین بود

۶۔ سر بسر گشت گھں در کار او تو چنیں آزاد از اسرار او

(۱) (۱) قتلوان گزشتے تم پیچھے رہئے۔ دروازہ کن بخیرا اپنے سپردے مارو کہ تم در سکتے نہ بڑھے

(۲) دنیا کی مشغولیوں نے تمہارا عارفی تمہیں خدا کی ایک دم بیزواہ بنی ہے۔

(۳) اس لئے جب تک تو اپنی خوف سے باہر نہیں آتے اس وقت تک خدا تمہیں کیسے ہو سکتا ہے۔

- ۱۴) دستم ہو چکی زندگی ہو گئی جاگ جا۔ اسے خواہشوں کے حوالے ہو خلیل مہربان
- ۱۵) جن کے دل میں اس کی طلب کے صدقہ کا ایک ذرہ ہے ان کو واجب دین کی مستحق سے کیا بیان کرو۔
- ۱۶) اس کے دیوانے ایک دم اس کی طلب میں گر گئے ہیں تمہیں اس کے سرور میں کاشمیں آؤ لوگوں رہے ہوا
- والسلام
عالم شرف مینوی

مکتوب ۵۹

محبت کا دعویٰ اور دوستی کے اظہار میں بشہادتین اربعین

شیخ عزیز آبادی عرف دیوانہ کا نام

برادر عزیز محمد دیوانہ اللہ آپ کو اپنے دیوانوں میں شامل فرمائے شرف نیر کا سلام ڈالنا قبول کریں
برادر عزیز پر واضح ہو چند خطوط ملے ہیں۔ مرزا نے اس خط کے ساتھ تحفہ بھی پیش کیا ہے
قلمی خط کے ذریعے خط میں اشتیاق کا ذکر ہے عیناً محب یعنی عاشق خشتاق ہوتا ہے جب آپ کو
محبت کا دعویٰ ہے تو محبت کی اصل پیش کرنا بھی ضروری ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ محبت کا دعویٰ تو بہت
آسان ہے دعویٰ کی دلیل پر قائم رہنا اتنا آسان ہے۔ اسے بھائی! یہ ایسا مسئلہ ہے کہ کر ٹوٹ
جاتی ہے باہوش رہنے کی فرصت ہے کسی دعویٰ دار کو دلیل پیش کرنے بغیر نہیں چھوڑا جاتا ہے وہ
روایت سنی ہے کہ جناب ابراہیم خلیل علیہ السلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا میں باذکر شخصیت میں دیکھا
تو فرمایا حَسْبِيَ اللهُ فَمَنْ يَمْلِكُ بِرَأْسِ يَوْمٍ كَانَ آيَاتُ رَبِّهِ فِي الْغَمْرِ؟ (یہ دعویٰ ہوا دلیل کا مطالبہ ہو گیا ابھی ہوا ہی میں تھے کہ
جناب جبرائیل آپیچے کہا هَذَا لَكَ حَاجَةٌ (کیا آپ کسی مدد کی فرصت ہے؟) (یہ دعویٰ پر دلیل
طلب ہوئی) فرمایا اِنَّمَا الْاِيكُ زَبَّ تَوَكَّرَ اَبَّ عَيْسَى (یہ دلیل دی گئی) اور وہ جو سنا ہے کہ حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعویٰ کیا کہ اَجَبْتُ مَوْتًا حَقًّا مِنْ نَجْوَى حَسْبِيَ يَوْمَ كَعْلَوَى (حضرت
رسالت پر تباہ علی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ثبوت طلب فرمایا ارشاد ہوا اِنَّ فِكْلَ شَيْءٍ حَقِيْقَةٌ فَمَا حَقِيْقَةُ
اِيْمَانِكَ (ہر ایک چیز کی حقیقت ہوتی ہے تمہارا ایمان کیا حقیقت ہے؟ جناب عائشہ نے یہ دلیل
پیش کی عرضت لَفِي عَنِ الدُّنْيَا اَسْهَرَتْ عَيْنِي وَظَهَرَتْ نَهْلِي وَطَسْتَوِي عَنَّا نَهْبًا لَوْ خَتَمْنَا

رحمہا ومدد رہا (میں نے اپنے نفس کو دنیا سے بچانا اور اپنی رات گزاری اور دن گزارا اس حال میں کہ میرے نزدیک ہونے اور جانندی اور پتھر اور کنکر کی قیمت) برابر تھی۔

اگر حضرت عارضیہ دلیل نہیں پیش کرتے تو رسول علیہ السلام کے حضور میں ان کی کوئی آبرو نہیں رہتی۔ اور وہ جو یہ حکایت آتی ہے کہ ایک دفعہ ایک صاحب عزت درویشوں کی جماعت میں حاضر ہوئے کہا السلام علیکم سلام کے جواب کے بعد پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا درویشوں کا غلام ہوں اس جماعت کے کسی درویش نے ایک سے کہا اٹھ جاؤ ان کو بازار جا کر بیچ آؤ۔ اسی وقت بازار سے گئے اور بیچ دیا جب خریدار نے اس معزز کو گھرا لیا ان کے کاموں اور امثال کو دیکھا تو دنگ رہ گیا کہا سبحان اللہ! آپ کے بیساشخص غلام کب ہو سکتا ہے اسے بزرگ محترم مجھے اس کام کے راز سے آگاہ کیجئے آپ آزاد ہیں جلیئے اپنے کام میں مشغول رہئے۔ انہوں نے کہا اے میرے خریدار (آقا) میں نے ایک دعویٰ کیا تھا کہ میں درویشوں کا غلام ہوں درویشوں نے مجھ سے میرے اس دعویٰ کی دلیل طلب کی جس کا مشاہدہ آپ نے کیا۔ تو اے بھائی! اپنے امکان بھر حقیقت کی راہ اختیار کرنا چاہیے اور دعویٰ سے بہت دور رہنا چاہیے ورنہ بارشہوت تم پر آجائے گا اور دلیل کا مطالبہ ہوگا یہ کام ہمارا تھا ہلا نہیں مردوں کا کام مخلصوں سے انجام پانا محال ہے اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْحَرْبِ رِجَالًا وَلِلْقَصْعَةِ رِجَالًا وہ لوگ جو میدان جنگ میں تلوار کی باڑھ مارتے ہیں اور تلوار کی دوہار کھاتے ہیں وہ دوسرے لوگ ہیں اور قورمہ کا پیالہ چانتے والے دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔

گردنے باید از حسن زانیے تا زند دست لغتش سیلے

آن کہ از تیر او شرف دارد دیدگاں از پئے هرف دارد

(گردن عزازیل کی طرح کہ جس نے مالک کی سنت کے ڈرے کھائے

جو محبوب کی بلا کے تیر کھانے کا شرف رکھتا ہے وہ نشان بننے کے لئے دونوں دیدگاں کھلا رکھتا ہے) ❁

والسلام

فقیر شرف مینری

مکتوب ۶۰

ابتلا اور خوف و اُمید میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بندہ آں بہتر کہ بر فرہاں رود کز خداوند پنچہ خواہاں رود

بندہ تو وہی بہتر ہے جو اس کے حکموں پر چلے اور اللہ تعالیٰ اس سے جو چاہے وہی اختیار کرے۔
 عزیزی! کاتب مکتوب کا سلام و دعا و مطالعہ کریں
 جانیں! سنا ہے کہ آزمائش میں بڑے گئے ہیں کچھ ریشائی ہو گئی ہے۔ دنیا جیب کا فائدہ ہے اور
 آزمائش کی جگہ ہے تو اس سے کون خالی ہے۔

عالمی پرفورمنس از پیش و پس ہمدردی کا ذریعہ جمعیت کبکس
 (عام پروردگار پریشانہوں سے بھرا ہوا ہے جمعیت ایمان کا ایک ذریعہ کی کتاب ہے)
 اے بھائی! پروردگار نے آپ کو اسلام اس عزت و احترام کے باوجود جب کہ تمہیں معلوم ہے
 پشت جیسی ناز و نعمت کی جگہ میں آزمائش و ابتلا سے سلامت نہ رہ سکے تو ان کی اولاد اس دنیا
 میں جو بلاؤں کا گھر ہے اس پر ہزاروں گناہ کی آگ و گھون کے ساتھ کیوں کر ابتلا و آزمائش محفوظ رہ سکتی
 ہے، سب کچھ ہی چاہتے ہیں کہ ابتلا و آزمائش سے محفوظ رہیں نہ تو سب کی خواہش ہے کہ بلاؤں
 سے سلامت رہیں لیکن چاہتا تو اس کا ہا ہتا ہے جس کی منشا و خواہش کے آگے سب کی خواہش پیچ ہوتی
 ہے۔ پتا وہی ہے جو اس کی منشا و مرضی ہوگی۔ مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا عَلَّمْنَا لَمْ يَكُنْ (جو چاہے چاہا اور
 نہ چاہا نہ ہوا) تم چاہو ہم چاہیں کوئی چاہے جو گا وہی جو وہ چاہے گا۔

آن گند جملہ کہ خود خواہد مدام و آنچه باید خلق را کند تمام
 (ہمیشہ وہی کتاب ہے جو چاہتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ خلق جو چاہے چاہے پورے)
 میں مشورہ اوریت میں شرکت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اے بھائی! انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اور اولیاء اللہ
 سب کا یہ حال ہوا ہے کہ انہوں نے بہت سی چیزیں چاہیں کہ ہو جائے لیکن نہ ہوئیں اور بہت سے ایسے
 کام نہیں چاہے چاہے ہوئے ہوں ہو گیا اور یہی حال تمام بادشاہوں اور وزراء کا ہے۔ بوریہ اوریت
 بلاشبہ خداوندی اور بندگی (فرمان روائی و فرماں برداری) اسی کو کہتے ہیں اور اسی کو کہتے ہیں کہ
 فرود بر مراد ما کارے بندہ بودن چنین بود آری

(بندہ ہونے کی کو کہتے ہیں کہ میری اپنی مراد و خواہش پر کوئی کام نہ ہو۔)
 اے بھائی! بندہ کے مقصد و مطلب کے مطابق اگر کام ہوتا تو یہ انبیاء و اولیاء کے لئے مخصوص ہوتا
 کیوں کہ بندہ ہونے میں خاصان خاص ہیں۔ ایسے میں کیا کرتا ہے جب کہ بندگی یہی ہے تو تقدیر کے
 فیصلہ کے تحت سر بندگی ٹھکانا ہے اور جو خداوند تعالیٰ کی منشا و خواہش ہے اس سے راضی و

خوشنود رہتا ہے اپنے مراد و غرض سے ہاتھ دھولینا ہے اور اپنی نامرادی کے ساتھ خوش و غم زندگی بسر کرنا ہے اس لئے کہ اپنی مراد اور بندگی ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں۔

کس چپہ داند تا چہ حکمت میرود
بر وجودے راجہ قسمت میرود
کون جانتا ہے اس کی حکمت کے کیا تقاضے ہیں کے معلوم کس آدمی کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔

اور ہو سکتا ہے کہ بندہ کی بھلائی اور بہتری بندہ کی نامرادی ہی میں ہو اور جن علیہا عطا الخفیۃ وہی رزق بہتر جانتا ہے (اپنے) پوشیدہ نوازشات کو جناب یوسف پیغمبر علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو ایک معصوم نابالغ بچے کو بے گناہ و قصوران کے برادران کنواں میں ڈال دیتے ہیں اور ضعیف والد خود پیغمبر میں بیٹے کی جدائی میں ساہا سال انگاروں پر چلتے رہتے ہیں پھر کنواں سے نکال کر غلام بنا کر بیچ دیتے ہیں ان کی خریدار زلیخا ان کی محبت میں مبتلا ہوتی ہے انہیں فتنہ میں گرفتار کرنا چاہتی ہے اس وقت ان کی معصومیت دستگیری کرتی ہے عصمت رہ جاتی ہے پھر اس غلامی سے نکال کر مہر کا بادشاہ بنا دیا جاتا ہے پھر اتنے عظیم گناہ کے بعد ان سب بھائیوں کے سر پر نبوت کا تاج رکھ دیا جاتا ہے تقدیر کی آراستگی کا نظارہ کرو اس کی مصلحتیں کس کے وہم و گمان میں آسکتی ہیں اسی معنی کو کہا ہے

خون صدیقاں از حسرت برکت و آسماں برفرق ایساں فلک بخت

گرچہ رہ جستند ہر سوئے ازیں پے نہ بردند اے عجب سوئے ازیں

(اسی حسرت سے صدیقیوں کے خون بہہ ہے میں اور اس پر آسمان ان کے سروں پر فلک انڈیل رہا ہے

اگرچہ ہر طرف ان لوگوں نے یہ راز معلوم کرنے کی راہ ڈھونڈ لی لیکن عجب شان ہے ایک بال کی نوک بل بھی تیر چل سکا)

اے بھائی! اللہ تعالیٰ کے کاموں کے راز سے جبریل و میکائیل کو خبر نہیں ہم تم اور ہم جیسے دوسرے

کس شمار میں ہیں جناب آدم پیغمبر علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا بہشت کی ملکیت ان کے

تصرف میں دی گئی پھر ننگا کر کے بہشت سے باہر کر دیا گیا اور دونوں جہاں میں آواز ننگا دی گئی مصلحتاً

ربہ (آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔)

نقل ہے کل قیامت کے دن جب جناب آدم علیہ السلام اپنی تمام آل و اولاد کیساتھ بہشت

میں داخل ہوں گے اس وقت بہشت کے در پر انتہائی عجم کے سبب شور و غل ہوگا فرشتے حیرت

سے کہیں گے سبحان اللہ! یہی وہ شخص ہے جو برہنہ کر کے بہشت سے باہر کر دیا گیا تھا۔ اسی سے سمجھ لو

قصہ یوسف اور ان کے تمام بھائیوں کا نبی ہونا۔ دیکھو تفسیر امام زاہد تفسیر جلالین۔ بیضاوی۔ معالم التنزیل۔

کہ قضا و قدر کی آراستگیوں اور اس کے کام کی مصلحتوں کو جان سکتا ہے اسی کو کہا ہے۔
 سابدانی تو کہ در پایان کار نیست کسی الا کہ سرگردان کار

(تہیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ عمل کا نتیجہ کسی کے بس میں نہیں ہے بجز کام میں سرگرداں ہونے کے)
 تو ہر حال میں بندہ کو راضی رہنا چاہیے اور قضا و قدر کے خوف سے کبھی خالی نہیں ہونا چاہیے کہ
 المؤمن بین الخوف والرجاء، مومن کا مقام ڈر اور امید کے درمیان ہے، چنانچہ بزرگوں کا قول ہے
 کہ مومن کو اپنے خدا سے ایسی امید ہونی چاہیے کہ اگر ساتوں آسمان وزمین کے گناہ کا وہ ترکب ہو تو
 مغفرت سے ناامید نہ ہو اور اگر ساتوں آسمان وزمین کی عبادت اس سے وجود میں آئیں تو وہ اپنی
 نجات سے خود کو مومن و محفوظ نہ جانے۔

ایں قدر زومیر کن کا سان بود تا خوش و ناخوش ترا یکساں بود

(تو ایسا میر ہو جا کہ خوشی و ناخوشی دونوں تیرے لئے برابر ہو جائیں۔)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے میری امید اس درجہ کو پہنچی ہے
 کہ اگر کل قیامت کے دن ندا رنجائے کہ آج بہشت میں کوئی نہیں جائے گا مگر ایک شخص تو میں یقین کروں کہ
 وہ میں ہی ہوں۔ اور میرا خوف اس مقام میں ہے کہ قیامت میں اگر یہ صدا لگا دیں کہ آج کوئی بھی دوزخ میں
 نہیں جائے گا مگر ایک شخص تو میں سمجھ لوں کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔

اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تعریف بھی مطلق ہی ہوگا۔ اگر وہ بخشے دوزخ سے آکر لا
 کر دے بہشت دے کر شاؤ فرمے تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر اس کی پکڑ ہو جائے دوزخ میں ڈال دے تو یہ
 اس کا عدل ہوگا یا اس لئے کہ مالک کو اپنی ملک میں پورے تعریف کا حق حاصل ہے جو بھی کہے وہ سب جائز ہے۔

بدمانیک شد چو پذیرفتی نیک ماگشت بد چو بگریفتی

(میری بنائیاں نیک بن جائیں اگر آپ مجھے قبول کرے اور میری نیکیاں برائی ہو جائیں اگر آپ کی گرفت ہو جائے)

تو معلوم ہوا بندہ کے لئے دہری صورت ہے خوف اور امید۔ فضل ہوگا یا عدل اگر فضل کا فرما ہوا تو چھٹی ہے اور
 اگر عدل نہ پنا کا کیا تو ٹیٹی۔ اسی کو کہا ہے۔

گر فضل کنی یغین برستیم ہم در عدل کنی واسے بہ رسوائی ما

(اگر آپ فضل فرمائیں تو ہم پورے چھپے کا پنا پائیں اور اگر عدل فرمائیں تو اس وقت میری رسوائیوں کا کیا ٹھکانا۔)

اپنے ہاتھ زبان، علم، کاغذ سے لوگوں کے دلوں کو راحت و آرام پہنچاؤ، اور فرمت کو عنایت جانو۔ والسلام

مکتوب ۶۱

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

از در خویشم مگرداں نا امید از سر لطف سیاهم کن سپید
 در رہ بسم و امید افتادہ ام در سیاہ و در سپید افتادہ ام
 (اپنے در سے نا امید نہ ٹولائیے اپنے لطف خاص سے ہمارے خاتمہ مال کو سپید بنا دیجئے
 امید و نا امید کی راہ میں پڑا ہوا ہوں، نور و ظلمت میں گھسرا ہوا ہوں۔)

اے بھائی! جہاں کہیں ہو، جس حال میں ہو اور جس کام میں ہو اس کی بارگاہ سے نا امید نہ ہو،
 اس لئے کہ اللہ جل شانہ کے کام طاعت گزاروں کی طاعت سے پاک و منزه ہیں اور گنہگاروں کے
 گناہوں سے مقدس و اعلیٰ ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے علت و اسباب اس کے کاموں میں نہیں
 اسی کو کہاہے۔

نے ہمہ آں جائے کہ طاعت خرد عجز و ضعف ہر ساعت خرد

(وہاں صرف طاعت ہی نہیں خریدی جاتی بلکہ عاجزوں کی عاجزی کمزوریوں کی کمزوریوں کی بھی قدر و قیمت ہے۔)
 اسی موقع کے لئے بزرگوں کا مقولہ ہے الْفَضْلُ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ لَا بِالْعَمَلِ وَلَا بِالْبُحْرِ فَضْلُ اس کیلئے
 جسے اللہ فضل دے یہ نہ کسی کے عمل سے ہے اور نہ جوہر سے یہ اس لئے کہ فضل اگر عمل سے تعلق ہوتا
 تو یقیناً اگلی امتوں کو اس اُمت پر فضیلت ہوتی کیوں کہ ان کی عمریں سات سو آٹھ سو سال ہو سکتی
 تھیں تو ان کا عمل اور ان کا کردار بھی بہت زیادہ ہوتا اور اس اُمت میں عمر عموماً ساٹھ سو سال ہوتی
 ہے تو اس کا عمل اور ان کے کارنامے ضرور کم ہوں گے اس کے باوجود اس اُمت کو پوری تمام امتوں پر
 فضیلت ہے۔ اور اگر فضل کا تعلق جوہر سے ہوتا تو شیطان کو آدم پر فضیلت ہوتی کیوں کہ شیطان
 آگ سے پیدا ہوا ہے جو روشن ہے اور آدم خاک ہے خاک ظلمانی اندھیری ہے اس کے باوجود شیطان
 پر آدم کو فضیلت ہے ان مثالوں سے یہ ہم نے سمجھ لیا کہ فضل نہ عمل کی وجہ سے ہے اور نہ جوہر کی وجہ سے
 یعنی عمل اور جوہر فضل خدا کی علت نہیں تو ثابت ہوا کہ فضل اسی کے ساتھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ
 جسے فضل عطا فرمائے۔ اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہوگا۔ اگر

کسی کو اعلیٰ علیین رہنمائی نہ ملے جانا چاہتے ہیں تو بغیر کسی علم و عمل اور کارگزاری کے بلندی پر پہنچا دیتے ہیں اور اگر کسی کو اسفل اسافلین سب سے نچلے طبقے میں گرا دینا چاہتے ہیں تو بغیر کسی گنہگاری و نجاست گناہ کے کبھی میں گرا دیتے ہیں اسی معنی میں کہا ہے۔

گر آری غلیبے ز جتنا ز کمنی آشتانی ز بیگانہ
گئے از چنباں گوہر خانہ خیز چو لو طلبے را کمنی سنگدیز

(کبھی تو آذر کے بتخانہ سے غلیبے پیدا کرتا ہے یہ گناہ کے گھر والے سے آشتانی پیدا کرتا ہے کبھی

ایسے مقلد و جاہر پیدا کرنے والے گھر والے سے ابوطالب جیسے پتھر پوچھنے والے کو پیدا کرتا ہے۔)

یہ دیکھو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت جب کہ کوئی عمل و طاعت آپ کے وجود میں نہیں آئی تھی آپ کے ظہور کے قبل اعلیٰ علیین پر پہنچایا اور ابوجہل کو اسفل اسافلین سب سے نچلے طبقے میں گرا دیا اس وقت کہ اس سے نجاست و گناہ وجود میں نہیں آیا اور وہ پیدا بھی نہ ہوا تھا خلاصہ یہ کہ اس نخل ملاکی صفت تو یہ ہے کہ ہاکیوتیہ میں کہ ھوؤ لاء فی الجنة و لا ابالی وھوؤ لاء فی النار و لا ابالی انہیں نہ جنت میں جانے والوں کی پرواہ اور نہ جہنم میں جانے والوں کی پرواہ اسے کسی خوف نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے ڈر تو کسی غیر کی ملک میں تعریف کرنے پر ہوتا ہے ان کا یہ تعریف تو اپنی ملک میں ہے ڈر کیسا اور کس سے؟ سب کا اس سے خوف ہے اس کو کسی سے بھی خوف و ڈر نہیں مگر سلا عالم جناب مدیق اکبر کے صدق سے تصدق ہو جائے تو اس کی مملکت میں کوئی زیادتی نہ ہو اور اگر سارا جہاں فرعون کی طرح آتارہتے تھے الا علی کا دعویٰ کرنے لگے تو اس کی بادشاہت میں کوئی کمی نہ ہو۔

ایں چہ در گام نیست قفلش بے کلید

ایں چہ دریا نیست قعرش نا پدید

اربدیں دریا در آئی یکدے

حیرت جاں سوز مینی عاسے

(دیکھو نوکھا در بار ہے جس کے آئی کبھی نہیں یہ کیسا اور ہے کہ جس کی گہرائی کا کوئی پتہ ہی نہیں

اگلاس دریا میں تمہا ایک ذرا دیر کے لئے غوطہ کھاؤ تو ایک ایسا عالم دیکھو گے کہ حیرت سے جاں ہکٹھے۔)

والسلام

حقیر شرف میزری



مکتوب ۶۲

مسلمان کے مسلمان ہونے اور دعویٰ مسلمانانہ پر عمل میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نمیدانم کرامانم بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے پتہ نہیں میں کیا ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار۔)

اسے بھائی! کام بہت دشوار ہے اور مسلمان ہونا بہت مشکل ہے جہاں تک موقع ملے ایمان لانا

کرنا چاہیئے اس لئے کہ جب ہم نے لا الہ الا اللہ کا دعویٰ کیا کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں تو اس دعویٰ کے

درست ہونے کی دلیل یہ ہوگی کہ ہم اللہ کے سوا کسی سے خوف نہیں کرتے اور کسی سے امید نہیں رکھتے اور

جب ہم دوسرے سے ڈرتے ہیں اور دوسرے سے امید رکھتے ہیں تو یہ دعویٰ بے دلیل نہ ہوئی اور

دعویٰ بے دلیل جھوٹ ہوتا ہے اور صرف زبانی زبان کل قیامت کے دن کسی کا کام نہیں ہوگا اگر محض زبانی ایمان

قیامت میں کام آتا تو تمام منافقین رہائی و چھٹکارا پا جاتے۔ اس کی جان پر رحمت ہو جس نے کہلے

صوفی و سیر پوش شدی شیخ چلدار این جملہ شدی وے مسلمان شدی

(صوفی ہٹے یہ پوش ہوئے شیخ چلدار بنے یہ سہ ہوئے لیکن مسلمان نہ ہوئے)

اور اسی طرح کوئی کافر طبیب ہم سے کہے کہ فلاں چیز نہ کھاؤ یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے

اسی وقت ہم چھوڑ دیتے ہیں اور نہیں کھاتے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران علیہم السلام تشریف لائے

اور سب نے یہی کہا حَبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ (تمام گناہوں کا سرپشہ دنیا کی محبت ہے ہر

ہم رات دن دنیا طلبی میں مصروف و منہمک ہیں تو یہ ایسا ہوا کہ کافر طبیب کے قول پر ہمیں یقین ہے لیکن ایک

لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے فرمان پر ایمان و یقین نہیں۔ بتاؤ یہاں ایمان کہاں ہے؟

سودہ گشت از سجدہ راہ تاں پیشانیم چند خود را تہمت دین مسلمانانم

(توں کی راہ میں سر رکھتے کہتے سری پیشانی گس گئی اس حال میں کب تک میں خود کو مسلمان کہتا ہوں۔)

اور اسی طرح کہ لوگ مجھے اگر دیکھ رہے ہیں تو ان کی نظروں کے سامنے میں کوئی گناہ نہیں کر سکتا

اور خلائق تعلقے بے دیکھ رہا ہے اس کی نگاہوں کے سلسلے سینکڑوں گناہ کرتا رہتا ہوں تو یہ ویسا ہی
 ہے کہ مخلوق سے ڈرتا ہوں اور خالق سے نہیں ڈرتا اور جو مخلوق سے ڈرتا ہے اور خالق سے نہیں ڈرتا وہ مومن
 ہے یا کافر؟ مصرع - فرات کند خار کا مشبہ مستی۔ آج کی حالت کا پڑھ کر کل جب نونے گا تو معلوم ہو جائے گا
 ہر شخص ایسی نسبت عالی میں مبتلا ہے۔ پھر بھی لوگ لکھتے ہیں کہہ کھئے کیا لکھوں اگر لکھوں گا تو یہی لکھوں گا۔
 اسی فقرے کی تحریر پر خوب غور و خوض کرو یہی کافی ہے۔ اور فضول بچو اس کہنے والے جو دودھ پیتے پتے پتے کھڑے
 ہیں ان سے خود کو دور رکھو۔ اے بھائی! آنکھ والوں کی نگاہ میں یہ لوگ جو خود کو ایک شخص سمجھتے ہیں
 وہ ایسے ہیں جیسے ماں کے پیٹ میں ہوں یا باپ کی پشت میں ہوں یہ بھی نہیں بلکہ دم میں ہیں۔ ذوقِ نبیؐ
 لَطْفًا يَنْهَمُ يَعْمَهُونَ (انہیں چھوڑ دو کہ یہ گراہیوں میں بھٹکتے رہیں) اسی کو کہا ہے۔

ہر کوشش محظوظ خود خوشنود سالہا بند شد بدوزخ بود

(یہاں شخص چلتا پستے خوشنود ہلے سے متوں کے لئے خود کو بدوزخ کے قید خانہ میں ڈال دیا ہے)

والتلاہ
 خاکسار شرف مینری

مکتوب ۶۳

عشق اختیار کرنے اور اس کی زیادتی کی کوشش میں
 باشم الامن الراجحیم

مولانا مظفر قدس سرہ العزیز کے نام۔

رسیم من بدیاسے کہ موجش آدمی خوار است نہ کشتی اندر میں دریا ملائے عجب کار است

(عبدیکسیلے دریا میں بیچ گیا ہوں جس کی موجیں آدم خور میں عجب عالم ہے اس دریا میں نہ کشتی ہے نہ طالع ہے)

اس دریا کی کشتی عشق ہے حق سبحانہ تعلقے کی عنایت طالع ہے مصرع۔ شاگرد باش عشق ترا استاں

دہم شاگرد بن جاو عشق تہارا را بہر کافی ہے اور یائے عشق کے خون و خطر بہت زیادہ ہیں تو کیا کرنا ہے اس فقیر کے

مکتوبات و ملفوظات پیش نظر کہیں امید ہے کہ اس سمندر کی طغیانی کی موجیں جو آدم خور ہیں اس سے اس

کے مطالعہ کے ذریعہ سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور اس دریا کے عبور کرنے میں جتنی مشکلیں اور عقبات

پیش آئیں ان سب کا حل اسی میں تلاش کریں کیوں کہ برادر عزیزان مکتوبات و ملفوظات کے معانی سے بخوبی

آٹھ جو چکے ہیں اور اس کے تولین و اشارات سے واقفیت حاصل کر چکے ہیں اس تصور کے ساتھ مطالعہ کیجئے
 گویا اس فقیر کی زبان سے سن رہے ہیں کہوں کہ اَلْقَلَمُ اَحَدُ اِسْمَانِیْنَ (قلم بھی زبان کے درجہ میں ہے)
 اطمینان رکھیں آپ کی قسمت بلند ہے کہوں کہ برادر عزیز کی ہمت نے اس دریائے عشق میں شناوری کی
 ہے اللہ تعالیٰ فتح یاب فرمائے بحرمات النبی والوال الامجاد۔

نہنگ آں بہر کہ بر در یا ستیزد کز آب گرد ماہی خرد خیزد

(گلاب جوریہ کے ادب پر اس کی بوجوں سے مکر تیا ہے وہاں پھٹی پھلیوں سے بہت رہے جو پانی کے کنارے ٹہرتے ہیں)

اس دریا کے فعل و ثقیل بہت قیمتی ہیں اس کے جاہلات بڑے نادر ہیں اس کے غوطہ زن خواہں جان
 پر کھینے والے پتے عاشقوں کو ہونا چاہیے نہ یہ کہ ہر کینہ بیخود، ناشستہ نہ، تکمہ بدستوں کو۔ صرع
 رو بازی کن کہ عاشقی کار تو نیست۔ (جاوگیلو عاشقی تہذیب کا نام نہیں ہے)

عاشقاں اور ہی ہوتے ہیں مختلفان دوسرے لوگ ہیں عاشقوں کا دین و مذہب اور ہی ہے مختلف

کا دوسرا قطعہ :-

ور زبہ و دمنبر و مسرا جتقی در عشق بجز بادہ و زنا نہ باشد

بچوں زوے طہ آلم بو قبلہ عشاق ہیں بجز عشاق بجز وار نہ باشد

(زبہ میں زاپہوں کے دمنبر و محراب چاہیے لیکن عشق میں عاشقوں کے لئے شراب و زنا کے سوا کچھ نہیں ہے)

جب عشق کا چہرہ ہی عاشقوں کا قبیلہ ہوتا ہے تو عشاق کا نسب حتمہً دار ہی بنتا ہے۔)

جو عاشق نہیں وہاں حاصل محزون بنا ہوا ہے جہاں عشق نہیں وہاں جنون کہاں ہے ایک لہذا ایک ساعت

جو عشق میں گذر جائے زندگی تو وہی زندگی ہے۔

آں یک نفس کہ میرود از عمر گوہریت کورا خراج ملک دو عالم بود بہا

(زندگی میں ایسی ایک سانس جو گزرتے وہ نایاب ہوتی ہے دونوں جہاں کی بادشاہت کا خراج اس سانس کی قیمت ہوگی)

شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوشش کرو کہ ایسی ایک سانس حاصل ہو جائے

کہ اس ایک سانس میں تم زمین و آسمان میں جدمر دکھو حق تعالیٰ ہی کو دکھو اس کے سوا کچھ نظر نہ آئے یہاں تک

کہ اسی ایک سانس کی بدولت صاحب دولت بن جاو۔

کز بہر عمر خویش یا تو بر آرمے حاصل من تمام است باقی ایامت

(اگر اپنی تمام عمر سے ایک سانس آپ کے ساتھ میں گزاروں تو وہی ایک سانس میری زندگی کا حاصل ہے یا اللہ وہ نہیں دیتے)

اے بھائی! اپنے عشق کا شہانہ لباس کبھی کو مرمت نہیں فرماتے اور ہر شخص خود عشق کے قابل نہیں ہوتا جو عشق کے قابل ہوا عشق اس کے لائق ہوا اور عشق جس کے لائق ہوا وہ خدا کے لائق ہوا۔ اور جو عشق کے لائق نہیں وہ خدا کے لائق نہیں۔ جو عشق کی بارگاہ کے محرم دروازہ دار ہیں وہی جانتے ہیں کہ عشق کی سیاحت ہے لیکن نامحرموں، مجنوں، کو عشق کی حقیقت کا کیا پتہ۔ عشق کی قدر عاشقان جانتے ہیں ہی کو کہا ہے۔

یہ کوئے عشق بادہ بہا برا کے دمنند وز جام شوق جز باغیاری کے دمنند

اے خلعے کو بہر خواہ راست عمارا بے دار عشق بر سر بازار کے دمنند

عشق کے کپڑے میں شہاب تیز بھرا ہوا حقیقوں کو نہیں دیتے۔ تو اس جام شوق سے ایک پلو فیروں کو کب دیں گے

وہ مخاویہ لباس لطیف جو خواہ عشاق کے لئے ہے عشق کی سول پر چڑھنے بغیر عمام کو سر مبارک دیں گے

قدر گل دل بادہ پرستاں دامنند نے تنگ لاس و تنگ دستاں دانند

گھوٹے پھول اور گوری شہاب کی تدر زخمان بادہ پرست ہی جلتے ہیں غلش قلاش بے دولت لے کیا جانیں۔

سارے عالم کے لوگ بہت کی طلب میں لگے ہوئے ہیں۔ کسی ایک کو عشق کا طالب آپ نہیں مانیں گے

یہ اس لئے کہ بہت نفس کا حقہ ہے اور عشق جان کا حق و حقہ ہے۔ ہزاروں لوگ اشرافیہ و روپے کے

طالب ہیں مگر لیکن نوتی و جوابہر کے طالب نہیں۔ اے بھائی! اپنی ذات سے اٹھو اور اپنے وجود کو عشق

کے حوالے کر دو جب اپنی ہستی تم نے عشق کے سپرد کر دی تو تم پہنچ گئے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔

آتشے راہمی کسند تسلیم داغ نمرود دیاغ ابراہیم

(عشق کس آگ کو اگر تم نے قبول کر لیا تو نمرود کی آگ کی طرح یہ آگ گلزار ابراہیم بن جائے گی۔)

دیکھو ہر آن بہت بلند رکھو اللہ کے سوا جو بھی ہے طالب کے لئے وہ زائر و فریب، محراب صبر

عاشق کے لئے سول کا تختہ ہے اسی کو کہا ہے۔

در باز سر از مردی در صف قتال او کز بہر سر در رہ بر کم بہ نیاید بود

سراختہ آن رہ روز از سجدہ غیر او گر مرد رہ او ای در کم بہ نیاید بود

(اس عشق کے میدان جنگ میں مردانہ وار سر کی بازی نکادو کیوں کہ اس راہ میں سہ سے کم کا مطالبہ نہیں ہوتا

وہ ایک سر پہچان غیر کے سجدہ کے مقابلہ میں اپنی سرداری ختم کر گیا اگر تم مرد ہو تو اس سے کم تو نہ رہو۔)

جانتے ہیں یہ اتنے سارے پردے اور حجابات جو اس راہ میں رکھے گئے ہیں یہ کیوں ہیں؟

یہ اس لئے کہ عاشق کی نگاہیں دن بدن پختہ تر ہوتی جائیں یہاں تک کہ محبوب کو بے حجاب دیکھنے کی دید
میں طاقیت پیدا ہو جائے۔ اسی کو کہا ہے

پیرے زخراپہ بروں جست یک کوزہ پُر ز بادہ در دست
با کوزہ و خرقہ و سجادہ در پائے بے فادہ سرست
ہم ز بد بسبادہ عشق بروداد ہم تو بہ ز بہر وصل بشکست

(ایک پیر نے ویرانہ سے جست لگائی اور باہر آیا ایک پیارے شراب سے بھرا ہوا ہاتھ میں تھا
شراب کا وہ پیار، خرقہ و مصلیٰ سب نے جوئے مستی میں ایک بت یعنی مشوق کے قدم پر گر پڑا
عشق کی شراب پر سارے زہد نادے پھر اس بت کے دھال کے لئے عتوبہ بھی توڑ دی)

نقل ہے کہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جناب جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا

يَا اَنِّي جِبْرِئِيلُ هَلْ نَرَايْتَ الشَّرْبَ اے جبرائیل! میں نے خداوند تعالیٰ کو دیکھا ہے، جبرئیل نے کہا
يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ سَبْعُونَ جِجَابًا مِنْ نُورٍ نُورٌ نُورٌ وَاجِدٌ لِقَعْرِ قَتْ
اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور خدا کے درمیان شہدوں سے نور کے ہر آن نور کچھ روں میں سے ایک ہے وہ کے
قریب بگلا ہوں تو میں بل جاؤں۔ سبحان اللہ! کیا ہی ہمت اور دلیری ہے اس مٹی اور پانی کے پتلہ کی ہمت
یہ دلیری نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِيْ كِي قُوْتٍ سے ہے جو سوال کرتا ہے اَسْرِيْ اَنْظُرْ اَيْتِكَ (تو مجھے نظر

آجا کہ میں تجھے دیکھوں، ورنہ کہاں وہ اور کہاں یہ سوال۔ اسی کو کہا ہے۔

نیمت مردم نطفہ از آب و خاک هست مردم سرود قد و جان پاک
صد جان پُر فرشتہ در وجود نطفہ را کے کند آخر سجود

را دی مٹی و پانی سے نکلا ہوا قطرہ ناجیز ہی نہیں ہے آدمی سر سے پاؤں تک مقدس جان ہے
اگر ایسا نہ ہوتا تو سادے جہاں کے فرشتوں کو قطرہ ناجیز کے آگے سجدہ کا حکم کیسے ہوتا۔

وَالسَّلَامُ

شرف مینری



مکتوب ۶۴

حدیث شریف **يَلْتَمِسُ مُحَمَّدٌ مَخْلُقَ مُحَمَّدٍ** کے مفہوم معنی میں
 بِرِسْمِ الرَّسْمِ الرَّسْمِ

برادر عزیز کا خط ایک عرصہ کے بعد پہنچا پڑھا جس واروہ کا ذکر کیا گیا ہے معلوم ہوا، اچھا اور لائق
 توجہ ہے اس کا جواب نکھاجا رہا ہے۔

اے بھائی! جب خواجہ عالم علی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا **لَوْلَا نَسَا اَظْهَرَ مَخْلُوقًا**
 (اگر آپ نہ جوتے تو میں اپنی ربوبیت کا ٹھکانہ نہیں کرتا) حضورؐ نے نور بعیرت سے مشاہدہ کیا تو لاکھوں آرزوی
 کہنے لگے اور اس کے دھمال کے طالبین ہر طرف کھربے ہوئے ہیں حضورؐ نے غیرت کی بنا پر فرمایا
 یا لیت رب محمد لہ یخلق محمدًا تو جہاں محبت ہوتی ہے غیرت کا ہونا ضروری ہے جس درجہ محبت قوی
 ہوگی غیرت بھی اتنا ہی سخت تر ہوگی یہاں تک کہ ایک نقیر نے اسی غیرت کے مقام میں کہا اے میرے
 اللہ کل قیامت کے دن سب کو نابینا اٹھائے تاکہ میرے سوا کوئی آپ کو نہ دیکھے۔ اور پھر اسی نقیر نے
 دوسرے وقت کہا خدا و نما کل قیامت میں مجھے اندھا اٹھائے تاکہ آپ کے دیدار میں میری یہ آنکھیں
 بھی شریک نہ ہوں۔ یہاں پر ایسا نہیں چاہیے کہ دل کو کوئی خیال پیدا ہو اسی کو کہا ہے

کار عاشقِ اضطاری اوستد دآن ز فرطِ دستداری اوستد

لا جرم دیوانہ را گر چہ خطاست ہر چہ می گوید بگستاخی راست

خیر و شر جنوں جملہ نہ بخا میرود گفتہ دیوانہ ز سبب میرود

(عاشقوں کے کام بے اختیاری ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ محبت کی زیادتی میں ہوا کرتا ہے

یقیناً دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں بلکہ گستاخی میں جو وہ بول جاتا ہے وہ درست ہے۔

دیوانگی میں بھی بری جو باتیں ہوتی ہیں وہ سب دیوانہ کی دیوانگی کے لئے زیبا ہیں۔)

دوسرا معنی: خواجہ عالم علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **خَلَقَ نُورِي مِنْ نُورِيهَا** (اس نے میرا نور پیدا کیا اپنے

نور سے) میں نے عمل اور اس حرف کو نور رکھا تو انہوں نے اس فعل و حرف کو اپنے اسم شریف کے وجود میں گم دیکھنا

چاہیچنانچہ فرمایا یا لیت رب مجھ لم یخلق محمدًا فعل، خَلَقَ (پیدا کیا) حرف، مِن (سے) یہ دونوں درمیان میں نہ ہوتے لکن نوری و نورہ ایک ہی ہو جاتے۔

تیسرا مطلب اسے بھائی! محب اگر محبوب کے مناسب دلائق نہ ہو (خود کو نہ سمجھے) تو محبت کی شریعت میں اپنے نیست و نابود ہونے کی تمنا کرنا جائز ہوتا ہے۔ جیسا کہ یہ شعر ہے۔

اندر خود عشق چوں نہ یابی اے خستہ عشق نیم جانی

آں بہہ کہ ز خجالت نمائد در بود و وجود تو نشانی

(جب تو عشق کے لائق نہ ہو اتوں اے عشق کے مارے ہوئے نیم جان اس ندامت و شرمندگی سے تیرے لئے یہی

بہتر ہے کہ تیرے وجود کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔)

ایک مثالی دلیل :- اگر کسی شخص نے اپنے دوست کو دعوت دی مہمان بلایا اس دوست

کے طفیل میں دس بیس اور طفیل بھی مہمان ہو کر آئیں پھر ان طفیلیوں سے میزبان کے گھر میں بے ادبیاں اور

ناپسندیدہ حرکتیں سرزد ہوں جن سے وہ مہمان دوست نادم و شرمندہ ہو اپنی انتہائی ندامت و شرمندگی

میں میزبان کے روبرو کہتا ہے کاش میں ہی مہمان نہ ہوتا۔ جب یہ قاعدہ کی بات ہے تو اسی سے جانتا چاہئے

کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے سارے عالم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے طفیل میں پیدا کیا ہے

لَوْلَا اِنَّا خَلَقْنَا الْكُوْنِيْنَ (آپ نہ ہوتے تو میں کوئین کو پیدا نہ کرتا) ان طفیلیوں کے گرد نہ بے ادبیاں کیوں

اور جو چیز نہ ہوتی چاہیے تھی ان سے وجود میں آئی ان بے ادبیوں اور ناشائستہ حرکتوں سے شرمندہ ہوئے

انتہائی ندامت و شرمندگی میں فرمایا يَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدًا لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا اور یہ معنی مولانا حمید الدین ناگورکا

رحمۃ اللہ علیہ کے لواتح میں شرح و لبط سے آیا ہے۔ لیکن وہ عاشق فانی عین القضاة حمدانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کون جان سکتا ہے اس حالت کو جس حال میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

يَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدًا لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا۔

لیکن وہ جو ایک روایت آتی ہے کہ ایک بزرگ کا قول ہے وہ کہتے ہیں۔

لَا اَنْشُرُ بِالْمُنْشَارِ احَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَقُوْلَ شَيْئًا كَانَ لَيْتَهُ لَمْ يَكُنْ۔

(میں اسے پسند کرتا ہوں کہ میں آرا سے چیر دیا جاؤں لیکن مجھے یہ گوارا نہیں کہ کوئی بات ہو اور میں یہ کہوں کہ کاش ایسا نہ ہوتا)

یہ ایک مخصوص مقام ہے کہ آدمی جب اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو دنیاوی لذتیں اور نفسانی خواہشات اس سے

نہیں رہتی ہیں مفلسی میں ہو یا امیری کی حالت میں ہو، بھوکا ہو یا آسودہ ہوا تندرست ہو یا بیمار ہو ہر حال

میں وہ محبوب سے راضی و خوشنود رہتا ہے اپنے مخطوطہ و لذتوں سے نہیں ہٹتا اور اپنی نفسانی خواہشات کے موجب سے یہ نہیں کہتا کاش کہ ایسا ہوتا اور کاش ایسا نہ ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے اندر جو اس کے محبوب کی رضا ہے اُسے جانتا ہے۔ اور اگر کوئی ایسی بات یا فعلت اپنے اندر محبوب کی رضا کے خلاف دیکھے تو ہرگز سزاوار و مناسب نہیں ہے کہ اس صفت و فعلت کے موجود ہونے کے باوجود اسے پسند کرے اور اس سے راضی و خوش رہے بلکہ اس کی تمام و پوری کوشش اس کے ازالہ کی ہونی چاہیے اور اپنی پوری طاقت ساری سے کہے **يَا لَيْتَ هَذِهِ الصَّفَاتُ لِي تَكُنُّ** (اے کاش میری یہ صفت یہ صفت نہ ہوتی) اور اگر ایسا نہ ہوتا یہ ایسی بات ہوگی کہ تمام جمیوں کی شریعتیں باطل ہو جائیں گی۔ کیا کہتے ہو، اگر کوئی شراب پیتا ہو زنا کرتا ہو اور یہ نہ کہے **يَا لَيْتَ لَمْ أَشْرَبْ يَا لَيْتَ لَمْ أَزْنِ** کاش میں شراب نہ پیتا کاش میں زنا نہ کرتا، بعض لوگوں کو ایسا معلوم ہو گا کہ یہ اللہ کے فیصلے سے راضی رہنے کے خلاف و ضد ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے اللہ کے فیصلے سے راضی رہنا وہاں پر ہے جہاں حق سبحانہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہے، جیسے وہ کفر و گناہ سے خوش نہیں یہاں رضا یعنی کفر و گناہ سے راضی رہنا شرط نہیں ہے اگر یہ شرط ہوتی تو انبیاء کے لئے ہوتی چنانچہ انبیاء کے لئے سزاوار و لائق ہے کہ وہ کہیں کہ **يَا لَيْتَ فَلَا نَا كُفْرًا يَا لَيْتَ** اے کاش فلاں کفر نہ کرتا یا اے کاش گناہ کا وجود ہی نہ ہوتا، یہ کہتا ان کے لئے مناسب ہے اور خدا کی رضا سے راضی ہوں۔ اللہ جس کام سے ناخوش ہو وہ بھی اُس سے ناخوش رہیں۔

والسلام
فقیر شرف مینیری

مکتوب ۶۵

ہمت کی بلندی اور خداوند جل جلالہ کی طلب میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سے اگر حاصل شود آن گلرخ و آن لب چو میگویش چہ بے حاصل کے کوہست باغ و چہار جو ہا ہر
(اگر کسی کو پھیل سے خسار ملے محبوب اور اس کے وہ شرابی رنگ ہوش حاصل ہوں تو وہ کیا امر شخص ہو جو باغ و باغیچہ اور پھول پر گیا)
ہمت کو کون و مکان کی طلب سے پاک رکھو اور حقیقی چیزیں لفظ کن کے تحت آئی ہیں اپنے وجود پر مدد و

مخلوق ہونے کا داغ رکھتی ہیں انہیں اپنی راہ کا ہمت و زناں شمار کر دو اور وہی کہو جو کسی ایک نے کہا ہے
بے وسال تو جاں چہ کار آید بے جمالت جہاں چہ کار آید

(آپ کے وسال کے بغیر جان کس کام کی اور بغیر آپ کے جمال جہاں آرا کے یہ جہاں کس کام آئے گا)

اور وہ سالکین راہ میں راست رفتار حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں کہا اَللّٰهُمَّ اِذَا الدُّخْلُ

الْجَنَّةِ وَقُلْتَ رَضِيْتُ عَنْكَ يَا مَالِكُ فَاجْعَلْنِي تَرَابًا وَهَبِ الْجَنَّةَ لِأَرِيَابِهَا لَعَلَّكَ تَجْعَلُنِي فِي جَنَّتِكَ مِنْ دُخْلِ

فرا میں اور اس کے بعد اتنا کہیں کہ میں تم سے خوش ہوں اسے مالک سنا کہہ دینے کے بعد مجھے مٹی بنا دیجئے اور

جنت اس کے خواستگاروں کو دیدجئے) سبحان اللہ کیا کہتا ہے ان مردان راہ کی ہمت کا۔ اسی کو کہا ہے

ہر کہ صاحب ہمت آدم درد شد ہر کہ خورشید از بلندی فرد شد

ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدہ است گر گدائی میکند شاہ آمدہ است

(وہ جو صاحب ہمت ہے وہی مرد ہے اپنی اس بلند ہمتی سے آفتاب کی طرح بلندی سے فرد ہے

جو ہمت کی نعمت کے کر اس راہ میں آیا ہے اگر وہ گداگری کرتا ہے تو حقیقت میں وہی بادشاہ ہے)

وہ مست الست یزدانی حضرت عین القضاة ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول سنا ہوگا فرماتے ہیں۔ قسم ہے یہاں

بھی کھانا پینا اور وہاں بھی کھانا پینا؛ شاید تمہاری خوش قسمت نگاہ اس آیت کریمہ پر نہیں پڑی ہے کہ اَعْبَادُ

بِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَأَعْيُنٌ رَأَتْ وَلَا أذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَيَّ ثَلْبُ نَشِيرٍ (میں نے بہشت میں

اپنے صالح بندوں کے لئے ایسی نعمت تیار رکھی ہے کہ جس کو آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا بلکہ کسی بشر

کے دل میں اس کا واہم بھی نہیں گذرا) اسے بے ہمت کیا یہ کھانے پینے ہی کی جگہ ہے؟

ہر کہ اور یوسف گم کردہ نیست گر چہ ایماں آورد آوردہ نیست

گر ہم عالم شود ز بروز بر تو کن از سایہ یوسف گذر

(جس کے پاس کھویا ہوا ہوا حقیقی محبوب حقیقی کی فرقت کا درد نہیں ہے اگرچہ وہ ایمان لایا لیکن اس کا ایمان

کامل نہیں ہے۔ اگر ملک عالم میں ایسا انقلاب آئے کہ زمین آسمان ہو جائے تو بھی تو اپنے محبوب کے سایہ سے الگ نہ ہو۔)

اسے بھائی! جہاں میں بہشت کی نعمت کے خواستگار اور کرامت کے متلاشی بہت ہیں لیکن

دینے والے اور کرامت عطا کرنے والے کے طالب سُرُخ گندھک کی طرح نایاب ہیں اسی کو کہا ہے۔

کعبہ عشاق مولی آمدہ است دآن مجنون رے سیلی آمدہ است

ہا تو انی باخسر دیگانہ باش عقل را غارت کن و دیوانہ باش

دماغوں کا کعبہ تو مولیٰ ہے لیکن مجنون کے عبادت کے لائق نہیں کیلئے کاٹنا زیادہ ہے۔ جہاں تک تمہے ہو کے عقل سے نا آشنا ہو جاؤ عقل کی پونجی مٹا دو اور دیوانہ ہو جاؤ۔

بجائے اللہ وہ لوگ جن کے ماؤد علیہ السلام جیسے خادم ہیں فرشتے اور ساکنان آسمان حاشیہ بردار ہیں
ان عام انسانوں اور اجناکوں کے مرتبہ و مقام کی کیا خبر؟ خواجہ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔
سجام جہاں نامے در دست من است از رستے غرور صریح بریں پست من است
ساقبلہ نیست قبلہ بہت من است ہوشیار ترین خلق جہاں مست من است

اجب تک میرے ہاتھ میں جام جہاں نلبے تو عقل کی رو سے مری پستی ہی آسمان کی بلندی ہے۔
اے بھائی! طالب کی نظر میں جب تک دونی ہے اگرچہ اس کے قدم عالم وحدت کی طرف
مہزن ہیں لیکن بلاشبہ وہ ابھی تک بھگا ہے (یعنی جسے ایک چیز دو نظر آتی ہے۔
تامر در خود فانی مطلق نشود اثبات ز نفی او محقق نشود
توحید حلول نیست تا بودت دہنے بگزات آدمی حق نشود

(آدمی جب تک اپنی ہستی سے کامل طور پر نفا نہیں ہو جاتا اس کے لالہ کی نفی سے اللہ کا اثبات حقیقی نہیں ہوتا
توحید حلول نہیں ہے تمہا اپنے وجود کے ہوتے ہوئے تمہاے اندر کیسے آئے گی (انگ پانے کی بجائے آگ کی ہستی نہیں ہوتی)
اے عزیز! عشق کا گھوڑا ایسی قوت والا ہے کہ ایک جست میں دونوں عالم سے پار ہو جاتا ہے
در لامکان میں چکر لگانے لگتا ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔

در عالم ادا اگر بکار آئی تو در دفتر عشق در شمار آئی تو
جبرئیل میں رکاب آتو بود بر مرکب عشق اگر سوار آئی تو
(اگر اس جہاں پاک میں تو کام آجائے تو ترا نام عشق کے دفتر میں درج ہو جائے
اگر عشق کے گھوڑے پر تو سوار ہو کر آجائے تو جبرئیل میں تیرے رکاب دار بن جائیں)
لیکن ہاں طالب ایسا ہونا چاہیے جو عشق کا بار اٹھانے والا ہوتا کہ محبوب کی بارگاہ میں اس کی سائی
بجائے لیکن یہ رہگذر تلوار کی دھاریا تختہ دار پر ہوگی۔

گرہ گذر عشق تو بردار بود آساں بوداے پیر نہ دشوار بود
از خار چہ باک باشد آزا کورا معشوق دلش میان گلزار بود
(تمہاے عشق کی راہ اگر سول پر سے گذرتی ہے پھر تو اسے لڑکے! آسان ہے کوئی شکل نہیں)

(ارے اے کانٹوں سے کیا خون جس کا مشوق تین زار میں رہتا ہو۔)

وہ تم سے دور نہیں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ إِنَّمَا كُنْتُمْ (وہ تو تھا بے تم جہاں کہیں ہو) تم اس سے دور ہو گئے ہو کیوں کہ اپنی خودی سے تم خود حجاب میں ہو جب اپنی آستی کے خیال و گمان سے نکل آئے تو یہ کہہ اٹھے

مشتوق عیاں بود نمی دانستم با من بیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب گر بجائے برسم خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(مشتوق تو سامنے تھا مجھے خبر نہ تھی وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے پتہ نہیں تھا کہا

اس کی تلاش میں کہیں چلوں یہی تو تفرقہ تھا اسے میں نہیں جانتا تھا۔)

مشتاقوں کے اشتیاق کا جو راز ہے وہ اَنْتَ لَا اَنَا وَلَا غَيْرِي (تم نہیں ہو، میں ہوں میرے سوا غیر کا وجود

نہیں) تو ادا نہ شوی بے اگر جہد کنی جائے برسی کہ تو توئی بر خیزد

عجب دازر بارانِ عشق و تخمِ حب چو سبزہ از گلِ محمودا گرا یا ز آید

(تم وہ نہیں ہو سکتے ہاں اگر کوشش کرو تو اس مقام پر پہنچ سکتے ہو جہاں تمہاری توئی ختم ہو جائے عشق

کی بارش اور محبت کے بیج سے تم تعجب نہ کرو محمود کی ٹٹی سے سبزہ کی طرح اگر ایا ز پیدا ہو جائے)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف مینوی

مکتوب ۶۶

اسرار کو چھپانے، خاموش رہنے، گھمنڈ و دور ہو اور بت و زنا کی شناخت

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

برادر عزیز کا خط ملا، پڑھا گیا، رموز و اشارات معلوم ہوئے، نثر و نظم کے مضامین سے آگاہی

ہوئی۔ بزرگوں کی روش کی پیروی مبارک ہے، الشرب العزت کے اسرار کو ظاہر کرنا ان بزرگوں کے فیصلے

کے مطابق کفر ہے۔

زبستی گر بگوید رمز عشقش جز ایش در طریقت دار باشد

(زستی میں اس کے عشق کے اسرار کھول دینے کی سزا اس راہ میں سول ہے)

الشرب العزت کے اسرار کو تفصیل و تشریح کے ساتھ بغیر کسی پردہ کے بولنا اور لکھنا حرام ہے اس لیے

www.marfat.com

کہ شرع میں اس کی اجازت نہیں ہے اور شوق بڑھانے کے لئے رمز و اشارات میں بولنے اور لکھنے کی اجازت ہے۔

والی کہ چرا اہل صفا خاموش بند
در نکتہ دل بگو خودی کو شنند
مئے از کف دست نفس کی تو شنند
سرمی بازند دستہ حق می پوشند

جانتے ہو یہ حضرات صوفیہ کیوں خاموش رہتے ہیں، دل کے نکتے میں خود کو گم رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، مجبوری کے ہاتھ سے ہر گھڑی شراب کا پیالہ پیتے ہیں، سرک بازی لگا دیتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کے راز کو انہیں کتنے اصل کام بختم کر لینا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ ڈکار بھی نہ آنے پائے۔ وارد سے اور کاشفے کا بلونا اور ٹکنا ہی ڈکار ہے۔ مرد وہی ہے جو دریا گھونٹ جائے اور ڈکار نہ لے۔ میں ایسے صاحب ہمت اور قوت کا غلام ہوں جن کا حوصلہ کمالات میں سے کسی کمال سے بھرتا نہیں۔ خواجہ بکھی معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان العارفين بائیرید بسطامی قدس سرہ کو لکھا کہ یہاں کوئی ایسا ہے کہ ایک قطرہ پیلے اور مست ہو جائے سلطان العارفين نے جواب دیا یہاں کوئی ایسا ہے کہ دریا گھونٹ جاتا ہے اور "اور طے کا نہ لگتا ہے"

ہست در یائے محبت بے کنار
لاجرم یک تشنگی شد صد ہزار
مانا باشد این چنین دردی ترا
تنگ باشد گفتن مردی ترا

(جب کہ محبت کا دریا وہ ہے جس کا کنارہ نہیں تو یقیناً ایک تشنگی لاکھوں تشنگی ہوگی۔ جب کہ یہ

درد محبت تجھے حاصل نہیں ہوتا تیرے لئے خود کو مرد کہنا باعث شرم ہے۔

گر ہاں جوڑنے لکھنے بولنے کے لئے بیقرار ہوں (ان کے لئے درست ہے) جیسا کہ عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ رازیا تو زبان پر آئے گا یا نوک قلم پر میں کیا کروں مجبور و بے چین ہوں اگر چاہتا بھی ہوں کہ نہیں لکھوں نہیں بولوں تو یہ مجھ سے ہوتا نہیں۔ شاید کہ وہ عشق کی دیوانگی کے اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوتے تھے اس لئے معذور تھے۔ اسی کو کہا ہے کہ

ھر چه از دیوانہ آید در وجود
عفو فرمایند از دیوانہ زود

(دیوانہ سے جو بات صادر ہو جاتی ہے اسے فوراً معاف کر دیا جاتا ہے)

لیکن ہاں جو شخص ابھی تک خودی دستہ میں ہے، وہ تفرقہ میں ہے۔ نہ جمع میں ہے نہ کثرت میں نہ وحدت میں ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

ساتو با خویشی عدد بینی ہمہ
چوں شدی عالی احد بینی ہمہ

(جب تک تو اپنی خودی کے ساتھ ہے۔ تعدد ہے جب تیری خودی فنا ہوگی تو احد ہی احد ہے)

اس عالم وحدت میں اگر کسی کی زبان و قلم سے اس طرح کی باتیں نکل آئیں تو وہ معذور ہے۔

لاجرم دیوانہ را گر چہ خطاست ہر چہ میگردد گستاخی دراست

(یقیناً دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں لیکن اپنی دیوانگی میں جو کچھ گستاخی سے کہہ جاتا ہے اس کے لئے عذرا ہے)

اس کے ساتھ اگر کوئی ان کلمات کو بغیر کسی پردہ کے اور بغیر سزا و اشارہ کے کھو کر بولتا ہے تو خلائق و مومن مقرر

علیہم جو معتقدار وقت ہیں اور اعتراض و طعن سے پاک ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسی باتوں کو شطیحات میں شمار کرنا

چاہیے نہ اس کو رد کریں اور نہ قبول۔ ہاں بعض بزرگوں نے اپنے شہر سے سزا کیا ہے اور لوگوں کو نفع پہنچایا

ہے یہ بھی ویسا ہی ہے لیکن یہ ان بزرگوں نے اس وقت کیا ہے جب وہ اپنے کاموں سے فارغ ہو گئے

ہیں اور تمام کمالات سے آراستہ ہو چکے ہیں اور تمام دولت و نعمت سے مالا مال ہو گئے ہیں اور اس مرتبہ

کو پہنچ گئے ہیں جس کا اظہار اس شعر میں ہے۔

واسطہ این قوم را برخواست است قول ایشان لا جرم پس برسات

چوں نمی بینند غیرے جز مجاز جملہ زوشنوند زو گویند باز

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے درمیان سے واسطہ اٹھ چکا ہے ان کا نگاہ اس سے بے واسطہ ہاں قول یعنی اور است ہاں

جب کے عالم مجاز میں نہیں غیر نظری نہیں آتو جو کچھ بھی وہ سُنتے ہیں اپنے محبوب (تو خدا تعالیٰ ہی سُنتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہیں)

اے بھائی! مقبولین! نگاہ کے کام بد نصیبوں سے نہیں ہوتے جیسے مردوں کے کام مخفتوں نہیں

ہو سکتے تکل مکتبہ بنی خلق لہ (ہر شخص کے لئے وہ کام آسان ہوتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے)

یہ شخص (یعنی میں) کس گلی کا کتاب ہے کہ جس کے طہ میں ان بزرگوں کے جیسا ہونیکا واہنگی

گذرے بلکہ اے تو ایک رسا آدمی چاہیے جو اس کی گردن سے نفس کا زانما آتا پھینکا اور مسلمان بناوے اگر

خداوند تعالیٰ سفر فرمائے تو وہ سفر اسی نیت سے ہوگا اور آہ تک پہنچ ہی نیت ہے۔ آن برادر

اور دوسرے عزیزان کوئی لکھتا ہے ملک السارین یا ملک المشائخ یا ایسے ہی اور القاب یہ کم رتبہ خود

کو اچھی طرح جانتا ہے اور پہچانتا ہے لیس الخبیر ما لعاپینہ (سنی ستال باتا نکھوں دی جی میں نہیں

ہو سکتی) اپنے نفس زمار نفاق، شرک و کفر میں توحید اور مسلمان کی تحقیق و دریافت کرتے ہوئے تیس چالیس

سال بیت گئے توحید اور حقیقی ایمان تک کب پہنچو بیٹھا شاید گور میں جائی کی نوبت آجئے حقیقت اس

وقت کھلی اور معلوم ہوئی جیسا کہ اس شعر میں کہا ہے۔

ہنوز از کاف کفر خود خیر نیست حقایقہائے ایمان ما پر دانی

(ابھی تک اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں ہے ایمان کی حقیقتوں کو تم کیا جانو)

ہزاروں رحمت اس کی جان پر ہو بلاشبہ اس راہ کو طے کئے ہوئے اور اس کفر و شرک اور بت و زنا سے
جو باطن میں چھپے ہوئے ہیں وہ آگاہ ہیں اور اسے دیکھے ہوئے ہیں اور جو ان پر کھلا ہے اسی کو کہاہے۔

رحمۃ اللہ علیہ

نمیدانم کرامت بدین سیرت گرفتارم : من ہندوہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(کچھ معلوم نہیں میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار)

انشاء اللہ تعالیٰ تمام کوحصلوں اور کوششوں کے طفیل توحید اور حقیقی ایمان اللہ جل شانہ مرحمت فرمائے گا۔
اے بھائی! زبانی توحید اور زبانی ایمان اگر کل قیامت کے دن کس کے کام آئے تو تمہاری
رہائی اور نجات پاتے اور بہشت میں پہنچ جاتے۔ بات سے بات نکلتی ہے اور گفتگو جیسی ہوتی جاتی ہے
ایسا لگتا ہے کہ اس میں بھی نفس کا حظ شامل ہے استغفر اللہ! استغفر اللہ! عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

شرف منیری

مکتوب ۶۷

خداوند تعالیٰ کی حکمت اور بندوں کی مقہومی و بیچارگی میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آپ دوست عزیز شرف منیری کے سلام و دعا کے لئے مخصوص ہیں۔

سنا کہ آپ دولت آباد سے واپس آگئے ہیں امید کہ سفر خیر و عافیت کے ساتھ ہوا ہو گا اور مفید ہے گا

انشاء اللہ تعالیٰ۔

گرگ از رمد برد سپنج مراد دل او بود گو باد یہ پیمائے ہمیں مردشاں را

(بھیر یا جس کو چاہتا ہے سپہر میں سے لے جائے خواہ وہ باد یہ بیانی کرنے والا چرواہا ہی کیوں نہ ہو)

مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ (اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا ہے)

انبیاء و اولیاء اور سارے جہاں کے بادشاہوں دولت مندوں کا یہی حال رہا ہے بہت چیزیں ایسی ہیں جنہیں

ان لوگوں نے جہاں کہ ہو سکیں نہ ہوئیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جنہیں ان لوگوں نے چاہا نہ ہوں وہ ہو گئیں خدا کا
 الریوبیۃ والعبیدیۃ بلاشبہ خدائی اور بندگی ایسی ہی ہے اور ایسی ہی ہوتی ہے۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ
 علیہ وسلم برسوں یہ درخواست کرتے رہے کہ ابو طالب کو ایمان عطا ہو جو اب لا اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَخْبَيْتَ
 رہے آپ ہدایت نہیں دیتے جس کی ہدایت آپ کو مطلوب ہو (جناب نوح بنیامیر علیہ السلام اپنے بیٹے کے
 حق میں درود فرزدی اور شفقت پر رومی کی بنا پر مناجات کرتے رہے اے میرے اللہ! آپ جانتے ہیں
 اِنَّ اِبْنِي مِنْ اَهْلِي وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ (اے میرے اللہ! یہ میرا بیٹا ہے اور میرے اہل میں سے ہے اور میں آپ کا بندہ
 پہلے ہے۔ جواب لا اِنَّكَ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اھتہا اہل میں سے ہی نہیں ہے؟) اگر کام بندوں کے ارادہ و
 خواہش کے مطابق ہوتا تو ان حضرات کی خواہش کے مطابق ہوتا جو بندہ ہونے میں انہیں الخواص میں یکساں
 جاتے جب بندگی ہی ہے تو تقدیر کے حکموں کے سامنے سر ڈال دینا چاہیے اور جو کچھ خداوند تعالیٰ کی مرضی
 ہے اس کی رضا سے راضی رہنا چاہیے اور اپنے مقصد و آرزو سے ہاتھ دھو لینا چاہیے اور نامرادی کے
 ساتھ بسر کرنا چاہیے۔

ایں قدر زو میر کن کا ساں بود تا خوش و ناخوش ترا کیساں بود
 عمر روزے پنج و شش می گذرد خواہ خوش خواہ ناخوش می گذرد

(اس کے کئے ہوئے پر اتنا زیادہ میر کر دو کہ کوئی شکل شکل نہ رہے سب آسان ہو جائے یہاں تک کہ خوشی و
 ناخوشی سب تہا کے لئے یکساں ہو جائے۔ چند روزہ زندگی کسی سنگی طرح گزری جائے گی خواہ خوش گذرے خواہ ناخوش گذرے)
 شاید کہ بندہ کی صلاح و نفع اس کی نامرادی ہی میں ہو اس لئے کہ بندہ کی صلاح و نفع بندہ سے بہتر اللہ ہی
 جانتا ہے کہ بَلِّغِ الطَّانِ حَقِيْقَةً (اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم پوشیدہ ہے)

دانند آنکس کہ خردہ ماں باشد کا پنچہ او کر ذخیرش آں باشد
 نوشتاں ہر چہ ز ہرا و باشد زشت و نیکو ہر سہ نکو باشد

(اس کو تو وہی جانتے ہیں جو باریک میں ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اس میں بندہ کی بھلائی ہوتی ہے
 اس کے تلخ گھونٹ کو بھی لگ شربت ہی جانتے ہیں ان کے نزدیک اچھی اور بُری چیز اچھی ہی ہوتی ہے)
 جناب یوسف علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو جب وہ معصوم نابالغ بچے تھے تو بھائیوں نے بے تصور
 کنواں میں ڈال دیا اور بوڑھے باپ جو خود بیخامبر تھے جدائی کی آگ میں جلتے رہے پھر کنواں سے نکلے
 گئے غلام بنا کر بیچ دیئے گئے پھر لیٹھا کو ان کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنا دیا اس وقت ان کی پاکدامنی

نے ان کی دستگیری کی اب غلامی سے نکال کر مصر کے تخت شاہی پر جلوہ فرما کر دیئے گئے اور پھر اس عظیم گناہ کے باوجود تمام بھائیوں کے سر پر تاج نبوت رکھ دیا گیا یوں سرفرازی و آراستگی کی گئی اس عقد کو حسن القمص کے نام سے موسوم کیا گیا یہ باتیں کسی کے وہم فہم میں نہیں آسکتیں اسی کو کسی نے کہا ہے۔

بسر کہ آنجا رسید بسر بنہد عقل آنجا رسید بر بنہد

(آدمی کے اسرار جب اس مقام پر پہنچے تو اس نے سر رکھ دیا ہے عقل جیسا راز نکال چکی تو متعجب ہو جاتی ہے) اے بھائی! جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کے اسرار سے جبریل و میکائیل کو خبر نہیں ہو

تو ہم تم اور ہمارے جیسے دوسرے کس شمار میں ہیں۔

جناب آدم علیہ السلام جن کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا بہشت کی مملکت ان کے تختِ تعریفِ مہلکی گئی پھر اسی بہشت سے برہنہ کر کے باہر کر دیا گیا اور عالم میں صدائگادی گئی عینی آدم ربہ (آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی)۔

ایچ کس از سرا و آگاہ نیست زانکہ آنجا ایچ کس از راز نیست

کوئی شخص اللہ کے کاموں کے راز سے آگاہ نہیں کیونکہ وہاں تک کسی شخص کی پہنچ نہیں ہے

نقل ہے گل قیامت کے دن جب جناب آدم علیہ السلام اپنے آل و اولاد کے ساتھ بہشت میں داخل ہونیکے لئے آئیں گے تو انتہائی اشد ہام کے سبب شور و غل ہوگا اس وقت تمام فرشتے حیرت زدہ ہو کر کہیں گے سبحان اللہ! یہ وہی شخص ہے جو بہشت سے ننگا کر کے نکال دیا گیا تھا۔

اور حجاج کی رات سلطان الانبیاء تاج الاصفیاء علیہ وسلم کے براق غطت آب کے آگے

آگے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی ارواح پاک طَرَقُوا طَرَقُوا (ہٹا ہڑھو راستہ بنا کر) کی صدائگاتے ہوتے جلو میں رواں دواں ہیں اور کبھی جنگ قرظیہ و جنگ بنو نضیر کے دن ایک معمولی سا گدا ساری میں ہے جس کی نگام کی ڈور کھجور کے پتہ کی بیٹی ہوتی ہے۔ اور کبھی تمام روئے زمین کے خزانہ کی گنجی تہذیب

والد بجاتی ہر شاد ہوتا ہے میرے محبوب! یہ سب آپ کا ہے جس طرح چاہیں معرف میں لائیں اور اسی کے بعد

دیکھو! کہ چند سیر جو کئے ایک یہودی کے در پر بھیجا جاتا ہے آپ اس سے کہتے ہیں چند پیمانہ جو مجھے

اُدهار ویدودہ طعن کرتا ہے اور کہتا ہے لیس لک حزرع ولا زماع من این تقصی آپ کے پاس:

اونٹ ہے۔ کبیاں ہیں۔ کھیتی ہے۔ باغ ہے آپ کہاں سے ادا کریں گے۔ اسی کو کہل ہے۔

گہ باکف پر سیم و گہ درویشم گہ بادل پر شاد و گہ دل ریشم

کہ واپس جملہ خلق کہ درخشیم من بوقلمون روزگار خویشم
 (کبھی تو سر ہاتھوں میں تمام روے زمین کے خزانہ کی کنجی ہے اور کبھی فقیر تھی دست ہوں کسی نشتاد شلامانی سے دل بھر
 ہوا ہے اور کبھی وہی دل نتر و خور ہے۔ کبھی سبھوں کے پیچھے پیچھے آیا ہوں اور کبھی سب کا امام ہوا ہوں میں نے وقت کبھی خیر شکر ہوں
 اے بھائی! غلامی اولاد ہی مراد دونوں ہرگز ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے تو نامرادی کو اپنا حال بنا لینا
 چاہیے تاکہ جمعیت طلب حاصل ہو جائے اس لئے کہ یہ ساری پریشانیاں اور اندوہ و غم جو لوگوں میں ہے وہ سب
 اسی مقصد طلبی اور آرزو مندی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ امر بحال کی طلب میں یقیناً ایسا ہی ہوتا ہے۔

وَالسَّلَام
 شَرَفٌ مِّنْ شَرِي

مکتوب ۶۸

فقر اور مسکینوں کی محبت میں ثبوت و شہود کی تقاضا

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

برادر عزیز الوجود ملک الامراء سلام اللہ اللہ فقیروں اور مسکینوں کی محبت سے مزین اور شرف فرما
 اے بھائی! سارے جہاں میں مومن کے لئے ایمان کے بعد تمام سعادتوں سے بڑی سعادت اور
 تمام دولتوں کی اصل دولت اللہ تعالیٰ کے فقر اور مسکینوں کی محبت ہے۔ اور وہ جو تمام نبیوں کے شہنشاہ
 اور سارے اولیاء کے سراج علی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے دعا کی اَللّٰهُمَّ اَحْيِيْ مِسْكِيْنَنا وَاَمِيْتِيْ
 مِسْكِيْنَنا وَاَحْسِرْ نِيْ مَعَ الْمَسَاكِيْنِ (اے اللہ! مجھے زندگی میں اور زندگی کے بعد بھی مسکینوں کے ساتھ رکھ اور کل آیات
 کے دن مجھے مسکینوں کے ساتھ رکھا۔)

گر چہ چندان سیماں کار داشت کز زمین تا عرش گیر و دار داشت
 قوت از زمبیل بانی ساخت او سکت راقدر چون بتاخت او

اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کو اس درجہ کاموں کی شہریت حاصل تھی کہ زمین سے عرش تک ان کی مملکت فرمان وائی میں تھا
 لیکن جب مسکینیت کی قدر انہوں نے پہچان لی تو تھیلے بننے کو اپنا ذریعہ معاش بنایا
 اے بھائی! حقیقت میں حق سبحانہ تعالیٰ کے یہ فقر اور مسکین ہی بادشاہان ہیں ان کی سلطنت
 و بادشاہی ایسی ہے کہ نہ دنیا میں وہ سما سکتی ہے نہ آخرت میں اگر کوئی پوچھے کہ پھر وہ کہاں سما سکتی ہے ؟

تو کہہ دو کہ وہ اس صحرا میں جس کو صحرائے وحدت اور اس فضا میں جسے فضا نے ربوبیت کہتے ہیں۔ جب کہ ان کی سلطنت اور بادشاہی اس مرتبہ کی ہے جیسا تم نے سنا تو وہ لوگ مسکین سی اور درویشی کے نام کے پرہ میں خود کو چھپاتے ہوئے ہیں۔ تاکہ ان کی اس عظیم مملکت و بادشاہی پر کسی کی نظر نہ پڑے اسی لئے تمام انہوں میں سے یہ نام یعنی مسکین و فقیر اپنے لئے اختیار فرمایا اور مخلوق کی آفت اور ان کے پیدا کئے ہوئے دوسرے خود کو محفوظ و سلامت رکھا۔ اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

خالق نداند کہ وہ کیت تلبیس در تکرہ نیشست و زنا کر کرد

تاکہ لوگ یہ نہ جانیں کہ یہ کون ہیں اس لئے بہانہ کے طور پر ایک لباس پہن دیا۔ بت غازی میں طے اور زلہ بادھل (اے بھائی! اپنی طرح یقین کر لو کہ جس کے سینہ کے کشت زار میں محبت کا بیج بودیتے ہیں اس کے لئے خوش خبری ہے کہ کل قیامت کے دن اے یہ نعمت ملے گی **مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشَرْنَا مَعَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**۔ جس نے کسی قوم سے محبت کی اللہ انہیں لوگوں کے ساتھ اس کا شریک بنا گا یعنی قیامت کے دن انہیں لوگوں کی جماعت میں ہوگا۔ اسی کو کہا ہے۔

خلق ہر نوع و ہر راے کہ مُرد چوں بدم جاوید آں خواہند بُرد
(لوگ جس انتقاد اور طریقہ پر مرتے ہیں ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے اور اٹھیں گے)

اور اس اشارہ کی تائید میں یہ اشارہ ہے جو حضرت ابن سہور رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ کیا حکم ہے اس شخص کے حق میں جو ایک قوم کو دوست رکھتا ہے اور اپنے اس محبوب تک نہیں پہنچ سکتا ہے؟ ارشاد محبوب رب العالمین ہوا **الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ** جو جس کی کو محبوب رکھتا ہے وہ اپنے اسی محبوب کے ساتھ ہے محبت کے حکم کی بنا پر۔ **وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَا كُنْتُمْ** (تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) خود یہ ارشاد باری تعالیٰ کا کامل و مکمل ہے کہتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت میں اسلام کے بعد ان کی سرت بوشی بھی دیکھنے میں نہیں آتی تھی جیسی شاد حالی اس ارشاد المرو مع من احب پر ہوئی اور اس شکرانہ میں اس شخص کو کپڑوں دینا اور وہ ہم سے مال مال کر دیا اور سب نے کہا کہ آج یہ دولت عظمیٰ ہم لوگوں کو اور تمام مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے تمہارے سبب ملی ہے۔ اسی معنی کو کہا ہے۔

تشنہ از دریا جسدائی کی کنی بر سبر گنجے گدائی کی کنی

(پیا سا ہے اور محبت کے دریائے کنارہ ہو رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گلاگری کر رہا ہے۔)

چنانچہ مشائخ رضوان اللہ علیہم کے ارشادات میں آتا ہے۔ ان لوگوں کا قول ہے بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو مشرق یا مغرب کے کنارہ پر ہیں وہ ہمارے ہم زانو ہیں اور ہمارے ساتھ ہیں محبت کے قانون کے تحت اگرچہ ظاہراً وہ مشرق یا مغرب میں ہیں لیکن جب کوئی شخص اس گروہ فقراء مساکین کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے لئے دلیل و برہان ثبوت و شہود کا بھی مطالبہ مندری ہو جاتا ہے اس لئے بعض دعویٰ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ گواہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک فقیر درویشوں کی جماعت میں حاضر ہوئے درویشوں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا درویشوں کا غلام ہوں ان میں سے کسی ایک نے کسی ایک کو اشارہ کیا اٹھو جاؤ ان کو بازار لے جا کر بیچ آؤ وہ اسی وقت اٹھے اور اس فقیر کو بازار بھیجا کر بیچ آئے اور جب ان کے خریدار آقا نے ان کو دیکھا حال و اعمال کا معائنہ کیا تو کیا تعجب ہے کہ تم جیسا شخص غلام ہو، اتنا کرو کہ اپنے اس راز سے مجھے مطلع کرو اور تم جاؤ اپنے کام میں رہو۔ انہوں نے کہا کہ میرے آقا میں نے ایک دعویٰ کیا تھا یہ اسی کی آزمائش تھی انہوں نے میرے دعویٰ کی دلیل چاہی تو دلیل یہی تھی جو ہوا اور آپ نے دیکھا۔



وَالسَّلَام

فقیر شرف مینری

مکتوب ۶۹

حق تعالیٰ کے اسرار چھپانے اور خلق کی سرگردانی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہَا

برادر عزیز کا بھیجا ہوا مصللاً پہنچا قبول ہوا اللہ آپ کو جزلے خیر دے۔

اور وہ جو عالم دیوانگی کی کچھ باتیں لکھی تھیں اسے پڑھا اور اس شعر پر محمول کیا

ھرچہ از دیوانہ آید در وجود عفو فرمایند از دیوانہ زود

(دیوانہ سے جو باتیں صادر ہو جاتی ہیں وہ اس کی دیوانگی کی بنا پر اس وقت معاف ہو جاتی ہیں۔)

اسے بھائی! یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ظاہری طور پر مکتوب ایسے کوئی شخص معین ہو

لیکن باطن میں کوئی دوسرا خوش قسمت مراد ہو کیونکہ تقدیر ایسے حیرت انگیز کرشمے بہت زیادہ رکھتی ہے۔

ایک کو کاتب مکتوب بناتا ہے اور کسی ایک کو مکتوب الیہ اور حال یہ ہے کہ نہ کاتب کو اس کام کی حقیقت سے آگاہی ہے اور نہ مکتوب الیہ میں اس کام کے اسرار و رموز کا کچھ اثر و نشان ہے۔
گر تراوانش و گز نادانی ست آخر کار تو سرگردانی ست

(خواہ تمہیں علم و دانش پر نواہ جہات و نادانی ہو، آخر میں میرا ہی سیراں ہے)

کیا یہ نہیں دیکھے کہا جاتا ہے قلم لکھتا ہے، ہاتھ لکھتا ہے حال یہ ہے کہ کتابت کے مقصود کا پتہ نہ ہاتھ کو ہے نہ قلم کو اور نہ کاغذ کو کہا جاتا ہے کہ کاغذ میں لکھا ہوا ہے اور کاغذ غریب کو اس مضمون کے سر سے مطلق خبر نہیں۔ کوئی پکاتا ہے کوئی لکھتا ہے ایک شخص کپڑے بنتا ہے دوسرا پہنتا ہے ایک کے ساتھ اس کام کی نسبت کر دیتے ہیں اور دوسرے کا نصیب بتا دیتے ہیں **وَإِلَهُكُمْ فَتَلَدُوا بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ** (اللہ نے رزق میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے) اس میں کسی کو کیا دخل ہے۔ اے بھائی! تقدیر کے کامل کے اسرار سے جبرئیل و میکائیل کو خبر نہیں۔ ہم اور تم کون ہوتے ہیں؟ **وَإِلَهُكُمْ فَتَلَدُوا بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ** اللہ کی جانب سے سلائی کے گھر کی طرف آنے کی دعوت عام کے لئے ہے اور ہدایت خاص کے لئے ہے۔

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وہ جس کو چاہے ہدایت دے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہیچ کس از سرکار آگاہیت زان کہ آنجا ہیچ کس را نیت

(کوئی شخص تقدیر کے راز سے آگاہ نہیں کیونکہ قدرت خداوندی تک کسی کو ہیچ نہیں ہے)

اے بھائی! **سَخَّرَ اللَّهُ لَكُمْ فِي الحَرْبِ رِجَالًا وَمَالًا وَالشَّرِيدَ رِجَالًا** (اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا ہے اور کچھ کو پیالہ اور شریک کے لئے) ایک کی ہمت وہ ہے کہ روزانہ طلب کا کند عرش کے گنگرہ پر ڈالتا ہے اور ایک دوسرے کی ہمت کا یہ حال کہ دور وئی پایا پیٹ آسوں ہو گیا گویا دونوں جہاں کی ملکیت مل گئی۔ تو اس کے لئے کیا تدبیر ہے قسمت تو ازل ہی میں بن چکی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

نیت کس راز حقیقت آگہی جملہ می سیرند بادست تہی

(کسی کو حقیقت سے آگاہی نہیں سب یہاں ناواقف اور خال ہاتھ ہی جلتے ہیں۔)

جس طرح ظاہر جسم کی روزی رزق اللہ کو معلوم ہے اور وہ تقسیم ہو چکی ہے اسی طرح دل اور جان کی رزق بھی معلوم ہے اور تقسیم ہو چکی ہے **وَالْمَعْلُومُ لَا يَتَغَيَّرُ وَالْمَقْسُومُ لَا يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ** (جو معلوم ہے یعنی اللہ کے علم میں ہے اس میں کوئی رد و بدل نہیں ہوتا اور جو مقسوم ہے یعنی لپٹی ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہے)

یہاں پر قلم کو توڑ دینا چاہیے، سب بند کر لینا چاہیے اور یہی کہنا ہے **يَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَكُمْ فِيهِ**
(وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم رہتا ہے) خوب کہا ہے جس غریب نے یہ کہا ہے۔
کرا زھرہ آنکہ از بیم تو شاید زباں جز تسلیم تو

(آپ کے خون کے آگے کس کا کیجیو ہے کہ سوائے تسلیم تم کرنے کے زبان کھول سکے)

اور میرے ان مکتوبات کے معانی اور مفہوم جو ان برادر کے علم و فہم میں آپ کے ہیں وہ آپ کا مال
اور ذوق ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور امید ہے کہ اس فقیر کو بھی اس کے طفیل حق تعالیٰ کا انشاء اللہ
کہ **الْغُرْيُوقُ يَتَعَلَّقُ بِكَبْلِ حَبِشِيْنًا** (دو بے والا ہر تگے کا سہارا لیتا ہے)

اس فقیر کو بس لکھنے لکھانے سے اور کچھ زیادہ نہیں دیا گیا ہے۔ بس آنا ہی ہے کہ اس خون پر نعمت پر
لا کر لوگوں کو بھائے، بیچارہ مانباںی ہاتھ پاؤں جلاتا ہے اور کھانا دوسرے لوگ کھاتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ
خاکسار شرف مینیری

مکتوب ۷۰

خداوند جل شانہ کے حکم کے مقابلہ میں عقل کن طرہ اور زمانہ کی ہرٹا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیارے دوست! آپ سلام و دعاء کے لئے مخصوص ہیں

اے بھائی! دشمنان خدا آج اس دنیا میں نعمتوں کے لئے مخصوص ہیں اور اس کے دوست
و محبان خاص بلاؤں کے لئے ہیں یہاں عقل اور عقل کا قانون سرنگوں ہے اس لئے کہ عقل قیاس کا آلہ ہے
اور خدا کی خدائی قیاس سے بالا ہے، خدائی یعنی خدا کے کام اس کی مشیت پر بندوں کے قیاس
و گمان پر نہیں کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی صاحب عقل کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس کی ضرورت و حاجت اس
کو نہ ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ نے ہزار ہا ہزار مخلوق پیدا کیا اور اس کو ان سب میں سے کسی طرح کی کوئی حاجت
نہیں۔ اور کوئی بغیر کسی نفع کے کسی سے دوستی و محبت نہیں کرتا اور بغیر کسی نقصان و ضرر کے پہنچے ہوئے
کسی سے دشمنی نہیں کرتا۔ عقل کا دستور تو یہ ہے اور خداوند تعالیٰ کو نہ کسی سے نفع اور نہ اس کو کسی
سے نفع کے سبب محبت اور نہ کسی سے معصرت اور نہ معصرت کے باعث عداوت عقل کا قانون یہ ہے

کہ دوستوں کو اپنی جانب کھینچا جاتا ہے اور ان پر نوازش کی جاتی ہے دشمنوں پر بلا و مصیبت ڈالتے ہیں اور ان دشمنوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے 'حق سبحانہ تعالیٰ ساری بلائیں اپنے دوستوں اور یوں پر ڈالتے ہیں اور دشمنوں کی گومان کی ساری مرادوں سے بھر دی جاتی ہے۔ عقل کا قانون ہے کہ دشمن نہ بنایا جائے اور اگر دشمن پیدا ہی ہو جائیں تو ان کو ہلاک کر دیا جائے اور حق سبحانہ تعالیٰ دشمنوں کو پیدا کرتا ہے ان کی پرورش فرماتا ہے اور انہیں ہلاک نہیں کرتا باوجودیکہ کر سکتا تھا جب قیاس کو دخل نہیں تو عقل کو خدا کے کام میں دخل کیسے ہوگا۔ عقل خود اپنی بیچارگی دیے بسنی میں ختم ہے اور عقل کا قانون و دستور خداوند تعالیٰ کی خدائی میں سرنگل ہے۔

عقل کل یک سخن ز دفتر او نفس کل یک پیادہ بر در او

(عقل کل اس کے دفتر کی ایک بات ہے نفس کل اس کے در کا ایک پیادہ ہے)

اسی کو کہا ہے الْعَقْلُ يَحْوِلُ حَوْلَ الْكَوْنِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ إِلَّا الْمَكُونِ ذَاتًا عَقْلُ كَانَاتِ كَرَجْرَجٍ نَكَاتِي هُوَ اور جب خالق کائنات کی طرف دیکھتی ہے تو ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ عقل مخلوق اور در ماندہ و عاجز ہے مخلوق و عاجز کا تصرف مخلوق و عاجز ہی کے اندر ہوگا عقل اس لئے پیدا کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو سکے بندگی کیسے کی جاتی ہے اگر عقل نہ ہوتی تو بندگی کرنے سے آدمی عاجز رہتا نہ اس لئے کہ اللہ کی الوہیت خدائے تعالیٰ کی خداوندی کو اپنے عقل قیاسات سے پہچاننے کے لئے۔ اسی کو کہا ہے۔

عقل باید تا عبودیت بود جانت باید تا ربوبیت بود

اے شہدہ از شناخت خود عاجز کے شناسی خدا سے را ہرگز

چوں تو در علم خود ز لیل باشی عارف کردگار چوں باشی

(عقل کی ضرورت تو اس لئے ہوتی ہے کہ بندگی کرنے کے طور و طریقہ کو جانیں اور جان اس لئے کہ اس کی ربوبیت

خداوند تعالیٰ کو پہچانیں۔ اے عقل کہ تو خود اپنی شناخت سے عاجز ہے خداوند تعالیٰ کو کیوں کہ پہچان سکتی ہے

جب کہ تو خود اپنے علم اپنی شناخت میں اس درجہ پست و زلیوں پر توجہ سبحانہ تعالیٰ کا عرفان تجھے کیونکر ہو سکتا ہے

اگرچہ عقل ایک اچھا ترازو ہے لیکن سونا تو لٹے کے ترازو پر پہاڑ کو وزن نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اے بھائی! تقدیر خداوندی کے کاموں سے جبرئیل و میکائیل کو خبر نہیں غریب عقل کو

دہاں کیا دخل آدمیوں کے دوہم فہم کو وہاں کہاں براہ ہے۔

عقل عقل است جان بان است او آن کہ نہیں بر تراست آنت او

عشق را دادہ بہ شد عشق کمال عقل را ہم بعقل کردہ مقال

عقلوں کی عقل جانوں کی جان تو خود اس کی ذات اعلیٰ ہے بلکہ اس سے بھی اعلیٰ تر اس کی ذات اعلیٰ ہے

عشق کو خود اس کمال عشق نے بند من مگانہ ہے اور عقل کو بھی عقل اعلیٰ نے اور شک کی پچھاڑ بنا دی ہے۔

روح محفوظ میں سب سے پہلی سطر جو کھسی ہوئی وہ یہ ہے۔ اَنَا لَمَّا عَلَّمْتُكَ لَدُنِي لَدَانَةَ اِلَّا اَنَا سَبَقْتُ

رَحْمَتِي عَلَى غَضَبِي مَنْ لَعَنَ يَرْحَمُ يَغْفِرُ عَلَيَّ وَعَلَى لَعْنَتِي لَعْنَةُ اَلْعَالَمِ اَلَّذِي لَعَنَ عَلَيَّ سَبَلًا فَايُّهَا

رَبِّ اَسْوَأِیْ (میں اللہ ہوں مہرے سوا کوئی اللہ نہیں میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے میرے فیصلے پر جو راضی نہ ہوں

نعمتوں کا شکر نہ کرے مری بلاؤں پر مہر نہ کرے اسے چاہیے میرے طارہ کوئی دوسرا بت تلاش کرے۔ اگر کوئی ہو، تو ایسے

بھی سامنے آئے گردن ڈال دینے کے سوا کیا ہے۔ اور بندگی یہی ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ س

بندہ آں بہتر کہ بر سر ماں رود کہ خداوند آنچه خواہد آن رود

(بندہ تو یہ بہتر ہے جو اس کے حکموں کو بجالائے جو خدا اس سے چاہے وہی کرتا ہے۔)

ہاں تو رات دن یہ پڑھا کرو رَبِّ اَسْوَأِیْ ظَلَمْتُ نَفْسِي ظَلَمْتُكَ بِئْرًا فَاغْفِرْ لِي ذَنْبِي قَاتِلُهُ لَا يَغْفِرُ لَكَ

اَلْعَظِيْمُ اِلَّا اَلرَّبُّ اَلْعَظِيْمُ

اسکی منگیں کہلے۔

بر در حق بگردن زور مگرد کہ بزار می شوی دریں رو مرد

(اللہ رب العظیم کے در پر روٹ آؤ زور نہ دکھاؤ کہیں کہ عاجزی سے آدمی مرد راہ بنتا ہے)

وَالسَّلَامُ

شرف مینری



مکتوب ۱۷

مردوں کی توصیف اور مختصر نثر کی مذمت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا مظفر قدس سرہ کے نام

تو سے متیر اندور راہ یقین تو سے دگر اندامہ اند غم ہیں

کی ترسم از اں باگت آمد روز کوائے پنجراں راہ نہ آسکتے نہیں

www.marfat.com

(ایک جماعت نقین کی راہ میں تھوڑے دوسری جماعت دین کے غم میں مبتلا ہے۔ میں تو اس دن سے
 ڈر رہا ہوں جس دن یہ ندا آئے گی کہ اے فاطمہ! راہ نہ وہ ہے نہ یہ ہے۔)
 اس عزیز کے کتوب کے آجانے سے موانستِ عظیم کمال پیدا ہوا ہے اَلْقُلُوبُ مَتَّقَانِ
 وَالْقَدَامُ مَتَّانِ رَاٰهُ بِفَعْلِهِ يَهْدِي اَسْبَابَ الْمَسْلَقَاتِ (ایک صحت سے دل کا تقاضا ہوتا ہے تو پورا
 جانبِ روح کو تلاش ہوتا ہے اللہ اپنے فضل سے ملاقات کے اسباب آسانی سے پیدا کرے)
 اے بھائی! کیا لکھا جائے اور کیا کہا جائے مردوں کا دین ہی دوسرا ہے غمشوں کا دوسرا جیسا
 کہ کہا ہے۔

در زہد بود منیر و محراب بہ تحقیق در عشق بجز ہادہ و زنا نہ باشد
 بردار بود بار اگر عاشق نسردی در نہ بخشیش بار ز گھار نہ باشد
 (زہد میں ذہول کے معنی محراب و منبر ہونا چاہیے لیکن عشق میں شراب و زنا کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے
 اگر تو بیگانہ عاشق ہے تو تیرا جگہ سول کے تحت پر ہے اگر ہیا نہیں جا آرام سے بیٹھ یاں گنگو کی گنجائش نہیں)
 کیا کیا جائے۔ اِنَّ اَفْخَانَ لِلْعَرَبِ وَجَالِدًا لِّقَضَعِهِ وَالْحَرِيْدِيَّ بِرِيْحَالًا (بیشک اللہ تعالیٰ کچھ
 لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا ہے اور کچھ لوگوں کو خرید و تور کا بیار پانے کے لئے) روزانہ ہزاروں ہزار
 مومنوں کو قبرستان پہنچاتے ہیں ان میں کہیں شکل سے ایک جنازہ طالب حق کا رکھا جاتا ہے جس طرح طالبان
 دنیا کے مقابلہ میں طالبانِ آخرت بہت تھوڑے ہوتے ہیں اسی طرح طالبانِ بہشت کے مقابلہ میں طالبان
 حق تھوڑے کہ جن کو اہل اللہ کہتے ہیں بہت ہی قلیل ہوتے ہیں جب یہ حال ہے تو یقیناً ہم سب لوگ شیخی اور
 کرامت کے طالب ہیں جاہ و مرتبہ اللہ سلا متی کے عاشق ہیں غمشوں مردوں کے قصے سے کیا سروکار تو
 کَلَّ طَيْرٌ عَلَى تَذْرِ حَوْصَلَتِهِ وَهَلْ رَأَيْتَ حِجَابًا قَطُّ يُزِيلُهُمُ الْمَلَأُوكَ عَلَى سُلْطَانِهِمْ (ہر پرندہ
 کی غذا اس کے حوصلہ کے مطابق ہوتی ہے کبھی تم نے دیکھا ہے بادشاہ کو ان کے تحت پر بیٹھنے میں دربار شاہی کا پردہ مائل ہوا ہے
 ایک دفعہ امام شہل رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے غائب ہو گئے زقہا تلاش میں نکلے آنور دیکھا کہ غمشوں کا لباس
 پہنے ہوئے ان کی جماعت میں بیٹھے ہیں سب نے دریافت کی۔ اسے پیر طریقت یہ کیا حال ہے؟ فرمایا مومن
 میں عورت نہیں ہوں معنامرد نہیں ہوں تو لا محالہ غمش ہوں اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

گرچہ فاضل بریں عمل خندو یک مائل جز پسند

لاہل غفلت اس عمل پر نہیں مگر نیکن اربابِ عقل اس کے سوا کچھ اور پسند نہیں کرتے

راہ میں صنعت و عبادت نیست جز خرابی در و عمارت نیست

(دین کی راہ بناوٹ اور عبادت آرائی میں نہیں ہے اس میں تو سولے تخریب کی کوئی تعمیر نہیں ہے۔)

اے بھائی! نماز، روزہ، ورد و وظیفہ، خلوت گزینی، گوشہ نشینی یہ سارے اعمال و انحال

پسندیدہ و مستحسن ہیں اور خاص کر تمام مومنین اس کے لئے مخصوص ہیں لیکن طالبان حق کی شان ہی آخری

شان ہے طالبین حق کے معاملات، دوسرے ہی ہوتے ہیں ان کو نہ دنیا سے لگاؤ رہنے دیتے

ہیں اور نہ عقبتی سے نہ جسم کے ساتھ نہ جان کے ساتھ اسی کو کہاہے۔

ھر کر ابوتے رسد از سوئے او ہر دو عالم چیت خاک کوئے او

لے نخنت رو کہ اینجا باز نیست عشق حق را با نخنت کا زمیت

(جس کے مشام جان میں عشق کی جانب سے عشق کی خوشبو پہنچی دونوں عالم کی حقیقتوں کے نزدیک کیا اس کی لگی کی لگی کے برابر

اے ایچرے، جا بھاگ یہاں تیری گذر نہیں حق تعلقے کے عشق کی بارگاہ میں نخنتوں کا کون کام نہیں)

الْإِيمَانُ عُرْبَانٌ (ایمان ایک کھلی ہوئی چیز ہے) - شیخی، مقتدائی، پیری، مریدی یہ سب آرائش و

زیبائش ہیں اور عالم وحدت میں آرائش نہیں۔ اسی کی جانب یہ اشارہ ہے۔

در مذہب عشق خود پرستی نہ خزند ہشیار رواں متاع مستی نہ خزند

در عالم معرفت اگر داد وہی بے نام و نشان برو کہ آستی خزند

(عشق کے مذہب میں خود پرستی قبول نہیں ہوتی۔ ہشیار، وہاں خود پرستی کی شراب کی مستی نہیں خریدنی جاتی

جہاں معرفت میں اگر داد دینا ہے تو بے نام و نشان نیست و سپت ہر جاؤ کہ وہاں کسی کی آستی نہیں خریدی جاتی)

وَتَسَدُّ أَوْحِيَ إِلَهُ تَعَالَى إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا دَاوُدُ مَنْ طَلَبَنِي وَحَبَدَنِي وَمَنْ طَلَبَ غَيْرِي

لَمْ يَحْبِدْنِي (اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناب داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی۔ اے داؤد جس نے میری طلب کی اُس نے

مجھے پایا اور جس نے میرے سوا کسی کی طلب کی اس نے مجھے نہیں پایا)

مردی باید نہ سسر اورا نہ پائے جملہ گم گشتہ در واد در خدائے

(آدمی ایسا ہونا چاہیے جس کے سر ہونہ پاؤں نہ ابتدا ہونہ انتہا سارا جہان اس کے اندر گم ہو اور وہ خود خدا میں ظاہر)

وَتَسَدُّ أَوْحِيَ إِلَهُ تَعَالَى أَبُو سَعِيدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَبْصُرَ الْحَقَّ فِي قَلْبِكَ مَجُودًا

طَهِّرْ قَلْبَكَ عَنْ غَيْرِهِ فَإِنَّ الْمَلِكَ لَا يَدْخُلُ بَيْتَانِيَهُ الْخُرَافَاتُ وَالْأَفْحَشَةُ وَإِنَّمَا يَدْخُلُ

سِنَانًا فَإِنْ غَالَيْتَ فِيهِ الْأَهْوَاءُ وَلَا تَكُونُ أَنْتَ مَعَهُ بِنِيهِ شيخ ابو سعيد رحمته الله عليه کا قول ہے تم نے

جب خدا کو اپنے قلب میں دیکھنے کا ارادہ کیا تو اپنے قلب کو اس کے فیروزے پاک کر دیا تاکہ بادشاہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتا ہے جہاں فواحشات اور خرافات موجود ہوں وہ تو ایسے گھر کو اپنی غلٹ بنا لے جہاں اس کے علاوہ کوئی نہ ہو یہاں تک کہ تم بھی اس میں نہ ہو۔ بہشت کے طالب ہزاروں ہزار ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب دونوں جہاں میں بہت کم اور عزیز نہیں اور کیوں کم اور عزیز نہ ہوں کہ اُدْحٰی اللہ تَعَالٰی اِلٰی دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا دَاوُدُ اِذَا رَاَيْتَ طٰلِبًا لِیْ فَکُنْ لَهٗ خَادِمًا (اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر توکی بھیجی۔ اسے داؤد تیب تم میرے طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ)

اے بھائی! یہ جن طالبوں کے حق میں آیا ہے انہیں لوگوں کے لئے زیبا ہے (جن کو کہا گیا ہے) اَمَّتْ لِيْ ذَا نَالَفٍ اِنْ شِئْتَ اُمُّ اَبِيَّتَا (تم میرے لئے ہو ہم تمہارے لئے ہیں تم چاہو یا نہ چاہو) کاروبار تو اسی کے کاروبار ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گاز ورا ہے بود سوئے تو باز تو ازین دولت تو انی کردناز

(محبوب کی جانب سے تمہارے لئے اگر راہ کھلی ہوئی ہو تو تم اس دولت پر جس قدر ناز کرو سب یہاں ہم لوگوں کو اور ہم جیسے دوسروں کو عَلَيْكُمْ بِيَدِيْنَ الْعَجَابِ سِز (ہم لوگوں کا دین بڑھی عورتوں کے دین جیسا ہے) سے پورا حقہ طلب ہے۔ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔ سے رباعی۔

شمع کہ جہاں ناکس و کس افروزم روشن دارم جہاں و خودی سوزم

من پند و ہم کہ دل بنا کس مدہید خودی کنتم آسینہ بنخلق آموزم

(میں وہ شمع ہوں کہ عالم میں ہر شخص کو روشنی بخشتا ہوں سا جہاں کو میں روشن رکھتا ہوں اور خود جلتا رہتا ہوں

میں نصیحت کرتا ہوں کہ دل خدا کے سوا ایسے دوسروں کو نہ دو لیکن خود وہ نہیں کرتا جو لوگوں کو سکھاتا ہوں)

اس لکھنے اور بولنے سے توبہ کرتا ہوں استغفر اللہ استغفر اللہ لیکن خط کا جواب لکھنا بھی ضروری ہے اسی نے کہا گیا، اور لکھا گیا، اور اس سے قبل بھی جو کچھ لکھا گیا ہے اگر وہ خدا کی رضا و منشا کے موافق نہیں ہر تو ان سب سے استغفار کرتا ہوں صرف اسی سے نہیں۔

اگر کسی دن یہ درد عشق دامن گیر ہو جائے تو فوراً عشق کے مرید ہو جائیں تاکہ یہ عشق آپ کا پیر بن جائے

یا شیخنا بلع من العشق۔ شاگردو! عشق ترا دوستاویس۔ (تم عشق کے مرید ہو یا وہ عشق ہی تمہارا

بے کالی زہبست) عشق کو عشق کے طلب گاران ہی جانتے ہیں کہ عشق کون سی حالت ہے۔ اسی کو کہا ہے

در عالم پیر ہر کسب ایرنا نیست عاشق بادا کہ عشق خود سودا نیست

مورسکیں جو سے داشت کرد کو برسد دست در پائے بو تر زود ناگاہ رسید

ایر جگر پیروں کے نام میں ایک جہن ہوتا ہے عاشق ہونا چاہیے کہ عشق بہترین سودا ہے۔

غریب جینوں نے تنہائی کو کب پہنچے۔ حرم کے بو تر کے پاؤں سے پست گئی بس پہنچ گئی۔ سمجھے وہ کب تو کیا

ہے؛ یہی عشق ہے۔ اسی کو کہا ہے

در عشق آمد دولت ہر دے مل شد بے عشق ہرگز شکستے

(عشق کا دردی ہر ایک دل کی دولت ہے۔ عشق کے بغیر کوئی شکل مل نہ ہوتی۔)

والسلام

حقیر شرف مینری

مکتوب ۷۲

لوگوں کی حاجت پوری کرنے اور خدا کے بندوں کی راحت رسانی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیز الوجود ملک مفرح مکنت اشرف کاتب مکتوب لقب شرف مینری کا سلام اور دعا لیں

برادر عزیز پر واضح ہو آپ کا خط ایک دن چار ایک تو لیکر کا تحفہ ذکر یا کے لڑکے نے پہنچا یا اللہ تبارک و تعالیٰ

قبول فرمائے اور جزلے خیر ہے۔

اے بھائی! الدُّنْيَا مَرْزُوعَةُ الْآخِرَةِ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) جہاں تک ممکن ہے آخرت

کی کمائی کرنے میں مشغول ہونا چاہیے۔ اپنے ہاتھ، زبان اور قلم و کاغذ اور اپنے نقد و جنس سے لوگوں کے دلوں کو

خوش کریں رات و آرام پہنچائیں اور اس عمل کو ایک عظیم کام جانیں، دنیا کے عیوب اس کی آفتیں اتنی زیادہ

ہیں کہ جلد کے جلد سیاہ کئے جائیں تو بھی اس کے دسویں حصہ کا دسواں حصہ بیان نہ ہو سکے لیکن ساتھ ساتھ اس

دنیا میں اس کا ایک ہنر بھی ہے کہ یہ مرزوعہ آخرت ہے یعنی آخرت کمائے کی جگہ ہے ایک بزرگ سے لوگوں نے

پوچھا حق سبحانہ آملے آپ پہنچنے کی راہ کتنی ہے؟ انہوں نے فرمایا موجودات میں جتنے ذرہ ہیں ان میں سے ہر ایک

ذره کی تعداد میں خداوند جل جلالہ تک پہنچنے کی راہ ہے لیکن کوئی راہ لوگوں کی دلجوئی کرنے والوں کو خوش کرنے سے

زیادہ فائدہ مند اور نزدیک تر نہیں ہے اور میں نے اسی راہ سے خدا کو پایا اور اپنے مریدوں کو اسی کی نصیحت

کرتا ہوں۔ اے بھائی! شریعت کا حکم ہے مَنْ تَعَفَى لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ حَاجَةً تَقْضَى اللَّهُ لَهُ سَبْعِينَ حَاجَةً

www.marfat.com

بعض اہل حق و عدل کی ایک حاجت پوری کسے اللہ تعالیٰ اس کی سزا جہنم پوری کرے ہے، وَقَالَ عَلَيْهِ سَامِعًا
 كَلَامَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْفَحْلُ وَقَعَى اللَّهُ لَهُ الْفَحَّاجَةَ وَكَتَبَ اللَّهُ لَهُ عِبَادَةَ سَنَةٍ وَفَقَرَ
 اللَّهُ ذُنُوبَهُ كُلَّ عَادَانٍ أَكْثَرَ مِنْ نَجْوَمِ السَّمَاءِ وَأَعْطَاهُ اللَّهُ يَمَنَّهُ مَشْفَعَةً عَلَى جَسَدِهِ تَوَسُّلاً وَنَجَّى
 اللَّهُ عَنْهُ عَذَابَ الْقَبْرِ وَكَتَبَ اللَّهُ بَرَاءَةً مِنْ النَّارِ وَجَزَاءً عَلَى الْقِرَاطِ وَأَمَّا نَوْنُ الشَّكَايَةِ
 لَوْ كُنْتُ كَمَنْ كَسَى الْبُرُوسَ كَوَافِرًا يَبْنِي قِيَامَتِ فِي اللَّهِ تَعَالَى لَمْ يَزِدْهُ عَنَّا كَرِيحًا ۲۳ اس کی ہزار ہوں میں پہنچا
 ایک سال کی عبادت کا ثواب اُسے ملے گا، آسمان کے ستاروں کی گنتی سے زیادہ اگر اس کے گناہ ہوں گے تو وہ معاف کر دے
 جائیں گے اس کے ہم کے ہر رُوداں کے برابر انوار کی بارش ہوگی اس سے عذابِ قبر ہٹا دیے جائیں گے، دوزخ کے خدا
 اس کو بچھا کر اہل جہنم سے اہل جہنم سے بے خورشید گزر جائے گا، روز قیامت کی سختیوں سے نجات مل جائے گی۔
 یہ دولت نفل نمازوں، نفل روزوں میں کہاں ہے یہی بات ہے کہ ایک دفعہ ایک بزرگ سے لوگوں نے
 کہا کہ اس ملک کا بادشاہ شب بیداری کرتا ہے اور عبادت بھر نفل نماز میں پڑھا کرتا ہے، انہوں نے فرمایا
 بیچارہ نے اپنی راہ کھو گیا ہے اور دوسروں کے کام کی راہ اختیار کی ہے لوگوں نے سوال کیا یا حضرت یحییٰ؟
 اس کے خدا تک پہنچنے کی یہ راہ ہے کہ وہ اپنی دولت اور انواع اقسام کی نعمتوں سے بھوکوں کو کھانا کھلا
 تنگوں کو طرح طرح کے کپڑے پہنائے، برباد و پریشاں دلوں کو شاد و آباد کرے، حاجتمندوں کی حاجت آری
 کرے نفل نمازوں کی مشغولی اور شب بیداری و رویشوں، فقیروں کا کام ہے، ہر شخص کو اپنے مناسب کام
 کرنا چاہیے۔

اے بھائی! اگر کسی شکستہ دل کو یاد اور اس ایک دل کو تم نے شاد و آباد کر دیا یہ اس سے
 کہیں بہتر ہے کہ تم لوگ بھر شب بیداری کرو۔ اس لئے کہ کسی بھی ٹوٹے ہوئے چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہر
 لیکن دل وہ ہے کہ جتنا زیادہ ٹوٹا ہوا ہو، چور ہوا، تباہی زیادہ قیمتی ہوتا ہے نقل ہے کہ جناب موسیٰ
 علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا۔ اَللّٰهُمَّ جَبَّ كِهَابِ وَهَوْنِمْ حَمَلًا؛ جَوَابُ مَا جَبَّذَ الْمُنْكَرَاتِ تَلَوْنِهِمْ
 لاجبلی ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس تلاش کرو، عرض کی آج میرے دل سے زیادہ کوئی دل شکستہ نہیں ہے جو آ
 لائیں اس جگہ ہوں۔ اور اے بھائی! آخر یہ تو تم نے سنا ہے کہ حضرت رابعہؓ کو اس درجہ نعمت و دولت
 جو نصیب ہوئی وہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کے سبب ہوئی، لیکن اس امر میں کوشش کرنا چاہیے
 کہ جو بھی کسی کو دے وہ بے طلب دے اس لئے کہ فرمایا گیا ہے السَّوَالُ وَانْ قُلْنَا مِنْ السَّوَالِ وَانْ
 جَلَّ سَوَالُ كَتَايَا كَمِ كَا هُوَا وَهَوَا وَانْ حَسَانُ كَتَايَا بَرَا كَمِ نَبُو دَا سَوَالُ كِي قِيَمَتِ بِنِ جَا اَبَا۔ اور جس قدر دعا

زیادہ کسی کو دے تو اسے بہت قلیل جانے اس لئے کہ ساری دنیا ہی بہت قلیل ہے جیسا کہ امام شبلی رحمہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر ساری دنیا کی دولت ہمارے قبضہ میں ہو تو سب کا ایک نعم بنا کر کسی ایک فقیر کے منہ میں ڈال دوں پھر بھی مجھے اس پر شفقت آئے۔ (یعنی اور دیتے کچھ نہ دیا)

والسلام

شرف منیری



مکتوب ۳

روح کے اوصاف اور اس کی تاثیر میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے بھائی! روح جو خلیفہ حق تعالیٰ ہے جب تجلی میں آتی ہے (یعنی روشن اور نور ہو جاتی ہے) تو اپنی خلافت کے مقام سے انا الحق کا دعویٰ کرنے لگتی ہے اس لئے کہ سارے موجودات کو اپنی عظمت کے تحت کے سامنے بحدہ ریزہ بھتی ہے اور جانتی ہے کہ حضور حق ہے اس حدیث کی نظر سے اِذَا تَجَلَّى لِلَّهِ بِشَيْءٍ خَصْنَةً لَدُنْكَ شَيْءٌ (جیسا کہ تجلی کسی چیز پر ہوتی ہے تو ساری چیزیں نیست و نابود ہو جاتی ہیں) حیرت میں پڑ جاتی ہے اور کہتی ہے۔

هَآ اَنَا اَمْ اَنْتَ هَذَا الْاِلَهِيْنَ حَآشَاكَ حَآشَاكَ عَنِ اَثْبَاتِ شَيْئِيْنَ

فَاَيْنَ ذَاتُكَ حَيْثُ كُنْتُ اَرَى فَقَدْ بَيَّنَّ ذَاتِي حَيْثُ اِلَى اَيْنَ

(یا تو ہے یا میں ہوں یہ دو خدا نہیں۔ خدا پہلے خدا پہلے دو خدا کے اثبات سے)

بیشک تیری ذات ایسی نہیں ہے جیسی میں دیکھتا ہوں مجھے اپنی ذات معلوم ہے کہ میں کہاں ہوں)

یہ وہ گھاٹی ہے کہ ہزاروں سالکین راہ تمام گھاٹیوں کو طے کر نیلے بعد اس گھاٹی میں مارے گئے ہیں

جیسا کہ کہا ہے۔

افگندہ دلم رخت بمنزل گلے کا بخانہ برد بعد دلیل آل راہے

چوں من دو ہزار عاشق اندر راہے می کشتہ شوند بر نیاید آہے

کبھی مرادل سامانہ فرا ایسی منزل میں ڈال گیا کہ جہاں تک پہنچنے کے لئے کوئی نشان راہ نہیں۔

ہیبت میں نہ جیسے دو ہزار عاشق ایسے ارے جلتے ہیں کہ آہ تک ان کے منہ نہیں ٹپکتے پال بنے،
 یہی بات ہے کہ خداوند تعالیٰ کی راہ میں آخری فتنہ اسی تجلی روح میں ہے یہی تجلی سالک راہ کو اپنا
 دیوانہ و شہید بنا لیتی ہے اور سالک کو آگے بڑھنے سے روک دیتی ہے ہاں اگر مَنَازَاغَةُ الْبَقَرِ نہیں
 دکھائی، کی صفت سے تعصب رہے تو اس فتنہ سے مردانہ وار گذر جائے گا اور کسی کامل کے سایہ دولت
 میں رہ کر کام کی حقیقت تک پہنچ جائے گا۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ کرامت کے عاشق کون لوگ ہیں
 اور کرامت دینے والے کے عاشق کون ہیں نعمت کے طالب کون ہیں اور منعم کے طالب کون ہیں۔

جیسا کہ کہا ہے۔

ماویا دایم و یزد رازی دانیم عاشق حقیقی ز مجازی دانیم
 ہمیشہ کپڑے کو جانتے ہیں اور رازی کی چادر کو پہچانتے ہیں ہم عشق مجازی سے عشق حقیقی کو سمجھتے ہیں
 اسے عزیز بارہ روح کا معاملہ اور دوسری مخلوقات کی طرح نہیں ہے۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ

فرمائیں۔

نیست بالائے تو مخلوقے دگر نیست بیرون تو عشوقے دگر
 بیرون بیرون تو عقل و عزت نے تو در شرح آئی و نئے در صفت
 ہمہ در توحید مطلق آدمہ است آن ہمہ در تو محقق آدمہ است
 تجھے انہی مخلوق نہیں تجھ سے باہر کون عشوق نہیں جب تو عقل و عزت سے باہر ہو جائے
 تو نہ تیری شرح ہو سکتی ہے اور نہ تو بیان میں آ سکتا ہے توحید مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب حقیقتاً تجھ ہی میں
 ایک درویش کے سامنے کسی نے روح کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا جل انہ (اللہ بڑا ہے)
 استادا البر علی دفاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رباعی۔
 شہر و وطن ما ز نشان بیرون ست برہر چہ شکل زنی از اں بیرون ست
 ایں راز نہفتہ ز اں نہاں بیرون ست معنی کہ خدا از دو جہاں بیرون ست
 (ہر شہر بیرون نشان دیتے سے باہر ہے جس چیز سے بھی شمال دو اس کے وہ باہر ہے۔
 یہ پوشیدہ راز پوشیدگی سے بھی باہر ہے یعنی خدا دونوں جہاں کے آگے ہے۔
 ایک عزیز نے کہا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَاقِ الْاَزْوَاجِ مِنْ نُوْبِ الْيَهْمَا وَ تَوْلَانِ الْشُّرُوْخِ
 ربُّوْبِ وَ جُهْبِ كَيْسَجِدُ كَهَا تَلُّ مَبَاكُ يَزَا هَا (اللہ تعالیٰ زوجوں کو اپنے نور سے بنا یا ہے۔

چہرہ کے نور کا پردہ ڈال دیا (اگر یہ پردہ نہ ہوتا تو ملائکہ جہاں دیکھتے وہیں سجدہ کرتے) اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے فَإِذَا اسْوَيْتُهُ وَفَفَخْتُ بِنَيْبِهِ مِنْ رُؤُوبِي (جب ہم نے درست کر لیا تو ہمیں اپنی روح پھونک دی اور اسی طرف یہ اشارہ ہے وَاللّٰهُ اعْلَمُ خَلَقَ اٰدَمَ حَلِيٍّ صَوِيْرَتِهِ (پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر) خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رباعی۔ سے

لے درخیا جان قدسی کہ ہمہ پوشیدہ است دیدہ است کہ روی او ہمہ پوشیدہ است

ہر کہ بیند حسن او اندر جہاں کافر شود لے درخیا کس شریعت گفت با بریدہ است

(انسوس وہ روح پاک سب پوشیدہ ہے حقیقتاً کس نے اس کا چہرہ دیکھا ہے اور کس نے اس کا نام سنا ہے)

جو بھی اس جہاں میں اس کے حسن مطلق کو دیکھے سکر ہو جائے اسے حسرت یہ شریعت میرے یہاں سے باہر ہے

میں القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ روح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (روح کی

خود مکمل شرح ہے لیکن اہل معرفت کہتے ہیں۔ امر جب فرمان دینے والا اور تمام چیزوں اور مخلوقات کا ظاہر کن ہے

ہے تو روح کامل طور پر امر ہوگا۔ امر امر ہوگا، امور نہیں، فاعل ہوگا، معلول نہیں، قاتل ہوگا، مہمور نہیں، اس

سے آگے کچھ اور کہا نہیں جاسکتا دیوانگی پر اگر شریعت کی روک نہیں لگی ہوتی تو ہم کہہ دیتے کہ روح کیا ہے

اللہ کی غیرت اجازت نہیں دیتی کہ کچھ کہا جائے إِنَّ شَيْئًا غَيْبِيًّا (بیشک اللہ غیرت والا ہے، روح کی تشرتا کرنا

اسی غیرت کی بنا پر حرام کر دی گئی ہے۔ خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سے

لے درخیا جان قدسی در ورون دو جہاں کس نہ بیند سترش عیاں کس مشتش نشان

گدگے گرد کہ دیدم در مکان لا مکان بروخت غیرت آدینہ شد پیش بازان

(انسوس جان پاک کو دونوں جہاں میں کوئی بھی ظاہر ہو نہ دیکھ سکا اور نہ کسی نے اس کا پتہ دیا)

اگر کوئی کہے کہ مکان لا مکان میں ہم نے اس کو دیکھا ہے تو اس کے اس کہنے کے پہلے ہی غیرت نے رخت پہچانی (دیکھا)

اے بھائی بگتت کثرتاً مَخْبِيًّا (میں چھپا ہوا تھا) کاراز من حُرْفُ لَفْظٍ فَقَدْ خَوَّفَ رُتَبًا

(جس پہنچاپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) سے حاصل ہوجاتا ہے۔ تو اہل بعیرت سے معاملہ پوشیدہ نہیں رہتا۔

۵۔ می تھان از خلق متوازی شدن پس برلا مشعل در دست و شتاب اندر گریبان شتاب

(عوام کے سامنے ظاہر اس طرح اور پوشیدہ ایسے ہونا چاہیے کہ بات میں مشعل اور گریبان میں جیسے شتاب ہوتا ہے)

اس سے زیادہ بکھا نہیں جاسکتا بس اتنا ہی پختہ کرنا واجب ہے۔ مصرع

کے سرش نمی داغ زبان درش زباں درش (روح کی حقیقت از کو کوئی نہیں جانتا جہاں بندہ و زبوں بندہ کو)

اسے مرزا اوصاف اللہ بہذا الحقائق۔ اللہ تم کوں مقیموں تک پہنچاؤ۔ یہاں ہتھیار
رہنے کی ضرورت ہے۔ علم کے ذریعے اس کو اس سفر نہیں کر سکتے اور عقل کی دلیلیں سے اس کو مرزا تک نہیں
پہنچ سکتے اگر ایسا ہوتا ہے کہ یہی علم و عقل راہ مارنے والے ہوتے ہیں فلسفوں اور ان بہتر فرقوں کے اندر ہی
دیکھنے میں آتے ہیں یہ بہتر فرقے ہی اسی علم و عقل کی پیروی میں ہیں۔

در علم بے شوری و شینون باشد در عقل بے روبرو ہزن باشد

در جگہ باد او خاموش بیاش کا نجابت خاموش برہن باشد

علم کی راہ میں خود و جگہ سے ہوتے ہیں عقل کے ذریعہ رابطے کرنے میں راہبر اور ماہرین دونوں ہوتے ہیں

جگہوں میں اگر خاموش بیجا دیکھیں کہ یہاں کے برہن کا بت خاموش رہتا ہے (

اسے جانتے ہو گیا ہے؟ علم اس بارگاہ پاک کا نقیب ہے۔ خیل و خم اہل کمال شاہی

کے انتظام و ترتیب کی نگہداشت کرتا ہے لیکن بادشاہی مافوق اس کا سراگ کا کیفیت سے اسے

کئی سروکار نہیں ہوتا۔ عقل اگرچہ تو نے کچھ آ کر ہے لیکن سونا تو نے کچھ تراش دیا کہ دوزن نہیں

کیا جاسکتا۔ آخرت کے احوال دین کی حقیقتیں جو اصل سے تعلق رکھتی ہیں جیسے قات و صفات باری تعالیٰ

کی معرفت اور خداوند جل جلالہ کے افعال کا عرفان ہر شخص کو علم کے ذریعہ ہو سکتا ہے لیکن سب سے پہلے

ان دونوں کے درمیان جو راز ہے) ایک عظیم دولت ہے اور وہ اس کے خاص بندوں ہی کے لئے ہے اگر کوئی

شخص بے عمل اس میں خود فکر کرے تو حرام ہے۔ ایک شخص نے حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

یا رسول اللہ ﷺ من غرائب العالوم (یا رسول اللہ مجھے نادر علوم بتا دیجئے) ارشاد ہوا ماذا اعدتک

للموت (موت کیا تیار کی ہے) جاؤ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ قیامت کے اسرار اور احوال کا علم اور تقدیر کے

رموز جاننا اور ہر وہ چیز جس کا تعلق دین کے حقائق سے ہے علم معاملات میں اسے بیان کرنا تفصیل کے

ساتھ حرام ہے۔ ہاں اجمالاً گفتگو کرنا حرام نہیں ہے اس لئے کہ بعض موفی نے رموز اشارات میں فریب

تنبیہ کے لئے کچھ لکھا ہے اور یہ ایک بڑی مصلحت ہے اسے ہر درویش کو جانتا چاہئے۔ لہذا اپنی گفتگو میں

اور لوگوں سے سننے میں غلطی میں نہ پڑ جاؤ۔ یا من لا یعلم ما ہوا لآہوا استغفر اللہ عن الذل

والخلل وعن کل مالا یرضی عن قولہ و فعلہ و اقوالہ لآلہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اے وہ

جسے کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے کہ وہ خود اپنی ذات کو جانتا ہے۔ اے اللہ میں تو یہ کرتا ہوں معافی مانگتا ہوں

اور گمراہی کی باتوں سے اور ایسے قول و فعل سے جو وہ پسند نہیں کرتا ہے۔ اودا قرآن کریم میں لآلہ الا اللہ محمد رسول

نقل ہے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک وہ وقت تھا کہ میں اس کو طعنہ دیتا تھا اور خود کو پاتا تھا ایک یہ وقت ہے کہ خود کو طعنہ دیتا ہوں تو اس کو پاتا ہوں۔

گذشتہ آنکر خود مستم زبوش اے مباکنون خواہم ہم بہوئے خود کہ از من می زند بوش
(اے مبا! ایک ایسا وقت گذرا ہے کہ میں خود اس کی خوشبو سے مست رہا ہوں میں تو اپنی خوبی کی بو سے برباد ہوں در نہ میرے اندر تو اسی کی خوشبو ہے)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے برسبیل تذکرہ ہے کہ اَنْتَ لَا اَنَا وَلَا غَيْرِي (تو میرا نہیں ہے اور نہ میرا
فیر ہے) اس سے اب اور آگے کیا چکر لگائی جائے (اور کیا لکھا جائے)

درد چپندانی کہ داری میفرست ایک دل رانیز یاری میفرست
دل کجا بے یاریت درے کشد کیں جنیں دروے نہ ہم ہرے کشد

(آپ کے پاس جس قدر درد ہے بھیجے لیکن اس کے ساتھ دل کے لئے اپنی مدد بھی بھیجئے۔ بیچارہ دل بغیر
آپ کی مدد اور سہارا کے کب یہ درد اٹھا سکتا ہے اس لئے کہ ایسے درد کا برداشت کرنا ہر آدمی کا کام نہیں ہے)

وَالسَّلَام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۷۷

محبت کے کمال اور ہمت کی بلندی میں

بِاسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چوں شمع محبت تو افرختہ شد پروانہ نفس من درو سوختہ شد
بشکن نفس وجود زو باک مدار مرغی کہ رسیدہ بود آموختہ شد

(آپ کی محبت کی شمع جب روشن ہوگی تو میرے نفس کا پروانہ اس میں جل گیا۔ وجود کا پتلا

توڑ دودہ پرندہ جو بھاگتا تھا اب تربیت یافتہ و مانوس ہو گیا ہے)

اے بھائی! تم جانو، خداوند بزرگ و برتر کی محبت تمام مقامات کی انتہا و اخیر ہے اور

تمام درجات سے بڑھ کر ہے محبت کے حاصل ہو جانے کے بعد اور کوئی مقام نہیں ہے سوائے اس کے کہ

www.marfat.com

محبت کے ثمرات ہیں۔ جیسے شوق، اُفس، رُخا اور اس جیسی دوسری چیزیں محبت کا مقام پانینے کے قبل کوئی اور مقام نہیں ہے۔ مگر یہ کہ محبت کے مقدمات میں سے کچھ مقدمہ ہے جیسے توبہ، زہد، خواہجہ سب سے سبقتی رحمت اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کل قیامت کے دن ہر اُمت کو ان کے پیغامبر کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا یا اُمت موسیٰ یا اُمت عیسیٰ یا اُمت محمدؐ لیکن محبان خداوند جل جلالہ کو یہ ندا ہوگی کہ یا اُدنیہ! چنانچہ یہ صوفیوں یا سنا آج جو بھی عمل کرتے ہیں وہ خدا کی محبت کے لئے کرتے ہیں بہشت کی امید اور دوزخ کے خوف کے سبب نہیں کرتے اس لئے کہ یہ لوگ بہت کے بادشاہ ہیں ان کی بہت کے اندر خداوند جل جلالہ کے علاوہ جتنی چیزیں لفظ کُن کے تحت آئی ہیں ان میں سے کسی کی کوئی قید نہیں ہوتی۔

نہ در غم دوزخ و بہشت اند ایں طایفہ را چہیں سرشتند

(یہ لوگ بہشت و دوزخ کے غم میں مبتلا نہیں ہیں اس گروہ کے لوگوں کی خصلت ہی جدا ہے)

جو شخص محبوب سے محاب میں ہے وہ عین بلا میں ہے اگرچہ ساری دنیا کے مملکت کے خزانہ کی کنجی اس کے ہاتھ میں ہو۔ اور جو محبوب کی ہر بان کے ساتھ محبوب میں جذب ہے وہ عین عطا و نوال میں ہے اگرچہ باسی روٹی اس کے پاس کھانے کو نہیں ہے۔

اے بھائی! طاعت و عبادت بہشت کی امید اور دوزخ کے خوف سے اگر ہے تو حقیقت کی نظر سے غور کرو دیکھو گے کہ سب کا سب اپنی ذات کی لذت اور حصہ کے لئے ہے خالص اللہ کے لئے اور اس کی تعظیم و محبت کے لئے نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کا گروہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے وصل کا خیمہ اور اپنی قربت کا تہ دوزخ کے اندر اگر نصب کرادیں تو یہ لوگ دوزخ کے انگاروں کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالیں اور اگر ایک لمحہ کے لئے بھی فردوس بریں میں ان کو اپنے سے محاب میں مبتلا کر دیں تو یہ لوگ اس درجہ نالہ و فریاد کریں کہ دوزخیوں کو ان پر ترس آنے لگے۔ تو ریت میں وارد ہے۔ کون شخص اس سے بڑھ کر ظالم ہوگا کہ جو میری عبادت بہشت پانے کے لئے اور دوزخ کے خوف سے کرتا ہے۔ اگر بہشت و دوزخ میں پیدا لیکر تا تو کیا میں پرستش کے لائق نہیں تھا؟ ضرور تھا۔ نقل ہے کہ جناب عیسیٰ پیغامبر علیہ السلام اپنے سفر کے درمیان عابدوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچے پوچھا تمہارا مطلوب کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا دوزخ سے ڈرتا ہوں اور بہشت کی امید رکھتا ہوں۔ فرمایا مخلوق سے ڈرتے ہو اور مخلوق کی امید رکھتے ہو۔ پھر عابدوں کی ایک دوسری جماعت کے پاس پہنچے پوچھا اس عبادت سے تمہاری غرض کیا ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا اللہ کی

محبت اور اس کے لئے تعظیم جناب صیغی نے کہا تم لوگ حقیقتاً خدا کے دوستوں میں ہو۔ مجھے اللہ کا حکم ہے کہ میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

گر شو و یک ذرہ فلت حاصلت باز خند و آفتابے در دست

ہر کرا دل در صورت زندہ شد در خصوصیت خدا را بندہ شد

(اگر محبت کا ایک ذرہ تجھے حاصل ہو جائے تو تیرے دل کے اندر ایک آفتاب چمکنے لگے جس کا

دل محبت میں زندہ ہو گیا وہ خدا کا خاص الخاص بندہ ہو گیا)

یہاں ایک نکتہ پر خاص خیال رکھنا چاہیے۔ دلنشیں کر لو کہ کوئی مومن محبت کی اصل سے

خالی نہیں ہے اس لئے کہ معرفت اور ایمان کی اصل سے خالی نہیں ہے لیکن محبت کی قوت اور اس کا

غلبہ اتنا زیادہ ہو کہ اپنے وجود سے رُخ پھیرے (بے خبر ہو جائے) اور رسم و عادت کی قید سے نکل آئے

کہ اسی کو عشق کہتے ہیں زیادہ تر لوگ اسی سے دور ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ سے قطع

عشق و صفت نہاد سلطان ست سیر اور از پاسباں مطلب

روح قدسی خدائے عشق بود عشق را بس تو را یگانہ مطلب

عشق بر کائنات سلطان ست قرب اور از ازیں دآن مطلب

(عشق اصل دنیا کے اوصاف کا بادشاہ ہے عشق کے سر پر پاسبانوں سے نہ پوچھو۔

پاک روحیں عشق پر خدا ہوتی ہیں عشق کو ہر کس و نا کس میں فضول تلاش نہ کرو۔

عشق تمام کائنات پر بادشاہ ہے عشق کا قرب ہر لیے دیے میں نہ ڈھونڈو۔)

بزرگوں کا قول یہ ہے کہ خداوند عزوجل کو اپنے دل کے ہر گوشے سے یعنی پورے دل سے

محبوب رکھے۔ ایسا کہ اس کو ذرہ برابر کسی غیر سے تعلق نہ لگاؤ نہ رہے اس کے اور اللہ کے سوا دل میں

کسی دوسرے کے لئے کوئی جگہ نہ ہو اسے استغراق کہتے ہیں۔ محبت میں جب عاشق کی یہ حالت ہو جاتی

ہے تو اس کا حقیقی ودلی محبوب مطلوب مقصود و منظور وہی ہوتا ہے۔ کہہ اٹھتا ہے۔ مصرعہ :

”در ہر چیز نگہ کنم توئی پندارم : (میں جس چیز میں نظر کرتا ہوں تو ہی تو نظر آتا ہے) پاک ہے تیری ذات

تو ہی میری آنکھ میں ہے۔ انا سینی انا (میں میں ہوں اور میں سینی ہوں) یہی ہے۔ اہل بصیرت کہتے ہیں

عشق بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ اسی معنی سے عشق اس راہ کے لئے فرض ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

مورسکیں ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد دست بر پائے کہو تر زود نا گاہ رسید

د فریب جیونٹی نے تمنا کی کہ کعبہ پہنچے کہوتر کے پاؤں میں پٹ گئی بھائیک پہنچ گئی۔
یہاں کہوتر سے مراد عشق ہی ہے۔ شیخ عبد اللہ انصاری ان کی جان پر اللہ کی رحمت و بخشش
و قنایت ہو۔ فرماتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے مخلوق کی
طرف بھیجا لیکن اس کے بیگانوں نے ایک ذرہ آشنائی نہیں پائی۔ افسوس! اپنے عشق کا ایک ذرہ بھی
بھیج دیتے تو سب آشنائی پاتے۔ قطعاً۔

نزلے ہمت بعالم قدس کے قد نگاہ جبرئیلؑ بود
یوسا یطرسی بمقعد صدق چون ز عشقش تراد میل بود

(تمہارے ہمت کی منزل عالم پاک میں ہے وہاں جبرئیلؑ کی پہنچ کہاں ہوتی ہے۔

بغیر کسی واسطہ کے تم صدق کی بیٹھک میں ملک مقدر کے نزدیک پہنچ گئے، جب محبوب حقیقی کا عشق تمہارا رہبر ہو گیا)

ایک عزیز صاحب عزت کا قول ہے وہ کہتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام
مشریف لائے صرف عشق کے اسبیل تک نہورا بزیارہ نہیں پیش فرمائے ہائے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے عہد ہائے نبیؐ یہ واضح اور روشن ذرا ہر مہا پہلے ایک ذرہ تھا اب ہائے حق میں سمندر بن گیا ہے۔

بازار حسن جملہ خراباں شکستہ اند
رہنیت کز توایح خریدار بگذرد

(حسن کے بازار کو جملہ حسینوں نے سونا کر دیا ہے پھر بھی راہ نہیں ہے کہ تجھ جیسا ایک خریدار بھی گذرے

لیکن اس عشق کا ضمیر اس کا مایہ رنج و اندوہ ہے تھان رسول اللہ علیہ السلام متواہل

الْحَزْنُ وَدَائِمٌ الْفِكْرُ (حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل حزن و فکر میں رہا کرتے تھے) اسی کو کہا ہے۔

دم در کشم و جملہ غمت نوش کنم
تا از لیس من کبس نما ندغم تو

(میں آپ کے سارے غم کو ایک سانس میں گھونٹ جاؤں تاکہ میرے بعد پھر کسی کے لئے آپ کا غم باقی نہ رہے)

کہا جاتا ہے کل قیامت کے دن جب اس کے عشاق قبر سے باہر آئیں گے تو اپنا جائزہ لیں گے

اگر ان کے اندوہ و غم میں ذرہ برابر کمی ہوگی تو وہ اتنا نار و فریاد کریں گے کہ دوزخ والوں کو ان پر ترس جائیگا

اسی کو کہا ہے۔

گر تو ہستی اہل درد و مرد راہ
درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ

درد نگیر و دامت ایں درد زود
گفت ایں دردت تبار و بیچ خود

گر شود ایں درد و دامت نگیر تو
بس بود ایں درد دایم پیر تو

داگر تو اس راہ کامر داوراہل دروہے تو درد مانگ درد چاہ درد ہی کی طلب کر۔
اگر یہ درد نہ ہوگا تو دوسرا درد تجھے لگ جائے گا اور اس درد کا کوئی نفع نہیں پہنچے گا
ہاں اگر یہ درد عشق حقیقی تجھے پیدا ہو جائے تو یہی درد ہمیشہ کئے تیرا راہبر بن جلتے گا۔

والسلام

فقیر شرف مینری

مکتوب ۷۵

محبوب کی جفا اور مطلوب کے بے پروائی میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سعدی بجفا ترک محبت نتوان کرد بر در نشینم گرا از خانہ برانند
(سعدی: جو درد جفا کی وجہ سے محبت چھوڑ نہیں سکتا اگر گھر سے نکال دیں گے تو در پر پڑا رہوں گا)

محبت کی دنیا میں جفا 'وفا' منع و عطا سب یکساں ہے۔

بندہ ام خواہ قبول کن و خواہی روز ایک عزت و خواری در کوئی وفا کیست

(میں تو آپ کا بندہ ہوں خواہ قبول کیجئے خواہ رد کیجئے اس لئے کہ وفا کے کوچہ میں عزت و دولت سب برابر

ویک رنگ ہیں)

الْمَحَبَّةُ لَا تَزِيدُ بِالْوَفَا وَلَا تَنْقُصُ بِالْجَفَا، (محبت میں نہ تو وفا سے زیادتی ہوتی ہے اور نہ جفا سے کمی)

خواہم بخش خواہ بزن خواہ بدار یکر و یہ شدہ است مرطباتو کار

(خواہ قتل کیجئے خواہ زود کب کیجئے خواہ چھوڑ دینے میں تو سب طرح پھیر چکائے تو بس آپ سے کاہن)

جب تک جفا 'وفا' منع و عطا میں فرق کرتا ہے اس کی تمیز باقی ہے وہ عشق میں ابھی کچا ہے اور محبت میں لگا ہوا

ہے ایسا شخص اپنے نصیب کا طالب، حبیب کا طالب نہیں۔

کی گفت بگوش سب من دلدارن شمشیر جفا کشید عیاری

آن کس کہ بہر دو کون لذت جوید اندر خور عشق ما نیاید بازی

اور شوق نزارغ مشوق تارار | تو میں نے محبت کان میں کہہ | تھا جو شخص دونوں زبان میں لذت دہنے

کا طالب ہوا تو میرے عشق کی بارگاہ میں دخل دہا رہا نہیں۔
 اے بھائی! محبت شہنشاہ ہے شرکت پسند نہیں کرتا، عشق غیر حیا دار ہے دولی قبول
 نہیں کرتا انا سبیلی و سبیلی انا (میں سبیلی ہوں میں ہوں) خود کو چاہو اور دوست کو اپنا جو اور دوست
 کا جو (یہی تو شرکت ہے اور وحدت میں شرکت کی گنجائش نہیں انا انا و انا انت میں ہوتا ہے)
 آخر تم نے سنا ہے۔ مہر ع۔ "شوریدہ بود کار ولایت بدو تن۔" دو آدمی کی شرکت میں سلطنت کا کام
 تباہ و برباد ہوتا ہے) جناب داؤد پینچا مبر علیہ السلام پر حق سبحانہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ بیشک ہم نے حرم
 کر دیا ہے دلوں کے حاطہ میں کہ ایک ہی دلی میں میری محبت بھی ہو اور دوسرے کی بھی۔ مہر ع۔
 یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست " (گھر میں سامان ہی رہے یا دوست کا خیال) جو شخص اپنی فراہ
 اور آرزو کا طالب ہے وہ اپنی خودی کے ساتھ ہے اور جو اپنی خودی میں ہے وہ اپنا محب ہے حق سبحانہ
 تعالیٰ کا محب نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

محو باید بود در ہر دوسرے پاسے از سر ز پدید سر ز پاسے
 چوں دریں رہ پا دوسرے باختی قدر بے قدری خود بشناسختی

دو دلوں جہاں میں ایسا تو ذیست ہونا چاہیے کہ سر سے پاؤں غائب اور پاؤں سے سر لاپتہ ہو

جب اس راہ میں تو نے سر دھڑا دیا تو اپنی بے قدری کی قدر تو نے پہچان لی

اہم شہناجی حمتہ اشتر علیہ کا قول ہے کہ اگر مجھے بہشت اور دوزخ کے درمیان اختیار دیا جائے
 تو میں دوزخ قبول کروں اس لئے کہ بہشت اپنے نفس کی مراد ہے اور دوزخ دوست کی مراد ہے۔

گر سلسلہ زلفش بر دوزخیاں بندد در بیخ نماز خود دوزخ بدعا خواہم

(ان کے زلف کی زنجیر میں اگر دوزخ کے رہنے والوں کو باندھا جائے تو ہم اپنی پانچوں وقت کی نمازیں

اپنے لئے دوزخ کی دعا کریں)

اے بھائی! عاشقوں کی راہ ایسی عجیب راہ ہے اور محبتوں کے کام ایسے ہونے اور

سخت ہیں کہ ہر نامزد نے اسے سن سکتا ہے اور نہ ہر محنت اسے برداشت کر سکتا ہے۔

محرم درست نور ہر سرے بار کسبنا کشد ہر فرے

(دوست کا محرم شخص نہیں ہو سکتا جناب عینی علیہ السلام کا بوجہ ہر شخص نہیں اٹھا سکتا)

مجنون ہونا چاہیے تاکہ اینٹ پتھر کھانا باندھنا صفت ہونا چاہیے تاکہ بے ستون

پہاڑ کو کھودنا جانے زینجا کے جیسا ہونا چاہیے کہ یوسف کا نام اڑنا جانے۔ مصرع۔

”رو بازی کن عاشقی کار تونیت“ (جاؤ کھیلو عاشقی تمہارا کام نہیں ہے) کل میسر

لما خلق له للحرب رجالا وللقصعة والثويد رجالا (جس کو جس کام کیلئے پیدا کیا گیا
وہ کام اسکے لئے آسان ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا اور کچھ تریڈ کھانے اور پیالہ چاٹنے کیلئے، عالم
میں فضول کو اس کرنیوالے بہت ہیں اور زبانی گفتگو کرنے والے ان گنت ہیں لیکن اہل نظر کی نگاہوں
میں سب روشن ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ۵

مادیسب ادا تم و بر درازی دانیم ما عشق حقیقی ز مجبازی دانیم

(ہم ریشی کپڑے کو جانتے ہیں رازی کی چادر کو بھی پہناتے ہیں ہم عشق حقیقی کو مجبازی سے جانتے ہیں)

اہل بصیرت آنکھ والے سب کو دیکھتے ہیں پہناتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ سب کو معذور سمجھتے ہیں کہ یہ
سوائے اسکے کچھ نہیں ہے کہ تقدیر ہے، نصیب ہے۔ کوئی کیا کر سکتا ہے وَجَبَ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَاتِبٌ
(جس بات کا ہونا مقدر ہو چکا قدرت کا قلم اس کیلئے خشک ہو چکا ہے) خلاصہ یہ کہ اے بھائی! مردانہ وار ہو
اور مردانہ وار سب گھونٹتے جاؤ۔ مصرع: ”بار ستم دستاں بزندہر کہ در افتاد۔“

عاشق کے لئے دریا پایاب ہے اور پہاڑ تنکے کے برابر ہے۔ وفا، جفا، عطا، منح، سب ایک ہوتا ہے،
صدق کی علامت یہی ہے جس کو کہا ہے ۵

داری سر و گرنہ دور از برما مادوست کشیم تو نداری سرا

(اپنے سر میں میرا سودا رکھتے ہو، نہیں تو میرے پاس دور ہو جاؤ ہم تو عاشق کو قتل کیا کرتے ہیں تمہارا سر میرا لائق

والسلام

نہیں) ❦

شرف منیری

مکتوب ۷۶

اللَّهِ الْعِزَّةُ الْكَبِيرُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فقیر حقیر احمد حسین منیری المقلب بشرف کا سلام و دعا مطالعہ کریں

اے بھائی! جس حال میں ہو اور جس کام میں ہو اس سدا نہ چھوڑو، نا امید نہ ہو اس لئے کہ خداوند جل شانہ

کے تمام کام مطیعان کی طاقت سے منسوخ ہیں اور گنہگاروں کی گناہوں سے مقدس و پاک ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے لئے کوئی علت و سبب درمیان میں نہیں۔ اسی موقع کے لئے بزرگوں کا مقولہ ہے الْفَضْلُ بَيْنَ فَضْلِ اَهْلِهِ لَا بِالْعَسْبِ وَلَا بِالْجَوْهَرِ فَضْلُ اِسِي كَلَيْ لَيْ هَيْ جَيْ اَشْتَه فَضْلُ دَسِي يِي نَيْ كَسِي كَلَيْ مَل سِي هِي اَوْرَنِي جَوهر سِي يِي اِسِي كَلَيْ كَر مَل سِي مَتَلِقْ هُوَا تَوَلِيْعِيْنَا اَكْلِي اُسْتُوْن كُوَا سِي اَمْتِي پَر فَضْلِيْتِي هُوَاتِي كِيُوْن كِرَان كِي مَبْرُوْن سَات سَوَا مَطْه سَوَا مَل هُوَا كَرْتِي مَتِيْن تُوَان كَامَل وَا كَر دَار بِيْجِي بِيْهْت زِيَادِه هُوَا اَوْر اِسِي اَمْتِي مِيْن غَمْرُوْمَا سَا مَطْه سَتْر سَال هُوَاتِي هِي تُوَان كَامَل اِن كَلَا تَا مِي بِيْجِي مَرْوَكْم هُوْن كَسِي اِس كِي بَا وُجُوْد اِس اَمْتِي كُوَا وُر تَمَام اُسْتُوْن پَر فَضْلِيْتِي هِي اَوْر اَكْر فَضْل كَا تَعْلِقْ جَوهر سِي هُوَا تُو شَيْطَان كُوَا اَدَم پَر فَضْلِيْتِي هُوَاتِي كِيُوْن كَر شَيْطَان اَكْ سِي پِيَا هُوَا هِي جُو نُوْرَانِي مَعْنِي رُوْشَن هِي اَوْر اَدَم خَا كِي هِيْن خَا كِ نَهْلَمَانِي مَعْنِي اَنْدَهِيْرِي هِي اِس كِي بَا وُجُوْد شَيْطَان پَر اَدَم كُو فَضْلِيْتِي هِي اِن مَثَالُوْن سِي يِي هِيْم نِي سَمْجِه لِيَا كَر فَضْلِيْتِي مَعْمَل كِيُو جُو سِي هِي اَوْر نِي جَوهر كِي سَبَب سِي مَعْنِي كَسِي كَا جَوهر اَوْر مَل اَخْدَا كِي فَضْل كِي عِلْتِي نِيْسِي هِي تُو تَابِتِي هُوَا كَر فَضْل اِسِي كِي سَا مَطْه هُوَا هِي اَشْتَه تَعَا لَيْ جِيْسِي فَضْل مَطَا فَرَا لَيْ اَكْر كَسِي كُوَا اَعْلِي نَطِيْن (بِنْدِي) پَر بِيْجِيَا نِي جَا هِيْتِي مِيْن تُو بَغِيْر كَسِي مَعْمَل اَوْر كَار كَزَارِي كِي بِنْدِي پَر بِيْجِيَا رِيْتِي هِيْن اَوْر اَكْر كَسِي كُوَا اَسْفَل اِسَا نَطِيْن سَبَب نِيْچَلِي طَبَقِي مِيْن كَرَا تَا پَا هِيْتِي مِيْن تُو بَغِيْر كَسِي كَسْنَدَكِي بِنْجَا سَت اَوْر كَنَاه كِي بِيْسْتِي مِيْن كَر اَدِيْتِي هِيْن اِسِي كُو كِيُو مَعْرَفْتِي مَحْمَد رَسُوْل اَشْتَه مَلِي اَشْتَه عَلِيْهِ سَلَم كُوَا سِي وَقْتِي سَبَب كَر كُوْتِي مَعْمَل وَا طَا قَت اَيْسِي سِي وُجُوْد مِيْن نِيْسِي اَنْ مَتِيْن اَيْسِي كِي ظُهْر كِي قَبْل اَيْسِي كُوَا اَعْلِي نَطِيْن پَر بِيْجِيَا اَوْر اَبُو جَبَل كُوَا اَسْفَل اِسَا نَطِيْن سَبَب نِيْچَلِي طَبَقِي مِيْن كَرَا رِيَا هِي وَقْتِي كَر اِس سِي كُوْتِي بِنْجَا سَت اَوْر كَنَاه وُجُوْد مِيْن نِيْسِي اَيَا اَوْر وَه پِيَا بِيْجِي نِيْسِي هُوَا تَحَا اَوْر دِي كِيُو مَعْرَفْتِي مَعْرَفْتِي بِنْجَا نَه كِي اَنْدَر رِيْتِي هُوْتِي مَقْبُوْل تَحِي اَوْر اَبِي اِبْن مَطْلُوْن مَنَانِي مَسْجِد مِيْن رِيْتِي هُوْتِي ذِيْل وُر هُوَا تَحَا سِي

لے جہاں جان ہم سیران نو سد ہزاراں عقل سے گردان تو

لے نہ چشم و جاں نہاں دیدار تو گم شدہ عقل و ضرور کار تو

اے وہ کہ تو تمام جانوں کا بچا ہے سارا عالم تجھے پانے کے لئے حیران ہے۔ لاکھوں لاکھ عقل اس میں

سرگرداں و پریشان ہیں اے وہ کہ آنکھ اور جان سے تیزادیدار پوشیدہ دنیاں برتیرہ نام میں عقل و ذہن الٰہی (گم نہی)

بَلَا شَيْءَ مَالِكِ الْمَطْلُوقِ قَلْبَةَ التَّحْرُوقِ الْمَطْلُوقِ جَب وَه مَالِكِ طَلُوقِ هُوَا تَوَلِيْعِيْنَا اِس كَا تَعْرُفْتِي مَعْنِي خَالِقِ هُوَا كَر

(ہر طرح مطلق کی قبیلے والا) سہ

آں کہ دہائے آشنا دارتہ دل ز تو یوں و سپر ابد دارتہ

اجن کے قلوب حقیقت آشنا ہیں ان کے دل چون و چرا سے پاک ہیں)
 کراز ہرہ آنکہ از بیم تو کشاید زباں مجزب تسلیم تو
 (کس کا کیجو ہے کہ آپ کے خون سے سوائے تسلیم کر نیکیے زبان کھول سکے)

ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ اعمال و افعال کی پونجی سے مجلس و نادار ہو تو بھی نظر اس کے
 فضل پر رکھنا چاہیئے ساحران فرعون کے پاس کون سا عمل تھا اور کون سی طاقت تھی اور اصحاب کعبہ کے
 پاس کون سی عبادت تھی اور کون سا مجاہدہ تھا کہ ان واحد میں بیگانگی سے نکال کر اپنا بنا لیا اور انتہائی پستی
 سے نکال کر اعلیٰ علیین کی بلندی پر پہنچا دیا گیا اور سارے جہاں کے مخلوق کو دکھلا دیا کہ ہمارے کاموں میں
 علت و سبب کو دخل نہیں ہمارے کام بے علت ہوتے ہیں ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اسی کو کہل ہے۔

گر آری خلیے ز جتخانہ کنی آشنائی ز بیگانہ
 گج از چناں گو ہر خانہ خیز چو بوطالبے ز کنی سنگ نیر

(کبھی کسی کو جتخانہ سے نکال کر اپنا خلیل بنا لیتے ہیں بیگانگی سے خاص اپنا کر لیتے ہیں کبھی محل و جاہ پر
 پیدا کرنے والے گھرانے سے ابوطالب جیسے کو پیدا کر کے پتھر کے ٹکڑوں کے آگے بھڑکراتے ہیں)
 اے بھائی! یہاں عقل سرنگوں ہے اس لئے کہ عقل و ہم وقیاس کا آ رہے اور خدا کی خدائی
 ہم وقیاس سے بالاتر ہے اس لئے کہ خدا کی خدائی یعنی اس کے کام اس کی مشیت پر ہیں۔ بندوں کے قیاس پر
 نہیں کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی صاحب عقل کوئی ایسا کام نہیں کرتا ہے جس کی اس کو حاجت مند ہی اور ضرورت نہ
 ہو۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے لاکھوں لاکھ مخلوق پیدا کئے اور اس کو ان سب سے کوئی حاجت و ضرورت مند ہی
 نہ تھی۔ اور کوئی عقلمند کسی سے بے فائدہ دوستی نہیں کرتا ہے اور بغیر نقصان پہنچے عداوت نہیں کرتا عقل
 کا اتقا ضا تو یہی ہے اور خداوند تعالیٰ کو کسی سے کوئی منفعت نہیں لیکن ان سے محبت ہے کسی سے
 ایسے کوئی نقصان نہیں لیکن ان کے ساتھ عداوت ہے عقل تو یہی کہتی ہے کہ دوستوں کو اپنے قریب بلائیں
 اور ان کے ساتھ نوازش کریں اور دشمنوں کے سر پر ساری بلائیں ڈال دیں اور انہیں یوں نہیں چھوڑ دیں۔
 حق سبحانہ تعالیٰ ساری بلائیں دوستوں پر ڈالتے ہیں اور تمام مرادیں دشمنوں کی بر لستے ہیں تو معلوم ہو گیا
 قیاس کو یہاں راہ نہیں اور عقل کو خدا کے کاموں میں کوئی سر دکا نہیں۔ اے بھائی! اس کے کاموں کے
 بحسبہ دل سے جسیر ٹیل و میکا ٹیل علیہم السلام کو آگاہی نہیں غریب عقل کو وہاں کیا دخل اور آدمیوں کے وہم
 و ذہم کی دہاں کہاں گزر رہ سکتی ہے۔ اس کو کہاجے۔

زین چینی کار سے کہ در پیش آید است علم مفلس عقل در ویش آید است

(اللہ جل شانہ نے ایسے کام سامنے آتے رہتے ہیں جس میں علم مفلس و بینوا اور عقل تہی دست و گدا ہے) اسے بھائی! عقل ہنگ کر نیک آ کر ہے۔ ہنگی بغیر عقل کے صحیح نہیں ہوتی لیکن اللہ رب العزت کے اسرار و رموز کو جاننا غریب عقل کا کام نہیں ہے سارے جہاں کے عقلا و فلاسفہ یہاں حیران و سرگرداں ہیں تمام عالم کے علما و عرفا اس کی بارگاہ کے ابجد خواں ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ایں چہ درگاہ بیت تفلش بے کلید ایں چہ دریا بیت تعرش نا پدید

گر چہ رہ بستند ہر سوئے ازین پے نہ بردند لے عجب ہو ازین

(یہ کون سا دربار ہے کہ جس کے قفل کی کنجی نہیں یہ کون سا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کا پتہ نہیں۔ اگرچہ

اس بارگاہ تک پہنچنے کی ہر شخص نے راہ ڈھونڈی لیکن عجب معاملہ ہے کہ ایک بال برابر بھی کسی نے

راہ نہ پائی۔)

تمام کاموں کی غرض یہ ہے کہ آج جو بندوں کے اعمال و افعال ہیں وہ علامت و نشان ہیں کہ جواز میں نیک نیتی اور بد نیتی کے لئے ان کے مقدر میں ہو چکے ہیں اور ہاں اسی طرح غایت نہیں ہے سبب بھی نہیں ہے اس لئے کہ سبب سبب پر مقدم ہوتا ہے (یعنی ہونیوالی چیز جس سبب سے ہوتی ہے اس سبب سے پہلے ہوگا) کیوں کہ بندوں کے افعال و اعمال آج ہو رہے ہیں اور سعادت و شقاوت ازل سے ہے تو آج کے عمل کے کام ازل کے لئے سبب کیسے بنیں گے؟۔ اس کے باوجود سبب کا لفظ بولتے ہیں لیکن سبب کہنا مجاز ہے حقیقتاً نہیں۔ دل مضبوط رکھو اگرچہ کمزور، ناتواں، عاجز، اگرے پڑے ہو اور طاعت و عبادت سے مفلس و تہی طمان ہو اس لئے کہ معاملہ فضل پر ہے نگاہ اس کے فضل پر رکھنا چاہئے جہاں تک ہو سکے کوشش کرو اتنے پاؤں چلاؤ۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اندریں رہ اگر چیاں نکستی دست و پائے زن زیاں نکستی

گرچہ دولت و دانش بے علت است طاقت حق کار صاحب دولت است

(اس راہ میں اگر تم سے ویسے کام نہیں ہو سکتے تو کوشش کرو اتنے پاؤں چلاؤ گھٹانے میں نہ رہو۔

اگرچہ نعمت و دولت کی طلب بے علت و سبب ہے لیکن خوش بختوں و دولت مندوں کا کام حق تعالیٰ کی بندگی و عبادت کرنا ہے)

خود کو کبھی بیکار بے عمل معطل نہ رہنے دو۔ سیدھی راہ نہیں ہے۔ خوب کلبے جس نے کہا ہے۔

نے ہر آں جائے کہ طاعت خرنند عجز نیز و ضعف ہر ساعت خرنند
ان کی بارگاہ میں صرف طاقت ہی کی قیمت نہیں ہوتی ہے۔ عاجزی، اتواںی، بے ایگی کی بھی خریداری ہوتی ہو اگر لے۔ والسلام

مکتوب

راز انسان اور اس کی لاعلمی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ نے تو گم کردہ ای کڑا کردہ ای ہست اندھ تو خود پروردہ ای

(وہ جسے تو نے کھو دیا ہے یہی تری غلطی ہے وہ تو ترے اندر ہی ہے تو خود اپنا پروردہ بنا ہوا ہے)

اے جانی! افسوس بشریت کا نالادلوں پر غفلت کی زنجیر کی روک فکروں پر پڑی ہوئی ہے

ایک عالم اپنی حقیقت سے بے خبر غافل اور پروردہ میں ہے جب مرنے کے وقت موت کے در کا یہ تالا

نَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ (پھر ہم چھائیں گے تیری آنکھوں سے تیرا پروردہ) کی کنجی سے کھیلے گا اور غفلت کے

قید کی یہ زنجیر فَجَعَلْنَاكَ الْيَوْمَ حَدِيدًا (تمہاری نگاہیں اس دن پتھر جائیں گی) کی گرمی سے پگھل

جائے گی اس وقت تمہارے اندر کی گہرائی سے نالہ و فریاد برآمد ہوگا۔ اس شعور میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اے دریا جان و تن در با حقیم قیمت جان ذرہ نشنا حقیم

تشنہ کی پیسیریم در طوفاں ہمہ و آں کہ آب از چشمہ حیواں ہمہ

(و اے حسرت جسم شادیا جان گنوا دی جان کی قیمت ذرہ برابر نہ پہچان سکے ہم سب کے سب اس

طوفانی سیلاب میں پیلے مر رہے ہیں جب کہ اس طوفان کا سارا پانی آب حیات ہے۔)

اے بھائی! یہ تو معلوم ہے کہ ایک عالم، مقدس و مظهر فرشتوں سے بھرا ہوا خاک کو سجدہ

کیوں کرتا اور یہ مٹی یہ خاک خلیفہ کیسے ہوتی۔ اسی کو کہا ہے جس نے کہا ہے۔

تا نیاید جان آدم آشکار رہ نہ استند ٹوٹے کردگار

رہ پیدا مد چو آدم شد پدید او کاسید ہر دو عالم شد پدید

(جیہ تک آدم کی روت ظاہر نہیں ہوتی تھی اللہ کی طرف جانے والی راہ کسی کو معلوم نہ تھی۔ جب آدم

کا ظہور ہوا تو راہ کھل گئی اور دونوں جہاں کے نزاہ کی کنجی اکتھ آگئی)

سبحان اللہ! اس مٹی کے پتہ میں کیا عظیم راز ہے جس کو نہ قلم کھ سکتا ہے نہ زبان بیان

کر سکتی ہے اور نہ عقل اس کے گرد چکر کاٹ سکتی ہے اور نہ علم اُسے اپنے اعماط میں لے سکتا ہے اَلْاِنْسَانُ
صَبُورٌ (انسان میرا راز ہے) اُس تک پہنچنے کی تمام راہیں بند کر دی ہیں اگر کچھ سمجھنا چاہتے ہو تو اس شعر
سے سمجھو۔

عراقِ جہاں جمالِ خسارہ است سلطان جہاں درول بیچارہ است

(ہمارے خسار کاٹن سارے جہاں کی عراق ہے عالم کا شہنشاہ ہمارے غریب دل میں ہے۔)

یہاں محنتوں کو راہ نہیں ہے اس لئے ان کی نظر میں حلول معلوم ہو گا یقیناً مردانِ راہ کا دین دوسرا ہے
اور محنتوں کا دوسرا ہے۔ ان لوگوں کو کہو۔

اے محنت او کر ایں جا باز نیست عشقِ حق را با محنت کار نیست

قصہ دیوانگی آزادگی است حمد گستاخی و کار افتادگی است

(اے محنت! جاؤ اگر یہاں تمہاری رسائی نہیں، حق سجادہ تعلق کے عشق سے محنتوں کو سر و کار نہیں دیوانوں

کے قصہ میں آزادی ہے اس کے سارے کام میں شوقی، گستاخی اور بے دھنکاپن ہے)

اَلْعِشْقُ حُبُّونِ الْهٰی (اللہ کا عشق جنون ہے) عقل والے دوسرے لوگ ہیں اور عاشقان دوسرے
ہوتے ہیں۔

عاطلان را شرع تکلیف آمدہ است بیدلان را عشق تشریف آمدہ است

پیش آن کس کہ عشق رہبر اوست کفر و دی ہر دو پردہ اوست

(عقل والوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں، عاشقوں دیوانوں کے لئے عشق کا شرف آیا ہے اس

شخص کے لئے کہ عشق جس کا رہبر ہے کفر اور دین دونوں اس کے دروازہ کے پردے ہیں)

وہ علم جو تمہیں حاصل ہے اور وہ نمازیں جو تم پڑھتے ہو اور وہ روزے جو تم رکھتے ہو ان کے ذریعہ اس راہ
میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ایں ہمہ عالمِ محقق است علم یقین براہِ حق دگر است

راہِ دین صنعت و عبارت نیست جز خرابی در و عمارت نیست

یہ سارے علم کا اس شخص سے عالم ظاہر کے ہیں خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ دین کی راہ

بنادٹ اور عبارت آرائی نہیں ہے اس میں تو تباہی و بربادی کے سوا کون تعمیر نہیں ہے)

اے نبی! یہ کام اصل میں "درد" ہے جب تک کسی کے سینے میں یہ درد چوست نہیں

ہوجاتا اور وہ مرنے کے قبل نہیں مر جاتا اس راہ میں نہیں چل سکتا اور اس راہ کی بلائیں برداشت نہیں کر سکتا
اسی کو کہا ہے۔

ذرّہ درد حسد اور دل ترا بہتر از مرد و جہاں حاصل ترا
ہر کرا این درد نیست او مرد نیست نیست در ماں گرترا این درد نیست

(خداوند تعالیٰ کے درد کا ایک ذرّہ تیرے دل میں اگر ہو تو تیرے لئے دونوں جہاں کی دولت سے بڑھی ہوئی دولت ہے
جس کو یہ درد نہیں ہے وہ آدمی ہی نہیں ہے اگر تجھے یہ درد نہیں ہے تو تیرا کوئی علاج بھی نہیں ہے)

اے بھائی! یہ راہ جہاں مردوں کی ہے بچوں کا کھیل نہیں مال و مرتبہ بیوی بال بچے

جان سب کی بازی لگا دینا اس راہ کا پہلا قدم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر چہ جزّ حق بسوز و غارت کن ہر چہ جزّ دین از او طہارت کن
از تن و جہاں و عقل و جاں بگذر در رہ او دے بدست آور

(حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلاؤ و غارت کر دو دین کے سوا جو بھی ہے سب سے پاک ہو جاؤ

حسم، جاہ، عقل و جاں سب سے گذر جاؤ اس کی پاک راہ میں کوئی دل ہاتھ میں لے لو)

حضرت عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیاء علیہم السلام عالم

میں تشریف لائے بیگانوں میں سے کسی نے آشنائی نہیں پائی اگر اپنے عشق کا ایک ذرّہ بھیج دیتے تو

سارا عالم آشنا ہو جاتا۔

درد عشق آمد دوائے ہر دے حل نشہ بے عشق ہرگز خشک

حر کہ در ستر محبت بندہ شد تا بدیم حسم و ہم زندہ شد

(عشق کا درد دلوں کی دوا ہے، بغیر عشق کے کوئی مشکل حل نہیں ہوتی۔ جو شخص محبت کی حقیقت

میں بسندہ ہوا وہ ابد تک کے لئے محرم راز اور زندہ جاوید بن گیا۔)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف نیری



مکتوب ۷۸

دنیا کی نفی اور حق تعالیٰ کی معرفت کے اثبات میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گوشہ گیریں سر اے مجاز گوشہ آنجہاں درو میساز
(اس دنیا سے کنارہ کشی کرو اسی دنیا میں اس جہاں کے لئے گوشہ آخرت بہتیا کر لو)
اے بھائی! فقر و فقیری میں بے انتہا خوبیاں ہیں اور ہر طرح کے آرام و سکون ہیں۔
امیری و دولت مندی میں بہت سارے عیوب ہیں طرح طرح کی تکلیفیں اور پریشانیاں ہیں لیکن آج
لوگوں کو مال و مرتبہ کی محبت اندھا بہرا بنا کر چھوڑے ہے دولت مندی کے تمام عیبوں کو مہنر
سمجھتے ہیں درویشی و فقر کے جلا بن کر عیب مانتے ہیں جس طرح مزدور و فرعون نے سمجھا تھا اور خدائی
کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی کو کہا ہے۔

صد جہاں علم با معنی بہم چوں ز دل دنیات دور افگند نیست
دو زخ آرد بار باد دنیا بہم جانے تو حسرت دو زخ سوزند نیست

اگر علم کے سینکڑوں علم اپنے معنی کے ساتھ تیرے پاس ہوں اور وہ علم دنیا کے لئے ہو تو اس کا اثر دو زخ ہی ہے
جب تک تیرے دل سے دنیا دور نہیں ہوتی ہے تیری جگہ دکتے ہوئے دو زخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے
اسی لئے کہتے ہیں کہ تیرے خدا کی شناخت اسکی معرفت حاصل کی ہے اسکی پہچان دنیا کا ترک اور
دنیا داروں کی صحبت سے دوری ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہست دنیا دشمن حق بے مجاز دشمن حق کے گزار دوست باز

(دنیا حق سبحانہ تعالیٰ کی حقیقی دشمن ہے خدا کا دشمن اس کے دوست کو بسلامت رہنے دیتا ہے)

تو جہاں دنیا کا ترک نہیں ہے ہمیں علوم ہو گیا وہاں معرفت حق سبحانہ تعالیٰ بھی نہیں ہے اس لئے کہ ترک
دنیا اور معرفت حق تعالیٰ یہ دونوں کلمہ شہادت میں کلمہ شہادت نفی و اثبات مرکب ہے یہاں نفی دنیا

کافر کے اثبات خدائے تعالیٰ کی معرفت ہے تو جس نے دنیا کی نفی کی کامل نفی کر لی اور جسے خدا کی معرفت حاصل کر لی اثبات کامل کر لیا حقیقتاً لا الہ الا اللہ کہنا یہ ہے نہ وہ کہ جو کوئی زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور دنیا کو سجدہ کرتا ہے۔ امیروں، سرداروں، بادشاہوں کے در کو قبلہ بنا لیا ہے۔ ایسے ایمان کو ایمانِ زبانی اور کفرِ دلی کہتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

مصحف بکھٹ گرفتہ کفرے درونِ نہفتہ، بطال مست خفتہ بر بسترِ ریائی

(ہاتھ میں مسترآن دل میں کفر و انکار چھپا ہوا ناکارہ اور ریاکاری کے بستر پر دنیا کے نشہ میں مست سو رہا گیا)
 مصرع: مسلمان شو دلا زنا رنجمل۔ "اے دل مسلمان ہو جازنا ر توڑے" اسی سے معلوم ہو گیا کہ آج زیادہ تر لوگوں کو خدائے تعالیٰ کی معرفت اسکی شناخت کے دعویٰ کے ساتھ ہوتے ہوئے دنیا نے انکی راہ مار دی ہے اور ان پھارونکو اسکی خبر بھی نہیں ہے جس طرح اس دنیا نے فرعون کو مار ڈالا۔ خوب کہا ہے جسکے کہ ہے سے

صد جہان علم بامعنی بہم
 دوزخ آرد بار بادنیسا بہم
 چوں زول دنیات دور افکنند نیت
 جائے توجسند دوزخ سوزند نیت

اور ایک دو سکر عزیز نے کہا ہے۔ سے رُبَاعی

دنیا طلباں کہ دشمن درویش اند
 بیگانہ زحق آشنا خویش اند!
 گمراہ فتادہ و گرفتار شکم
 چوں درنگری بمعرفت بدکیش اند

(طالبان دنیا فقیروں کے دشمن ہیں وہ حق تعالیٰ سے نا آشنا اور خود سے آشنا ہیں۔ مگر اسی میں شے ہونے شک پرست ہیں مگر ان میں غور کرو تو معرفت سے بیگانہ ہیں)

لیکن یہاں ایک نکتہ کا خاص خیال رکھنا چاہیے تاکہ غلطی میں نہ پڑ جاؤ۔ ترک دنیا سے مراد فضولیات کا ترک ہے لا بدی اور ضروریات کا ترک نہیں ہے جس طرح فضولیات ضرورت کے فاضل چیزوں کی طلب ناپسندیدہ ہے اور حجابِ راہ ہے اسی طرح لا بدی اور ضروری چیزوں کا ترک کرنا بھی ناپسندیدہ اور راہ کی رکاوٹ کیونکہ آدمی کو کھانا، کپڑا، رہنے کا رہائشی مکان ضرورت کی مصلحت دار میں لازمی ہے اگر سب کو گھینا ترک کر دیتا ہے تو دوسروں کا محتاج ہو جائیگا اور لالچ میں گرفتار ہو گا اور یہ دونوں بلا ہیں اور ہلاک کرناوالی ہیں تو جس طرح نہ ویشیات سے فاضل چیزوں کی طلب میں بہت سی خرابیاں اسی طرح لا بدی اور ضروری چیزوں کے ترک میں بھی بہت زیادہ خرابیاں ہیں۔ اگر اس موقع پر کوئی بے کار بحث چھیڑ دے کہ

جناب بوکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کچھ ترک کر دیا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ماخلقت
بعبیالک تمہریں بالی پکوں کے لئے کیا پیڑا؟ تو جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو۔ اگر تمہارا حال بھی صدیق اکبر
کا حال ہے تو تمہارے لئے بھی یہ صحیح اور زیبا ہے۔ سبزیاں تیجئے والوں کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خود کو
بادشاہ وقت پر قیاس کرے اس کے برابر خود کو کہے۔

اے بھائی! اہل معرفت کی صحبت اور مرادین طریقت کی جوتیوں کی خدمت کے بغیر کسی کو اپنی

جہات و نادرانی سے یہ کام راس نہیں آسکتا ہے۔ جس کسی نے کہا ہے پچا کہا ہے۔

کور ہرگز کے تو اندر رفت راہ بے عکاشش کور رفتن غماست

راہ دوراست و پُرافت اسے پسر راہ رورامی بسباید راہسیر

اندھا کب راہ پیر سید حاصل سکتا ہے لاطلی پڑا کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا چلنا ہی قلم ہے

اس لاکے! راہ نہیں اور آفت سے بھری، موٹی ہے اس راہ کے چلنے والے کے لئے ایک راہ فروری ہے)

تو لازم ہے کہ نیکوں اور اس راہ کے واقف کار بزرگوں کی صحبت اختیار کرو بروں اور جاہلوں کی صحبت بھت

دور رہو۔ صوفیوں کے یہاں جو اس قدر ریاضت و مجاہدے کرائے جلتے ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ مریدان

واقف کار بزرگوں کی صحبت کے لائق ہو جائے ہر وہ مرید جو ان واقف کار بزرگوں کی صحبت کے لائق ہو گیا۔

اگر ایک روز بلکے ایک ساعت ان بزرگوں کی صحبت میں رہا ہو تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ سو سال تک کسی

راہبر واقف کار بزرگ کی صحبت و رہنمائی کے بغیر ریاضت و مجاہدہ کرتا رہے۔ آخر سنا ہے۔

سگب اصحاب کہفت روزے چند پے نیکاں گرفت مردم شد

(اصحاب کہفت کا وہ کتا جو چند روزان لوگوں کی صحبت میں رہا آدمی بن گیا)

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ زیادہ تر صحابہ پیغمبر علیہ السلام بت خانہ کے بتوں کی پرستش میں سالہا سال

اپنی عمر گزارتے رہے تھے یکایک وہ دولت عظمیٰ یعنی سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب سے

ان پر ظہور پذیر ہوئے ان میں سے ہر ایک دین مسلمان کے مقتدا، پیشوا، آفتاب، مہتاب اور شہنشاہ

ہو گئے اور اصحابی کالنجوم باجمع اقتدا یتیم اھتد یتیم امیر صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں

سے جن کی پیروی کرو ہدایت پاؤ گے، کا طغرایا امتیاز انہیں مل گیا۔

لاجرم در بندگی سلطان شدند مہتر خلق جہاں ایساں شدند

تا زدوزخ فرود آزاد آمدند در بہشت عدن دل شاد آمدند

یقیناً اسی بندگی کے اختیار کئے بادشاہ ہو گئے سارے جہاں کے ہی لوگ ڈرے ہو گئے۔ دوزخ سے ہمیشہ کے آزاد ہو گئے بہشت کی بشارت مل گئی جنت عدن میں شادیاں و فرماں زول فرما ہوئے) اے بھائی! جس نے بھی جو نعمت پائی وہ صحبت ہی سے پائی ہے۔ لیکن ایک مدت ہوئی کہ یہ کہہ دیا گیا ہے۔

صحبت نیکاں ز جہاں دور گشت خوان مسل خانہ ز نور گشت

(بزرگوں کی صحبت بہت دور ہو گئی شہد کا دسترخوان شہد کی کھیموں کا گھر بن گیا)

اور اس حال میں سر پر خاک ڈالنی چاہئے اپنا غم کرنا چاہئے اور وہی کہنا چاہئے جو جنت

خسر و علیہ رحمت والغفران تے کہا ہے۔

در مجلس دعوات دریا کشند متاں چوں دور خسر و آمدے در سبوز ماند

(اے محبوب اپنی آپ کی صحبت کی مجلس میں مستوں نے دریا گھونٹ لے جب خسرو کی باری آئی تو نکلیں شہ نہیں)

والسلام

حقیر مشرف مینری

مکتوب ۷۹

دوستوں پر پرتی ورد دشمنوں پر التفات و نوکزش میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گر آری خلیلی ز بختانہ کنی آشنائی ز بیگانہ

گئے از چنناں گوہر خانہ خیز چو بوطابے را کنی سنگریز

(کبھی آذر کے بختانہ سے خلیلی کو پیدا کرتا ہے کبھی دشمنوں کو دوست بنا تا ہے۔ اور کبھی ایسے

مصل و جو اہر پیدا کرنے والے گھرنے سے ابوطاب جیسے پتھر پونچنے والا سنگریزہ پیدا کرتا ہے)

اے بھائی! آج اس دنیا میں اس کے دشمنان نعمتوں اور عافیت و آرام کے لئے مخصوص ہیں

اس کے محبان بلا و مصیبت کے لئے مخصوص ہیں جیسا کہ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج اس دنیا

میں اپنے ویوں کے ساتھ وہ کرتا ہے جو کل قیامت کے دن اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں کریگا۔

فرعون رانہ دادیلمے دوستوں کو زبیرا کہ او نہ داشت سرور و پے ا

اے دوست فرعون کے سر میں کبھی درد بھی بہتے نہیں دیا اس لئے کہ ہلکے دروہل کے لائق اس کا سر ہی نہ تھا)

عقل کے تمام تقابض یہاں سرنگوں میں عقل کی باتیں کہنا مستناہاں بیکار ہے عقل قیاس نگانے کا آگاہ ہے اور خدا

کی خدائی قیاس دانگی سے بلا ہے کیوں کہ اس کی خدائی یعنی اس کے کام اس کی مشیت پر ہیں وہ جو چاہتا ہے

کرتا ہے عقل کی قیاس کے مطابق نہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ کوئی صاحب عقل کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس

میں اس کی غرض و حاجت مذی ہنوحی سبحانہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں اور اس کو ان سے کسی

طرح کی کوئی غرض و حاجت کسی وجہ سے نہیں اور کوئی شخص کسی سے بغیر نفع کے دوستی نہیں کرتا اور بغیر کسی

نقصان کے دشمنی نہیں کرتا عقل کا تعارف تو یہی ہے اور خداوند تعالیٰ کو کسی سے کوئی نفع نہیں پھر بھی

دوستوں کے ساتھ محبت ہے اور کسی سے لڑے کوئی نقصان نہیں گردشمنوں کے ساتھ اسے دشمنی ہے۔

این چه نگاہیست قفلش بے کلید این چه دریایست تعرش نا پدید

ایچ دل را کبست اورہ نیت جان و عقل از کالش آگ نیت

یہ کون سا دربار ہے جس کے تالا کی کنجی نہیں۔ کون سا دریا ہے کہ جس کے تہہ کا کوئی پتہ نہیں ہے

کسی دل کی اس کی ذات کی کڑھک پہنچ نہیں جان و عقل دونوں ہی اس کے صفات کے کمال کے آگاہ نہیں)

اے بھائی! عقل اگر چہ جاننے کا ایک اچھا ترازو ہے لیکن سنساروں کے ترازو پر پھاڑ

تولا نہیں جاسکتا ہے۔ سبحان اللہ! اللہ جل شانہ کے کاموں کے اسرار سے جناب جبرئیل و میکائیل علیہم السلام

کو آگاہی نہیں بشر کی یہ غریب عقل اور آدمی کا علم و فہم وہاں تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

دل و عقل از جلال او خیرہ تن و جان از کمال او خیرہ

ار بدیں دریا در آئی یکدی می حیرت جانسوز مینی مسامی

عقل و دل اس کی عظمت و جلال سے اندھ میں جسم و جان اس کی بزرگی سے اندھیرے میں ہیں

اگر اس دریا میں تو ایک ذرہ کے لئے غوطہ نگاٹے تو ایک جانسوز پر حیرت عالم کا مشاہدہ کرے)

آخر جناب یوسف پیغمبر علیہ السلام کے قصہ میں غور کر دیکھنا تا بالغ معصوم بچہ کو ان کے

برادران کزنوں میں ڈال دیتے ہیں بغیر کسی گناہ کے اور ان کے والد بوڑھے ضعیف پیغمبر علیہ السلام کو

ان کی خدائی کی آگ میں جلنے کے لئے بلا کسی قصور کے چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ان کو کزنوں سے نکالتے

میں اور بیچ کر غلام بنا دیئے جاتے ہیں پھر زینچا کو ان کے لئے اک فتنہ و فتور بنا دیتے ہیں ان سب کے بعد عمر کے تحت شاہی پر جلوہ افروز فرماتے ہیں اور اس پر مزید عنایت ان کے بھائیوں پر کرتے ہیں عظیم گناہ کے بعد ان سب کے سروں کو تاج نبوت سے سرفراز و مزین فرما دیتے ہیں کسی کے وہم و فہم میں کب آسکتا ہے اسی کو کہا ہے۔

ایں جنیں کارے کہ درکیشیں آہست علم منطس عقل درویش آہست
غرق در دریاے حیرت آدم پائے تا سرین مسرت آدم
ایہ ایک ایسا معاملہ سامنے آیا ہے کہ جہاں علم منطس عقل ہی دست
میں غرق ہوں سر سے پاؤں تک مسرت میں ڈوبا ہوا ہوں۔

اور دیکھو! معراج کی شب سلطان الانبیاء تمام نبیوں کے شہنشاہ تمام انبیاء کے سر تاج علیہ السلام براق عظمت تابا پر سوار ایک لاکھ چوبیس ہزار بیجا مبران علیہم السلام کی ارواح پاک کے جلو میں طرقتوا طرقتوا، ہٹو، بڑھو، راستہ صاف کرو کی صدا لگاتے ہوئے رواں دواں میں تمام روئے زمین کے خزانہ کی کنجیاں پیش خدمت کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے جس طرح چاہا میں مسرت کریں کوئی حساب کتاب نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے مرتبہ میں بھی مرتبہ نزدیک کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوگی اور اس کے بعد چند سیر جو کے لئے ایک یہودی کے در پر بھیجا جاتا ہے کہ مجھے قرض ادا دے وہ یہودی جگر مبارک پر طعن کا یہ چرکا لگاتا ہے کہ آپ کے پاس نہ اونٹ ہے نہ بکریاں کوئی چیز بھی آپ کے پاس نہیں کہاں سے ادا کریں گے؟ اسی کو کہا ہے۔

گہ باکت پر سیم دگے درویشم گہ بادل پرنشا طاگر درویشم

گہ واپس جملہ خلق و گہ درویشم من بو قلمون روزگار خویشم

کبھی میری تھیل سونے چاندی سے بھری ہے اور کبھی فقیر و ماکار ہوں، کبھی یہ ادا دل شادمانی سے لبریز کبھی

زخمی و چور ہے کبھی سب سے پیچھے ہوں اور کبھی سب کا امام ہوں میں اپنے وقت کا غیب ہوں۔

جب اتنا کچھ معلوم ہو گیا تو چاہیے کہ اعتراض کی زبان بند کر لیں سلامتی کی راہ اختیار کریں

اگر نعمت دیں تو وہی صحیح رہنمائی میں ڈالیں تو وہی ٹھیک صحیح و تندرست رکھیں تو درست بیماری

دیں تو بجا یہاں تک کہ اپنی بندگی پر ثابت قدم ہو جائے۔ جیسا کہ بیچارہ نے کہا ہے۔

چر کند بندہ کہ گردن نہ بند فرماں را چر کند گونے کہ تن روز بد چو کال را

(بندہ اگر احکام کے آگے گردن نہ ڈالے تو کیا کرسے گیند بڈ باز کے برے آگے اگر خود کو نہ ڈالے تو کیا کرسے)
 القدر سائن دانہم عقل تقدیر میں جو بوجھکا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تو زیادہ غم کھانے والا
 فکر مند ہونیکا کیا فائدہ ہے۔

اے بھائی! کاتب نے کاغذ پر قاف لکھا تو وہ ہرگز کات نہیں ہو سکتا اور جب تک
 لکھا تو وہ ق کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔

ہرچہ استاد در نوشتہ براند طفل در کتب آن تواند خواند

استاد نے جو تختی لکھ کر دی ہے لاکاتب میں وہی پڑھے گا

اہل بصیرت، ارباب معرفت کی نظر جب اس پر جاتی ہے تو کمر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ازل
 میں تقدیر نے جس کو ابو جہل بنا دیا ہے وہ ہرگز ابو بکر بن نہیں ہو سکتا۔ یہاں عقل کیا کام آ سکتی ہے؟
 اسی کو کہا ہے۔

عاشقاں سوئے حفرش مرست عقل در آستیں و جاں در دست

بے نیاز لیش باچہ کفر وچ دیں بے زبا نیش باچہ شک وچ یقیں

(عشاق اس بارگاہ کی جانب عقل آستین میں اور جان ہتھیلی پر لئے ہوئے مرست میں اس کی

بے نیازی بے پروائی کے آگے کیا کفر کیا دین اس کی خاموشی کے سننے کیا شک اور کیا یقین؟)

اس سے زیادہ نہیں لکھا جاسکتا کہ قضا و قدر کے اسرار کا سلسلہ آگے آجاتا ہے اور حکم ہے

اذا ذکر القدر فاصکوا تب قضا و قدر کا تذکرہ آجائے تو خاموش ہو جاؤ۔

والسلام
 خاکسار شرف مینری

مکتوب ۸۰

کہنے کی بات کہنے اور نہ کہنے کی بات نہ کہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رُبَاعِی سے چون محرم اسراء شدی اندر کار

بر بندہ ہوا ز دل زباں از گفتار

رازیکہ نہالی ست نہانش مبدار

دیو خودی سعادت خود پندار

جب تم اس کام کے محرم راز ہو گئے تو جو راز چھپا ہونے کا ہے اسے چھپانے دو۔ نہ زبان سے آواز نکلے اور نہ دل سے خواہش کا اظہار ہو۔ اپنے آپ میں گم ہو جانے کو اپنی سادات سمجھو۔

اسے بھائی! حضور رسالت پناہ علی الشریعہ و علم کی وصیت امت کے علماء کو یہ ہے۔

كَلِمَاتُ النَّاسِ بِمَا يَعْرِفُونَ وَرَدٌ هُوَ اِمْتَانَتُكَ رُوْنًا اَنْ تَكْذِبَ اللهُ وَرَسُوْلَهُ

لوگوں سے ایسی ہی باتیں کرو جیسے وہ جانتے ہیں یا ان کو چھوڑ دو جس کا وہ مانگا کریں کیا تم چاہتے ہو

کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کریں۔ اس وصیت کی تفسیر و ہیبت اہل علم و ارباب معرفت کی جانوں پر وہ کرتی ہے جو کل قیامت کے دن دشمنوں کفاروں کی جان پر گزرے گی۔ علماء کے لئے یہ مناسب و لائق نہیں ہے کہ وہ جو کچھ جانتے ہیں وہ سب عوام میں کہہ دیں بہت ساری چیزیں ہیں کہ جس کا بیان عوام میں ہرگز لائق و مناسب نہیں كَلِمَاتُ النَّاسِ عَلَيَّ مَتَدَبَّرْتَهُمْ (باتیں لوگوں کی سمجھ کے لئے کہہ کر) کے کو تو ال کی پہرہ داری ان لوگوں پر لگی ہوئی ہے علماء امت جو کچھ جانتے ہیں ان تمام امور و اسرار و حقائق و دقائق کو اگر بیان کر دیں تو اصلاح سے زیادہ خرابی پیدا ہوئے اور نفع سے زیادہ نقصان پہنچے مگر سب کچھ بیان کر دینا جائز ہوتا تو شائع رضوان اللہ علیہم اپنے گفتگو اور بیان میں رمز و اشارات کو اختیار کرتے اور اپنی عبارتوں میں مخصوص اصطلاح نہ استعمال کرتے یہ سب ان لوگوں نے اس لئے کیا کہ جو کچھ کی چیز ہے وہ کہی جاسکے اور جو نہ کہنے کی باتیں ہیں وہ اسرار پر وہ کے اندر چھپی رہیں ان سب لوگوں کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سب کچھ کہہ دینا لائق و مناسب ہوتا تو قرآن کریم میں حروف مقطعات نہ ہوتے چنانچہ کچھ مشطہیں حروف مقطعات کے بارے میں کہتے ہیں کہ مَثْرَبَيْنِ اللهُ وَحَبِيْبُهُ رَاٰهُ اللهُ اور اس کے حبیب کے درمیان اور قوت القلوب میں ابوطالب کی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اَلْعُلُوْمُ ثَلَاثَةٌ اَعْلَمُ ظَاهِرٌ وَعِلْمٌ بَاظِنٌ وَعِلْمٌ بَيْنَ اللهِ وَحَبِيْبِهِ عُلُوْمٌ تَمْنِي فِي عِلْمِ ظَاهِرٍ عِلْمٌ بَاظِنٌ اور ایک علم اللہ اور اس کے بندہ کے درمیان ہے، تو وہ علم چھپا ہوا ہے اسے اہل ظاہر سے کہنا چاہیے اور جو علم باظن ہے وہ اہل باظن میں بیان کرنا چاہیے اور وہ علم جو خدا اور اس کے بندہ کے درمیان خاص ہے وہ نہ اہل ظاہر کے سامنے اور نہ اہل باظن کے آگے کہنا چاہیے اور اگر اس خاص علم کو کسی نے بیان کر دیا تو کسی نے اللہ رب العزت کے اسرار کو کھول دیا اور سرور بوبیت کے اس افشا کرنے سے کفر کا فتویٰ لگ گیا من صرح بالتوحيد فقتله اذنى من احياء خيرون جس نے تو حید کے سر اٹھو لئے اس کا قتل کر دینا غیروں کے زندہ رہنے سے بہتر ہے اس کے حق میں قتل ہونا نقد ہو گیا۔ جیسے بعضوں کے لئے اس معنی و

حقیقت کا استدار کامل وقت ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔

دید کی سکر عشق رنزم طوع بگفت و رفت بردار
بر بند زبان کہ عاشقانش در عشق نمی خرد گفتار

(تم نے دیکھا کہ ستمی میں معصوم نے عشق کا ایک راز بیان کر دیا اور دار پر چلے گئے

زبان بند رکھو کہ اس کے عشاق عشق میں باتیں قبول نہیں کرتے)

اسے بھائی! آخر یہ مثل مشہور ہے کہ "جویندہ گویندہ دیا بندہ گنگ"۔ جب تک تلاش و جستجو میں ہے گفتگو بھی ہے اور جب پایا تو گونگا ہو گیا اس سنی کے اعتبار سے مہتمم معتمد طرفوں کی صفت ہے۔ سلطان امدادین بایزید بسطامی رحمتاشر علیہ کسی کے سر کی کھوپڑی پڑی دیکھی اس سر میں کھاتھا حَمَّ مَبْكُورٌ عَمِّي فَرَّأَيْبِ بَدِي كَيْ عَارِفِ كَيْ سِرْ كَيْ مَعْلُومِ ہوتا ہے اسی کو کہا ہے۔

او علم نمی شنید لب برستم او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

(وہ علم بکت و بات نہیں سنتا اس نے لب بند کرنے میں اس کے یہاں عقل نہیں پڑھی جاتا اس دیوانہ ہو گیا)

جب حال یہ ہے تو پھر کہنے بولنے کی کہاں گنجائش اگر بولناہ ست ہوتا تو لب برستم و دیوانہ شدم نہیں کہتے مگر کہناہ ست ہوتا تو رات دن فصیح عبارت میں لاتے اور سینکڑوں عنوان سے بیان کیا کرتے یقیناً یہ لوگ سب کچھ یعنی دریا کا دریا گھونٹ جاتے ہیں اور ایک سانس یعنی ایک لفظ بھی باہر نہیں آنے دیتے۔

مرغان ہزار دریا خوردند آتش زرقند تو ارچہ مست گشتی چون جرعہ نخوردی

(یہ مرغان ظاہر اور دریا حق کے پتھے آتارے ہوئے ہوتے ہیں پھر بھی پیاسے ہی جاتے ہیں)

تو نے جب کیا ایک چوٹی نہیں پہنچے مت کیسے ہو گیا ہے۔)

وَنَیَاعِی۔ دانی کہ چرا اہل صفا خانوشند دزکتہ ڈول بگو خودی کوشند

سے از کف دوست ہر نفس کی تو سر پیازند و ستر حق کی پوشند

(جاننے جو صوفیوں یا سفاکیوں خانوش رہتے ہیں دل کے سراز میں خود کو گم کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں)

برخوردن جو کجاہ سے شراب کا جام پیتے رہتے ہیں سر کی بازی نکادیتے ہیں لیکن حق تو لٹے کا راز چھپاتے ہیں)

اور اس جماعت کے لوگوں کے بارے میں آیا ہے کہ کچھ ایسی باتیں وہ بول گئے ہیں مان

کی یہ باتیں غلبہ حال جذب و ستمی میں ان سے صادر ہوئی ہیں اس میں خود یہ لوگ معذور ہیں کہ اَفْعَادُ

لَا يَأْخُذُونَ بِمِصَدِّقَاتِهِمْ (عاشقوں کے جو ملوڑ پھیلے اس پر ان کو بڑ نہیں) اس لئے کہ عاشقوں سے جو بوجا ہے وہ اضطراری ہوتا ہے اختیار کی نہیں جیسا کہ کہا ہے۔

تعبہ دیوانگیاں آزادگی است جملہ گستاخ و کار افتادگی است
کار عاشق اضطراری اوستہ داں ز فرط دوستداری اوستہ
آپنجہ فارغ می گوید بے دلی کے تو اندگفت ہرگز عاشقے
عاقلاں را شرح تکلیف آستہ بے دلاں را عشق تشریف آستہ

دیوانوں کے قصے آزادی کے ہیں ان کی باتیں یونہی گستاخی کی ہوتی ہیں۔ عاشقوں کے کام اضطراری ہوتے ہیں اور وہ فرط محبت میں بوجاتے ہیں وہ جو آزاد ہے بے دل یعنی دیوانہ ہے وہ کہہ سکتا ہے۔ ان باتوں کو عقل والے کیسے کہہ سکتے ہیں۔ عقل والوں کے لئے شرح کی ذمہ دار یاں آئی ہیں دیوانوں کے لئے عشق کا شرف و اعزاز آیا ہے)

اس بیان سے غرض یہ تھی کہ کہنے سننے سے کچھ نہیں کھتا ہے۔ بچے اگر بڑے بزرگوں کی باتیں سن کر کچھ کر لیں اور بیان کریں تو کیا فائدہ کہنے والے میں جب تک بزرگوں کی بزرگی نہ ہو اس وقت تک کہنے کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ کوئی غرض اس سے حاصل ہوگی۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔

درنگدہ در آدینشیں بر بند بروے فرقت ز تار

آؤا بستکہ میں آکر بیٹھ جاؤ اور سہرہ کے اوپر ز تار باندھ لو

تو صاحب عقل ہوگا جو کام میں مشغول رہے نہ یہ کہ تقریب و بیان میں لگا رہے اس لئے کہ کام عمل سے ہے گفتگو اور چرب بیانی سے نہیں۔

کار کن کار بگذرا ز گفتار کاندریں راہ کار دار و کار

(عمل کرو عمل، تقریب و بیان بھڑو کیوں کہ اس راہ میں عمل سے کام ہے)

آدی راہ چلنے سے منزل پر پہنچتا ہے یا صرف بیان کرنے سے؟ بے بند کر لو اور اپنے درد طلب کی دوا آپ بن جاؤ اور اپنا غم کروا بھی فرصت ہے قیمت جانوور نہ اس دنیا سے اس حال میں جانا سخت گل ہے غم داندوہ ذکر کرنے اور اپنا علاج اپنی اصلاح کر لینے کی جگہ نہیں ہے اس سے آگے نہیں بڑھیں نہیں

اسی کو کہا ہے۔ سے درد دار و کجا خواہیم کرد

گر خرد کرد دوا حد کاسے بود

مہر شد ماتم کجا خواہیم کرد

عد نہ بیشک رنج بسیار بود

درد کا مادہ کہاں جا کر کروں گا مہر ختم ہونے کو آئی اب ہم درخ سے کیا ہوتا ہے۔ اگر تعدد دوئی ختم ہو کر
توحید حاصل ہو جائے تو البتہ کام بن جائے اگر ایسا نہ ہو تو بے انتہا مصیبتوں کا سامنا ہو گا)
یہ ساری ملامتیں اور لغز تیں اپنے اوپر کرتا ہوں کسی دوسرے پر نہیں اور اس طور پر خود اپنے درخ
پانسوس کا اظہار کرتا ہوں اس سے مراد مقصود دوسروں کو حفظ و نصیحت کرنا نہیں ہے ہزاروں ایسے آدمیوں
کی ضرورت ہے جو خود مجھے پند و نصیحت کریں اور میرے حال پر پانسوس کریں وہ شخص جو خود اس حالت میں گرفتار ہو
بس کا حال ایسا پریشاں اور زار ہو اس کا کام خود ہی بہت اہم ہے اپنے اہم کام کو ترک کر کے غیر اہم کام میں مشغول
ہونا جنون نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ باقیہاں خود اس بلا میں گرفتار ہے اگر حق سبحانہ تعالیٰ کا فضل اس کی رحمت اتنے
بڑے گنہگار جفا کار کی دستگیری فرمائے اور اس کا کرم بس خراب خواستہ کو قبول کر لے تو امید نجات ہے ورنہ
یہ باقیہاں اور کیا فرعون و ابوجہل۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں مال و فریاد گریہ و زاری کی ضرورت نہیں ہوتی۔
خواجہ عطار کی بیان پر رحمت کہ انہوں نے کہا ہے۔

- | | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| ۱۱) یارب از دستم ز بانم باز خر | دست در نہہ در جہانم باز خر |
| ۱۲) ستم و بہوشش ہوشیار یم وہ | خفتہ ام بے خویش بیدار یم وہ |
| ۱۳) خالق اگر اہل عادت بودہ ام | بارے آخر در شہادت بودہ ام |
| ۱۴) در بباد و جہل دارم روزگار | توز عفو در پذیر و در گزار |
| ۱۵) گر نخواہ خواست عفو میچ کس | عذر خواہ جرم من عفوے تو بس |
| ۱۶) گرد آید یک نسیم از سوتے تو | پائے کو باں جاں دہم در کسے تو |

(۱) اسے پروردگار مجھے میرے ہاتھ اور زبان کی برائیوں سے نکال کر پھرا پنا بنا لیجئے۔ میری دستگیری فرمائیے مجھے دنیا اور دنیا
والوں سے نجات دلو اور پھرا پنا غلام بنا لیجئے۔

(۲) گناہوں میں مست و بہوش ہوں مجھے ہوش میں لائیے اپنے نتیجے سے بے خبر سویا ہوا ہوں مجھے بگاڑ لیجئے۔

(۳) اے میرے خالق! اگرچہ میں اہل رسم و عادت ہو گیا ہوں پھر سے میں گنہگار ہوں۔

(۴) اگرچہ میں نے اپنی زندگی کے اوقات جہالت کی آمد میں آزاد سے آپ اپنے عفو و کرم سے بخش دیجئے اور قبول کیجئے۔

(۵) اگر کوئی شخص میرے گناہوں کی سخت چاہنے والا نہیں ہے تو میرے جرم کی عذر خواہی کے لئے آپ کا عفو و کرم ہی کافی ہے۔

(۶) آپ کی جانب سے رحمت کی ہوا کا ایک جھونکا آجائے تو میں تمس کرتے ہوئے آپ کے کوچہ میں آکر جان دیدوں۔

یہ باد عزیز کے مطالعہ کے لئے بھیج رہا ہوں ایسا نہیں ہے کہ یہ آپ ہی کے لئے لکھا گیا ہے کسی

اور طرح کا گمان نہ کرنا اگر در ماندہ لوگوں کے قہقہہ پڑھنے سے اہل درد کو فائدہ ہوتا ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ عبرت کرنے والے کافروں کے کاروبار سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اگر کسی در ماندہ اہل مومن کے حال و احوال سے فائدہ اٹھائیں تو اس میں تعجب نہیں۔ جیسا کہ کہاہے۔

بروزخت بقائے روحانی از رہ کفر در سلمانی

(روحانی بقا کے درخت پر کافروں کے کاروبار سے عبرت حاصل کر کے سلمانی میں آئے ہیں)

اور اگر حیرانی و پریشانی کے قہر کے کسی کو فائدہ حاصل ہو تو یہ محال نہیں ہے حق سبحانہ تعالیٰ کے طالبوں میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔

یقین مسیداں کہ شیران شکاری دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کرو شکاری شیروں نے اس راہ میں چینیوں سے مدد لی ہے)

جناب سلیمان پنیامبر علیہ السلام نبوت کی اس جلالت اور بادشاہت کی عظمت کے باوجود جنیوں کے سوراخ کے پاس چالیس دن بھوکے پیاسے بیٹھے رہے کہ ربوبیت کے اسرار میں سے ایک راز مسلم کریں۔ چنانچہ یہ قصہ مشہور و معروف ہے۔



وَالسَّلَام
فَقِير شَرَف مِينِي

مکتوب ۸۱

بنی آدم کی فضیلت اور خداوند عالم کے ساتھ عشق میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! اس جماعت صوفیہ کے مذہب کے احکام ان کی تصنیفات اور ان کی کتابوں کا مطالعہ ساہا سال تک بار بار کیا جاتا رہا ہے، مشائخ طریقت کا اجماع اور علماء شریعت کا اتفاق اس پر ہے کہ کوئی ایسا شخص جو کسی بلند مقام پر پہنچا ہوا ہو یا عالی مرتبہ پر فائز ہو اور علم و معرفت سے آراستہ و مزین ہو، ملکوت عالم ظاہر و باطن اس پر کھلے ہوئے ہوں اگر وہ پنیامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا مقلد نہ ہو اور حضور کی شریعت سے ہاتھ کھینچے ہوئے ہو تو وہ اباحت (بجائز کو جائز کرنے) کے جنگل میں ہلاک ہوگا یا طول و اتھا کے صحرا میں گر کر مرے گا اور اپنا دین ضائع و برباد کر دے گا۔ اسی کو کہاہے۔

ہر کہ در راہ مستدرہ نیافت تا بدگروی ازین درگہ نیافت

دولت آنجا جملی و دینی آنجا طلب مزج اہل یقین آنجا طلب

(جس شخص نے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں راہ نہیں پائی ایک ہمیشہ چکر لگاتا رہا اس بارگاہ کو کچھ نہ پایا دولت حضور کی بارگاہ میں تلاش کروادین وہیں سے نوہ بارگاہ جواہل یقین کا مزج ہے وہیں سے سب کچھ مانگو) چنانچہ کچھ نامانوں نے توحید کے حصول کے خیال سے بغیر کسی معتدا و پیشوائے کامل اور بلا واقف کار راہبر کے محض اپنے عقل ناقص اور ستھیم رائے اور شیطان کے درغلوں سے غرور ہو کر بزعم باطل اس خونخوار جنگل میں خود کو ڈال دیا اور دین کو ضائع کر دیا ہے۔ خواجہ عطار کی جان پر رحمت ہو کہا ہے۔

- | | | |
|-----|-----------------------------|-----------------------------|
| (۱) | پیرہ کبریت احمر آمدہ است | سینہ او بکرا خضر آمدہ است |
| (۲) | راہ دوراست و پرافت اسے پسر | راہ دورامی بسا ید راہبر |
| (۳) | گر تویے رہبر فرو آئی براہ | گر ہمہ کو ہی فرد رفتی بچساہ |
| (۴) | گر ترا در دست پیر آمد پدید | تقل در دست را کلید آمد پدید |
| (۵) | کو رہر گز کے تو اندرفت راست | بے عصا کش کو در رفتن خطاست |

(۱) پیران راہ کبریت احمر نایاب ہو گئے ہیں ان کا سینہ سبز سمندر ہے۔

(۲) اسے لڑکے! راہ لمبی اور دراز ہے اس راہ کے چلنے والے کو ایک راہ بتلانیوالا چاہیے

(۳) اگر تو بغیر کسی راہبر کے اس راہ میں قدم رکھے گا اگرچہ تو پیادہ جیسا جیم ہو کنواں میں گر پڑے گا

(۴) اگر تجھے درد طلب ہے اور کوئی پیر مل جائے تو تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل گئی۔

(۵) اندھا راہ پر کب سیدھا چل سکتا ہے اندھے کے لئے بغیر لاشی پکا کر چلانے والے کے چلنا ہی غلطی ہے

اے بھائی! باوجود اس کے کہ لا الہ الا اللہ حقیقت ہے محمد رسول اللہ شریعت ہے کیا کہتے ہو؟ اگر کوئی شخص ایک ہزار سال تک لا الہ الا اللہ کہتا رہے محمد رسول اللہ نہ کہے تو وہ مسلمان ہے؟ ہرگز مسلمان نہیں ہوتا۔ اور اس کا ایمان درست نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ہودی و نصرانی بھی مسلمان ہوتے اس لئے کہ یہ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں تو جس طرح بغیر محمد رسول اللہ کا اقرار کئے ہوئے ایمان نہیں ہوتا اسی طرح حضور کی شریعت کے بغیر دین اسلام نہیں ہوتا ہے چنانچہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

(۱) چوں تو بیماری نہ ہوا دہوس

(۲) اد دلیل تو بس تو راہ بجوئی

رحمتہ العالمین طیب تو بس

اُو زبان تو بس تو یا داگوئی

- (۳) شرح اور روح عقل و معانی ست راے تو یار دیو نفسانی ست
 (۴) سوئے حق بے رکاب مصطفوی نرد و پایت ار بے بدوی
 (۵) خاک او باش بادشاہی کن آن او باش ہر چو خاہی کن
 (۶) ہر کہ چوں خاک نیست برد را و گز فرشته است خاک بر سر او

(۱) جب کہ تو اپنی خواہشات و ہوس کا مرض ہے تو تیرے لئے رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم ہی طیب کافی ہیں۔

(۲) آپ کا اسوۂ حسنہ ہی تیرے لئے عقلِ راہ ہے آپ کا فرمان ہی تیرے لئے کافی ہے زیادہ گفتگو نہ کر۔

(۳) آپ کی تشریح عقل کی روح اور معانی ہی تیری اپنی راے نفس کے شیطان و دیو کا رنسیق ہے۔

(۴) حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب تھامے بغیر حق سبحانہ کی راہ کی طرف تمہارے قدم نہیں بڑھ سکتے لاکھوں گناقم ہو۔

(۵) آپ کے در کی خاک بن جاؤ اور بادشاہی کرو آپ کی اُمت کھلانے کے لائق ہو جاؤ پھر چوچا ہو کرتے رہو۔

(۶) جو آپ کے در قدس پر خاک نہیں ہوا اگر وہ فرشتہ صفت ہے یا فرشتہ ہی ہے اس کے سر پر خاک۔

اسے بھائی! جب تک علم و عقل باقی ہے شرع کی ذمہ داریاں بھی باقی ہیں مشائخ اور علماء و فضوان اللہ

علیہم کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ وہ دین اسلام سے خارج ہے لیکن ہاں اگر علم و عقل سے بالاتر ہے ایسے

کے کوئی کام صادر ہو یا کوئی حال ظاہر ہو کہ جس کو عشق کے اظہار کہتے ہیں وہ اللہ کی دین و عطا ہے کسی نہیں

ہے جیسا کہ کہا ہے۔

در دایشان نیست از کسب عطاست کے شود در جنبش از کسب راست

عقل فرماں کشیدنی باشد عشق ایماں کشیدنی باشد

(ان لوگوں کا در کسب نہیں ہے یہ اللہ کی دین و عطا ہے ایسا در کسب کمانی سے کسب حاصل ہوتا ہے

عقل احکام کی بجا آوری جانتی ہے عشق ایمان کے ذائقہ و مزہ کو جانتا ہے۔)

اسی سے کہتے ہیں الْعِشْقُ جُنُونٌ اِبْعَثِ (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) تو عقل والوں پر جو ذمہ

داریاں ہیں وہ دیوانہ پر نہیں ہوتی اور ہوش والوں سے دیوانگی کا صدور نہیں ہوتا جیسے دیوانہ سے

ہوش کی باتیں نہیں ہوتیں۔ تو ایسا شخص معذور ہوتا ہے کیوں کہ عاشق لا محالہ دیوانہ ہوتا ہے

اور دیوانہ کا جسم مخاطب نہیں ہے چنانچہ تفسیر امام زاہد میں اور بھی دوسری کتابوں میں یہ سلسلہ مراتب

کے ساتھ بیان ہوا ہے تو اس عالم میں جو حال اس پر گذرتا ہے لے وہی جانتا ہے اور اسی حال کا پتہ

دیتا ہے۔

ما قطن ما شرع تکلیف آمانت عیدان و عشق تشریف آمدت

درد عشق آمد و لے ہر دے مل نہ شد بے عشق ہرگز مشکے

(عقل و دل کے لئے شرع کی ذمہ داریاں مال میں طلب و لالہ کے لئے عشق کی بنگاس کا شرن آیا ہے

عشق کا درد ہر دل کی دو این کر آیا ہے بغیر عشق کے کل مشکل حل :- ہوں)

تو خداوند تعالیٰ اور اس کے دیوانے عاشقوں کے درمیان وہ معاملہ ہوتا ہے جو ہوتا ہے اور وہ بازو اسرار

ہوتا ہے جو ہوتا ہے اگرچہ شرع کے خلاف معلوم ہوتا ہو۔ چنانچہ کہا ہے۔

بیریت سرا با تو گس عمر تانیت گسرد و دستر تو یا کس بخشایم

(مجھ آپ کے ساتھ ایک ایسا راز ہے کہ کون بھی اس کا علم نہیں سترم بجائے یہ بھی بکا لہذا ہم نہیں بھولیں گے)

کتوب میں باختصار کیا گیا ہے تمہیں امید ہے کہ استعدا و طالب کو فہم و فکر کرنے سے کافی فائدہ حاصل ہوگا

انشاء و اشتر۔ استغفروا من الذنوب و انجملوا قول لا الہ الا انت محمد رسول اللہ

(اسے اشتر میں تو بیکرا ہوں مگر ایسا وہ نقصان کی باتوں سے اور اقرار کرتا ہوں کہ اللہ اللہ محمد رسول اللہ کا) اور دوسرے

لوگ جو اس درد سے خالی ہیں اور ان کا یہ حال نہیں ہے انہیں اس راہ میں آنا اور فضول گفتگو کرنا کہ میں

عاشق ہوں یا اہل وحدت ہوں ان کی یہ بکواس اس دین اسلام سے قدم باہر نکالتا ہے نحوذبا اللہ نہما اشتر

اس سے اپنے پناہ میں رکھے۔ اس کی جانب یہ اشارہ ہے۔

کفر کا فراد ہیں دیندار را ذرہ دردت دل عطارا

ذرہ دردتند اور دل ترا بہتہ از ہر دو جہاں حاصل ترا

اک کفر کا فر کے لئے دین دینداروں کے لئے عطارا کے دل کو آپ کے درد کا ایک ذرہ ہی چاہئے۔ خداوند تعالیٰ

کے درد کا ایک ذرہ اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہاں سے تیرے لئے پوچھا بہتہ ہے۔

آج ہر نا اہل فضول بکواس کرتا ہے کہ عشق کی حقیقت یہ ہے اہل وحدت ایسے ہیں

اہل وجد ایسے ہوتے ہیں اور حال یہ ہے کہ انہیں نہ عشق کی خبر ہے اور نہ اہل وحدت کی اور نہ اہل وجد

کی۔ اسے بھائی! یہ کام فضولیوں نااہلوں کے نہیں ہیں اور نہ یہ کام وہ ہے کہ دس جز کا نقد میں تم

نے سستہ طلاق و عناق پڑھ لیا ہے اور بس یہ علم ہی دوسرا ہے اور اس جماعت کے لوگ ہی دوسرے

ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ایں ہمہ علم جسم مختصر است۔ علم و فہم براہ حق دگراست

طعمہ کاں پاکبازاں رادہ ہند مرکز آں کے فونیازاں رادہ ہند
حرف کو کاغذے سیاہ کند دل چوتیرہ ست کے چواہ کند
اہل دل را ذوق و فہم دیگر ست کاں ز فہم ہر دو عالم پر تراست
ہر کر آں منہم در کار انگند خویش را دریا تے اسرار انگند

! یہ تمام کلام ظاہر کے ہیں خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی کچھ اور ہے۔

غذا کا وہ لقمہ جو پاکبازوں کو دیتے ہیں وہ تھے نیاز مندوں کو کب دیتے ہیں۔

حرف تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے دل جو تاریک بنا اسے کہاں ماوتاباں بنا ہے۔

دل والوں کے ذوق و فہم ہی دوسرے ہوتے ہیں ان کی۔ کچھ دونوں عالم کے لوگوں سے یا اتھے۔

یہ فہم جس کے کام میں آگئی اس نے اسرار کے سمندر میں خود کو ڈال دیا۔

وَالسَّلَام

فقیر شرف نیری



مکتوب ۸۲

خداوند تعالیٰ کے افعال و احکام کسی علت کے معلول ہیں یا اس سے

پاک ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کاتب مکتوب شرف بخشی نیری کا سلام و دعا مطلب الود کریں

خوب و لطفیں کر لیں۔ آپ کا فظ ملا۔ مضمون سے آگاہی ہوئی۔ سوال کیا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے افعال

اور احکام کسی علت کے معلول ہیں یا کسی علت کے معلول نہیں ہیں؟

اے بیانی: اس مسئلہ کا تعلق علم کلام سے ہے اس کی اصل علم کلام ہی میں ہے۔ خداوند تعالیٰ

کے افعال میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں علماء کے بیان بڑی لمبی بحثیں آئی

ہیں وہ بحث جو علماء نے کی ہیں وہ سب کتابوں میں درج ہیں؟ وہاں دیکھنے سے یہ مسئلہ واضح ہو جائیگا

لیکن براہِ عزیمت نے سوال کے طور پر لکھا ہے اور جواب نامکمل ہے تو اختصار کے ساتھ جتنا لکھا جا سکتا ہے لکھ رہا ہوں۔ **ذَلِكَ يَعْصِمُنَا مِنَ الْكَلْبِ وَالْغُلَّالِ بِرُحْمَتِهِ** (اللہ ہمیں بچائے گا کلبوں اور غلیوں سے اپنی رحمت سے)

تم جانو! علماء کے درمیان بنیادی مسئلہ حقیقی سوال ہے کہ خداوند تعالیٰ کے کام اور اس کے احکام کسی چیز کے ساتھ مطلل ہیں یا نہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بندوں کی مصلحتوں کے ساتھ مطلل ہیں اور کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ خداوند تعالیٰ کے کام اور احکام کسی علت کی مطلل نہیں ہیں (یعنی یہ ہوگا تیسری یہ ہوگا) اور دونوں فریق اس مصلحت میں مضبوط و یسیر اور براہین پیش کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ جو یہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے کام و احکام کسی چیز کے مطلل نہیں ہیں ان کا کہنا ہے کہ خدا کی خدائی اس کی مشیت پر ہے عقل کی قیاس پر نہیں تو جو خداوند تعالیٰ کے افعال کو بندوں کے کاموں پر قیاس کرتا ہے اسے کہنا ہوگا کہ جو فعل بندوں کی جانب سے بڑے ہی خدا کی جانب سے بھی برے ہیں گے اور مخلوق سے جو فعل نیک اور مستحسن ہیں خداوند تعالیٰ سے بھی نیک و مستحسن ہیں گے۔ ایسے لوگ اصحابِ تشبیہ میں (خدا اور اس کے افعال کو مشابہت دینے والے) اور خداوند تعالیٰ منزہ و مقدس ہے تشبیہ کا کچھ نہیں ہے تو اس قول کے قائل کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کی اہمیت کے آگے یہ سوال نہیں اٹھا کہ کیسے کیا اور کیوں کیا یہ بات تو اس پر عاید ہوتی ہے کہ جس کا کام اجر و منفعت کے لئے چلتا ہے یا نقصان کے دفع و ازالہ کے لئے ہوتا ہے خداوند تعالیٰ کے کام منفعت و سعادت سے پاک اہمیت منزہ و مقدس ہیں۔

اور جو یہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے کام اور اس کے احکام بندوں کی مصلحتوں کی رعایت سے معلول ہیں اس لئے کہ خداوند تعالیٰ جو قادر ہے عظیم ہے حکیم ہے اس کا فعل اگر غرض سے خالی ہو تو عبث (فصلوں و بیکار) ہوگا اور اس کے کسی فعل کا عبث ہونا خداوند تعالیٰ کے لئے محال ہے تو لازماً چاہئے کہ اس کام میں کوئی غرض ہو لیکن اس غرض کا لگاؤ اس کا تعلق بندوں سے ہو خداوند تعالیٰ سے نہیں اس رُو سے فعل کمال کا سنانی (مخالفت) نہیں ہے تو اس قول پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عالم کے پیدا کرنے میں خداوند تعالیٰ کی حکمت کیا ہے یعنی اس میں اللہ کی غرض کیا تھی اس کے جواب میں یوں کہتے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ خداوند تعالیٰ کے کام غرض و فائدہ سے خالی ہوتے ہیں اور اس غرض و حاجت کا تعلق و لگاؤ بندوں سے ہوتا ہے اس غرض و معنی کا تعلق اس کی نسبت خدا کے ساتھ نہیں ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے **كُنْتُ كَثْرًا مَخْتَفِيًا** **فَاخْتَبَيْتُ اَنْ اُخْرَجَ** (میں تھا ایک چھپا ہوا خزانہ مجھے پسند آیا کہ میں بچاؤں) یہ غرض تھی کہ بندگان اس کو

پہچانیں تو پہچان کی غرض اس کا فائدہ بندوں کی طرف لے گا نہ کہ خدا کی طرف اور اس بحث کے آخر میں کتابوں میں جو درج ہے وہ اس سلسلہ میں یوں ہے کہ خداوند تعالیٰ قادر ہے عظیم ہے حکیم ہے اور اس کے لئے فعل اور فعل کا ترک دونوں ہے تو فعل اور ترک میں اختیار فرمانا دونوں طرف سے ہر طور پر ادنیٰ ہوتا ہے اس لئے کہ بغیر کسی حاجت اور ضرورت کے ادنیٰ کا ترک قادر عظیم و حکیم سے اس کی صفات کا یہ نقص ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے صفات کے لئے نقص محال ہے۔ اور اس ادنیٰ اہمیت کا لگاؤ بھی خداوند تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا ہے بلکہ بندوں کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے یا نفس امر میں ہوگی اس جہت سے اور اس بنا پر فعل کمال کا انسانی نہیں بلکہ عین کمال ہے تو پہچاننے کی غرض اور اس کا فائدہ بندہ کی جانب ہوگا نہ کہ خداوند تعالیٰ کی طرف چنانچہ اس سلاک طے دوسرے گروہ کے لوگ کفر و معصیت کے پیدا کرنے کی وجہ میں بھی یہی بیان کرتے ہیں واللہ اعلم اللہ بہتر جانتا ہے۔

لیکن حضرت عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی زبیرہ میں بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ خداوند جل جلالہ نے خلق کو کیوں پیدا کیا کیا اپنی کسی غرض کے لئے؟ اللہ کے لئے یہ محال ہے کما ہے کوئی غرض ہو یا بغیر کسی غرض و فائدہ کے یہ بھی محال ہے یا محض اپنے قاعدہ اور عادت کے طور پر تو اللہ اس صفت سے بھی معصت نہیں ہے تو تم یقین کرو یہ ایک ایسا سوال ہے کہ اکثر و بیشتر علماء ربواں حیرت میں ہیں۔ اور یہ اندیشہ جناب داؤد علیہ السلام کے دل میں بھی پیدا ہوا تھا چنانچہ انہوں نے عرض کیا یَا رَبِّ اِنَّ خَلْقَ الْخَلْقِ فَقَالَ كُنْتُ كُنْتُ اَخْفِيَا فَاحْبَبْتُ اَنْ اَعُوذَ (اے میرے رب تو نے مخلوق کو کیوں پیدا کیا؟ جناب طایم ایک کثر مخفی تھا مجھے مجبور ہوا کہ میں پہچانوں تو موجودات کے ایجاد کی غرض یہ ہوئی کہ جس کا کیا کنت کثر اَخْفِيَا فَاحْبَبْتُ اَنْ اَعُوذَ سے کیا ہے اس کے اور پاک کا تصور سولے عارفوں کے اور کسی کو نہیں ہوتا ہے۔ اس تقریر کے بعد اتنا جان لینا ضروری ہے کہ موجودات کو ایجاد کرنا ذات واجب الوجود کی ایک صفت ہے اور یہ صفت ضروریۃ الوجود (یعنی اللہ کا ہے جیسے کہ قدم قدیم ہونا اس کی صفت ہے جو ضروریۃ الوجود (لازمی) ہے جس طرح واجب الوجود کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قدیم نہ ہو اس کی طرح ذات واجب الوجود کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ وجود نہ ہو تو اس قول کے تامل کا یہ کہنا کہ کیوں اور کیسے موجود ہے یہ ایسا ہی ہے کہ وہ کیوں قدیم ہے تو اس کا جواب ہوگا کہ اگر وہ قدیم نہیں ہوتا تو واجب بھی نہیں ہوگا اور اگر موجود نہیں ہوگا بھی واجب ہوگا ہر شخص کے لئے اس کے وجود کو ماننے کے سوا چار نہیں ہر کہ اس کو کہنا چاہیے اس کی صفت ضروریۃ الوجود (لازمی) ہے جیسے قدم ضروریۃ الوجود (لازمی) ہے واللہ اعلم۔

مکتوب ۸۳

دنیا کے ترک کرنا اور عقبی اکیچانزب نائیلن ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حال دنیا را پیر سیدم من از سر زانہ گفت یا ادا لیت یا خوابیت انا
باز گفتم حال آنکس گو کول بدوے لیت گفت یا ادا لیت یا غولیت یا ادا لیت

(دنیا کا حال میں نے ایک نذیر کہ دشمن سے پوچھا انہوں نے کہا یہ دنیا پلا ہے یا خواب ہے یا انسان ہے۔

پھر پوچھا اس شخص کا حال بتائیے میں نے دنیا سے دل گلہ کھلے نہیں نے جہاں یا ایسا شخص دیو ہے شیطان ہی ادا لیت ہے۔

اے بھائی! بہشت جہانشر کی ایک مخلوق ہے اس کو دنیا طاری کے ساتھ پا نہیں سکتے تو خالق

بہشت کو دنیا کے ساتھ کیسے پاسکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گر ترا دین بایدا از دنیا ستاز هر دو با هم راست ناید کره مبارز

(اگر تمہیں دین کی طلب ہے تو دنیا پر تازان ہو اس کی خواہش یک دین بتائیے دونوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے تم کج روی نہ کرو)

اسی ٹیپے کہ شرک الہ دنیا را من کل عبادۃ (دنیا کا ترک تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے) جب کہ دنیا مخلوق

اور حق سبحانہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہے تو اس پر لعنت کا داغ دیدیا گیا ہے اللہ دنیا ملعونہ و مآ

ذیہا (دنیا اور دنیا کے اذخ جو کچھ ہے سب ملعون ہے) لیکن یہاں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ روز مرہ کے

خرچ کے مقدار میں اسباب دنیا کا ہونا ملعون نہیں ہے اور کفایت یعنی روز مرہ کے اخراجات سے زیادہ

ہونا جو سنات و خیرات بھلائی اور نیک کاموں میں صرف ہونہ بھی ملعون نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

نیست دنیا بد اگر کار سے کنی بد شود گر عزم دنیا سے کنی

(دنیا بری نہیں ہے اگر اس سے نیک کام کئے جائیں بری وہ اس وقت ہوجاتی ہے جب دولت کٹے اور دین سے کرایا نیت ہو)

اور اگر دنیا کسی کی جانب الہ ہوا۔۔۔ صل ہوجائے اور اس کو نفس کی خواہشات ناز و نعمت میں سیر

کرے اور نفسانی شہوت و لذت میں صرف کرے یا اس کے لئے اسے رکھ چھوڑے تو یہ سب ملعون ہوگا۔

اسی کو کہا ہے۔

گردلت آگہ زمینی آمدہ است کار دینت ترک دنیا آمدہ است
(اگر تمہارا دل اس حقیقت سے آگاہ ہے تو تمہارے دین کا کام دنیا ترک کرنے میں ہے)

اسے بھائی! خداوند تعالیٰ کی نظر بندہ کے دل پر رہتی ہے اس کے ظاہر پر نہیں کہ
إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَلَا إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ (بلاشبہ اللہ کی نظر تمہاری
صورتوں پر ہوتی ہے اور نہ تمہارے اعمال پر اس کی نگاہ تو تمہارے دلوں پر ہوتی ہے) تو اگر بندہ لاپرواہی سے
دنیا کی مشغولیتوں میں ملوث ہو تو اسے چاہیے کہ دل جو اللہ کی نظر گاہ ہے اس کو دنیا کی محبت سے
خالی رکھے کہ دنیا کی محبت دل کی آنکھ کا پردہ ہے اور جب دل ہی اندھا ہو گیا تو آخرت کے احوال بھی
اس سے پوشیدہ ہو گئے چنانچہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرانِ عظیم السلام آئے اور سب کے سب یہی
کہتے رہے حُب الدنیا اس کل خطیئۃ (دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے) تو دل میں دنیا
کی محبت بری ہے اگر اس کی محبت دل کے اندر نہیں ہے تو سارا عالم اس کے تحت تصرف میں ہوا اللہ اس
کی ملک میں ہو تو بھی اس میں کوئی ڈر کی بات نہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ جناب سلیمان پیغمبر علیہ السلام کی
ملک سارا عالم بلا شرکت غیر سے تھا جب اس کی محبت آپ کے دل مبارک میں نہ تھی تو یہ ایسا تھا
کہ گویا دنیا اور اس کی ملکیت تھی ہی نہیں اور اگر کوئی تمام ملک دنیا زادوں کا سردار ہو۔ اور
کسی کا ہاتھ دنیا سے بالکل خالی ہو لیکن اس کے دل میں دنیا کی طلب اور اس کی محبت ہو تو یہ ایسا
ہے کہ گویا وہ بالکل دنیا کے ساتھ ہے محبت اور اس کی خواہش و طلب کی بنا پر۔ اور ہر وہ دل جس
میں دنیا کی محبت اور اس کی طلب نے گھر کر لیا ہے وہ دیران و برباد ہے۔ اور دیران گھر ہمارے تھکے
رہنے کے لائق نہیں ہوتا تو خراب و دیران دل حق سبحانہ تعالیٰ کے رہنے کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔
اس شعر میں اشارہ اسی طرف ہے۔

آپنچہ آدم رازگندم اوقناد عقل راز نفس ہر دم اوقناد

(آدم کی جان پر گہوں کھلنے سے جو تکلیف پہنچی نفس کی تابعداری کرنے سے عقل پر ہر آن وہی نصیبت یا کتبہ)
اسے بھائی! دنیا کی برائی اس درجہ ہے کہ ایک بزرگ نے یہاں تک کہا ہے کہ الدنیا
کینف آدم یعنی دنیا آدم علیہ السلام کا پائٹخانہ ہے کہ جب جناب آدم نے بہشت میں گہوں کے
دانے کھائے تو حاجت بشری یعنی پائخانہ کی خلش ہوئی کہا گیا اے آدم بہشت میں اس کی جگہ نہیں
ہے اس کے لئے دنیا میں جانا چاہیے وہاں اس فضلہ کو رکھئے اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ دنیا آدم

کا پائخانہ ہے۔ کنیف پائخانہ کو کہتے ہیں تو کون دل ہوگا جو پائخانہ میں رہنا پسند کرے گا اور اس سے لذت و لطف لے گا اور نفع اٹھائے گا حسن و جمال اور آرائش و زیبائش کا ذریعہ بنائے گا۔

یغفس گوی غم جاں بیش نیست
هر نفس جز ماتم جاں بیش نیست
هر زمان ز غمی زنی بر جاں خود
در میانی مگردان خود

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا کو تین حصے میں تقسیم فرمایا:

اس کا ایک حصہ مومنوں کو عنایت فرمایا اور دوسرا حصہ منافقین کو یا تیسرا حصہ کافروں کو تو مومن نے

اپنے اس ایک حصہ کو اپنی آخرت کا ٹوٹہ بنایا۔ اسی کو کہا ہے۔

چوں چسبیں کردی ترا دنیا کوست
بس برے دیں تو دنیا دار دوست

(جب دنیا کو تو نے نذر آخرت بنایا تو دنیا تیرے لئے بھلی ہے اور ایسا ہی تو تو دنیا کو اطمینان سے رکھ سکتا ہے)

اور منافقین نے اپنے اس ایک حصہ کو دنیا کے زیب و زینت اور اس کے حسن و جمال کے

لئے خرچ کیا۔ کافروں نے اس سے نفع اٹھانے اور دنیا کمانے و دولت بڑھانے میں صرف کیا تو مومن کو

دنیا بقدر کفایت و زمرہ کی ضرورت بھرا اختیار کرنا چاہیے اس سے زیادہ نہیں جیسے پائخانہ جانا اور

وہاں رہنا اسی وقت ہوتا ہے جب اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ ارباب حکمت اور اصحاب عقل

کہتے ہیں کہ دنیا کی مثال خواب کی ہے۔

ایک بزرگ نے کہا ہے مومن کی ذات دنیا میں نہیں ہوتی ہے اس کی مثال ایک ایسے

آدی کی ہے کہ وہ سویا، خواب میں کچھ دیکھا اس سے خوش ہوا ابھی وہ اسی خوشی میں تھا کہ نیند ٹوٹ گئی

اب نہ وہ خوشی ہے اور نہ وہ ناخوشی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر چه بینی جز خیالے بیش نیست
ہر چه دانی جز محالے بیش نیست

(جو کچھ تم دیکھتے ہو اس کی حقیقت خواب و خیال سے زیادہ نہیں ہے اور جو تم اس کو سمجھ رہے ہو وہ محال ہے حقیقت نہیں)

بس حال ہی ہے لوگ سوئے ہوئے ہیں موت کے گی تب نیند ٹوٹے گی اَلنَّاسُ فَاَمَّا اِذَا مَاتُوا اَنْتَ هُوَا

اس وقت ان کے ہاتھ خالی ہونگے دنیا میں جس چیز سے خوش و ناخوش ہو رہے تھے کچھ نہ ہوگا۔

نقل ہے کہ ایک چینیوں جناب سلیمان علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے سلیمان علیہ السلام سے

اس نے پوچھا کہ کون سی چیز ہے جو خداوند تعالیٰ آپ کو عطا کی ہے؟ فرمایا ہوا کو میرے حکم کے تابع کر دیا

ہے چینیوں نے کہا آپ کچھ سمجھے اس میں اشارہ کیا ہے؟ اشارہ یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں ہے

جو آپ کو دی گئی ہے مگر اسی ہول کے مانند ہے۔

نقل ہے کہ دنیا شیطان کو دیا ہوا علاقہ ہے جب کوئی دنیا سے کچھ لینے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ملعون کہتا ہے کچھ جاننے بھی ہو ہم نے اپنا دین و ایمان ٹا کر یہ دنیا کی ملکیت حاصل کی ہے جو شخص میرے اس علاقہ پر ہاتھ مارتا چاہے گا یقیناً اسے اپنا دین و ایمان سب میرے حوالہ کرنا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت درم و دینار بنایا گیا اس پر مہر لگائی گئی تو اول شیطان نے اُسے اٹھایا پشانی پر رکھا دونوں کو چوما اور کہا جو تجھے دوست رکھے گا وہ میرا بندہ ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا دینت بود آں بدہ از دست تا اینت بود
(دنیا ترک کر دو تا کہ تمہیں دین حاصل ہو جائے اُسے چھوڑ دو تا کہ تمہیں یہ مل جائے)

وَالسَّلَام
خاکسار شرف مینری



مکتوب ۸۲

بتوں کی تقسیم اور اس سے پاک ہونے میں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سودہ گشت از سجدہ راہ بیان میسایم چند خود را تہمت دین مسلمانانہم
(بتوں کے آگے سجدہ کرتے کرتے میری پشانی گس گئی اس حال میں خود کو کب تک مسلمان کہلاتا ہوں)
اے بھائی! ارباب معرفت کا قول ہے۔ عوام کے تین بستہ ہیں۔ کھانہ پینے کی خواہش اور اس کی محبت۔ شہرم گام کی شہوت اور اس سے محبت۔ بیوی بال بچوں کی محبت۔ اور خواص کبھی تین طرح کے بت ہیں۔ مال کی محبت۔ اور جاہ و مرتبہ کی محبت۔ اور ظاہری زریب و زینت کی محبت۔ اور اور ساتواں بت کافر نفس ہے جو سارے بتوں کا اصل اور سب سے بڑا بت ہے اَلنَّفْسُ الْفٰسِقَةُ
الاکتبر چنانچہ شرع میں نفس کافر سے جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔ ارشاد ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْجِبَالِ اِلَاصْخِرَ اِلَى الْجِبَالِ الْاُكْبَرِ (میں چھوٹے پہاڑ سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آیا ہوں) کافر کو تیغ و تلوار سے بھگایا جاتا

ہمیشہ شیطان کو لاجمل ولاقوہ سے لیکر یکافر نفس کا شاوشم بے جوں کے اندر گھسا ہوا ہے اس کے
 چور کرنے کی کسی کے پاس کوئی صورت نہیں اور اس کے شر سے کوئی مومن محفوظ نہیں ہے اسی کو کسی حد
 نظر نے کہا ہے۔

ہجر، رابت اندر خانہ بائمن تراویم کسر پو شید بت اندر دل کشیش ی ایش

(برہمن کا بت تو بخانہ کے اندر ہوتا ہے میں تم اس سے بدتر ہوں کہ میرے دل کشیش میں وہ بت سر چھپا ہوا ہے)

اور ایک سبزی نے کہا ہے۔

وزد در خانہ نفس مالے میں زوگہار خانہ دل و دیں

وزد ناگر خسیں وزد بود وزد خانہ نفسیں وزد بود

(چور گھر کے اندر ہے نفس کے اس حال پر غور کرو ایسے چور سے دل و دیں کے محل کی نگہبانی کرتے رہو

یہ ایک گھر میں داخل ہو جانے والا چور معمولی ہوتا ہے گھر کے اندر کلاچور یا نکاچور ہوتا ہے)

میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر خیال یہ آئے گا کہ انبیاء و اولیاء بھی نبوی ہاں بچے رکھتے تھے ان کے بھی زین و فرزند
 تھے لیکن وہ ان کے ہمراہ تھے ان کے مقصود و مطلوب نہیں تھے بلکہ ان کے مطلوب و مقصود میں وہ بیگانہ تھے ان کے
 اپنے نہ تھے۔

اب جب کہ عوام و خواص کے بتوں کا علم تمہیں ہو گیا تو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہم لوگوں کی

بت پرستی معنی کے اعتبار سے پوشیدہ ہے اور کافروں کی بت پرستی ظاہری حیثیت سے اعلانیہ ہے

بس ظاہر اور پوشیدہ کا فرق ہے اور کچھ نہیں۔ تو حال کے اعتبار سے ہم لوگوں کے حق میں اس جتہ

و دستار کو زنا رہی کہا جائے گا۔ جتہ دستار میں مردوں کی منصفی دیکھئے اپنے حق میں کہتے ہیں۔

بت پرستم بت پرستم راست گنہم ہرچہ ہستم

(میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل سچ ہے۔ میں بت پرست ہوں بت پرست ہوں)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا مَا الطَّاعُونَ اَبْتُ كِيَا بَسْرَمَا

مَا شَتَّغَلَّكَ عَنِ الْحَقِّ ذَهْوًا غَوْتُكَ (جو چیز تمہیں حق سمجھنے کی شغولیت سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول

کرے وہی تمہارا بت ہے) اور ایک دوسرے بزرگ نے کہا ہے طَاعُونَ مَثَلُ امْرِئٍ نَفْسُهُ (بڑی

کا نفس اس کا بت ہے) اسی کو کہا ہے۔

در کو سے بتاں رفت ہمہ عمر در نیا چل برہمن سیر بہ بت خانہ بمایم

(بتوں کے کوچہ میں ساری عمر گزر گئی پورے برہمن کی طرح ہمیشہ بت خانہ میں گزارا)

اے بھائی! یہ نفس جو تمام تہوں کا سرختر ہے اس کا حال سنو گے۔ اس نفس کا فریاد یہی خواہش خداوند تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ کا جو دعویٰ و مطالبہ ہے یہ نفس کا فریاد ہی کہتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا مطالبہ اپنی تمام مخلوق سے ہے کہ سب اس کی مدد و ثنا کریں اور حق تعالیٰ کا مطالبہ اپنی مخلوق سے ہے کہ سب اس کی فرمان برداری کریں اس کی نافرمانی سے دور رہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ کا مطالبہ ہے کہ اس کے عطا کردہ کرم کی سب توصیف کرتے رہیں اور نفس کا فریاد مطالبہ ہے کہ سب لوگ اس کے کرم سخاوت کا وصف بیان کرتے رہیں اور حق تعالیٰ کا مطالبہ ہے کہ سب اسی کی طرف مائل رہیں اور اسی سے ڈرتے رہیں یہ ساری صفتیں خداوند تعالیٰ کی ہیں اور یہ تمام صفات خاص خداوند تعالیٰ کے ہیں نفس کا فریاد اپنے لئے ان تمام صفتوں کا دعویٰ کرتا ہے اور تمام لوگوں سے اسی کا مطالبہ کرتا ہے جب تک یہ دعویٰ آدمی کے باطن میں سلطنت کئے ہوئے نہیں ہوتا اس وقت تک خدائی کا دعویٰ اس سے وجود میں نہیں آتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے فرعون لعین نے خود کو کسی لائق جانا اور یہ صفتیں اس کے دماغ میں پس گئیں یہاں تک کہ اَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَىٰ (میں تمہارا بڑا رہا ہوں) کا دعویٰ کر بیٹھا۔ ہرگز اس خیال میں نہ رہو کہ یہ دعویٰ صرف فرعون ہی کو تھا ہم لوگوں کو نہیں ہے ہر شخص کے نفس کی یہی صفت ہے اور سب کے نفس کو یہی دعویٰ ہے لیکن ہاں اس نے اعلانیہ اَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَىٰ کا دعویٰ کیا اس لئے کہ قتل کئے جانے کا خون نہیں تھا کیوں کہ اس وقت اس کا ہم پتہ کوئی نہیں تھا لیکن ہم لوگوں کا نفس ڈرتا ہے کہ اگر اعلانیہ دعویٰ کرتا ہوں تو فوراً قتل کر دیا جائے گا تو فرعون کو یہ دعویٰ اعلانیہ تھا ہم لوگوں کو یہ دعویٰ پوشیدہ ہے بس فرق اتنا ہی ہے اسی مقام میں ایک صاحب وقت نے کہا ہے۔

اگر خود را تو می گوئی مسلمان گوئی بائے مل نزدیک شد کرد دست تو زار بر بنام

(اَلرَّمْ تُوَدُّ كُوَسْلَانِ كَيْتَ بُو تُو كَبُو لُو كِيْنِ بَحِي تُو كَثْرِيْنِ كَلْبَا بُو كُو تَهَارُو شَانُو پَر زَار بَنْدُو حُوَادُو)

اے بھائی! اس نفس کا فریاد کے ساتھ رہتے ہوئے بغیر خداوند عزوجل کی مدد کے کوئی بچ نہیں سکتا ہے اگر ایک مسلمان کے دعویٰ کے ساتھ نفس کا فریاد کو ذرا موقع دیا تو یہ سینکڑوں زار تمہارے جسم پر بندھوا دے گا۔ اور سینکڑوں بت تمہارے آگے لا ڈالے گا۔ اسی راز کو کسی نے کہا ہے۔

ازیں کافر کا مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کتر نسا دست

(اس کافر نفس کی وجہ سے جہاں کافر شہادت میں داخل ہے عالم میں مسلمان جتنی بہت کم رہ گئے ہیں)

چاہیگی وہ بے سببی سے خیر خواہ نہ جاو اور اس سے مامون و مطمئن نہ رہو اور جب بھی وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے اچانکی پا کبازی دکھلائے اس پر اس وقت تک یقین نہ کرو جب تک اس کا امتحان نہ کرو۔ جس طرح جناب سلیمان علیہ السلام نے نبوت کا تاج سر پر رکھنے اور معصوم ہونے کے باوجود اس کا امتحان دیا۔ چنانچہ اہل اشارت نے کہا ہے کہ جب جناب سلیمان کے نفس نے پا کبازی کا دعویٰ کیا اور کمال مہارت اپنی دکھلائی تو اس پر آپ نے نیک گمان نہیں کیا آپ کو اس کا یقین نہیں ہوا جب تک آپ نے اس کا امتحان نہیں کر لیا چنانچہ دنیا کی بادشاہی اور سلطنت کی خواستگاری کی ایسی کہ جس میں کسی کی شرکت نہ ہو یہ دعویٰ اس نفس کا امتحان کے لئے تھی چنانچہ آپ نے کہا رَبِّ هَبْنِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَخِيَّتِي بَعْدِي (اے اللہ مجھے ایسی بادشاہت دیجئے کہ میری بہن کی شرکت نہ ہو) نفس کی سب سے بڑی اور اتہائے مراد تک و بادشاہی کی ہوتی ہے اور اگر اس سلطنت میں کسی کی شرکت ہو تو کسی نہ کسی طرح اس کے کمال میں نقصان ہوتا ہے کمال مراد کی بنا پر فرمایا لَا يَنْبَغِي لِأَخِيَّتِي بَعْدِي کہ اگر نفس نے کرا اور اپنی بلائیں پھیلا رکھی ہیں جب اپنی مراد کو کمال کے ساتھ پائے گا تو یقیناً کھل کر سامنے آجائے گا۔ یہ انبیاء علیہم السلام ان خاص میں بلا شبہ ان کے نفسوں کو کمال مہارت ہوتی ہے اور کروزیب سے پاک ہوتا ہے لیکن جب یہ لوگ عارفوں کی آنکھوں کے سر میں نفس کے شر اور اس کے کروزیب سے پورے طور پر فاقف ہوتے ہیں اس کے باوجود اس پر یقین نہیں کیا اور بغیر امتحان کے اس کو نہیں چھوڑا جب اللہ رب العزت نے ایسی عظیم سلطنت و بادشاہت بلا شرکت غیرے بے مداخلت احد سے عطا فرمایا تو بھی آپ ویسے ہی رہے جیسے سلطنت و بادشاہی ملنے کے قبل تھے یعنی وہی تھیلیاں بننے لگیں جو پہلے فرماتے تھے اور اسے فروخت کر کے جو کی دو روٹیاں خرید لیتے تھے ایک روٹی فقیروں کو دیتے اور ایک روٹی کے سکینوں کے ساتھ افطار فرماتے اس کے بعد بھی یہی معمول رہا۔ جب کہ ان جلیل القدر پیغمبروں کا حال نفس کے شر و فساد سے ایسا رہتا ہے تو سب لوگوں کا حال کیا ہوگا چنانچہ اسی مقام کی بات ہے کہ راہ طریقت کے چھنے والے اور حقیقت کے طالبین اس کا نفس کے ہاتھوں خون کے گھونٹ پیتے رہیں اور اس کے کروزیب سے وہ لوگ خود اپنے آپ سے اور اپنے کمال سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور خود کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں وہ جو تم نے سنا ہے کہ کچھ سالکوں نے زنا باندھ لئے ہیں اور بت خانہ میں چلے گئے ہیں یہ سب نفس کا فریبی کو ہلاک کرنے کے لئے ہے۔

اسی کو کہا ہے۔

لے برہمن راہ دہرہ کردہ اسلام را یا چون گمراہ را در پیش بت ہم ہارست
(لے برہمن مجھ جیسے اسلام کے دکنے ہوئے مسلمان کو اپنے بتخانے میں آئیگی اہانت سے یا کیا، مجھ جیسے گمراہ کو بت کے آگے بھی پہنچا
نہیں ہے۔) اور یہ بھی کہا ہے۔ س

نئی داغم کلام میں سیرت گرفتارم - نہ من ہندو نہ من سلم نہ من مرتد نہ بدکلام
(کچھ نہیں معلوم میں کیا مہل اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ میں ہندو ہوں نہ مسلمان نہ مرتد ہوں نہ کافر)
اور ایک غزل کے اشعار جو سنے ہوں گے۔ س

باردگر پیر ماخرقہ بزناں داد نقد نو دسا لبرد بکفار داد
زہد بیکسو نہاد راہ قلندر گرفت بہر یکے کوزہ کے خرقہ دستار داد
قبلہ بدل کرد زو و مشکف پیشہ محنتے محبوب کرد دست و با بار داد

(ہمارے پیر نے دوسری مرتبہ خرقہ زناں پر نشانہ کر دیا نئے سال کی پونجی کفار کے حوالہ کر دی۔

زہد و پارستانی کو کتابہ کر کے راہ قلندر یعنی آزادی کی راہ اختیار کر لی ایک پیار شراب کے خرقہ دستار سب ٹاویا۔

قبلہ تبدیل کر کے بتخانے میں جا کر محکمہ ہو گئے زنج محبوب کی جانب کر یا دوست نہ دوست کو بار پال ویدیا)

ان شعروں کی طرح اور بہت سے اشعار ہیں اس مقام میں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے
کہ یہ اور اس طرح کے اقوال و افعال بندہ کے لئے حال کی بنا پر ہے یہ اعتباری، میں اعتقاد و عقیدہ کی
بنا پر نہیں نعوذ باللہ منہما اللہ اس سے پناہ میں رکھے۔ اس بات کو ابھی طرح دلنشین کر لیں کہیں مغالطہ
میں نہ پڑ جائیں کیوں کہ اس طرح کی باتوں سے خشک متعلین میں شور و ہنگامہ پیدا ہوتا ہے یہ ایسا لقمہ
ہے جو ان کے حوصلہ سے بہت بڑا ہے مدت ہوئی یہ کہہ دیا گیا ہے کہ مردان خدا کا دین ہی اور ہے غمشوں
کا دین دوسرا ہے۔ کیا کیا جائے! جب کہ حقیقت ہے إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ لِلْخَرَابِ رِجَالًا وَ لِقِصْفَةٍ
وَالسَّيِّدِ رِجَالًا (کچھ لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا کچھ لوگوں کو ٹرید کھانے اور پیار چاٹنے کے لئے)
ہاں مسلمان کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ س

گر ترار وزے دریں میداں کشند این رقم بینی کہ ہر مرماں کشند

انگے زیں شیوہ معنی صد ہزار ہستی و دانی و داری استمار

(اگر کسی دن تمہیں حقیقت کے میدان میں لے آئیں تو تم دیکھ لو گے کہ ان مردان خدا کے کیا مرتبے ہیں۔

اس وقت اس طور و طریقے کے ہزاروں معنی تم پر کھلیں گے اور تم جان لو گے دیکھ لو گے یقین کر لو گے)

اسے بھائی اشیح، پیر، مرید، صوفی، زاہد و عابد ہوتا جس آتنا ہی نہیں ہے جیسا کہ آج
 لاجپاں ایسے لوگوں سے بھرا ہوا ہے لیکن کامل مسلمان ہونا بہت مشکل ہے ہزاروں میں ایک ملے تو
 ملے ہے۔ جیسا کہ کہلے ہے۔

صوفی و سبزویش شدی شیخ چلہ دار این جملہ شدی و مسلمان شدی
 (صوفی ہوئے، سبزویش ہوئے، شیخ چلہ دار بنے یہ سب ہوئے لیکن حقیقی مسلمان نہ ہوئے)

شرع شریف کا فتویٰ ہے یا قی علی الناس ذوات یعصی فی المنالعبد ولین فیہم مسلم
 ایک زمانہ آئے گا کہ مسجدوں میں لوگ نماز پڑھنے والے ہوں گے لیکن ان میں ایک بھی مسلمان نہ ہوگا، شاید یہ زمانہ
 آج اور مسجدوں میں ایسے نماز ادا کرنے والے شاید ہیں لوگ ہیں کہ ہم لوگ کہلانے کو تو مسلمان ہیں
 لیکن ہمارے اعمال و معاملات ایسے ہیں کہ کافروں کو بھی اس سے شرم آتی ہے۔

چنانچہ نقل ہے ایک یہودی سلطان العارین بائزید بطلای رحمتہ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا
 تھا ایک شخص نے توبہ کے طور پر اس سے کہا کہ سلطان العارین کی ہمسائیگی میں رہتے ہوئے ابھی تک یہودی
 ہی ہو، اس نے جواب دیا اگر اسلام وہ ہے جو بائزید کے پاس ہے تو اس کی برداشت و نیاہ ہم سے نہیں
 لے سکتی ہے ہم اس لائق نہیں ہیں۔ اور اسلام اگر وہی ہے جو تم سب لوگ رکھتے ہو ایسے اسلام سے توبہ مجھے
 شرم آتی ہے۔

اس مکتوب کو غور و خوض سے مطالعہ میں رکھیں تاکہ جاہلوں کی پیری، شیخی، مریدی، دورانی
 اس زمانہ میں ظاہر ہوئی ہے اور ان کے ان فتوؤں سے زمانہ بھر گیا ہے۔ وہ سب سلسلے آجائیں چنانچہ
 صاحب شرع علیہ السلام نے اسی کی غمخوردی ہے لا تقوم الساعة إلا علی شرا
 مناس (قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک لوگوں میں شر نہ آجائے) یقیناً یہ سب اس
 بزرگ پیش خمیر ہے تو ایسے میں اپنے اوپر ماتم و نوحہ کرنے کے علاوہ اور کیا رہ جاتا ہے۔

والسلام
 شرف منیری



مکتوب ۸۵

آخرت کے کاموں کی طرف مائل ہونے اور عرصہ شہوت کے ترک کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حال دنیا را پر سیدم من از سر زانہ گفت یا بادیت یا خوبیت یا افتادہ
باز گفتم حال آنکس گو کہ دل در رو بیت گفت یا دیولیت یا فلولیت یا دیوانہ

(ایک صاحب عقل سو میں نے نیا کمال پوچھا انہوں نے کہا دنیا ہوا ہے یا خواب ہے یا اسے افنا نہ کر لو
پھر پوچھا اچھا ان لوگوں کا حال کہے جنہوں نے اس سے دل لگا رکھا ہے، جواب دیا یہ لوگ یوں یا شیطان ہیں یا پاگل
یا دیوانے ہیں)

یا رتدیم امام نظام الدین سلام و تحیت

فقیر حقیر احمد یحییٰ فیضی مقبلاً شرف مطالعہ فرمائیں۔

برادر عزیز پر واضح ہوا پکا مکتوب دل پسند دقیق معنی اور لطیف اشارہ دل سے پر پہنچا دل فریب
کے ساتھ پڑھا گذرے ہوئے زمانے اور پرانی صحبتوں کی یاد تازہ ہو گئیں اسی انداز میں یا ختم ہونے
آگئے۔

گر و آمدہ بودیم جو پردین بچند این شدہ از فراق و از بیم گزند

مانا کہ نہ بودیم دریں رہ فرسند ایزد چو نبات نعش مارا پراگند

(جدائی اور فراق کی تکلیف سے مطمئن ہو کر پردین ستارہ کی طرح ہم لوگ ایک جگہ ہو گئے تھے

ہم لوگ اس صحبت میں خوش تھے لیکن مشیت ایزدی نے قلب شمال کے ستاروں کی طرح ہمیں یکجا کر کے رکھا)

اے شاید یہ نظام مولیٰ ہوں مرید و خلیفہ محبوب الہی نظام الدین اولیا " جو مخدوم سے ملنے راجگیر جاتے تھے اور
پھر خانقاہ معظمہ کی بنیاد رکھی جس کو مخدوم نے کہا یارو تمہاری مجالست نے تہخانہ میں بھلا دیا شاید یہی
جن کے معرفت بنگال سے کچھ لوگوں نے ایک بزرگ کو تحفہ بھیجا تھا۔ (خوان پرنعت مجلس)

کَفَعَلُ الْمَسْأَلِ كَمَا وَجَّهَكَ مَا يُرِيدُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ فرماتا ہے اس کا حکم دیتا ہے)
لیکن یہ دستور جاری ہے کہ ایک جگہ ساتھ ہونے کے بعد منتشر ہونا ضروری ہے تو لازماً گرون ڈال
دینا ہے اور اپنے تن کو اس کی رضا کے حوالہ کر دینا چاہیئے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

چکند بندہ کہ گرون نہ بند فرماں را چکند گوے کہ تن در نہ بند چو گل را
(بندہ اس کے حکم کے آگے گرون نہ ڈالے تو کیا کرے گیند اپنے تن کو کھلاڑی کے بڑے سپرد کرے تو کیا کرے)
اے جہاں! جہاں میں کوئی ایسا ہے کہ جس نے دوستوں کی جدائی کا درد نہ اٹھایا ہو اور
عالم میں کوئی ایسا ہے جس نے دوستوں کے فراق کا شربت نہ چکھا ہو جب تک جہاں ہے ایسا ہی ہو تو ہے
کہ رحمت ہو اس کی جان پر جس نے کہا ہے۔

رحمت بجائے باو در جام فراق تلخ است کسبہ ایام فراق

تامن ز بریم دعا بد خواہم کرد آزا کہ نہاد در جہاں نام فراق

(جیل کے پیالہ میں خراب کے بدلے زہر بھرا ہوا ہے فراق کے دن ایک دم تلخ ہیں۔ جب تک زندہ

ہوں اس کے حق میں بد دعا کرتا رہوں جس نے جہاں میں فراق لفظ وضع کیا۔)

جدائی کی یہ کھڑی گزری جلی اب ختم ہونے کے پہنچ گئی ہو شیار ہو جانا چاہیئے اور خوب

اپنی طرح جان لینا چاہیئے کہ بہشت جو مخلوق ہے وہ حیب دنیا داری کے ساتھ نہیں ملتی ہے تو اللہ رب العزت

جو بہشت کا خالق ہے وہ دنیا کے ہوتے ہوئے یعنی دنیا داری کے ساتھ ملے محال ہے دنیا کو کہتے

ہوئے خدا کو ہرگز نہیں پاسکتے اسی کو کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا دینت بود آن بدہ از دست تا اینت بود

(دنیا ترک کر دو تا کہ تمہیں دین حاصل ہو جائے اسے ہاتھ سے دیدو تا کہ تمہیں یہ مل جائے)

اور ہر وہ دل جس میں دنیا نے گھر کر لیا ہو وہ ویران ہے ویران گھر ہمارے تمہارے رہنے کے لائق

نہیں ہوتا۔ وہ دل جو ویران ہو خداوند تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟

معرف : یا فانیہ جلتے رخت بود یا خیال دوست (گھر میں سامان ہی رہے یا دوست کا خیال)

اسی مقام کی بات ہے شَرِكُ الدُّنْيَا اس کل عِبَادَةِ (دنیا ترک کرنا تمام عبادتوں کی اصل ہے)

اگر دنیا کی کوئی قدر و قیمت ہوتی، اس میں دفا ہوتی اور اس کا کوئی حُسن ہوتا تو اہل نظر حضرات اور

ادبائے دانش اسے نہیں پھوڑتے کہ وہ ہم کسب پہنچ جائے۔ اور انبیاء اولیاء جو تمام مخلوقات میں افضل

ہیں اسے میں طلاق نہ دے ہوتے اور وہ جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ فرمایا اللہ تعالیٰ ہم پر مخلوق خلقاً بغض الیہ من الدنیا و آتاتہ من ذل خلقہا تمہ منظر الیہا (بیشک اللہ تعالیٰ جتنی چیزیں پیدا کرے گا میں ان میں دنیا سے تمہارا کوئی شے بغض نہیں ہادی کہ جب سے اس کو پیدا کیا اس کو طرف نگاہ خاص نہ رکھی) اس بار میں قلمندوں کے لئے آنا کافی ہے یہ یقیناً ہر توبہ استغفار اور گناہوں کی دلوں کی معافی کی خواہشگاری میں گزارنا چاہیے اور آخرت کے سفر کی تیاری کرنا چاہیے اور دوسرے مشغلوں کو کنارے کر دینا چاہیے۔ اسی کو کہا ہے۔

ترک دنیا گیر و کار مرگ ساز

راہ بس دو راستہ ہر برگ ساز

زانکہ گردنیا ہمہ ہمہ ہم نہیں

بازمانی عاقبت دست ہتی

(دنیا ترک کر دو موت کی تیاری میں لگو، راہ کافی لمبی ہے راہ کے لئے ساز و سامان کا بندوبست

کر داس لئے کہ دنیا کو اگر تم نے کامل طور پر نہیں چھوڑا تو آخر کار جہنمی دستی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا)

عمل اس پر کرنا چاہیے جو جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہر خواص کو فرمایا ہے "تمہاری دنیا پر لگاؤ

رہو کہ دین سلامت رہے جس طرح دنیا دار لوگ اتنے قلیل دین پر راضی رہتے ہیں کہ جس سے ان کی دنیا

سلامت رہے۔

ارئی رجالاً یأذنی الذین یأذنیہم فاعلموا

ولا اترہم رضوانی بالذہق

ناستغین بالذہق من فہم اللہ فکما

استغنی اللہ فیدنا ہم من فہم

(میں دیکھ رہا ہوں لوگ تمہارے دین پر غفلت کر گئے ہیں میں تمہاری ہر بات کو دیکھ رہا ہوں اور تمہاری

دین کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ دنیا کے مستغنی ہو جاؤ جس طرح بادشاہ دنیا کو لے کر دین کے مستغنی ہو گئے ہیں)

(معمول دنیا کے لئے) اگر زن و فرزند کو دجو بنایا جائے تو یہ قابل شغوائی ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین علیؑ

نے منقول ہے اپنے فرمایا لا تجعلن اکبر شغفک یا غفک و وکفک فان یکن لغفک

و وکفک من اویا جہنم فان اللہ لا یغنیہ اولیاء و اولاد ان کالتوا من اعداء اللہ فکما

حمتک و شغفک عن اعداء اللہ یعنی تمہارے فرزند و فرزند کے کاموں میں اپنی شغولیت کو اہم ترین

بنا دے اس لئے کہ اگر یہ لوگ خدا کے دوستوں میں سے ہیں تو خداوند عزوجل اپنے دوستوں کو برپا و صالح

نہیں کرتا اور اگر یہ لوگ خدا کے دشمنوں میں سے ہیں تو خدا کے دشمنوں کے لئے رنج و غم فرمادے گا اور انہیں

اسے بھائی اوزن تو فرمادے گا ہے اور جو چیز قسمت میں آئی ہے اس میں ہرگز کمی نہیں

اور نہ زیادتی۔ جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے۔

جَرِي قَلْعًا لِقَضَاءِ يَمَانٍ كَوْنٌ وَفِي تَيَانَ اللَّحْمَرِ كِ وَاسْتَكُونُ

جنوں جنک ان تسعی لبرزق ویزرق فی غشاوة المبین

(فیصلہ کاظم علی چکان باتوں کے بار میں جو ہونے والی ہے اور حرکت دیکھ کر جو آئے والا ہے وہ آئے گا)

تیرا لگ پن ہے جو رزق کسے سرگرم ہے۔ حال یہ ہے کہ بچہ کاس کی ماں کی بچہ والی میں رزق ملتا ہے)

دنیا کا یہ غم آخرت کی بے غمی کی وجہ سے ہے۔ مصوع۔ درینغ باشد یوسف بہر چہ بفر و شعی

(حسرت ہوتی ہے یوسف کو جس نے اور جتنے میں بیچ گیا ہو) کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا میں پھنسے رہیں اور موت پہنچ

جائے کما نعیثون تموتون کی بات سامنے آجائے۔ اور جب دنیا کی مشغولیوں میں غامت

ہو جائے تو نعوذ بالشر منها کما تموتون تعیشون مکافات و عوض بن جائے ابھی فرصت ہے اور

یہ وقت غنیمت ہے اسے دیکھتے ہوئے کام میں مشغول ہو جانا چاہیے اس لئے کہ غفلت ہلاکت لاتی ہے

اور ہمیشہ کی حسرت میں مبتلا ہونے کے بعد کہنا پڑے۔

بُرْدُ غَفْلَتِ رُوْزِ کَارِمٍ حَوْنٌ کَنْمُ بَرْنِیَا یَدِ یَسِیْحٍ کَارِمٍ حَوْنٌ کَنْمُ

(ہم نے اپنے اوقات غفلت میں ضائع کر دیئے اب کیا کرنا اب بتائے نہیں بنتی ہے پھر کیا کروں)

ایسا حسرت کا کیا فائدہ۔ برادر مسندہ نر کی عاقبت و عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

شرف منیری

*

مکتوب ۸۶

دنیا کو دشمن کہانے اور حقیقی دوست کہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حال دنیا را بہ پر سیدم من از فرزندت گفت یا بادیست یا خواہیستی یا انسانہ

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل درو بہت گفت یا دیویست یا غولیت یا دیوانہ

(میں نے کہا کہ دنیا ایک دشمن ہے دنیا کا حال ہو جا' انہوں نے کہا دنیا ہوا ہے یا خواب ہے یا انسان ہے)

پھر پوچھا ذرا اس کا حال کہئے جس نے دنیا سے مل نگار کھلبے؛ کہا ایسا شخص دیوبے بھوت ہے یا دیوبہ ہے
 اسے بھائی! نقل آئی ہے کہ کل قیامت کے دن ایسے بندہ کو جو دنیا کو دوست رکھے ہوئے
 ہو اور تمام طاعت بجالائے ہوئے ہو میدان حشر میں لاکھڑا کریں گے اور منادی ندا کرے گا یہ وہ بندہ
 ہے کہ خدا نے جس چیز کو حقیر کرتا کر دانا اور اسے ڈال دیا اس نے اس کو اٹھایا اور عزیز و محبوب بنا لیا
 اسی کو کہا ہے۔

صد جہاں علم با معنی بہم دوزخ آرد بار یا دنیا بہم
 چوں زول دنیا ت دورا فگندہ میت جائے توجہ دوزخ سوزندہ میت

اگر علم کا سینکڑوں عالم معنی کیساتھ تیرے پاس ہو اور وہ علم دنیا کے لئے ہو تو اس کا شہرہ جہنم ہی ہے۔
 جب تک تیرے دل سے دنیا دور نہیں ہوتی ہے تیری جگہ دیکھتے ہوئے دوزخ کے سوا اور کبھی نہیں ہے
 کیا کہتے ہو! اگر کوئی کافر طیب ہم میں سے کسی ایک کو یہ کہتا ہے کہ روٹی اور گوشت نہ کھاؤ کہ
 اس سے تمہیں نقصان ہوگا ہم اسی وقت ترک کر دیتے ہیں اور نہیں کھاتے اور ایک لاکھ چوبیس
 ہزار پنجاہ ہزار ان علیہم السلام تشریف لائے اور سب یہ فرماتے ہیں حُبُّ الدُّنْيَا اس سَلْ
 خَطِيئَةٌ دُنْيَا كِي حُبَّتْ تَمَامَ بَلَايَتِي كِي جُزْءٌ۔ نہ برابر سے ترک نہیں کیا تو یہ ایسا ہمارا کافر
 طیب کے حکم پر یقین کر لیا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پنجاہ ہزاروں کے فرمان پر یقین نہیں کیا۔ کہاں
 ہم لوگ اور کہاں سلمانی۔

درد را دار و کجا خواہیم کرد عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

ترک دنیا گیر تا دینت بود آں بد ملازمت تا اینت بود

(درد کا دارا کرنے اب کہاں جاؤں، عمر ختم ہونے کو آئی اب ماتم کرنے سے کیا ہوگا۔ دنیا ترک کر دو

تا کہ دین تمہیں مل جائے۔ اسے ہاتھ سے دیکھو اور دین لے لو)

حضرت رابعہ لہریہ رحمۃ اللہ علیہا اپنی مناجات میں کہا کرتی تھیں۔ اے میرے اللہ دنیا
 میں سے جو چیز مقدر میں کی ہے وہ سب اپنے دشمنوں کو دیدے دیجئے اور آخرت میں سے جو چیز میری قسمت
 کی ہے وہ اپنے دوستوں کو دیدے مجھے میرے لئے تو آپ ہی کافی ہیں۔

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی ورنہ گر چیرخی تو سرگرداں شوی

جملہ در باز و فرو کن پئے راست گر کفن را بیچ نگذاری رواست

دو نیا ترک کرو تاکہ تم بادشاہ ہو جاؤ اگر ایسا نہ کیا اور آسمان ہی کی طرح کیوں نہ ہو سرگرداں ہی رہو گے
 سب کچھ ٹاڈو اور سب کو پاؤں کے نیچے ڈال دو اگر چہ کفن کے لئے بھی کچھ نہ رکھو تو جائز ہے)
 امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ اگر مجھ سے کہا جائے کہ دنیا قبول کرو اور اگر ایسا نہیں
 کرو گے تو دوزخ میں ڈال دئے جاؤ گے۔ میں دوزخ میں جانا پسند کروں گا مگر دنیا قبول نہ کروں گے۔

پاکبازانے کو درویشی آمدند ہر نفس در محو خود پیش آمدند

در حقیقت جملہ اورا خواستند لاجرم فصیحی خود را خواستند

پاکبازوں نے درویشی و فقیری اختیار فرما لیا ہے ہر لوہا اپنے کنا کرنے میں لگے رہتے ہیں

حقیقت میں کامل طور پر مرن اسی کے طالب و خواستگار رہے اور یقیناً اپنی خودی کے دشمن بنے رہے)

اے بھائی! بزرگوں نے فرمایا ہے دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں خوشی ہی خوشی ہو

اس کی خوشی کی ہر چیز میں ایک ایسی چیز ہے کہ اس سے غمناکی و اندوگہنی ضروری ہے اس لئے کہ
 دنیا میں بغیر غم خوشی اور بے ماتم کے شادمان پیدا ہی نہیں ہوتی ہے۔

نقل ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام ایک بڑھی عورت سیاہ رو کر یہہ نظر کو دیکھا پوچھا
 تو کون ہے؟ اس نے کہا میں دنیا ہوں جناب عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کتنے شوہر تو نے کئے ہیں اس
 نے کہا بے حد و بے اندازہ اگر کوئی چیز اعداد و شمار میں آنے والی ہو تو گن کر بتاؤں کہ کتنے ہوئے۔

پھر جناب عیسیٰ نے پوچھا ان میں سے کسی ایک شوہر نے تجھے طلاق دی ہے؟ اس نے کہا نہیں
 بلکہ ان سب کو ہم نے قتل کیا ہے اور ایسا ناپسید ہو گئے ہیں اور میں برقرار ہوں۔

زاکر گر یک لغتناں باشد ترا صد بلا از بعد آں باشد ترا

کار عالم جز ظلم و بیچ نیست جہ خرابی در خرابی بیچ نیست

(اس لئے کہ اگر ایک لغت بھی دو سو وقت کے کھانے کے نیچے پھاڑا کھا ہے تو بھلے سو جائیں اس کے بعد

تیرے لئے ہیں۔ دنیا کے کام فریب نظر اور الجھنوں کے سما کچھ نہیں اس میں بربادی ہی بربادی ہے اس کے سوا کچھ نہیں)

جس طرح حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ بہشت میں کوئی روئے اسی طرح دنیا میں کوئی ہنستا

ہے تو یہ تعجب کی بات ہے۔

لسے دل فافل دے سیدار شو چند بدستی کنی ہستیار شو

(اے فافل خدا سیدام ہو جا کہ تک اس بدستی میں پٹا رہے گا ہوسشیار ہو جا)

دنیا کا غم آخرت کے غم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ مسرعاً۔ درینخ باشد یوسف پہرچہ بغروشی۔ (انسوس ہی ہے جس وجہ سے بھی یہ نہ ہو بیچا) جس دل میں دنیا نے جگہ بنالی وہ ویران ہے ویران گھر ہمارے تمہارے لائق نہیں ہوتا۔ ن دل خداوند جل جلالہ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟

ھرچہ در دنیا خیالت آں بود آباد راہ وصال آں بود

(دنیا میں تم جس خیال میں رہے ہو اب تک وہی خیال اس راہ وصال میں تمہارے ساتھ رہے گا)

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ساری برائیاں اگر ایک گھر میں جمع کر رہیں تو اس کی کئی دنیا کی

محبت ہی ہوگی اور تمام نیکیاں اگر ایک گھر میں جمع کی جائیں تو اس کی کئی دنیا کی دشمنی ہی ہوگی۔

کار خود در زندگانی کن یہ برگ زان کہ نتوان کرد کارے روز مرگ

ایں زماں در باب کاساں باشد در نہ دشواری لہراں باشد

اسی زندگی میں اپنے کاموں کی درستگی کا سامان کرو اس لئے کہ مرنے کے وقت کوئی کام نہ ہو سکے گا۔

اسی وقت سب کچھ کر لو کہ ابھی کرنا آسان ہے ورنہ پھر بڑی مشکل پڑے گی)

آخر وہ تعریف سنا ہوا ہے کہ الحدیث میں ہے کہ دنیا کا پانچواں حصہ ہے کنیف بیت

کہ کہتے ہیں اس کا تعلق یہ ہے کہ جناب آدم علیہ السلام نے بہشت میں گیسوں کے دانے کھائے مابعد

بشری پانچواں حصہ پیدا ہوئی اور بہشت اس کی جگہ نہیں فرمان ہوا۔ اے آدم بہشت میں اس کی جگہ

نہیں ہے بلکہ پانچواں حصہ ہے اس کو خارج کیجئے تو اس سے ثابت ہوا کہ دنیا آدم کا پانچواں

حصہ ہے۔

گھبرو عشق نیست ایماں ترا این حکمت بس بود ایماں ترا

(اگر عشق کی شوق پیش پر تجھے ایمان نہیں اس وقت تو تجھے ایمان ہونا چاہیے۔)

اگر آج کوئی بیوی بال بچوں کی مجبوروں ضرورتوں کو دیکھتا ہے تو قابلِ سعادت نہیں۔ نقل ہے

جناب امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا۔ لَا تَجْعَلَنَّ أَسْبَرَ شَعْلًا يَهْلِكُ

وَوَلَدُكَ فَإِنَّ نَيْكُنْ أَحْسَبُكَ وَوَلَدُكَ مِنْ أَوْبِيكَ مَلْعَانٌ أُمَّةٌ لَا يَغْنِيُ أَوْلِيَاءُ دَانَ كَأَقْنَا

مِنْ أَعْدَاءِ اللَّهِ نَصَاهَتِكَ وَشَعْلًا مِنْ أَعْدَاءِ اللَّهِ (یعنی اگر تیرے دوستوں کے پاس سے

اپنی شغویت کو اہم ترین بناؤ یہ اس لئے کہ اگر یہ لوگ خدا کے دوستوں میں سے ہیں تو خداوند عزوجل اپنے دوستوں کو بر بلاؤں

نہیں کرتا اور اگر یہ لوگ خدا کے دشمنوں میں سے ہیں تو خدا کے دشمنوں کی طرح وہم کرنا چاہئے؟)

مرگ در پیش است تو پس می روی بہر مدار سے چو گرگس می روی
 گوستانی دہی کہ زردہی تاکہ یک نقد بریں کافر دہی
 (موت آگے ہے اور تو پیچھے دنیا کی طرف دوڑ رہا ہے ایک مردا کے لئے گدیہ کی طرح دوڑ رہا ہے۔)
 کسی اپنی مسلمانی اور ایمان کا اور کبھی اپنے مال و زر کا ایک نقد بنا کر اس نفس کافر کے زینہ والی ہے)

وَالسَّلَام
 شرف منیری

مکتوب ۸۷

حق کی طلب اور مخلوق سے علاحد ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے آنکہ ہمیشہ درجہاں می پوی ایسی ترا چہ سودا در گوئی
 چیزے کہ تو جو بیان نشان اولی باکت ہی تو جانتے دگر جوئی
 (اسے وہ کہ دنیا میں تو ہمیشہ چکر کات رہا ہے تیری ہانگہ ہڈی تیرے کیلئے نہ سنگ۔ جس چیز کی تو تلاش میں
 ہے اس کا پتہ تو خود ہے وہ تو تیرے ساتھ ہے اور تو دوسری جگہ آئے ہو پڑ رہا ہے۔)
 اسی مقام کی بات ہے جو بہترین نے کہی ہے۔ ملک تمہارے ساتھ ہے ملکوت تمہارے ساتھ
 ہے جبروت تمہارے ساتھ ہے اور مظاہر علی علیہ السلام تمہارے ساتھ ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَلَا تَتَّقُونَ
 پڑھو اور غور کرو۔)

من اول نشوم و لیک بے او والشکر نہ ام یقینم این است
 (میں وہ نہیں ہوں مگر قسم ہے اشکر میں اس کے سوا بھی نہیں ہوں اور اس پر مجھے یقین ہے)
 اور کہہ اَحْلَا اَنْتَ وَاَنْتَ غَیْرِی (میں تو نہیں ہوں اور تو میرے علاوہ بھی نہیں ہے) کی اسی معنی کی طرف
 نشانہ می ہے: خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔

میں نے کہا کہ میں نہ ہوں جہاں کہہ ام کجاست جویم

درجہاں منی زراہ معنی چوں یافتہ ام حیرات جویم

(میں تو دل سے تیری رضا تلاش بندہ ہوں حیران ہوں تجھے کہاں ڈھونڈوں۔)

معنی کی رو سے تو میری جان میں ہے جب میں پا چکا ہوں تو پھر میں تجھے کیوں ڈھونڈوں؟

اگرچہ ایسا ہی ہے لیکن وہ آنکھ کہاں جو اسے دیکھے اور وہ کان کہاں جو اس سے اس کی باتیں

سنے۔ اسی کو کہا ہے۔

آن عقل کجا کہ در کمال تو رسد . آن روح کجا کہ در جلال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال . آن دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

(وہ عقل کہاں جو آپ کے کمال تک پہنچے وہ روح کہاں جو آپ کے جلال تک پہنچے۔)

یہ مانا کہ آپ نے اپنے جمال سے پردہ ہٹا دیا وہ آنکھ کہاں جو آپ کے جمال تک پہنچے)

عجیب معاملہ ہے "باہمہ ویلے ہمہ" (سب کے ساتھ اور سب سے الگ) اسے میرے ساتھ

کبھی کھلے گا بھی یا یہ راز اسی طرح پوشیدہ رہے گا اور ایک جہاں ہے کہ نالہ و فریاد میں ہے اسی مقام

میں کسی نے یہ نالہ کیا ہے۔

سریت در آن زلف تو سر بستہ نگارا اما چہ تو ان کرد کہ با ما نہ کشائی

(اے میرے محبوب آپ کی زلف میں کیا ہی اہم ماز پوشیدہ کیا گیا ہے کہ آپ اس راز کو مجھ پر نہیں کھولتے)

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْأَنْسِ بِنَدْوِ (ہم تمہارے رگ گلو سے بھی زیادہ قریب ہیں)

اس میں جہاں تک وہم پہنچ سکے جہاں تک عقل اس کی صورت قائم کر سکتی ہے جہاں تک خیال

اسے اپنے اندر لاسکے 'فہم اے جہاں تک پاسکے' خداوند تعالیٰ کی ذات اس کی صفات ان سب سے

سنزہ و پاک ہے۔ وہ ان سب کے ساتھ ہے 'تمہارے رگ گردن سے بھی زیادہ تم سے قریب' اور تمہاری

آنکھ کی بینائی سے بھی تمہاری آنکھ سے زیادہ قریب ہے۔ اور تمہارے کان کی شنوائی سے بھی زیادہ تمہارے

کان سے قریب ہے 'تمہاری زبان کی گفتار سے بھی زیادہ تمہاری زبان سے قریب' اور تمہارے دل

کی دانائی سے زیادہ تمہارے دل سے قریب۔ جس نے کہا ہے پچ کہا۔

اے در طلب گرہ کشائی مردہ با وصل بزا دو از جدائی مردہ

اے برب سحر تشنہ خاک شدہ ہے بر سر گنج از گدائی مردہ

(اے وہ شخص کہ اس کی طلب و تلاش کے مقصد سے دل کرنے میں مر رہا ہے ساتھ پیدا ہوا اور جدائی میں مر رہا ہے۔)

سمندر کے کنارے پیاسا خاک میں لوٹ رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری میں مارا پھرا رہا ہے)۔
 اے بھائی! مخلوقات کی قربت ایک دوسرے سے مجازی قربت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی کہ
 جس میں بعد (دوری) کا دخل ظاہری یا معنوی یا وہم کسی نہ کسی حیثیت سے ضرور ہوتا ہے اور قربت حقیقی جو خداوند
 جل جلالہ کی قربت ہے اس حقیقی قربت کی تعریف یہ ہے کہ جتنے وجوہ ہو سکتے ہیں ان میں کسی وجہ سے بھی بعد
 کو حقیقی قربت قبول نہیں کرتی جب دل کا آئینہ صاف و شفاف اور منور ہو جاتا ہے تو سالک دل کے اسی نور
 سے یہ جان لیتا ہے اور دیکھ لیتا ہے کہ خداوند جل جلالہ باہر است اس کے ساتھ ہے موجودات کے ذرات
 میں سے کوئی ایک ذرا ایسا نہیں ہے کہ خداوند جل شانہ اس کے ساتھ نہیں اور اے عسیر نہیں ہے اور
 اس کا گاہ نہیں ہے جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو کہتا ہے۔

مشتوق عیاں بود نمی دانستم بمن عیاں بود نمی دانستم
 گفتم بطلب بجائے بزم خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(مشتوق تو ظاہر تھا مجھے خبر نہ تھی، وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے پتہ نہیں تھا میں نے کہا کہیں
 اس کی تلاش میں چلوں، یہی تو خود تفرقہ تھا جسے میں سمجھ نہ سکا) اسی مقام میں کہتے ہیں کہ حق سبحانہ
 تعالیٰ کی راہ ناسان میں ہے، زمین میں نہ عرش میں نہ کسی میں نہ لوح میں نہ قلم میں راہ حق سبحانہ تعالیٰ خود
 تمہارے اندر ہے **وَلِي أَنفُسِكُمْ أَنفُلًا مَّبْعُورُونَ** ہم تو تمہارے اندر میں گمراہ دیکھتے نہیں، اسی راہ
 کو کہتے ہیں۔

محراب جہاں جمال خسارہ مات سلطان جہاں ورودل بیچارہ مات
 شور و شر و شرک و کفر توحید و یقین در گوشہ دیدہ ہائے خو خوارہ مات
 عالم کا یہ بحرانی گنبد ہمارے خسارہ کا جمال ہے۔ سلطان جہاں وہ آفتاب جہاں تاب
 ہمارے دل کے اندر ہے۔ شرک، کفر، توحید و یقین کے یہ ہنگامے وقتے سب ہمارے
 گوشہ چشم خون کے کرشمے ہیں)

وَالسَّلَامَةُ

فقیر شرف میزری



مکتوب ۸۸

دنیا کی قیمت اور اس کی بے وفائی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جہاں چو مارا فی بیچ بیچ است
ترا آن بہرگز ووردست بیچ است
پنچشدم تر این سفلی ایام
کو یک یک باز بستاند سرانجام
زمانہ خود جز این کار سے نداند
کہ اندوہ ہے دہد جانے ستاند
دہد بستاند و عار سے ندارد
بجز داد دستہ کار سے ندارد
اگر عیش است مد بیمار با دوست
و گر برگ گل است ہمدار با دوست
و گر۔ بر آوردن گیتی انگندن است
نشاندش کی بار انگندن است۔

شغوی نیت ہر زمانہ بے کینہ
سیر وار در میان دوزیشہ سے وزینہ
منہ دل بر جہاں کیں فردن کس
جو انمردی نخواہد کرد با کس
کہ معشوقہ نہ گرفتن کسے را
کہ تا دوست با کس وفائے ندارد
(دوسرے نسخہ میں ہے کہ معشوق تمہارا)

- (۱) یہ دنیا کال ناگن کی طرح کنڈل مارے بیٹھی ہے تیرے لئے یہ بہت بہتر ہے کہ ایسی دنیا میں سے تیرے پاس کچھ نہیں ہے
- (۲) یہ کینہ زمانہ یعنی دنیا تجھے کیا دے گی اس کی یہی جین ہے کہ دیکر ایک چیز آخر کار واپس لے لیا کرتی ہے۔
- (۳) زمانہ ہم درنج دیکر مار ڈالنے کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔
- (۴) یہ وہ دنیا ہے جسے دیکر لینے میں شرم نہیں آتی۔ دینا اور دیکر پھر واپس لے لینے کے سوا اسے اور کئی کام ہی نہیں آتا
- ۱۵۱ اگر کچھ عیش و آرام ہے تو سینکڑوں بیماریاں اس کے ساتھ لگی ہوتی ہیں اگر گلاب کے پھول کی ٹیکڑیاں ہیں تو اس کے ساتھ سینکڑوں کاٹے ہوئے ہونے میں۔

(۷) دنیا کا پستی اور بلاؤں سے نکالنا پھر بلاؤں میں ڈالنے اور گرنے کے لئے ہوتا ہے اس کا ایک بار بٹھانا
گڑھے میں ڈال دینے کے لئے ہوا کرتا ہے۔

(۸) زمانہ کی یہ مہربانیاں بغیر کینہ و عناد کے نہیں ہوتی ہیں یہ دوستی اور دشمنی کے فیض پر یونہی دوڑایا کرتی ہیں۔

(۹) دنیا سے دل نہ لگاؤ یہ کینہ اور سفلہ پرور ہے یہ کسی کے ساتھ سخاوت و فیاضی نہیں کر سکتی ہے۔

(۱۰) ایسے کو اپنا محبوب کبھی نہیں بنا چاہیے کہ جو کسی کے ساتھ وفا کرنا جانتا ہی نہیں ہے۔

دنیا بلاؤں کا ایک دریا ہے خون سے بھرا ہوا سمندر ہے، فتنہ پرور مشوق ہے، حسرت

بے سرو ساماں ہے، اس کے کھیل تماشے تعجب خیز ہیں اس کی بازی گری بے طرب و حیرت انگیز ہے اس

کی رفتار میں آوارہ مزاجی، اس کا دل لطف و مہربانی سے خالی کبھی کسی کو اس نے اپنی ذات سے فائدہ نہیں

پہنچایا جسے صبح کو نازا شام کو اسے چھوڑ دیا جسے صبح سویرے سر بلند کیا شام قدموں کے نیچے ڈال

کرا سے کچل دیا اس کے جام میں خس و خاشاک کی آمیزش اس کے شہد کے پیار میں مکھیوں کے خیش بھرے

ہوتے ہیں۔

از جام اوچس کہ در آں جام زہر است گل برگ او بھوکہ دران زیر خار است

دہرستیزہ کار ندارد وقتے کس دیدیم و آرزو شدہ نیدیم بارہاست

(اس دنیا کے جام کو ہونٹوں سے نہ لگاؤ اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے اس کے بھول کی چنگریوں کو نہ ٹونگھو

کہ اس کے نیچے کانٹے چھپے ہیں۔ یہ فسادِ دنیا کسی کے ساتھ تھلک و مہربانی نہیں کرتی یہ بار بار دیکھ چکے ہیں

آزما چکے ہیں سُن چکے ہیں) اَلدُّنْيَا دَا سَا زَوَالٌ فَلَا يَرْوُقُ اَحَدٌ عَلٰى حَالٍ اِمَّا

يَعْمَتُهُ زَانِلَةٌ اَوْ بَلِيَّةٌ نَّازِلَةٌ فَلَا اَثْبَاتَ لِنِعْمَتِهَا وَلَا قَرَارَ لِنَيْلِهَا (دنیا زائل ہونے

والی ہے کسی کا ایک مال پر نہیں چھوڑتی، اس کی نعمتیں بھی زائل ہونے والی ہیں یا بلا آتا ہے والی ہیں اس کی نعمتوں

میں ثبات نہیں ہے اور اس کے وصال میں قرآن نہیں)

یہ بڑھی دنیا دلہن بنی ہندی سسینکڑوں زو جوان بادشاہوں کو کھا چکی ہے اور بہت سارے

سرباز عاشقوں کو اپنے پاؤں کے نیچے ڈال کر ایسا کچلا ہے کہ یاد کریں اسی کو کہا ہے۔

ہر زماں گلو نہادِ گر کسند ہر زماں آہنگ صد شوہر کند

از طلم اوشد آگر کسے در میانِ خاک و خون دلدیے

گردلت آگر ز معنی آمدات کار نیست ترک دنیا آمدت

دہر لہو ایک نیا گل کھلاتی رہتی ہے ہر زمانہ میں سینکڑوں شوہروں کا شور و ہنگامہ بپا کرتی ہے۔
اس کی فوب کاریوں سے کوئی آگاہ نہیں ہوا اگرچہ خاک و خوں میں لوگ غلطاں رہے۔
اگر تیرا دل حقیقت سے آگاہ ہو جائے تو دنیا کے ترک سے تیرے دین کا کام بن جائے۔

یہ دنیا ہمیشہ بہیم عیوب پیدا کرتی رہتی ہے۔ ہاں اس کا ہنر بس ایک ہی ہے کہ یہ آخرت کی
کھینتی ہے اس دنیا میں اس کے بیج بوئے جاسکتے ہیں جس کی فصلوں کا فرین آخرت میں ہیا ہوگا۔
کمترین عیب اس دنیا کا یہ ہے کہ ایک آوارہ مرد کی طرح ہر روز اپنی ہوسناکی میں ایک دوسرے پر
چنگل مارتی ہے اور ایک زانیہ فاجرہ عورت کی طرح ہر آن ایک نئے شوہر کے ساتھ اکٹھا ہوتی ہے۔ یہ اگر
کسی کو کچھ دیتی ہے تو واپس لے لیتی ہے اور اپنی عطا کردہ چیز چھین لیتی ہے اس کی آنکھوں میں جلیہا
فحش کاری میں اسے شرم نہیں آتی ایک احمق جوان رعنا ہے اچھائی اور بُرائی میں فرق نہیں کرتی اس
کے میوے اور بُرائیوں کی انتہا نہیں اس کی بدتمیزیوں رسوائیوں کا کوئی شمار نہیں۔ ان سب کے باوجود
ایک عالم ہے کہ اس کے حصول کے لئے سرگرداں، پریشاں اور اس کی بوس و خواہش میں گرفتار ہے یہی
کو کہا ہے۔

اولین شد کہ در رو آدم بود نمانے گلو و طبل شکم
(آدم کی ماہ میں جو سب سے پہلی چیز آئی وہ گلے کی بالنسری اور پیٹ کا انفار تھا)

والسلام
حقیر شرف میزی

مکتوب ۸۹

پلنے کی خوشی اور نہ پلنے کی حسرت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لے بھائی! دہلی ہو یا بہار، یاد دلت آباد ہو خداوند جل جلالہ کا ہر جگہ سے ایک ہی
ہے۔ طلب اور ماندہ سے خالی نہ رہو دل ایسا چاہیے کہ جس کے اندر پلنے کی خوشی یا نہ پلنے کا غم نہ ہو

چاہئے۔ اسی کو کہا ہے۔

نیت کن ہر چہ راہ در اسے بود مادحت خانہ خدا سے بود
(جو کچھ راہ در رسم ہے سب کو فنا کر دو تاکہ تمہارا دل خدا کا گھر بن جائے)

اگر اپنی کردی و بد اقبال سے یافت کی خوشی نہیں ہے تو نایافت کی مصیبت در رخ و غم کہاں؟

علائکہ یہ تو ہونا چاہئے۔

در دے لود و اشد است مارا خاک تو بہا شد است مارا
از بہر تو ام بیا دن ہاں از دیدہ رضا شد است مارا
(آپ کا دم ہی میری دوا ہو گیا ہے۔ آپ کے در کی خاک ہونا ہماری قیمت بن گئی ہے۔
میں تو آپ ہی کو اپنی جان دینے کو ہوں یہ تو میری آنکھوں کی عین حسنا ہو گئی ہے)

اور نایافت کی یہ مصیبت یہ رخ و الم صرت ہیں اور تمہیں نہیں ہے بلکہ سب کو اسی رخ و مصیبت
میں مبتلا جانو اور جو لوگ اس دنیا سے باچکے وہ بھی ایسی مصیبت داغ و دہ میں گئے ہیں قبر میں بھی اسی اندہ
و غم کے ساتھ سوئے ہوئے ہیں کل قیامت کے دن جب قبر سے اٹھیں گے تو اسی اندہ و مصیبت کو لئے
ہوئے اٹھیں گے۔ قطعہ۔

زور دین ہمہ پیران روم کا سنہا بخون دل خفتاب است
ہمہ مردان دین رازیں مصیبت جگر آتشزد دہا کباب است
(دین کے اسی درد سے تمام پیرانِ طریقت کی ریش ان کے خونِ دل کے خفتاب سے رنگین ہیں۔
اور اسی مصیبت سے تمام مردانِ دین کے جگر آتشزد اور دل بھن رہے ہیں)

چنانچہ کہتے ہیں کہ جب اس جماعت کے لوگ قبر سے اٹھیں گے تو اپنے سینوں کا سناڑ کریں
گے اگر اپنے اندہ و غم کا ایک ذرہ بھی کم دیکھیں گے تو اس قدر فریاد و فغاں کریں گے کہ دوزخوں
کو ان پر ترس آنے لگے گا۔ اسی کو کہا ہے۔

ہرگز نشود لے بت گزیدہ من ہرت ز دل و خیاست از دیدہ من
گرا ز پس مرگ من بچوئی یانی آن ذوق رہا سخاں بوسیدہ من
(میرے محبوب آپ کی عنایتیں میرے دل سے اور آپ کا خیال آپ کی صورت میری آنکھوں سے مٹ نہیں سکتی
اگر میرے برنے کے بعد بھی آپ ڈھونڈیں تو آپ کا ذوق و طلبِ یزی بوسیدہ بڑیوں میں آپ پائیں گے)

اسے بھائی! محدث کو قدیم یعنی مخلوق کو ازلی سے واسطہ پڑھے اور مکان میں رہنے والے کو
لامکان والے سے سردکار ہوا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

خاک را چوں کار با پاک اوستاد پیش آدم عرش در خاک اوستاد
خاک کو جب اس پاک سے سردکار ہوا تو آدم کے آگے عرش خاک پر آگیا۔
محبوب کی کبریائی کا حدودہ، عماری مکان سے منزہ ہے اور یہ محب اور عاشق بیچارہ مکان کی پستی سے
آگے نہیں بڑھ سکتا۔ محب معاملہ ہے کرے تو کیا کرے۔ خاک اڑاتا ہے اور کہتا ہے۔
آنجا کہ تو ای من آمدن تو انم آنجا کہ منم تو خود شبانی دائم
(وہاں جہاں آپ ہیں میں آپہیں سکتا اور یہاں میں ہوں وہاں آپ خود نہیں آتے یہ میں جانتا ہوں۔)
امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام میں کہا ہے۔

یاد اذین لمن تحب فیما قد تحیرت فیہ خذیدی

(لے اپنے معاملہ میں ہر شے شخص کے چراغ ماہ میں بھی لپکے معاملہ میں تقاضا حیرت میں ہوں میری دستگیری نہ دیتے)
مصرع۔ گزرتم از دست گزگیری دست (اگر آپ میرا ہاتھ نہ تھامیں گے تو میں ہاتھ سے گیا)
حضرت رسالت پناہ ملی اللہ علیہ وسلم نے شاید اسی مقام میں یہ نالہ فرمایا یا لیت رب محمد لم یخلق
محمد۔ محب جب محبوب کے لئے استعداد و صلاحیت اپنے میں نہیں پاتا تو نیست و معدوم ہو جانے کے ہوا
چارہ کیا ہے۔

گر آب زنی بیدہ آن میدان را ربیل بمرہ در گد آن سلطان را

صد بان آری بڑتو آن وریاں را گویند خطرہ باشد ایہ نجا جاں را

(اگر اس میدان میں اپنے لشکروں سے چھڑکاؤ کیا کرو اور اپنے لپکوں سے اس دربار کو بٹھاؤ کرو اس بارگاہ کے دربان
کو راضی کرنے کے لئے سینکڑوں جان نثوت میں دیدو تو بھی یہی کہاجائے کہ یہاں جان کی خاص وقت نہیں ہوتی)
بیچارہ محب لاچار و مجبور اس دربار پر پڑا ہوا فریاد کرتا ہے اور کہتا ہے۔

مشتوق منی بے تو نمی آرام زیست در ماں و دال تو نید انم چہیت

تا عشق نراق کرو دیوانہ دم در عالم کس نیست کہ برین نہ گزیت

(آپ میرے مشتوق ہیں میں بغیر آپ کے زندہ نہیں رہ سکتا آپ کے وصال کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے یہ بھی نہیں معلوم

آپ کے عشق و نراق نے مجھے ایسا دیوانہ دل بنا دیا ہے کہ عالم میں کون ہے جو مجھ پر نہیں روتا ہے۔)

سبحان اللہ! کہاں یہی اور پانی کا پتلا اور کہاں یہ کاروبار لَفَحَتْ فَيْدِهِ مِنْ تَدْبِي
 کے مرنے بھکاری کو بادشاہ سے لگاؤ سر و کار کر دیا، پاک پازان ملک عالم قدس کے رہنے والے جبرائیل
 کے بار کو اٹھانے سے عاجز و لاچار رہے وہ اس خاک کے پتلا میں رکھ دیا گیا۔ اسی کو کہتے ہیں
 غرضے و راہے اسکا حق خیال فاسد آریں ہوس جہاں سلطان بیل گدا نشستہ
 (عالم اسکاں سے بالا اور اس سے اعلیٰ کی تمنا کرنا کس حد بے فاسد خیال ہے۔
 شہنشاہ کے سن و جمال کی ہوس بھکاری کے دل میں پیدا ہو گئی ہے)

وَالسَّلَامُ
 فقیر شرف مینری



مکتوب . ۹

حق کی راہ اختیار کرنے اور نفس و خلق کو ترک کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

ازیں کافر کہ مارا اور ہنسا داتا مسلمان در جہاں کتر قنادا است
 (یہ کافر نفس جو ہماری خلقت میں داخل ہے اس کی وجہ سے عالم میں مسلمان بہت کم ہیں۔
 اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت ساری نفل نمازیں کس طرح پڑھوں بہت زیادہ
 مذہ کیسے رکھوں نکرا اس کی کر دکھ یہ نفس کافر جو راہ روکے ہوتے ہے اسے کس معان سے راہ سے دور کروں۔
 اہل طریقت کا اسکی اتفاق ہے از حق سبحانہ تعالیٰ تک راہ نسا آسمان میں ہے، نہ زمین میں نہ مغرب میں ہے
 شرق میں بلکہ عرش و کرسی و لوح و قلم میں بھی نہیں ہے حق سبحانہ تعالیٰ تک راہ خود تمہارے اندر ہے۔
 قرآن کے سنو دنی انفسکم ان سلا متصرون (وہ تمہارے اندر ہے تم دیکھتے نہیں) پھر اس جماعت مونیے
 وس اے آنکہ ہمیشہ در جہاں می پویں این سنی تراچہ سود دارد گوئی
 چیزے کہ تو جو یاں نشان اوئی باتست ہمیں تو جانے دیکر جوئی

اسے وہ کہتا ہے میں ہمیشہ تو چکر کا شہ بہ تیری یہ جاگ دوڑتے تھے کیا فائدہ دے گی جس چیز کی تجھے
تلاش ہے اس کا پتہ تو خود تو ہی بتا وہ تو تیرے ساتھ ہی ہے اور تو دوسری جگہ ڈھونڈ رہا ہے۔

اور وہ راہ جو تیرے اندر ہے کہ جس پر وہ سے تجھے باہر آتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے
پہنچنا ہے "عَلَمًا" کے نفس ناطقہ کہتے ہیں شریعت والے اسے رُوح کہتے ہیں۔ اہل تصوف صوفیہ
روح، نفس، قلب کا نام دیتے ہیں عبارت مختلف ہے معنی ایک ہی ہے اور وہ معنی حقیقتِ انسانی
ہے کہ جو حقیقتِ الوہیت کا مظہر اور آئینہ ہے اسی کو کہا ہے۔ س

تا نیاید جاں آدم آشکار رہ نہ اندستند سوسے کردگار
رہ پدید آمد جو آدم شد پدید زد کلید ہر دو عالم شد پدید
تشنہ از دریا جب دای می کنی بر سحر گنجے گدائی می کنی

جب تک آدم کی جان ظاہر نہ ہوگی تھی اللہ کی جانب جانے کی راہ کسی کو معلوم نہ تھی آدم کے
پیدا ہونے پر حق کی راہ ظاہر ہوئی اور اسی آدم سے دروزں جہاں کے مخفی خزانہ کی کنجی ظاہر ہوئی
پیا سہے اور دریا سے طردگی اختیار کر رہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اوگدا گری کر رہا ہے

معلوم ہے کہ ایک عالم قدس اور پاک فرشتوں سے بھرا ہوا خاک کو سجدہ کیوں
ہے اور یہ خاک خلیفہ کیسے ہوگئی اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ اٰی عَلٰی صَفْتِهٖ (بیشک
نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی اپنی صفت پر پیدا کیا) خود اس پر شاہد و گواہ ہے۔ یہی وہ مانہ ہے جو

۴ انیابی جان و دراندیشی ما کے تو اند خواند مردم خویش ما
نیت مردم نطفہ از آب و خاک ہست مردم سر و قد جان پاک
صد جہان پر فرشتہ در وجود نطفہ ناکے کند آخر سجود

جب تک تم باریک نگاہی سے دیکھنے والی آنکھ یعنی رُوح نہیں پاتے اس وقت تک تم خود کو آدمی
کیسے کہہ سکتے ہو۔ آدمی آب و خاک کا پھوڑا نطفہ ہی نہیں ہے آدمی سر سے پاؤں تک پاک رُوح
ہے۔ دروزں میں سو جہان فرشتوں سے بھرا ہوا ایک نطفہ کو آخر سجدہ کیسے کرتا

لیکن نفس کا فرسہ یہ راہ روک رکھی ہے کیا یہ نہیں دیکھا کہ سلطان العارفين بايزيد سبطی

نے جب اپنی مناجات میں کہا اِطْلُبْ كَيْفَ الطَّبَاقِ اِلَيْكَ (اے اللہ آپ تک پہنچنے کی کون سی راہ ہے)
ارشاد ہوا دَعِ نَفْسَكَ وَتَعَال (نفس کو پھوڑ دو اور چلے آؤ) اسی وجہ سے ہے کہ طابیان حق

حالی نے ہر اس چیز کو اختیار کیا ہے جس سے نفس کا فرما سناٹا ٹھہ جاتا ہے اور اس چیز کا اختیار کرنا ان
 کے لئے فرض میں ہو گیا ہے۔ ان کا یہ فرض فرض حال ہے عقیدہ کی بنا پر نہیں چنانچہ کسی نے زنا را باندھ لی ہے
 لیکن بتخانہ چلے گئے کوئی شراب خانہ پہنچ گئے اور کسی نے شراب کیے ٹھکا پر ہاتھ مارا ان سب کا یہ فعل نفس کا فرکے
 اتے جہاد اکبر ہے تاکہ نفس کا فرم سے چھٹ پڑے اور اسے راہ سے ہٹایا جائے اس کو کہا ہے۔

وَبَلَدِهِ رُخْسِيَالٍ مَشْوِقَةٍ مَسْتِ رَمَنَ لَطْوَانٍ كَعْبَرِازِ مَقْلِ مَطَا سْتِ
 رُكْعِبَرِازِ بُوَسَ نَمَارِ دَكْنَشِ اسْتِ اِبُوَسَ وِصَالِ اَو كَنْشِ كَعْبَرِ اسْتِ

(بت خانہ میں اگر میرے محبوب کا تصور اس کا خیال میرے ساتھ رہتا ہے تو طوفان کے لئے کعبہ جانا عقل کی
 روئے غلطی ہے اگر کعبہ میں محبوب کی بونہیں ہے تو وہ کشت ہے اور آتش پرستوں کے عبادت خانہ میں اگر محبوب کی بونہیں

ہے تو وہی میرا کعبہ ہے) کیا کریں کہتے ہیں اَبِي اَللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ لِصَلَابِ النَّفْسِ اِلَيْهِ سَبِيْلًا
 نفس کے تعلق رکھنے والے کو انہی اپنی طرف راہ دینے سے انکار فرماتا ہے) جب نفس کا فرکے ہوتے ہوئے کسی کے لئے
 شدت تک راہ نہیں ہے تو اس نفس کا راہ سے ہٹانا جس صورت سے بھی ہو طالب پر فرض میں ہو جاتا ہے حال
 میں بنا پر۔ اہل ظاہر اور عادت پرستان دیکھیں گے اور ندیان بکنے میں مشغول ہوں گے وہ سچا رہے جانتے
 ہی نہیں ہیں اِنَّا فِي الْخُسْرِ عَنِ نَفْسٍ نِي الْعَنْبِ كَرَا نُوْرُ كِي شَرَابٍ مِي مَوْعِنِي نَشْرَبُ هُوَ اَنْكُوْرُ مِي
 میں ہے۔ نہ ہر جو ہلاک کرنے والا ہے اور حرام ہے بہت سے موقع میں دوا ہو جاتا ہے۔ جب طالب نے
 شدت تعالیٰ کے فضل و عنایت ازی سے یہ توفیق پالی اور اس نفس کا فرکے راہ سے اکھاڑ پھینکا تو اس نے
 بنا مطلوب پایا اور اس فرحت و انبساط میں یہ نالہ کرتا ہے اور کہتا ہے۔

مَشْوِقَةٍ عِيَايَا بُوْدِ نَمِي دَا نَسْتَمِ اَسْمِنَ بَمِيَايَا بُوْدِ نَسِيْدِ اَلَسْتَمِ
 كَفْتَمِ بَطْلَبِ بَجَا نَسْمِ بَرَسْمِ خُوْدِ تَفْرَقَةِ اَلِ بُوْدِ نَسِيْدِ اَلَسْتَمِ

(مشتوق تو ظاہر تھا مجھے معلوم نہ ہوا وہ تو ہمارے ساتھ ہی تھا میں بے خبر رہا سوچا کہیں اس

کی تلاش میں چلوں رہی تو تفرقہ تھا مجھے پتہ نہ تھا) اور جب برادر عزیز اس کام سے آشنا
 و گئے ہیں اور اس کام کے شاد رہنے کی استعداد ہو چکی ہے اور ابھی وقت ہے کہ اس کام کی طرف اور زیادہ
 مل ہوں اس بنا پر اہل تصوف کی تمام تصنیفات کا خلاصہ اور نوع بنوع ان کے کلمات اور صوفیہ کے کلام
 المجموعہ مکتوب میں لکھ کر بھیج رہا ہوں لیکن برادر عزیز کی جانب سے جدوجہد ضروری ہے تاکہ مقصود

اس پہنچ جائیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

لیک جہد و جہد می باید ترا تا در این گنج بخشاید ترا
زانکہ در رہے کہ رنج آنجاہند بیچ شک نبود کہ گنج آنجاہند
جہد می کن روز و شب در گنج رنج بوکہ ناگلبے بہ بینی روئے گنج

لیکن تمہیں بھی جہد و جہد محنت و مشقت لازم ہے تاکہ اس خزانہ کا دروازہ تم پر کھول دیا جائے۔ اس
لئے کہ جس راہ میں محنت و مشقت رکھی گئی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسی رنج و مشقت کی راہ
میں خزانہ بھی رکھا ہے اسی رنج و محنت کے کوچہ میں رات دن کوشش و کاوش کرتے رہو تاکہ یکایک
وہ خزانہ تمہارے سامنے آجائے۔

مطالعہ کے بعد اس خط کو چاک کر دینا تاکہ ہڈیاں بکنے والے یا واگو اپنی یا واگوئی میں ٹوٹ

نہ کر لیں۔



وَالسَّلَام
فَیْرَتْرَن مَیْرَی

مکتوب ۹۱

ترغیب و ترہیب لغت دلائل اور ڈرانے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرزند عزیز قاضی حشام الدین اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے نفس کے عیبوں کے دیکھنے کی بشارت
عنایت کرے اور موت سے پہلے ان عیبوں سے طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے میں مدد فرمائے۔
اے فرزند! فرعون لعین کے نفس میں خداوند جل جلالہ کے مثل، مقابل و مخالف ہونے کا جو
مادہ تھا اسی کی بنا پر اس نے اَنَادِبْکُمْ اِلَّا عَلٰی (میں تمہارا برابر ہوں) کا اعلانہ دعویٰ کیا اور دوسرا
کہہ ہی دعویٰ ہے لیکن ان کا اَنَادِبْکُمْ اِلَّا عَلٰی کہنا پوشیدہ ہے۔ یہ

انہیں کافر کہ مارا اور نہ سادات مسلمانوں جہاں کتر فتاد است

(اسی کا نفس کی وجہ سے جہاں کی سرشت و بنیاد میں ہے دنیا میں صحیح مسلمان کتر نظر آتے ہیں)

انشاء اللہ تعالیٰ فرزند عزیز زرتہ رفتہ اس سنی سے آگاہ ہوتے جائیں گے اور توفیق الہی ہوئی

www.marfat.com

چاہیے کہ اس نفس کا نرگوارہ سے اکھاڑ پھینکیں اور بارگاہِ لا الہ الا اللہ تک رسائی ہو جائے اگر نہ
 نخواستہ اس نفس کا فرکے ہوتے ہوئے موت آہنچی تو کَمَا تَعِيشُونَ تَمُوتُونَ (جس حال میں زندگی گذری
 اسی حال پر مرے گے) کا حال ہو گا وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَدَيْهِ يَتَّبِعْهُ (شیطان میں کا ہوس و ترپ
 رہا وہاں بھی ترپ رہے گا)۔

س زانکہ ہر چیزے کہ سوداے تھاں ست چوں ببردی نقد فرداے تو اں ست

راحت و محنت ازیں جای برزند دوزخ و جنت ازیں جای برزند

(یہاں جس چیز کا تجھے دھن اور جنون رہا مرنے کے بعد قیامت کے دن وہی چیز تیرے ساتھ ہوگی رنج و
 راحت آرام و تکلیف سب یہیں سے لے جلتے ہیں دوزخ و جنت بھی اسی دنیا سے لے جاتے ہیں)

کل قیامت کے دن جب قبرے اٹھائے جائیں گے تو کَمَا تَمُوتُونَ تَبْعَثُونَ (تم جس حال میں مرے
 ہو اسی حال میں اٹھائے جاؤ گے) کا معاملہ ہو گا یہی وہ بات جو ایک بزرگ نے کہی ہے من کل الف واحد
 للرحمن وتسمع مائة وتبعون للشيطان کہتے ہیں کہ ہر ایک ہزار آدمی جو قبر میں رکھے جائیں گے ان
 میں ایک آدمی اللہ کے لئے اور بقیہ نو سو ننانوے (۹۹۹) شیطان کے تعذ کے ہوں گے۔ اسی حال میں کہاہے

س ہر کردار پیش میں شکل بود چوں تو اند کرد از صد دل بود

کاش کہ ہرگز نہ بودی نام من تا نبودے بخشش و آرام من

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم تا نہ کردی گشتہ نفس کا فرم

(جس کسی کو یہ شکل آپڑی ہو وہ بیچارہ اگر سوداں رکھتا ہے تو کہہ کیا سکتا ہے۔ سولے اس کے

کہ کچھ کاش میرا نام و نشان ہی نہ ہوتا تاکہ یہ حرکت و سکون اعمال و افعال ہم سے وجود میں نہ

آتے۔ کاش مری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی۔ تاکہ اس نفس کا فرکے ہاتھوں میں مارا نہ جاسا۔)

داستان بڑی لمبی ہے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے جیسا کہ کہاہے۔

شب رفت حدیث ابیا انہ رسید شب را چہ گنہہ حدیث ما بود دراز

(رات ختم ہو گئی میری داستان تمام نہ ہوئی، میری کہانی ہی اتنی لمبی تھی اس میں خریب رات کا کیا تصور ہے)

اب اس بات کی طرف آتے ہیں کہ فرزند عزیز کو اس فقیر سے جو سخن من چھا اس بنا پر اس فقیر

سے منسلک ہونے کا قصد و ارادہ کیا بت اور طاقیر اگلا، و ردیسی کی دیند خراست کی ہے تو اس فقیر نے بھی فرزند

عزیز کو قبول کیا اور اپنے پیروں کا طاقیر فرزند عزیز کو بھیجا ہے ازم ہے کہ جو شر اٹھائیں وہ بجا امیں با

تصوف کے چند رویشوں کو بلائیں جتن کر میں اللہ کے حضور میں پہلے پختہ و کامل تو نہ صبح کریں پھر ایمان کی تجدید کریں پھر مردانہ داراں راہ میں قدم آگے بڑھائیں اور بچے مریدوں کی طہا طاقیہ سر پر رکھیں اور یہ تصور کریں کہ اس کام میں سر کی بازی لگا دیا، دنیا کو پس پشت ڈال دیا شروع آخرت کی طرف کر لیا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ پڑھیں اور در رکعت شکرانہ ادا کریں اور ہر روز اس جماعت سونیہ کے لوگوں کے اعمال و اعمال و اخلاق سے خود کو آراستہ و پیراستہ اور متجمل بنائیں اور ہمت ایسی کریں کہ ان لوگوں کے ستائش و احوال تک خود کو پہنچا دیں اور ان لوگوں کی نعمت و دولت سے بہرہ ور ہو جائیں دنیا و آخرت دونوں میں ان کی حمایت میں رہیں۔ اس فقیر کے کتبوبات کا نسخہ وہاں دولت آباد میں تب کے پاس ہوا اپنے لئے اس کی نقل کرانیں ہمیشہ مسلسل پڑھا کریں اور بار بار غور و خوض کے ساتھ مطالعہ میں رکھیں انشاء اللہ اس مذہب کے اصول و فروع اور اس گروہ صوفیہ کی روش اور ان کے معاملات اس کے مطالعہ سے معلوم ہوں گے کیوں کہ قلم زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔ "مرید یا تو پیر کی زبان سے سُننے یا پیر کے قلم سے معلوم کرے۔ اگر زبان سے سُننے میں معذوری ہے تو قلم سے سُننا چاہیے اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے اس کام کا طریقہ یہی ہے۔ چنانچہ خواجہ قطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پیر رہ کبریت احمر آمدہ است سینہ اذخر اخضر آمدہ است
 راہ دوراست پر آفت لے پیر راہ دورامی بساید راہ پیر
 گر توبے رہ پیر سر و آئی براہ گر تہہ کو ہی نسر و رفتی بپاہ
 کو چہ گز کے تو اندرفت راست بے عفا کشش کو ردا رفتن خطا است
 گر ترا در دست پیر آید پدید قفل و روت را کلید آید پدید

پیران راہ اکیر ہیں تانبے کو سونا بنانے والے۔ ان کا سینہ سبز سمندر ہوتا ہے۔ لے لوگ راہ پیری ایسی اور آفت سے بھری ہوئی ہے اس راہ کے چلنے والے کے لئے راہ بتلانے والا ضروری ہے۔ اگر تم کسی راہ پیر کے بغیر اس راہ میں قدم رکھو گے تو اگر تم کوہ پکری ہی کیوں نہ ہو۔ کنواں میں گر پڑو گے۔ اندھا کب سیدی راہ پل سکتا ہے لاشی پکا کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا پلنا ہی غصا ہے۔ اگر تجھے درد طلب ہے تو پیر خود ظاہر و پید ہو جائیں گے تمہے درد کے تھلا کی گئی تجھے مل جائے گی۔

وَالسَّلَامُ
 خَلَسَا رَشْرُونَ مَنِيرِي

مکتوب ۹۲

مجبوروں، لاپاروں کی امداد کرنے اور حاجتمندوں، محتاجوں کی حاجت پوری کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۴ یہ دنیا تو انی کو مقینی خری بخسر جان من در نہ نسبت ہی
 (جان تک مکن ہو دنیا کے ذریعہ مقینی کی خریداری کر لو لے میرے عزیز و اگر تم نے یہاں نہیں خرید تو پھر سرت ہو گے)
 عزیزان و محتبان جو اس علاقہ میں ہیں ان پر واضح ہو کہ خواجہ حاجی زاگرہ احرارین، عامل تعلیم
 یہ ایک درویش صاحب آل و اولاد ہیں معاش کی قلت نے انہیں اضطراب و پریشانی میں ڈال دیا ہے اسی
 بنا پر اس طرف جانے کا انہوں نے عزیمت کر لیا ہے جس عزیز اور دوست کے پاس یہ سنبھلیں چنا چھ آپ لوگ
 اپنے اخلاق کریمانہ سے حاجتمندوں اور ضرورت والوں کی حاجت رسانی اور ضرورتیں بھی کہے ہیں در پیکوں نے اپنے
 لئے آخرت کا ذخیرہ جمع کیا ہے ان کے پریشان دل کو بھی اپنے اسکان بھر مطمئن کریں اور ان کی دل تمہاری
 حق سبحانہ تعالیٰ آپ عزیزوں کے دلوں کو دنیا و آخرت دونوں بگڑے طمانیت عطا فرمائے گا اپنے فضل و احسان
 آن عزیزان و محتبان و نشیں کر لیں کہ دنیا کے محبوب اتنے زیادہ ہیں کہ تحریر و بیان میں نہیں آسکتے لیکن ان لوگوں
 کے باوجود اس دنیا کا ایک ہنر بھی ہے کہ یہ آخرت کمانے کی کیفیت ہے یعنی مزرعہ آخرت ہے خاص خوش قسمتی
 کے لئے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ دنیا اس کی سنواری جاتی ہے جو سخاوت دنیا نسی سے سزا ہوا ہوتا ہے کہ
 لَعَنَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّحْمٰنِ الصَّالِحُ رَكْنَا اِجْرَادِ الْمَالِ وَهُ بِنَسَاجِ اَدْمِیْنَ كَسْنُتْ بے، اسی کو خواجہ
 عطار زما شہ علیؒ نے کہا ہے۔

جو ان چیزیں کر دی ترا دنیا نکوست میں برائے ہیں تو دنیا بار در رفت
 تو دنیا در شو مشغول خویش بلکہ در لے کار عتقی گیر ہمیش

(اگر تم نے ایسا کیا دنیا تمہارے لئے اچھی ہے تو دنیا کو دین کے لئے دوست رکھو۔ تم دنیا میں
 اپنی دنیاوی منفعت کے لئے مشغول نہ ہو بلکہ اس میں آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کرو۔)
 خصوصاً دولت مندوں اور بابر حکومت، منصب داروں اور اصحابِ قد و سنرت کے لئے حق پرست
 تعلقے تک راہ اس سے زیادہ نزدیک اور کون سی ہے چنانچہ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا: اللہ جل شانہ تک
 پہنچنے کے لئے کتنی راہیں ہیں انہوں نے کہا: سو جو رات میں جتنے ذرے ہیں ان کی تعداد میں حق تعلقے تک
 پہنچنے کی راہ ہے۔ لیکن کوئی راہ لوگوں کے دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ قریب اور مفید تر نہیں ہے اور
 ہم نے اسی راہ سے حق سبحانہ تعالیٰ کو پایا ہے اور اپنے مریدوں کو بھی ہم اسی کی وصیت کرتے ہیں چنانچہ اسی مجلس
 میں جہاں گفتگو ہو رہی تھی کسی نے کہا: اس ملک کا بادشاہ شب بیداری کرتا ہے بہت زیادہ نفل نمازیں
 پڑھتا ہے اور نفل روزے بہت زیادہ رکھتا ہے۔ ان بزرگ نے کہا: اس غریب نے اپنی راہ کھودی اور دوسروں
 کے کام کو اس نے اختیار کر لیا ہے لوگوں نے پوچھا: یا شیخ! اس کے کام کیا ہیں؟ کہا: اس کی راہ اس کا کام ہے
 کہ وہ طرح طرح کے لذیذ کھانے اور نعمتیں کھا کر بھوکوں کو کھلائے اور قسم قسم کے کپڑے سلا کر ننگوں کو پہنوائے
 اور برباد و ویران دلوں کو آباد کرائے اور محتاج بندوں، محتاجوں کی دستگیری ان کی حاجت روائی
 کرے شب بیداری، نفل نمازیں، نفل روزے یہ سب تو درویشوں کے کام ہیں۔ بادشاہوں، امارتوں
 کے کام نہیں۔



شرفِ نبوی

مکتوب ۹۳

چھپے ہوئے کفر کے معلوم کرنے اور اوصافِ مسلمانی کے ظاہر ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے شدہ ہر دو جہاں از تو پدید

اے جسمِ دجاں نہسا دیا تو

اے جہاں جہاں ہم تیرا

اے جہاں جہاں ہم تیرا

۱۱۔ وہ کہ دونوں جہاں تجھ سے ظہور آیا۔ جانِ جان سے ظاہر نہیں ہوتی جس ان تجھ سے پیدا ہوتا ہے۔

لے لکے جسم و جان سے تیری تقاضی کر رہا ہے عقل دہوش تیرے کا مولا میں گم اندر بڑے ہیں۔
 لے وہ کہ تو سانسے عالم کی جانوں کا جہاں ہے سب مجھ سے علم حیرت میں ہیں بڑے اللہ تیری حقیقت کی تلاش میں ہر گاہ میں
 بیا در جز کا خط لانا پڑھا اللہ کا شکر ہے حق کے جانے کے بعد یہاں کے کاموں میں غفل پیدا نہ ہوا اور
 کول آفت نکل کر جہاں کا اندیشہ تھا۔

لے بھائی! دو ستوں جہوں، قرابت منہاں، بیوی بال بچوں کی بھوریاں حق سبحانہ تعالیٰ سے ہٹا کر
 اپنی طرف اگر مشغول کریں تو اسے مَا يَشْتَعِلُ مِنْ نَارٍ فَلَمْ يَلْمِهَا فَوَطَّاءَةً لَمْ يَلْمِهَا (جو چیز حق سبحانہ تعالیٰ کی مشغول سے
 ہٹا کر اپنے میں مشغول کرے وہ تہما بت ہے) کے تحت بھول کر جناب خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی یاد کر دو اور کہو فَاخْتَصَمُ
 حَدُودِي الْاِسْرَابِ الْعَالَمِينَ رَيْثًا مَا كُنْتُمْ فِي حَيْثُ شِئْتُمْ مِنْ اِسْرَابِ الْعَالَمِينَ کے چنانچہ خواجہ عطار رحمۃ اللہ
 فرماتے ہیں۔

حریرِ مجتہد جہاں گرفتاری خشم جسیر نیلست نباید اندر ششم

(اللہ کے ساتھ جتنی چیزیں ہیں نہیں تم دشمن بناؤ یہاں تک کہ تمہاری آنکھوں میں جسیر نیل کی بھی سمائی نہ ہو)
 جناب خلیل اللہ علیہ السلام کے قصے میں آخر تم نے سنا ہے کہ جناب جبریلؑ کو جواب دیا اِنَّا اِيْتْنَاكَ فَفِ
 عَابَتِكَ نَحْمَدُكَ يَكُنْ لَكَ نَسِيحَةٌ نَبِيًّا شَرَعَ كَانَتْ نَسِيحَةٌ لَكَ الْوَفِيقُ شَهَادَةُ طَبِيعَتِكَ (دین کی راہ میں) ایک مرتبہ سفر موافق حال کا
 ہونا پسندیدہ ہے اگر ایسا رفیق ملے۔ ایسے لوگ جہاں ہیں۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یار ہمدرد بس عجیب بود در بدست آیت غریب بود

پس لگو گفتم اندہ شیا را آن قاندا یار در راہ را یاراں

(ہمدرد رفیق، مشاؤد تادری ہوتے ہیں اگر مل جائیں سمجھ لو ایک نادر چیز مل گئی۔

اس را کہم دشمنی نہ بھی بات کہی ہے کہ گھر کے لئے سادہ سا کھانا کھائے رفیق در را ہر پاسے)

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِالْحَقِّ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ

(جو کوئی انکار کرے ٹوا کے طواغوت ہر اس چیز سے جس کو پوجتے ہیں اور خدا پر ایمان لائے تو بیشک اس

نے مضبوط پکڑ لیا اللہ کی رسی کو)

لے بھائی! یقین کرو جب تک یہ کفر نہیں ہوتا یعنی کفر باطاغوت نہیں ہوتا یوں باشدہ کا
 جمال کوئی کیسے دیکھتا اور طاغوت کیا ہے مَا شَفَعَكَ مِنْ طَوْغُوتٍ لَيْسَ بِتِ ذُو عَيْنٍ حَقُّ تَعَالَىٰ سے
 چٹا کر اپنے طاغوت مشغول کرے۔ اللہ کے ساتھ کچھ ہے وہ طاغوت ہے۔

ایک درویش نے طافوت کی تعریف میں کہا ہے کُلْ آمِنُونَهُ ہر شخص کا نفس اسکا طافوت یعنی بت ہے یہاں کفر تبریٰ یعنی نفرت و بیزاری کے معنی میں ہے اس معنی میں کہا ہے ۔
 کفر اندر غرور خود قاعدہ ایمان است آسان ساں بکافی نتوان رفت
 (کفر خود اپنی ذات سے ایمان کے قاعدہ میں ہے کافری سے آسان کہ ساتھ نہیں نکل سکتے)
 عاشق، معشوق، عشق، کفرت کا عالم ہے بلاشبہ وحدت کا عالم تو ایک ہی ہے۔ اس شعر میں
 اسی کا اشارہ ہے ۔

دردنی عقل راست ہمیں پانچ چشم ایماں دونی نہ بیند پنج
 گرد گرد و اسد کار سے بود در نہ بیشک رنج بیائے بود
 (دردنی دیکھنے ہی میں عقل کے لئے الجھن اور عجز پیدا گیاں ہیں ایمان کا کھم دو نہیں دیکھتی ہے
 اگر مداند ہو جائے یعنی کفرت میں وحدت ہو جائے تو کام ہو گیا اور نہ بلاشبہ بیعت یا تکلیف ہوئی ہے۔)
 دل مطمئن رکھنا اور اپنے کام میں لگے رہیں جس طرح کہا جائے اس پر عمل کرتے رہیں یہاں تک کہ وقت
 آجائے کہ تمہیں سارے جہان کے لئے ہم ایک نمونہ بنا دیں الی اخرہ۔
 امید ہے جلد ہی اس کفر تک رسائی ہو جائے گی اور یہاں اس کفر تک پہنچ گئے تو حقیقی یوں ہو گئے پھر
 غیر کا وجود ہی نہیں ہوگا اور جو چیز بھی تمہارے اندر ظاہر ہوگی وہ اس کے عالم سے ہوگی اور تم ہی میں ایک
 نشان کے طور پر ہو گے ۔

چون ز جسم و جان بروں آل عالم توے مان من بست اندو السلام
 جب تم جسم و جان، ظاہر و باطن سے کامل طور پر نکل آئے تو پھر تم کہاں ہے بل اللہ ہی اللہ گیا (اسلام)
 بی یس و ولجی بھو و ولجی بھطش و لجا ہمیشی رہیں بندہ کی مشنوائی، جنائی اس کی جان اس کی پلنا
 ہو با تادوں) کا اشارہ اسی طرف ہے وَمَا مَيْتًا دَرَمَيْتًا وَ لَكِنْ مِثْلَهُ دَرَمِي (دورتر جو اپنے پیکار سے
 نے نہیں پھینکا اللہ نے پھینکا) کی رہنمائی بھی اس جانب ہے ۔

باتوہوں رُخ بر آئینہ محقول نہ از رہ اتحسار اور وئے حلول
 (آئینہ دل اگر صاف و شفاف ہے تو تیرے چہرہ کی طرح اس میں وہ نظر آئے گا حلول و اتحسار کی طرح نہیں لکھتے)
 اور احوال معالیٰ میں سے جو چیز طلب پیدا کرے اور تمہارے باطن کو بھروسے تو سب کو گھونٹ جاؤ اور
 جوش میں نہ آؤ اور اس کی محبت کے مقام سے حل من مزیں اور لے اور لے کا نعرہ لگاؤ۔ امام شہابی

کایہ کبنا یَا دَبِیْلَ الْمُتَجَوِّزِیْنَ زَوْجِیْ تَعَدُّوْا (مہے تمیز ہونے والوں کے چرانغ ماہ میری ہیرت اور ٹھکانے کی بات
کا تقاضہ ہی تو ہے۔ س

گر تو صد دریا اور آسٹھائی بزدل ہو گویا داخل چوں دریا مغور
(اگر تو سو دریا اپنی طاقت سے گھونٹ جائے تو بھی پہاڑ کی بلوں ساکن رہے گی اور طوفان فوراً
اور چھٹکھارے کہ جیسا پختہ اندر فوراً کرتا ہوں تو خود کو کامل طور پر ختم پاتا ہوں، دو گانہ ٹھکانا اور کیجئے
اسے گردش کہتے ہیں اس کے بعد روشنی منلیت فرمائی جائے گی اور اس کے بعد کشتی کی دولت حاصل
ہوگی کہ جہاں شہر محل شانہ کی کشتیوں میں سے فاس کشتی ہے یعنی جہاں بہت سے جہاز ہوتی ہیں اور
مسلب اشکالیں اپنا جمال جہاں آرا دکھلائے گا اس منزل میں سیر طہر سے بل ہائی ہے اپنے حال کے
مطلوبہ شعر سنو۔ س

در جہان معرفت باطل سفیدی از خود و انانی و آن فانی شدی
(معرفت کی دنیا میں تم ایل ہو گئے اپنے آپ سے اور سب سے ناسخ ہو گئے)
لے بھائی! اقرار و تصدیق تو تمہاری اپنی صفت ہے جہاں باقی رہی وصف ہی
باقی رہے گا اور یہ کثرت ہوگی وحدہ لا شریک لہ کیجئے ہوگا۔ س
مصرعہ "غنا بود دو بادشاہان در ولایتے۔ ایک ملک کے اندر دو بادشاہ ہوں تو بدنامی ہوگی
إِنَّمَا أَنَا وَامْرَأَتَا (یا میں یا تو) س

اے صدف جی جہاں جو ہر ازلہ جام جاں لہ بہرہ سب حاصل لا
تا بجاروب لا نہ رو بی راہ نہرسی دیکھ لے الا اطلہ
دلہ وہ شیب تو ازلہ کا مقلی و حوڑا تھا ہے تو اپنے جان کے پیانے کو لاکے ساحل پر رکھ دے
جب تک لاکے بھاڑو سے راہ نہیں بھارتا الا اللہ کے خیمہ تک نہیں پہنچ سکتا) اور خواجہ جلال
جان پر اللہ کی رحمت ہو جو۔ فرمایا ہے۔ س

ایچ ہنستمی ندانم یا نسیم چوں ہمہ ہم اوست آخ من کنم
(میں کچھ ہوں یا نہیں ہوں میں نہیں جانتا جب سب کچھ وہی ہے آخر میں کون ہوں؟) یہ سب کے
نے مشکل رہے کیا کیا جائے یہ ایک مسمیہ ہے۔ س
سریستہ دل زلف تو سربسبہ نگارا لیکن چو تو اں کر دو کہ با مانکشائی

دوسرے محبوب آپ کی زلف میں ایک ایسا ناز ہے کہ جو لپکتا ہے کیا کیا جلتے کتابتہ ملازمہ پر نہیں کہتے (چنانچہ کچھ اہل تصوف فرماتے ہیں کہ توحید کو جو کھول کر بیان کر سانس کا قتل کرنا دوسروں کے زندہ رکھنے سے بھی بہتر ہے۔ کیونکہ ربوبیت کے راز کو ظاہر کرنا کفر ہے اس لئے کہ یہ راز ان ظاہر ہو جاتے تو نبوت باطل نظر آنے لگے احکام نبوت کا ظاہر بننا ایمان کی قوت، شریعت کا قیام اس راز کے پنہاں رہنے میں ہے دین کا نظام اور اصلاح و تدبیر اس طرح ہوتی رہ سکتی ہے۔ وَاللَّهِ غَالِبٌ عَلَىٰ أَسْرِهِ "عالم" یعنی علوم حقیقہ میں علم ظاہر جیسا اہل ظاہر کے سامنے بیان کیا جاسکتا ہے۔ علم باطن جسے اہل باطن کے سوا اور کسی کے سامنے نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اور میرا علم وہ ہے جو اس علم کے ماہل کرنے والے ادا اللہ کے درمیان راز ہے اور وہی حقیقت ایمان ہے۔ اس علم کا اہل ظاہر اور اہل باطن دونوں کے سامنے نہیں کہا جانا چاہیے۔

لے بجائی! تحریر و بیان میں تو وہی علم آسکتا ہے جہاں علم و عقل کی گنجائش ہے اور جہاں علم و عقل ہی دامانِ مجلس ہوں وہاں اس کا کیا ذکر۔ جیسا کہ کہاہے۔

ایں جنہیں کا سے کہ در پیش آمدت علم مغلس، عقل و در پیش آمدت

(یہ علم جس کے مال اللہ کے مارتین ہیں اس کام سے علم مغلس، یعنی عقل ہی دامانِ نادر ہے)

جتنا کچھ لکھا جاسکتا ہے اس کا نشان ان اشعار سے سوزنا شاید کسی دن اس مقام تک پہنچی رسائی

ہو جاتے انشاء اللہ۔

عشق برترز عقل داز جانش لی مع اللہ وقت مردان ست

کفر و دین عقل نامتسا بود عشق با کفر دین کدام بود

عشق را امروز و فردا کے بود کفر و دین میں جاوا آنجا کے بود

(عشق، عقل و جان سے بالاتر ہے لی مع اللہ وقت لایعنی مطلق مقرب مردان عقل کے خاص

اوقات ہیں۔ کفر و دین کے سمجھنے میں جب عقل ناقص ہے۔ عشق تو کفر و دین سے بہت آگے ہے۔

عشق میں آج اور کل کہاں ہوتا ہے کفر و دین میں یہاں اور وہاں کا سوال کہاں ہوتا ہے۔)

یہاں پر دل میں کچھ دوسرا آسکتا ہے۔ اسے بجائی! تم جانتے ہو کہ ذمہ داریاں عقل کے دائرہ و حدود

میں ہوتی ہیں اگر آدمی عقل کی حدود میں ہے تو ذمہ داریاں ہیں اور نہیں ہے تو شرع کی پابندی نہیں ہے عشق

کے طور پر عقل کے طور و طریقہ سے بالاتر ہوتے ہیں اسی کو کہاہے۔

عاطلاں را شرع تکلیف آمدہ ست بیدلان را عشق تشریف آمدہ ست

اعقل والوں کے لئے شیعہ کی پابندیاں ہیں دیوانوں کے لئے عشق کا شرف آیا ہے۔
 افسوس جنوں الہی (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) جو مسداریاں عقل والوں پر ہیں وہ دیوانوں پر نہیں ہوتی
 ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہرچہ از دیوانہ آید در وجود عفو فرمایند از دیوانہ زرد
 دیوانہ سے جو بات سرزد ہو جاتی ہے وہ اس کی دیوانگی کی بنا پر اسی وقت معاف ہو جاتی ہے)
 تو تو ای ہر و کیں از انا آمد تو تو ای کفر دین از انا آمد
 ایں ہمسہ ز گہا سے پذیرنگ خم و مدت کند ہر کرنگ
 دوستی و دشمنی تمہاری توئی کی پیداوار ہے، کفر و دین بھی تمہاری توئی کی بنا پر ہے۔
 یہ تہم رنگارنگی اپنی رنگینوں سے جو بھری ہوئی ہے توحید کی خراب سب کو بکرینگ کر دیتی ہے)
 اتنا بھر جو نکھا گیا وہ اسی قسم کو ظاہر کیا گیا ہے جب اس جماعت صوفیہ کے کلمات اور ان
 کے اشعار مطالعہ کریں گے تو اس حقیقت کو سمجھ سکیں گے اور ترقی کریں گے یہاں تک کہ وہ وقت آجائے
 گا کہ اس اصل تک پہنچ جائیں گے کہ جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ علم و عقل سے آگے اور کوئی معاملہ ہی نہیں
 ہے جب آدمی اس منزل پر پہنچ جاتا ہے تو سب کچھ جان لیتا ہے اور دیکھ لیتا ہے جیسا کہ اس کی حقیقت
 ہے۔

عشق با سر بریدہ گوید باز زانکہ ماند کہ سر بود فمناز
 (عشق ان لوگوں سے اپنا راز کہتا ہے جن کے سر جدا ہوتے ہیں اس لئے کہ سر کے ہوتے آٹکھ اشارہ اشارہ
 میں باز کہہ دیتی ہے۔)



والسلام
 شرف مینری

مکتوب ۹۲

عاجزی انکساری اور دستوں سے موافقت میں
 بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ مغربی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام

شرف میری جو اپنی نظاؤں سے شرمندہ اور اپنے تصوروں سے مجمل ہے اور جب تک زندہ ہے
 اسی کی حسرت و ندامت میں رہے گا۔ سلام و تحیت و فوراً شتیاق کے ساتھ پیش کرتا ہے۔
 چنانچہ دردم ماضی کہ جاں درم جسم خون درگ فراموشم نہ وقتے کو دگر وقت یاد آئی
 (آپ میرے دل میں ایسے رہتے ہیں جیسے جسم میں جان اور رگوں میں خون ہوتا ہے۔ ایسا کوئی وقت ہی نہیں
 ہوتا کہ میں آپ کو بھولوں جو دوسرے وقت یاد آئیں۔)

عرض ہے ملک حسام الدین کئی بار آئے تھے آپ برادر کا سلام پہنچاتے رہے اسے میں نے اپنے
 لئے دولت ابدی اور سعادت سرمدی تصور کیا الحمد للہ علی ذالک۔ جب وہ واپس گئے تو ان کی معرفت ایک
 مکتوب میں نے آپ برادر کی خدمت میں بھیجا ہے انشاء اللہ مل گیا ہوگا۔ چونکہ آپ مقام بستار میں رہتے
 ہیں اور وہ مقام ایک گوشہ میں واقع ہے ہر شخص کی وہاں تک گذر نہیں ہے اور ہر شخص اس برادر تک نہیں پہنچ
 سکتا اس بنا پر خطوط اور تحفے نہیں بھیجے جاتے ورنہ متواتر بھیجتے رہتے۔ یہ چند دن کی زنگ جو باقی ہے اپنے
 دل توجہ اس بے اقبال کی طرف اور اپنی ہمت خاص اس فقیر کے کام میں فرمائیں تاکہ حق سبحانہ تعالیٰ اس کو
 سے باہر نکالے کیا کروں مجبور ہوں پاؤں میں بیڑیاں ہیں شریعت اجازت نہیں دیتی دگر ناس وقت اس
 حال میں وہاں آجاتا اور اس مسجد کے در پر جہاں آپ برادر قیام پذیر ہیں مجاوری کرتا اور اپنا غم دکھاتا۔
 گردست رسد ہزار جانم در پائے مبارکت نشانم

(اگر مجھے ہزار جان لے تو آپ کے قدم مبارک میں تسبیح بان کر دوں) اگر چاس بے اقبال
 نے بہت چاہا کہ ہندوستان سے قدم باہر نکالے اس طرح مسلمانوں کی صحبت اور رویشوں کی خدمت میں
 رہ کر شاید مسلمان ہو جائے لیکن اس نے موقع نہ دیا آخر کار اس بے اقبال کا حال کیا ہوگا خدا ہی جانتا ہے اگر
 تک زار بندی گردن سے دور نہیں ہوئی ہے توحید کا جمال دیکھنے میں نہیں آیا اور اہل کفر و شرک کے دریاں
 بت پرستی میں مگر گزر رہی ہے جس قدر اپنا جائزہ لیتا ہوں ہر سمت سے دیکھتا ہوں سولے بت زنا رکھ
 شرک انفس کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی ہے فریاد فریاد۔ المدد المدد المدد۔

اند میں فتنہ کہ فریاد رسد جاں مرا ترک قتال و فرس تند سکاہ مانہ
 (معتوق یعنی یا جان لیوا گھوڑا تیز رفتار فریب شکار ماجو تمسکا ہوا ایسے فتنہ میں ہماری جان کس کی
 والی دے کس سے مدد مانگے) مَن قَاتَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَاتَ الْكُفْرَ (جس سے بڑھ چڑھا اس سے سب کچھ چھوٹے
 اس بے دولت کے لئے دونوں جہاں کی نصیبت ہے اور مَن كَانَ فِيْ هَذِهِ الدِّيَارِ مِنْ نَهْوِيْ لَانْفَرَا

جو یہاں تا دینار بادہ آخرت میں بھی تا دینا ہی رہے گا) ابھی تک اس بے پایہ کا دامن اس سے نہیں چھوٹا ہے کیا تدبیر کروں۔

بکار دم چہ کتم؟ کراشفیع آرم دے گرفت ز دستم چہ گونہ باز آرم
 (کہاں جاؤں، کیا کروں، کس کو شفیع لادوں۔ وہ دل جرات سے جا چکا ہے اُسے کیسے واپس لادوں۔)
 میرا حال تو مجب ہے، کوئی شیخ کہتا ہے کوئی اگر مُرید ہوتا ہے کوئی ملک اشلخ لکھتا ہے کوئی قطب
 الاقطاب کہتا ہے اور اس عالی جناب کا یعنی اپنا حال یہ ہے کہ ابھی تک گردن سے نفس کی زنا ردا ری نہیں
 اتری ہے اپنی کیا فطرت تھی ہے۔ اس کی جان پر رحمت جس نے کہا ہے۔

صوفی دسیہ پوش سُشدی شیخ چلدار ایں جملہ سُشدی دے مسلمان نشدی
 (صوفی ہونے، سیاہ پوش ہونے، شیخ چلدا ہونے یہ سب ہوتے لیکن مسلمان نہ ہوتے۔)
 اے بھائی! اس خاکسار بے دولت کا حال تحریر و بیان سے باہر ہے۔ ایک شعر اعتباری حقیقت
 سے میرے حال کے بالکل موافق ہے۔

نمیدانم کرامت بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہند نہ من سلم نہ من مرتد نہ بدکارم
 (میں نہیں جانتا میں کیا ہوں اپنی سیرت تو بس یہ ہے کہ میں نہ بند ہوں نہ مسلمان نہ مرتد ہوں نہ بدکار۔)
 اس حال میں دوستوں کی طرف دوڑنے اور محتاجانِ خاص کے در پر پڑے رہنے اور ان سے امداد طلب کرنے
 کے سوا اور دوسری کیا تدبیر ہے؟ اپنی نعمت و دولت کی زکوٰۃ سے اس مغلس دے نوا پر عنایتِ خاص فرمائیں
 اور وہ وقت کَلَفِجِ اَلْمَلِیْہِ، وَقْتِ کِی عبارت سے آراستہ ہے اس میں اس بے دولت کے لئے اس رب العزت
 کی بارگاہ سے طلب کریں اور لے کر آئیں۔ مصرع: رستم از دست گزگیری دستم: (میں ہاتھ لگا کر میری دستگیری
 نہ کی گئی)

در باب دگر تو درسیابی تا چیز شوم درین خسرانی
 (میری خبر لیجئے اُمیری خبر نہ لی گئی تو اس تباہی و بربادی میں میں تباہ ہو جاؤں گا۔)
 ہمیشہ اور ہر وقت جبکہ یہ دنیا قائم ہے گے پڑے دوستوں کو دوستوں اور یاروں نے ہی سہارا دیا ہے
 اسی کی دستگیری کی ہے۔ مصرع: یار کار افتادہ ریا ریاں ہم از یاراں رسد: (ناکارہ گے پڑے دوستوں کو
 ہمیشہ دوستوں ہی نے سہارا دیا ہے) اس بے پایہ نصیبیت جو غلطائیں غلطیاں وجود میں آئیں ہیں وہ سب تو ظاہر
 معلوم ہیں۔ لیکن غصہ و درگزر فرمانے والے کی نظر اس پر نہیں ہوتی اس کی نگاہ تو اپنے گرم نوازش و قربت

کو دیکھتی ہے جمادِ بار میں ہوتا ہے اس سے ہم دم بننا ہوتی ہے لیکن قبول فرمانے والے کی جانب سے دنیا کا فائدہ ہوتا ہے بے دولتوں سے قصور ہوتا ہے دولت والے عزت سے نوازتے ہیں۔

در رست خود میں دمیں درگنہ ما پائر ز گنہ از سر تا ناخن پایم

(اپنی رست کو دیکھئے ہمارے گناہوں پر نظر نہ کیجئے۔ میں نوسے پاؤں کے ناخن کنگناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں)

والسلام (فائدہ شریف)

نوٹ: اے سبحان اللہ! زہے مجھ کو انکسار و انبوہ دولت نے من رست مخدوم جہاں اور زہے مقام حضرت شیخ مغربا رحمہ اللہ قدس اللہ سرہ ہم۔ طفیل ہو واپس پیراں امید آرو دارم بر آئینہ نگاہ قدسی آیتہ لا تقطوا دایم مخدوم جہاں نے حضرت مولانا کو مکتوب ۱۳۱ میں لکھا ہے۔ آئی فیق رست جس قدر اپنے اندر زیادہ دیکھے اسی قدر مغربی، کترینی، نیاز مندی، ماکساری پیش کرے۔ خاک پائے قسیم معلیٰ

جامع مکتوبات سے جب مکتوبات کی تدوین کی ہوگی اس وقت حضرت شیخ مغربی کا احوال ہو چکا ہوگا۔ اس لئے رحمت اللہ علیہ کا اضافہ کر دیا ہوگا۔ ورنہ رحمت اللہ علیہ لکھنے کے کیا معنی؟



مکتوب ۹۵

عدل و انصاف اور مظلوم کی طرف امداد کی نظر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ فائدہ اس خط سے منقول ہیں جو خواجہ عابد ظفر آبادی کے اتھاس پر سلطان الشرق

نیرد شاہ تعلق کو لکھا گیا تھا جب کہ ان کا کچھ مال ظلم سے تلف ہو گیا تھا۔

حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم حضور رسالت پناہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہ منظر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں بیٹھے تھے کہ ایک

آدی آیا اس نے دروازہ کھٹکھٹایا پینچا برسی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا باہر جا کر دیکھو کون ہے میں

باہر گیا ایک نہرانی کو دیکھا کھڑا ہے اس نے پوچھا مستعد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں؟ میں نے کہا ہاں!

پھر وہ اندر چلا آیا اور کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہتے ہیں کہ میں خدا کا رسول ہوں! فدائے مجھے لوگوں

کے پاس بھیجا ہے تاکہ میں انہیں اسلام کی دعوت دوں! اگر آپ پتے رسول ہیں تو کسی طاقتور کو کفر میں

پر ظلم کرنے کے لئے آنا دہ چھوڑیئے۔ حضور پینا مبر علی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تمہارے ساتھ کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا ابو جہل نے میرا مال لے لیا ہے۔ حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اٹھے وہ آرام کرنے کا وقت تھا۔ سخت گرمی تھی حضور اسی حال میں روانہ ہوئے تاکہ اس مظلوم کی مدد فرمائیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وقت دوپہر کا ہے۔ سونے کا وقت ہے۔ گرمی بھی شدید ہے۔ شاید ابو جہل سو رہا ہوگا اور بہت غضبناک ہو جائے گا۔ حضور نہیں بڑھے اسی وقت کے حال میں روانہ ہو گئے۔ ابو جہل کے دروازہ کو پیٹا۔ ایسا کہ ابو جہل غضبناک ہو گیا اور لات و عزلی تو اس کے بڑے بت تھے۔ اُس کی قسم کھائی کہ جس نے دروازہ پیٹا ہے اسے قتل کر دوں گا۔ جب وہ باہر آیا دیکھا حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم در پر کھڑے ہیں۔ اس نے کہا اندر آجائیے۔ میرے پاس کسی کو کیوں نہیں بھیجا۔ حضور نے وقت میں فرمایا تم نے اس نعرانی کا مال کیوں لے لیا ہے اس کا مال واپس کرو۔ اس نے کہا کیا اسی کام کے لئے آپ آگئے کسی صحابی کو کیوں نہیں بھیجا کہ اس کا مال میں لے لو اور اتنا حضور نے فرمایا بات زیادہ نہ بناؤ۔ اس کا مال فوراً واپس کرو۔ پھر ابو جہل نے اس کا سارا مال نکال کر اس نعرانی کے حوالہ کر دیا۔ حضور نے پوچھا اے نعرانی! تیرا سب مال تجھے مل گیا۔ اس نے کہا ایک بوری یا بوری سینے کا سوا نہیں ہے حضور نے کہا اس کی بوری ما سے لہا دو۔ اس نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ جاییے میں اسے پہنچا دوں گا۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز میں نہیں جاؤں گا جب تک اسے واپس نہیں کر دے گا۔ ابو جہل گھر کا اندر گیا۔ وہ بوری نہیں ملی اس سے ابھی بوری لے آیا۔ کہا وہ تو نہیں ملی۔ لیکن اس سے یہ ابھی ہے جو اس کے گھونٹ میں دے رہا ہوں۔ حضور نے دریافت فرمایا اے نعرانی! یہ اچھی ہے یا وہ اچھی تھی؟ اس نے کہا یہ اچھی ہے۔ حضور نے فرمایا اگر تم کہتے وہ اچھی تھی تو ہرگز میں نہیں لوں گا جب تک اس کی قیمت نہ دلوں ایتنا۔

اور ایک دوسری روایت آئی ہے کہ فرمایا پینا مبر علی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی مظلوم کی مدد کرے خداوند تعالیٰ قیامت کے دن پل صراط سے گزرنے میں اس کی مدد فرماتا ہے اور اسے بہشت میں داخل فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مظلوم کو دیکھے اور وہ مظلوم اس سے مدد طلب کرے اور وہ شخص اس کی مدد نہ کرے تو سو کوڑے آگ کے لئے قبر میں نگائے جائیں گے۔

اور ایک دوسری روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ پینا مبر علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مظلوم کی مدد کرے تو بہتر مغفرت اس کے لئے نکلی جائے گی۔ اس میں سے ایک مغفرت

ایسی ہوگی کہ جس کے ذریعہ دنیا کے کام اس کے بن جائیں گے اور بہتر ایسے ہوں گے جو رین اور مقبلی میں اس کے کام آئیں گے۔

ایک اور دوسری روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ شہر کے باہر ایک قافلہ آکر ٹھہرا ہوا تھا حضرت عمر خطابؓ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا آؤ چلیں شہر کے باہر قافلہ آکر ٹھہرا ہوا ہے اسکی پیروی کریں کہیں ایسا بہرہ یہ لوگ نکلنے سے چور ہو کر سو رہیں۔ اور کوئی ان لوگوں کے سامان سے کچھ غائب کر دے۔ دونوں حضرات گئے۔ اور رات بھر سپرہ دیتے رہے۔ حق سبحانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ کی صفت سے اس درجہ آراستہ فرمایا ہے کہ تمام مسلمانوں پر وہ رحم فرمانے والے اور ان کا غم کھانے والے ہو گئے ہیں۔

الحمد للہ! آج آپ کی ذات معظمہ و مکرمہ ظلموں اور عاجزوں کی پناہ ہے۔ اور عدل و انصاف آپ کے دربار سے عالم میں جاری و ساری ہے آپ کو وہ سعادت حاصل ہے جس کی خوشخبری حضرت نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ ایک ساعت کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے اعلیٰ و افضل ہے۔

عاقبت بخیر ہو۔



وَالسَّلَامُ
عَلَيْكُمْ شَرِيفِ مِيزِي

مکتوب ۹۶

کمال تواضع اور سابق نوازشات میں

داؤد ملک داماد سلطان محمد غلق کے نام ان کے خط کے جواب میں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

شرف میزیری جو سنگ بارگاہ علماء ہے سلام تحیت ہزاروں ہزار نعلت دشمنی اور ہزاروں ہزار معذرت دسر انگسندگی کے ساتھ صدر کی جناب میں پیش کرتا ہے۔ عرض ہے کہ خاگسار سنگ رو یاہ کون ہوتا ہے کہ جناب صدر اس درجہ تواضع (عاجزی) کے ساتھ خط میں اس کا تذکرہ کریں لیکن اس پر اس حکایت کے مانند ہے جو لوگوں نے شک سے کہا تجھ میں ایک عیب ہے اس نے پوچھا

وہ عیب کیا ہے؟ کہا تو اپنی خوشبو ہر شخص کو پہنچاتا ہے۔ اہل اور نااہل کی تمیز نہیں کرتا مشک نے کہا۔ میں یہ نہیں دیکھتا کہ یہ شخص کون ہے اور کس رتبہ کا ہے بلکہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ ورنہ یہ اہل و عیال و خاندان کون ہوتا ہے کہ جناب مدد اس کو ملک اشاعت قطب القاب کے قیام پر یاد کرنا خود کو ایک معتقد کی حیثیت سے پیش کریں۔ افسوس ہمدانوس! اس بے اقبال کو معاملہ تو یہ ہے کہ شقاوت وادارہ خاکساری بت پرستی و زنا رداہی کی معنت سے آگے نہیں بڑھا ہے۔ اور لوگوں کو اس بے اقبال کے متعلق اور اس مخلوق کی منافعی سے دوسرا ہی گمان ہوتا ہے۔

حکایت ہے کہ ایک بزرگ ایک شخص کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوئے۔ نماز کے بعد کسی کی زبان سے یہ سنا کہ شخص اس شہر میں نیک نام تھا۔ ان بزرگوں نے کہا اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں ہرگز نماز جنازہ نہیں پڑھتا۔ لوگوں نے پوچھا ایسا کیوں؟ انہوں نے کہا جب تک آدمی منافق نہیں ہوتا نیک نام نہیں ہوتا ہے۔ اور جناب کے القاب و آداب لکھنے کی وجہ میری شہرت ہے تو شیطان عالم میں اس بے اقبال سے کہیں زیادہ مشہور ہے۔

۱۔ مسد بز زگوار! اسلام و دین نہیں ہے کہ جو ہر گندے اور ناشائستہ رو کو بنا جاہل و کھلائے لا یمس الا المظہمون (اے طیب و ظاہر لوگوں کے سوا کوئی ہاتھ نہ لگائے) ایک عالم کے لئے اپنے در پر لکھ کر لگا دیا ہے وَمَا يُوعِظُ اِلَّا شُرُهْمَ بِاللہِ مَا اَلَا دھَمُّ شُرُهْمَ ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان بھی نہیں رکھے ان کی حالت شرکوں کی ہے) اور ایک جہان کو اپنی توحید کی بارگاہ سے نکال دیا ہے دین کا کام آنا آسان نہیں ہے جتنا کہ لوگوں نے سمجھ لیا ہے اور شکل بنا لی ہے۔ جو لوگ دین کی پناہ میں آگئے ہیں اور ہر چیز کو جیسی کہ اس کی حقیقت ہے دیکھ چکے ہیں اور کاموں کی حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں وہ التجا کرتے ہیں اَللہُمَّ اَجْعَلْنَا عَدَمًا و جود لہ (اے اللہ میرے ایسا عدم دیکھئے جس کے لئے وجود ہی نہ ہو) بعض نے تو یہاں تک کیا کہ زنا رداہی ہے۔ جبکہ وہ میں جا بیٹھے ہیں۔ چنانچہ علم و عقل کو کنارہ کر کے وہ سب یہ کہتے ہیں۔

او علم نمی شنید لب بر بستم او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

(یہاں علمی گفتگو نہیں سنی جاتی اس لئے سب بند کر دیتے ہیں۔ یہاں عقل کی باتیں قبول

نہیں ہوتیں اس لئے دیوانہ ہو گیا ہوں)۔ اور وہ جو کہتا ہے "با خدا دیوانہ باش و با شریعت ہوشیار"

کارا نہر ہی ہے۔ اور اگر آج کوئی رسم و عادت سہی کو اپنا اسلام کہتا ہے تو یہ اور بات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے

جو کہا گیا ہے۔ س۔ "فردات کسند خمار کا مشب سستی (کل موت کے دن نذر لے گا آج کی رات ہی کرو) اور موت کے در پر نکشفنا عنک غطاءک (جب تیری آنکھوں سے پردہ ہٹے گا) کا شاہد ہو گا تو معلوم ہو گا گا کہ سر پر دستار تھی یا گردن میں زنا۔ اپنے پاس اخلاص تھا یا انفاق۔ ہم عبادت خا میں تھے یا بستکد میں تھے۔ اسی کو کہا ہے۔

سَوْتٌ تَرَى إِذَا الْجَلَى الْغُبَارُ اُتْحَتَكَ نَسْرًا أَمْ حِمَارًا

(کل جب غبار چھٹ جائے گا تو صاف نظر آجائے گا کہ تہا سے بان کہنے کے گھوڑا ہے یا گدھا)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف مینری



مکتوب ۹

مطلوب کی طلب کا سن و دولت کے حاملوں سے
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بنام مولانا قسیام الدین۔

در کعبہ نمی و حسد گربار در بستکدہ یا ہر منہم باش

(اگر کعبہ میں برائی نہیں ملتی تو بت مانا ہی میں بت کے پاس رہو)

اے بھائی! عابد ہونا زاہد ہونا دوسری چیز ہے اور درویشی و فقیری کچھ اور ہی ہے۔

اذا تم الفقیر فہو اللہ (جہاں فقر کمل ہوا بس اللہ ہے) زاہدوں اور عابدوں کے گویا گھومتے

رہتے ہو۔ سونا صرف یعنی ہا جنوں کی دکان سے خریدا جاتا ہے بننے اور سبزی فروشوں کی دکان سے نہیں۔

اسی کو کہا ہے۔ س۔

آپھی جونی تو زنجبائی مجوی گوہر دریا ز صحرائی مجوی

گرد ہر شہر ہرزہ چوں گردی دل دریاں رہ طلب کہ گم کردی

(تم نہیں چیز کو تلاش کر رہے ہو اسے ان ملکوں میں نہ ڈھونڈو۔ دریا لاتی جنگل میں نہ تلاش کرو۔

(سب سے شہر میں بے فائدہ چکر لگائے گا ہے ہو، طہاسی دست میں تلاش کرو جہاں کھریا ہے)
 آپ برادر عزیز میں طرف گئے تھے یقیناً وہاں کے لوگوں کے پاس جو سرمایہ ہو گا ان میں سے کسی نے
 وہی پیش کیا ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کیا دے سکتے ہیں۔ معلوم نہیں برادر عزیز اس مال و متاع اور سرمایہ کے
 لئے گئے تھے یا حق کی طلب میں۔ اگر اسی متاع و سرمایہ کے لئے گئے تھے تو وہ آپ نے پایا اور مقصود دل گیا۔
 خوش و خرم شاطن و فرماں رہیں۔ سخی رہے، سُریدی رہے، فائقہ و معافیت خانہ رہے، دعوت رہے اور
 روزانہ کا امینان میسر رہے اور اگر حق سبحانہ تعالیٰ کی طلب میں گئے تھے تو سمجھ لیجئے کہ حق تعالیٰ کے طالب کے
 لئے یہ ساری پونجی اور سرمایہ بت و زنا میں۔ بر بنائے مال۔ آخر سب اِبْتَغَالُ بِالْعُلُومِ الشَّرِيعَةِ
 وَجِلَاوَةِ الْقِسَابِ اَمْوَالُهَا حَسَنَةٌ وَفَكْرٌ شَانِ طَالِبِ شَانِ اِحْسَاً (شرعی علوم میں مشغول ہونا اور قرآن
 کی تلاوت کرنا اچھے کام ہیں لیکن طلب حق کی شان ہی کچھ اور ہے)

چنانچہ اس نظر میں اسی طرف اشارہ ہے۔

ای دریاغار و بہی شد شیر تو تشنہ می میری دور یا زیر تو

تشنہ از دور یا بسدائی می کنی بر سر گنجے گدائی می کنی

گر کب نہ خویش رہیابی تمام قد سیاں را فرغ خود بینی تمام

دافوس تو شیر ہو کر و طری بنا ہوا ہے تو پیا سا مر رہا ہے اور دریا تیرے قدموں کے پیچھے ہے۔

تو پیا سا ہے اور دریا سے طلبگی اختیار کر رہا ہے۔ خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور بھیک مانگ رہا ہے۔

اگر تجھے تیری پانی کہہ اور حقیقت معلوم ہو جائے تو فرشتے تجھے تیرے رخت کی ٹہنیاں معلوم ہوں)

سبحان اللہ! اگر حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب کو یافت یعنی پانے کی خوشی نہیں ہوتی تو ایانت

کی رنج و مصیبت تو ہوتی ہے۔ اور ایک روز کے نایانت کی رنج و مصیبت سے ناپہرہ دل و عابدوں

کے ستراسی سال کی عبادت خریدی جاسکتی ہے۔ خواہ عطار کی جان پر رحمت ہو جو۔ انہوں نے کہا ہر

کفر کافر اور دین دیندار را ذرہ دردت دل عطرا را

(کفر کافروں کو دیکھئے دین دینداروں کو۔ اور اپنے درد کا ایک ذرہ عطار کے دل کو دیکھئے)

اسے بھائی! آج درویش فقیر سرخ گندھک کی طرح ہیں۔ سنے تو جاتے ہیں لیکن دیکھنے

میں نہیں آتے۔ اور زاہدوں و عابدوں سے یہ کام ہونے کا نہیں۔ اور اہل ظاہر و اہل رسم و عادت جو بت

پرست یعنی نفس پرست ہوتے ہیں ان سے کوئی مقصود کو نہیں پاسکتا۔

در عشق آمد دواى مسردى حل نشد بی عشق هرگز مشکل
 (عشق کا درد ہر دل کی دوا بن کر آیا ہے بغیر عشق کے کون مشکل کبھی حل نہیں ہوئی۔)
 گرتا در دست پسیر آید پدید قفل دردت را کنید آید پدید
 (اگر تجھے درد ہے تو پیر خود مل جائیں گے۔ تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل جائے گی۔)
 جب تک درویش فقیر کی تلاش کرتے رہو گے عمر جو کام کا سرمایہ ہے گزر جائے گی اور حسرت و تدامت
 کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

ای دریغا جان و تن در انستم قیمت جاں ذرہ نشناستم
 تشنہ می میریم در طوفان صحرایم و آنکہ آینه از چشمہ حیوان صحرایم
 (افسوس ہم وہ جان و تن سب گنوا دیا جان کی قدر ذرہ برابر نہیں کی سب کے سب طوفان میں ہیں اور پیاسے
 مر رہے ہیں حال یہ ہے کہ اس طوفان کا پانی آب حیات کے چشمہ صحرایم۔)

پھر کیا کر لہے جہاں تک ممکن ہو کام میں لگے رہو۔ ابھی وقت باقی ہے۔ اس بے دوستی کے جواب کو
 جسے نفس کہتے ہیں، ہستی و خودی کہتے ہیں، سامنے سے ہٹا دو۔ اور اس کے ہٹانے میں جو چیز بھی عامل ہو
 اس کا ہٹانا حال کے حکم کے تحت تم پر فرض میں ہے۔ خواہ سجد ہو خواہ بت خانہ، خواہ دستار ہو یا زنا۔
 اور وہ مثل یہی ہے ان فی الخمر معلى لایس فی العنب (شراب میں جوتی ہے وہ انگور میں نہیں)

در بست کدہ گزنیال معشوقہ باست رفتن بطواف کعبہ از عقل قطعات
 گر کعبہ از دبوئے مدار کنش است ابوت وصال باو کنش کعبہ باست
 (بت خانہ میں اگر میرے معشوق کا خیال رہتا ہے تو عقل کی رو سے کعبہ کے طواف کے لئے بنا، عقل ہے۔
 اگر کعبہ محبوب کی خوشبو سے غالب ہے تو وہ آتشکدہ ہے اور کنش میں اگر محبوب کے وصال کی بولتی ہو تو وہی بستر کعبہ ہے)
 اور ایک عزیز نے کہا ہے۔ قطعاً۔

در پردہ ہستی اربمانی از دوست ہمیشہ در محاسبی
 ورتوز خودی کنی تبسرا بیخود شوی دبد و شتابی
 (اگر اپنی ہستی کے پردہ میں رہتا ہے تو محبوب سے ہمیشہ تو محاسب میں ہے۔ اگر تو نے اپنی خودی
 سے نفرت اختیار کی تو تو اپنی ہستی سے نکل آئے گا اور محبوب سے باہلے گا۔)

اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آپ نے تو گم کردہ اسی کٹر کردہ اسی ہست اندر تو خود را پر وہی
 (تو نے جو کچھ کھو دیا ہے یہ خود تیری بجز وہی سے ہوا ہے۔ وہ تو تیرے اندر تو اپنی خودی کے مجاہدین ہے۔)
 اور اس معرعہ کو دیکھو جو کسی نے کہا ہے۔ "دوست در خانہ و ماگر در جہاں می گردم"

(مشتوق گھوٹا ہے اور ہم سارے جہاں میں تلاش کئے ہیں)

کیا بس یہی آب و خاک ہے اس مٹی اور پانی کو کیا دیکھتے ہو اس کو دیکھو جو اس مٹی اور پانی میں ہے
 اور وہ حقیقت کائنات کا خلاصہ ہے اسے دیکھو۔ پاک اور مطہر فرشتوں سے بھرا ہوا ایک جہاں مٹی کو کیسے
 سمجھ کر تا۔ اور یہ مٹی و پانی خلیفہ کیسے ہو جاتے ہیں خواجہ عطار رحمت اللہ علیہ کے سنو۔

تا نسباید جان آدم آشکارہ زندانستند سوئی کردار

رہ پدید آید جو آدم شد پدید زو کسید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی روح ظہور میں نہ آئی حق سبحانہ تعالیٰ کی سمت کسی نے راہ نہیں پائی۔)

جب حضرت آدم پیدا ہوئے تو راہ بھی کھل گئی۔ انہیں کی ذات سے دونوں عالم کی کئی آئی۔)

مجھ سے جو بھلا وہ میں نے لکھ دیا لیکن وللسناس فیما لعشوق من ذہاب (لوگ جس کو چاہتے
 ہیں اس مذہب کو اختیار کرتے ہیں) یہ مشہور ہے۔ پتہ نہیں براہ عزیز کا مقصود کیا ہے؟ ہوشیار
 رہو۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جو تمہارا مقصود ہے وہی تمہارا معبود ہے اگر تم ہزار بار زبان سے لا الہ الا اللہ
 کہتے رہو اس سے کیا فائدہ۔

گر ہم عالم ثواب تو بود تا قومی باشی عذاب تو بود

(اگر سب عالم ثواب تجھے مل جائے اور تو اپنی خودی کے ساتھ ہر تو تیرے لئے عذاب ہی عذاب ہے۔)

اب مطلب کی طرف آتا ہوں۔ یہ عجیب پارہ ایسا بیت پرست اور نفس کا گرفتار ہے کہ
 خیر الدنیا والآخرہ بنا ہوا ہے۔ سوائے اللہ والوں کے دنیا و آخرت میں کوئی معین و مددگار نہیں جہاں
 دل سے اس کا بندہ اور غلام ہوں۔ ان اولیاء اللہ کے سوا اور تمام دوسروں کو سلام علیکم وعلیکم السلام
 کے ساتھ معذرت ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

منم وبادیہ حیرت وگرا ہی پسند تو عنان باز کشائی خواجہ کہ نہراہ نہ

دیں ہوں میری ساری گمراہیاں میں باور داؤنی حیرت ہے۔ اسے بنا بنا والا اپنے گھوڑے کی نگام کھینچ لیں کہ

و السلام

آپ میرے ہمراہی نہیں ہیں۔)



مکتوب ۹۸

محبوب کی بلاؤں پر عاشرق کی برداشت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا بایزید کے نام :-

ای آشنای کوی محبت مبرباش بیدا دنیگوں ہمہ برآشنارود

(اے محبت کی گلی کے آشنا! صابر رہو حسینوں کے جو دوستم عاشقوں پر ہوتے ہیں)

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ

اے بھائی! عاشقوں کے سربراہ کو جب دار پر پہنچایا گیا تو امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے

مناجات کی۔ کہا خداوند! تو اپنے عاشقوں کو کس لئے قتل کرتا ہے؟ جواب ملا: تاکہ دیت خون کا

بدلہ پائیں۔ پوچھا۔ آپ کی جانب سے خون بہا کیا ہے۔ جواب ملا: میرا جمال اور میرا دیدار ہے۔ منقلہ

فانادیتہ۔ اسی کو کہا ہے۔

بروردگہ اوزکشۂ عشق قصہ چکنم دو صد ہزار است

(اس کی بارگاہ میں عشق کے مقولوں کا حال کیا بیان کروں۔ ایک کیا دولاکھ ایسے واقعات ہیں۔)

ایک اندوہ گیس گریہ و ناری کر رہے تھے۔ فرشتہ کو حکم آیا۔ شَدِيدٌ عَلَيْهِ الْبَلَاءُ

فَبَاقِي أَحَبُّ مَوْتَهُ (اے فرشتو! اے محبت و بلا کی اسی شدت میں رہنے دو مجھے اس کا رونا بہت پسند ہے)

حرز و تعویذ و سائے و فغانہ یابت کو دک است دیوانہ

ہر کہ جوید ولایت تجسید و آنکہ خواہد ولایت تو سعید

از درد نش نیابد آسائش وز بر و نش شاید آسائش

(حفاظت، تعویذ، عکس اور نقوش یہ سب بچوں کی مورتیاں ہیں یا دیوانوں کا بت ہے جو تجرید کی

قربت پہاڑت اور جو تو سعید کی نزدیکی کا خواہاں ہے۔ اے باطنی سکون و آرام نہیں پائیے

www.marfat.com

فرعون کو چار سو سال تک سلطنت اور شاہی آرام و راحت ہم نے دی مگر آپس کے لئے بھی
جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درد و سوز مانگتا تو میں ہرگز نہیں دیتا۔

فرعون اپنے طاہم ای دوست دروہر زیباگہ اور نداشت سو رہائے ا
دلہ دوست باہم نے فرعون کو کبھی سرکاد بھی نہیں دیا۔ اس لئے کہ اس کا سر پہرے روہ کے لاتی ہی نہیں تھا،
حدیث شریفہ ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اُمَّةً مَّحْتَبِرَةً اَلْمُؤْمِنِ بِالْاَبْلَاءِ
كَمَا مَحْتَبِرُ اَحَدِكُمْ اَلذَّهَبُ بِالنَّاسِ (بلا سبب اللہ مؤمنوں کو آزماتا ہے بلاؤں میں ڈال کر جیسے
تم لوگ سونے کو آگ میں ڈال کر جانچتے ہو) یہ گھڑی صبر کی ہے اسے مردانہ وار برداشت کرنا ہے۔ اسی کو
کہا ہے۔

جستن مخلص ز غم عشق او در روا و عین ممال است و بس
غیر و کیش ای بت ہر وی مرا کشتن عاشق نہ و بال و بس
(اس کے عشق کے غم سے چہسکا اپنے کی کاش اس کی راہ میں یہ عین گمراہی ہے۔ اس سے پانے سے
چہرے ملے محبوب آ اور بچے قتل کر دے عاشقوں کا قتل کرنا کوئی فراب بات نہیں ہے)۔
نص قرآنی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَاصْبِرُوا
صَابِرًا وَلَا يَطْوَاہُ اس کی تفسیر کی ہے اصبروا بالجد علی الطاعة (جمہ طاعت میں صبر کیے جاویں
و صابروا بقلوبکم علی الیلاء (اور صابر رکھو اپنے دلوں کو بلاؤں اور مصیبتوں میں) و صابروا باصابیر
کم علی الشوق الی اللہ (خدا کی طرف محبت و شوق میں اپنے غم کو بھولنے سے بھلے رکھو) ایسے ہی لوگوں کو یہ کہا
جاتا ہے کہ واللہ معکم (اللہ تمہارے ساتھ ہے)

تو ملد دل وہ و دل سیری میں رو بہ خویش خواں و شیریں میں
(آپ میری دل ہی کیجئے اور میری دلیری دیکھتے اپنی لومڑی کہد بیٹھے پھر میری شیر افگنی دیکھئے)۔
الْحَمْدُ لِلَّهِ! یہ دولت برادر عزیز کو حاصل ہوگئی ہے۔ چاہئے کہ مغلسوں، بیواؤں کو محروم نہ کریں۔
دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ تنہا خوری سخنوں اور فیاضوں کا شیوہ نہیں ہے شئی الناس من اتقى الله
(لوگوں میں دعا چھا نہیں ہے جو تنہا کھائے)

ای راحت آن دلی کہ در عمر یک لحظہ نبرد او دست بارش

(اسے اس دل کی راحت کہ جس نے ساری عمر میں ایک لفظ بھی اس کی قربت کی بارگاہی نہیں پائی)

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف نیری

*

مکتوب ۹۹

معذرت کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز نصیر الدین فوجانی دام تقواہ۔

کاتب مکتوب شرف نیری کا سلام تحیت مطالعہ کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو۔ آپ کا دونوں خطا پر عتاب بلا۔ ایک قصور کے لئے دو عتاب کی اجازت ہے اور اس کا یہ بدلہ کافی ہے۔ اس کے باوجود میری جانب سے معافی کی خواستگاری ہے۔ ازماہ کرم معاف فرمائیں کہ اَلْاِعْتَدَا رِدَا نَ قُلْتُ ثَمَّ اَلذُّمُّ وَاِنَّ جَلَّتْ (مختصر معذرت بھی بڑے بڑے گناہ کی قیمت ہو جاتی ہے)۔

معلوم ہوا کہ برادر عزیز نے چند مرتبہ کرم فرمائی کی اور اس فیصلہ کی ملاقات کو آئے وقت ہاؤس پر وقت دونوں موقع سے۔ سنا ہے کہ اس بار بھی برادر عزیز آئے تھے مگر ملاقات کا وقت نہیں تھا۔ سنی الفتی غیر نافیہ ماقدسا اللہ واقعہ۔ (آدمی کی کوشش سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اللہ نے جو مقدر کیا ہے وہی ہوتا ہے) اور خفگی و ملامت کے ہم لوگ نشا نہ بنتے ہیں۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

کز پی جانت حکم نیروانی شب بشت آنکو روزی خوانی

آنکو رہای آشنا دازند دل ز چون چرا ب ما دازند

(تمہاری جان کے ساتھ اللہ کا حکم لگا ہوا ہے جو تم دن کو پڑھتے ہو وہ رات ہی کو لکھ دیا جاتا ہے۔

جن کے قلوب اللہ کے کاموں سے آشنا ہیں وہ اپنے دلوں کو چون و چرا سے پاک رکھتے ہیں)

وقال شاه بن الشجاع من نظرت في الخلق بعينه طالب خصومته معهم ومن نظرت

الخلق بعين الحق عذراهم فيلهم علي

اسے بھائی! نگاہِ حکمِ خداوندی پر رکھو تاکہ سب کو بے اختیار پائیں۔ اور گفت و شنید سے کنارے ہو جائے۔

دردِ دلی مقلِ راست چہ پاتجِ چہم ایمانِ دودی نہ بیند هیچ
(دودی یعنی درد دیکھنے میں عقل کے لئے الجھن و الجھن ہے۔ ایمان کی آنکھ میں صفائی بخا شہری نہیں)
اسے بھائی! آج جو لوگوں کے درمیان جھگڑا۔ دشمنی ہے وہ اسی وجہ سے ہوئی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے۔
اسے لوگ غیر خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ سمجھ بوجھ کی سہی کبھی خصوصیت اور دشمنی پیدا کرتی ہے۔ اگر نگاہِ مسیح
سمت ہو تو ہرگز دشمنی پیدا نہ ہو اور عتاب و طاعت کا اظہار نہ ہو۔ وحده لا شریک له موجدوں
کی توحید ہے۔

قطرہ کو غرت سے دریا بود ہر دو کونشس جو خدا سوا بود

(وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہو گیا اس کے نزدیک خدا کے سوا وہ نونِ جہان میں کسی چیز کی نسبت کرنا دیرا لگتا ہے۔)

وَالسَّلَامُ

شرفِ مینری



مکتوب ۱۰۰

نبوت کے معنی پر ولایت کے معنی کی فضیلت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز کی تحسیر بر ملی۔ پڑھا۔ شیخ سعد الدین حمویہ کے قول الولایۃ افضل من النبوة
(ولایت نبوت سے افضل ہے، کی وہ تاویل میں جو لوگوں نے کی ہیں معلوم ہوتی ہیں۔)

اسے بھائی! تاویل کا میدان بہت وسیع ہے۔ اسی وجہ اور اسی جہت سے ہر شخص تاویل کر سکتا
ہے۔ چنانچہ مجموعہ مسابریں میں آیا ہے کہ تاویل احتمالات کا بیان ہی ہے کوئی قطعاً چیز نہیں ہے، لیکن
آپ برادر عزیز زکیت ہیں کہ یہ سب کچھ انبیاء علیہم السلام کے حق میں ہونا چاہیے۔ ہاں! اس کی صورت
یہ ہوگی کہ پیغامبر علیہ السلام کے دورِ رخ ہوتے ہیں یعنی ان کی ردِ حیثیت ہوتی ہے ایک رُخِ حق۔

کی جانب اور دوسرا رخ لوگوں کی جانب ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ حق سبحانہ تعالیٰ سے لیتے ہیں اور اس کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ اس کا وہ رخ ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ کی جانب ہوتا ہے اس کا نام ولایت ہے اور ولایت کے معنی نزدیکی کے آتے ہیں۔ اور اس کا دوسرا رخ معنی دوسری حیثیت وہ ہے جو لوگوں کی جانب ہوتی ہے اس کا نام نبوت ہے اور نبوت آگاہ کرنے کے معنی میں آتا ہے تو ولی کے معنی نزدیک ہوا اور نبی کا معنی آگاہ کرنے والا ہوتا ہے ولایت اور نبوت یہ دونوں صفتیں نبی کی ہیں۔ اور ولی ان دونوں صفتوں میں سے صرف ایک صفت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر ولایت نبوت سے افضل تر ہوتی لیکن یہ دونوں صفتیں اس وجہ اور اس بہت سے صرف انبیاء علیہم السلام کے حق میں جاتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

لئے جہائی! وہ بزرگ معنی حضرت مہدیؑ کا ارشاد الولاية افضل من النبوة (ظہر نبوت سے افضل ہے) کے بارے میں بعضوں کا گمان اس طرف ہوا ہے کہ یہ بحث نبی اور ولی کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ بحث اس بارے میں ہے ولایت کی صفت نبوت کی صفت سے قوی تر ہے یہ نبی کے حق میں ہے۔

وَالسَّلَامُ
شرفِ نبوی



مکتوب ۱۰

قد علم مکاشفات میں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

برادر عزیز نے جس بارے میں لکھنے کی درخواست کی ہے وہ علم معاملات کی قسم نہیں ہے بلکہ علم مکاشفات سے ہے اور علم مکاشفات کو لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔
دانی کو چراہل مفاہنا موشش اند ورنکہ دل بگو نور می کوشند

سے از کعبہ دوست ہر نفس می نوشند سر می بازند و ستر حق می پوشند
 (چلنے ہو سو فیا کیوں خاموش رہتے ہیں۔ دل کے نکتے میں خود کو ہمیشہ گم رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔
 محبوب کے ہاتھ سے شراب کا جام پیتے ہیں۔ سر ٹکارتے ہیں لیکن حق کارا نہیں کھولتے۔)
 ہاں! جس مقدار میں بزرگوں نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ محسوس ہونے والے موجودات کو عالم
 ملک کہتے ہیں۔ اور عقل سے دریافت ہونے والے موجودات کو عالم ملکوت کہتے ہیں۔ اور موجودات ہائے
 کو عالم جبروت۔ اور ان سب جو مخلوق اور انگ ہے اسے عالم لاہوت کہتے ہیں۔ اور اسے اس عنوان پر
 بھی کہتے ہیں کہ ملک عالم شہادت ہے اور ملکوت عالم فیض ہے اور جبروت عالم غیب فیض ہے اور خداوند تعالیٰ
 عالم غیب غیب فیض ہے۔ اس کے بعد اس کی وضاحت اس طور سے کرتے ہیں کہ عالم ملک کی لطافت عالم
 ملکوت کی لطافت سے کوئی نسبت نہیں رکھتی ہے اس لئے کہ عالم ملکوت نہایت لطیف ہے اور عالم
 ملکوت کی لطافت عالم جبروت کی لطافت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ عالم جبروت
 انتہائی لطیف لطیف ہے اور عالم جبروت کی لطافت کو ذات پاک خداوند جل جلالہ کی لطافت سے کوئی
 نسبت نہیں ہے کیونکہ ذات پاک خداوند جل جلالہ لطیف، لطیف، لطیف ہے اور عالم ملک کے ذروں
 میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے کہ جبروت جس میں نہ ہوا اور اسے محیط نہ ہو۔ اور ملک، ملکوت و جبروت
 کے ذرات میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے ساتھ خداوند جل جلالہ عطا نہیں ہے اور اسے محیط نہیں
 ہے اور اس سے آگاہ نہیں ہے۔ وَهُوَ اللطیف الخبیر وہی ہے جو لطیف مطلق ہے اور جب مطلق
 ہوا تو محیط مطلق بھی ہوا اس لئے کہ جس قدر لطافت زیادہ ہوگی اسی قدر اعطیت بھی زیادہ ہوگی
 اس آیت وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْ مَا كُنْتُمْ وَنَحْنُ أَكْرَهَبُ إِلَيْكُمْ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (وہ تمہارے ساتھ
 ہے جہاں بھی تم ہو اور ہم اس کی رنگ گروں سے بھی زیادہ قریب ہیں)۔ اسی کو کہا ہے۔ -

آپ تو گم کردہ لای کثر کردہ ای ہست اندر تو تو خود را پر وہ ای
 گنجی کہ فلک برای آن سرگردان است آن گنج یقین ترا در دن جان است

(وہ جسے تو نے کھو دیا ہے یہی تو تیری گنجی ہے۔ وہ تو تیرے اندر ہی ہے تو خود اپنا آپ پر وہ بن گیا ہے۔

وہ خزانہ جس کے لئے یہ آسمان چکر میں ہے یقین کرو وہ خزانہ یقیناً تری جان کے اندر ہے۔)

اسی جہت سے کہتے ہیں کہ ملک تیرے ساتھ ہے ملکوت تیرے ساتھ ہے جبروت تیرے ساتھ ہے اور خدا
 وند جل و علا تیرے ساتھ ہے اور اسی بنا پر کہتے ہیں کہ انسانیت کی حقیقت، حقیقت الوہیت کے لئے

کا منظر اور آئینہ ہے جیسا کہ کہا ہے۔

ہست مردم سرود قد جان پاک نیست مردم نطفہ جز آب و خاک
نطفہ را لگے کند آخر سجود سد جہاں پر فرشتہ در وجود
رہ ندانستند سوی کردگار تا نیاید جان آدم آشکار
زد کلید ہر دو عالم شد پدید رہ پدید آمد چو آدم شد پدید

(آدمی محض آب و خاک کا پتھر نطفہ ہی نہیں ہے۔ آدمی سر سے پاؤں تک پاک روح ہے۔

لاکھوں جہاں فرشتوں سے بھرا ہوا وجود میں ایک نطفہ کو کب سجدہ کرتے۔ جب تک آدم کی جان

ظاہر نہیں ہوئی تھی کسی نے اللہ رب العزت کی جانب راہ نہیں پائی۔ جب آدم پیدا ہوئے

تو راہ خدا بھی کھلی۔ دونوں جہان کے تالا کی کنجی آدم ہی سے ہاتھ آئی۔)

زہنہار گوی بر سر جمع گر عاشق صادق تو اسرار
دید کی بسکر عشق رنری علاج بگفت برت بردار
جمع عالم ہرگز راز کی باتیں نہ کہو اگر تم عاشق صادق ہو۔ دیکھا۔ منصور نے عشق
کے نشہ میں ایک راز کھول دیا اور سولی پر چلے گئے۔

والسلام

فقیر مشرف منیری



مکتوب ۱۰۲

اسرا کے چھپانے اور شریعت کی پیری میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چوں محرم اسرار شدی اندر کار رازی کہ نہانی ست نہانش میدار

بر بند ہوا از دل و جاں از گفتار در نحو خودی سعادت خود پندار

جب تم اس کام کے اندر محرم اسرار ہو گئے ہو تو وہ راز چھپنا ہے اسے پوشیدہ ہی رکھو۔

نہ دل میں خواہشات کی گند رہا وہ نہ زبان سے قیل وقال کرو۔ اپنی خودی کے تلنے میں لگے رہنے کو اپنی سوتلا بھرا
 لے بھائی! حضور رسالت پنا حفظ اللہ علیہ وسلم کی وصیت اپنی اُمت کے علماء کو یہ ہے کہ
 کلمہ والناس مما یعرفون اودھو ما یتکرون استویہ وانا ان یکذبنا اللہ ورسولہ (لوگوں سے وہ آیا
 کر وہیں کو لوگ جانیں اور جو نہ جانیں یعنی نہ سمجھیں اس کا انکار کر دے پھر لوگوں کو تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی لوگ
 تکذیب کریں۔ اس وصیت کی تہیہ و تہیہ اہل علم اور اہل معرفت کی جان پر رہ کر ہے جو دشمنوں کی
 جان پر کل قیامت کے دن دوزخ کی آگ کرے گی۔ اسی لئے کہتے ہیں۔ سے

زستی گر بگوید رسنہ مشتقش جسزائیش و طریقت وار باشد

(اگرستی میں اس کے مشتق کے ماز کو کوئی گھول دے تو اس کی جزا طریقت میں سول ہون ہے۔)

لے بھائی! علماء کو یہ نہیں چاہئے کہ جو کچھ وہ جانتے ہیں سب مجمع عام میں بیان کر دیں بہت
 ساری چیزیں ایسی ہیں جن کا علم ان کو ہے لیکن انہیں کہتے ہیں عام میں اس کا اظہار مناسب نہیں ہے۔
 کلمہ والناس علی تدبر عقولہم (بات کرو لوگوں کی سمجھ کے مطابق) کی پہرہ داری ان پر لگی ہوئی ہے جو
 کچھ وہ جانتے ہیں اگر وہ سب بیان کر دیں تو اصلاح سے زیادہ خرابی پیدا ہو جائے اور نفع سے زیادہ
 نقصان ہو جائے۔ اگر دو دو جیتے بچے کو شور بہا دے روٹی دیدو گئے تو وہ ہلاک ہو جائے طبیب اور معالج
 مرض کے اندازہ سے دوا تجویز کرتے ہیں اگر مرض کے مطابق زیادہ مقدار میں دوا دے دے یا مرض کچھ ہوا
 دوا دوسری ہو تو ایسی صورت میں ہلاک کر دے گا۔ اگر وہ سب جو کچھ جانتے ہیں اس کا کہنا اور لکھنا باآز ہوتا
 تو مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے کلام میں رمز و اشارے سے کام نہیں لیتے۔ اور اپنی عبارتوں کے لئے
 مخصوص اصطلاح وضع نہ کرتے۔ یہ سب جوان لوگوں نے کیا ہے اسی لئے کیا ہے کہ جو بات کہنے کے لائق
 ہے وہ کہی جائے اور جس کا کہنا مناسب نہیں وہ اسرار پر وہ میں چھپے رہیں۔ ان بزرگوں کو یہ بھی معلوم ہے
 کہ اگر سب کچھ کہ دینے کی بات ہوتی تو قرآن میں حروف مقطعات نہ ہوتے۔ چنانچہ کچھ تکلمین اس کے
 قائل ہیں کہ ہذا سورۃ بین اللہ وجیبہ۔ یہ اللہ جل شانہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان
 راز ہے۔ اور قوت القلوب امام ابو طالب کی رحمت اللہ علیہ نے لکھا ہے العلم ثلاثہ علیہ ظہر و باطن
 باطن و علم بین اللہ و عبیدہ ایک ظاہری علم ہے دوسرا باطنی علم اور تیسرا علم اللہ اور اس کے بندہ کے
 درمیان ہے۔ وہ علم جو ظاہری ہے اسے اہل ظہر کے سہنے بیان کرنا چاہیئے۔ اور وہ علم جو باطنی ہے اہل باطن
 میں اس کا بیان مناسب ہے اور وہ علم جو اللہ اور اس کے بندہ کے درمیان ہے نہ اہل ظاہر سے کہنے کے

لاقی ہوا اور نہ اہل باطن سے۔

سریت مرا انوکھ گس محمّان نیت . گرسر بردوسر تو باکس نکشایم

(آپ کے ساتھ مجھے وہ راز ہے کہ جس سے کوئی واقف نہیں جان پل جائے لیکن وہ ماز میں کسی سے نہیں کہہ سکتا۔)

اگر کوئی اس راز کو ظاہر کر دے تو اسرار ربوبیت کے افشا کرنے کی بنا پر کفر کا فتویٰ اس پر عاید ہو جاتا ہے
ومن صرح بالتوحید فقتله ادنی من احياء . جو توحید کو تصریح کے ساتھ بیان کرے تو اس کا قتل
کردینا زندہ رہنے سے بہتر ہے . جیسا کہ کچھ لوگوں سے یہ معنی منقول ہے۔

زستی گر جو گوید رمز عشقش جز الیش در طریقت دار باشد

(ستی دسر شای سے اگر کوئی اس کے عشق کے اسرار کو کہدے تو اس کی جزو طریقت میں سولی ہوتی ہے)

لمے بھائی! مثل مشہور ہے "جو زندہ گو زندہ بود دیا بندہ گنگ" جب تک تلاش حق میں

ہے گفتگو بھی ہے اور جس نے پایا وہ گونگا ہو گیا۔ چنانچہ عہد بکرم عہد عہد عہد عہد کی صفت کی جاتی

ہے۔ سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے راہ میں کسی کے سر کی کھوپڑی پڑی ہوئی دیکھی

اس پر لکھا تھا صمّ بکرمّ عہد . آپ نے فرمایا یہ کسی عارف کا سر معلوم ہوتا ہے۔

او علم نمی شنید لب بر بستیم او عقل نمی خرید دیوانہ شدیم

تا توانی با خرد بیگانہ باش عقل را فارت کن دیوانہ باش

(وہ علمی بحث نہیں مٹا اس لئے لب بند کرئے ہیں اس کے بیان عقل کا دلال کوئی قیمت نہیں رکھتا اس لئے

دیوانہ ہو گیا ہوں۔ جہاں تک تم سے ہوئے عقل سے بیگانہ ہو جاؤ۔ عقل کو فارت کر دو اور دیوانہ ہو جاؤ۔

جب حال یہ ہو تو وہاں گفتگو کی گنجائش ہے کہاں؟ اگر گفتگو کا مقام ہوتا تو لب بر بستیم

دیوانہ شدیم نہیں ہوتا۔ رات دن فصیح عبارت میں بیان کرتے۔ اور سینکڑوں عنوان سے بیان کرتے۔

اور یقیناً دریا گھونٹ جاتے ہیں لیکن ایک سانس ایک لفظ بھی باہر نہیں آنے دیتے۔ چنانچہ شعر ہے

مردان ہزار دریا خوردند و تشنہ رفتند تو از چہ مست گشتی چون جرد خوردی

(مردان راہ عشق ہزاروں دریا اطلاق کیے تھے اما ریتے ہیں اور پھر بھی پیلے جلتے ہیں۔ تم کیسے مست ہو گئے

بسکہ ایک چلو بھی نہیں پی ہے۔)

دانی کہ چرا اہل صفا خا موش بند در نکتہ دل بچو خودی کو تشنہ

می از کف دست ہر نفس می نوشند سری بازند و ستر حق می پوشند

ہلنے پر ہونے لگا، چہرے میں مسکراہٹ آئی، گھر کے لوگ اس کی طرف سے ہنس رہے تھے۔
 اور اس حالت کے لوگوں سے عقل بے فکر کھلنے لگی، باتیں ہو گئے ہیں، وہ نظریہ مال باور
 کی روشنی میں رہا ہے کہ اس کے لئے وہ خود منصف ہی کہ العشق لا یلاخذون بما
 یوئسوا، ماضیوں پر ایسی باتوں کے ہونے کے سبب ماضیہ نہیں ہوتا اس لئے کہ ماضیوں سے
 ہمیں سرزد ہوتی ہیں، انتظار ہی ہوتی ہے، اختیار ہی نہیں، جیسا کہ کہ ہے۔

کار مافق انتظار ہی اولتہ طاق زفر طرد سستہ ہی اولتہ
 آہنہ ناسخ کی بگیریدیدل کی تازہ گفت ہرگز ماحول
 ماقول را شرع تکلیف نکات بیجاں اشتریفہ نکات
 قعد دیوانگان آنا دلگت جلاگت سانی و کار نکات

(ماضیوں کے کام پتھاری میں ہوجاتے ہیں، محبت کی زبان میں عدلیہ کا اس کا سدھ ہوجاتا ہے
 دیوانہ جو عقل و خرد سے آنا ہے وہ جو کہ جاتا ہے وہی باتیں کوئی صاحب عقل کیسے کہہ سکتا ہے۔
 ماقول کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آتی ہیں اور دیوانوں کے لئے عشق کا شہد و مجاہد ہے۔
 دیوانوں کے سارے قعدے آزاد رہنے کے ہیں، اس کے لئے اس کی زبان کی ہوتی ہیں۔)

اے جہانی! اس گروہ صوفیوں کی تصنیفات، اہان کی کتابوں کے ساہا سال کے مطالعے
 اور ہوجا ہے کہ مشائخ طریقت اور علمائے شریعت کا اس پر تعلق اور اجتماع ہے کہ کوئی شخص کتنا
 اپنے مقام اور حال مرتبہ پر پہنچ گیا ہو یا علم و معرفت سے آگاہ ہے ہوجا ہو یا علم ظاہر و باطن اس
 کشف ہوجا ہو اس کے باوجود اسے چاہیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا مقلد ہے حضور
 شریعت کی پابندی سے ذرہ برابر غم نہ ہوجا، گلیا نہیں کہے، لائقا بات کے سوا اور طول و اتحار
 جنگل میں گر کر ہلاک ہوجائے گا اور پتھر میں بھی برباد کر دے گا جیسا کہ کہ ہے۔

ہر کہ در ماہ محمدیہ نیات ۱۳۰۰ گری از میں ہلکہ نیات
 دولت دنیا و دین در گاہ دست انبیاء و اقبلت کلاہ دست
 دولت میں جا جو دریاں بطلب مرجع اہل یقین انجالب

(میں نے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی راہ اختیار نہیں کی، جبکہ پھر لاچار ہے۔)

لیکن اس بارگاہ سے کچھ نہیں پاسکا دین و دنیا کی دولت حضورؐ کی بارگاہ پاک ہے۔ آپ کی عظمت و گہ
 تمام نبیوں کا قبلہ ہے۔ دولت حضورؐ کی بارگاہ میں تلاش کرو۔ اور دین کی طلبہ میں کرو۔ وہ بارگاہ
 جو اہل یقین کا لہجہ و ماویٰ ہے وہیں سے سب کچھ مانگو۔

چنانچہ بعض احمق توحید کے حصول کے خیال سے بغیر کسی کامل مقصد پیشوا اور بغیر کسی واقفانہ
 دانائے مازما ہبر کے اپنی ناقص عقل کے زعم میں اور شیطان کے ورغلانے سے اس راہ میں حائل ہوئے
 اور اس خوشخوار جنگل میں خود کو ڈال دیا۔ دین بھی برباد کر دیا اور ہلاک ہو گئے ہیں۔ چنانچہ فرود مدار و مہلک
 علیہ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

پیرہ کبریت افسرد آمدہ است	سینہ او کبہ اخضر آمدہ است
راہ دوراست و پیرزانت ای پسر	راہ دورامی بسباید را ہبسر
گر تو ہی رہبسر فرود آئی براہ	گر ہبسر کو ہی فرود آفتی بچہ
کور کی ہرگز تو اندرفت راہ	بن عھاشش کو دراز رفتی خطاست
گر ترا درواست پیر آید پدید	قفل دروت را کلید آید پدید

دیران راہ سُرُخ گندھک معنی اکسیر ہوتے ہیں۔ ان کا سینہ سبز سنہ بکسر و خوار ہوتا ہے۔

اسے رشک! راہ طویل اور دراز ہے اس راہ کے چلنے والے کو ایک راہ بتلانے والا ضروری ہے۔

اگر تو کسی ماہر کے بغیر اس راہ میں قدم رکھے گا اگرچہ تو پہاڑ جیسا جسم دالا ہو کنواں میں گر پڑے گا۔

اندھا راہ پر کب سیدھا چل سکتا ہے۔ اندھے کے لئے بغیر لاٹھی پر ڈر کر چلانے والے کے چلنا ہی چاہئے۔

اگر تجھے درد طلب ہے اور کوئی پیر مل جائے تو سیر درود کے سالا کی کنجی تجھے مل گئی۔

لے بھائی! باوجود اس کے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حقیقت ہے اور مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ

شریعت ہے۔ کیا کہتے ہو؟ اگر کوئی شخص ایک ہزار سال تک، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا رہے اور محمد رسول اللہ

تصدّق نہ کرے محمد رسول اللہ پر ایمان نہ رکھے تو کیا وہ مسلمان ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کا ایمان دوسرے

نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہودی و نصرانی بھی مسلمان ہوتے۔ اس لئے کہ یہ لوگ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے

ہیں اور محمد رسول اللہ نہیں کہتے جس طرح بغیر محمد رسول اللہ کا اقرار کئے ایمان نہیں ہوتا اسی طرح حضورؐ کا

شریعت کے بغیر دین و اسلام نہیں ہوتا۔ چنانچہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ سے

چوں تو بیساری از ہوا و ہوس رحمۃ العالمین طیبہ تو بس

اور ذیل تو لبس تو راہ بجوی اور زبان تو لبس تو یا وہ گوی
سوی حق بی رکاب مصطفوی نرود پایت از پس بدوی
خاک او ہاش بادشاہی کن آن او باشس ہرچہ خواہی کن
ہر کہ چوں خاک نیست برود او گز فرشتہ است خاک بر سر او

جب کہ تو اپنے خواہشات و ہوس کامرانی ہے تو تیرے لئے رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی
طیب کافی ہیں۔ آپ کا اسوہ حسنہ ہی تیرے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کا فرمان ہی تیرے لئے کافی ہے۔
زیادہ گفتگو بند کر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب تھامے بغیر حق سجاد تعالیٰ کی طرف تھامے
قدم نہیں بڑھ سکتے لاکھ دوڑتے رہو آپ کے دسک خاک بن جاؤ اور بادشاہی کرو۔ آپ کی
امت کہلانے کے قابل بن جاؤ پھر چوپا ہو کرتے رہو۔ جو آپ کے در اقدس پر خاک نہیں ہوا
اگر وہ فرشتہ صفت بھی ہے تو اس کے سوا خاک۔

لے بھائی! جب تک علم و عقل باقی ہے شرع کی ذمہ داریاں بھی باقی ہیں۔ شائع اور علماء
رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ جو اس کا منکر ہے وہ دین اسلام سے خارج ہے۔
لیکن ہاں! اگر علم و عقل سے بالاتر کسی سے کوئی کام صادر ہو یا کوئی لطیف حال ظاہر ہو کہ جس کو
عشق کے اطوار کہتے ہیں وہ اللہ کی دین اور اس کی مطالبے کسی نہیں ہے۔ بیساک کہاہے۔ سے
ورد ایشان نیت از کسب انعطاف کی شود در جنین ز کسب راست
عقل فرماں کشیدنی باشد عشق ایماں پیشیدنی باشد
ان لوگوں کا رد کسب نہیں۔ یہ اللہ کی دین و عطا ہے۔ ایسا درد کسب و کمائی سے کب حاصل
ہوتا ہے۔ عقل احکام کی بجا آوری جانتی ہے عشق ایمان کے فائقہ و مزہ کو جانتا ہے۔
اسی لئے کہتے ہیں العشق جنون النہی (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) عقل والوں پر
جو ذمہ داریاں ہیں وہ دیوانوں پر نہیں ہوتیں، اور ہوش والوں سے دیوانگی کا صدور نہیں ہوتا۔
جیسے دیوانہ سے ہوش کی باتیں نہیں ہوتیں۔ ایسا شخص معذور ہوتا ہے۔ اس عالم میں جو مال اس
پر گذرتا ہے اسے وہی جانتا ہے اور اس حال کا پتہ دیتا ہے۔ سے

ماقلاں را شرع تکلیف آمدہ است بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است
در عشق آمد دوای حسرد ولی حل نشد بی عشق ہرگز مشکل

ہم لوگ جہاد و زادہ اقبال ہیں اگر یہ دولت کئی دیتا ہے۔ ہمارے تمہارے لئے تو بس یہی ہے کہ خاک سر پر ڈالیں اور اپنے اوبارے کے خم فائدہ میں گے رہیں۔ تم بھی میری طاقت کرو اور یہ اظہار پڑھو۔

کاش کہ ہرگز نزاوی مادرم تا نکروی کشتہ نفس کا فرم
بر وقت روزگارم چون کسرم بر نیاید هیچ کارم چون کسرم
خالقاگر اہل طاعت بودہ ام باری آخسر در شہادت بودہ ام
گرد آید یکسیم از سوئی تو پائی کو باں جاں و ہم در کوئی تو

دکاش میری ماں مجھے پیانہ کرتی تاکہ اس نفس کافر کے ہاتھوں میں قتل نہ ہوتا۔ میری زندگی فطرت میں گذری اب کیا کروں کون کام نہیں بنتا کون صحت نہیں نکلتی اب کیا کروں۔ اسے میرے پروردگار اگرچہ میں اہل رسم و عادت ہو گیا ہوں پھر بھی آخر کلمہ شہادت تو پڑھتا ہوں۔ اگر آپ کی جانب سے نسیم لطف کا ایک مجھ کا آجائے تو میں تمہیں کہتا ہوں آپ کے کوچہ میں جان دیدوں۔

کتوب میں اختصار کیا گیا ہے۔ پھر بھی اُمید ہے کہ استعداد والوں کو غور و فکر کرنے سے کافی فائدہ حاصل ہوگا۔ استغفر اللہ من الذل والمخلل و اتول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
والمشتر میں تو بیکر تہوں گری اور نقصان کی باتوں سے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہوں۔

وَالسَّلَامُ

حقیقہ شریف معیری

مکتوب ۱۰۲

انسوں و ملائکہ کے اظہار و وسوسے کے دفع کرنے میں

امین خان کے نام:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ

برادر عزیز کے خط کا مضمون مشکف ہوا۔ جواب حاضر ہے۔

لے بھائی! ہم لوگ ساتویں صدی میں ہیں۔ آج سارے جہان میں ایمان کمزور ہو چکا ہے اور
 مومن نایاب سُرُخ گندھک ہو گئے ہیں۔ کیا تم نے یہ نہیں سُن لیا ہے بڑا وسیع غصا وسیع و کما بدار
 اسلام شروع میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی اجنبی ہو جائے گا۔ ہم لوگوں کا زمانہ یہی زمانہ
 ہے۔ کیا کیا جائے۔ ہم لوگوں کو مصیبت کی خاک اپنے سروں پر ڈالنی چاہیے اور اپنے غم و اندوہ میں
 وقت گزارنا چاہیے۔ یہ کام مردوں کے ہیں ہم مخمخوں کے نہیں۔ اب کیا پوچھتے ہو۔ وہ دولت ہم بے
 اقبالوں کو کہاں نصیب۔ وہ حضرات جو ارباب بھیرت اور اصحاب سلوک ہیں وہ تو یہ کہتے ہیں۔

نمی دامنم کرامت بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کیا ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں تو پھر کچھ
 نہ کو کیا کرنا چاہیے۔ لے بھائی! وہ حضرات جو ان کاموں کے کرنے والے اور اس کے اہل تھے وہ ہمارے درمیان
 اٹھ چکے ہیں۔ آج مٹی بھر جاہلوں کی قوم اپنے گھنڈے میں گن اور خود کو ان لوگوں کی صورت و شکل سے آراستہ
 کئے ہوئے علم و معرفت کا دعویٰ کر رہی ہے اگر ان کے اندر غور کرو تو انہیں خود اپنے کفر کی بھی خبر نہیں ہے
 ایمان کیا ہوتا ہے یہ کیا جانیں۔ اسی کو کہتے ہیں جیسا کہ اس مصرع میں ہے۔

”جہانی پر زبیا راں طیبیاں از میاں رفتہ“ (ایک عالم بیماریوں سے بھر گیا ہے اور معاہدین ہٹ چکے ہیں)

یہی وہ در مزہ ہے جو کہا گیا ہے۔

صحبت نیکان ز جہاں دور گشت خوان مسلحانہ ز فور گشت

(اچھے لوگوں کی صحبت دنیا سے دور ہو گئی۔ شہد کا دسترخوان کھینوں کا گھس بن گیا۔)

خواجہ حسن بھری قدس اللہ سرہ العزیز کے مہد پاک میں کسی نے آپ سے پوچھا حضرت!
 حضور پینچا مبرہلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کیسے تھے۔ فرمایا وہ لوگ ایسے گذرے ہیں کہ اگر تم لوگ ان
 کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ سب دیوانے ہیں اور اگر وہ حضرات تم لوگوں کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ شبلیہین
 ہیں۔ یہ حال جب حضرت خواجہ حسن بھریؒ کے زمانہ میں تھا جو صحابہ کے عہد سے بالکل متصل تھا تو یہ دو جہاں
 میں ہم لوگ ہیں اس کے بارے میں کیا کہا جائے خسروؒ کی جان پر رحمت ہو کیا خوب کہلے۔

خلق گویندم بروز نار بندای بت پرست در تن خسرو کدای رگ کتاں ز نار نیست

(لوگ مجھے کہتے ہیں کہ بتوں کے پجاری ہا ز نار بانڈھے خسرو کے بدن کی وہ کون سی رگ ہو جو نار نہیں)

اور وہ جن لوگوں نے داڑھی سر کے بال منڈوائے ز نار بانڈھل ہے بت خانہ میں یا شراب خانہ میں

بلیٹھے ہیں اس میں ہی راز ہے اس شعر میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔

بردخت بقائے دو جہانی از رہ کفر و سلمان

(دو دنیاں جہاں کی بقائے درخت پر کفر کی راہ سے مسلمان میں داخل ہوئے ہیں)

یعنی نفس کافر کو ہلاک کر کے مسلمان ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے خود اپنے آپ کو دیکھا۔ ان کی نگاہ کفر و ایمان کی حقیقت پر پڑی۔ دیکھا کہ سب کچھ فرور گھنٹہ زنا ر و عوی اور کبر و اس ہے اسلام نہیں۔ اس لئے کہ مسلمان دوسرا ہی کام ہے اور مسلمانان دوسرے ہی پر زندہ ہوتے ہیں۔ اس شعر میں سی طرف اشارہ

ہے۔ صوفی و سبز پوش شہی پیر چلہ دار این جہلہ شہی ولی مسلمان شہی

(صوفی ہونے سبز پوش ہونے شیخ چلہ دار ہونے یہ سب ہونے مکن مسلمان نہ ہونے۔)

حضرت عین القضاة ہمدانی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو ان مردوں کو سارا غلط جان ایمان ہی کی وجہ سے کہ ایمان ہے بھی یا نہیں۔ اور تم اس پر مغرور ہو کہ میں مومن ہوں مگر تم چاہتے ہو کہ ایمان کا جمال دیکھو تو کسی مومن کو تلاش کرو۔ تاکہ وہ کفر کے زنا ر کو تہا ہی گردن سے کاٹ دے۔ اس وقت تم ایمان کا جمال دیکھ سکتے ہو۔ اور سارے جہان میں یہ آواز بلند کر سکتے ہو۔

آں کس کہ ترا ندید او سچ ندید و آن کس کہ ترا نیافت او بیچ نیافت

(میں نے آپ کو نہیں دیکھا اس نے کچھ نہیں دیکھا اور جس نے آپ کو نہیں پایا اس نے کچھ نہیں پایا۔)

اب تم نے یہ جان لیا کہ ہم بے اقبالوں کو کیا کرنا چاہیے۔ ابھی وقت ہے ان کان دلو کا مات دن اپنے کاموں کا تم کرنا چاہیے۔ اور ہر وقت حسرت کی خاک اپنے سر پر ڈالنی چاہیے اس لئے کہ نا امید ہو کر حاصل ہو جانا اس کام میں شرط نہیں۔ خوب کہا جس نے کہا۔

اندریں رہ اگر تو اں نہ کنی دست و پای بزن نریاں نہ کنی

(اگر اس راہ میں تو وہ نہیں کرتا تو ہاتھ پاؤں چلاتا رہ یعنی کوشش میں لگا رہ اور اپنا نقصان نہ کر)

ہاں! اگر مردوں کا ایمان نہیں ہوا تو کم سے کم بوڑھی عورتوں اور مخنثوں کے ایمان جیسا تو لیا ہو۔ کیا کیا جائے۔ اگر دولت کا آفتاب غروب ہو گیا چراغ تو ہے۔ اسی سے روشنی لی جائے، ورنہ کیا ہم کو اور کیا فرعون کیا عمرو کیا یہود کیا نصاریٰ۔

جہد کن پیشی ازا جل ای خود پرست تا زلفت ذرہ آری بدست

گر شود یک ذرہ خلت حاصلت باز خندد آفتاب دولت

(اسے خود پرست ہمت سے پہلے کوشش کرتا کہ اس کی محبت کا ایک ذرہ تو حاصل کرے۔ اگر ایک ذرہ
برابر بھی دوستی اور محبت تجھے حاصل ہوگی تو اس دولت کا آفتاب تجھ پر سکنا آہم ہمارے دشمن ہو گا۔)

لے بھائی! آج اس دنیا سے جو ایمان سلامت لے جاؤ وہی مرد ہے۔ اہ وہی بہک
زمانہ کا جنید کاشمیل ہے۔ باقی سب کے سوا دانی اور فضول ہیں **إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ**۔ رحمت اس کی جلیں پر
ہو جس نے کہا ہے۔

زیر گو نہ کہ حال نا پسندیدہ ماست حسن رخ تو چہ لائق دیدہ ماست

وصلت کہ یہ کیقباد و کسریٰ نرسید سوادست کہ در دماغ شوریدہ آست

(جب کہ ہمارا حال اس درجہ نا پسندیدہ ہے تو آپ کے چہرہ انور کا شن بہاری تاکہ کے لائق کیسے ہو سکتا ہو۔

آپ کا اصل جیہ کیقباد اور کسریٰ کو میسر نہیں ہوا تو یہ ایک جنون ہے، ہمارے دماغ میں سلاہوا ہے۔)

قصہ طویل ہے اور مکتوب مختصر، مزودہ تا اختصار کیا گیا ہے جیسا کہ کہا ہے۔

شب رفت و حدیث ما بیاپاں نہ رسید شب را چو کند حدیث ما بود دراز

رات گزشتگی اور میری کہانی ختم نہ ہوئی۔ اس میں رات کا کیا قصور ہے میری حکایت ہی بہت طویل تھی،

ایک خاص بات:- لے بھائی! مشائخ جو لوگوں کے پیشوا اور معتقد ہیں ان کا طریقہ کد سنت اور

جماعت کے اصول پر رہا ہے۔ ظاہری کاموں میں جیسے طہارت، نماز، روزہ، حج اور جن کا تعلق ظاہری

اممال سے ہے ان میں شرع کے ظاہری اصول پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور سب کو ظاہری شرع پر بجا لاتے

ہیں۔ اس خوف سے کہ کہیں دوسروں کے ہاتھوں میں نہ پڑ جائیں اس لئے کہہ جتے ہیں دوسروں میں بتلاہوا

وہ ہادیہ (دورنگ کے گڈے) میں گر پڑا ایسا کہ وہاں سے باہر آنا مشکل ہے۔

گردے خواہی کہ بکشاید ترا و آ پنجہ جوئی روئے بنماید ترا

از در چغنیبہ آخسہ زماں ہمو حلقہ سہ گرداں یکناں

(اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ پر دروازہ کھول دیا جائے اور میں حُسن کی تجھے تلاش ہے اس روئے انور

کی تمہلی تجھ پر ہو تو حضور بیخیا میرا خزانہ مل اللہ علیہ وسلم کے در اقدس سے زنجیر کی طرح نگارہ ایک

لو کے لئے بھی لگا نہ ہو۔)

روایت آتی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں کے برتن سے دُخو

کیا ہے اگرچہ شراب ان لوگوں کے یہاں حلال ہے اور ان کے گھروں کے برتن شراب سے کم ہی خالی

رہے ہوں گے اس کے باوجود میرا المؤمنین نے ظاہری حکم پر عمل کیا۔ یہ نہیں سوچا برتن ان کا ہے کبیرا ایسا نہ چمکا اس میں شراب بھی گئی ہو۔ اور کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے گدبے ہیں جو ننگے پاؤں پھرتے تھے اور اس حال میں نماز ادا فرماتے تھے، یہ نہیں خیال کرتے تھے کہ ننگے پاؤں ردا میں ٹھیکہ کر نماز تک گنتی ہو نماز کیسے پڑھوں؟ جب کہ ظاہر کسی طرح کی آلودگی یعنی توکار ہر شریعت کے حکم کو کافی سمجھا لیکن طرح کی بہت سی رعایتیں صحابہ تابعین، حنفیہ میں اور متاخرین سے منقول ہیں کثرت میں کتنا لکھا جائے۔ لیکن اس کام میں اصل چیز دل کو کدورت سے پاک کرنا اور بڑی صفتوں سے صاف کرنا ہے کہ حقیقی مجاہد ہی ہے اور اس مجاہد کے ہٹانے میں ان بزرگوں نے بے انتہا اور بیحد کوششیں کی ہیں ایسا کہ دن میں ستر بار مردہ صفت ہو گئے ہیں اور پھر زندہ ہوئے ہیں اسی بنا پر وہ لوگ جو دیکھنے میں آدمی کی صحبت میں ہیں لیکن طہارت و خصال میں شیاطین صفت ہیں ان بزرگوں 'سوان داہ کو دیوانہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ دیوانہ و پاگل کون ہے خود کہنے لگے ہیں یا یہ لوگ۔ اسے کاش سارا جہان ان دیوانوں کا علاج دیوانہ پھرتا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

مان زلفت کا دگر اے سپر کے زکار افتادگی باقی مہر

اسے لاکے جینکے تھے کام سے واسطہ دوسرے کا نہیں ہوتا ہے جسے اس کا جو باہ اس کا کسی کیسے ہوگی) ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا آپ نے خدا کو کب پہچانا؟ فرمایا جس وقت لوگوں نے بے دیوانہ کہنا شروع کیا۔

تاوانی باخبر و بیگانہ بخش عقل ما فارت کن و دیوانہ بخش

(جہاں تک جسے ہر کے عقل سے دور ہوجا، عقل کو فارت کر دے اور دیوانہ ہو جا)

اے بھائی! مشائخ دین کی تعداد کروا اور خود کو دوسروں (ادام و غیرہ شیطان خیانت) سے محفوظ رکھو تاکہ شیطان کے ہاتھ میں نہ پڑ جاؤ اور اگر گزشتہ ہو گئے ہو تو جلد اس سے خود کو نکال لو جب تک کام ہاتھ سے نہیں نکلا ہے، طاقت ہے اس کا علاج کرو اس طرح کہ جب تم چاہو کہ نماز کی نیت سے جائناز پر کھڑے ہو تو نسا زکی نیت کرنے کے قبل چند مرتبہ یہ دعا پڑھو بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ مِنْ اللّٰهِ وَ اِلٰی اللّٰهِ دَعَلِ اللّٰهُ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (اللہ کے نام سے اللہ کے لئے، اللہ سے اللہ کی طرف اور اللہ ہی پر یوموں کو بھروسہ کرنا چاہیے) اور جب دوسرے زمت دیں تو ہر لمحہ قُلْ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الظّٰلِمِ الْاِظْلَامِ اور قُلْ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الظّٰلِمِ الْاِظْلَامِ اور قُلْ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الظّٰلِمِ الْاِظْلَامِ بار و منور کر دو منور کا بچا ہوا پانی دوسرے کے دفع

کی نیت سے ایک گھونٹ پی لو اگرچہ دس مرتبہ بیس مرتبہ وضو کرنا پڑے۔ اور دوسرے یہ چاہئے کہ بغیر وضو کے نہ کچھ کھاؤ نہ پیو اور اس پر پابندی کرو تاغذ نہ ہو کہ اس میں بے انتہا فائدہ ہے اس کی برکت بے شمار ہے اور یہ چار رکعت نماز دو رکعت کر کے جو عطلہ سے لگھی جاتی ہے اس فقیر کا کھنڈہ اس کو اپنا وظیفہ بنالیں۔ اس نماز کو عشاء کے وقت وتر کے پہلے ادا کریں اور دونوں دوگانہ کے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ دس بار پڑھیں پہلی رکعت میں سلام کے بعد سومرتبہ یا وَحْدًا پڑھیں اور پھر آٹھ کر دوسری رکعت اسی طرح ادا کریں اور سلام کے بعد سومرتبہ يَا فَتَّاحُ پڑھیں اور اللہ سے امید رکھیں کہ اس دوگانہ کی برکت سے تمام دینی اور دنیاوی کام حسب خواہش بن جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف نیری



مکتوب ۱۰۴

دریوشوں کے تشااعتقاد کرنے میں

ملک مفرح کے نام :- بِرَاسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

گرچہ چند انی سیماں کا درداشت کوز میں تا عرش گیر و دار داشت
سکنت را قدر چون بشناخت او قوت از زنبیل بانی ساخت او

رحناب سیماں علیہ السلام کی مشغولیت اس درجہ تھی کہ زمین سے آسمان تک گمراہی کرتے تھے لیکن

سکنت کی قدر جب آپ نے پہچانی تو تھیلے بٹختے اور اسی سے لہنی غذا حاصل کرتے۔

میرے عزیز بھائی ملک مفرح زادت خیراتہ، دستارہ، وغیر اللہ سیادتہ، وخطیباتہ، کاتب

مکتوب فقیر حقیر شرف نیری کا سلام و دعا، مطالعہ کریں۔

لکھنا یہ ہے کہ اگرچہ برادر عزیز ظاہر اس لباس میں ہیں دل مطمئن رکھیں کہ آپ کو عقیدت

www.marfat.com

اور واسطہ مسکینوں سے ہے اللہ تعالیٰ اس میں اور افزائی فرمائے۔ بحسب الہی صل اللہ علیہ وسلم واللائح
لہ بجائی لایہ تو معلوم ہے کہ حضور رسالت پناہ صل اللہ علیہ وسلم اپنی اس عظمت و جلالت کے
باوجود کہ آپ حق میں فرمان ہے **لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكُ** (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا
نہ کرتا آپ کی دعا یہ تھی **اَللّٰهُمَّ اَحْيِيْ مِسْكِيْنَا وَاَمِيتِيْ مِسْكِيْنَا وَاَحْشُرِيْ فِيْ ذُرِّيَةِ الْمَسْكِيْنِ**
(اے اللہ تو مجھے مسکین زندہ رکھ اور اس عالم سے مسکین لے جا اور مجھ اٹھا مسکینوں کے ساتھ)

نمک دنیا ما کہ بنیاد سے نہند گرم بس عالی است برائے نہند
(نمک دنیا کا زیادہ جو کچھ گرمی ہے گرمی بہت عالی ہے مسکین اس کی یہ بنیاد ہوا پر ہے۔)
ہر چہ بینی جز خیالے بیش نیست ہر چہ دانی جز محالے بیش نیست
(جو کچھ تم دیکھتے ہو ایک غیب ہے اور کچھ نہیں اور جسے تم کہہ جیتے ہو وہ کرہیلہ سے زیادہ نہیں۔)

لے بجائی! فقر اور مسکینیت یہ اسرار خداوندی میں سے ایک مانہ ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ موعزہ
کی رات عالم نمک و دکھوت میں جو کچھ ہے سب حضرت رسالت پناہ صل اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا
محمیا لیکن حضور نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا اور فرمایا **اَلْفَقْرُ وَ الْفَقْرُوْنَ** (فقر ہی میرا فقر ہے)
جناب آدم علیہ السلام کو سجود ملائکہ فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا اور انکھوں بہشت کی سلطنت آپ کے
تحت تصرف میں دیدی گئی آپ کی نظر فقر و مسکینیت پر پڑی آنکھوں بہشت گہیوں کے ایک دانہ کے عوض بیچ
دیا اور فقر و درویشی کا فرقہ بہن دیا۔

جان آدم چو بستہ فقر سوخت ہشت جنت را یک گندم فروخت
(جناب آدم علیہ السلام کی جان جب فقر کے مانہ سے روشن ہو گئی تو اٹھوں بہشت کو ایک دانہ گندم
کے عوض بیچ دیا) جناب سلیمان علیہ السلام کی مسکینیت مشہور ہے جیسا کہ کہا ہے اور ان دو اشعار
سے روشن ہے۔

گر چہ چندان سلیمان کار داشت از زمین تا عرش گیر و دار داشت
سکنت را قدر چو بشناخت او قوت از زمیل بانی ساخت او

اللہ کا شکر ہے کہ یہ تمام احوال، صفات اور معاملات بہت زیادہ برادر عزیز کی ذات میں موجود
ہیں، خدا کا شکر کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن برادر عزیز کا حشر مسکینوں کے زمرہ میں ہوگا اور
حق سبحانہ تعالیٰ برادر عزیز کو اپنے فضل سے ان کاموں میں استقامت عطا فرمائے اور دن بدن اس

میں انزلِ حقاً بخشے اپنے لعلِ احسان سے۔ ماقبہ وفاتتِ نجسہ ہو۔

والسلام
شرفِ میری

*

مکتوب ۱.۵

شغل... لا حول ولا قوۃ الا باللہ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توحید نہ کا آب و نفاک است کار دل صاف بیان پاک است

لے خواندہ خدا سے رابعادت دوری ز حقیقت شہادت

تا کے بہ زبان حسد پرستی این نیست مگر ہوا پرستی

د توحید کا تعلق ملی پانی کے پتلے سے نہیں اس کا تعلق تو مان و مفلات دل اور پاک بند سے ہے۔

لے عادت کے طور پر اللہ کا ذکر کر نیوالے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی حقیقت سے تو بہت دور

ہے کہ تک مرن زبان سے خدا پرستی اللہ اللہ کرتے رہو گے یہ مرن خواہش پر تکم و خدا پرستی نہیں۔

کاتب مکتوب شرفِ میری کا سلام و دعا قبول کریں۔

لکھنا یہ ہے کہ قاضی زین الدین نے تم عزیز کی تمام کیفیت بیان کی تم عزیز پر واضح ہو

میری جانب سے قبولیت ہے لیکن راہ پر چلنا ہی تم عزیز کا کام ہے جب مشائخ زمران اللہ کا طریقہ

یہ ہے تو رسم کے بت کو توڑ دینا چاہیے (یعنی کسی عبادت کو چھوڑ بیجئے) اور عبادت کے زنا کو کاٹ

ڈالنے اور راہِ طریقت میں قدم صدق کے ساتھ رکھنے اور حق سبحانہ تعالیٰ کی طلب میں ہمت بلند کیجئے

کیونکہ بے ہمت مرید کبھی کسی منزل پر نہیں پہنچتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

سگ دوں ہمت استخوان جوید پنہوشیر مغزہ جاں جوید

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ہم چو خورشید از بندگی فروشد

ہر کہ از ہمت دیدی راہ آملاست گر گدای می کند شاہ آمدہ ست

دکھنی سمت ہلاکتا ڈیوں کی تلاش میں رہتا ہے شیر کا بچہ زندہ جان کی تلاش کرتا ہے جو مت دلا ہو گیا
 آفتاب کی طرح بڑی میں کیا دفر ہو گیا۔ جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا اگر وہ گناگری کرتا ہے
 جب تک بادشاہ ہے۔

لیکن اسے عزیز اس راہ کا علم اہل طریقت ہی کے ساتھ مخصوص ہے جو آخرت کے عالم ہیں
 یہ علم ان کی صحبت و خدمت میں حاصل ہوتا ہے علماء دنیا سے نہیں وہ تو دین کے ماہرین ہیں اسی کی طرف
 اس شعر میں اشارہ ہے۔

ایں ہمہ علم بسم مختصر است علم رفیق براہ حق و گراست
 آن ہوا سے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بوندہ دین باشد
 ماسطہ این قوم را بر خاست است قول ایشان لا حرم لہن است است

یہ سارے علم مختصر سے عالم ظاہر کے ہیں اللہ کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ یہ سب
 خواہشیں جاس راہ میں آنے سے پہلے تھیں وہ سب رسم و عادت تھی دین نہیں تھا۔ جب کہ
 اس جماعت کے لوگوں کے درمیان سے ماسطہ ختم ہو گیا ہے تو یقیناً ان کا قول بن کافران سب سے ہو گا۔
 تو میں کی ہمت ایسی ہو کہ جو عادات اور خواہش پرستی سے نکل کر خدا پرستی میں پہنچ جائے تو اس گروہ کے
 علماء جو آخرت کے عالم ہیں اور علماء اُمّیہ کا بنیاد بنی اسوائیل (میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل
 کے نبیوں کی طرح ہیں) کے امتیازی طغریٰ کے حامل ہیں ان کی صحبت کی دولت طلب کرے تاکہ ان کی
 خدمت میں رہ کر دن بدن ان کی نگاہ خاص سے مضمومات محمودات یعنی بڑی صفتیں انہیں صفتوں سے
 بدل جائیں اور گردش حاصل ہو جائے اور ان کی صحبت و تربیت کی برکت سے نفس کافر سے رستگاری
 ہو جائے اور اسلام کا جمال دیکھے اور توحید حقیقی تک پہنچ جائے اور بارگاہِ وحدۃ الشریکہ میں رسائی
 ہو جائے اور وحدۃ حقیقی بن جائے اسی کو کہا ہے۔

اوصاف ذمہ چوں بدل شد ہر عقده کردہ تو بود حل شد

چوں مستی تو شد محقق نیز وہمہ نعرہ انا الحق

(جب بڑی عادتیں اچھی صفتوں میں تبدیل ہو گئیں تو تیری جتنی مشکلیں تھیں سب حل ہو گئیں)

جب تیرا تیری مستی یقینی ہو گئی تو پھر نعرہ انا الحق انا الحق اٹھنے لگا۔

ہر کرا آن آفتاب این جا یافت آنچه آں جا و مدہ بود انجلیافت

ایں جااست نہایت طریقت ایں ست علامتہ حقیقت

(جب کسی پر وہ آفتاب حقیقت یہاں تاباں ہو گیا جو کچھ دہاں کسے دیکھے وہ سب اس نے یہیں پایا۔

یہی وہ مقام ہے جو طریقت کی انتہا ہے یہی حقیقت کا خلاصہ ہے جو مسلمانوں کی عاقبت و خاتمہ خیر ہے

وَالسَّلَامُ

شرق منیری



مکتوب ۱۰۶

بلندی ہمت میں

(بعبارت دیگر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جہد کن تا زنیست بہت شوی وز شراب خدر است شوی

نیست کن ہر پیر راہ و رستے بود ادوت خانیہ خستے بود

(کو شمشک کرتا کہ نیست سے بہت ہو جائے اور شراب توحید سے صحت ہو جائے رسم و روش عقل

درد ہر سب کو فنا کر دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے) یحشر اناس یوم القیامۃ علی نیبائہم

(لوگوں کا حشر قیامت کے دن ان کی نیتوں پر ہوگا)

اے بھائی! آج اپنا جائزہ لو اپنے اندر غور کرو دیکھو اگر تمہارے اندر حق سبحانہ تعالیٰ

کی طلب غالب ہے تو عاشقوں کے ساتھ تمہیں اٹھائیں گے اور اگر تمہارے باطن میں بہت کی

محبت اور خواہش غالب ہے تو تمہارا اسالمین کے ساتھ حشر کریں گے اور اگر تمہارے اندر دنیا کی طلب

و محبت غالب ہے تو دنیا والوں میں تمہارا حشر کریں گے اسی کو کہا ہے۔

ہر چہ در دنیا خیالت آن بود تا بہ راہ دعاست آن بود

(اس دنیا میں جس چیز کے ساتھ ترا خیال وابستہ رہا ہے ابد تک تجھ اسی میں رہنا ہے۔)

لے بھائی! وہ لوگ جو اب بابت بہت ہیں انہوں نے دنیا و آخرت دونوں کو اپنی بہت کے
 سلسلے سے یہ کہتے ہوئے بٹا دیا ہے کہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ مردان راہ کی طساق دی ہوئی
 چیز ہے اور وہ خمر و دفر عین کے ہاتھ کی مانی (تویا) ہے اسے ترک کر دینا فرمن عین ہے۔
 ہر کہ اواز دار دنیا پاک شد نور مطلق گشت گرہ خاک شد
 جو شخص اس دار دنیا سے پاک ہو گیا وہ نور مطلق بن گیا اگر چہ مور تا خاکستر ہے۔

بہشت میں جتنی چیزیں تیار کی گئی ہیں وہ سب جس و خواص کی لذت اور اس کا حصہ ہیں
 جتنی چیزیں ہیں وہ ان پانچ خواص سے جدا نہیں ہیں یا کھانے کی ہیں، سونگھنے کی ہیں، دیکھنے کی، پہننے
 کی یا سُننے کی ہیں اور بہائم جانوروں کو ان سب میں شرکت ہو سکتی ہے۔ تو جس میں جانوروں کی شرکت
 ہو اس سے دُور رہنا چاہیے یہ ادنیٰ درجہ کی گراوٹ ہے نہ کہ اعلیٰ بہت ہے۔

ہمت کیا ہی خوب چیز ہے اس خاک کے پتلے میں کیا راز پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

سگ دوں ہمت استخوان جوید پنچہ شیر مغز جاں جوید

گس و گربہ سوسے خواں پونید سگ و زراغ اندک استخوان جوید

دکھنی ہمت والا کتا پڑیاں دھو ٹھہتا پھر لہے شیر کا پنچہ تازہ جان کی تلاش میں رہتا ہے۔

لی اور کھیاں دسترخوان کی طرن بکیتی ہیں کتے اور کوسے میں جو پلوں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

ہمت بھی کیا ہی بلند چیز ہے کہ جس کے بارے میں کہتے ہیں الجنة سبحن العارفين سما

ان الدنيا سبحن المومنين (جنت عارفوں کا قید خانہ ہے جس طرح دنیا مومنوں کے لئے قید خانہ ہے)

لے بھائی! اگر دیدار کا وعدہ بہشت میں ہونا مقرر نہ ہوتا تو ان عارفوں کی زبان پر بہشت

کا ذکر نہ آتا۔ منقول ہے کہ سلطان اعمارین یازید بسطامی قدس سرہ العزیز کی زبان پر اگر دنیا کا تذکرہ

آجاتا تو وضو فرماتے اور اگر بہشت کا ذکر آجاتا تو غسل فرماتے لوگوں نے سوال کیا۔ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟

فرمایا دنیا ناقص وضو ہے۔ برتنا ہے حال۔ اس کا ذکر وضو کا ٹوٹنا ہے وضو کے ٹوٹنے کے بعد وضو کرنا

ضروری ہے اور بہشت شہوتوں کے پورا ہونے کی جگہ ہے اس کا ذکر جنابت ہے۔ حال کے حکم کے

مطابق۔ یہ باتیں مردوں کی ہیں مخمخوں کی نہیں ان باتوں میں کوئی دخل نہ رہے فضول بحث نہ کرے

وہ جو میدان جنگ میں تلوار کھاتا اور تلوار چلانا جانتے ہیں اور ہی لوگ ہوتے ہیں اور وہ جو شریک کھانا

اور قورسہ کا پیالہ چائے والے ہیں وہ دوسرے ہی لوگ ہیں یہ سب برابر کیسے ہوں گے۔ بھکاری

اور بادشاہان مساوی کیسے ہوں گے خبردار عاشقوں اور مردوں کو اپنی رکیک عقل کے مختصر سے ترازو پر نہ تو لو کیوں کر یہ لوگ اس سے کہیں اعلیٰ ہیں کہ تمہاری عقل کے ترازو پر تو لے جائیں۔ جہاں عشق کا تاج باطل شروع ہوتا ہے وہاں عقل کے ستارے گم ہو جاتے ہیں ہم لوگوں کے لئے ان بزرگوں کے حال وحوالہ پر ایمان رکھنے اور اس کی تصدیق کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

طعمہ کاں پاکبازاں را دہند ہرگز آں کے نونیازاں را دہند

(پاکبازوں کی غذا کا لقمہ نئے نیاز مندوں کو کہاں دیا جاتا ہے۔)

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم فتن براہ حق دیگر است
حرف کو کاغذ سیاہ کند دل کو تیرہ ست کے چو ماہ کند
گر ترا در دست پر آید پدید قفل دروت را لید آید پدید

(یہ سارے علوم اس مختصر عالم ظاہر کے ہیں خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ حرف تو حرف کاغذ کو سیاہ کرتا ہے وہ دل جو تاریک ہے اسے کب ماہ تاباں بنا تا ہے اگر تجھے درد طلب ہے تو پیر مل جائیں گے اور تیرے درد کا مداوا ہو جائے گا۔)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری



مکتوب ۱۰۷

عمر رفتہ پر افسوس اور گزشتے ہوئے حال پر زدامت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس معزز کی جان پر رحمت ہو جس نے کہا ہے۔

در کوے جہاں رفت ہم عمر درینا چوں برہمن پیر بہت خانہ بانیم

(وہاں حسرت و افسوس توں کے کوپہ میں ساری عمر گزر گئی۔ بوڑھے برہمن کی طرح تنگدہ میں پڑے ہے)

لے بھائی! جو شخص اپنے غم و اندوہ میں مبتلا ہو اور جس کا حال اس درجہ خراب و خستہ ہو

www.marfat.com

کہ وہ بچا رہے۔

نئی حالت کلام نام بدیں صورت گرفتارم نہ من ہندو نہ مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم
 دین نہیں جانتا میں کون ہوں اپنی حیرت تو ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں۔
 وہ دوسرے کو کیا یاد کرے گا اور کیا کسی کو متیقن کرے گا۔ ہاں بھائی ایسا ہی ہے آپ ہی کی طرح اس
 اطراف کے بھی بعض اور عزیزوں نے دل چھوٹا کر لیا ہے اور صحنہ پھاٹ کا اظہار بھی کیا ہے۔ یہ صرف تنہا
 آپ ہی نہیں ہیں کہ جس نے دل چھوٹا کیا اور کسی نہ کسی طرح اظہار خفگی بھی۔

لے بھائی! عمر ختم ہونے کو آئی موت آپنی آخرت کا سفر سامنے ہے اس امر کے خوف و حسرت
 نے دل چھوٹ رکھا ہے کہ جس وقت ملک الموت آجائیں گے اور وہ پوچھیں گے کہ اللہی اقبض روح هذا العبد
 بالعبادة أم بالشقاوة پروردگارا اس بندہ کی روح سعادت پر قبض کروں یا شقاوت پر کچھ نہیں معلوم
 کہ اس وقت جواب کیا آئے گا جو اس حیرت سے متحیر ہو وہ اپنے آپ میں کہے گا؛ اسی کو کہا ہے۔

زُندہ سابقت نہ دائم چسیت خواندہ قانت نہ دائم کسیت
 بد انیک شد چو پذیرستی نیک ماگشت بد چو بگریستی

دچہ نہیں تصور میں کیا لکھا جا چکا ہے، قاتل کس حال پر ہوگا یہ بھی معلوم نہیں۔ میری تمام بتائیاں
 نیکیاں بن جائیں اگر آپ قبول فرمائیں اور میری تمام نیکیاں برائیوں میں تبدیل ہو جائیں اگر آپ کی پکڑ ہو جائے
 لے بھائی! کام انتہائی مشکل ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں اور بولتے اور
 سنتے ہیں اور وقت گزارتے ہیں۔ نقل ہے، ایک عارف موت کی سکرات میں اٹھے لوگوں نے پوچھا
 کوئی آرزو ہے تو فرمائیں کہ عافز کروں۔ کہا ہے تو عَدَمًا مَالًا و جود لہ ایسے عدم کی جسکا کہ وجود ہی نہ ہو۔
 اور وہ جو اس دولتِ عظمتی کے مالک ہیں لو اتزون ایمان ابی بکر مع ایمان امتی لستح (اگر میری تمام بات
 کے ایمان کو ابوبکر کے ایمان سے وزن کریں تو ابی بکر کے ایمان کا پلہ وزنی ہو جائے) وہ فرماتے تھے کاش میں درخت
 کی پتیاں ہوتا مے بھیڑ بکریاں کھائیں۔ اور وہ جن کا تبریہ تھا کہ اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا
 (ہم علم کے شہر ہیں اور علی اس کے دروازے ہیں) وہ کہتے تھے کاش ہم اپنی ماں کے جسم کا خون ہی ہتے
 یہ خود ان لوگوں کا حال ہے جو سارے عالم کے پیشوا اور دینِ اسلامی کے سرداران ہیں۔ اور وہ جو بت خانہ
 میں پیدا ہوئے بت خانہ میں پرورش پائی اور بتوں کے آگے سجدہ میں عمر تمام کی وہ کیا کہے اور اس کا حال
 کیا ہوگا؟ اس بچا رہے رحمت ہو بلکہ شکر رحمت ہو جس نے کہا ہے۔

سودہ گشت از سجدہ راہ بتاں پشیمانیم چند خورد و اجمت دین مسلمان ہم
 لے برہن با دہ رد کردہ اسماہا یا جو من گراہ را در پیش بت ہم بارت
 (توں کے آگے سجدہ کرتے کرتے میری پشیمانی گھس گئی اس کے باوجود تک خود کو مسلمان کہتا رہا
 اسے برہن بھاسا کہ روکے ہوئے کو اپنے پہاں بارت ہے۔ یا کیا؟ مجھ سے گراہ کو توں کے ساتھ
 آنے کی بھی راہ نہیں ہے۔)

یہ تمام مال خود اپنا لکھا گیا ہے یہ کوئی عبارت آرائی نہیں لگائی ہے۔

والسلام
 فقیر شریف نوری



مکتوب ۱۰۸

برے عادات و خصلتوں کو پسندیدہ اخلاق سے تبدیل کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہرچیز حق بسوز و غارت کن ہرچیز جزویں از دلہارت کن
 (اللہ کے سوا جو کچھ ہے سب کچھ کرنا کٹر کر دین کے علاوہ جو بھی ہے سب سے ظہارت کرو۔)
 اے بھائی! دوزخ اور بہشت دونوں کے بہت سے دروازے ہیں۔ تمام پسندیدہ باتیں
 اور اچھے کام بہترین اخلاق بہشت کے دروازے ہیں اور گندے اقوال و افعال اور برکتیں ناپسندیدہ
 اخلاق دوزخ کے درمیں ماس سبکے کہ آدمی کو راحت و آسائش جو پہنچتی ہے وہ پسندیدہ یعنی اچھے اقوال و
 افعال سے پہنچتی ہے اور تکلیف و رنج جو آدمی کو پہنچتا ہے وہ اس کے اقوال و افعال ناپسندیدہ اور
 اخلاق سے پیش آتا ہے اور جو شخص آج برے اقوال و افعال اور اخلاق و عادات و خصلتوں سے نکل کر اخلاق
 حمیدہ اور اقوال و افعال پسندیدہ سے آراستہ ہو اور دوزخ سے نکل آیا اور بہشت میں پہنچ گیا اس لئے
 کہ دوزخ کو بڑی باتوں اور بڑے کاموں اور بڑے عادات و خصلتوں سے سرور کا ہوتا ہے جیسا کہ ہم پہلی باتیں پسندیدہ
 کاموں اور عمدہ اخلاق سے نہیں جیسا کہ کہا ہے۔

دایا اور غمئے ناخوش اندہ ای درمطالت بدداختش اندہ ای

صافانت باآخام بود جمع توخوای بود بے سندی بے شیخ

(تو ہمیشہ ناپسندیدہ خصلتوں میں رہا ہے اور اپنی اپنی بڑی کامیابیوں سے تک میں بنا رہا ہے۔)

جب تک تیرے مغفین تیرے ساتھ ہیں تو تمہاری سب کچھ کچھ کی جیسی بے سنی میں نہیں ہوگا

لے جانی! آج مرے پاس کچھ کام ہے کہ بڑے اہل بڑی باتوں کو نیک باتوں سے بدل دے بڑے

کاموں کو اچھے اور پسندیدہ کاموں میں تبدیل کرے بڑے اہل علم و فضل کو اہل علم و فضل سے تبدیل

کرے اس کام کو اہل تصوف کی اصطلاح میں گردش بنانا یعنی اپنی نیکو شہرت میں تبدیلی کہتے ہیں۔

جیسا کہ کہا ہے۔

تو جن میں محبوب از خود ماندہ ای تا بد محبوب از خود ماندہ ای

پاکبازانے کو درویشش آمد ہر نفس کو خود پریشش آمد

(تو خود اپنی خودی میں اپنے آپ سے محاب میں ہے ہمیشہ کے لئے اپنی خودی کے لیے محبوب ہو گیا ہے

درویش و فقرا جو حقیقتاً پاکباز ہیں ہر لمحہ اپنی گمشدہ خود کو ناکار کرنے میں مورہتے ہیں۔)

مرید کے لئے یہ کام بمنزلہ دھوکے ہے جس طرح دھوکے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے اسی طرح مرید

کے لئے بغیر اس گردش کے طریقت میں روش نہیں ہے یہ سادہ سادہ ہے اور یاقتیں ہی گردش کے

صوبل کے لئے ہیں تاکہ مرید راہ طریقت میں چلنے کے لائق اور صاحب استعداد ہو جائے اور جو شخص اس گردش

کے بغیر طریقت میں روش چاہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بے دھون نماز ادا کرے تو آج اس کام میں ساری

خرابی و نقصان اسی وجہ سے ہے کہ اس کام کا اس کام کے شرط کے بغیر چاہتے ہیں جسے کوئی بے دھون نماز پڑھتا

ہے ہر کام کے لئے ایک شرط ہے جب تک وہ شرط پوری نہ ہو وہ کام ہرگز نہیں ہوتا جیسے دیکھنا بغیر آنکھ

کے سننا بغیر کان کے بولنا بغیر زبان کے ہرگز نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ کام بغیر گردش کے ہرگز نہیں ہو سکتا

اسی لئے یہ حکم ہے کہ پیر واقف راہ اور اس کے نشیب و فراز سے آگاہ اور اپنے نفس سے پاک شعاع اور اپنے

لذات و خواہشات اور اپنے حق و حصے سے آزاد اور اس کام کا آشنا کامل چاہئے تاکہ یہ گردش اُن کے

دولت کے سایہ میں اور ان کی جنتوں کی خدمت میں مرید کو حاصل ہو جائے۔

راہ دوراست دپڑ آفت لے لپہر راہ دورامی بیاید راہ سیر

کور ہرگز کے تو اندر رفت راست بے عصاکش کور را رفتن نطاست

گو ترا در دست پیر آید پدید قفل و در دست را کلید آید پدید

(اے لڑکے راہ لہی ہے اور آفت سے بھری ہوئی اس راہ کے چلنے والے کو راہ تبتلنے والا ضروری ہے

اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاشی کو کچھ چلانے والے کے بغیر اندھے کا راہ چلنا ہی خطا ہے۔ اگر

تجھے درد ہے اور پیر میسر آجائے تو تیرے درد کے تالا کی کنی تجھے مل گئی۔)

تو جس کو یہ درد پیدا ہوا اور یہ غم و اندوہ اس کے سینہ میں جاگزیں ہو جائے۔ اور چاہتا ہے کہ

بڑے خصائل، نقصان کی باتوں سے باہر نکل آئے اور خود کو مردوں کے کمال تک پہنچائے مگر تا دیر تا

آدمی بن جائے تو اس کے لئے حکم حال کے مطابق اس پر فرض ہے کہ کسی ایسے شخص کی کفش برداری کرے

کہ وہ کمال کو پہنچایا ہوا ہو تاکہ اس کو بھی کمال کی راہ دکھلائے اور اس کی تربیت شرائط کے ساتھ کسے اسی

راہ کی آفتوں اور خطروں سے سلامتی کے ساتھ اسے گزار دے۔ اسی کو کہا ہے۔

اودیل تو بس تو راہ مجوی اوزبان تو بس تو یادہ گوی

ہرچہ اوگفت راز مطلق داں ہرچہ اوکر کردہ حق داں

خاک اوباش بادشاہی کن آن اوباش ہرچہ خواہی کن

(پیر کی اتباع ہی تیرے لئے مشعل راہ ہے ان کا فرمان ہی تیرے لئے کافی ہے زیادہ گفتگو بند کر

ان کے اقوال کو حق کا راز جان ان کے افعال کو حق سبحانہ تعالیٰ کا کیا ہوا مان۔ ان کے

درد کی خاک بن جا اور بادشاہی کر ان کے ناز کے لائق ہو جا پھر جو دل چاہے کرتارہ۔)

..... اتنا سمجھ جانا بالکل ضروری ہے کہ کامل کسے کہتے ہیں کامل کون ہوتے ہیں؟

اے بھائی! کامل اس شخص کو کہتے ہیں جو ان چار چیزوں کا حامل ہو: پوری شریعت، کامل تربیت

کامل حقیقت اور معرفت تاثر جو ان چار چیزوں سے متصف ہو وہ مقتدا ہے، پیر ہے، شیخ ہے اور کامل

ہے ایسا شخص پیری کے لائق ہے اور اس کے علاوہ جو ہے وہ سب گمراہی، ضلالت و جہالت ہے جیسا

کہ اس دور میں ہو رہا ہے۔

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری



مکتوب ۱۰۹

مختصر آدمی کی نسبت بزرگی اور خلا موجود اور محبوب نے کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لے بھائی! آدمی موجودات کا لب لباب، مخلوقات کا بخوڑ ہے شرافت و کرامت برتری و بزرگی جو کچھ ہے وہ سب آدمی میں ہے باقی سب صورت تصویر حیران ہیں چنانچہ خواجہ طارح رحمۃ اللہ علیہ نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

عشق شاں یک ذرہ آید در وجود	تا خاک کرند آدم را سجود
تا ابد در غد متش بہشت یافتند	رہ سخن چوں جان آدم یافتند
رہ زندانستند سوسے کردگار	تا نیاید جان آدم آشکار
ز کلید ہر دو عالم شد پدید	رہ پدید آمد چو آدم شد پدید

آدم کو فرشتوں نے اس وقت سجدہ کیا جب حق تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرہ وجود میں آیا۔ آدم کی روح نے جب حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ جان لیا تو ہمیشہ کے لئے ان کی خدمت کو آوارہ و مستعد ہو گئے جب تک آدم علیہ السلام کی روح ظاہر ہو گیا نہیں ہوتی تھی اس وقت تک کسی نے خدا کی طرف راہ نہیں پائی تھی۔ جب آدم پیدا ہوئے راہ بھی کھل گئی انہیں کی ذات سے دونوں جہان کے تالا کی کنجی ہاتھ آئی۔

لے بھائی! ہرگز غفلت میں نہ رہو ہمارے ہزار عالم میں وہ چیز نہیں پاسکتے جو اس مٹی و پانی میں ہے نفخت فیہ من دوحی (میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی) درخشاں ہے اس میں نگاہ کرو۔ جیسا کہ کہا ہے

لے دل ز ہوائے خود سندرکن	در کوئے دلاے او گذرکن
بگذر ز طبیعت و مزاجش	در ستر نفخت او نظرکن

(اسے دل اپنی خواہشات سے پرہیز کر اس کی دوستی و محبت کے کوپہ میں خود کو ڈال دے)

(آدمی کی طبیعت اور اس کے مزاج کو نہ دیکھ نفخت فیہ من روحی کے راز کو چشم حقیقت میں سے دیکھ)
 ملائکہ فرشتے باوجود اپنے تقدس و پاکیزگی کے بل عباد مسکرمون (یہ لوگ کرم بنے
 ہیں) کے مقام میں ہیں لیکن تُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور یہ اس کو دوست رکھتے ہیں)
 کے لائق و سزاوار ہیں اب دغاگ ہوا اسی سے یقین کر لو کہ جو مجد و شرف ہے وہ سب آدمی میں ہے چنانچہ
 ایک عزیز نے کہا ہے۔

خاک را چون کار با پاک اوستاد پیش آدم عرش در خاک اوستاد

(اس مٹی کے پتلے کو جب اُس کی روح پاک سے واسطہ ہوا تو آدم کے مقابلہ میں عرش بھی پست ہو گیا۔)

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ (بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) کمال ہے لیکن ہم
 رحمت اللہ علیہ کہتے ہیں اے علی صفتہ بمعنی صفت ۱۲ اسی بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ انسان کی حقیقت نبات

ربوبیت کے اسرار کا آئینہ و منظر ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

نیت بالائے تو مخلوق تے دگر نیت بیرونے تو معشوق تے دگر

بچوں برونی تو ز عقل و معرفت نے تو در شرح آئی و نہ در صفت

ہرچہ در توحید مطلق آدہ است این ہمہ در تو محقق آدہ است

(مجھ سے اعلیٰ و برتر کئی مخلوق نہیں تیرے سوا کوئی دوسرا معشوق نہیں۔ چونکہ تو عقل و معرفت سے

بالا ہے اس لئے نہ تیری شرح ہو سکتی ہے اور نہ تیری صفت بیان میں آ سکتی ہے۔ توحید مطلق میں ہرچہ

ہے وہ سب تیرے اندر محقق و پختہ ہے۔)

اے بھائی! جب اس ایک مستطی خاک کو اپنے کمال قدرت سے بتلا بنا یا اس کے بعد چالیس

سال تک اپنے نور کی پرورش کے آفتاب میں رکھا یہاں تک کہ اس کے ہستی کی تازگی اس سے زائل ہو گئی

اس وقت فرشتوں کو حکم ہوا۔ جاؤ اس نادر و نازکے شکل و صورت والے کی بارگاہ میں اور اس کے بزرگ

و برتر آستانہ کو بوسہ درجہ ساتوں آسمانوں سے اُپر ہے فقو اللہ ماجدین (ہیں اس کے آگے

بجھ میں گر پڑو)۔ ملائکہ یعنی فرشتوں کو حکم ہوا ہے آدم کو سجدہ کر وہ مرتبہ و منقبت 'خوبی' عزت و منزلت

بزرگی، مٹی کی نہیں تھی بلکہ اس سلطانِ دل کی تھی جو لطائفِ الہی سے ایک لطیف ہے اور اسرارِ بادشاہی

میں سے ایک سیر اور غیبی معانی میں سے ایک معنی ہے جو قبل الروح من اُمور ربی (کہہ دیجئے روح سے

رہے حکم سے ہے) کے راز کے پردہ میں آدم کے دل کے اس نکتہ سیاہ (یعنی نورِ منتہی) امانت رکھی گئی کہ

اور پھر خواجہ عالم علی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اس راز سرسبز کی یہ نشان دہی کی کہ خلق آدم علیٰ صورت
(آدم کو پہنچانی صورت پر پیدا کیا) تیشبیر و تمثیل کے طور پر نہیں ہے یہ ایک ستر عظیم (بہت بڑا راز) ہے۔
جب ملا علی نے یہ مرتبہ اور یہ بزرگی دیکھی تو سنبے لینی روحوں کو اس خاک بنے پاک کیلئے آستانہ پر پھلدار
کر دیا لیکن وہ ملعون جو اس عہد کا چمکاؤڑ تھا جب آفتاب آدم کے سامنے آیا تو اپنی آنکھیں بڑی طرح
لٹنے لگا اور اپنی انتہائی بد نصیبی سے اس دولت کا ایک ذرہ بھی نہ دیکھ پایا۔

بانت خلیفہ اتفاق انارکاست کز عشق نصیب من ذوق امانہ است

(قسمت کی بدبختی سے میرے ساتھ یہ اتفاق ہوا کہ عشق سے میرے ہفتہ میں جہاں (مردودی) ہوئی۔)

جناب آدم کی ذات خلیفہ کے اسرار کی امانت گاہ تھی ورنہ ایک مٹھی خاک کی اہمیت کہاں
تھی کہ خلیفہ قدس (قدس و بزرگی کے مقام کے رہنے والے خلیفہ ہائے منابر انس (انس و جنت کے جبرئیل
پر خطبہ کہنے والے) اس کے آگے سجدہ کریں۔ ایک مٹھی بے قیمت مٹی کی یہ عزت کہاں تھی کہ جبرئیل اس
سکاٹیل مکیں، اسرافیل صاحب تمکین سے کہا جائے۔ کہ اسجد والہ اس کو سجدہ کر وادہ ایک مٹھی
خاک حقیقتاً دل کا راز تھا۔

اے جہاں! سارے جہاں کے عقل والے مقلد اجیرت کی انگلی دانتوں سے دبائے ہیں تیرے
حیران ہیں کہ کس رتبہ کا یہ مٹی کا پتلہ ہے کہ جسے حق سبحانہ تعالیٰ اپنا محبوب بنائے ہوئے ہے۔ اسی کو
ایک صاحب عزت کہتے ہیں کہ قسم ہے حق سبحانہ تعالیٰ اپنے سوا کسی کو محبوب نہیں رکھتا۔ کیا کہتے ہو؟
کہ جو اپنی مصنوعات سے محبت کرتا ہے اس کی وہ محبت خود اپنے آپ سے ہوئی تا؟

شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ العزیز کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی یحبہم وحبہم
(وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور یہ اس کو دوست رکھتے ہیں) فرمایا قسم ہے حق تعالیٰ کی کہ یحبہم وانبہ لا یحبہم
الانفسہ (وہ ان سے محبت کرتا ہے اس حال میں کہ وہ انہیں نفرت سے (زیادہ) محبت کرتا ہے)

اے درویش! جب کسی غیر کا وجود ہی نہیں ہے تو کیسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے سوا
کسی غیر کو دوست رکھتا ہے۔ نقل ہے کہ استاد ابوالقاسم تسری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ یہ کب
جائز ہے کہ تو موجود ہو اور وہ موجود ہو۔ تو ہست ہو اور وہ ہست، خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ اس مقام
میں کہتے ہیں۔

من ندانم ایچ ہستم یا نیم چوں ہم ہم ادست آخ من کیم

(میں نہیں جانتا کہ میں کچھ ہوں یا نہیں ہوں جب سب وہی ہے تو میں کون ہوں۔)
وہ وجود کہ جس کی حدیں عدم کی طرف لوٹ جائیں ایسے وجود کو اگر وجود کہتے ہو تو یہ مجازاً ہوگا وہ
وجود وجود عدم کے درمیان ہو وہ ہرگز وجود نہیں ہے۔

وَالسَّلَامُ
شَرَفٌ مِّنِي



مکتوب ۱۱۰

راہِ شریعت و طریقت و حقیقت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تم جانو! شریعت ایک راستہ ہے طریقت و حقیقت بھی راستہ ہے۔ شریعت چلنے کی
وہ راہ ہے جس سے ظاہر کی صفائی حاصل ہوتی ہے اور مذہب کے آداب و تہذیب درست ہوتے ہیں آدمی
مہذب اور مؤدب بن جاتا ہے۔ طریقت بھی عمل کرنے کی ایک راہ ہے باطن کے تصفیہ کے لئے تاکہ باطن
صاف و شفاف ہو جائے اور باطن غیب کے لئے آمادہ و تیار ہو جائے اپنے آپ کے نفرت و بیزاری، مومن
سے انس و محبت اور کسی حال میں اپنے ہونے کو اشارتاً بھی نہ کہے اور اپنی جانب سے کوئی بات نہ کرے،
یہ کام دائمی ذکر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ بِكُلِّ شَيْءٍ مِّمَّا قَالَ الْقَلْبُ
ذَكَرَ اللهُ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ بیشک ہر چیز کی عقل کرنے والا ہوتا ہے قلب کا عقل کنندہ اللہ کا ذکر
جس وقت دل کا رنگ صاف ہو جاتا ہے اس وقت پہلی چیز جو آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے وہ عقل کنندہ
کی صورت ہوتی ہے اگر اس رنگ کا عقل کنندہ ذکر تھا تو ذکر (لا الہ الا اللہ) ظاہر ہوگا اور اگر مذکور
جس کا ذکر کیا گیا تو مذکور ظاہر ہوگا ہذا ایضاً عظیم (یہ ایک بہت بڑا راز ہے) زبان سے ذکر دل کو
مذکور (جو ذکر کیا جائے یعنی جس کا ذکر کیا جائے) میں حاضر و موجود کرتا ہے۔ دل کا ذکر روح کو مذکور میں حاضر
کرتا ہے اور روح کا ذکر سب کو مذکور میں حاضر کرتا ہے اور حضور (یعنی نزدیکی سامنے) میں آفاکتا ہے
اور غیبت میں (یعنی اوجھل ہونا پوشیدگی) میں ہو۔

www.marfat.com

عکس کو ز عشق یا ریکرڈ شوڈ پیدا و نہاں ز عشق چوں ہوسے شوڈ
 در مرتبہ حضور گوید کہ اکتا در تفرقہ و غیبت ہو گئے شوڈ
 (و شخص محبوب کے عشق میں سبک کر مرن عشق کا بن جاتا ہوا اس عشق کا اثر سنا ہر دماغ میں عمل کر باں
 کی طرح ہوتا ہے۔)

وہ حضور کی وجہ میں انا کہتا ہے اور تفرقہ و غیبت میں ٹھوکنے والا ہوتا ہے۔
 اور راہ حقیقت! یہ بھی طے کرنے کی راہ ہے اسقاط اضافات کے لئے تاکہ وحدانی الذات
 ہو جائے جیسا کہ حسن منصور نے کہا ہے الصوفی وحدانی الذات (صوفی وحدانی الذات) ہو جاتا ہے اور ذات
 کی وحدت دیکھائی تمام نسبتوں یا تفاوتوں کو ساقط کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے۔ توجیب تک تمہاری اضافت تمہارا
 لگاؤ کسی چیز کی طرف کیا جلتے یا کسی شے و چیز قول و فعل کی اضافت و نسبت تمہاری طرف کی جلتے اس
 وقت تک حقیقت کی راہ میں سے ایک ذرہ برابر راہ طے نہیں ہوتی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ملامت کے
 کوچہ کے سراندازاں اپنے آپ سے باہر ہو گئے ہیں و زنا ربا نہ لے ہیں و اپنے لئے یوں کہتے ہیں جیسا کہ
 اس رُبائی میں ہے۔

گفتم کہ مگر محرم اسرار آیم بادوت وصل بر در بار آیم
 کے دانستم کہ با کمال و دانش در بکدرہ متا بل زنا ر آیم
 (میں نے کہا شاید میں محرم ماز ہو گیا ہوں، غربت کی دولت کے ساتھ محبوب کے در پر آ گیا ہوں۔
 یہ مجھے کہاں معلوم تھا کہ اس کمال علم و دانش کے باوجود میں بت نماز میں زنا ر کے قابل بنوں گا۔)

وَالسَّلَام
 حقیر شرف منیری



قول ہو فعل ہو یا حال ہو کسی چیز کی نسبت حق تعالیٰ کے سوا کسی طرف کرنے کو ساقط ختم کر دینا اسقاط
 اضافات ہے کہ التوحید اسقاط الاضافات آیا ہے۔ اس کتب کو اصحاب نے کبھی سمجھ سکتے ہیں جو حقیقت
 ذکر کے عارف ہوں اور انہیں سوا کو سمجھنا چاہیے۔ کہنا سئل الذکو اهل الذکو زمان ہے۔ (مترجم)

مکتوب ۱۱۱

اپنے حال پر افسوس و ندامت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اڑیں کافر کہ مارا اور جہاد است مسلمان در جہاں کتر قناد است

(یہ نفس کافر جو ہماری تباہ و سرشت میں ہے، اس کی وجہ سے دنیا میں مسلمان بہت کم ہیں۔)

اے بھائی! اپنے تم ماندہ سے خالی نہ رہو اور اپنی اس مسلمانی پر بھروسہ نہ کرو کیوں کہ کافروں

مشرکوں کو ہمارے جیسے اسلام سے ننگے، اور یہودیوں نصرانیوں کو ہمارے دین ایمان

سے سو روہ کا مار ہے۔ اسی حال میں فریاد کی ہے۔

نمی دانم کرا نام ویریں سیرت گرفتارم نہ ہندوین مسلم نہ من مرتد نہ بکلام

(مجھے نہیں معلوم میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم نہ مرتد نہ بدکار ہوں۔)

نقل ہے کہ ایک یہودی سلطان العارین با زید بسطامی رحمت اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا تھا کسی

نے اس سے کہا کہ جو معاملہ ہے سلطان العارین کے پڑوس میں رہتے ہوئے بھی تو ابھی تک یہودی ہی ہے۔

اس نے جواب دیا کہ ہے تو ایسا ہی لیکن مسلمانی جان کی ہے اس کا نیاہ مجھ سے نہیں ہو سکتا اور جو مسلمانی

تم لوگوں کی ہے مجھے ایسی مسلمانی سے ہزار درجہ میں ننگ و مار ہے۔ اسی کو اس شعر میں کہا ہے اور جس

نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

اے برہمن باروہ رو کر وہ اسکا یا چون گراہ رایش بتاں ہم راہ میت

(اے برہمن مجھ جیسے اسلام کے رد کے ہوئے کو بت خانہ میں اجازت دے۔ کیا مجھ جیسے گراہ کو

توں کے پاس بھی آنے کی راہ نہیں ہے۔)

اگر کسی دن تیری نظر نفس کے بت خانہ میں پڑ جائے تو اس بت خانہ کے ہر گوشہ میں تو سٹو بت اور

تسو زنا روکھے لے اور تو وہی کہنے لگے جو ایک عزیز نے کہا ہے۔

سودہ گشت از سجدہ راہ بتلاں پیشانیم چند خود را تہمت دین مسلمانانہم
(بتوں کی راہ میں سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اس حال میں کب کسی نے خود کو مسلمان کہہ سکتا ہے گا)
اِنَّ رَاٰیْتُمْ مِّنَ الْمُتَعَدِّیْنَ اِلَیْہَا حَوَادِیْعَ ہُرِّضْنَ فَاِیْنِیْ خَاطِبُوْنَ کُوْخًا یَّابِیْہَا۔ اور اس کی پرستش کر رہا ہے۔

اور اس گھمنڈ میں ہے کہ خدا کی پرستش کر رہا ہوں افسوس خدا افسوس یہ خدا پرستی کہاں ہے۔

ز ہزار گلو خدا پرستم چوں تو ہوا ہے خود پرستی

(جب کہ تہا پنی خواہش کے پرستار ہوتوں ہرگز نہ کہوں کہ میں خدا پرست ہوں۔)

بلکہ یہ کہو جو اس عارف نے اس نظر سے کہا ہے۔

مصرعہ۔ بت پرستم بت پرستم راست گویم ہرچہ،ستم (میں بت پرست ہوں جو کچھ کہہ دوں سچ کہہ دوں)
اَلنَّفْسُ جَاحِلٌ اَلَا کَبْرُ (نفس ہی سب سے بڑا بت ہے) جب ہم اس بت کے بیرو میں تو گویا ہم بالکل بت
پرست ہیں اور جہالت سے اس کا نام ہم نے مسلمان رکھا ہے۔

مصرعہ۔ فرات کند غمار کما مشبستی؛ (اس رات تونٹہ میں جود ہے کل جب صبح ہوگی نشہ ٹوٹے گا تو علم
ہنگامہ) جب موت آجائے گی اس وقت اس نشہ سے ہوش میں آؤ گے تو اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم خدا
کی پرستش کرتے رہے یا نفس کے بت کی پوجا کرتے رہے۔

سبحان اللہ پاک ہے وہ ذات، یہ کیسی مسلمان ہوں کہ نہ خدا کے ساتھ صحیح ذہن کے ساتھ اور نہ
نہ مناجاتوں کا ساتھی تھا نہ خرابیوں کا ساتھی یہ پریشانی ہے نہ کہ دین مسلمان ہے اس معنی میں زیادہ و فغان
کی ہے اور کہا ہے۔

زہدے نہ کہ در کج مناجات نشینیم و جدے نہ کہ در گرد خرابات برائیم

نے اہل صلاحیم نہ ستانہ خرابات ایخانہ و آبخانہ چو تویم کجا نیم

(ایسا زہد نہیں کہ مناجات کے گوشہ میں بیٹھوں اور وہ تو اجد بھی نہیں کہ میخانہ کے گرد چکر لگاؤں۔

نہ میں نیکو کاروں میں ہوں اور نہ زہد خراباتی ہوں نہ یہاں کا ہوں نہ وہاں کا نہیں معلوم کنی سی عافیت کا فرد ہوں۔)

لے بھائی! ہم سب خود پرست ہیں اور خود پرست سے خدا پرستی نہیں ہو سکتی سجدے نکل کر بتخانہ

کی راہ لینی چاہیے اور وہی کہنا چاہیے جو اس بوڑھے ضعیف نے کہا ہے۔

در کستے بتاں رفت ہر عمر درینسا چوں برہمن پیر بہ بتخانہ باندم

(افسوس آجوں کے کوپ میں عمر تمام ہو گئی بوڑھے برہمن کی طرح ساری عمر بتخانہ میں پڑے رہے۔)

تو نیک کے ساتھ ختم قرآن اور مصحف کف ہونا چاہیے آتش پرستوں کی زنارداری کے ساتھ ہمیں تمہیں
کیا فائدہ ہوگا اسی معنی میں خوب کہا ہے۔

مصحف کف گرفت کفر و دروں نہفتہ بطلال مست خفتہ در بستر ریائی

(ہاتھ میں قرآن ہے باطن میں کفر چھپائے ہوئے ناکارہ مکار بستر میں پڑا سویا ہوا ہے)

مصرع: مسلمان شو دلا زنا رگیل: (اے دل مسلمان ہو جا اور زنا توڑ دے)

اے بھائی! ہمیں تمہیں وہی دعویٰ ہے جو فرعون لعین کو تھا لیکن اُس نے اعلانِ اناؤیکہ (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کہا اور ہمارا تمہارا نفس پوشیدہ اتار یکم الا علی کہتا ہے قتل کئے جانے کے خوف سے
اعلان نہیں کرتا اور اس ملعون کو اس کا خوف نہیں تھا۔ نفس کی سزا اور اس کی اصلاح کے خیال سے ایک سپر
نے۔ تہخانہ کی راہ اختیار کی جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

بارد گر پیر ماراہ قلندر گرفت خرقہ بر زنا رداد مشغلہ از سر گرفت

میکدہ آباد کرد مسجد و منبر خراب از ہمہ گیراں صلیب مرتبہ بر گرفت

مصحف و سجادہ را کرد و پیر مے سب و نھار داد بادہ د ساغر گرفت

کرد گر بیان دل چاک چومر و این راہ رفت خرامان دست اسن دلبر گرفت

(یہ دوسری پارہ کمرے شیخ نے آزادی کی راہ اختیار کی خرقہ کو زنا پر قسربان کر دیا اور نئے

سر سے مشغل شروع کیا۔ شراب خانہ کو آباد کیا مسجد و منبر کو ویران کر دیا تمام آتش پرستوں کی

زنارداری اور لعنائیوں کی صلیب پرستی سے بھی آگے بڑھ گئے۔ ولیف کی کتاب جلے نماز معملی

کو شراب کے عوض گرد کر دیا تسبیح شراب فروش کے حوالہ کی شراب اور شراب کا جام لے لیا۔

کے گریبان کو مردان ماہ کی طرح چاک کر دیا جھومتے ہوئے خاص اماناز سے گئے اور محبوب کا دامن تھام لیا

اپنا غم کھانا پاپا ہے اور ہوشیار رہنا پاپا ہے جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ جیسا کہ یہ

قطع ہے۔

اسے پیر گنہگار در توبہ ک شادہ است انواع نعم بہر تو آ مادہ نہاد است

بشتاب سوتے توبہ کہ از ماور گیتی از کردن تا خیر بے واقعہ زلوا است

بغلن بسر نفس بد آموز بہ شمشیر بردار مرآں را کہ دریں راہ قلا است

(اے بڑے گنہگار توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے، قسم قسم کی نعمتیں تیرے لئے تیار رکھی ہیں توبہ کی طرف تڑپتے

Marfat.com

میں جلدی کر کہ اس دنیا میں تاقیر کرنے سے بہت سارے واقعات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اس شرارتی
 نفس کا ستر لوار سے اڑا دے اس کو راہ سے اکھاڑ پھینک جو راہ روکے ہوئے ہے۔
 اے بھائی! غافل نہ رہ موجب تک یہ نفس باقی ہے ہی حال ہے جو ایک عزیز نے کہا ہے۔
 مست چہ خسی کو کیس کر وہ اند کارشناساں نہ چنیں کر وہ اند
 دستوں کی طرح کیا دہوش سوے ہوئے ہو دیکھو گھات لگائے ہوئے ہے اس راہ کے واقف کاموں نے ایسا ہی
 کیا ہے۔ ایک عزیز نے اسی حال میں نالہ و فریاد کی ہے۔
 کاشکہ ہرگز نہ زادی مادرم تا کر دی کشہ یہ نفس کافر م
 کاشکہ ہرگز نہ بودے نام من تا بودے فتنش و آرام من
 (کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی کہ نفس کافر کے ہاتھوں مارا جاتا۔ کاش میرا وجود ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ کو کسی
 فعل کا ظہور ہی نہ ہوتا۔)

وَالسَّلَامُ
 خاکسار شرف میری



مکتوب ۱۱۲

تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے اور اپنے و مخلوق کے اختیار

سے دور ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیز بھائی! حکم محمود دونوں جہاں میں اللہ عزت عطا فرمائے کتاب مکتوب شرف میری کا سلام و دعا
 لکھنا یہ ہے کہ آپ برا در خطوط متواتر بھیجتے رہے اور آنے والے کی زبانی بھی کیفیت
 معلوم ہوتی رہی انشاء اللہ تعالیٰ اگر تقدیر خداوندی نے چاہا تو ایک دوسرے کی ملاقات حاصل ہوگی اور
 بھائی کا در ولادت وصال سے بدل جائے گا چنانچہ کہا ہے۔

دیدار بایہ دانی چہ ذوق دارد ابرے کہ در بیابان بکشنگ یار

(تمہیں جانا چاہئے کہ محبوب کی بقا میں کیا ذوق و مزہ ہوتا ہے۔ جیسے جنگل میں پیسے برابر ٹکڑوں سے جاتے ہیں)

لیکن بندہ کی اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں ہوتا۔ انبیاء اور یارِ امرا، بادشاہان نے چند ایسے کام چاہے، کہ ہو جائے لیکن نہ ہوا اور کچھ ایسی چیزیں تھیں جن کو چاہا کہ نہ ہوا اور وہ ہو گئیں۔ اللہ کی فشار اور اس کی خواہش نے سب کی خواہش کو پیچھے کر دیا ہے جس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔

نہ رود بر مراد ما کارے بندہ بودی چنین بود آئے

(کوئی کام میری مراد کے مطابق نہیں ہوتا۔ ہاں بندہ ہونا ایسا ہی ہوتا ہے۔) بندگی کو مراد سے

کیا سہر و کار؟ عبودیت (بندگی) دوسری چیز ہے اور ربوبیت دوسری چیز جس طرح وحدت میں دونوں کی گنجائش نہیں ہوتی اسی طرح ربوبیت میں شرکت نہیں ہوتی فرمایا ہے اِنَّا اَنَا وَاَمَّا اَنْتَ (ہم ہی ہیں یا تم رہو) وہی ہوتا ہے جو میں چاہتا ہوں۔ اسی بنا پر بزرگانِ دین تمام کاموں اور تمام وعدوں میں انشاءِ تعالیٰ کہتے ہیں یعنی تمام کاموں اور وعدوں کو خداوند تعالیٰ کی مشیت کے حوالہ کرتے ہیں اور درمیان سے خود کو دور کر دیتے ہیں تاکہ غیرت کی چوٹ نہ کھائیں۔

اے بھائی! کسی کام میں محض یہ نہ کہو کہ میں ایسا کرونگا یا یہ دوں گا اور اسی طرح کی دوسری باتیں

لیکن آخر میں انشاء اللہ ضرور کہو تاکہ غیرت اپنا کام نہ کر جائے۔

کفار مکہ نے جب روح کا سئلہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا اکل صبح جواب دوں گا انشاء اللہ کہنا فراموش ہو گیا۔ روایت کی اختلاف کی بنا پر شکر روز یا اٹھارہ روز دہی نہ آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر وہ گذری کہ اگر یہ پہاڑوں پر گذرتی تو فطرت ذابا بود ہوتے۔ جب جناب جبرئیل علیہ السلام آئے تو حضور نے پوچھا اے جبرئیل! دشمنان کھڑے ہیں اور جواب مانگ رہے ہیں۔ یہ چند روز رکنے کی وجہ کیا تھی؟ جناب جبرئیل نے کہا جس وقت آپ نے ان لوگوں کو کہا کہ اکل صبح اس کا جواب دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ نے نہیں کہا۔ تو اے بھائی! اگر تقدیر میں ہے تو وہ چیز قطعاً حاصل ہوگی اور اگر تقدیر میں نہیں ہے تو ہم تم سوا چاہیں بھی تو نہیں ہوگی۔

اے بھائی! حضور یقیناً برسے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی مدت تینس سال ہوئی اس تینس

سال میں حضور کی خواہش رہی کہ ابوطالب ایمان لے آئیں لیکن وہ ایمان نہ لائے اسی سے جان لو کہ بندہ کی خواہش پر کوئی کام نہیں ہوتا بندوں کو ایسی خواہش دیا ہوتی ہے جو تمنا ہی کے جی سے اس کا وجہ

سے وہ سب شور و فریاد میں ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

عالیٰ پر شور و فریاد آمدہ جملہ بچوں ویسے برباد آمدہ
لے جہاں جاں ہمہ حیران تو صد ہزاراں عقل سرگردان تو

(ایک دنیا شور و فریاد سے بھری ہوئی۔ ویران و اُجاڑ دیہات کی طرح۔ اے تمام جانوں کا جہان۔
تیرے کوشموں سے سبیرت میں ہیں لاکھوں لاکھ عقل سرگردان و پریشان ہیں۔)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف میزبانی

*

مکتوب ۱۱۳

فقر و فاقہ سے رغبت میں (دوسرے طور پر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نفس قانع گر گدائی میکند در حقیقت بادشاہی میکند

(قناعت کرنے والا شخص اگر گدائی کرتا ہے تو حقیقتاً وہی شخص بادشاہی کر رہا ہے)

برادر عزیز خواہی! کاتب مکتوب کا سلام و دعا مطالعہ کرو۔

برادر عزیز کے خطوط متواتر پہنچتے رہے سب مطالعہ میں آئے۔ لازم ہے کہ اپنے کام میں

فقر و فاقہ کے ساتھ قیام رہیں تاکہ کل قیامت کے دن مساجد بان فقر و فاقہ کی دولت سے محروم نہ رہیں۔ سارے

جہاں کے امراء اور دولت مند ان دنیا جب کل قیامت میں اصحاب فقر و فاقہ کی دولت کو دیکھیں گے

تو آرزو کریں گے کہ کاش ہماری زندگی بھی فقیری و غریبی میں گذرتی۔ اسی کو کہلے ہے۔

گرچہ چندانی سلیمان کا رداشت کز زمین تا عرش گیر و دارداشت

سکنت رات در پوں بشناخت ادر قوت از زمبیل بانی ساخت ادر

(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کی شوخیت کا یہ عالم تھا کہ زمین سے آسمان تک ان کی فراز و نازل تھی۔

لیکن جب فقر و مسکنت کی قدر حضرت نے سپان کی تو تیسری بننے کو اپنی رزق کا ذریعہ بنا لیا۔)

نفس تباہ گر گدائی می کند در حقیقت بادشاہی می کند

لے بھائی! درویشی و مسکینیت میں کامل راحت ہے کیوں کہ اس میں دنیا کی آفتوں اور مہل دنیا کی بلاؤں سے امن و امان رہتا ہے۔ اس فقیری میں سب سے سخت وقت فاقہ کا ہوتا ہے لیکن جس رات درویشی پر فاقہ ہوتا ہے وہ رات اس کے سراج کی ہوتی ہے۔

ہر کہ اُدا از کار دنیا پاک شد نور مطلق گشت گر چہ خاک شد

(جو شخص دنیا کے معاملات سے پاک ہوا حقیقتاً وہ نور علی نور ہو گیا اگر چہ مٹ کر خاک بن گیا ہے۔)

لے بھائی! سراج کی شب فلک و ملکوت، عالم ظاہر، عالم باطن جو بھی ہے حضور رسالت پناہ مہلی اللہ علیہ السلام کی نثر پاک کے سامنے رکھ دیا گیا لیکن حضور نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا اور فرمایا اَفْضَلُ نَحْوِي۔ فقیر ہی میرا فخر ہے، سبحان اللہ کیا ہی بلند ہمت ہے۔

حقا کہ بزرہ نیاد روی کرد چسرخ فلک پسر کمانم

(اے لڑکے! تم حق کی آسمان میری ہمت کے کمان کو نہیں جکاسکتا۔)

جناب آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا آنکھوں بہشت ان کے تحت تصرف میں دی گئیں جب نقر کے رمز و اسرار پر نظر پڑی تو آنکھوں بہشت کو ایک دانہ گندم کے عوض فروخت کر دیا اور نقر و غری کا ہامہ زہب تن فرمایا۔

جانِ آدم چون بستہ نقر سوخت بہشت بہشت را بیک گندم فروخت

س مارا نہ سزا بود بلندی یوں ساکن جانے گاہ پستیم

(جب جناب آدم کی جان نقر کے راز سے روشن ہوئی تو آنکھوں بہشت کو ایک دانہ گندم کے عوض بیچ دیا۔)

(جب میں پستی میں رہنے والا ہوں تو بسندہ ہی میرے لائق نہیں ہے)

آج اگرچہ نمرود و فرعون کو جبروت دی ہے وہ تم کو نہیں دی گئی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اس کے لائق نہیں ہو بلکہ تم کو اس سے اس لئے محفوظ رکھا گیا ہے تاکہ تم اسی کی طرح ملعون نہ ہو جاؤ۔

لے بھائی! اس سے معلوم ہو گیا کہ دنیا کی بلاؤں سے رستگاری چھکارا سولے قناعت کے

اور کسی میں نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے۔

هر کہ در راہ قناعت مرد شد ملک دنیا بر دل او سرد شد

از قناعت نیست ملکے بیشتر تیج کس در جہان بجزو بر

(جو شخص قناعت کی راہ کا مرد ہو گیا دنیا کی ساری مملکت و ملک اس کے دل پر سر ہو گئی
جہاں بجز وہ بر میں قناعت سے بڑھ کر کوئی ملک نہیں ہے۔)

وَالسَّلَامُ
فَیْرُشْرَفِ مِیْرِی



مکتوب ۱۱۴

جسے اللہ نے فضیلت بخشی ہے اسے فضیلت دینے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذرّۃ دُؤْمَنٍ اَوْ دَوْلٍ تَرَا

(خداوند تعالیٰ کی محبت کے مدد کا ایک ذرہ اگر تمہارے دل میں ہے تو دونوں جہان کی دولت سے بہتر ہے)

فِرْزَنْدِ حَسَامِ اللّٰهِیْنَ

بعد دعاؤں کے واضح ہو

دل ایسا درکار ہے کہ جس میں نہ پلنے کی خوشی ہو اور نہ نہ پلنے کا سنج و غم ہو وہ دل جو ان دونوں سے خالی ہے لَا خَیْرَ فِیْہِ (اس میں کوئی خوبی نہیں) فہی سَمَ الْجَارِۃِ اَوْ اَشْدَّ نِسْوۃً (اس میں کوئی خوبی نہیں وہ دل پتھر ہے بلکہ اس سے بھی سخت تر) کا داغ لگا ہوا ہے تو بندہ کو چاہیے کہ جس کام میں اور جس حال میں ہو وہ اپنی ہمت کو دونوں جہان کی طلب سے پاک و صاف رکھے۔ اگرچہ وہ بندہ ظاہری اعمال و افعال کے نادر بینوا اور مغلس ہو کیوں کہ یہاں کامِ فضل پر موقوف ہے عمل پر نہیں یعنی حق سبحانہ تو اس کے فضل کے حصول کی غلت عمل نہیں ہے چنانچہ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ اَلْفَضْلُ مِنَ فَضْلِ اللّٰهِ لَا بِالْعَمَلِ وَ لَا بِالْجَوْہَرِ اللّٰہ نے جس پر فضل فرمایا ہے وہ نہ اس کے عمل کی وجہ سے ہے اور نہ اس کے جوہر کے سبب اگر اس کا فضل عمل پر موقوف ہوتا تو اگلی آفتوں کو اس اُمت پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ ان کی عمریں بہت زیادہ ہوتی ہیں تو یقیناً عمر کے اعتبار سے ان کا عمل بھی اس اُمت سے بہت زیادہ ہو گا لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے اور اسی طرح اگر جوہر پر انحصار ہوتا تو شیطان کو آدم علیہ السلام پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ آدم اَرِکَمٰثِی سے ہیں اور شیطان روشن آگ سے ہے معاملہ اُٹا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں۔

آنرا کہ دہد یا رکش در عالم خود بارش بیواسطہ کارش کر فارچہ کار آید
 (جس کسی کو اس کا محبوب اپنی خلوت گاہ میں یاد دیتا ہے تو یہ اس کے کسی کلمہ گزاری کی بنا پر نہیں دیتا یہ عمل کا
 کیا کام ہے) اس کے باوجود کہ عمل فضل کے یافت کی علت نہیں ہے عمل اور مجاہدہ کے بغیر ملکہ
 بھی نہیں ہے۔ عبودیت کی تصدیق ثبوت اور ذمہ داریوں کی صحیح ادائیگی کے لئے ہمت کی بلندی یہ آدمی کا
 خاصہ ہے چنانچہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ خداوند جل جلالہ نے آدمیوں کے ہاتھ میں ایک ایسی کمان دی ہے
 کہ اس کمان کو جناب جبرئیلؑ و میکائیلؑ جھکا نہیں سکتے وہ کمان ہی ہمت ہے جیسا کہ کہا ہے۔

حقاک بزہ نسیا دروی کرد چسرخ فلک پسر کمانم

(قسم ہر حق تعالیٰ کی اسے لڑکے بتیری کمان کو آسمان جھکا نہیں سکتا)۔ اومان کی اس ہمت
 کا فضل اسی مقام سے ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم میں سے کسی کو یہ نہیں کہا کہ یحییٰ و یحییٰ و یحییٰ (وہ ان لوگوں
 سے محبت کرتا ہے اور وہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں) بجز آدمیوں کے اپنے دیار کا وعدہ کسی کے لئے نہیں
 فرمایا۔ اسی کو کہا ہے۔

آسمان دعرش و عنبر چیت پوت خاک الحق جملہ را مغز نیکوت

خاک را چوں کار با پاک اوستاد پیش آدم عرش در خاک اوستاد

(آسمان، عرش، عنبر یہ سب کیا ہیں؟ پوت میں، قسم ہے یہ خاک ہی سب کا بہترین مغز ہے۔

اس خاک کا معاد جب جان پاک سے ہوا تو عرش آدم کے آگے پست ہو کر خاک پر آ گیا۔)

وَالسَّلَامُ

شرف منیری

مکتوب ۱۱۵

عمل کے طریقے اور عشق کی روشنی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ظلم و عدل و خوب زشت و کفر و دیں از جہان عقل بر خصیضہ و یقیں

گر جہان عقل را بر ہسم نہی ذرہ عشقش کند درست تہی

www.marfat.com

ظلم، عدل، خوبی، برائی، کفر و دین یقیناً سب عقل کے عالم کی پیداوار ہیں۔ اگر عقل کی دنیا کو تباہ و برباد کر دو تو مشق اپنی لالچیزہ نہیں ان سب سے تھی دست یعنی پاک کر دے۔
ان اشعار کے رمز و اشارات سے عقل کے طور طریقے اور مشق کی روش اس کے ڈھنگ کا فرق معلوم کریں یہ اچھی طرح جان لیں کہ عقل کے طور طریقے میں کام دوسرے ہوتے ہیں اور مشق کی روش و طریقہ میں کام دوسرے ہوتے ہیں العشق جنون الہی (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) عقل والوں کے لئے جو احکام ہیں وہ دیوانوں کے لئے نہیں ہیں اور یہ ثابت ہے۔ اسی کا اشارہ اس شعر میں ہے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

مف ما فغان ستونجا طے فقیر بندم کوشہرت پرستان نتواں نماز کردن
(اے فقیر یہ عاشقوں کی جماعت ہے یہاں نصیحت نہ کیجئے اس لئے کہ بت پرستوں کے ملک میں نماز نہیں پا کر کے ہیں)
یقیناً عاشق دیوانہ ہوتا ہے دیوانوں کا جسم احکام کے لئے مخاطب نہیں ہے۔ اور یہ ثابت ہے امام ناپہ کی تفسیر میں یہ مسئلہ تصریح کے ساتھ آیا ہے اچھا اس قصہ سے نکلیں تمام کلمات و اشعار جو اس بار میں کسی نے بھی لکھے یا کہے ہیں سب اسی کو کہا ہے چنانچہ یہ شعر ہے۔

ماتلاں را شرع تکلیف آمد است بیدلان را عشق تشریف آمد است
عشق را امر و زو فرودا کے بود کفر و دین ایجا و آنجاکے بود

(عقل والوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آتی ہیں، دیوانوں کے لئے عشق کا شرف و خلعت ہے۔ عشق میں آج کل کفر و دین، یہاں، وہاں یعنی زمان و مکان کہاں ہوتے ہیں۔) بلاشبہ جب عشق جنون الہی ہے تو یقیناً عشق ہی ہوتا ہے۔ وہ ہے کہاں اور احکام کی ذمہ داریاں کہاں لیں علی الخراب خراب (دیوان زمین پر ننگان نہیں ہوتا) یہ مشہور مثل ہے۔

اے بھائی! یہ معلومات میں سے ہے کہ تکلیف یعنی احکام کی ذمہ داری طور عقل پر دائر ہے وجوداً اور عدماً اور طور عشق، طور عقل سے بالاتر ہے۔ اسی بنا پر کسی نے کہا ہے۔
بے دلاں را باز و بازین چہ کار شرع را و عقل را با من چہ کار

(دیوانوں کو روپیہ پیسہ اور بیوی سے کیا مطلب شرع کو اور عقل کو ہمارے ساتھ کیا واسطہ۔)

کل قیامت کے دن جب لوگ دوزخ سے باہر آئیں گے ان لوگوں کو دوزخ کی آگ پاک و صاف کر چکی ہوگی اس کے بعد جب وہ بہشت میں داخل ہوں گے تو ان لوگوں پر احکام کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔ اسی طرح محبت کی آگ ان لوگوں کو ایسا جلانے لگی کہ بشریت کی تمام آلودگیوں سے پاک صاف کر دے گی۔

اس کے بعد وہ لوگ اس بہشت خاص میں داخل ہوں گے جہاں نہ حوریں ہوں گی اور نہ
مخلات ہوں گے۔ تکلیف و ذمہ داریوں کے احکام جس طرح بہشت عام میں نہیں ہوں گے اسی طرح بہشت
خاص میں بھی نہیں ہوں گے۔ اسی معنی میں یہاں شمار کئے گئے ہیں۔

ایں عقل شدہ عقیدہ تو آبخاز خزند حیدر تو
تا با تو ز عقل ہیچ رنگ ست خیز از ہر ما کہ با جنگ است
وز عالم عقل پائے بستی مرفوع قلم شوی برستی
گر طغسل سنای تو مرد کاری با لوح و قلم چه کار داری

داسے وہ کہ یہ عقل ہی تیری عقیدہ بیوی بن گئی ہے یہاں ترے عقل کا کوئی بہانہ نہیں قبول ہوگا۔
اگر تجھ میں عقل کا رنگ ذرا بھی ہے تو میرے پاس سے اٹھ جا کہ عقل کا یہی رنگ بھگڑے گا گھر ہے۔
اگر تو نے عالم عقل سے خود کو الگ کر لیا تو مرفوع القلم ہو گیا یعنی تجھ سے کوئی باز پرس نہیں تو اس شخص سے برکات۔
اگر تو کتب کا بچہ نہیں ہے بلکہ کام کا مرد ہے تو تجھے تختی اور قلم سے کیا مطلب ہے؟

اور یہ دوسرے بھی اسی معنی میں ہے۔

ایں دولت بیدلی بہر دل نہ دہند ایں نزل نختگان منزل نہ دہند
در عالم عشق آنچه بے دلاں راست یک ذرہ بعد ہزار مائل نہ دہند

بے دلی یعنی دیوانگی کی یہ دولت بہر دل کو نہیں دیتے ہیں یہ صیافت منزل سے قائل کرنے والی کو نہیں دیتی۔

جہاں عشق میں ان دیوانوں کو جو حاصل ہے اس کے لاکھوں حصہ کا ایک ذرہ کسی مائل کو نہیں دیتے ہیں۔

یہ ساری باتیں جو بیان میں آئیں یہ اس حدیث شریفہ کا مضمون ہے جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے منقول ہے اِنَّ الْمَلَائِئِیَةَ لَا یُؤَاجِدُ الْعَشَاقَ بِمَا حَسَدَ مَا مِنْهُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ عاشقوں سے ملتا

ان کی ان باتوں پر نہیں فرماتا جہاں سے ملتا رہتا ہے) عاشقوں سے جو کچھ وجود میں آتا ہے اس پر ان کی گرفت نہیں

کرتے اس لئے کہ عاشق دیوانہ اور بے اختیار ہوتا ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اس میں اس کی اپنی کوئی مراد نہیں

ہوتی بے غرض اس سے وجود میں آتا ہے اور بے اختیار اس سے سرزد ہو جاتا ہے۔

کار عاشق انظراری اوقتہ دآن ز فرط دوستداری اوقتہ

لا جرم ریوانہ را گر چہ خطاست ہر چه میگوید بگستاخی رواست

ہر چه از ریوانہ آید در وجود عفو فرمائند از ریوانہ زور

دعاشق کے کام بے اختیاری ہوتے ہیں اور وہ سب محبت کے ظہیر میں اس سے صادر ہوتے ہیں۔
 بلاشبہ دیوانہ کی باتیں نظر آتی ہیں لیکن شرفی و گستاخی میں وہ جو کچھ کہہ جاتا ہے اس کے لئے جائز ہے۔
 دیوانہ سے جو کلام وجود میں آجاتا ہے اس کے لئے اس (دیوانہ کو فوراً اسی وقت معاف کر دیا جاتا ہے)۔
 سبحان اللہ! پاک و رفعت۔ حب العشق جنونِ الٰہی ثابت ہے تو اس بار میں یہ ایک
 قوی دلیل ہے خوب کہئے۔

اصح عاشق را طاعت و شے نیست سوختن اور اقیامت ر شے نیست
 در مقام عشق گزراغ شوی از عذاب جاوداں فارغ شوی
 (کسی عاشق کے لئے طاعت کی کوئی صورت نہیں۔ اس کے جلنے جلانے کے لئے قیامت کو دست دس ہی نہیں۔
 اگر تم عشق کے مقام میں بالغ ہو جاؤ تو ہمیشہ کے لئے عذاب سے تم فارغ ہو گئے۔)
 یہ تمام تقریریں سادہ بیان جو کذا علم کے موافق ہے اور یہ ساری گفتگو علم کی ہے اس سے کسی اصل میں
 کوئی نقصان نہیں ہوتا اور نہ کسی فرع میں کوئی غلطی پڑتا ہے لیکن چونکہ یہ معنی اس درجہ دقیق و باریک ہے کہ ظاہر
 میں کوئی انکار پیدا ہوتا ہے ظاہر میں اس کی نظر سے یہ معنی پوشیدہ ہے مگر اہل دل اور اہل بصیرت پر یہ با مشکل
 واضح اور کھلا ہوا ہے اس لئے کہ ان کا ذوق ان کی سمجھ ہی دوسری ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

اہل دل را ذوق و فہمے دیگر است کان ز فہم ہر دو عالم بر تراست
 ہر کرا این فہم در کار انگستند خویش در دریایے اسرار انگند
 تا بجاں فہمے کہ اچوں و حق خاست در کلام او سخن گویند راست

(دل والوں کے ذوق ان کی سمجھ ہی دوسری ہوتی ہے ان کا ذوق ان کی سمجھ دونوں عالم کے ذوق و فہم سے بالاتر ہے۔
 جس کسی کو یہ ذوق و فہم میرا لگتا اس نے خود کو اسرار کے دریا میں ڈال دیا۔ جب یہ فہم ایسی ہو جائے گی جیسی
 کہ وہی کے سمجھنے کے لئے ہونی چاہیے تو اس کے کلام میں جو گفتگو ہوگی وہ صحیح و درست ہوگی۔)

تو اگر زمانہ کے ٹھنی بھرانہ سے نہیں سمجھیں تو اس سے ان کا کیا نقصان ہوتا ہے۔
 موز شکر گز نہ چسند گو چھیں کو ز خورشیدار نہ بیند گو بینیں

(زیونٹی اگر شکر نہیں چستی کہدو — نہیں چٹنے اندھا اگر آفتاب کو نہیں دیکھنا چاہتا تو نہ دیکھے)
 یہ خط ہر شخص کو نہ دکھلائیں تاکہ اپنی بیہودگیوں میں ملوث نہ کر دے۔

والسلام



مکتوب ۱۱۶

محبت کی طلب اور محبوب کی قربت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تشنہ از دریا جُدائی می کند بر سرِ گنجی گدائی می کند

(پیا سا ہے اور دریا سے علیحدہ ہو رہا ہے، خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری کر رہا ہے)

فرزندِ حسام الدین سلام دُعا قبول کریں۔

تلاش و طلب کی گفتگو سے خالی نہ ہوں جس حال میں ہوں جس کام میں ہوں اور جہاں

ہوں یہ جان لیں کہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو) عارفوں کو اس کی

خوشی سے سو ہزار فردوس حاصل ہے نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ہم تمہارے رگِ گلوے بھی

قرب تر ہیں) عقل اس کی جو شکل قائم کر سکتی ہے خیال اس کو جہاں تک اعطا کر سکتا ہے، وہم کی جہاں تک

پہنچ ہو سکتی ہے الشرب العالمین کی ذات و صفات اس سے منزہ و پاک ہے وہ سب کا خالق ہے اس کے

باوجود وہ تمہارے رگِ بیاں سے بھی زیادہ تم سے نزدیک ہے۔ اسی کی جانب اشارہ ہے۔ جو کہا ہے۔

لے در طلب گرہ کشائی مردہ با وصل بزادہ از جُدائی مردہ

وے بر لب بحرِ تشنہ در خاک شدہ ولے بر سرِ گنج از گدائی مردہ

(لے وہ کہ طلب کی گرہ کھولنے میں مر رہا ہے وصل کے ساتھ پیدا ہوا اور جُدائی میں جان دے رہا ہے۔

افسوس سندی کے کنارے پیاس سے دھول میں لوٹ رہا ہے حیرت ہے کہ خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور بھگتنگی میں مر رہا ہے۔)

لے فرزندِ کام کچھ دور نہیں ملک و ملکوت (عالم ظاہر و باطن) تیرے ساتھ ہے ملک و ملکوت کا

ندا تیرے ساتھ ہے تم وہ آنکھ حاصل کرو کہ حسن و جمالِ حقیقی کو بے کیف دیکھو اور وہ کان حاصل کرو کہ کلام

بغیر حروف و آواز کے سُنو۔ اس پر رحمتِ جبرئیل نے کہا ہے۔

جہاں پر زآفتاب دید با کور جہاں براز حدیث و گوشہا کر

(سدا جہاں آفتاب حسن و جمال سے بھرا ہوا ہے مگر آنکھیں اندھی ہیں۔ تمام عالم انہیں باتوں سے پُر ہے گراں بھرا ہے)
 جب تم اپنے کام میں گئے رہو گے تو ایک دن اپنی خوش قسمتی سے اس مقام میں پہنچو گے جہاں دوسرے
 پہنچنے میں اور وہ دیکھو گے جو دوسروں نے مشاہدہ کیا ہے۔ اور وہ کہو گے جو دوسرے کہتے ہیں۔

مشتوق عیاں بود نمی دانستم با من بسیاں بود نمی دانستم
 گفتم بطلب گر بجاسے برسم خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(مشتوق تو ظاہر و عیاں تھا بے خبر نہ ہوئی، وہ تو میرے ساتھ تھا میں نے نہیں جانا۔ کہا اس کی تلاش

میں کہیں چوں ہی تو خود تفرقہ تھا میں نہیں سمجھا۔)

افسوس ہر شخص آج اپنے ارباب بد اقبال سے اپنے وجود ہستی کے پردہ میں محبوب ہوا ہے

وگر نہ سب کی طلب اس کا مقصود ظاہر و حاصل ہے۔

آپنج تو گم کردہ افنی کڑ کردہ اسی ہست اندر تو خود را پردہ اسی

(وہ جو تو نے کھو دیا وہی تیری کمی ہے وہ تو تیرے اندر ہی ہے تو خود حجاب میں آ گیا ہے۔)

اس سے زیادہ شننے کی طاقت نہیں ہے جو بیان کروں۔ آخر تم نے سنا ہے۔

زستی گر بگوید رسنہ مشتقش جز ایش در طریقت دار باشد

(اگرستی میں اس کے عشق کے راگوں کو کھولے تو طریقت میں اس کی سزا چھانی کا پھندا ہے۔)

تو راز کا چھپانا واجب ہے مگر راز و اشارہ میں اجمال طور پر کچھ کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے

دانی کہ جہاں اہل صفا خاموش اند در کتہ دل کو خود می کوشند

مئے از کتہ دوست ہر نفس می نوشند سری بانہ دستہ حقی می پوشند

(پہناتے ہو یہ صوفیان! صفا کیوں خاموش رہتے ہیں دل کے اس راز میں خود کو مستغرق و محو رکھنے کی

کوشش میں رہتے ہیں۔ محبوب کے ہاتھ سے ہر کوئی شراب کا جام پیتے ہیں سردیدیتے ہیں

لیکن حق سجاہت تلے کارازہ نہیں کھولتے ہیں۔)

وَالسَّلَام

خاکسار شرف مینہی



مکتوب ۱۱۷

موت کیلئے آمادہ رہنے اور زندگی کو غنیمت جاننے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

راہ دور راست لے پیر ہشیار باش خواب باگور انگن دبیدار باش

راہ می رو جہد می کن ہوشدار بار میکش غار می خور گوشدار

(اسے لڑکے! راہ می ہے ہوشیار رہہ نیند کو قبر میں ڈال دے اور بیدار رہہ راہ طے کرتا رہہ گوش

میں نگارہ اور باہوش رہہ سختیاں سہتارہ کانٹے چبا تارہ کان کھول کر سن لے۔)

لے بھائی! بندھے کے کمانی کرنے کی جگہ یہی دنیا ہے۔ عمر کی پونجی ختم ہوئی جو کچھ لے جانا ہے ہمیں

سے لے جانا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

راحت و محنت از این جامی برند دوزخ و جنت از این جامی برند

(آرام و تکلیف اسی دنیا سے لے جاتے ہیں، دوزخ و جنت دونوں یہیں سے لے جاتے ہیں۔)

آج ہی اپنے حال اور کردار کا جائزہ لے لو کہ کون سی پونجی تمہارے پاس ہے اور کس کام میں لگے ہوئے

ہو وہی لے جاؤ گے جس میں لگے ہوئے ہوا اور ابد الابد تک وہی ساتھ رہے گا۔ اسی کو کہا ہے۔

هر چه دُنیا خیالت آن بود تا ابد راہ و مسالت آن بود

(دنیا میں جس خیال میں تم رہے ابد تک وہی چیز تمہارے ساتھ رہے گی۔)

غفلت میں نہ رہو کام بہت سخت و مشکل اور راہ اٹھا پنخ کی ہے شیطان نفس ہیچھے لگا ہوا

ہے۔ موت، قبر، آخرت کی گھٹاٹیاں اور اس کی مشکلیں وہ ہیں کہ جس کے سنسنے سے پتہ پانی ہے

اور جگر کباب ہے وہ سب سانس ہے اسی درد و غم میں کسی نے نالہ کیا ہے وہ بیچارہ اسی دھندلک

اور بے پناہی میں کہہ گیا ہے۔

کاش کہ ہرگز نہ زاری مادرم تا نہ کردی کشتہ نفس کافر م

کاش کہ ہرگز نبودی نام من مساند بودی جنبش و آرام من
 کاش میری ماں بچے پیدا ہی نہ کرتی۔ تاکہ میں نفس کافر کے اہتوں مارا نہ مبتلا نہ
 کاش کبھی میرا نام ہی نہ جاتا تاکہ مجھ سے کوئی فعل وجود میں نہ آتا۔
 افسوس ہزار افسوس کہ سارا وقت غفلت میں گذر گیا مگر ختم ہوئی کام کچھ نہ بنا اور ہوا رہ گیا اور آخرت
 کا سفر پیش آگیا باقی ماندہ عمر میں اگر کچھ نہیں ہو سکتا ہے اتنا تو ہو کہ مگر گذشتہ پر رنج و افسوس طاری رہے
 اور یہ کہنا چاہیے۔ سے

بر و غفلت روزگارم چون کنم بر نیاید هیچ کارم چون کنم
 داد و دادار و کجا خواہیم کرد مرشد ماتم کجا خواہیم کرد
 (غفلت میں سداوت گذر گیا کیا کروں کوئی کام بنائے نہیں جتا کیا کروں۔ اس درد کا
 مداوا کہاں جا کر کروں گا مگر ختم ہوئی اب اس کا ماتم کہاں جا کے کروں گا۔)
 مات کے آخر حقہ میں گہنگاروں، بدکاروں کی کیفیت طاری کرتے ہوئے پورے درد بھر
 دل اور افسوس بھرے آنکھوں کے ساتھ بے ایسگی و بیچارگی میں یہ مناجات کریں۔ سے

(۱) اے وفا از توجہا بر من گیر دے عطا از تو خطا بر من گیر

(۲) گر نخواہد خواست عند هیچ کس قدر خواہ جرم من عفو تو بس

(۳) چون سیر آمد مرانگ عظیم تو سپید شش کن چو بوم لے کریم

(۴) از در خویشم گرداں نا امید از سیر لطف سیاهم کن سفید

(۱) اے وہ کہ آپ کی جانب سے وفا ہوئی ہے۔ جفا مجھ پر نہ کریں بلکہ اور لے دے کہ عطا و نوازش آپ کی

شان ہے میری خطا کی گرفت نہ فرمائی جائے۔ (۲) اگر کوئی شخص میرا سفارشی نہیں میری جانب سے معذرت خواہ

نہیں تو میرے گناہوں کا عذر خواہ آپ کا عفو ہی کافی ہے۔ (۳) میری کبل کارنگ گناہوں کے میل سے سیاہ

ہو گیا ہے آپ میرے اُبلے بالوں کی طرح اے سفید کر دیجئے۔ (۴) اے کرم فرماتے والے کریم اپنے درپاک

سے مجھے نا امید نہ فرمائیے اپنے لطف غامس سے میرے نازیبا کو سفید کر دیجئے۔

والسلام

حقیر مشرف مینیری



مکتوب ۱۱۸

افلاس کا بیان (دوسرے طور پر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر روزی پنج و شش می گذرد خواه ناخوش خواه خوش می گذرد

(یہ پنج و شش روزہ زندگی کسی نہ کسی طرح گذری جائے گی خواہ خوش گذرے خواہ ناخوش۔)

آن عزیز سلمہ اللہ کا خط ملا، پڑھا، وقت کی شدتیں زمانہ کے حادثوں کا ذکر تھا۔ اے بھائی!

الدنیادار بلا و فتنہ دنیا بلاخانہ اور فتنوں کا گھر ہے کوئی ایسا ہے جو اس دنیا میں آزمائشوں

اور فتنوں سے خالی رہا ہو؟ یہ محال ہے، سبحان اللہ۔ باپ کا ستراجِ خلافت سے مزین فرشتے ان کے آگے

سبز جوڈان تمام نوازشات و انعامات کے ساتھ بہشت جیسی جگہ میں، لہذا آزمائش سے سلامت نہیں

یہاں تک کہ بہشت کی نعمتوں اور راحتوں سے نکل کر رنج و عن کی دنیا میں ڈال دیے گئے تو ان کی اطلاع گاہر

کی اس درجہ آلودگیوں اور نفسِ کافر کے ساتھ رہتے ہوئے اس دنیا میں جو بلاخانہ سلامت دیکھا یہ خود محال ہے۔

اے بھائی! سلامتی 'عدم یعنی نہ ہونے میں ہے' وجود میں نہیں جس وقت آدم علیہ السلام

کا وجود ہوا اسی وقت سلامتی اٹھ گئی۔

اے کاشش نبودی لے عراقی کزنت ہمہ فساد باقی

(اے عراقی! کاشش تیرا وجود ہی نہ ہوتا یہ ساری خرابیاں تیرے ہونے سے ہیں۔)

ایک فقیر سکرات موت میں تھے لوگوں نے ان سے پوچھا کوئی آرزو ہے؟ کہا عدمًا لا وجودہ

ایسے عدم کی جس کے لئے وجود نہ ہو یہی آرزو ہے۔

کاشش کہ ہرگز نبودے نام من تا نبودی جنبش و آرام من

(کاش مراد وجود نہ ہوتا تاکہ مجھے کسی حرکت و سکنت کا ظہور ہی نہ ہوتا۔)

ایک شخص بیمار میں مبتلا تھے کسی عزیز نے پوچھا کیا مرض ہے کون سی تکلیف ہے؟ کہا 'وجود'

یعنی اپنے ہونے کی تکلیف ہے۔ اسے بھائی! آدمی کے لئے وجود کے سوا اور دوسری کیا بیماری ہوگی۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہتے ہیں اگر جہان عدم کی توصیف کروں تو لاکھوں میں کوئی ایک یہ نہ کہے کہ میں وجود میں رہوں اور اگر عالم وجود کی ناخوشی درخ کا تذکرہ کروں تو لاکھوں میں کوئی یہ نہ کہے کہ میں ہوتا۔ اسے بھائی! جب تمام نبیوں کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت کا تاج اور لولہ مملکت الافلاک (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کی خلعت کے لو جو یہ فرمائیں کہ لَيْتَ رَبِّي مُحَمَّدًا يُخْلِقُ مُحَمَّدًا (کاش محمد کا پروردگار محمد کو پیدا نہ کرتا) تو اور دوسرے بیچاروں کو کیا کہنا چاہیے یہاں یہ ابھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ آدم کی اولاد کی دشواریوں، سختیوں کا حال دنیا میں کیا ہے اور کیوں ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ! ایسا حیوان ذی جان جہاں کے پیٹ میں خون سے پرورش پائے نخل ہی کھاتا رہے جب وہ ماں کے پیٹ سے باہر آئے تو کیا کھائے گا۔ آج اس دنیا میں جس چیز کا نام کھانا اور پانی ہے اگر نگاہ حقیقت میں سے دیکھو تو سب کا سب خون ہی ہے۔ کہاں تک کوئی لکھ سکتا ہے عمر میں تمام ہوجا کر دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں لیکن یہ قلعہ ختم و انتہا کونہ پہنچے۔ ان جگہ ساتھ آخرت کی گھاٹیاں اس کی کشمکش، سختیاں جو اولاد آدم کو درپیش ہیں ان کو غور و تامل کی نظر سے دیکھو تو اس کے مقابلہ میں یہ سب ایسا ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ پانی تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے یا ایت رب محمد یخلق محمدًا نہ فرماتے اس لئے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا نعم تھا ہم کو اور تم کو مرث اپنا غم ہر یہ قلعہ طوائف کا متقاضی ہے مخمق کیا گیا چنانچہ کسی نے کہا ہے۔

شب رفت حدیث ما بپایاں نہ رسید شب را چو کند حدیث ما بود دراز
گرچہ شب یلدانہ یکے صد باشد آخر زسد عتاب محمود و ایاز
درات گذر گئی ہمارا قصہ خستم ہوا رات کا کیا تصور ہمارا قصہ ہی بہت بڑا
تھا۔ اگرچہ ایسی تاریک رات ایک کیا تھی بھی ہو تو محمود و ایاز کے تاز کی دان
ختم نہ ہوگی۔

یا ضیاء المستغیثین اغثنی یا مغیث

والسلام
فقیر شرف مینری



مکتوب ۱۱۹

دین کی راہ میں استقامت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قطب الدین کے نام۔

فرزند قطب الدین! اللہ رب العزت دونوں جہان میں باعزت رکھے

کاتب مکتوب شرف فیبری (قدس سو) کے سلام و دعاء کے بعد واضح ہو۔

جانو! کہ پیغمبران علیہم السلام کی مثال طیبیوں کے مانند ہے اور لوگوں کی مثال ہیلو کی ہے اور قرآن کی مثال دواؤں کے خزانہ کی ہے وَنُنزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ لِّرُحْمَةٍ ۙ لِّمُؤْمِنِينَ (ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو شفا و رحمت ہے مومنوں کے لئے) کہ جو خلق کے لئے مختلف معجون و شربتوں کا سارا بیان شرح و بسط سے ہے مَا قَرَأْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (ہم نے قرآن میں کوئی چیز نہیں پھوڑی) یعنی لوگوں کے لئے دینی و دنیاوی جتنی چیزیں ہیں ان کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا ذکر ہم نے قرآن میں نہیں کیا ہے لیکن جب تک کسی کو ظاہری و باطنی مہارت حاصل نہ ہو چکی ہو وہ اس وقت تک قرآن کے اسرار کا محرم (جاننے والا) نہیں ہو سکتا ہے لَا يَمْتَنِعُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (اے پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوئے) سب کو دروازہ پر رکھا ہے جب تک کوئی شخص دین کی راہ طے کئے ہوئے نہ ہو اور کام کی حقیقت کا آشنا نہیں ہو چکا ہو وہ قرآن کے لطائف، نکات و اشارات کو نہیں سمجھ سکتا اسی معنی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

ایں ہر علم جسم مختصر است علم رفیق براہ حق و گراست

حرف کو کاغذ سے سیاہ کند دل کہ تیرہ است کے چرماہ کند

(یہ سارے علم مختصر سے جسم ظاہر کے ہیں راہ حق تعالیٰ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔

حرف تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے دل جو تار یکہ ہے لے کب ماہ تاباں بنا تا ہے۔)

اور فدا لئے تعالے کی راہ دل سے طے کر سکتے ہیں اور دل کے لئے شقاوت، سعادت، صحت، مرض سب کچھ ہے کہ جس کو دل کے اطباء ہی جانتے ہیں اور وہ طبیبان پیغامبران علیہم السلام ہیں اور ان کے بعد مشائخ طریقت اور علماء آخرت ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مشائخ طریقت اور علماء آخرت میں رضوان اللہ علیہم اجمعین کا درجہ خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہے۔ اسی لئے ان کی جوتیوں کی خدمت کرنا کہ جو مشائخ طریقت و علماء آخرت ہیں اور اس راہ کو طے کئے ہوئے ہیں دل کی بیماریوں کے طبیب ہو چکے ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں۔

راہ دورا راست و پر آفت لے سپر
راہ دورا می بسا یاد راہ سپر
کوہ ہرگز کے تواند رفت راست
بے معاشکش کوہ را رفتن خطاست
گر تراورد دست پیر آید پدید
تغفل دردت را کسید آید پدید

دائے لڑکے! راہی اور آفت سے بھری ہوئی ہے اس راہ کے چلنے والے کے لئے راہ بتلانے والا فرشتہ ہے
اندھا کب سیدی راہ چل سکتا ہے لاکھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا چنا ہی خطا ہے۔ اگر تجھے درد
ہے تو پیر مل جائیں گے۔ تیرے درد کے تالا کی کنی تجھے مل جائے گی۔

عالم متیقن ویسے لوگوں کو کہئے: ان کو جنہیں لوگ عالم کہیں یا عالم و دانشور جانیں روایتاً
کو رنے والے اور قولوں کو نقل کرنے والے اور اہل جدال و بحث و مباحثہ و ذکر کرار کرنے والے دوسرے ہیں مشائخ
ممثل الحمار یحمل اسفاراً (ان کی مثال اس گدھے کی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے) اور علماء آخرت
مشائخ مثل الانبیاء و مامن نبی الا اولہ نظیر فی امتہ (یہی کی نظیر ان کلمات میں موجود ہیں جتنی یہاں قول ہے
علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل (یہی امت کے علمائے اسرائیل کے نبیوں کے مانند ہیں)
خواجہ فیض میاں رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت صوفیہ کے دو بزرگ ہیں کہ جواہل دل اور اہل بعیرت
ہیں اور ملک و ملکوت کو طے کر کے اس سے آگے بڑھے ہوئے ہیں ان کا علم و فہم ہی دوسرا ہے جس کی ایک
عالم کو خبر نہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔

اہل دل را ذوق و فہمے در گراست
کان زہبے ہر دو عالم بر تراست
ہر کر ایں فہم در کار انگسند
خویش را در بحر اسرار انگسند
تا بیاں فہمے کو پچو دی خاست
در کلام او سخن گویند راست

(اہل دل کے ذوق و فہم ہی دوسرے ہیں ان کی یہ فہم دونوں عالم کے فہم سے بالاتر ہے جس کی

اپنے عمل میں اس فہم سے کام لیا اس نے خود کو اسرار کے سمندر میں ڈال دیا یہاں تک کہ وحی کے سمجھنے کا جہاں تک حق ہے سمجھتے ہیں اس لئے کلام حق تعالیٰ میں ان کی گفتگو صحیح و درست ہوتی ہے۔

خبردار! ہرگز کوئی اپنے ناقص عقل سے ان کے حق میں تعریف نہ کرے اور ان کے بارے میں فضول بکواس نہ کیا کرے۔ اسے بیچارہ و ماتم کیا جانو جو تلوار کھاتے ہیں اور تلوار چلاتے ہیں دوسرے ہی لوگ ہیں اور خرید کھانے والے پیارے چائے والے دوسرے ہیں ایسے لوگ ہرگز ان مردانِ راہ کے برابر نہیں ہرکتے ہیں۔ ایک بزرگ کو یہ جواب میسر ہوا۔

گر ترار وزے دریں میدان کشند

انگھے این شیوہ معنی مسد ہزار

اگر تجھے کسی دن اس میدان میں لے جائیں تو تو اس تحریر کو دیکھ لے جو ان مردانِ خدا کے حق میں لکھی ہوئی ہے

تو اس وقت اس مور دروش کے سو ہزار معنی تو دیکھ لے، جان لے، اور اس پر یقین کر لے۔

یہ درست نہیں کہ کوئی یہ کہے مبتدعی بیچارہ کیوں کر جانے کہ یہ علماء آخرت میں ہیں اور یہ ماہ طے کئے ہوئے صاحبِ دل ہو چکے ہیں عاذق طیب میں اس کام میں ان کی اقتداء کرنا چاہیے۔ یا یہ علماء دنیا میں سے ہیں جھوٹے دعویٰ دار ہیں اس کام میں ان کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔

اسے بھائی! جس کسی کو اس کام کے لئے بنایا ہے تو یقیناً کسی صاحبِ دل کو اس کے پاس بھیج دیں گے یا اس کو کسی صاحبِ دل کے در پر پہنچا دیں گے تاکہ ازل میں جو حکم ہو چکا ہے وہ نافذ ہو جائے اور جس کو بد نصیبی بذاقبال کے لئے پیدا کیا گیا ہے ہرگز یہ دولت اس کو تیسر نہیں ہوگی سہل میں لمانین لہٰذا یہ دونوں کے حق میں اور دونوں کے لئے مکمل شرح و بیان ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ دونوں بندہ ہیں ذوق کس وجہ سے ہے تو کہہ دو مدت ہوئی کہ آسمان زمین میں اعلان کروا گیا ہے لا یسئل احد عن احد کون اس کے لئے ہونے پر سوال نہیں کر سکتا، اسی کو کہا ہے۔

گر چہ رہ بستند ہر سوئے ازیں

ایں چہ درگاہیت قفلش بے کلید

(اللہ رب العزت کے کاموں کے رموز کو معلوم کرنے کے لئے ہر سمت جستجو کی گئی لیکن بال برابر بھی کوئی اس کا پتہ نہ پاسکا)

سبحان اللہ! یہ کون سا دربار ہے کہ جس کے تالاک گئی نہیں یہ کون سا دربار ہے جس کے تہ کا پتہ نہیں ہے جب کہ کاتب کاغذ میں الف یا لون لکھ دے تو ہرگز وہ قاف و کاف نہ ہوگا اور اگر اللہ نے کسی کو اہل

پہا کیا ہے تو وہ ہرگز ابوزید (بطلانی) نہیں ہو سکتا۔
 بدبختی راگرہ کشودن نتواں احوال بہرکے نمودن نتواں
 گرچہ رخ فلک بہرہ ما فمکدو شادی بہمہ حال درودن نتواں
 (بدبختی کی گرہ کھول نہیں جاسکتی حالات ہر شخص کو دکھلانے نہیں جاسکتے۔ اگر آسمان نے
 امارے لئے وہ غم کا بیج بویا ہے تو کسی حال میں بھی ہم خوشی کا پھل نہیں کاٹ سکتے۔)
 یہ وہ مقام ہے جہاں کہتے ہیں۔

غزلے می نوشت خاقانی قلم این جا رسید و سر شکست
 (خاقانی نے ایسی غزل کہی کہ قلم وہاں پہنچا اور اس کا سر شکست ہو گیا۔)
 حضور سرور عالم بہتر و بہتر از نبی آدم علی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنو اور دلفشیں کر لو اور سلامتی کیساتھ
 گذریاؤ اذاکر القدر فنا سکو (جب تقدیر کا ذکر آجائے تو خاموش ہو جاؤ) ایک غزل نے بھی مدد
 کرتے ہوئے کہا ہے۔

لے در عینا ہرچہ گفتیم پیچ بود دیدہ کو در راہ پیچا پیچ بود
 (انسوس تو کچھ کہا وہ کچھ نہ تھا آنکھیں اندھی تھیں اور راہ پیچ در پیچ تھی)

وَالسَّلَامُ

شرف منیری

مکتوب نمبر ۱۲۰

خداوند جل شانہ کی جانب لوٹ آئے زمین تو بے کرمی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک محمود کے نام:-

میر۔ عزیز بھائی ملک محمود۔ اللہ رب العزت عزت عطا فرمائے۔
 کاتب مکتوب شرف منیری کے سلام کے بعد واضح ہو۔ کتنا ہی زیادہ گناہ کی گندگی اور معیبت

کی آلودگی ہو تو بہ استغفار اختیار کرنا چاہیے خود صاحبِ شرع صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فتویٰ ارشاد فرمایا ہے اِذَا كَثُرَتِ الذُّلُوبُ لِاحِدٍ كُمْ فَلْيَسْتَكْثِرِ الْاِسْتِغْفَارَ فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ اِنَّهَا تَأْكُلُ الْخَطَايَا كَمَا تَأْكُلُ السَّمَادُ الْحَطْبَ (جب تم میں سے کسی کا گناہ بہت زیادہ ہو جائے تو اسے چاہیے کہ کثرت سے استغفار کرے کیوں کہ تم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے استغفار گناہوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے۔) اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے۔ مَا اَعْرَضَ مِنْ اِسْتِغْفَارٍ وَاَنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً (جس نے استغفار کیا تو اس نے گناہ پر امرار نہیں کیا اگرچہ ایک دن میں ستر بار گناہ کا اعادہ کیا ہے۔)

مے بھائی! اول سے آخر تک گناہ سے پاک ہونا فرشتوں کا کام ہے اور ابتداء سے آخر تک گناہ میں آلودہ ہونا شیطانوں کا کام ہے لیکن گناہ میں گرنا اور پھر گناہ سے اٹھ کھڑے ہونا آدم اور آدم کی اولاد کا کام ہے۔ جب آدمی نے گناہ کیا تو گر پڑا اور جب توبہ کر لی اٹھ کھڑا ہوا اور جب کھڑا ہو گیا تو یہ دولت پالی الثَّابِتُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ، (گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کے جیسا ہے کہ جس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے) آدمی سے گناہ کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیوں کہ خواہشات و شہوات اس کی سرشت میں ملی ہوئی ہے اس کا توبہ کرنا یہ البتہ ایک نادر بات ہے۔ سبحان اللہ! بہشت کے جیسا مقام جناب آدم علیہ السلام جیسے بندہ نبوت کا تاج زریں سرخلافت کے تخت پر جلوہ گر مانتے صرف وہی ایک وَلَا تَقْرَبُوا هَذِهِ الشَّجَرَةَ (اس وقت کے قریب تم دونوں نہ جانا) اس سے نئی نئی گڑے گڑے لیکن فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا) آج دنیا جیسی جگہ بلاؤں سے بھری ہوئی، بیچارہ آدم کی اولاد اتنے سادے اور نواہی میں مبتلا شیطان جیسا دشمن ورپے آزار پھر نفس جیسا عدو خود اپنے جسم کے اندر چھپا ہوا گناہ نہ کرے یہ ممکن نہیں اور دوسری بات یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَتَوَلَّيْتُ تَنْبُوَالِذَّهَبِ اللهُ بِكُمْ وَجَاءَ بِكُمْ يَذُنُّونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ (اگر تم گناہ نہ کرتے تو حق تعالیٰ تمہیں اٹھائیتا اور یقیناً ایک ایسی دوسری قوم لے آتا جو گناہ کرتی اور غفور و بخشناش پڑھتی اور خداوند تعالیٰ اسے معاف فرماتا چنانچہ یہ اشعار اسی معنی میں ہیں۔)

بود عینِ عفو تو عاصی طلب

عزمِ عصیان گرفتہم زیں سبب

چوں بستاریت دیدم کار ساز

ہم بدست خود دیدم پر وہ باز

گرخواہدخواست عذرم ہیچ کس عذرخواہ جسم من عفو لو بس

آپ کا عفو میں گنہگاروں کی تلاش میں ہے اسی سبب سے میں نے گناہ کا میدان اختیار کیا۔

چوں کہ میں نے آپ کی ستاری و پردہ پوشی کو کارساز دیکھا اس لئے اپنے ہاتھ سے اپنے گناہ کا پردہ

چاک کر ڈالا۔ اگر کوئی شخص میرے گناہوں کی عذرخواہی نہ کرے گا تو میرے گناہ کس لئے آپ کا عفو ہی قی عذرخواہی

جانتے ہو یا یہ کیا ہے؟ یہ وہ ہے کہتے ہیں کہ بندہ کے گناہ کرنے میں بہت بڑا راز اور حکمت

عظیم ہے اگر ہمارا تمہارا گناہ نہ ہوتا تو اس کی بخاری و ستاری (ان دونوں صفوں) کا اظہار نہ ہوتا اور ایک عزت

آب کا قتل ہے کہ خداوند عزوجل کے دو خزانے ہیں ایک خزانہ ثواب اور کرامت سے بھرا ہوا ہے دوسرا

خزانہ رحمت و مغفرت سے بھرا ہوا ہے اگر ایمان والے بندے بندگی و عبادت کریں تو ثواب و کرامت ان

پر نثار ہوتی ہے اور اگر گناہ نہیں کرتے اور ان سے گناہ کا ارتکاب نہیں ہوتا تو اس کی رحمت و مغفرت کا خزانہ

فنا یرج جاتا ہے یہی لوح جان نواد رکھو لیکن اس کے معنی نہیں ہیں کہ یہاں اپنی خواہشات کا گھوڑا اپنی منزل

کے میدان میں ڈال داور گناہ کا ارتکاب اپنے دل پر آسان کر لو خبردار ہوسٹیا رکھی ایسا نہ ہو۔ وہ تو اس

کا انعام اس کی کرامت ہے اس کا فضل اس کی رحمت ہے بندہ کس لئے ادب ہر وقت ملحوظ رکھنا ہے قدم

بندگی کی حد سے باہر نکلنے نہ پائے اور گناہ و پلہاویوں سے ایسا ڈرنا چاہیے کہ اگر کل قیامت کے دن میدان

حشر میں اعلان کیا جائے کہ آج دوزخ میں ایک شخص کے سوا کوئی دوسرا نہیں جائے گا تو وہ یہ سمجھے

کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔ آخر انبیاء علیہم السلام کے نود و ماتم کا حال تم نے سنا ہے جو زلت و خوارگی

آزمائشوں میں انہوں نے کی ہے خواجہ فضیل عیاض رحمت اللہ علیہ دن میں چند مرتبہ آئینہ دیکھتے تھے ایک

شخص نے پوچھا حضرت یہ بار بار آئینہ دیکھنا کیا ہے اس پر کیا سختی میں؟ فرمایا اس خوف سے دیکھتا

ہوں کہ کہیں میرا چہرہ سیاہ تو نہیں ہو گیا ہے۔ بندہ خداوند تعالیٰ کی جانب سے جس قدر زیادہ انعام

و نوازش دیکھے لازم ہے کہ اتنا ہی زیادہ ڈرتا ہے اور ادب عاجزی انکساری اس سے بھی زیادہ کرے اس

خلعت و نوازش میں خود کو کم نہ کرے اپنی کمزوری مجبوری بے شرمائی کو سامنے رکھے جیسا کہ کسی عزیز نے اسی معنی میں کہا ہے۔

چوں سیر آمد مرا رنگ گلیم تو سفیدش کن چو مویم لے کریم

از در خویشم گردان نا امید از سر لطف سیام کن سپید

میری کالی گناہوں کے میل سے کالی ہو گئی ہے آپ اس کو میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجئے اے کریم۔ اپنے درپاک سے

نا امید نہ لو مایہ اپنی نوازش خاص سے میرے سیاہی از اعمال کو سفید بنا دیجئے۔ ❀ ❀ ❀

شرف منیری

مکتوب ۱۲۱

خداوند تعالیٰ سے امید رہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از در خویشم مگرداں نا امید از سر لطف سیاهم کن سچید

(اپنے در اقدس سے نا امید نہ لو، مایہ اپنے لطف خاص سے میرے کالے کرتوتوں کو سفید بنا دیجئے۔)

لے بھائی! جہاں رہو جس کام میں رہو نا امید نہ ہو اس لئے کہ اللہ جل شانہ کے کام فرما بیولا

کی فرماں برداری عبادت گزاروں کی عبادت گزاری سے پاک ہیں اور گنہگاروں کی گنہگاری سے

منزہ اور پاک ہیں وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس کے کام میں کوئی علت نہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے

اور خوب کہا ہے۔

نے ہماں آں جائیگہ طاعت خرد عجز نیز و ضعف ہر ساعت خرد

(وہ بارگاہ پاک ایسی جگہ ہیں جہاں طاعت ہی خریدی جاتی ہے بلکہ عاجزوں کی ضرورت کی کمزوری

ہر وقت خریدی جاتی ہیں۔) اسی مقام کو بزرگوں نے کہا ہے الْفَضْلُ بَيْنَ فَضْلِهِ اَللّٰهُ لَا يَبْتَاعُ

وَلَا يَبْتَوِّهٖرَا فَضْلٌ تُوَدُّهُ هُوَ جُوْدًا وَنَدَّ تَعَالَى كَسَى كُوْفَضْلٍ عَطَا فَرَمَى وَفَضْلٌ كَاتَعْلُقُ نَكَسَى كَعَمَلٍ سَعَى

اور نہ کسی کے جوہر سے اس لئے کہ اگر فضل کا تعلق عمل سے ہوتا تو یقیناً اگلی امتوں کو اس امت پر فضیلت

ہوتی اس لئے کہ ان کی عمریں سات سو سال اور آٹھ سو سال یا ہزار سال ہوتی تھیں تو ان کا عمل ان کے خیر

بھی بہت زیادہ ہوتے تھے اور اس امت میں زیادہ تر لوگوں کی عمریں ساٹھ ستر سال ہوتی ہیں تو ضروری

ہے انکا عمل ان کا کام بھی تھوڑا ہوگا ان سب کے ساتھ اس امت کو تمام امتوں پر فضیلت ہے۔ اور اگر فضل

کا انحصار جوہر پر ہوتا تو شیطان کو آدم پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ شیطان روشنی آگ سے ہے اور آدم

تاریک مٹی سے اس کے باوجود آدم کو شیطان پر فضیلت ہے تو ہم نے یہ جان لیا کہ فضل نہ عمل سے تعلق ہے۔

اور نہ جوہر سے یعنی عمل و جوہر یہ دونوں فضل خداوندی کی علت نہیں ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ فضل کسی کو نہیں

ہو اس وقت تک جب تک خداوند تعالیٰ افضل نہ عطا فرمائے۔

لے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تعریف بھی مطلق ہوگا اگر کسی کو اعلیٰ علیین پر پہنچاؤ
بغیر کسی عمل و کارگذاری کے تو یہ اسے حاصل ہوگا اور اگر کسی کو اسفل اسافلین میں گرا دے بغیر کسی گناہ و گندگی
کے تو یہ اس کے حق میں ہوگا۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

گر آری خلیطے ز جمنانہ کنی آشنائی ز بیگانہ
گھے زان چنان گوہر خانہ خیز چو بوطالبے را کنی سنگ ریز

(آپ کبھی بت خانے خلیل پیدا کر دیتے ہیں اور بیگانوں کو اپنا بنا لیتے ہیں۔ کبھی اس پر ہے

جو اہر پیدا کرنے والے گھرانے سے ابوطالب جیسے سنگریزہ کو پیدا کر کے پتھر کے ٹکے بجز ریز کر دیتے ہیں)

اور یہ کہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ علیین پر پہنچا دیا اس وقت جب کہ آپ سے کوئی عمل و طاعت
و بندگی بھی وجود میں نہ آئی تھی بلکہ ظہور ذات بابرکات کے قبل ہی۔ اور ابوجہل کو اسفل اسافلین میں گرا دیا
بغیر اس کے کہ کوئی گناہ اور کسی معصیت کا ارتکاب اس سے ہوا جو بلکہ اس کے پیدا ہونے کے قبل ہی یہی ہے
کوہولادہ فی الجنة ولا ابالی وھولادہ فی النار ولا ابالی (یہ جنت میں رہیں مجھے پرواہ نہیں وہ دوزخ میں ہے
مجھ سے بھی کوئی فرجن نہیں) اسے ہرگز کسی کا ڈر نہیں کسی سے خوف نہیں وہ جو چاہے کرے خوف و ڈر تو کسی
دوسرے کی ملک میں تعریف کرنے سے پیدا ہوتا ہے جب اپنی ملک میں تعریف ہے تو کوئی ڈر نہیں اس کے
جہاں کو اس سے خوف ہے اس کو کسی سے خوف نہیں مگر سارے عالم کے لوگ صدق میں جناب صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم
لا یزید فی ملک شئی تو اس کی ملکیت میں ذرہ برابر زیادتی نہ ہو اور اگر سارے جہاں کے لوگ انا
ربکم الاصل میں تمہارا بڑا رب ہوں کا دعویٰ فرعون کی طرح کریں لا ینقص من ملک شئی تو بھی اس
کے ملک میں ذرہ برابر کمی نہ ہو۔

آپنہ درگاہیت قفلش بے کلید آپنہ دریاہیت قعرشس نا پدید

از بدیں دریا درآئی یکدے حیرتہ جانسوز بینی عالی

(یہ وہ دربار ہے جس کے تالا کی کنجی نہیں یہ وہ دریا ہے جس کے تہہ کا پتہ ہی نہیں اگر اس دریا

میں تم ایک لٹو کے لئے غوطہ لگاؤ تو ایک جانسوز حیرت کا عالم مشاہدہ کرو گے)

والسلام

حقیقہ شریف منیری



مکتوب ۱۲۲

نفس کی بیخ کنی (دوسری عبارت میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نہیں کن ہرچہ رہہ درائے بود تا دولت خانہ خدا سے بود
 درودی عقل راست بیچ پایچ چشم ایماں دوی نہ بیند بیچ
 (تم اپنی عقل و تدبیر اور اپنی روش کو ختم کر دو تاکہ تمہارا دل خدا کا گھر بن جائے۔ دلی کی بیخیں گیں
 عقل ہی سے ہوتی ہیں۔ ایمان کی آنکھ دلی نہیں دکھتی ہے۔)

فرزند عزیز عبدالملک اکاتب مکتوب شرف فیبری کا سلام و دعا لو۔

ایک دو بار فرزند عزیز کا خط پہنچا تھا مطالعہ میں آیا۔ اسے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ
 بہت زیادہ نماز کیسے ادا کروں! بہت زیادہ روزہ کیسے رکھوں! کوشش اس کی کر دو کہ اس نفس کا فر کو جس
 نے تمہاری راہ روک رکھی ہے اسے راہ سے کس طرح دور کروں! طالب کا اصل کام یہی ہے جس طرح بھی ہو اس
 نفس کا فر راہ سے ہٹایا جائے حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب پر غلبہ حال کے قانون کے تحت یہ فرض عین ہے۔
 خواہ جتہ و دستار کے ذریعہ خواہ زنا ربندی کے ذریعہ خواہ سجد میں رہ کر خواہ بتخانہ میں بیٹھ کر۔ اسی کو کہا ہے۔

در بست کدہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست

گر کعبہ از و بوسے ندر کوشش است یا بوسے وصال او کوشش کعبہ ماست

را اگر بنگدہ میں معشوق کا جمال لے تو کعبہ کے طواف کے لئے جانا عقل کی رُود سے غلطی ہے۔ اگر کعبہ میں

محبوب کی خوشبو نہ میرا آئے تو وہ بنگدہ ہے اور اگر محبوب کا وصال کشت میں میرا ہو تو ہمارا کعبہ وہی ہے۔

اور وہ جو کہتے ہیں کہ ارباب بعیرت اہل نظر حضرات بے راہ روی سے اپنی راہ سیدھی کرتے

ہیں یہی ہے اور اس شعر میں اسی کی جانب اشارہ ہے۔

بر درخت بقاے دو جہانی از رو کفر در مسلمانان

فقرِ چیت از گریہ کردن است و زرد عالم دست کو چہ کردن است
 (بقلمہ مد جہانی کے دست پر قیام کفر کی راہ سے مسلمانوں میں داخل ہونے سے ہوتی ہے
 فقر کیا ہے؟ گمراہی کی راہ سے دین کی راہ اختیار کرنا ہے اور دونوں عالم سے ہاتھ سمیٹ لینا ہے)
 یہی وہ منزل ہے جہاں ظاہر پرستان اور اہل عقل کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور دیوانگی کا داغ
 لگاتے ہیں جیسا کہ سکین احمد بہاری کو کہتے ہیں اور وہ جیسے ہیں اپنے کام میں صحیح راہ پر گامزن
 ہیں تو گ جب ان کو نہیں سمجھتے ہیں ضرور یہی کہیں گے۔ جیسا کہ کہا ہے۔
 گرچہ فاعل بریں عمل خستند یک فاعل جزا این نہ پسند
 (اگرچہ اہل فطرت اس عمل پر ہنستے ہیں لیکن سمجھدار لوگ اس کے سوا اور کچھ پسند نہیں کرتے ہیں۔)
 اے فرزند! آدمی تمام موجودات کا خلاصہ یعنی انتخاب و نخبہ ہے اس کا معاملہ معمول
 نہیں ہے اس کا راز یہ ہے۔

نیت مردم نطفہ از آب و خاک ہست مردم سر و قد جان پاک
 صد ہزاراں پر فرشتہ در وجود نطفہ را کے کند آخر سجود
 (آدمی محض مٹی و پانی کا نطفہ ہی نہیں ہے آدمی سر سے پاؤں تک پاک روح ہے۔
 عالم ہستی جو لاکھوں فرشتوں سے بھرا ہوا ہے اس کے تمام فرشتے آخر ایک قطرہ آب کو سجدہ کیسے کرتے)
 سبحان اللہ! اے فرزند! پاک و طاہر فرشتوں سے بھرا ہوا ایک عالم لاکھوں حیوانوں کی
 پامال کی ہوں کدروا لودہ مٹی کو سجدہ کرے اور یہ بے قدر و قیمت مٹی خلیفہ ہو جائے ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟
 ہذا اب و عظیم لا یقدر احد علی کشفہ (یہ ایک عظیم راز ہے جسے کوئی کھول نہیں سکتا ہے) تو
 جو تمہیں طلب کرنا ہے اس کی تلاش خود اپنے اندر کرو اسی کو کہا ہے۔
 آپنچہ تو گم کردہ کردہ ای ہست اندر تو تو خود را پردہ ای
 (وہ جو تو نے کھو دیا ہے یہی تو تیری کمی ہے وہ تو خود تیرے اندر ہی ہے تو خود اپنے آپ پر پردہ بنا ہوا ہے)

یہ غالباً وہی احمد بہاری ہیں جن کا قتل اعز کا کول کے ساتھ دہلی میں فیروز شاہ کے عہد میں ہوا۔ اور شاید
 کہ شعر بھی کہتے ہوں گے ممکن ہے سکین تخلص کرتے ہوں۔ سکین بہاری کے اشعار مخدوم جہاں کے کتبوت
 محفوظات تصنیفات میں بہت آتے ہیں۔ کاش سکین بہاری کا دیوان یا مجموعہ کلام میری نظروں سے گذرنا۔ (تیم)

اور وہ جو کسی نے کہا ہے اللہ جل شانہ تک پہنچنے کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں مشرق و مغرب میں بھی نہیں ہے بلکہ لوح و قلم عرش و کرسی میں بھی نہیں ہے وہ تجھ میں ہے۔ یہی ہے جہاں ہشیاد رہے اور مکمل غور و فکر کر دلو یہ اشعار یہاں سنو۔

سما ملک کر دند آدم را سجود عشق خاں یکذر رہ آمد در وجود
 رہ بحق چوں جان آدم یافتند تا بد در غم عشق لبشتا فتند
 تا نیامد جان آدم آشکار رہ نہ استند سوسے کروگار
 رہ پدید آمد چو آدم کشید پدید زد کسید ہر دو عالم کشید پدید

(فرشتوں نے اس وقت آدم کو سجدہ کیا جب اس کے عشق کا ایک ذرہ وجود میں آیا۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ جب آدم کی روح چھاپا یا تھا بد تک اس کی خدمت گزاری کے لئے دھڑ پڑے۔

جب تک جناب آدم علیہ السلام کی جان ظاہر نہ ہوتی تھی اس وقت تک کسی نے اللہ کی جانب پہنچنے کا راہ نہیں دیکھی تھی۔

جب جناب آدم پیدا ہوئے تو راہ بھی ظاہر ہو گئی اسی سے دونوں جہان کے تالاک کبھی اتھ آئی۔

فرشتوں نے اس تقدس و طہارت کے ساتھ بَلْ جِبَادُوا تُكْرِمُونَ (لکھو میرے کرم بندے ہیں)

کا مقام پایا لیکن يُحْيِيهِمْ وَيُجَيِّبُ سُؤَالَهُمْ (وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے) کے خطاب دسر فرازی کے لائق ہی مٹی و پانی کا پتلہ ہوا۔ اسی سے جان لو کہ جو کچھ رکھتا ہے وہ یہی آبِ خاک رکھتا ہے۔

خاک را چوں کار با پاک آفتلا پیش آدم عرش و در خاک آفتلا

(اسی مٹی کے پتلہ کو جب اس روح پاک سے معاملہ ہوا تو آدم کے لئے عرش دست ہو گیا)

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ مَخْطُ الصُّورَةِ (بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا)۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں اے علی صفتہ (اپنی صفت پر پیدا کیا) اسی مقام کی بات ہے جو کہتے ہیں کہ انسان کی حقیقت اسرار ربوبیت کی نظر ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

نیست بالائے تو مخلوقے دگر نیست بیرون تو مشرقے دگر

چوں بیرونی نور عقل و معرفت نے تو در شرع آئی و نے در صفت

ہر چه در توحید مطلق آمد است اینہم در تو محقق آمد است

(تجھ سے بسند اور کون مخلوق نہیں۔ تجھ سے! ہر کون مشق نہیں۔)

بعد کہ تو قتل و معرکت سے باہر ہے اس لئے نہ تو تو شرع میں آسکتا ہے اور نہ تیری مفتی ہی بیان ہو سکتی ہے۔
 توحید مطلق میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تجھ میں محقق اور سخت ہے۔ اس سے زیاں کہنے کی
 اجازت نہیں غیرت کے کہ تو ال نے سیاست کی سولی نصب کر رکھا ہے چنانچہ قول ہے مَنْ حَوَّجَ
 بِالْاَوْجِيْدِ فَمَقْتَلُهُ اَوْلَىٰ مِنْ اَحْيَاؤِ عَثِيْرٍ۔ (جس نے توحید کو کھول کر بیان کیا اس کا قتل کرنا بہتر ہے
 غیر کے زندہ رکھنے سے) اسی کو کہتے ہیں۔

زہ پار گوی تو برس جمع گر عاشق صادق تو اسرار
 دیدی کہ سبک عشق ریزے علاج بگفت و رفت بردار
 (خبردار اگر تم سچے عاشق ہو تو جمع جام میں ماز کی بات نہ کہو دیکھا نہیں کہستی میں عشق کا ایک
 ماز منھوڑ نے کھول دیا اور مار پر چلے گئے۔)

والتلاوة

شرف میزی

مکتوب ۱۲۳

حسرت و ندامت (دوسری عبارت میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی شیخ سلیمان! اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں بزرگی عطا فرمائے۔
 کاتب مکتوب شرف میزی (قدس سرہ) کا سلام و دعا قبول کریں۔
 برادر عزیز پر واضح ہو آپ کا مکتوب مرغوب پہنچا، پڑھا، ہر طرح کی بات لکھی گئی ہے
 اس کے لکھنے میں زحمت بہت اٹھائی۔

اے بھائی! ہم لوگ ساتویں صدی ہجری کے رہنے والے ہیں آج سارے عالم میں کان
 اجنبی کمزور اور نادار ہے اور مومن سرخ گندھاک ہیں یہ جو تم نے سنا ہے کہ بدأ الإسلام بخیر نبأ
 وَسَيَعُوذُ كَمَا بَدَأَ اسلَام ابْتَدَأَ فِي اجنبی اور کمزور تھا اور آخر میں بھی اجنبی ہو جائے گا۔ ہم لوگوں کا راز

اوقات وہی زمانہ ہے۔ کیا کیا جائے مصیبت کی دھول ہم لوگوں کو اپنے سروں پر ڈالنی چاہیے اور اپنے رنج و غم میں رہنا چاہیے۔

حیات تو دینوں بروں نیاید شب مرگ تو روزوں زاید

آں ہوا سے کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بودند دین باشد

(جب تک تو زندہ ہے یعنی تیری اس طرح کی زندگی کے ساتھ دین پیدا نہیں ہو سکتا جس بات تیری متائے گی

دین کا روز روشن اسی وقت نمودار ہوگا۔ وہ سب بظاہر عبادت کی خواہشیں جو اس سے قبل تھیں وہ دم

عادت تھیں دین نہیں تھا۔) اور دوسرے کاموں کے بارے میں آج کیا پوچھتے ہو وہ سب کاموں

کے ہیں محنتوں کے نہیں ہیں۔ وہ دولت ہم بد قابلوں کو کہاں دی ہے۔ وہ جو آج اہل سلوک اور اصحاب

بصیرت میں وہ یہ کہتے ہیں۔

نمی دانم کراما نام بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں۔)

اسے بھائی! اس کے بعد ہم لوگوں کو کیا کہنا چاہیے۔

آں را کہ نمود روئے خویشش نے حال بود نہ قال باشد

حسیراں شور و بخوردن ماند کے دم زدوش مجال باشد

(جس کسی کو اپنے روئے اور کمال جمال دکھا دیتے ہیں اس کے لئے نہ حال ہے نہ قال ہے۔)

وہ تو حیرت میں گم ہو جاتا ہے اپنے آپ میں نہیں رہتا اسے کچھ کہنے کا یا را کہاں ہوتا ہے۔)

اسے بھائی! وہ جماعت جو اس کام سے وابستگی رکھتی تھی اس کے لوگ ہمارے

درمیان سے اٹھ گئے ہیں آج صرف ٹھٹی بھر جاہل لوگ رہ گئے ہیں جو اپنی خود پرستی میں پڑے ہوئے

ہیں اپنے آپ کو ان مردانِ خدا کی صورت و شکل میں وضع و لباس میں آراستہ کئے ہوئے ہیں معرفت

خداوند جل و علا کا دعویٰ کر رہے ہیں اگر غور کر کے دیکھو تو ان کو خود اپنے کفر کے کاف کی خبر نہیں ہے۔

ایمان کیا ہے یہ کیا جانے۔ اسی کو کہا ہے۔ مصرع جہاں پُر زبیراں طبیبان از میاں رفتہ۔ (سارا عالم

بیماروں سے بھرا ہوا ہے اور طبیبانِ فصحت ہو چکے۔) یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

صحبت نیکان ز جہاں دو گشت خوانِ سل خانہ ز نبور گشت

(اچھوں کی صحبت دنیا سے بہت دور ہو چکی ہے شہد کا دستر خوان زنبور کا گھر بن گیا ہے۔)

اس زمانہ میں خواجہ حسن بھری رحمت اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا یا حضرت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیسے تھے؟ فرمایا وہ لوگ ایسے تھے کہ اگر تم لوگ ان کو دیکھتے تو کہتے یہ سب کے سب دیوانہ ہیں اور اگر وہ تم لوگوں کو دیکھتے تو کہتے یہ سب شیاطین ہیں۔ یہ خود اس وقت کی بات ہے جو خواجہ حسن بھری رحمت اللہ علیہ کا عہد ہے اور جو صحابہؓ سے بالکل متصل ہے اس دور میں کیا کہا جائے اور کیا چھیں خسرو کی جان پر رحمت ہو جو کہا ہے۔

خلق گویندم بروز نار بندے بت پرست در تن خسرو کد امی رگ کہ آن ز نیت

(لوگ کہتے ہیں کہ بت پرست جا از نار باندھے۔ اسے خسرو کے جسم میں کون سی رگ ہو جو نار نہیں ہے۔)

اے بھائی! وہ لوگ جنہوں نے سر اور واڑھی کے بال منڈوا لئے ہیں اور شراب خانہ و

تنگہ میں جا کر میٹھ گئے ہیں۔ وہ اسی لئے ہے اور اسی کو کہا ہے۔

بر درخت بقائے دو جہانی از رہ کفر و مسلمان

(دونوں جہاں کی بقا کے درخت پر جنہوں نے آشیانہ بنایا ہے وہ اسی کفر کی راہ کی مسلمان ہیں۔)

اور وہ جو کہا ہے۔

فقر چیت از گری رہ کردن است وز دو عالم دست کوتہ کردن است

(فقیر کی یہ گراہی اختیار کرنے کے ذریعہ راہ درست کر لی جیسی مراکھ مستقیم بنا ہے اور دونوں جہاں اس میں رہتا ہے)

اس شعر کا مطلب یہ ہے چوں کہ یہ لوگ آنکھ والے ہو چکے ہیں ان کی نظر جب کفر و ایمان کی

حقیقت پر پڑی تو دیکھا کہ یہ سب کا سب گمان گھنڈ اور زنا رہے اور محض دعویٰ و ڈینگ ہے

اسلام نہیں ہے اس لئے کہ مسلمان چیر ہی کچھ اور ہے اور مسلمان ایک دوسرے ہی پر زندہ اور شہباز

ہیں۔ چنانچہ فتویٰ کے اشعار ہیں۔

(۱) نیت کشتہ ہمہ بعزت ہست عظیم بے نیازی اندر دست

(۲) مستکف در سدائے راز ہمہ بے نیاز از پئے نیازی ہمہ

(۳) چشم شان تا ولایت آدم اسم شان تا نہایت عالم

(۴) ماعندناک اجتهاد ہمہ ماعرفناک اعتقاد ہمہ

(۵) خوردہ یکبادہ بر رخ ساقی ہرچہ باقیست کردہ در باقی

(۶) چنگ و رحمت خدا سے زود ہرچہ آن نیست پشت پا زود

- (۱) اس ہمت حقیقی کی عزت میں سب نیت و مہم ہونے کے ہیں، سارے جہاں سے بل نیاز ہونے کا جھنڈا اٹھوں ہیں
لئے ہوتے ہیں۔ (۲) اس بانگاہ راز میں سب متکلف میں سارے اس بانگاہ پاک میں نیاز مندی کی وجہ سے ب
عبلہ نیاز ہیں۔ (۳) ان کی نظر آدم کی ولایت تک۔ ان کا نام انتہائے عالم تک۔
(۴) سب کا فیصلہ ہے کہ ہم سے آپ کی عبادت نہ ہوگی اور سب کا عقائد ہے کہ آپ کی معرفت ہم حاصل نہ کر سکے۔
(۵) ساتی کے روبرو اس کی دید کی شراب پی ہے اور جو اس کے علاوہ تھی وہ سب چھوڑ دی ہے۔
(۶) بس مرنے خدا کو اختیار کر لیا اور سب کو قدموں کے نیچے چھوڑ دیا۔

وہ عاشق خان مین القضاة، ہمدانی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں جو ان مردوں کو سنا مطلق خاص اس کا کہ
کہ ایمان ہے یا نہیں ہے؟ اور تم اس پر نازاں و مغرور ہو کہ ہم ایمان والے ہیں۔ اگر تم جانتے ہو ایمان کا
جمال مشاہدہ کرو تو کسی مومن کی تلاش کرو جو نفس کافر کی کافر کا زناں تمہاری گردن سے کاٹ ڈالے
اس وقت تم ایمان کے جمال کا مشاہدہ کر سکتے ہو اور عالم میں یہ صلہ لگا سکتے ہو۔
آں کس کہ ترا مدید او بیچ ندید و آن کس کہ ترانہ یافت و بیچ نہ یافت
(جس نے آپ کو نہیں دیکھا اُس نے کچھ نہیں دیکھا۔ اور جس نے آپ کو نہیں پایا کچھ نہیں پایا)
حال چوں کہ یہ ہے اس لئے مضطر رہنا اور ناامید ہونا شرط نہیں۔

اندریں رہ اگر تو آن نہ کنی دست و پاٹے بنلا زیاں نہ کنی

(اگر تم اس لہ میں جو ان مردوں کے کام نہیں کر سکتے کم سے کم تم ہاتھ پاؤں تو دو گھٹائے میں نہ رہو گے)

اگر اس ماہ کے مردوں کا سامان حاصل نہیں ہوتا تو کم سے کم بڑھی ہوئی ماہ خوشوں جیسا ایمان
تو ہوگا کیا کیا جا سکتا ہے اگر آفتاب کی دولت خوب ہو چکی تو کم سے کم چراغ تو ہے۔ وگرنہ کیا ہم اور
کیا فرعون، نمرود، یہود، آتش پرست یا غیاث المستغیثین اخشنا

دل گم گشتہ را انابت جوای مردم دیدہ گشت مردم شوی

دل گم گشتہ را رہے بنمائی مردم دیدہ را درے بکشائی

یا قبول تو اسے ز علت پاک چہ بود خوب زشت زشت تنگ

کہ نداند ز کار سازی تو کہ نہ ترسد ز بے نیازی تو

(دل گم گشتہ کو انابت جو یعنی توبہ کا ستلاشی بنا دیجئے۔ چلیاں پھر آگئی ہیں ان کو حسرت و زاری کے آنکھوں کے دھوکا)

کی بنا دیجئے۔ پھٹکے ہوئے دل کو راہ دکھلا دیجئے۔ آنکھوں کی چلیوں کے لئے سدا زہ کھول دیجئے۔

اسے دیکھ کر آپ کے کام ہرطقت سے پاک ہیں آپ کو تو بعد کے آگے سائل کے چلنے یعنی آدمی کی نیکی والا اور
برائیاں کیا چیزیں۔ کون ہے جو آپ کی کارساز میں کو نہیں جانتا کون ہے جو آپ کی بے نیازی سے نہیں ہمتا
خلاصہ یہ کہ ہمارا قصہ ہی دراز ہے کہتے کہتے ختم نہیں ہو سکتا جیسا کہ کہ ہے۔
شبِ قدرتِ حدیثِ ابیایاں شریفہ شبِ ماہِ گزشتہ حدیثِ بابِ دو روز
(راتِ ختمِ ہوئی میری تکلیف تمام نہ ہوئی اس میں مات کا کیا تصور ہے میری کہانی ہی بڑی لمبی تھی)
جب برادرِ عزیز نے خط لکھا اس خط کے کھینے میں زحمت بہت اٹھائی تو جواب دینا بھی
مزدوری تھا۔ اس بنا پر چند سطروں قدر کے ساتھ تحریر میں آئیں۔ عاقبت دعا تہ خیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

فقیرِ شرفِ میری

مکتوب ۱۲۴

بنا معلوم چیزوں مبتلا ہوجانے کے خوف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسے فرزند! روایت ہے کہ حضور رسالت پناہ علی اللہ علیہ وسلم کو سکون و قرار نہ تھا ابتلاء
و آزمائش کے خوف سے فرماتے وَمَا أَدْرِي مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا يَكْفُرُ بِهِمْ مَعْلُومٌ كَمَا يَفْعَلُ بِي
مبتلا کریں گے اور تمہیں کس بلا میں ڈالیں گے۔ بندہ خداوند عزوجل کی ابتلاء و آزمائشوں سے لڑنا ترسنا
نہ ہے تو کیا کرے۔ ہر آن یہ ممکن ہے کہ چشمِ زون میں کسی چیز میں مبتلا کر دیں اور اس ابتلاء کے بعد سلامتی
آدمی کو میسر ہوگی یا نہیں جو جتنا زیادہ قوت والے ہوتے ہیں ان کی آزمائش بھی اسی قدر سخت تر ہوتی ہے
کیا یہ نہیں دیکھا کہ جناب ہوسی علیہ السلام کو صبح علی الصباح ان کی ماں سے جدا کر دیا اور غرب کی مساز
حک ان کی ماں سے ان کو ملا دیا اس لئے کہ وہ ایک کمزور عورت تھیں اور جناب یوسف نبی علیہ السلام
کو والد ماجد سے جدا کر دیا پھر چالیس سال کے بعد اور بعض روایت سے اسی سال کے بعد باپ بیٹے کو
ملا یا کیوں کہ یہ دونوں صاحبانِ قوت تھے۔

اور آزمائش دو طرح پر ہے یا نعمت کے ذریعہ آزمایا جائے یا محبت جناب سلیمان علیہ السلام کو نعمت دے کر آزمایا۔ یا یہ آزمائش رنج و محن میں ڈال کر ہوتی ہے جیسے جناب یعقوب علیہ السلام کو مبتلا کیا گیا۔ چنانچہ جب نعمت میں مبتلا کرتے ہیں تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور جب رنج و مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں تو صبر کا مطالبہ فرماتے ہیں یہ دونوں قسمیں وجود انسانی میں داخل ہیں اور دونوں میں اس کا اللہ موجود ہے کہ توفیق صبر و شکر لکھے گی یا نہیں۔ اگر توفیق پاتا ہے تو سلاحتی ہے نجات ہے اور اگر توفیق سے محرومی ہوتی تو ہلاکت ہے اور سارا دین اسی دو نوع کی طرف لوٹتا ہے یا شکر کی طرف یا صبر کی جانب اسی موقع کی یہ حدیث ہے **الْإِيمَانُ نِصْفَانِ نِصْفَانِ نِصْفُهُ شُكْرٌ وَنِصْفُهُ صَبْرٌ** (ایمان کے دو حصے ہیں ایک شکر دوسرا صبر ہے) جب تک موت نہیں آتی ابتلا و آزمائش باقی ہے تو لازم ہے کہ بندہ ہمیشہ تضرع و زاری کیا کرے اور لرزاں ترساں رہے، اور اس خوف میں رہے کہ کہیں ابتلا میں نہ پڑ جاؤں اور صبر و شکر کی توفیق نہ ملی تو ہلاک ہو جاؤں گا اگر ایسا ہو تو امید ہوتی ہے کہ یہ تضرع و زاری اور خوف و ڈر بندہ کی نجات و رہائی کا سبب ہو جائے۔ اور اگر آزمائش میں پڑ گیا تو توفیق صبر و شکر پائے گا۔

اے بھائی! یہ وہ بارگاہ ہے جہاں دو جہان کے سرور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو عصمت کا تاج سر پر رکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَدْعُونَ اللَّهَ تَدْعَىٰ لَدُنَّ مَا لَا يَكْفُرُ بِهِ أَحَدٌ مِّنْ آلِهَةٍ إِذْ تَدْعُوهُ قُلْ إِنَّمَا نَدْعُو اللَّهَ وَنَدْعُو مُحَمَّدًا** (اگر ابوبکر کے ایمان کا میری امت کا ایمان کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان کا پتہ جھک جائے) وہ کہتے ہیں اے کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا جسے بھیڑ بکریاں کھالیتیں۔ اور وہ جن کا رتبہ و مقام یہ ہے کہ **أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَالْعِلْمُ وَالْعِلْمُ بِالْحَقِّ** (میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے مددگار ہیں) وہ کہتے ہیں اے کاش! میں اپنی ماں کے صدمہ کا خون ہی رہتا تو اور دوسروں کے لئے کہاں چین و آرام کا موقع ہے۔ وہ حق تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اُسے کسی کا خوف نہیں۔

صد ہزار سال ساعت کرنی طوق لعنت می کند در گردنی
بے نیازیش را چه کفر و چه دیں بے زبانش را چه شک و یقین
گرگ یوسف نئی ہست خرد و بزرگ در نہ زنی او یکیت یوسف و گرگ

(سو ہزار سال تک بندگی و عبادت کرتا رہا۔ آخر لعنت کا طوق گلے میں ڈال دیا گیا۔)

اس کی بے نیازی کے آگے کیا کفر کیا دین۔ اس کی خاموشی کے لئے کیا شک اور کیا یقین۔
یوسفؑ اور یوسفؑ کا بھیڑیا تیرے اعزاز کے مطابق چھوٹے بڑے ہیں اس کے نزدیک بھیڑیا اور یوسفؑ
سب یکساں ہیں۔)

یہی بات ہے کہ ایک عارف سکرات موت میں تھے ان سے لوگوں نے پوچھا کسی چیز کی آرزو ہے؟ تو
فرمائیں کہ حاضر کروں۔ کہا ہاں ہے تو عدم کی ہے ایسا دم جس کے لئے وجود نہ ہو۔
اے کاش، نبوی لے عراقی کز تست ہر فساد باقی

(اے عراقی! کاش تیرا وجود ہی نہ ہوتا یہ ساری خرابیاں تیرے ہی ہونے سے ہیں۔)
اور یہ ہے کہ ایک درویش بیمار ہوئے ان کے ایک عزیز بیمار پرسی کے لئے آئے پوچھا طبیعت
کیسی ہے کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا الوجد اپنے ہونے کی تکلیف ہے۔ ایک عزت مآب نے کہا ہے۔
"عالم عدم کی راحت اور خوشیوں کا بیان جتنا بھر ممکن ہے کرتا ہوں تو اس کے شواہد
میں سے ایک حصہ بھی بیان میں نہ آسکے۔ اور "عالم وجود" کی ناخوشی اور رنج و الم کا جتنا بھر ممکن ہے بیان
کروں تو اس کے سوا کونسا کا ایک گونا بھی بیان میں نہ آسکے۔"

کاش کہ ہرگز نہ زادی ماورم - مانہ کردی کشتہ نفس کا فرم
(کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا تاکہ اس کا فر نفس کے ہاتھوں مارا نہ جاتا)

وَالسَّلَامُ
فَقِيرٌ شَرِيفٌ مِّنِيرِي



مکتوب ۱۲۵

فقر و فقر کی فضیلت و متمندی اور متمندی کی مذمت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فقیر کی مکمل راحت ہے اس میں دنیا کی ساری آفتوں سے امن ہے۔ ہاں فقیر کے معاملہ
میں انتہائی سختی یہ ہے کہ فقیر پر فاقہ گذرے، فقیر کے فاقہ کی رات اس کی سوجا ہے جیسا کہ اہل صفت

اور ارباب تصوف کا قول ہے مَعْرَاجُ الْفَقِيرِ فِي سِلَّةِ الْفَاقَةِ فَقِيرُ كِمْعَرَجٍ كَيْ سَمِيءٍ هِيَ كِمْعَرَجُ
 پر فاقہ گذرے تو کوئی نعمت درویشی یعنی فقیری کی نعمت سے افضل و برتر نہیں ہے۔

گرچہ چند انی سلیمان کا دراشت کز زمین تا عرش گیر و دار داشت
 مسکنت را قدر چوں بشتاخت او قوت از زمبیل بانی ساخت او

رجاب سلیمان علیہ السلام اگرچہ اس درجہ مشغولیت رکھتے تھے کہ زمین سے عرش تک ان کی نگرانی تھی۔

مسکنت درویشی کی جب قدر انہوں نے پہچان لی تو تھیلے بننے کے کب کو اپنی غذا کا ذریعہ بنا لیا۔

اے بھائی! فقر اسرار الہی میں سے ایک اہم راز ہے۔ ملک و ملکوت (عالم ظاہر و باطن)

میں جو کچھ ہے وہ سب معراج کی رات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دی گئی
 لیکن حضور نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا اور فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِي فَقْرِي مِرَافِقِي
 اور جناب آدم پیغمبر علیہ السلام کو سجود ملائک بنا یا گیا آسمانوں بہشت تحت تعریف یعنی ان کی
 حکمرانی میں دیدی گئی جب ان کی نظر فقر کے راز پر پڑی تو آسمانوں بہشت کو ایک دانہ گیہوں کے
 عوض بیچ دیا اور فقر کا خرقہ زیب تن فرمایا۔

جانِ آدم چوں بستر فقر سوخت ہشت جنت را بیک گزند مہوخت

(جناب آدم کی روح جب فقر کی حقیقت اور اس کے راز سے روشن ہو گئی تو آسمانوں بہشت کو انہوں
 نے ایک دانہ گیہوں کے عوض بیچ دیا۔)

فرعون و نمرود کو جو کچھ دیا ہے وہ اگر آج تم کو نہیں دیتے ہیں تو اس کے اندر ایک
 حقیقی راز پوشیدہ ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ تمام نبیوں کے شہنشاہ اور تمام ولیوں کے سردار صلی
 علیہ وسلم سب معراج سے واپس تشریف لاتے ہیں تو گھر میں ایک دن کی خوراک بھی موجود نہیں ہے۔ ایک
 یہودی سے ایک صاع ایک پیانہ جو اُدھار قرض مانگتے ہیں وہ یہودی طعنہ دیتے ہوئے کہتا ہے
 آپ کے پاس نہ باغ ہے نہ کھیتی ہے نہ زمین ہے آپ کہاں سے ادا کریں گے یہاں تک کہ اپنی زبرد
 مبارک گرو رکھ دی تو اس نے ایک صاع جو قرض دیا۔ اسی کو کہا ہے۔

مصطفیٰ چوں آماز معراج در دام می خواست از جہودی جو نگر

از برائے قوت جوی خواستش و آن جہودی سک گرو می خواستش

۱ صاع یعنی پیانہ۔ ۲۲۲ تولد کا ہوتا ہے یعنی تقریباً ۲ سیر ڈھالی سیر قریب سوادو کیلو گرام۔

ہر دو عالم دیدہ آن شبہ از زنی تا نبویش روزان جو یک منی
 لا جرم چوں یں و آن یک سالش بود ہر دو عالم زیر یک فرمالش بود
 (حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب سوان سے ماہرین شریفین کے ایک سے ہوئی کہ یہاں گئے اس سے مدد مان
 کیو گرام جو عرض ہوگا۔ نھاگ کے لئے جو حضور نے اس سے طلب کیا تھا اس سے ہوئی نے کہا اپنی بندہ گدیجے
 تب دیں گے۔ (یہ وہاں تھی) میں بات کو حضور نے دونوں جہاں کا ایک دانہ چینا یا کوئی کے برابر ہی نہ دیکھا لیکن
 دن کے وقت ایک پیانہ جو بھی آپ کے گلازہ مبارک میں نہ تھا۔ جب یہ اور وہ دونوں حال حضور کے لئے
 یکساں میں تو لازماً دونوں جہاں آپ کے حکم کے تحت ہیں)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۲۶

ملک فلک اور جملہ موجودات پر بشر کی فضیلت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام منظر! بعد سلام و دعا کے واضح ہو

- | | | |
|-----|----------------------------|--------------------------------|
| (۱) | سالک راحت طلب دیکھان راہ | پیش روح آمد بعد دل رُوح خواہ |
| (۲) | گفتے عکسی ز نور شیدہ جلال | پر تو از آفتاب لایزال |
| (۳) | ہرچہ در توحید مطلق آمدست | آہنم در تو محقق آمدست |
| (۴) | چوں برونی تو ز عقل و معرفت | نہ تو در شرع آئی و نہ در معرفت |
| (۵) | نیست بالائے تو مخلوقے دگر | نیست بیرون تو مخلوقے دگر |

(۱) اے سالک! ماہکی خوشبو سے فرحت چاہنے والے تو نے روح (رحمت و خوبی) پالی حساب دل کی گہرائی سے روح

کی طلب کر۔ (۲) اس نے کہا اے آفتاب جلال کا عکس تو آفتاب لایزال کا پر تو ہے۔

(۳) توحید مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب تیرے ہی اندر محقق ہے۔

(۴) ہوں کہ تو عقل و معرفت سے باہر ہے اس لئے نہ تو شرع و بیان میں آسکتا ہے اور نہ تیری توصیف ہی ہو سکتی ہے۔

(۵) تجھ سے پرے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں۔

خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار میں خوب غور و فکر کیجئے اور اس کے رموز و اشارات کو قانون کے مطابق سمجھئے جس کی طلب ہے اسے خود اپنا اندر تلاش کیجئے، چنانچہ اس پر قرآن مجید ہے سُنُّنِي ذَنِّي اَنْفُسِكُمْ اَفْلا تَبْصِرُوْنَ (وہ تمہارے اندر ہے تم دیکھتے نہیں) اور وہ جو قول ہے کہ حق تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں ہے نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں خود تیرے اندر ہے وہ یہی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں ہوش میں رہنے کی ضرورت ہے۔ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔

آدم اول سوئے ہرزہ شتافت تا بخورد اسے نہ رفت اور نہ یافت

(آدم ابتدا ہرزہ کے پیچھے تلاش و جستجو میں دوڑے جب تک انہیں اپنی معرفت حاصل نہیں اس کی معرفت

حاصل نہ کر سکے۔)

سبحان اللہ! ایک عالم پاک ظاہر فرشتوں سے بھرا ہوا اس گدے آلودہ مٹی کے پتلے کو بچھڑ کیسے کرتے اور یہ گدے لائے قیمت خاک کا پتلہ خلیفہ (نائب) کیسے ہو جاتا اور آٹھوں بہشت کی باگیچہ کے لائق کیسے بن جاتا ہذا اصابنا عظیم (یہ ایک بہت بڑا راز ہے) یہ عقل کی پیچ سے آگے ہے غریب عقل تو بندگی کا آلہ ہے اس کا اسرار ربوبیت کے علم تک کہاں گذرے۔

عقل باید تا عبودیت کند جانست باید تا ربوبیت کند

عقل گرا فزوں بود نقصان تراست جاں اگر راجع شود جانان تراست

(عقل چاہیے تاکہ عبادت صحیح طور سے کی جاسکے تجھے خود اپنی جان کا عرفان ہونا چاہیے کہ ربوبیت حاصل ہو جائے۔)

عقل اگر مد سے بڑھ جائے تو سنگین نقصان ہے اور جان اگر غالب اور فائق ہو جائے تو جان بوجہ معشوق ہو جائے)

چنانچہ! سُبْحَانِي مَا اَعْظَمَ شَانِي (پاک ہے میری ذات اور بڑی ہے میری شان) اور

اَنَا الْحَقُّ اَيْ هِيَ حَقُّ هُوں، کا قلا اس گدے مٹی کے پتلے سے کیسے برآمد ہو سکتا ہے یہ وہ معجزے جسے ہر شخص

پر نہیں کھولتے ہم اور آپ کیا ہیں؟ کہاں ہیں؟ لیجئے اس وقت یہ شعر سنئے اور کافی غور و فکر سے

سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

ہرچہ ہست در ہمہ عالم ہیں منم ماخذ در دو عالم از انم پدیدیت

(سارے جہاں میں جو کچھ ہے وہ سب میں ہی ہوں۔ میری مثال دونوں جہاں میں نہیں مل سکتی۔)

پہنچ، ہستم من ندانم یا نیم چوں ہم ہم اوست آخون کیم
 (میں کچھ ہوں یا نہیں ہوں، میں نہیں جانتا، جب سب کچھ وہی ہے تو آخون کون ہوں۔)
 عالم میں کون ایسا ہے جو اس شکل کو حل کرے؟ کاغذ کی اتنی ساری جلدیں سیاہ کرتے ہیں
 فتوے لکھتے ہیں لیکن اپنے خال کی خود ان کو خبر نہیں ہے کہیں کیا یہ معرہ ہی ایسا ہے۔ کسی کی وہاں تک پہنچ
 نہیں۔ ان اشعار سے سُنئے۔

پشہ تو ی کنی بر پیل جاٹے تا بدست خویش اندازی ز پائے
 صوہ تو میردی بر کوہ قات تا بمنقار تو بھگاند چوکات
 ذرہ تو میزنی چوں چشمہ جوش تا کنی دریائے اعظم جلد نوش
 کار بیدلت از تصویر تو چند جنبا نم بگو زنجیر تو

(تو ایک پھڑپھڑ ہے اور ہاتھی پر چڑھ کر اسے اپنے ہاتھ سے بلانا چاہتا ہے۔
 تو ایک چھوٹی سی چڑیا مولا ہے کوہ قات پر جا کر ابلند توپخ سے اس پہاڑ میں کان کی طرح شکلات کر بچا ہوتا ہے۔
 تو ایک ذرہ ہے چشمہ کی طرح جوش مانتا ہے تاکہ بحیرہ اعظم کو گھونٹ جائے۔
 یہ کام تیرے تصور سے باہر ہے۔ بتا کہ ہم تیری زنجیر ہلا کر تجھے ہشیا کرتے رہیں۔)
 لیکن امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام میں کہا ہے قَدْ تَحْتَوَتْ فِیْکَ خُذَّ بَیْدِی
 (میں آپ کی قات میں تیرا اور حیران ہو گیا ہوں میری دستگیری فرمائیے) یہاں معذوری ہے اس سے زیادہ لکھنے
 کی راہ نہیں۔ ایک عزیز نے معذرت کی ہے۔

سے دروغا ہرچہ گفتم ایچ بود دیدہ کور و راہ پیچ پاید بود
 گرچہ رہ بستند ہر سنے ازیں پئے نہ برد تلے عجب موسے ازیں
 خون صد لقاں ازیں حسرت بر نیت آسماں بر فرق ایشاں خاک نیت
 (وہ حسرت جو کچھ میں نے کہا وہ کچھ نہ تھا آنکھیں اندھی تھیں اور راہ پیچ و نم سے بھری تھی۔

اگرچہ ہر طرف اس راہ کی تلاش میں دوڑے لیکن ایک بال برابر بھی راہ نہ ملی۔

اس حیرت میں صد لقاؤں کے کیجوسے خون کے فوارے ابل رہے ہیں اور آسماں ان کے سروں پر خاک
 ڈال رہا ہے۔)

وَالسَّلَامُ



مکتوب ۱۲۷

اپنے حال کی تبری و خدائے ذوالجلال سے اُمیدواری میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیز شمس الدین برہان ملاحی! اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے اولیاء کی محبت سے عزت بخشے
آن عزیز کا خط پہنچا پڑھا۔ اے بھائی! ہمارے تمہارے حال کے اعتبار سے تو ایسا ہی ہے کہ
کافر و مشرک کو ہماری تمہاری مسلمانوں سے تنگ ہے اور یہودیوں نصرانیوں کو ہمارے تمہارے دین سے
سو گونا گوار ہے۔ یہی ہے جو نالہ و فریاد کیا ہے۔

کاشکے ہرگز نزا دی مادرم تا نکر دی کشتہ نفس کا فرم
کاشکے ہرگز نہ بودی نام من تا نہ بودی جنبش و آرام من
برد غفلت روزگارم چون کنم بر نیاید ایچ کارم چون کنم

کاش میری ماں مجھے پیدا نہ کرتی تاکہ میں اس نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔

کاش میرا وجود ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی حرکت و سکت ظہور میں نہ آتی۔

آہ غفلت نے میری راہ ماری ہے کیا کروں اب کسی طرح بنائے نہیں بنتی کیا کروں۔

لیکن اے عزیز مطہقن رہیں سارے جہاں کے لوگوں کے گناہ اور ان کی بد اعمالیاں اس
کے دریائے رحمت میں ایک قطرہ کی مقدار میں بھی نہیں ہمارے تمہارے گناہ اس دریا کے مقابلہ میں
کس مقدار میں ہیں مطار کی جان پر رحمت ہو جو کہا ہے۔

گر گناہ اولین و آخرین بیش باشد ز آسمان و از زمین
بر حواسی بساطش آں گناہ عوگرد و جملہ بر یک جائے گاہ
قطرہ چند از گنہ گرشد پدید در جہاں دریا کب آید پدید

(اگر تمام اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہ آسمان و زمین سے بھی زیادہ ہوں۔)

اس کے فرشتے کے حاشیہ پر ہی، اسی جگہ وہ سارے گناہ مٹ جائیں گے۔

گناہ کے جذبہ قطرے اگر پینا ہو گئے تو ایسی رحمت کے دریا میں کب نظر آتے ہیں۔

اے بھائی! بندہ کی گنہگاری میں ایک بڑا راز اور عظیم حکمت ہے۔ اگر ہمارے تمہارے گناہ نہ ہوتے تو اس کی سنتاری و غفاری کا نظارہ نہ ہوتا یعنی اس کی ستاری و غفاری ظاہر نہ ہوتی حضور پینا بر علی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک میں اسی کا اشارہ ہے۔ **فَاَلَّذِي نَفْسِي سَئِدٌ وَوَلَقَدْ نَزَّلْنَا لَذَهَبَ اِنَّهُ يَحْكُمُ وَ لِحَبَاءٍ يَّقُوْمُ مِذَّنَّبُوْنَ فَيَسْتَفْهَرُوْنَ وَنَ فَيُغْفِرُ لَهُمْ**۔ (قسم ہے اس کائنات کی جس کے اٹھ میں میری جان ہے مگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اٹھائیتا اور ایک ایسی قوم لے آتا جو گناہ کرتی اور پھر استغفار کرتی اور اس کی مغفرت ہوتی)۔

بودھین معفو تو ماصی طلب عزمہ عصیاں گرفتہ زریں سبب

چوں بستاریت و یدم کار ساز ہم بدست خود در یدم پر وہ بار

رحمت راتشہ و یدم برگناہ آب دیدہ پیش بروم از گناہ

(آپ کا معفو ماس گنہگاروں کا حلاشی تھا اس لئے میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا۔

جب آپ کی ستاری (پروہ پوشی) کو میں نے کار سازہ کیا تو پھر اپنے گناہوں کا پردہ خود اپنے ہاتھ سے چھا ڈالا۔

آپ کی رحمت کو میں نے گناہ کا پیاسا کیا تو اپنی آنکھوں کے پانی کو غر خرواہی کے لئے پیش کر دیا۔)

اے بھائی! آدمی سے گناہ نہ ہو تعجب کی بات ہے۔ با آپم معنی اللہ جب معفو کا تاج

رکھنے اور غفلت کے سند نشیں رہنے، مسجود طانک ہونے کے باوجود دارالسلام میں گناہ سے

سلامت نہ رہ سکے تو ان کی اولاد فریب اس بلاخانہ میں رہتے ہوئے ابتلا سے محفوظ رہے حیرت

و تعجب ہے اسی کو کہا ہے **كُلُّ نَبِيٍّ اِذْ مَّ خَطَاؤٌ وَ خَيْرٌ الْمَخَاطِيْبِ اِنَّ الشُّوْا اَلْوَنَ** (ہر آدمی خطا کار و

گنہگار ہے اور بہترین گنہگار تو بے گناہوں کے (ہے)۔ یہی ایک رمز ہے اور یہی چاشنی ہے۔

اے عزیز! ابتداءے آفرینش سے آخر تک جو گناہوں سے پاک ہیں وہ فرشتے ہیں

اور جاؤل سے آخر تک گناہوں میں طوط و آلودہ ہیں وہ شیاطین ہیں مگر آدم کی اولاد کا گناہ میں

گر پڑنا اور پھر اٹھ کھڑے ہونا سرشت میں داخل ہے، سبوں کا یہی حال ہے یہ عصر ہمارا تمہارا حال نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن

ہو اپنے ریاضت و مجاہدہ سے رکتا نہیں چاہیے یعنی اس درد و اندوہ کی طلب میں جلتے رہنا چاہیے اگرچہ

یہ درد ایک ذرہ کی مقدار میں ہو تو بھی ہمارے تمہارے لئے کافی ہے۔ جیسا کہ یہ اشعار ہیں۔

ذرتہ درخند اور دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا
کفر کا فر را دین دیندار را ذرتہ دروت دل عطسار را
گر نمازد درد تو عطسار را اوندہ خواہد کافر دیندار را

(اگر خداوند تعالیٰ کے درد کا ایک ذرتہ تیرے دل میں ہے تو دونوں جہاں سے تیری یہ پونجیا تیرے لئے بہتر ہے
کفر کا فر کو چاہیے دین دیندار کو عطسار کے دل کو تو آپ کے درد کا ایک ذرتہ چاہیے۔

اگر آپ کے عشق کا درد عطسار کو نہ ہو تو اسے کافر دیندار سے کیا کام۔)

اسے بھائی! یہاں کام اس کے فضل پر ہے۔ وہ آج واحد میں گرے پڑوں کو اٹھا کر
ملک و فلک سے گزار دیتا ہے۔ آخر سزا جہاں فرعون کے معاطہ میں غور کر دان کے پاس کون سا
عمل تھا اور کون سی عبادت تھی۔ مطلقاً (عین) کفر و کافری میں اپنے عرفان کا تاج ان کے سروں
پر رکھ دیتا ہے اور سارے جہاں کو دکھلا دیتا ہے کہ میرے کام بے علت و سبب ہو کر تھے ہیں
ہم جسے چاہتے ہیں اعلیٰ علیین پر پہنچا دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں اسفل السافلین میں گرا دیتے
ہیں اور اس میں کوئی علت و سبب نہیں ہوتا۔ اسی کو کہا ہے۔

ملک در دست شبانے میدہند منت او بر جہانے میدہند
صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت می کسند در گردنی

(ملک و بادشاہی ایک چرواہے کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں ماہ ایک عالم کو اس کا سامن نہ بنا دیتے ہیں

دوسرا وہ ہے کہ سو ہزار سال تک عبادت کرنے کے بعد لعنت کا طوق اس کی گردن میں ڈال دیتے ہیں۔)

چنانچہ جس طرح اس کی بارگاہ پاک میں سارے عالم کے گناہوں میں آلودہ ہونے

کے باوجود ناامیدی نہیں ہے۔ اسی طرح سارے عالم کی طاعت و عبادت کی پونجی رکھتے ہوئے

بھی کوئی مامون نہیں ہے۔

وَالسَّلَامُ

شرف مینیری



مکتوب ۱۲۸

رام کی طلب اور سن بن خواہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اہم افتخار! اللہ تعالیٰ انفس کے صیوں کو دیکھنے کی بصارت عطا فرمائے اور انفس کی

بیخ کنی میں مدد عنایت کرے۔

آپ کا مکتوب فریب ایک مزید نے تحفہ کے ساتھ پہنچایا غلوں تھا اس میں اور زیادتی

ہو بلاشبہ جو شخص کام میں لگا رہتا ہے تو زیادتی ہوتی ہے مقصود تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں گنتی
چنانچہ کسی نے کہا ہے۔

صوفی باید ترا اندیش کن تاکہ دانہ گنج یابی پیشہ کن

لیک جدوجہد می باید ترا تاکہ در ایس گنج کبشا بد ترا

(تجھے ایک ایسا صوفی چاہیے جو فوراً فکر کر سکے تاکہ خزانہ پانے کے پیشہ کے طور و طریقہ کو تو جان لے۔

لیکن مجھے اپنی طور پر کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس خزانہ کا دروازہ تیرے لئے کھل جائے۔)

لیکن یہ مجاہدہ دریا منت قانون و اصول کے تحت ہونا چاہیے تاکہ طلب کی مشقتیں برآ

نہ جائیں چنانچہ اس جماعت کے بزرگوں نے اشارہ کیا ہے اور اس کا پتہ دیا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

در رگرو کاں نشانت دادہ اند جہد کن چوں سربراہت دادہ اند

جہد می کن روز و شب دیکتے رنج یو کہ ناگاہے بہ بینی رشتے گنج

(جس راہ کا تجھے پتہ دیا ہے اس راہ میں چل کوشش کر جب کہ تجھ کو راستہ کا واقعہ کار دیا ہے۔ (پیر)

محنت و مشقت کی گلی میں کوشش کرتا رہنا شاید تجھے یکایک خزانہ کا چہرہ نظر آجائے۔)

اور وہ پتہ و نشان جو ان بزرگوں نے بتایا ہے نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ مشرق میں

ہے نہ مغرب میں ان لوگوں نے القلب بیت اللہ کہا ہے قلب کی نشاندہی کی ہو ہوشیار رہو۔

مخرب جہان جمال خسارہ مات . سلطان جہاں در دل بچاؤ مات

(عالم کا بلاخانہ ہمارے خسار کا سن ہے۔ سارے عالم کا بادشاہ ہمارے دل میں ہے)

یعنی حق سجادہ تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ مشرق میں نہ مغرب میں حق تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ خود تیرے اندر ہے اور وہ 'وہ ہے جسے دل کہتے ہیں۔ وہ ساڑھی ہے۔ جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

تانیسا ید جان آدم آشکار رہ نہ دانستند سوائے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید زد و کلبید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی جان ظاہر نہیں ہوتی تھی کوئی بھی حق سجادہ تعالیٰ کی طرف جاننے کی راہ نہیں جانتا تھا۔

راہ اس وقت ظاہر ہوئی جب آدم پیدا ہوئے انہیں سے دونوں جہاں کے تالاکنی ہاتھ آئی۔)

اے بھائی! ایک جہاں پاک اور ظاہر فرشتوں سے بھرا ہوا گدلے مٹی کے تپلہ کو سجھو

کیسے کرتا اور وہ مٹی جو ہر ایسے ویسے کے پاؤں سے روندی ہوتی ہے وہ خلیفہ کیسے ہو جاتی ہذا ایاز

عظیم (یہ ایک عظیم لاندہ ہے) اس میں کافی غور کرو تو انشا اللہ تعالیٰ معنی کی سمت راہ مل جائے گی۔

در جان سنی ز راہ معنی 'چوں یافتہ ام چرات جویم

(معنی کی حیثیت سے جب تو میری جان کے اندر ہے تو میں نے پایا اور جب پایا تو تجھے پھر کیوں ڈھونڈوں؟)

اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نمازیں کیسے پڑھوں! بہت سارے روزے

کیسے رکھوں بلکہ اس میں کوشش کرو کہ نفس کا فر میں نے ہماری راہ روک رکھی ہے اُسے کیسے ہٹائیں۔

جس طور سے بھی تم اس کو راہ سے ہٹا سکتے ہو ہٹاؤ۔ اس پر عمل کرنا تمہارے لئے اس جماعت صوفیہ کے

فتویٰ سے فرض میں ہے غلبہ حال کے قانون کے تحت۔ خواہ مسجد میں رہ کر خواہ بیخانہ میں بیٹھ کر خواہ جیبہ و

دستار کے ذریعہ خواہ زنا باندھ کر جیسے بھی ہو نفس کے ہٹانے کے سوا اور دوسری تمام چیزیں سب

ہوس ہیں۔ اس معنی کی ربامی سنو۔

در بستکہ گز خیال معشوقہ مات رفتن بطواف کعبہ ز عقل خطاست

گر کعبہ از دلبے نزاروش است ایوبے وصال او کنش کعبہ مات

(اگر بستکہ میں معشوق کا خیال آتا ہے تو کعبہ کے طواف کئے جانا عقل کی رو سے غلطی ہے۔ اور اگر کعبہ میں

عجوب حقیقی کی بوند ہے تو وہ آتش پرستوں کا آتشکدہ اور مشرق کے وصال کی خوشبو اگر آتشکدہ میں ملے تو وہ ہمارا کعبہ ہے)

اور وہ جو تم نے منہ سے نکال کر لوگوں نے زنا باغیہ لیا ہے اور بعض بتخانہ میں داخل ہو گئے اور بعضوں نے شراب نماز جا کر شراب کا مشکا سہا کہ یہ ہے یہ کیفیت ان سب کی طلبہ حال میں ہوئی ہے ان اشخاص میں اس صورت کی سیر کرو اور اس میں اصل و قانون کے تحت کافی غور و فکر کرو۔

بارہ گپیر ماخسرتہ بزنا واد نقد نووسا را برد بکار واد

پیش بتے سجدہ کر دین بھاری گوشت مصحف و سجادہ بارفت بخمار واد

زہدیک سو نہاد راہ قلند رگرت بہر کے کوزہ مئے خرقہ و ستار واد

قبلہ بدل کر دوز و دستک دیر شد رفتے محبوب کہ دوست ادا پار واد

(یہ دو سوا موع ہے کہ ہمارے پیر نے خرقہ زنا پر قرآن کو دیا تو نئے سال کی کتاب لے گئے اور کفہ کے حوالہ کر دیا۔

بت کے آگے سجدہ کر لیا اور (حقیقی دین نہیں) بھاری دین کو چھوڑ دیا ولیف کی کتاب اور بمانا شراب فروش کو دیدی۔

زہد کو کنارہ کر دیا اور آزادی کی ماہ اختیار کر لی ایک پیارے شراب کے مومن خرقہ و ستار دے دیا۔

بہت جلد انہوں نے قبلہ بدل دیا اور حیکہ میں مشکت ہو گئے ریح مجرب حقیقی کی طرف کر لیا دوست نے ان کو بدیائی پیک

بد تمیزوں، فضولیوں اور دودھ پیتے بچوں کی طرح جو لوگ ہیں ان سے اس خط کو محفوظ رکھنا تاکہ

وہ لوگ اپنی فضول کو اس میں آلودہ نہ کریں اور جو لوگ اہل ہیں ان سے نہ چھپائیں اور بچا کر نہ رکھیں اس

لئے کہ علم میں طرح نا اہلوں کو رونا حرام ہے اسی طرح اہل سے اسے روک رکھنا بھی حرام ہے۔ اس گروہ

صوفیہ کے لوگوں نے اپنے مذہب میں ایک الگ اصطلاح عام الفاظ کے خلاف وضع کر رکھا ہے جیسے

بقائنا سکر مجموع تفرقہ حضور وغیرہ یہ اسی لئے ہے کہ علم نا اہلوں کو دیا نہ جائے اور اہل سے اسے

روکا نہ جائے اس لئے کہ دونوں حرام ہے۔

طعمہ کاں پاکبازاں رادہند ہرگز آں کے نونیازاں رادہند

(خبراک کا وہ لقمہ جو پاکبازوں کو دیتے ہیں نئے نیاز مندوں کو وہ نہیں دیا جاتا ہے۔)

اگر ان بچاؤں کا اس گروہ صوفیہ کی اس دولت سے کچھ حصہ دیدیں تو یہ جان لیں کہ یہ یہی دولت ہی جیسا کہ کہا ہے

گر ترار وز سے دین میداں کشند این رقمہنی کہ بر مرداں کشند

آنگے این شیوہ معنی صد ہزار بینی ووانی و داری استوار

اگر تجھے کسی دن اس میدان (مقام) میں لے جائیں تو تو دیکھ لے کہ ان مردان خدا کے لئے کیا کیا نعمتیں تقدیر ہوئی ہیں۔

اس وقت اس شیوہ سے سو ہزار معنی تو دیکھ لے جان لے اور یقین کر لے۔

والسلام

مکتوب ۱۲۹

توگری کی مذمت اور دنیا کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نفس قانع گر گدائی می کند در حقیقت بادشائی می کند
چوں ترانانے و خلقانے بود ہر سر موئے تو سلطانے بود

دھوڑے پر گزر کر نیالا آدمی اگر فقیری کرتا ہے تو حقیقت میں وہی بادشاہی کر رہا ہے۔

اگر تیرے پاس ایک سوکھی روٹی اور ایک سہی کرتا پھنسا پھنسا اباس ہو تو تیرے جسم کا ہر ذرہ گناہ کا ایک بادشاہ ہے۔

اے بھائی! فقیری میں بہت ساری خوبیاں ہیں اس میں طرح طرح کی راحتیں ہیں عین و

سکون ہے توگری میں بے انتہا عیوب ہیں وگہ معیبت، قسم قسم کی مشقت و پریشانیاں ہیں اسی کو

کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی در نہ بچوں چرخ سرگرداں شوی

ہر چہ آں باتو فرو نہ آید بخاک آں ہمہ دنیا بود نے دین پاک

(دنیا ترک کر دو تاکہ تم بادشاہ ہو جاؤ ورنہ آسمان کی طرح سرگرداں بگردیں رہو گے۔

ہر وہ چیز جو تمہارے ساتھ قبر میں نہ جاوے گی وہ سب دنیا ہے پاک دین نہیں ہے۔)

لیکن لوگوں کو مال کی محبت جو پلیدی دنا پاکی ہے اور جاہ و مرتبہ کی الفت جو طاقت و دست

اس نے اندھا کر رکھا ہے۔ توگری، دولت مند کی جملہ عیبوں کو خوبی جانتے ہیں اور فقیری کی جملہ خوبیوں

کو عیب شمار کرتے ہیں نمرود و فرعون کا مذہب یہی تھا۔ نمرود نے جناب ابراہیم خلیل اللہ کو کھڑی

وغریبی کا طعن دیا تھا فرعون نے موسیٰ کلیم اللہ کو غربت و فقیری کا عیب لگایا تھا۔ تو جو لوگ آج

اس دنیا میں فرعون و نمرود کے مذہب میں ہیں انہیں کل قیامت کے دن عرفہ محشر میں فرعون و نمرود

کے ساتھ کھڑا کر دیں تو تعجب نہیں مَن تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ

حرفہ در دنیا خیالات آن بود تا بد ماہ و مسالت آن بود

(دنیا میں تو جس خیال میں رہا ہے اب تک تو اسی کے ساتھ رہے گا۔)

تمام علماء و حکماء کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ درویشی کے مقام سے کوئی مقام بالا تر نہیں ہے اور مملکت، قناعت کی مملکت سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہیچ کس را در جہانے مجسر و بر از قناعت نیست مگر بیشتر

ہر کہ در ماہ قناعت مرد شد ملک دنیا بر دل او سرود شد

(اس زمین و متمدن دنیا میں قناعت سے بڑھ کر کسی کے لئے کوئی بادشاہت نہیں۔)

جو قناعت کی راہ کا مرد ہو دنیا کی بادشاہت و مملکت اس کے دل پر سرود ہو گئی۔)

اہل بصیرت کا قول ہے آدمی کے لئے معرفت خداوند تعالیٰ کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا ترک

کئے ہوئے ہو تو جہاں دنیا کا ترک ہے وہاں معرفت بھی ہے اور جہاں دنیا کا ترک نہیں تو معلوم ہوا

کہ وہاں معرفت بھی نہیں ہے اس لئے کہ ترک اور معرفت دونوں کلمہ شہادت کا معنی ہیں اور کلمہ شہادت

نفسی و اثبات سے مرکب ہے نفسی دنیا کا ترک ہے اور اثبات معرفت خداوند تعالیٰ ہے تو جس نے دنیا کی نفی کر دی اس

نے مکمل نفسی کی اور جس نے خداوند تعالیٰ کی معرفت حاصل کی اس نے کمال اثبات کیا لہذا **إِلَّا اللَّهُ حَقِيقِي طُورٍ**

کہنا ہی ہے اور اگر عبادت کے طور پر **إِلَّا اللَّهُ** کہتے ہوں تو اس کا کیا فائدہ۔ اسی کو کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا دینت بود آن بدہ از دست تا اینت بود

گردت آگہ ز معنی آغہ است کار دینت ترک دنیا آمد عاست

(دنیا کا ترک اختیار کرنا کہ تیرا دین خالص ہو جائے دنیا ہاتھ سے دیکھو تاکہ حقیقی دین ہاتھ آجائے۔)

اگر تیرا دل معنی و حقیقت سے آگاہ ہے تو تیرے دین کا اصل کام دنیا کا ترک کرنا ہے۔)

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف مینری



مکتوب ۱۳۰

فیض کا حصول خاص مستعد کے لئے (دوسری عبارتیں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آئنا کہ چناں جمال باشد گر ناز کند حلال باشد
در عالم خویش ما شقاں ما گر بار و ہد مجال باشد
ز و منع جمال خوب دانش نقصان نبود کمال باشد

(جو ایسا صاحب جمال ہو وہ اگر ناز کرے تو اس کے لئے حلال ہے۔

اگر مفسدوں کو اپنی حریم خاص میں بریابی کا شرف بخشے تو یہ اس کے لئے جائز ہے۔

مسن و جمال کا مسین صنعت کا شکر کی قسم نقصان نہیں ہوگا اس کا کمال کمال ہی رہے گا۔)

خواجہ ہندب اکرم اللہ بحجت

آن عزیز کا خط ملا پڑھا گیا۔ دلنظیں کر لیں۔ ہاں ایسا ہی ہے کہ فیض منقطع نہیں ہے

لیکن بَلَىٰ تَمَّانَ أَهْلًا لَّہُ اس کے لئے جو اس کا اہل ہو اس لئے کہتے ہیں کہ دولت مستعد

سے نہیں گذری اگر کوئی مستعد ہو اور اس دولت کے پہنچنے میں تاخیر ہوتی ہے اس لئے کہ اَلَا تَرَوُنَّ

مَوْحُوْنَہُ بِمَوَاقِیْتِہَا (تمام کاموں کا وقت متعین ہے۔) اس تاخیر میں حکمت ہے کہ بندہ اس وقت

کے انتظار میں قاضی الحاجات کے در پر بیٹھا رہے جب وقت آجاتا ہے تو فیض سوال اور تقاضا کے

بغیر لہذا کام کر جاتا ہے اور کہتا ہے اَنَّا لَنَدْعُوْہُ بِمَوَاقِیْتِہَا (تم چاہو یا نہ چاہو ہم تمہا سے ہیں) اسی کو کہتے

حق بشباں تاج نبوت دہمد ورنہ نبوت چہ شناسد شباں

(حق سبحانہ تعالیٰ ایک چرواہے کو نبوت کا تاج عطا فرماتا ہے ورنہ چرواہا نبوت کو کیا پہچانے)

لیکن مشتاقوں کی یہ خامیت ہے کہ جس کا وعدہ ہے اسے وہ نقد چاہیے اور جس کے لئے

وقت متعین و مقرر ہے اسے وہ موجود چاہتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

یا مراد ما بدہ یا فارغم کن از مراد وہہ فرودار ہاکن یا چنان کن نہیں
 را میری مراد و تبحرے یا بچے مراد سے آنا کر دے کھل کا وہہ پھوٹے بگاڑا یہ کیجئے یا وہ کیجئے
 جب ہیں کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کا تہہ اہر فی النظر ایدہ اسی قبیل سے ہے
 وگر نہ انبیاء و علیہم السلام تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عارف ہوتے ہیں وہ اپنی طرح جانتے ہیں
 کہ دنیا اس دیوار کی دولت کی جگہ نہیں جہاں دیوار کے ہاتھ ہونے کا تعلق ہے اس کا وہہ کل کے
 لئے اسی غلبہ شوق سے مغلوب ہو کر کل کے وہہ کو آج ہی نقد طلب کرتے ہیں۔ اور جس کا وقت مقرر ہے
 اسے اسی وقت موجود ہاتھتے ہیں۔

چہ کشت است خاک باہرے کہ نظر عاشق ہوگا آردنی رسد نہ ترسد ز جواب نمن ترانی
 (یہ خاک کا پتہ بھی کیا چیز ہے کہ فرط شوق سے ہر دم آردنی کا فرہ لگا ہے اور نمن ترانی کے جواب سے نہیں ملتا)
 چوں عاشقِ خاص ماز حضرت بر فوجِ جواب نمن ترانی ست
 اسے دوست بدار کہ دو خود ما چونی و چرائی و شبانی ست
 (جب کہ عاشقِ خاص کو اس بارگاہِ پاک سے جواب فی الغور نمن ترانی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) کہا جاتا ہے
 تو اسے دوست یہ اپنی طرح جان لو کہ ہمارے تمہارے لائق ایسے ویسے اور چرماہی کے سما کیا ہے)
 اگر چہ جائز تھا لیکن حکمت کے تقاضا کے مطابق نہ تھا اس لئے نمن ترانی کا جواب ملا خواہر قطار
 رحمت اللہ علیہ نے جو کہا ہے کیا وہ تم نہیں جانتے؟

عشق ما امروز فرودا کے بود کفر و دین ایں جاو آں جا کے بود
 کار عاشق اضطراری اذنتہ و ان ز فرط دوستماری اذنتہ
 (عشق میں آج اور کل کہاں ہوتا ہے۔ کفر دین یہاں وہاں کب ہوتا ہے۔
 عاشق کے کام بے اختیاری ہوتے ہیں اور یہ سب محبت کی زیادتی میں ان سے ہو جاتا ہے۔)
 العیشق جنون ایفی (عشق الشک محبت کا جنون ہے) اس سلسلہ میں عقل گریب اس سے بہت دور ہے
 محرم سبتر عشق مردم نیست محرم سبتر او جز اللہ نیست
 (اسرار عشق کا محرم آدمی نہیں ہے اس کے اسرار کا راز خدا اللہ کے سما کوئی نہیں۔)
 اسے بھائی آفتاب اپنی ذات سے ضیا بار اور ضیا من ہے لیکن اس کی یہ ضیا منی و ضیا بار
 اہل استعداد اور قبولیت کی قابلیت دیکھنے والے کے لئے اگر کوئی دیوار کی اوٹ میں چلا جائے تو

وہ مجاب میں ہوگا تو محرومی آفتاب کی طرف سے نہیں ہوگی آفتاب کی طرف سے دھوپ کی رکاوٹ نہیں تو ہم لوگوں کو شکایت خود اپنی بد اقبالی سے ہے۔ سر پر خاک ڈالنی جا بیٹھے اور اپنا ماتم کرنا چاہئے اگر یافت کی خوشی نہیں ہے تو رنج و مصیبتِ نایافت تو ہو۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

وصل غامضاً راست من ذیشانِ نیم لے نخت بد۔

بہر من اندازہ ادبار من کار سے بہ میں۔

(اے مری بری قسمت وصل تو خواص کے ٹٹے ہے میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں تو اے نخت بد میری

بد اقبالی کے اندازہ کے موافق کوئی کام تلاش کر۔)

اے تو سر فضل من نداری من عادت نخت خویش دائم



والسلام
حقیر شرف مہسیری

مکتوب ۱۳۱

مولانا مظفر قدس سرہ کے سوالات کے جواب میں

جو مولانا حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات سے متعلق ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گفتگوئے آنا بحالت کشف ہر کہ گوید از و خطا نبود

حاصل اندر زمانہ استغراق شاہد روح مجرودا نبود

(حالت انکشاف میں جو بھی آنا کہتا ہے خطا نہیں۔ زمانہ استغراق میں شاہد روح خدا کے سوا نہیں ہوتا۔

جب سالک پر اس آیت کریمہ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَجِبَتْ لِرَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

زمین کے اوپر جو کچھ ہے سب بننا ہونے والا ہے اور باقی ہے گی اللہ بزرگ و بزرگی ذات کا کشف ہوا تو وحدہ لا شریک لہ نے اس پر جلوہ فرمایا اس وقت انا کے سوا کیا ہے گا لیکن جب فیرت کے کوتوال نے سیاست کی سولی لگا رکھی ہے اور اعلان کر دیا ہے کہ من مخرج بالتوحید فقتلہ اذلی من اخیاء غیر (جو توحید کو کھول کر بیان کرے اس کا قتل کیا جانا دوسروں کے زندہ رہنے سے بہتر ہے) ایسے میں لب بند نہ رکھیں تو کیا کریں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

زستی گر بگوید رسن عشقش جزایش در طریقت دار باث

(زستی میں اگر کسی نے اس کے عشق کا راز کھول دیا تو طریقت میں اس کی سزا دار ہے)

ایک اہم بات :- اے بھائی! ذکر والوں نے ذکر کے بارے میں جو کہا ہے وہ یہ ہے:

ان اول ما ذکر اللہ بہ نفسہ ہوا فاذا ذکرہ علی الحقیقۃ انا و باقی الاذکار

کلمہ اہل جمیع کلام العالم حتی صوت الحیوان صداع لتلاب الکلمۃ اعنی انا

فما دام الذکر یسمعه من باطنہ لا الہ الا اللہ او ہوا وانت او ای اسم

کان فہو ینمۃ الصداہ فاذا اسمعہ انا ولم یقدر علی رفعہ فہو

الذکر الحقیقی۔ (کہ بیشک اللہ نے اپنا جو ذکر کیا وہ انا تھا اور یہ انا اس کا ذکر حقیقی تھا باقی تمام اذکار

سب کے سب بلکہ عالم کا سارا کلام یہاں تک کہ حیوانات کی آواز اس کی کلمہ انا کی صدا ہے ذکر جب باطن میں لا الہ

الا اللہ یا ہویا انت یا کوئی اہم اسم سنتا ہے وہ اسی صدا سے سنتا ہے اور جب انا سنتا ہے اور اس کو رفع

کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو یہی ذکر حقیقی ذکر ہے۔)

لیکن حق سبحانہ تعالیٰ جو کچھ سالک کو خود اس کے جسم کے اندر کی آواز کے ذریعہ بلکہ تمام

جمادات نباتات حیوانات کی آواز کے ذریعہ سنتا ہے تو یہاں پر دیکھنا اور غور کرنا ہو گا کہ اگر سالک

وہی ذکر ان سے سنتا ہے جو وہ خود کرتا ہے تو وہ ذکر اس کے معنی سالک کے ذکر کی صدا (بازگشت ہے) اور

یہ کشف کشف خیالی ہے کشف حقیقی نہیں۔ اور وہ ذکر جو ہر اس چیز کے لئے مخصوص ہے ان سے اگر سنتا

ہے تو یہ کشف صحیح ہوتا ہے اور حقیقی ہوتا ہے ان حقیقتوں پر غور و فکر کریں وہ ساری باتیں جو آپ نے لکھی ہیں

حل ہو جائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اہم بات :- اے بھائی! خنناہ محبت سے جتنا بھی پلایا جا رہا ہے پیالہ پر پیالہ پیتے جائیے اور

بستی نہ کیجئے۔

لا بند زبان کہ عاشقانہش در مشق نمی خسزد گفتار

دید ی کہ بسکر عشق رمزے علاج بگفت رفت بردار

(لا یعنی نہیں۔ ان کے عاشقوں کی زبان کا قفل ہے عشق میں کچھ بولنے کی اجازت نہیں۔

کیا نہیں دیکھا کہ نشہ میں عشق کا ایک راز منسور نے کہہ دیا اور وار پر چلے گئے۔)

اپنی اس سے نوشی پر خوش رہیں خوب ہے مبارک ہو۔ ہر روز تشنگی بڑھتی رہے۔

ہست دریا ئے محبت بے کنار لاجرم یک تشنگی شد صد ہزار

(محبت کا دریا اتنا ہے یقیناً یہاں کی ایک پیاس سو ہزار تشنگی ہے۔)

یہاں کے کام ہمت کے انازہ سے ہوتے ہیں۔ ہمت جس قدر بلند تر ہوگی پیئے والا اتنا

ہی زیادہ تشنہ ہوگا۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ہنچو خورشید از بندی فرد شد

ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدت گر گدائی می کند شاہ آمدت

(اس راہ میں جو صاحب ہمت ہیں وہی مرد ہیں اپنی اس بلند ہمتی سے فرد ہو چکے ہیں۔

جو ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا، اگر گدائی کرتا ہے تو وہی بادشاہ ہے۔)

(نادربات) اے بھائی! وقت کی افتاد و پریشانیوں کو بھیلنا ہی ہے سالک کو اس کے سوا چارہ

نہیں ہے۔ لطف و جلال کے سایہ و دھوپ میں پرورش پانا ہی ہے ورنہ خامی رہ جائے گی سب کے

ساتھ ہی معاملہ ہے یہ محض آپ ہی کے لئے نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

تاگر دی نقطہ در داے پسر کے تو ان گفتن تمام دے پسر

سرد و گرم زمانہ نا خوردہ نہ دسی برد سہرا پر وہ

(اے لڑکے! جب تک تو سہرا پاؤر نہیں ہو جاتا اس وقت تک تجھے مرد کیسے کہہ سکتے ہیں

تو نے زمانہ کا سرد و گرم کچھا نہیں ہے اس لئے تو اس خیر کے درد تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔)

(ایک بات) سالک کے ساتھ یہ سب کچھ جو ہوتا ہے وہ درمیان سے غیرت کا پردہ ہٹانے کے لئے ہوتا

ہے اس کی ہلاکت کے لئے نہیں ہوتا آپ دل مطمئن رکھیں۔ اور سنئے کیا کہا گیا ہے۔

در محبت تا کہ غیرے مانندت در درون کعبہ دیرے مانندت

(جب تک محبت میں غیر کا وجود باقی ہے یوں سمجھو کہ کعبہ میں تھکانہ چھپا ہوا ہے۔)

چوں نما اندر دل از اغیار تمام پزودہ از محبوب بر خیزد و تمام
 (جیب دل سے فیر کا نام مٹ جاتا ہے تو محبوب و محب کے درمیان پر وہ پورے طور پر اکٹھا جاتا ہے۔)
 (خاص بات) اسے بھائی! مکاشفات کی جیب کوئی انتہا نہیں تو وہ تحریر میں کیسے آسکتے ہیں۔ اور وہ
 مکاشفے عبارت و بیان میں کتنے بھر آئیں گے۔ اسی کو کہا ہے۔

شرح وادن عال عاشق جاوداں از عبارت بر تراست و از بیان
 گزباں گرد و گیتی ساہبا ہم نیار و داد شرح ماہبا

(زندہ جاوید عاشق کے حال کی تشریح عبارت و بیان سے بالاتر ہے۔ اگر یہ دونوں جہان سرا پا زبان
 بن جائیں اور ساہبا سال عاشقوں کے احوال بیان کرتے رہیں جیب بھی حق ادا نہیں کر سکتے۔)
 (اہم بات) ایسے سمندر کو جس کے تہہ کی انتہا نہیں اسے پینا، گھونٹ جانا اور سب صاف کر لینا
 یقیناً بہت مشکل ہے ایسی شکل ہے کہ پہاڑ نیت و معدوم ہو جائے کہیں جب وہ ہمت کی بلندی
 کے ساتھ ہے تو سمندر اس کی لامحدود بلندی کے آگے ایک قطرہ ہو جاتا ہے اس حال میں امام شبلی
 رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے رَبِّ زِدْنِي تَحِيْرًا (میری حیرت کو اور انزوں کیجئے) جب پی کرست ہوتا ہے
 تو تشنگی زیادہ ہو جاتی ہے جتنا بھی پینا چاہے پی سکتا ہے۔

مست ستم مرا شراب دہید خرقہ و سجوام بآب دہید
 ہر کرا ایک ذرہ خلت دست دار ہر دشمن صد گونہ دولت دست دار

(میں مست ہوں ستم مجھے شراب دو شراب۔ میرے تیس خرقہ کو بھی پانی میں ڈال دو۔)

جس کسی کو دوستی کا ایک ذرہ حاصل ہوا تو ہر لمحہ اس کو سینکڑوں گونہ دولت حاصل ہوتی ہے۔)

(خاص بات) جب کوئی شخص بلا کا خوگر ہو جاتا ہے تو بلائیں اس کے لئے عیش بن جاتی ہیں اس بلندی
 کے رُو سے یہ ہو سکتا ہے کہ بلاؤں کا سمندر گھونٹ جائے اور اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں۔ اسی کو کہا
 ہے۔

بر دار جوئی بینی بیو سطر جمال او در چار سوئے عشقش بے دار نباید بود

(تو جب دار پر سسل ستوا ترا اس کا جمال دیکھتا ہے تو اس کے جہان عشق کے چاروں طرف دار سے خالی نہیں بن جاتا)

(ایک بات) اسے بھائی! توحید کی راہ جو مردوں کا دین ہے وہ اتھاہ سمندر ہے وہاں علم و عقل سب
 غرق ہیں اسے تحریر و بیان میں کیوں کر لایا جاسکتا ہے جو شخص اس دریا میں گیا وہ عالم حیرت میں ڈوبا
 گیا۔ اسی کو کہا ہے۔

قطرہ کو غرتہ دریا بود ہر دو کوشش جز خدا سورا بود

(وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہو گیا اس کے لئے دونوں جہاں سوائے خدا کے دیوانہ پن اور جنون ہے)

اور ایک عزیز نے اسی معنی میں یہ بھی کہا ہے۔

گجو یا من چہ دینداری خوشم بادین تو حیدش

ہمیں دینم صواب آمد گردینہا خطا دیدم

نہ من بے اوزہ اوبے من ولیکن من دوچوں گویم

کہ در دین یکے گویاں دو گفستن ناروادیدم

(کہو، تمہاری کون سا دین ہے میں تو اس کے توحید والے دین سے خوش ہوں میرے نزدیک یہی دین صحیح

ہے باقی تمام دین کو میں نے غلط دیکھا۔)

نہ میں بغیر اس کے نہ وہ بغیر میرے میں وہ اور وہ میں پھر دو کیوں کہوں موحیدین اہل توحید کے دین میں

دو کہنا ہی ناروا ہے۔)

(ایک خاص بات) اے بھائی! فیضِ رحمت جس قدر اپنے اندر زیادہ دیکھئے اسی قدر عاجزی و کترتی

نیاز مندی، انکساری پیش کیجئے اور سب کچھ اس کی جانب سے سمجھئے اپنے عمل کا ثمرہ نہ جانئے تاکہ

سلامتی سے منزل تک پہنچ جائیے اور کسی قسم کا کوئی چوٹ نہ کھائیے۔

ہر چہ از ہدیہ داری اسے درویش ہدیہ حق شمر نہ کد یہ خویش

(اے درویش جس قدر نوازشات کے تحفے تجھے ملے ہیں اسے حق سبحانہ تعالیٰ کی عطا سمجھ اپنے عمل کا

ثمرہ نہ جان۔) اور کسی ایک نے اسی معنی میں کہا ہے۔

ہر کس کہ ذلیل کرد خود را اندر نظرش ہر غلیل است

عاشق ز بر اے جز معشوق در دنیا و آخرت ذلیل است

(جس شخص نے خود کو ذلیل و خوار کر لیا وہ اس کی نگاہوں میں اس کا کامل غلیل ہے عاشق معشوق کی عزت کے

لئے دنیا و آخرت میں ذلیل ہے)

(ایک بات) اے بھائی! سالک کے لئے ایک شرط قناعت ہے جس کی کو سامان معاش میں

لے یہ پوری نظم بہشت کے مکتوب ۵ میں ہے اور خوب ہے۔ (تیسرے)

www.marfat.com

قناعت نہ ہو اس سے کہو کہ بازار جا کر سودے بچھے اسکان باتوں سے کیا سروکار قناعت
 ایک ایسا ملک ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی ملک نہیں ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔ سے
 بیچ کس را در جهان کس در
 از قناعت نیت بکے بیشتر
 ہر کہ در راہ قناعت مرد شد ملک دنیا بر دل او مرد شد
 (اس زمین و سمندر میں کسی کے لئے قناعت سے بڑھ کر کوئی ملک نہیں ہے۔ جو شخص قناعت کی راہ میں
 مرد ہو دنیا کا ملک اس کے دل پر مرد ہو گیا۔)

(ایک بات) جہاں تک ممکن ہو حقوق کی رعایت کا خیال رکھیں کہ یہ شرط راہ ہے تاکہ سلامتی سے راہ
 طے ہو عقل کا نادر طریقہ سیدھی راہ اختیار کرنا ہے سچ بولنے اور سیدھی راہ چلنے میں بلاشبہ نعمت کی
 زیادتی ہوتی ہے کسی طرح کا نقصان نہیں ہوتا کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جو سیدھی راہ اختیار کرتے ہیں وہی منزل
 تک پہنچتے ہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے۔ سے

ہر کہ در راہ محسود نیافت
 تا بد گردی ازیں در گہ نیافت
 دولت آنجا جو ویراں بجا طلب
 مرجع اہل یقین آنجا طلب

(جس نے محسود علیہ وسلم کی راہ نہیں پائی اگر قیامت تک تلاش و جستجو میں چکر کاٹتا رہے اس کا گناہ تک
 اس کی گذر نہیں ہو سکتی دولت یہیں ڈھونڈو دیں یہیں تلاش کرو اگر اہل یقین کے مرجع کی تلاش ہو تو وہ بھی یہیں
 اسی کو کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ اپنی جہالت اور خود رانی سے بغیر کسی راہبر کے اپنے فاسد گمانی
 اور باطل خیال کے ساتھ اپنی خواہش سے اس راہ میں پل پڑے میں لازماً کسی منزل و مقام میں نہیں
 پہنچ سکتے اگرچہ وہ ساری عمر اس میں بسر کر دیں اسی کو کہا ہے۔ سے

کو رہر گز کے تو اندر رفت راست
 بے عصاکش کو در را رفتن خطاست
 راہ دور است و پر آفت لے پسر
 راہ دورا می بساید را ہیر
 گرترا در دست پیر آید پدید
 قفل دروت را کلب آید پدید

(اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاشی پر ذکر چلانے والے کے بغیر اس کا چھنا ہی خطا ہے۔
 لے عزیز راہ بہت لمبی اور آفتوں سے بھری ہوئی ہے ایسی راہ کے چلنے والے کے لئے ایک
 راہ بتلانے والا ضروری ہے۔ اگر تجھے درد طلب ہے تو پیر خود آ جائیں گے تیرے درد کے تالا کی
 کبھی تجھے حاصل ہو جائے گی۔)

آپ کے خط میں بہت ساری اہم باتیں ہیں جب یہ قصہ ہی بہت دراز ہے تو اختتام تک کیے
پہنچے اسی کو کہا ہے۔

شب رفت حدیث ما بپایاں نرسید شب را پر گنہہ حدیث ما بود دراز

(رات ختم ہوگئی اور میری حکایت تمام نہ ہوئی اس میں رات کا کیا تصور ہے، میری کہانی ہی بڑی لمبی تھی)

اس مکتوب میں جتنا بھر لکھا گیا انشاء اللہ اس سے غرض حاصل ہو جائے گی ایک زمانہ
سے یہ مثل مشہور ہے "آنجا کہ کس است حرفے بس است" جہاں کوئی اہل ہے وہاں ایک حرف
ہی کافی ہے۔

وَالسَّلَامُ



شرف مسیری

مکتوب ۱۳۲

مرید کی رہنمائی اور تہمت افزائی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

در موعده وصال اگر باریافتی قدسی شدی لذت افکار یافتی

در بارگاہ قدس بہت درآمدی پس قوت نہنقش اسرار یافتی

زاں مرتبہ کہ بود ترا نفس اندران بر تر شدی صحبت ابرار یافتی

اگر وصال کی وعدہ گاہ میں تو نے باریابی حاصل کر لی تو تو فرشتہ ہو گیا اور اذکار کی لذت تو نے پایا۔

اور اگر بارگاہ پاک میں توہمت کے ساتھ داخل ہوا تو اسرار چھپانے کی قوت تو نے پاسیا۔ اس غلط

مقام کی بدولت کہ جہاں تیرا نفس ذلیل و خوار تھا تو بلند و بالا درجہ پر پہنچ گیا اور بار کی صحبت تو نے پایا۔

فرزند نخر الدین! اللہ تعالیٰ سالکین کے مقام کی بلندی عطا فرمائے۔

کاتب مکتوب شرف مسیری کا سلام و دعاء قبول کرو۔ فرزند عزیز کا خطا جس میں آپ نے

پنے احوال و معمولات کو صراحت و وضاحت کے ساتھ لکھا ہے پڑھا اس کے پڑھنے میں فرحت

خوشی سوانست بہت ہوئی الحمد للہ علی ذالک . مبارک ہو۔ اسے فرزند! اپنے کام میں
پل جاؤ اور مردانہ وار راہ توحید میں جو مردوں کی راہ ہے قدم بڑھاتے چلو تاکہ استقامت و ترقی ہر
روز افزوں ہوتی جائے انشاء اللہ تعالیٰ۔

چوں ہم یاد تو از سولی بود بچو بخت نہت ہم سہیلی بود
نیت کن ہر چہ رہ و رہے بود دولت خسانہ خدا سے بود
جب تیری ساری یاد تیرا ساڑ کر خود نہ کر یعنی مولیٰ ہو جائے تو پھر بختوں کی طرح تیرے لئے
سدا عالم میلی ہی میلی ہو جائے جو کچھ ہے سب کو نیت و مہم کو سے کہ تیرا دل زندہ لاکھوں جائے
جب تم نے اپنے کام کو ایسا کر لیا تو پھر تم اس دولت تک پہنچ گئے جو قلب المؤمنین رضی اللہ
(موسیٰ کا قلب اللہ کا عرش ہے) اور المؤمنین علی العرش استوی کا راز ہے وہ تمہارے اندر ظاہر و پید ہو جائے
گد اس وقت تم یہ صلے نصیبی سنو گے۔

وعدہ وصل دیگران فسر و وعدہ وصل عاشقان کتوں ست
(دوسروں کے لئے وصل کا وعدہ کل کا ہے عاشقوں کے لئے وصل کا وعدہ آت اور اسی وقت ہے)
اور یہ فرمان شاہی تمہارے نام لکھا جائے گا۔

ہر کہ در کسرت محبت بندہ شد تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد
(جو شخص اس راز محبت کا بندہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے محرم اور زندہ جاوید ہو گیا)
لیکن اسے فرزند! وقت کی سختیاں جھیلنا ہی ہے اور اس کا بوجھ اٹھانا ہی ہے
بال بچوں کے ہنگاموں کو ختم کرنا چاہیے اس راہ توحید کی مشکلات کو شہد و شکر کی طرح نوش
جاں کرنا چاہیے۔ آخر یہ تو تم نے سنا ہی ہے تاکہ خزانہ بغیر مشقت و تکلیف اٹھائے نہیں
لتا ہے چنانچہ کہا ہے۔

لیک جڈ جہدی باید ترا تادریں رہ گنج بکشاید ترا
زا کہ در را ہے کہ گنج آنجا نہند بیچ شک نبود کہ رنج آنجا نہند
(لیکن تجھے بجا بہ دور یا منت کرنا چاہیے تاکہ اس راہ توحید کا خزانہ تجھ پر کھول دیا جائے۔
یہ اس لئے کہ جس راہ میں خزانہ رکھا جاتا ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس کے تقاضا و محنت بھی کھدی جائے)
اور یہ معاملہ صرف تمہارے ساتھ نہیں ہے اس راہ کے تمام سالکوں کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔

فرزند عزیز کے کام کو مولانا مظفر کے حوالہ کر دیا گیا ہے جو کچھ ان سے سنیں اسے ایسا تصور کریں کہ وہ مجھ سے سنا ہے چنانچہ اس کام کے تمام امور میں ان کی فرماں برداری کریں اور اس راہ سلوک میں جو پیش آئے اسے ان کے آگے پیش کریں اور اس کا عمل ان سے طلب کریں اور ہمت بند رکھیں اس لئے کہ بے ہمت مرید کو ترقی نہیں ہوتی۔ چنانچہ کہا ہے۔

چنگ در حضرت خداے زود ہرچہ آن نیست پشت پائے زود
خوردہ یک بادہ بر رخ ساتی ہرچہ باقیست کردہ در باقی

(بارگاہ خداوندی پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں خدا کے سوا جو کچھ ہے اسے پاؤں سے کچل دیا ہے
ساتی کے رو برو اس کے دید کی شراب کا ایک جام چڑھاتے ہیں اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے سب
کو چھوڑ دیتے ہیں۔)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۳۳

خداوند عالم کی بے نیازی و ربی آدم کی آزمائش میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یا قبولی تو اسے زعلت پاک چہ بود خوب وزشت مشت خاک

بدمانیک شد چو پذیرفتی نیک گشت بد چو گرفتستی

(اسے وہ ذات کہ آپ کے کام علت سے پاک ہیں آپ کی قبولیت کے آگے اس مٹی کے پتلے کی

نیکیاں اور برائیاں کیا ہیں؛ میری برائی نیکی ہو جائے اگر آپ اپنے فضل سے قبول فرمائیں اور

اگر آپ مواخذہ فرمائیں تو میری تمام نیکیاں برائی بن جائیں۔)

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کرو برادر عزیز کا خط ملا مضمون سے

آگاہی ہوئی۔ جہاں بھی تم ہو اور جس کام میں لگے ہوئے ہو اس کے لئے دل شکستگی اختیار کرو اس

مٹے کہ کوئی ہوئی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوتی لیکن دل جس قدر ٹوٹا ہوا ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ قیمتی
 بھجاتا ہے نا امید نہ ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اطاعت گزاروں کی اطاعت و فرمانبرداری
 سے منزہ و پاک ہے اور گنہگاروں کے گناہوں سے مقدس ہے نہ تو نیکو کار فرماں برداروں
 کے فرماں برداری سے اس ذات پاک کے حسن و کمال میں کوئی نیابتی مانع اور نہ گنہگاروں کے
 گناہوں سے اس کی مملکت و بادشاہت میں کوئی کمی و زوال ہے اگر سارے عالم کے
 لوگ صدق میں صدیق اکبر کے جیسے ہو جائیں تو لایزنیابی ملکہ شہیہ اس کی مملکت بادشاہت
 میں کسی چیز کی ایک ذرہ برابر زیادتی نہ ہو اور اگر سارے جہاں کے لوگ فرعون کی طرح اناؤنچہ
 الاعلیٰ (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کا دعویٰ کریں تو بھی لاینقص فی ملک شہیہ (اس کی بادشاہت
 میں ذرہ برابر نقصان نہ ہو) اسی کو کہا ہے سے

چہ مسلمان چہ گبر بردار او چہ کشت و چہ مومہ در بردار او
 پارسا گر بہر است اور ابہر بادشاگر بدست اور اچہ
 بردر بے نیازی از کہہ ہر گر تو باشی و گر نہ باشی چہ

(اس کی بارگاہ میں کیا مسلمان اور کیا گبر اس کے نزدیک آتش پرستوں کا آتشکدہ کیا اور عبادت
 خانہ کیا۔ پارسا اگر بہتر ہے تو وہ خود اپنے لئے بہتر ہے بادشاہ اگر بڑا ہے تو اسے اس سے کیا اس

کی بے نیازی کی بارگاہ میں اگر تو بزرگوں میں سے ہو یا کترینوں میں سے ہو اسے کیا)
 اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہو گا ایسا کہ اگر کسی کو
 اعلیٰ علیین پر پہنچا دے بغیر کسی عمل و کردار کے تو یہ اس کے فضل و کرم کا حق ہے اور اگر کسی ایک
 کو اسفل السافلین میں گرا دے اس کے بغیر کسی پلیدی و گنہگاری کے تو یہ اس کی قدرت اس
 کے غلبہ و جلال کے مناسب ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ سے

کہ آری خلیے ز تہمانہ کہنی آشنائی ز بیگانہ
 کہ از آسپناں گو ہر فغانہ خیز چو بطلبے را کہنی سنگریز

(کبھی جگہ سے حضرت خلیل اللہ پیدا کرتے ہیں اور غیروں کو دوست خاص بنا لیتے ہیں۔

کبھی ہیرے اور جواہر پیدا کر نوالے گھرانے سے ابوطالب جیسے سنگریزہ کو پیدا کرتے ہیں)

اس ذات بے نیازی بے خوف بے پرواہ سے اسی طرح کے کام وجود میں آتے

ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے کرے اسے کسی کا خوف نہیں خوف تو غیر کی ملک میں
تصرف کرنے سے ہوتا ہے جب تصرف اس کے اپنے ملک میں ہے تو خوف کہاں سے ہوگا بھیس
کا تعدد سب کے لئے ایک نصیحت ہے اس سے عبرت حاصل کریں۔ جیسا کہ کہاہے سے

صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوقِ لعنت می کند در گردنی

(سو ہزار سال تک طاعت کرتا رہا آخر لعنت کا طوق اس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔)

لیکن آدمی آج جب دنیا میں مبتلا ہے دنیا کے غم و اندوہ سے جو بلا خانہ ہے اس سے
بیچارے کو کہاں چھٹکارا ہے اس پر غفلت نے راہ مار رکھی ہے۔ کیا کرے۔ سے

آدمی بہر بیغمی رانیت پاپے در گل جز آدمی رانیت

شادی از اہل عصر بیگانہ است آدمی از خود اندوہ از خانہ است

(آدمی غم سے آزاد رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے حیرانی و پریشانی آدمی کے سراورسی کیلئے نہیں ہے)

خوشی زمانہ والوں سے بیگانہ ہے۔ آدمی کو رنج و غم خود اس کے وجود اور اس وار بلا ہے۔)

اے بھائی! آدمی ایک ایسا حیوان ہے جو شفیق ماں کے پیٹ میں خون کھاتا رہا

جب ماں کے پیٹ سے اس دنیا میں جو بلا خانہ ہے آیا تو کیا کھائیگا۔ اس زمانہ میں جہاں تک ممکن

ہو آخرت کا غم و اندوہ بھی کھانا چاہیے اور شکر کی دل پیدا کرنا چاہیے اور حسرت و ندامت سے

خالی نہیں رہنا چاہیے اور خوف و امید کے درمیان بسر کرنا چاہیے اور کبھی بھی اپنا تک نفس کے

ساتھ لذات و شہوات میں مبتلا نہ ہونا چاہیے۔ جیسا کہ کہاہے۔ سے

ترا بانفس کافر در کین است کجا تور ہبری آنجا کدین است

(جب تک نفس کافر تیری گھات میں لگا ہوا ہے جہاں دین ہے وہاں تو کس طرح پہنچ سکتا ہے)

اے بھائی! آدمی زادہ کی ذات میں ایک نفس کافر ہے جس کا قبلہ دنیا کا سرلیٹہ ہے

اسے کسی حال میں مضبوط نہ ہونے دو ورنہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔ جیسا کہ کہاہے۔ سے

کافر نفسست چوز بون تو شد گر ہمہ کفری ہمہ ایماں شوی

(جب تیرا نفس کافر تجھ سے شکست کھا گیا تو اگر تو سراپا کفر تھا تو اب کمل ایساں ہو گیا)

بہادری اور مردانگی یہ نہیں ہے کہ مردوں سے جنگ کی جائے اور ان پر فتح

پائی جائے۔ مردانگی یہ ہے کہ اپنے کافر نفس کو پچھاڑ دے اور اس پر غالب آجائے۔ اسی کو کہاہے۔ سے

مردی نہ باشد آنکو کئی باکے تو جنگ باخوش جنگ کہلن مردی دست
(مردانگی بہادری یہ نہیں ہے کہ تو کسی کے ساتھ جنگ کرے اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرنا یہ پہلی
د پہلوانی ہے۔)



والسلام
حقیر شرف مینوی

مکتوب ۱۳۴

عشق و عاشقی کی صفت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
گر مرد رہی عمال بگذار تحقیق طلب خیال بگذار
ایں زہد تو باز نامہ تست ز نامہ تن تو جامہ تست
(اگر تم اس راہ کے مرد ہو تو کسی کام کو ناممکن سمجھنا ختم کر دو، وہم و خیال کو ترک کر کے
حقیقت تک پہنچ جاؤ۔ تمہارا یہ زہد تمہارے لئے وزیر مہنگ کارڈ ہے۔ تمہارے بدن کا
زناہ تمہارا لباس ہو گیا ہے۔)

عزیز بھائی شیخ سلیمان! اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ شامل حال رہے کتاب
مکتوب کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

آں برادر کو معلوم ہو۔ استاد ابو علی و قاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لیس للجنة
شغل معنوا ولا للنار سبیل الینا (نہ جنت کو مجھ سے کام نہ آگ کو میری جانب راہ ہے بہشت
و دوزخ کو ہمارے دل کے احاطہ میں راہ نہیں۔)

نے در غم دوزخ و بہشت اندہ این طالب را چنین مرشت اند
(اس جماعت کو بہشت و دوزخ کی پرواہ نہیں۔ ان لوگوں کی خصلت ہی ایسی جمل ہے۔)
حق سبحانہ تعالیٰ کے طالبوں نے بہشت و دوزخ کو عدم یعنی خمستی میں ڈال
یا ہے۔ اس کے بعد اس راہ طلب میں قدم رکھا ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے۔)

مارا نہ غم دوزخ و نہ حرم بہشت است بردار ز رخ پر وہ کہ شتاق تقایم
(ہم کو نہ دوزخ کا غم نہ بہشت کی لالچ ہی ہے۔ چہرے سے نقاب الٹ دیکھئے کہ ہم تو آپ کے
دیدار کے مشتاق ہیں۔)

مشہور مثل ہے کہ اگر اپنے وصال کا خیمہ دوزخ میں نصب کریں تو اس کے طالبان
دوزخ کی آگ کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالیں اور اگر اس بلند و اعلیٰ جنت الفردوس میں ایک ذرا
دیر کے لئے بھی حجاب میں مبتلا ہوں تو اس قدر شوڑا اوپلا کریں کہ دوزخیوں کو ان پر ترس آ جائے۔
یہ اسی مقام کی بات ہے جو کہی گئی ہے۔

گویند بہشت ہمانی ست بے دیدن میزبان چو باشد
چوں دشمن و دوست در حجاب اند پس فرق دیدن میاں چو باشد
(کہتے ہیں کہ بہشت ہمانی کی جگہ ہے ایسی ہمانی جس میں میزبان سے ملاقات نہ ہو کس کام کی ہے۔
جب اس کے دوست و دشمن دونوں ہی حجاب میں ہوں تو پھر ان دونوں کے درمیان فرق ہی کیا ہوا)
اے بھائی! پاک و مقرب فرشتوں کے لئے بے عباد مکرہوں (وہ لوگ مکرم
بندے ہیں) کا خطاب عطا ہوا۔ یحبہم ویحبونہ۔ یہ اس کو دوست رکھتے ہیں وہ ان کو دوست
رکھتا ہے) کی سرفرازی سے مٹی کے پتیلے نوازے گئے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء
(وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے) یہیں پر صادق آتا ہے تو لازماً عقل کو رخصت کر کے
مستی و دیوانگی اختیار کئے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ رباعی سے

ایں راہ طریقت نہ پائے عقل است خاک قدم عشق و رائے عقل است
سرے کہ فرشتگان زان بے جبرانہ اے عقل کہ بے عقل پر جائے عقل است

راہ طریقت عقل کی بنیاد پر قائم نہیں عشق کے قدم کی خاک عقل سے بہت دور ہے وہ اسرار کہ
مقرب فرشتے بھی جس سے آگاہ نہیں۔ اے عقل سے ماری بے عقل یہاں عقل کی گنجائش کہاں ہے)
اور اسی مقام کی بات ہے کہ اس جماعت کے لوگ آپس میں کہتے ہیں العشق
هو الطریق و روية المعشوق هو الجنة و الفراق هو النار و العذاب (عشق ہی کارائے
اصل راہ ہے، معشوق کا دیدار جنت ہے اور جدائی و بجز جہنم اور اس کا عذاب ہے) چنانچہ کہنے
والے نے کیا خوب کہا ہے۔

ورہ عشق آمد و واسے ہر دے حل نشد بے عشق ہرگز مشکلا
عاقلاں را شرح تکلیف آست بیدلاں را عشق تشریف آست
(عشق کا درد ہر ایک دل کی دوا بن کر آیا ہے۔ یقین کرو بغیر عشق کے کوئی مشکل حل نہیں
ہوئی ہے۔ ارباب عقل یعنی مکلفوں کے لئے شرع کی تکلیفات آئی ہیں۔ عاشقوں یعنی
بیدلوں کے لئے عشق کا شرف آیا ہے۔)

اے بھائی! عقل کی پونجی لے کر عشق کی باتوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور علم کی
نرت و طاقت سے عشق کا یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے العشق جنون الہی (عشق ایک جنون الہی ہے)
حدیث میں ایسا ہی ہے۔

تا توانی باخرد بیگانہ باش عقل را غارت کن دیوانہ باش
زانکہ گر تو عاقل آئی سوئے من زخم بسیاری خوری در کوی من
لیک گر دیوانہ آئی در شمار ایچ کس را با تو نبود ایچ کار
(جہاں تک تم سے ہو سکے عقل سے بیگانہ ہو جاؤ، عقل کو غارت کر دو اور دیوانہ ہو جاؤ۔ یہ اس
لئے کہ اگر تم عقل و ہوش کے ساتھ میری طرف آؤ گے تو جان لو میرے کوچہ میں بہت زیادہ تیرا زخم کھانے
ہوں گے۔ لیکن اگر تم دیوانوں کے شمار میں آؤ گے تو تم سے کسی کو بھی کوئی تعرض نہ ہو گا۔)

یہ جو تم نے سنا ہو گا کہ لوگوں نے کتب خانہ کی ساری کتابوں کو دریا برد کر دیا ہے۔
دیوانہ ہو گئے ہیں۔ گھر بار ٹاڈیئے ہیں۔ اسی مقام کے لوگوں نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے

اندر طلب دوست چو مردانہ شدیم اول قدم از وجود بیگانہ شدیم
او علم نمی شنید لب بر لبیم او عقل نمی خسرید دیوانہ شدیم
(معتوق کی طلب میں وہ مردانگی پیدا کی ہے کہ پہلا ہی قدم اپنی جان پر رکھ کر اپنے وجود سے بیگانہ
ہو گیا ہوں۔ اس نے علمی دیلیس نہیں سنی۔ اس لئے لب بند کر لٹھے ہیں۔ اس نے عقلی شہادتوں کو بھی قبول
نہیں کیا۔ اس لئے دیوانہ ہو گیا ہوں۔)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف میزی



مکتوب ۱۳۵

بندہ ہونے اور بلا کی برداشت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز محترم و محترم ملک معز الدین اعزہ اللہ

کاتب مکتوب شرف میری کے سلام و دعاء کے ساتھ مخصوص۔

برادر عزیز کا خط خواجہ قبول لائے پڑھا گیا زبانی کیفیت بھی بیان کی۔

اے بھائی! بندگی ہے اور بندہ کا دو مختلف حال ہونا ہے کبھی موافق اور کبھی مخالف

اسی لئے اللہ جل جلالہ کی منشاء کی بنا پر موافق حالات میں بندہ سے شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور مخالف

حالت میں بندہ سے صبر کا تقاضہ ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ناکساں را بلطف خود کس کرو شکر و صبرے زبندگان بس کرو

(گرے پڑوں کو اپنے لطف خاص سے قابل قدر بنا دیتے ہیں اور بندوں کی جانب سے صرف شکر و صبر پر اکتفا

کرتے ہیں۔)

اسی دو مختلف حال سے متعلق یہ روایت ہے کہ جس وقت سارے جہان کے خزانہ

کی کنجی فرشتہ (جبرئیل) نے پیش کی تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی الہی میں تم

وہ چاہتا ہوں کہ ایک روز آسودہ ہو کر کھاؤں اور دوسرے روز بھوکا رہوں تاکہ جب آسودہ

رہوں تو شکر کروں اور جب فاقہ رہوں تو صبر کروں تاکہ بندگی کا کمال حاصل ہو جائے اس لئے کہ

الایمان نصفان نصفہ شکر و نصفہ صبر ایماں کے دو برابر حصے ہیں نصف شکر اور نصف

صبر اس شعر کا اشارہ اسی طرف ہے۔

برور حق بگرد زور گرد کہ بزاری شوی دریں رہ مرد

(اللہ کے در پر پڑے رہو زور نہ کھاؤ اس لئے کہ عاجزی و انحراری سے ہی اس راہ میں آئی دی مرد بنتا ہے۔)

اسے بھائی! ان دو مختلف حال میں جو بندہ کو سرگردان و پریشان رکھتے ہیں اس میں حق سبحانہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت اور اس کا راز ہے۔ چنانچہ جس کسی نے بھی کہا ہے خوب کہا ہے۔

ہرچہ در خلق سوزی و ساریت اندراں مرغلے رازیت

(آج جو لوگوں کے اندر تیش ملن اور ٹھنڈک ہے اس میں خداوند تعالیٰ کا بہت بڑا راز ہے۔)

اس وقت دیکھنا تو یہ ہے کہ ہم لوگوں کو نہ تو مقصود و مراد پانے میں شکر ہے اور نہ نامرادی و ناکامی میں مبرہے۔ کہاں مسلمان اور کہاں ہم لوگ محض زبانی دعویٰ ہے اور ایک مسلمان لباس ہے اسی کو کہا ہے۔

سالکا اسلام گر آساں بُدی ہرکے چوں شبلی وادہم شدی

تا نگردی تو مسلمان از دروں کے توانی شد مسلمان از بروں

(اسے سالک راہ: اسلام اگر اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر شخص شبلی وادہم ہو جاتا۔ جب تک

تم باطن سے مسلمان نہیں ہوتے ظاہری لباس سے تم کیسے مسلمان ہو سکتے ہو۔)

تمام منافقین زبان سے اسلام کا اعلان کرتے تھے زبانی اسلام ان کے پاس تھا سب کے سروں پر دستار وجبہ اور اسلامی لباس بھی تھا اگر اس زبانی مسلمان اور اسلامی لباس سے لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں تو سارے منافقین کو بھی مسلمان کہئے اسی کو کہا ہے۔

گر ترا دستگی ہست با جہاں جانب حق باشد از چہمت نہاں

ہر کراغلی ہست در دنیا بحق ہچناں اعمی است در معنی از حق

ہم خدا خواہی و ہم دنیا سے دوں این خیال است محال است جنوں

اجتماع این دو نبود این بدیاں باکے حاصل نہ کرد این و آں

(جب تک تیرا دل دنیا میں لگا ہوا ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ پاک کی سمت تیری نگاہ پوشیدہ رہے گی۔

جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے سے اندھا ہے اسی طرح وہ معنی میں بھی اللہ کی دیکھ اندھا رہے گا۔

دنیا بھی پہلے ہے اور دنیا کے سوا معنی و مولیٰ بھی یہ خیال محال ہے اور جنوں ہے۔ یہ دونوں

دنیا اور معنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے یہ اور وہ دونوں کسی ایک کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔)

یہ قصہ بڑا لمبا ہے اگر لکھا جائے تو جلدیں سیاہ ہو جائیں اور پتہ پانی اور جگر کڑے

کڑے ہو جائے۔ جو بھی اس میں پڑا وہ ناکام رہا۔ یہاں مقصود تو برادر عزیز کا قصہ ہے۔

اسے بھائی! دنیا جب کہ بلاخانہ ہے تو یہاں بغیر بلا میں مبتلا ہوئے ایک لمحہ کون کھا سکتا ہے اور ایک لمحہ یہاں خوش و خرم کون رہ سکتا ہے اور ایک لمحہ اس دنیا میں بغیر اندوہ و غم کے کون گزار سکتا ہے۔ برادر عزیز نے آخر سنا ہے اس کا پیالہ بے کھیر اور کرکٹ کے نہیں ہوتا۔ اس کے پیالے کھیوں کی بھجنناہٹ سے خالی نہیں ہوتے۔ یہاں کی خوشی و مسرت بغیر ماتم کے نہیں ہوتی اسی پر اور تمام دوسری باتوں کو قیاس کر دو۔ اسی کو کہنا ہے۔

ازجام او پیش کہ دریں جام زہراست گل برگ و بو کہ در آن زیر خار است
دہر تیزہ کار ندارد وفا بکس ویدیم و آرمودہ شنیدیم بار باست

(اس کے جام لب سے نہ لگا اس میں زہر بھرے ہیں اس کے چول پتوں کو نہ سونگھ کر اس کے پیچھے کانٹے

میں ظالم زمانہ کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتا۔ اراہم نے دیکھا ہے آزمایا ہے اور لوگوں بے سنا ہے۔) لیکن چونکہ برادر عزیز کو اس وقت گھر بار ساز و سامان زن و فرزند اور چاکر ملازمین کی رکھ رکھاؤ سب میں مبتلا و آزمائش درپیش ہے۔ کیا کیا جائے دل سلطمن رکھیں ہر کام اپنے وقت پر موقوف ہے انشاء اللہ تعالیٰ جس میں برادر عزیز کی صلاح و فلاح ہے وہ عنقریب بہت جلد چند دنوں میں ظاہر ہوگا اور ان آزمائشوں سے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ نکل آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے فضل و احسان سے۔



والسلام
فقیر مشرف مینری

مکتوب ۱۳۶

موحدوں کی وحدت اور ان کی صفتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وردوی عقل راست پیچا پیچ چشم ایماں دوی نہ بیند پیچ
وردوی داں مشقت تمیسنہ در کسی یکیت رستم وغیر

www.marfat.com

(دونوں میں عقل کے لئے پیچیدگیاں ہیں ایمان کی آنکھ رو نہیں دیکھتی ہے۔ تمیز کی مشقت تو دونوں میں ہوتی ہے وحدت میں ان سب سے بھٹکارا ہی ہے)

اسے بھائی! عالم وحدت میں جب کثرت نہیں ہے تو تمیز (ایک دوسرے سے جدا کرنے کی محنت و مشقت) بھی نہیں ہے۔ اس لئے تمیز و دو میں ہوتی ہے اور عالم وحدت میں دو کا اثبات شرک ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر چہ راہیت گفتن ازین دبار گفت اورا شرک ہش میدار

اسے بھائی! یہ جماعت ان لوگوں کی ہے جو حجاب و پردے کے چکے میں اور حق سبحانہ تعالیٰ کے مشاہدہ تک پہنچ گئے ہیں علم الیقین اور عین الیقین کے ذریعہ جانے ہوئے اور دیکھے ہوئے ہیں کہ ہستی صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔

ہر کہ اود دعوی ہستی می کند . آشکارا بت پرستی می کند

(ہر وہ شخص جو اپنے وجود ہستی کا دعویٰ کرتا ہے وہ اعلاناً بت پرستی کرتا ہے۔)

تو اس رُوسے اس گروہ کو اہل وحدت کہتے ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ کے سوا ان کی نظر میں اور کوئی باقی ہی نہیں ہے کُل شئی حَالِكُ الْاَوْجِهَةِ (ساری چیزیں فانی پاک ہونے والی ہیں مگر اس کا چہرہ) ان پر منکشف ہو چکا ہے جیسا کہ کہا ہے۔

بامسدا غیر او محال بود در دربان و پاسباں ہما سیح

(خدا کی ہستی کے آگے کسی غیر کا وجود محال اور واژہ دربان پیرہ دار تک سب لا وجود ہیں۔)

اور اس معنی کی تائید احیاء العلوم میں آئی ہے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ فرمایا حضور نے اصدق ما قالت العرب وقول لبید (سب سے سچی بات عرب نے جو کہی ہے وہ لبید کا یہ شعر ہے)۔

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَقَ اللهُ بَاطِلٌ وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

(جان لو کہ اللہ کے سوا تمام چیزیں باطل ہیں اور تمام نعمتیں لا محالہ زایل ہوتی ہیں۔)

سے تا ملن نبرق کہ ہست این رشتہ دو تو یک تو ست خود ایل ذرع شکر تو نکو

چوں اوست ہمہ لیک پیدا آین شک نیست کاین جملہ منم لیک بدو

(تاکر تو گمان نہ کر کہ اس ڈور کے دو بل میں (یعنی اینٹھن) ایک تو خود اصل ہے اور دوسرا فرع ہے جس کو اچھی طرح دیکھ کر فوراً چوں کہ وہی سبب، لیکن میرے ساتھ تو الٹا برکے شان میں ہے۔

اسے شک نہیں کہ یہ سب میں ہی ہوں لیکن کے ساتھ (یعنی آگے میں) کے وجود میں لٹنے سے یہ وجود ہے اپنا وجود نہیں)۔

اس جماعت صوفیہ کے لوگ وصالیت کے سمندر کی تہ تک پہنچ چکے ہیں اور محدثات کی تاریخوں سے نکل چکے ہیں مخلوق کے لئے جو غیب نہاں ہے وہ ان کے لئے شہادت عیاں ہے اور لوگوں نے جو حکایتا اور روایتا سنا ہے یہ لوگ نگاہوں سے اسے دیکھے ہوئے ہیں۔

کودل کہ بدانذ نفسے اسرارش کو گوش کہ لبش نوٹے گفتارش

مشتوق جمال ہی نماید شب و روز کو دیدہ کہ تا بر خور و دیدارش

درد مل کہیں کہ ایک لکھ بھی اس کے اسرار کو جانے۔ وہ کان کہاں کہ اس کی باتوں کو ایک لفظ بھی سُننے۔

مشتوق تو رات دن اپنے حسن و جمال کے جلوے دکھا رہا ہے وہ آنکھ کہاں ہے کہ دیدار سے بہرہ ور ہو۔

وحدت کے یہ اسرار اور موجود و جیز دل کی یہ معرفت کہ جسے محدث (محقق) کہتے ہیں اور ان کا

فتاد عدم ظاہری اعتبار سے ان کے ذوات میں سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ایں ہمہ زگہائے پر نیرنگ غم وحدت کند ہمہ کیرنگ

(اور ان تمام پُر نیرنگوں کو وحدت کے شراب کا شکار ایک بنا دیتا ہے)

کہتے ہیں کہ سلاک جب اس مقام میں پہنچ گیا تو قیامت آگئی زمین بدل گئی اور یہ آسمان

پہیٹ دیا گیا۔ خدا عزوجل ظاہر ہوا اور خداے عزوجل خود ہمیشہ ظاہر و عیاں ہے لیکن سلاک

خود اپنی ہستی کے خیال و پندار میں تھا اس خیال و پندار سے نکل آیا تو دیکھا کہ ہستی تو صرف خدا کی

ہے اس وقت زبان حال سے کہہ اٹھا۔

مشتوق عیاں بود نمی دانستم با من بمیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب مگر بجائے برسم خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(جب اس مازے تم آگاہ ہو گئے تو اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نمازیں کیسے پڑھوں

اور بہت سادے روزے کیسے رکھوں لیکن اس میں کوشش نہ کرو کہ اس خیال و پندار ہستی کو جس

کے حجاب میں تم بڑے ہوئے ہو اسے کیسے ہٹاؤں۔

آپنہ تو کم کردہ ای کش کردہ ای ہست اندر تو خود را پردہ ای

تو یہ دلتی کا یہ مجاہب یہ پردہ اٹھوانا قانون طلب یعنی حکم حال کی بنا پر فرمن عین ہے۔

اسی کو کہا ہے۔

درتکدہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطوان کعبہ از عقل خطاست

گر کعبہ از دلو سے نذر کنش است بابوے وصال او کنش کعبہ ماست

اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ اس گروہ کے کچھ لوگوں نے ایسے کام کرائے ہیں جس سے ظاہر پرتوں کو انکار ہے وہ اسی حال و مقام کی بات ہے انکا یہ فعل اسی مجاہب کے اٹھانے کے لئے ہوا ہے اور لوگ اس راز کو نہیں جانتے ہیں ستر بدینہ و بین اللہ، یہ سب درست ہے۔ یہی راز ہے جس کو کہا ہے۔

ما بروں را ننگریم و قتال را ما بروں را بنگریم و حال را

(ہم ظاہر کو اور ظاہری باتوں کو نہیں دیکھتے ہم باطن اور معنی کو دیکھتے ہیں اور حال کو)

بارو گر پیرا خسرتہ بز نار داد نقد نو دسالہ یار و کعبہ ار داد

زہد بیکسو نہاد راہ قلندہ گرفت بہر یکے کوزہ سے خرقہ و دستار داد

قبلہ بدل کر دے و معتکف دیر شد روئے بچوب کبر و دستار بار داد

(یہ دوسرا موقع ہے کہ میرے پیر نے خرقہ زمار پر قربان کر دیا نوٹے سال کی پونجی لے گئے اور کفار کو دیدی۔

زہد کو کنارے کر دیا آزادی کی راہ اختیار کر لی ایک کوزہ شراب کے عوض جتہ و دستار شراب فروش کو دے دیا۔

جلد ہی قبلہ کا رخ موڑ لیا اور تکدہ میں جا بیٹھے رُخ محبوب کی جانب کر لیا محبوب نے انہیں باریابی دیدی۔)

بد تمیزوں، بکواسیوں اور دودھ پیتے پتے سے اس مکتوب کو محفوظ رکھنا تاکہ وہ اپنی

بیہودگیوں سے آلودہ نہ کر دیں اور وہ جواہل ہیں ان سے نہ چھپائیں اس لئے کہ علم کے دقائق

جس طرح نا اہلوں کے سامنے نہیں بیان کرنا چاہئے اسی طرح اہل سے اسے چھپا کے بھی نہیں

رکھنا چاہئے۔ اسی کو کہا ہے۔

طعمہ کاں پاکبازاں رادہند ہرگز آں کے نو نیازاں رادہند

(خدا کا وہ نعم جو پاکبازوں کو دیتے ہیں وہ نئے نیاز مندوں کو ہرگز نہیں دیتے۔)

اگر ان بیچاروں کو اس گروہ کے لوگوں کی دولت سے کچھ بھی حصہ مل جائے تو جان لیں

کہ کیا عظیم نعمت ہے انکار تو ان کی اپنی بد نیسی اور کورشی سے ہے۔

گر ترار وز سے دریں میدان کشند این قلم بینی کہ بر مرداں کشند
 آنگہ این شیوہ معنی صد ہزار بینی ودان و داری استوار
 (اگر کسی دن تمہیں اس میدان میں لے جائیں تو تمہارے دیکھ لو گے کہ ان مردان خدا کے لئے کیا کیا
 نعمتیں ہیں۔ اس وقت تم ان کے طور و طریقہ کے لاکھوں معنی دیکھو گے، جان لو گے اور یقین کر لو گے)
 اسے بھائی! یہ قلم عقل کے حوصلہ سے اعلیٰ ہے اگر کسی کا عقل کے ماوراء معاطہ ہو تو
 وہ اس رمز و اسرار کے خیمہ کے گرد قدم رکھ سکتا ہے۔

جانان سخن عشق کلا میست بسند بدنام شدن ز عشق تا میست بسند
 در عقل فرو شدیم بر نامہ کار از عقل فراتر و مقامیست بسند
 (اسے میری جان! عشق کی باتیں بہت اعلیٰ و بلند کلام ہیں، عشق و عاشقی میں بدنام ہونا ناموری ہے۔
 ہم نے عقل کے سمندر میں ڈوب کر دکھایا، کام نہ بنا عشق کا مقام عقل سے بہت بلند و بالاتر ہے۔)
 اسی معنی میں ایک دوسرے نے بھی کہا ہے۔

آدی بہستی رانیست پائے در گل جز آدی رانیست
 شادی از اہل عصر بیگانہ است آدی را خود اند وہ در خانہ است
 (آدی غم سے آزاد رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے حیرانی و پریشانی آدی کے سوا اور کسی کے لئے
 نہیں ہے۔ خوشی اہل زمانہ سے بیگانہ ہے آدی کو اند وہ و غم خود اس کے وجود کے اندر ہے)

وَالسَّلَامُ
 شرف منیری

مکتوب ۱۲۷

غفور زہیم کے دربار میں توبہ و استغفار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر مہتمم سیدین! کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کریں۔
 اسے بھائی! صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم نے شرعی حکم صادر فرمایا ہے اِذَا كَثُرَتْ

ذَوْبِ أَحَدٍ لَّمْ فَلَيْسَتْ كَثِيرًا إِلَّا اسْتِغْفَارًا فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ إِنِّي نَأْسِلُ الْخَلَاءِ
 كَمَا نَأْسِلُ النَّارَ وَالْحَطْبَ (جب تم میں سے کسی کے گناہ بہت زیادہ ہو جائیں تو چاہیے کہ کثرت سے استغفار
 کرے کیوں کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے استغفار گناہوں کو اس طرح کھاتا
 ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے) اور فرمایا مَا أَصْرَمَنْ اسْتَغْفَرَ دَانَ عَادٍ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ
 مَرَّةً مِمَّنْ اسْتَغْفَرَ كَمَا اسْتَغْفَرَ مَا أَصْرَمَنْ اسْتَغْفَرَ دَانَ عَادٍ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ
 اے عزیز! گناہ سے پاک ہونا بتدار پیدا نش سے آخر تک فرشتوں کا کام ہے اور
 پیدا نش سے آخر تک گناہ میں آلودہ رہنا شیطانوں کا کام ہے لیکن گناہ میں گر پڑنا اور پھر گناہ کو
 اٹھ کھڑے ہونا آدم اور آدم کی اولاد کا کام ہے اور اس کے لئے اس کا یہ انعام ہے کہ التَّائِبُ
 مِنَ الذَّنْبِ كَمَا لَازِنْتُ لَهُ (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں)
 اے عزیز! آدمی سے گناہ کا ارتکاب کوئی تعجب کی چیز نہیں ہے اس لئے کہ سو گونہ
 خواہشیں اور شہوتیں اس کی ترکیب میں خمیر کی ہوئی ہیں۔ بلکہ اس سے توبہ کا صدور البتہ تعجب خیز
 ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ دیکھو اور پڑھو بسے

ہر کہ پیش نفس خود مسکین شود اولسان لہذاں بے دیں شود
 رستی کن نفس را گردن بزین گرچہ او سالار است اندر بدن

(جو شخص اپنے نفس کے آگے خود بے حرکت کمزور ہوتا ہے وہ بیدنیوں کی طرح بے دین ہوتا ہے۔
 پہلوانی کر نفس کی گردن اڑا دو اگرچہ وہ تمہارے جسم کے اندر تمہارا فری سردار بنا ہوا ہے)

سبحان اللہ! بہشت جیسا مقام آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے پیغمبر خلافت
 کا تخت زیر نگین بممانعت مروت وہی ایک وَلَا تَقْرُبْ لِهَذِهِ الشَّجَرَةَ (اس درخت کے قریب نہ جانا)
 سلامت نہ رہ سکے قدم پھسل گیا گر پڑے لیکن فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا
 (اے میرے رب ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا) آج دنیا جیسا مقام جو بلاؤں سے بھرا ہوا ہے نیچا آدم
 کی اولاد اتنے سارے ادا مردنواہی میں مبتلا اور شیطان کے جیسا عدو دشمنی کے دریچے اور
 نفس ایسا کہ جو خود جسم کے پیر بن کے اندر بہت گناہ نہ کرے توبہ بڑے تعجب کی بات ہے

ترا تا نفس کافر در کین است کجا توره بری آنجا کردین است
 از ریانت می شود آن نفس نام چارہ دنگہ ندارد و السلام

(جب تک یہ تیرا نفس کا فرنگھات میں ہے تو جہاں دین ہے وہاں تو کس طرح پہنچ سکتا ہے۔

سخت ریاضت سے وہ نفس سیدھا ہوتا ہے اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ تم پرسلا متی ہو۔)

لیکن چاہیے کہ جب گناہ میں گرے تو گرا ہوا نہیں رہنا چاہیے اسی وقت اٹھ کھڑا ہونا چاہئے اس لئے کہ وہ ملعون جب گناہ میں گرا تو اسی میں پڑا رہا لہذا اس کی پیشانی پر اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ میری لعنت تجھ پر ہے قیامت تک کے لئے، کا واقعہ لگا دیا گیا اور اس کی پیشانی داغدار ہو گئی گرچہ وہ معلم الملکوت تھا اور سات سو ہزار سال کی عبادت کی پونجی کا مالک تھا خاک سر پر ڈالتا ہے اور کہتا ہے۔

درد و عالم نیت سرتا پائے
تا گئے سیلاب نیت در رسید
پائے تاسرین حسرت گشتہ ام
من چه دانستم که بیگانہ منم

دو دنوں جہاں میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں میں نے سجدے نہ کئے ہوں۔ اچانک رہنم
کا سیلاب پہنچ گیا اور لعنت کی وہ مات جو بخون کی تھی وہ بھی آگئی۔ سر سے پاؤں تک مجھ حسرت
ہو گیا ہوں اور سارے عالم کے لئے عبرت بن گیا ہوں مجھے کب خبر تھی کہ بیگانہ میں ہی ہوں عقل والے
اور لوگ ہیں دیوانہ میں ہوں۔)

اے بھائی! گناہ میں گر کر پڑے رہنے میں اسی کا خطرہ ہے ہوشیار رہنے کی ضرورت

ہے ہر گھڑی استغفار کرتے رہنا چاہیے۔

تو دریں رہ می تراش وی خراش
صاحب دل ہر چہ چن گفت آں کند

(تو اس راہ میں کاٹ پھانٹ مجاورد و مجاہدہ کرتا رہ۔ آخری سانس تک ایک دم مطمئن نہ رہ دل والے

وہ کرتے ہیں جو حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے نفس کیا اپنی جان راہ حق میں قربان کرتے ہیں۔)

تفسیر امام زاہد میں مذکور ہے اس امت کی پناہ دو ہیں ایک ہمارے درمیان کے پردہ
میں بن اور ایک باقی ہے۔ جو ہمارے درمیان سے اٹھ گئے ہیں وہ آنحضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ جو باقی بنے وہ استغفار بنے۔ پناہ پناہ روایت ہے کہ کسی نے اپنے

کسی بہم میں یا عاجبت میں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کی درخواست کی۔ فرمایا استغفار بہت زیادہ کرو اور اگر کوئی تنگی معاش اور فقر و فاقہ کی شکایت کرتا تو یہی فرماتے کہ استغفار کی کثرت کرو اور قرآن مجید میں بھی یہی ہے۔ **وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ**

سے اسے پیر گنہگار ورتو پشادہ است انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ است
بشاپ سوتو بہر از مادر گیتی از گردن تاخیر بے واقو زادہ است

دا سے بڑھے گنہگار تو بہ کا بردازہ کھلا ہوا ہے ہر قسم کی نعمت تیرے لئے تیار رکھی ہوئی ہے تو بہ

کرنے میں جلدی کرنا خیر میں خطر ہے اس لئے کہ یہ دنیا و زمانہ بہت سا سے واقعہ کو ہم جیتی رہتی ہے۔

اے بھائی! اس کی بارگاہ محمدیت وہ بارگاہ ہے کہ معصومین جو عصمت کا تاج

سرب پر رکھتے ہیں استغفار میں ہیں آخر تم نے سنا ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز

ستر بار استغفار فرماتے جب یہ آیت نازل ہوئی **وَاسْتَغْفِرُ وَاٰلِهٖ ذُنُوْبًا وَاَلْمُؤْمِنِيْنَ**

آپ نے ستر سے سو بار کر دیا اس میں ایک عظیم راز ہے۔

اے بھائی! عزت خداوند تعالیٰ کی صفت ہے ذلت بندہ کی صفت ہے

چنا پنچ جس طرح خدا کے شایان شان ہے کہ وہ عزت کی صفت سے ہمیشہ متصف رہے اسی

طرح بندہ کے لئے زیبا ہے کہ وہ ذلت کی صفت کے ساتھ متصف ہوتا کہ ابو بیت

اور عبودیت دونوں متحقق ہو جائے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جس نے کہا ہے

خوب کہا ہے۔

ہر کس کو ذلیل کر دو خود را اندر نظرش ہموں خلیل است

عاشق ز برائے عشق معشوق در دنیا و آخرت ذلیل است

(جس نے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کر لیا وہ اس کی نظر میں خلیل ہے۔)

عاشق اپنے معشوق کی عزت کے لئے دنیا و آخرت میں ذلیل ہے۔)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری



مکتوب ۱۳۸

مولیٰ کی طلب میں ہمیشہ رات دن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سعدی از عشق نبار دھچکند ملک وجود حیف باشد کہ ہمہ عمر باطل برود
 سعدی کو عشق پر ناز ہے وہ ملک وجود کو کیا کرے افسوس ہے کہ ساری عمر باطل میں بسر ہوئی۔
 بھائی شمس الدین اکاتب مکتوب شرف فیری کا خصوصی سلام و دعاء
 اے بھائی! جہاں کہیں ہو اور جس کام میں ہو اس اندوہ و طلب کے غالی نہ رہو اس لئے کہ
 فیض منقطع نہیں ہے اور یہاں کام فضل پر ہے۔ ناامیدی کیا کرے گی چنانچہ کہا ہے۔
 آنرا کہ دہد یارش در عالم خود بارش بیواسطہ کارش کردار چہ کار آید
 جس کسی کو اس کا محبوب اپنے حریم غامض میں بغیر کسی عمل کے بار پانی دیتا ہے وہاں مل گیا کام آتا ہے
 تو اگر ظاہر دنیاوی مشاغل میں ابتلا کی بنا پر ملوث ہو جائے تو اس سے کیا خوف ہے
 اعتبار دل کا ہے لازم ہے کہ دل میں سوائے خدا کے کوئی غیر نہ ہو۔ اس لئے دل میں حق تعالیٰ
 کے سوا کسی غیر کا ہونا مناسب نہیں۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔
 در دل بجز یکے نشاید کہ بود در خانہ اگر ہزار باشد شاید
 (دل کے اندر ایک کے سوا کسی اور کا ہونا درست نہیں۔ گھر میں اگر ہزاروں ہوں تو ہونا مناسب ہے)
 تو ہمت ایسی ہونی چاہیے کہ کون و مکان کے لوٹ اور تعلق سے پاک ہو اور طلب حق
 سجانہ تعالیٰ میں دل کا شکستہ ہونا ہمیشہ قیمتی ہوتا ہے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے
 اپنی مناجات میں کہا اے میرے اللہ میں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں۔ حکم ہوا عند المنکدر
 تلو بہم لاجبی ٹوٹے ہوئے لوں کے قریب۔ عرض کیا۔ خداوند میرے دل سے زیادہ شکستہ

اور کسی کا دل نہیں ہے ارشاد ہوا تو مجھے وہیں تلاش کیجئے۔ اسی کی طرف اشارہ کیا ہے
مخرب جہاں جمالِ خسارہ ماست سلطانِ جہاں دروہ بچارہ ماست

(عالم کا بالا خانہ ہمارے رخسار کا حسن ہے۔ سارے جہان کا بادشاہ ہمارے غریب شکستہ دل کے اندر ہے)
معنی کے اعتبار سے حلول و اتحاد کے واہمہ کے بغیر جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

در جان معنی زراہ معنی چوں یافتہ ام حرات جرم

(معنی کے اعتبار سے تو میری جان کے اندر ہے اور جب میں نے پایا تو پھر تجھے کیوں تلاش کروں)

اے بھائی! آخر تم نے بنا ہے قلب المومن عرش اللہ (مومن کا قلب ہی اللہ

کا عرش ہوتا ہے) اور الرحمن علی العرش استوی (رحمن نے عرش پر قرار پکڑا) کاراز جس پر شکست
ہو گیا یہ دولتِ نقدا سے آج ہی حاصل ہو گئی۔

وعدہ وصل دیگران فرواست وعدہ وصل عاشقان کنوں است

(وصل اور دیدار کا وعدہ دوسروں کو کل کے لئے ہے۔ عاشقوں کو یہ وعدہ آج ہی اور اسی وقت حاصل ہے)

ہر کہ در راہِ نیت بندہ شد تا ابد ہم خرم و ہم زندہ شد

(جو اس راہِ نیت کا بندہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے خرم اور زندہ جاوید ہو گیا۔)

اے بھائی! وہ تو عیاں ہے اور اس کا معاملہ ظاہر ہے اگر کوئی خود بخود پردہ

میں آ گیا ہے تو یہ اس کی اپنی محرومی و بد نصیبی ہے۔

آنچه تو گم کردہ ای کش کردہ ای ہست اندر تو خود را پردہ ای

وہ جو تو نے گھوڑیا ہے یہ خود تیری اپنی محرومی ہے وہ تو تیرے اندر ہے تو خود اپنے آپ سے پردہ

میں آ گیا ہے۔)

بشر کی حقیقت جو کہ ستر الوہیت کا منظر، موجودات کا خلاصہ اور آئینہ جہاں تھا ہے۔ یہ

آب و خاک نہیں ہے جو ظاہر بدن کے قید میں مقید ہے۔

نیت مرم نطفہ از آب و خاک ہست مرم سرودے جان پاک

صد ہزاراں پر فرشتہ در وجود نطفہ را کے کنند آخسر سجود

(آدی بعض آب و خاک کا خلاصہ و نطفہ ہی نہیں ہے بلکہ آدی سراسر روح قدسی ہے۔ ایک ایسا عالم و

جو لاکھوں فرشتوں سے بھر آئی نطفہ کو کیوں کر سجدہ کرتا۔)

اس سے زیادہ خیال اور ظاہر کیا ہو سکتا ہے کہ مقدس و مطہر فرشتوں سے بھرا ہوا ایک عالم اس آلودہ کدر مٹی کو سجدہ کیوں کرتا اور یہ خاک خلیفہ و نائب کیسے ہو جاتا ہذا **عظیم لا یجوز کشفہ** (یہ ایک عظیم راز ہے جس کا کھولنا جائز نہیں۔)

دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند در نکتہ دل بگو خود می کوشند
مئے از کف و دست ہر نفس می نوشند سری با زند و سہر حق می پوشند

(جاننے ہو یہ صوفیان! صفا کیوں خاموش رہتے ہیں۔ اپنے دل کے نکتہ میں خود کو مستغرق رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں محبوب کے ہاتھ سے ہر کوئی شراب کے جام پیتے ہیں۔ سر دیدیتے ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کا راز نہیں کھولتے۔)

اور اس لطیف راز کا پتہ اپنی کتاب قرآن حکیم میں یوں دیتے ہیں **قل الروح من امر ربی** (کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے) اور خواجہ ہرود عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و مطہر زبان مبارک نے اس راز سرسبہ کو اس مقدار میں کھولا ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ (بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اہم غزالی رحمۃ اللہ علیہ صورتہ بمعنی صفتہ کہا ہے اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس راز کی صفت یوں بیان کی ہے:

سہ نیست بالای تو مخلوقی دگر نیست بیرون تو معشوقی دگر
چوں برونی تو ز عقل و معرفت نے بود در شرح ای و نئے در صفت
ہر چہ در توحید مطلق آمدست آہندہ در تو محقق آمدست

(تجہ سے پرے کوئی مخلوق نہیں۔ تجہ سے باہر کوئی معشوق نہیں جب تو عقل و معرفت کی حد سے باہر ہے تو نہ تیری تشریح ہو سکتی ہے اور نہ تیری صفت بیان ہو سکتی ہے۔ توحید مطلق میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تیرے اندر از روئے حقیقت ہے۔)

اس سے تم جان لو میں نے کہا ہے سچ کہا ہے کہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں۔ نہ مغرب میں ہے نہ مشرق میں۔ بلکہ یہ حق کی راہ خود تیرے اندر ہے۔

تا نیامد جان آدم آشکار رہ نہ اندر آستند سوسے کردگار
رہ پیدا آمد چو آدم شد پدید زد کلید ہرود عالم شد پدید

(جب تک جناب آدم کی روح ظاہر اور پیدا نہیں ہوئی کسی نے بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ ملو)

نہیں کی تھی۔ جب آدم پیدا ہوئے تو راہ سبھی کھلی۔ دونوں جہان کے تالا کی گئی انہیں کے ذریعہ
حاصل ہوئی۔)

انشاء اللہ تعالیٰ اس خط کے مطالعہ سے معافی دل پر خود بخود منکشف ہوں گے
اور ایک دن اپنا کام کر جائیں گے اور اس میں تعجب نہیں ہے شاہ شجاع کرمانی "شروانی اور کلاہ
میں ٹبرس رہتے تھے لیکن وہ کمال جوان کو حاصل تھا ہزاروں سال تک آتے جاتے رہیں گے
مگر ان کے کمال تک پہنچ نہیں پائیں گے انشاء اللہ۔

وَالسَّلَام
شرف منیری



مکتوب ۱۳۹

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقابلہ میں لوگوں کے گناہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قطرہ چند از گنہ گرشہد پدید در چناں دریا کجا آید بدید
خواجہ احمد! کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کر دوں مطمئن رکھو کہ
سارے جہاں کے لوگوں کے گناہ اور ان کی نافرمانیاں اس کے دریائے رحمت و عفو و بخشش
میں جو بحر بیکران ہے ایک قطرہ ہے۔ تمہارے گناہ کی اس دریا میں کیا حقیقت ہے۔
اسی کو کہا ہے۔

گر گناہ ہے ادلین و آخرین بیش باشد ز آسمان و از زمین

پر حواشی بسالمش آں گناہ محو گرد و جملہ بے یک جائے گاہ

اگر تمام اٹکی اور پھیلے لوگوں کے گناہ آسمان و زمین سے بھی زیادہ ہوں تو۔

ان کے فرشتے کے گناہے وہ سارے گناہ ایک ہی جسد متاثر رہ جائیں۔

حضرت امام شریعہ علیہ وسلم کا شرعی حکم ہے وَاللّٰہِ یُنصِرُ الْبَیِّنَاتِ

لَوْلَمْ تَذُنُّوا لِدَهَبِ اللّٰهِ بَكْرًا۔ و لِحَبَاءِ بَقِیْمٍ یَذُنُّونَ فِیْ تَغْفِرُوْنَ وَ یَغْفِرُوْ
 لَهُمْ۔ یعنی قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری بمان ہے اگر تم لوگ گناہ نہیں کرتے تو
 یقیناً حق سبحانہ تعالیٰ تم کو اٹھالیتا اور تمہاری جگہ ایک ایسی دوسری قوم لے آتا
 جو گناہ کرتی اور مغفرت چاہتی استغفار کرتی۔ پھر خداوند تعالیٰ ان لوگوں کی مغفرت فرماتا
 اسی کو کہا ہے۔

بود عینِ عفو تو عاصی طلب عرصہ عصیاں گرفتہ زین سبب

چوں بستاریت دیدم کار سازہ ہم بدست خود زیدم پردہ بازہ

چوں سیاہ آمد مرارنگ گلیم تو سپیدش کن چو سویم اے کریم

(آپ کے عفو خاص کو گنہگار کی تلاش تھی تو میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا اور

جب آپ کی ستاری و پردہ پوشی کو کار فرما دیکھا تو ہم نے اپنی گنہگاری کا پردہ بھی اپنے

ہاتھ سے چاک کر دیا۔ جب ان گناہوں کے سیل سے میری کیلی کارنگ کالا ہو رہے تو اپنے

کرم سے آپ سے میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجئے۔ اے کریم۔)

اے بھائی! ہمارے تمہارے گناہ میں ایک عظیم راز اور حکمت ہے۔ اگر ہمارے تمہارے

گناہ نہ ہوتے تو غفاری و ستاری کی صفت کا ظہور نہ ہوتا یعنی اس کا اثر ظاہر نہ ہوتا۔ چنانچہ

کہا ہے۔

دولت اسرار کار اتقیاست عام را آن دانش و فہم از کجاست

(اسرار کی دولت کو پانا متقیوں کا کام ہے عام لوگوں کو سمجھ بوجھ کہاں حاصل ہے۔)

ہرچہ در خلق سوزی و سازیست اندراں مرخدا ی را رازیست

(آج جو لوگوں میں یہ تپش اور یہ ٹھنڈک ہے اس میں خداوند تعالیٰ کا ایک خاص راز ہے۔)

بزرگوں کا قول ہے کہ خداوند تعالیٰ غز و جبل کا دو خزانہ ہے ایک ثواب اور

کرامت و نوازش سے بھرا ہوا ہے اور دوسرا عفو و مغفرت سے بڑھ ہے۔ اگر بندہ مومن طاعت کرتا

اور اس سے گناہ ہوتا تو ثواب و کرامت اس پر نثار نہ ہوتے۔ اور اگر گناہ نہ کرتا اور بصیحت

کا صدور اس سے نہ ہوتا تو عفو و مغفرت کا خزانہ ضائع اور برباد ہو جاتا۔ اسی کو کہا ہے

کہندانہ کار سازی تو کہ نہ ترسد ز بے نیازی تو

باقبولی تو زعلت پاک پر بود خوب زشت خست پاک

دکون ایسا ہے جو آپ کی کار سازی کو نہیں جانتا، کون ایسا ہے جو آپ کی بے نیازی سے نہیں ڈرتا۔ اسے وہ کہ آپ کے کام ملت سے پاک ہیں۔ آپ کی قبولیت کے آگے ایک مٹی خاک کے پتلے کی ٹیکیا اور برائیاں کیا ہیں۔

اے بھائی! جہاں پر قبولیت آتی ہے وہاں سے عیب اور برائیاں اٹھ جاتی ہیں۔ جب فرشتوں نے کہا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيْهَا (کیا آپ ایسی مخلوق کو خلیفہ بنائیں گے جو زمین میں فساد کریں گے) بوق سبحانہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ لوگ فساد نہیں کریں گے فرمایا اِنِّىْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) تم لوگوں کو میری الوہیت کے رموز و اسرار سے اطلاع نہیں ہے اور میری ربوبیت کے الطاف و اکرام جو آدمیوں پر ہیں ان سے تم سب واقف نہیں ہو۔ اگر یہ نااہل ہیں تو ہم انہیں اہل بنا دیں گے۔ اگر ہم سے دور ہیں تو ہم نزدیک کر لیں گے اگر ذلیل ہیں تو ہم معزز اور عزت والا بنا دیں گے۔ اگر تم سب ان کی ظاہری جفاؤں اور ظلم و ستم کو دیکھتے ہو تو میں ان کی باطن کی صفائی اور پاکیزگی کو دیکھتا ہوں۔ اگر تم سب کو اپنی عصمت یعنی معصومیت پر بھروسہ ہے تو یہ لوگ میری رحمت کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور اسی پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں، تمہاری پاکدامنی اور عصمت کی کیا قدر ہے اگر میری قبولیت نہ ہو۔ اور ان کو ان کی گنہگار یوں سے کیا نقصان ہو سکتا ہے جب میری مغفرت اور بخشش ان کے ساتھ ہے۔

مانہ گدا ئیم چو سلطان عشق از مدد حسن تو سلطان ماست

(میں بھکاری نہیں ہوں جب عشق کا شہنشاہ آپ کے حسن کی مدد سے میرا بادشاہ ہے)

در سحر از غیب شنیدیم دوش در دو جہاں درد تو در مان ماست

(کل علی الصباح میں نے غیب سے یہ آواز سنی کہ دونوں جہان میں آپ کا درد ہی میری دوا ہے۔)

یہ سارا فضل و کرم نوازش و اکرام اللہ جل شانہ و عم نوالہ کا ہے لیکن بندہ کو ہمیشہ اپنی بسندگی کی حد میں رہنا چاہیے اور ہر گھڑی دہر لٹو اپنے گناہوں کی مغفرت مانگنی چاہیے کیوں کہ یہ وہ دربار ہے کہ جہاں مطیعان و فرمانبرداران اپنی طاعت و عبادت سے استغفار کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ نقل ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز سو بار استغفار

فرماتے اور یہ معلوم ہے کہ ان کا دامن نبوت اس سے پاک ہے کہ گناہ کا ایک غبار بھی اس پر لگا پڑے۔ لیکن حضور کا وہ استغفار خود حضور کی اپنی طاعت سے ہے۔

در وجود خویش منگر ذرہ تا بجاں ذرہ نگر دی غرہ
بر در حق بگرد زور مگرد کہ بزاری شوی دریں رہ مرد

(اپنے وجود اور اپنی ہستی کو ذرہ برابر نظر میں نہ لاؤ۔ تاکہ اپنے وجود کے ذرہ سے تم غوری نہ بڑ جاؤ حق سبحانہ تعالیٰ کے در پر خاک بن جا بڑائی نہ دکھلا کیونکہ انکساری و عاجزی سے اس راہ میں آدمی مرد بنتا ہے۔

وَالسَّلَامُ



خاکسار شرفانی نیری

مکتوب ۱۲۰

سالک کو ہلاکت کے مواقع سے شیار رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بچوں نہ بینیم من جمالت سد جہاں دید گیر چوں حدیث تو نباشد سر بسر لبش نبیدہ گیر
چوں نباشتم در وصال لے زمینیاں نہاں در بہشت و حوض کوثر تا اب پاشیدہ گیر
(میں آپ کا وہ جمال کیوں نہیں دیکھوں جو سو جہان کے دیدہ و بشارت کی کند اور دام
نگاہ ہے اور آپ کی باتیں آپ کی گفتگو سر بسر مکمل طور پر سناؤں گی کو سحر و قبضہ میں
کرنے والی کیوں نہ ہوں۔ اسے وہ کہ آپ تمام نظر بازوں، نگاہ والوں کی بینائی سے نہاں
ہیں۔ میں آپ کے وصال یعنی دید میں کیوں نہ رہوں اگرچہ آپ بہشت میں اور حوض کوثر
پر ہمیشہ کے لئے ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔)

سے یہ راہی کی نسبتوں میں مختلف فرق کے ساتھ ہے۔

آپؐ برادر عزیز کے خط کے جملہ مضامین پڑھے گئے۔ قاضی زاہد بھی موجود تھے! انہوں نے بھی پڑھا۔ ہوشیار رہیں تاکہ مکار اور دغا باز رہن لوٹ نہ لے۔ اگر کسی کو تماشوں اور نمائشوں (کشف و کرامت) میں وقفہ ٹھہراؤ ہو گیا تو انور آیت من اتخذ اللہ ہواہ (کیا آپؐ غور کیا جسے اپنی خواہشات کو اپنا مہو بنالیا) اسے پیش آجائے گا۔ اور لا کے دائرہ میں الا اللہ کے دربان کے قید میں قید ہو جائے گا۔ معلوم ہے الا اللہ کا دربان کون ہے وہی ہے جسے لوگ ابلیس کے نام سے جانتے ہیں۔ اسی سے سنئے وہ کیا کہتا ہے۔

مشتوق مرا گفت نشیں بر در من گذار دروں ہر کہ نداد و سر من

(مشتوق نے مجھے کہا ہے میرے در پر بیٹھا رہو پہرہ داری کر اور اسے اندر آنے نہ دے جس کے سر میں میرا سودا نہیں ہے۔)

اے بھائی! عالم ملکوت کی سیر کی سخت ترین گھاٹیوں کے طے کر لینے کے بعد بہت سارے لوگوں کی راہ ماری گئی ہے اور ان کی اس کوتاہ نگاہی نے انہیں یہ دکھلایا کہ نتیجاً ہو گیا اور قصود تک مجھے راہ مل گئی ہے۔ افسوس و ما للثحاب ورب الارباب۔ اسی کو کہا ہے

انگندہ دلم زنت بمنزل گلہے کا بنجا نبود بصد دلیل آں راہے
چوں بن دو ہزار عاشق اندر راہے کی کشہ شوند و بر نیاید آہے

(میرے دل نے سامان سفر ایسی منزل میں رکھا جہاں سینکڑوں نشانوں کے باوجود راہ نہیں ملتی۔ مجھے جیسے ہزاروں عاشق اس ایک ماہ کے اندر مارے گئے ہیں اور ایسا کہ ایک آہ بھی نہیں کر سکے۔)

اے بھائی! اہل معرفت مازانغ البعد و ماطغی (نہ نظر پہلی اور نہ نگاہ مٹی) کی تختی کو مکتب ہی میں درست کر چکے ہیں۔ ملک ملکوت کی یہ طاقت نہیں کہ انہیں قید کر لیں۔

منزل ہتم بعالم قدس کے قدمگاہ حسبہ میل بود
(میری ہمت کی منزل وہ عالم پاک ہے جہاں جبرئیل بھی قدم نہیں رکھ سکے۔)

سبحان اللہ! اس ہجران زدہ کے سردار کے کاموں میں شور کر دو اور سنو
زاد الارواح میں وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا انور آیت

سے یہ کتب حضرت مولانا مظفر جی کے نام ہے اور کتب ابست و ہشت میں اس کا نمبر ۱۰۱ ہے (مترجم)

فی بعض الكتب ان ابليس لقي موسى عليه السلام عند الطور فقال موسى لابليس
مَا صَنَعْتَ إِذْ لَمْ تَسْجُدْ لِأَدَمَ فَقَالَ ابليس مَا أَسْرَدْتُ أَنْ أَرْجِعَ مِنْ دَعْوَى فَاكُفُّ
مِثْلَكَ إِنِّي أَدْعِيَّتُ مَحَبَّةً فَلَمَّا سَجَدَ لِسِوَاهُ فَاخْتَرْتُ الْعُقُوبَةَ عَلَى اتِّوَانَتِ
أَدْعِيَّتِ مَحَبَّةً فَقَالَ لَكَ النَّظَرُ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَنَظَرَتْ
لَوْ غَضَضْتَ عَيْنَيْكَ لَرَأَيْتَهُ - (میں نے بعض اگلی کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابلیس حضرت موسیٰ
علیہ السلام سے طور کے پاس ملا حضرت موسیٰ نے ابلیس سے فرمایا تو نے یہ کیا کیا کہ آدم کو سجدہ نہ کیا؟
ابلیس نے کہا میں نے یہ نہیں چاہا کہ اپنے دعویٰ سے پھروں۔ آپ کی طرح ہوجاؤں، میں نے اس کی محبت کا دعو
کیا تھا اس لئے اس کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کیا۔ اور سخت سزا میں جو مل گئی قبول کر لی۔

آپ نے اس کی محبت کا دعویٰ کیا۔ اس نے آپ سے کہا پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا تو تم تقریباً
دیکھ لو گے چنانچہ آپ نے دیکھا بھی (وہ کن اگر آپ پہاڑ کی طرف سے نظر نیچے کر لیتے تو ضرور اسے دیکھ لیتے۔
اہل ذوق کی نگاہیں ایسے ہی کاموں اور اسرار و رموز پر رہتی ہیں، چنانچہ عین العفصاة
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تم کیا جانو کہ ابلیس کون ہے، جبریل صفت ہونا چاہیے کہ اس کے
کاموں پر ذر ذر دیدہ نگاہ رکھیں۔ اسی کو کہا ہے

سرباختہ آن رہ روز از سجدہ غیر او گر مردہ ادا ای زو کم بہ نباید بود

(اس راہ رونے غیر کے سجدہ کرنے کے مقابل میں سر کی بازی لگادی اگر تم خدائے بزرگ و برتر کی راہ کے ذمہ
ہو تو اس سے کمتر نہیں رہنا چاہیے)

ایک مرتبہ اہل حیرت میں سے کسی نے اپنا دل مانگنا ان کے باطن میں حجاب ملا۔ اسے
بھونٹے و عویدار یا مجھے چاہو یا اپنا دل طلب کرو۔ ان اشعار میں اسی طرف اشارہ ہے۔
ہشت جنت گر دھندت سر بسر تو مشوراضی ازینہسا اور گذر
عالی ہمت باش و دل باحق بہ بند تو ہمای قاف قربی رو لبند

(اگر تجھے آٹھوں بہشت کمال طور پر دیدیں تو تو اس پر راضی نہ ہو اور اس سے آگے بڑھ جا۔ بلند ہمت
ہو جا اور دل کو حق سبحانہ تعالیٰ سے لگا دے تو قاف قربت کا ہما ہے۔ اور لبند ہو جا۔)

اٹھارہ ہزار عالم میں کوئی جماعت آدمیوں سے زیادہ بلند ہمت نہیں پیدا کی گئی مگر کسی کو
کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ایں جا نبود قدر سے مردوزخ و جنت را باشند حجاب ما آنہا کہ تو میدانی
 (ریاں دوزخ و بہشت کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ یہ سب کے سب ہمارے لئے حجاب ہیں یہ تم جانتے ہو۔)
 اسے بھائی! یہ جو کہا ہے من منع عن النظر یتسلی بالاشتر (جسے دیدار حاصل
 میں اسے اس کی نشانیوں سے تسلی ہوتی ہے) اور یہ اس صورت میں ہے کہ محبوب پر وہ میں ہو اگر
 وہ بے نقاب ہے اور سامنے ہے تو نشانیوں پر نظر رکھنا ظلم و کسٹم ہے۔
 چوں بود دیدار یوسف ہنسر در نیاید بیچ پیوند سے دگر
 (نبی یوسف کا دیدار حاصل ہے تو دوسرا تعلق مغل نہیں)

عالم محبت کے عجائبات تک عقل کی پہنچ نہیں ہے۔ اسے تو اہل محبت اچھی طرح
 جانتے ہیں۔ جب یوسف علیہ السلام جناب یعقوب علیہ السلام کی نگاہوں سے غائب ہو گئے
 یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی بھی غائب ہو گئی جب یوسف علیہ السلام نظروں سے
 بھل ہو گئے تو برادران یوسف بھی دکھائی نہیں دیئے۔ اور جب یوسف علیہ السلام کے پیر
 ہو جو مل گئی تو ان کی بینائی بھی واپس آگئی۔

ہر کہ اورا یوسف گم کردہ نیست گر چایمان آورد آورد نیست
 بس کے پاس یوسف گم کردہ نہیں ہے اگرچہ اس کے پاس ایمان ہے لیکن اس کے پاس کامل ایمان نہیں ہے)
 اسے بھائی! عشق کے طور ایک مخصوص مدرکات ہیں کہ عقل اس کے ادراک سے
 جڑ ہے۔ اور ان مدرکات کے ادراک سے اس کا عاجز ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ عقولت
 کے ادراک سے عاجز ہے۔

ایں راہ طریقت نہ پائے عقل است خاک قدم عشق و رائے عقل است
 سرکہ فرشتگان ازاں بے خبراند ای عاقل بے عقل چہ جائے عقل است
 (طریقت کی یہ راہ عقل کی بنیاد پر نہیں ہے۔ عشق کے قدم کی خاک عقل سے بالاتر ہے
 جس راز سے فرشتے بے خبر ہیں۔ اسے عقل سے عاری عقلمندیوں عقل کی کون سی جگہ ہے)
 جب حق سبحانہ تعالیٰ کی کششوں میں سے کوئی کشش پیدا ہو جاتی ہے تو اس عقل السالین
 نے مزاج کو نکال کر اعلیٰ علیین پر پہنچا دیتے ہیں اور تمام حانی و لطائف طور عشق کے بوجھت
 بت کے اس پر کھل جاتے ہیں۔

جیسا کہ یہ اشعار ہیں۔

جاناں سخن عشق کلاہیت لبند بدنام شدن عشق نامیت لبند
در عقل فرو شدیم بر نامد کار از عقل فراتر کہ مقامیت لبند
(اے دوست! عشق کی باتیں بہت اونچی ہیں۔ عشق اور عاشقی میں بدنام ہونا بہت
بڑی ناموری ہے۔ عقل میں مستغرق ہونے لیکن کام نہ بنا عشق کا مقام عقل کی پہنچ سے
ایک بلند تر مقام ہے۔)

اللہم ارزقنا ولجہ سبب الطالبین برحمتک یا ارحم الراحمین۔
وروشق آمد و دوائے ہر دلے حل نہ شد بے عشق ہرگز مشکلی
(عشق کا درد ہر ایک دل کی دوا ہے۔ بغیر عشق کے کوئی مشکل کبھی بھی حل نہ ہوتی ہے)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۴۱

دنیا کے ترک اور عاقبت کی طرف متوجہ ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جہدی بکن از پند پذیرد دوش روز تا پیشتر از مرگ بمیری دوش روز
دنیا زین پیرست چہ باشد گرتو با پیر زنی انس نگیری دوش روز
(میری نصیحت پر چند روز عمل کرنے کی کوشش کرو تا کہ مرنے سے کچھ روز پہلے ہی مرنا ہو تو اہل
ان تموتوا) یہ دنیا تو ایک بڑھیا فرسودہ ہے کیا ہوگا۔ اگر چند روز موت سے پہلے ہی اس سے
منقطع کر لو گے۔)

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کرو۔

اے بھائی! آخر یہ حدیث سنی ہے کہ فی الدنيا کاناک غریباً و عابراً

نسبیل و عدل نفسك من اصحاب القبور حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے ارشادات 'عدثوں' پر سب لوگوں کا ایمان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ (دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک مسافر سڑک پر راستہ میں رہتا ہے اور خود کو قبرستان کے رہنے والے مردوں میں شمار کرو) دنیا میں مسلمانوں کی صفت یہ ہونی چاہیے۔ نہ یہ کہ فرعون و عمرو کی پیروی کی جائے چند روزہ ناز و نعمت کی دنیا کے لئے جو خاکی وزنگین ہے اور محقوں کو فریب دینے والا نقش و نگار ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ایں کباب و ایں شراب و ایں شکر فاک رنگین ست نقشے ابے پسر

(اے لڑکے! یہ شراب، یہ کباب اور یہ سفیر نیاں سب رنگارنگ نقشے مٹی میں۔)

اس پر نازاں و مغرور ہیں اور دعویٰ یہ کہ میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔

بانا گر آرمیدہ باشی ہمہ عمر لذات جہاں پشیدہ باشی ہمہ عمر

ہم آخر کار مرگ باشد دانگ خواری باشد و دیدہ باشی ہمہ عمر

(اگر تمام عمر ناز و نعمت میں بسر کرتے رہے ہو دنیا کی لذتوں سے لطف اٹھاتے رہے ہو آخر کار

موت کی گھڑی آجائے گی اس وقت وہ خواب تمہارے سامنے ہوگا جو ساری عمر دیکھتے رہے ہو)

لیکن لوگوں کو دنیا کی محبت دنیاوی مال و جاہ و مرتبہ کی الفت جو نصیبت ہے اور دوسرے

تمام بت و شیطاں نے اندھا بہرہ بنا دیا ہے۔ تو نگری دولت مندی کی جملہ برائیوں کو خوبیاں

سمجھتے ہیں اور روشی و فقیری کے جملہ خوبیوں کو جو انبیاء علیہم السلام کی نشانی و علامت

ہے اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کا علیہ شناخت و صورت ہے، اسے عیب شمار کرتے ہیں۔

مرد و فرعون کا مذہب یہی تھا۔ فرعون نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو افلاس و غریبی کا طعن دیا

تھا۔ مرد و ابراہیم علیہ السلام کو روشی و ناداری کا عیب لگایا تھا اور ہر وہ شخص جو آج اس

دنیا میں فرعون و عمرو کے مذہب کے طور طریقہ پر ہیں تعجب نہیں کہ کل قیامت کے دن میدان

حشر میں اسے انہیں لوگوں کے ساتھ لاکھا لاکھا کیا جائے گا کہ من تشبه بقوم فهو منهم۔

(جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ اسی میں ہے) شرع کا یہ فیصلہ ہے جیسا کہ کہا ہے۔

ھرچہ در دنیا خیالت آن بود تا بدباہ و صالت آن بود

(آج اس دنیا کی جس چیز میں تمہارا خیال لگا ہوا ہے وہی ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا)

کہتے ہیں جو سمجھ والے ہیں وہ دنیا کو چبا ڈالتے ہیں اور جو نا سمجھ ہیں ان کو دنیا نگل جاتی ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک دن جناب موسیٰ علیہ السلام نے دنیا کو دیکھا کہ ایک بوڑھا یا زنگار رنگا زنگ کپڑے میں ملبوس اور طرح طرح کے زیوروں سے آراستہ اس چادر کے اندر خود کو جوان ظاہر کر رہی تھی۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے بیوفا بڈھی اپنے شوہروں کو تو نے کیا کر دیا۔ اس نے جواب دیا اے موسیٰ جنہوں نے مجھے پہچان لیا میری حقیقت معلوم کر لی انہوں نے مجھے طلاق دیدی اور چبا ڈالا اور جنہوں نے مجھے نہیں پہچانا میں نے انہیں فرعون کر دیا،

عشق این دنیا پر ستارست نام در زر و سیم و کینزک در غلام
چرب شیریں را چو قسبلہ کر وہ اند مست غافل گشتہ باز اور وہ اند
آن موافق نیست با عشق خدا زیں سبب این ترک کرد انبیاء
ہم خدا خواہی و ہم دنیاے دہل این خیال ست و محال ست جنوں

(سونا چاندی لوہی غلام کا نام ان دنیا پرستوں نے عشق رکھ لیا ہے۔ مرغن اور شیریں چیزوں کو قبلہ بنا لیا ہے اسی میں مست و غافل ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف کر لیا ہے۔ یہ سب خداوند عزوجل کے عشق کے موافق ہرگز نہیں ہے۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام نے ان سب کو ترک کر دیا ہے۔ خدا کے بھی طالب ہیں اور کسب دنیا کے بھی خواستگار ہیں۔ ان کا یہ خیال محال ہے اور جنوں و دیوانگی ہے۔)

بعض کتابوں میں یہ مرقوم ہے کہ ابلیس کو جب بہشت سے نکال دیا گیا تو وہ غم زدہ رہا اور کہا ہو گیا اور جب دنیا اس کے تحت تصرف میں دیدی گئی خوش ہو گیا۔ اس نے کہا الہی مجھے ولہو دام بھی عنایت فرمائیے تاکہ میرے دام میں جو آجائے اسے میں راہ سے بھٹکا دوں۔ خداوند تعالیٰ نے اسے دانہ دام دے دیا۔ وہ تالیاں بجا بجا کرنا چنے لگا اور کہا فیعتز تک لا غوبینہم لعمین
الاعبادک منہم المخلصین (قسم ہے آپ کی عزت کی میں ان سب کو بہکاؤں گا سوائے ان لوگوں کے جو آپ کے مخلص بندہ ہیں) اسی کو کہا ہے۔

آن گندہ پیر دنیا چشمک زندونین مرچم عارفان زدہ مردم طلال گیر
شویان اولدیشش شکر کہ در چہ حالند ہر کراں دلیل داند کی آن دلال گیر

ایہ پیدا اور بوڑھی دنیا آنکھ چلاتی ہے لیکن عارفوں کی آنکھیں اس کی ان وزیدہ سے نفرت کرتی ہیں اس کے ہم سائی شوہروں کو دیکھو وہ کس مال میں ہیں جس نے اس دلیل کو معلوم کر لیا وہ اس دلال کے دام میں کب آئے گا۔

مکتوب ۱۴۲

اللہ کی طلب اور ماسوا اللہ کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ، چو خورشید از بندہ ی فرو شد
ہشت جنت گرد ہندت سر بسر تو مشوراضی از آتہا اور گند
اور حسنت ہر چہ آید در نظر ہمتے بر بند از ان مسم در گذر

وجہ ہمت کے ساتھ اس ماہ میں داخل ہوا وہی مرد ہے۔ اپنی بلند ہمتی سے آفتاب کے مانند فروزا گیا ہے۔ اگر آٹھوں جنت تمہیں کامل طور پر دیدیں تو تم اس پر راضی نہ ہو بلکہ اسے بھی ترک کر دو جس قدر بھی وہ اپنے حسن و خوبصورتی کے ساتھ تمہارے سامنے آئے ہمت کو قائم رکھو اور اس کے بڑھ جاؤ۔ کاتب مکتوب شرف نیریؒ کا سلام و دعا قبول کریں۔ براہ عزیز پر سلام و دعا کے بعد واضح ہو شریعت کے قانون کے تحت دنیا راہ ہے اور بہشت مطلوب لیکن حقیقت کے حکم کی بنا پر بہشت راہ ہے اور مطلوب حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ تورات میں ہے یا داؤد اِذَا رَاٰیْتَ لِیْ طَایِبًا فَکُنْ لِمُخَادِمًا۔ (اے داؤد جہاں کہیں بھی میرے طالبوں میں سے کسی ایک طالب کو بھی دیکھو اس کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔)

ہر کجا مردم خدا بینی ز حساباں سرمد ساز از خاک پایش در زماں
خاک شو تو رہ در ماں رازیر پا تا بیابی قرب پیش کبریا

جہاں کہیں تمہیں خدا کے مرنظر آئیں تو جان و دل سے اسی وقت ان کے قدموں کی خاک کا سرنگاؤ۔ تم اس راہ کے روندہ کے قدموں کے نیچے کی خاک بن جاؤ تاکہ خدا کے کبریا کے مقرب بن جاؤ۔ صاحبان ہمت کا قول ہے جناب سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کسی کو اس کی تقدیر سے مل جائے اور وہ اس کی سمت ایک نظر اٹھا کر اگر دیکھے تو اسے اہل ہمت میں شمار نہیں کیا۔

جائے گا چنانچہ یہی وہ ہمت ہے جس کے متعلق ایک بزرگ نے کہا ہے کہ خداوند جل شانہ نے
آدمی کے ہاتھ میں ایک ایسی کمان دیدی ہے جس کا پلہ جناب حبرئیل اور جناب میکائیل اگر کھیلا
چاہیں تو نہیں کھینچ سکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے کہ

حقا کہ بزہ نیاوردی کرد چرخ فلک اے پسر کمانم

۱۱ اے (شکے) بقم خدا کی یہ آسمان ہمارے کمان کو نہیں جھکا سکتا۔

اور یہ دولت عظمیٰ اس خاک کے پتلے کو اسی مقام ہمت سے ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم میں سے کوئی
گر وہ آدموں سے زیادہ بلند ہمت پیدا نہیں ہوا۔ اسی معنی میں کہا ہے کہ

عالی ہمت باش دل با حق بیر بند تو ہائی قاف قرب رو بند

(عالی ہمت ہو جاؤ۔ دل خدا سے لگاؤ۔ تم قاف قربت کے ہمارے ہی بند پیدا کرو۔)

جس وقت بلو شاہت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی گئی تو حضور کا فرمانا اکون

عبدًا اشبع یومًا و اجوع یومًا میں ایسا بندہ ہوں گا ایک روز بھوکا ہوں گا ایک دن کھاؤں گا اسی
ہمت عالی کی بنا پر تھا۔

منزل ہمت بعالم قدس کے تہ نگاہ جب برئیل بود

(تمہارے ہمت کی منزل عالم قدس میں ہے وہاں برئیل کی رسالت کہاں ہوتی ہے۔)

عالم ملک و ملکوت (عالم ظاہر و باطن) میں جو کچھ تھا مولج کی بات وہ سب حضور

کی نظر مبارک کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ لیکن گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا یہ ہی
ہمت عالی تھی۔ اسی کو کہا ہے کہ

ہر کہ از ہمت دیدی رعادت گدائی می کند شاد دست

(جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا اگر گدائی کر لے تو بھی حقیقت میں ہی بادشاہ ہے۔)

اور جناب آدم علیہ السلام کا ایک دانہ گندم کے عوض آسمانوں بہشت کو فروخت کر دینا

یہی ہمت تھی۔ چنانچہ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے کہ

جان آدم چون بسز فقر سوخت بہشت جنت ما یک گندم فروخت

(جناب آدم کی روح جب فقر کے مارے مدخس ہوئی تو انہوں نے آسمانوں جنت تک ماہ گندم کے عوض بیچ دیا۔)

اے بھائی! جتنی چیزیں لفظ کائن کے تحت آئی ہیں اور جن پر مخلوق ہونے کا دلغ

لگا ہوا ہے اس پر طہرنا قرار پڑنا مومنوں کی ہمت کے نمایاں نشان نہیں مگر وہ فرودس اعلیٰ
ہی کیوں نہ ہو اسی کو کہا ہے سے

باقی جمع روز خود پریشاں لایعہ فہم شمار ایشاں

نے در غم روز رخ و بپشتند این طائفہ را چنین سرشتند

اتنی بجا تامل کے ساتھ جمع ادا پائی، اسی وجہ سے تقریر ادبیات تحت تہائی لایعہ فہم غیری

(میر سعاد لیا میری تبا کے نام میں نہیں میرا غیر نہیں پہچاننا ان کی نفل ہے۔ یہ بہشت اور نفل

دونوں کے غم سے آنا ہیں۔ اس گروہ کے لوگوں کی یہی خصلت ہے۔)

اے بھائی! بشر کی حقیقتہً لہو بیت کا منظر ہے۔ نفخت فیہ من روحی

اس کی دولت ہے۔ بحبہم و بحبوتہ اس کا اکرام و انعام ہے۔ یہ بشری اور پانی ہونے

سے مقدس و مطہر ہے۔ جیسا کہ کہا ہے سے

نیست مردم لطفہ از آب و خاک ہست مردم سر و قد جان پاک

مد جہاں پر فرشتہ در وجود لطفہ را کے کسند آخر سجود

(آدی آب و خاک کا لطفہ یعنی لطفہ ہی نہیں ہے بلکہ آدی سر تا پا پاک جان اور مقدس روح ہے۔

وجود میں فرشتوں سے بھرا ہوا سیکڑوں عالم انہما یک لطفہ کو کیسے سجدہ کرتے۔)

اس سے واضح اور بین دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک جہاں مقدس و مطہر فرشتوں سے

بھرا ہوا خاک کو سجدہ کرے اور یہ خاک تائب و خلیفہ کیسے ہو گیا۔ ہذا امر عظیم لایحوز

کشفہ (یہ ایک بہت عظیم راز ہے اس کا ظاہر کرنا جائز نہیں) چنانچہ یہ سنو۔

دانی کہ چرا اہل مفاخا موشند در نکتہ دل بخو خودی کوشند

کئی از کف دست ہر کسی کوشند سری بازند سر حق ی پوشند

(جاننے ہو موقیان ہمفا کیوں خاموش رہتے ہیں۔ دل کے نکتہ میں خود کو گم رکھنے کی کوشش میں ہتے

ہیں۔ محبوب کے اکتہ سے ہر کو شراب کا جام پیتے ہتے ہیں۔ سویدتے ہیں مگر نہیں کھوتے ہیں۔)

قرآن مجید میں اس لطیف راز کا یہ نشان دیا گیا ہے۔ قل الودح من امر ربی۔ رکبہ بجئے

روح میرے رب کے حکم میں ہے) اور خلاؤد روز محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان طاہر و مطہر نے اس

راز سر بستہ کو اس مقدار میں عیاں فرمایا ہے ان اللہ خلق آدم علی صورۃ جنتک شہ نے ہم

کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ای علی صفتہ یعنی صفت پر اور حجاب عطا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اشارہ یوں فرمایا ہے۔

نیت بالاسی تو محسولہ دگر نیت بیرون تو معشوقی دگر
چوں برونی تو ز عقل و معرفت نی تو در شرح آئی وئی در صفت
ہر چہ در توحید مطلق آمدست آن ہمہ در تو محقق آمدست

(تجھ سے آگے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں، جب تو عقل و معرفت سے بالا ہے تو نہ تیری شرح ہو سکتی ہے اور نہ صفت۔ توحید حقیقی میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تجھ میں محقق ہے) اے بھائی! آخرنا ہے کہ قلب المؤمن مرش اللہ تعالیٰ (مومن کا قلب اللہ کا مرش ہے) تو الرحمن علی العرش استوی (وہ رحمن عرش پر قائم ہوا) کارازا نہیں نقد حاصل ہوا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

تانا آید جان آدم آشکار رہ نہ استند سوائے کردگار

رہ پدید آید چو آدم شد پدید زد کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک جناب آدم کی روح ظاہر و پدید نہیں ہوئی تھی کسی نے بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ معلوم نہیں کی تھی۔ جب آدم پیدا ہوئے تو راہ بھی کھلی۔ دونوں جان کے تالاکئی انہیں کے ذریعہ حاصل ہوتی) کنت کزاً مخفياً فاحیثاً ان اعرف (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پھر مجھے یہ پسند آیا کہ میں پہچان لوں) کا آئینہ آدم علیہ السلام ہیں۔ اور من عرفت لفسہ فقد عرف ربہ (جس نے خود کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) اسی معنی کارازا ہے۔

فرستادیم آدم را چو بیرون جمال خویش در صحرانہادیم

(ہم نے آدم کو جو باہر بھیجا اپنے ہی حسن کو صحرائے عالم میں رکھ دیا۔)

سننے میں آیا ہے کہ برادر عزیز کو استعداد اور قابلیت بہت بہت ہوا اور ہمت بھی بلند ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس مکتوب کے مطالعہ سے معافی دل پر کھل جائیں گے اور ایک دن اپنا کام کر لیں گے اس میں کوئی تعجب نہیں ہے۔ شاہ شجاع کرمانی جو ٹوپی اور شروانی میں لمبوں رہا کرتے تھے۔ لیکن جو کمالات ان کو حاصل تھے ہزاروں سالک آتے جاتے رہیں گے۔ کیا پتہ ان کمالات تک کوئی ایک پہنچتا بھی ہے یا نہیں۔ اور محمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ

تیا پوش تھے۔ ایک عزیز صاحب عزت کہتے ہیں کہ کل قیامت کے دن صد لقیوں کو اس کی تمنا ہوگی کہ کاش دنیا میں میں مٹی ہوتا۔ کہ جس خاک پر مجھ معشوق قدم رکھتے۔
 اے بھائی! کام جپ فضل پر موتوں ہے تو اس کے فضل سے کچھ بعید نہیں۔
 آنرا کہ دیدارش در عالم خود بارش بیواسطہ کارش کردار چہ کار آید
 (جس کسی کو اس کا محبوب اپنی حریم خاص میں بغیر اس کے کسی عمل کے بدیابی دیدے تو ایسے میں
 عمل کیا کام آتا ہے۔)

ان سب کے باوجود بندہ کی جانب سے کوشش ضروری ہے۔ عبودیت کے اعتبار سے۔ اسی کو کہا ہے

گرچہ دولت داؤنش بے علت است طاعت حق کار صاحب دولت است
 (اگرچہ دولت کی عطا اس کی جانب سے بے علت و سبب ہے۔ لیکن صاحبان دولت کا کام
 حق سبحانہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔)
 عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔ آمین۔

والسلام
 شرف منیری

مکتوب ۱۴۳

علمائے آخرت کی صحبت کو غنیمت جاننے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر کاز ہمت دریں رہ آدست گر گدائی می کند شہہ آدست
 سنگ دوں ہمت استخوان جویدہ پنجرہ شیر منفر جاں جویدہ
 (جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا اگرچہ گدگری کرتا ہے تو بھی وہ بادشاہ ہے۔
 کیسی ہمت والا کتا ہڈیاں تلاش کیا کرتا ہے شیر کا پنجرہ زندہ جان کی جستجو میں رہتا ہے۔)

کاتب مکتوب شرف نمیری کا سلام و دعاء آں عزیز مطالعہ کریں۔ غرض یہ ہے کہ قاضی زین الدین نے آں عزیز کی پوری کیفیت بیان کی۔ واضح ہو۔ اس جانب سے قبول ہے لیکن راہ طے کرنا آں عزیز کی جانب سے ہے۔ جب آپ نے مشائخ قدس سرہ العزیز کا طاقیہ پہن لیا ہے تو عبادت و ریاضت میں رسم کو توڑ دینا چاہیے۔ اور عادت کے زنا کو کاٹ ڈالنا چاہیے۔ راہ طریقت میں قدم صدق دل سے رکھنا چاہیے اور حقیقت کی طلب میں ہمت بلند کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ بے ہمت مرید کسی مقام تک نہیں پہنچتا ہے۔ اسی کو کہا ہے

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد بچو خورشید از بلندی فرود شد
عالی ہمت باش دل در حق بہ بند تو ہمائے قاف قربی زو بلند

(جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں آیا وہ مرد ہے۔ اپنی بلند ہمتی سے آفتاب کے مانند فرود ہوا۔ ہمت عالی بکھرا اور دل حق تعالیٰ کے ساتھ نکلا۔ تم قافِ قربت کے ہٹا ہو بلکہ اس سبھی بلند ہو۔) اسے بھائی! یہ علم خاص اہل طریقت کے ساتھ مخصوص ہے جو آخرت سنوارنے والے علماء ہیں العلماء و مرثیۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) خلافت انہیں کو زیبا ہے اور انہیں نیک صحبت اور خدمت خلعت کا انعام حاصل ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

بوئی ایشاں ز رکند مس ترا راہ میں کروند این حس ترا
گر چہ خارستانی ای گلشن شوی چوں بے صاحب دل سی روشن شوی
(ان کی خواہش ان کی طبیعت تمہارے بس قلب کو سونا بنا دے گی۔ ان کے قدموں کی آواز تمہیں راہ میں کو دے گی۔ اگرچہ تم خارستان ہو لیکن چمنستان بن جاؤ گے۔ اگر کسی صاحب دل کی خدمت میں پہنچ جاؤ تو روشن ہو جاؤ گے۔)

لیکن دنیا دار علماء کی صحبت سے ہرگز یہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن رسم و عادت جو حقیقتاً پرستی ہے۔ وہ طے کی اسی کو کہا ہے۔

ایں ہمہ علم بسم مختصر است علم رفیق برائے حق و گراست
حرف کو کاغذی سیاہ کند دل کہ تیرہ است کے چوماہ کند
(یہ سارے علم مختصر سے عالم ظاہر کے ہیں۔ اللہ کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ حرف تو کاغذ سیاہ کرتا ہے۔ دل جو سیاہ ہو رہا ہے اسے کہا روشن کرتا ہے۔)

واسطہ میں قوم پر فرماست ست قول ایساں لاجرم اس است ست
 چوں نمی بینند غیرے جزو مجاز جملہ زوشنونند از و گویند باز
 (اس قوم کے سامنے سے چوں کہ واسطہ اٹھ گیا ہے تو ان کا قول لازماً صحیح اور درست ہوتا ہے۔
 جب وہ ان کی نگاہوں میں غیر کا بحر مجاز حقیقی وجود ہی نہیں ہے تو جو کچھ سنتے ہیں اسی سے
 سنتے ہیں اور اسی سے بولتے ہیں۔)

تو ہر شخص کے لئے جو لازم ہے وہ یہ ہے کہ وہ خواہش پرستی کی عادت سے خدا پرستی میں
 پہنچ جائے اور دین کا درد اس کو دامن گیر ہو جائے اور اس گروہ کی صحبت کی دولت کی تلاش
 کرے جو علماء آخرت ہیں اور العلماء ائمہ کا مذہب و سنی اسرائیل (میری امت کے علماء سنی
 اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) جن کا تمیز امتیاز ہے تاکہ ان کی خدمت و صحبت میں ان کی خدمت
 کی برکت سے دن بدن بُرے عادات و خصال نیک اور اچھی صفات اور خصلتوں سے تبدیل
 ہوتی جائیں۔ اور کافر نفس کے ہاتھ سے چھٹکارا پالیں۔ اور اسلام کا جمال مشاہدہ کر لیں۔ اور
 توحید مطلق تک پہنچ جائیں۔ اور بارگاہ وحدۃ لا شریک لہ میں باریابی پالیں۔ اسی کی طرف
 اشارہ ہے جو کہ ہے۔

اوہان و میر چوں بدل شد ہر عقده کہ در تو بود حل شد
 چوں نیستی تو شد محقق خیز و ہم لغسره انا الحق
 این جا ست نہایت طریقت این ست غلامہ حقیقت
 آن ہوائی کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بود نہ ویں باشد
 (جب بری عادتیں اچھی عادتوں سے بدل گئیں تو تیری جتنی شکلیں تھیں سب حل ہو گئیں۔
 جب تیرے وجود کا معدوم ہونا محقق ہو گیا تو انا الحق کا نعرہ شروع ہو گیا۔ یہیں طریقت
 کی انتہا ہے اور یہی حقیقت کا غلام ہے۔ وہ ساری خواہشیں جو اس دولت کے حصول کے
 قبل تھیں وہ سب رسم و عادت تھیں۔ دین نہیں تھا۔)

اسے عزیز! اگرچہ یہ سعادت و دولت اللہ جل و علاء کے فضل سے ہے لیکن
 مدہ کو بندگی کے حکم کے تحت بندگی پر قائم رہنا چاہیے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اور خود
 و دنیا کی آفتوں، نفس کافر کی لذتوں، شہوتوں سے باہر نکالنا لازم ہے تاکہ اس دولت و

سعادت کے لائق ہو جائے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

گر تراہست آرزو اندر وصل تا بہ بینی حسن و القابہ جمال
کم خورد کم خست تن را میگنار خواستش آن آرزو و آن نیاز
بر تراست زین تیرگی و آب و گل تازی در روشنی و جان و دل

(اگر تجھے وصال کی آرزو ہے تاکہ تو اس حسن و جمال کے انوار کو دیکھے
تو کم کھانا اور کم سونا اختیار کرتا ہے آسانی چھوڑ دے نفس کی آرزو و نیاز مندی کو ترک کر دے۔
وصال یا آب و گل کی اس تازگی سے برتر ہے اس لئے اس تازگی سے گل آ تا کہ تو
روشنی و جان تک پہنچ جائے۔)



والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۲۲

مسلمان کے اوصاف اور نفس و شیطان کے مغلوب کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گر مسلمان تو بیداری پر است چونکہ بیداری مسلمان کی جاست
خلق آزاری تو بادست و زبان سو خود بینی زبان دیگران
داگر تم مسلمان ہو تو تمہاری ستمگری کیا ہے اور جوں کہ تم ظالم و ستمگر ہو لہذا تم میں مسلمان
کہاں ہے۔ تم اپنے ہاتھ اور زبان سے لوگوں کو ستاتے ہو تکلیف پہنچاتے ہو۔ اپنے
نفس کی خاطر دوسروں کے نقصان کے خواہاں ہو۔

اے بھائی! مسلمان وہ ہے کہ جس پر شرع کا یہ حکم وارو ہے المسلمون سلم
المسلمون من بیادہ ولسانہ۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھوں سے مسلمان

سلامت و محفوظ رہیں اور اس کے دل کو کسی قسم کی تکلیف اس سے نہ پہنچے اس لئے کہ مومن کا دل خالصاً و مخلصاً خداوند جل و علا کا گھر ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو مومن کے دل کو تباہ کرتا ہے اس نے خدا کے گھر کو تباہ و برباد کیا۔ اس لئے کہ مَنْ هَذَا مِ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ فَقَدْ هَذَا مِ بَيْتِ اللَّهِ۔ جو شخص مخلوق کو تکلیف پہنچانے والا ہے اس کے بارے میں یہ تمغی ہے کہ

ہر کہ آزار است حق بسیناراد نام او مومن نحو اس مومن گو

نامبارک باشد آزار کساں موزی را تو مسلمانی داناں

(جو شخص مردم آزار ہے حق سبحانہ تعالیٰ اس سے بیزار ہے اس کو مومن کے نام سے یاد کرو۔

اے مومن نہ کہو۔ لوگوں کو ایذا پہنچانے والا نامبارک اور منحوس ہے کسی موزی کو تم مسلمان نہ مانو۔)

اے بھائی! مسلمان ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد بہت

ہے لیکن حقیقی مسلمان عالم میں شاذ و نادر یعنی بہت ہی کم ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے کہ

سالک اسلام گر آساں بد سے ہر کے چوں شبلی واد عم شری سے

مانگر دی تو مسلمان از دروں کے توانی شد مسلمان از برون

(اے روزندہ راہ اگر اسلام اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر شخص اپنے وقت کا شبلی اور ابراہیم بن آدمؑ

ہوتا۔ جب تک تم دل سے یعنی باطن سے مسلمان نہیں ہوتے۔ ظاہری مسلمان ہونے سے کب تم حقیقی

مسلمان ہو سکتے ہو۔)

آدمی کی سرشت میں ایک کافر نفس ہے کہ دنیا کی پونجی اس کا قبلہ ہے اور دنیا کی لذتیں

شہوتیں اس کی محبوب ہیں۔ اسی معنی کے رو سے آدمی مردہ ہے اگرچہ صورتاً دیکھنے میں زندہ معلوم

ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے کہ

نفس اگرچہ زیر کست و خردواں قبلہ اش دنیا ست اور مردہ داناں

(نفس اگرچہ بہت ہوشیار ہے لیکن اسے کینہ جانو کیوں کہ اس کا قبلہ دنیا ہے اور جب دنیا

اس کا قبلہ ہے تو اسے مردہ سمجھو۔)

اس کی تمام بہت مال و اسباب سمیٹنا اور جاہ و مرتبہ حاصل کرنا ہے لامحالہ وہ آدمی کو

گمراہ کرتا ہے۔ چنانچہ نمرود و فرعون کو اس نے گمراہ کیا۔ کہ

ترا تا نفس کا زور کین ست کجا تورہ روی آنجا کہ دین است

ازیں کافر کہ مارا در نہاد دست مسلمان در جہاں کتر قداوت
(جب تک یہ نفس کافر تمہارے گھات میں ہے اس وقت تک تمہیں وہاں تک کیسے پہنچدے گا
جہاں دین ہے۔ یہ کافر نفس جو ہم لوگوں کی سرشت میں ہے اس کی وجہ سے دنیا میں حقیقی مسلمان
بہت کم ہیں۔)

مگر اس وقت جب کہ اس نفس کافر کی گردن مجاہدہ در ریاضت کی تلوار سے اٹا دو۔ اور
اس کی خواہشوں، آرزوؤں، مرادوں سے اسے محروم کر دو اور اس کے کاموں سے اپنی نفقت
نہ دکھلاؤ اس وقت مسلمان کا رخ تاباں دیکھو گے اور موحدوں کی توحید کو پاؤ گے، جیسا کہ کہا ہے
کافر نفست چوں ز لبون تو شد گرمہ کفری ہمہ ایماں شوی

(جب تمہارا نفس کافر تم سے مغلوب ہو گیا تو تم ایمان مجسم ہو گئے۔ اگرچہ مجسم کفر تھے۔)

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ مردانگی و بہادری مرنے سے نہیں ہے کہ آدمی سے جنگ کریں
اور اس پر غلبہ پائیں کافروں سے قتال کریں اور اس پر فتح پائیں۔ بہادری تو یہ ہے کہ اپنے اس
نفس کافر کی گردن اڑا دیں النفس ہی الضم الکبر (تمہارا یہ نفس کافر ہی ہے بڑا بت ہے)
تو جس نے خداوند جل و علا کی محبت میں قدم رکھا اور خداوند تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیا اس پر
فرض مین ہے کہ اس بت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور اس سے جہاد و جنگ کرے۔ ایسی جنگ
جس میں کبھی صلح نہ ہو۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

سہل شیری داں کہ صفہا بشکند شیر آں باشد کہ خورد بشکند
اس بہادری کو بہت آسان جانو جس سے دشمنوں کی صفیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ شیر تو وہ ہوتا ہے
جو خود اپنے نفس کو چیر ڈالے۔)

ماقت و خاتمہ بخیر ہو۔

والسلام

فقیر شرف میزی



مکتوب ۱۲۵

گروش و روش میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ای خواندہ خدائے رابعات دوری ز شہادت حقیقت
تا کے بزبان خدا پرستی این میت مگر ہوا پرستی
اسے عادت کے طور پر نبیانی اللہ اللہ کرنے والے تم مشاہد یعنی کلمہ شہادت کی حقیقت
سے بہت دور ہو۔ کب تک محض زبان سے خدا پرستی کرتے رہو گے۔ یہ خدا پرستی نہیں ہے بلکہ
خواہش پرستی ہے۔

کاتب مکتوب کا سلام و دعا قبول کرو۔ برادر عزیز کا خط ملا تھا۔ پڑھا۔ اسے
بھائی۔ ہوشیار رہو۔ جب تک گروش، تبدیلی اوصاف نہیں ہوتے اس وقت تک روش
نہیں ہوتی اور جب تک روش نہیں کشش نہیں ہوتی۔
کشش جسے جذبہ کہتے ہیں، مقصود تک وصول رسائی اللہ تعالیٰ کے طریقہ جاریہ کے دستور
کے مطابق بغیر اس جذبہ کے نہیں ہوتی اور یہ کام یہ مقصود چاشت و اشراق پڑھ لینے سے
نہیں حاصل ہوتا۔ اگر پوچھو کہ پھر وہ کون سا کام ہے کس طریقہ سے پورا ہوتا تو سنو وہ یہ ہے
جو کہا ہے۔

خود را بر کاب رہیرے بند تا با زہاندت ازیں بند
تا رہیرت عادت خویش شیطان و منافقین نہ روش
(تم خود کسی رہ بر کامل کی رکاب پڑو تاکہ تمہیں اس قید ہوا و ہوس سے رہا کر دے جب تک
تہاری عادت تہاری رہیر ہے اس وقت تک تم شیطان و منافق ہو۔ روش نہیں ہو۔)
خواہی کہ شود مراد حاصل پیرے طلب اے جوان غافل

پیرہ کبریت امر آ دست سینہ او بجا حضرت آدم دست
 (اگر تم چاہتے ہو کہ مقصود حاصل ہو تو اسے غافل جان! کسی پیر کی تلاش کر۔ پیر سرخ
 گندھک نایاب ہو رہے ہیں ان کا سینہ سبز سمندر ہو گیا ہے۔)
 جس کی ہمت یہ ہوگی کہ عادت پرستی سے نکل کر خدا پرستی تک پہنچ جائے تو اس پر فرس ہے
 کہ رات دن اس گروہ کے فوہ کی خدمت و صحبت میں لگا رہے تاکہ دن بدن اس کے بڑے عادات
 و خصائل نیک اور اچھے اخلاق میں تبدیل ہو جائیں نفس کافر کے مجاب سے نکل آئے توحید کا
 جمال مشاہدہ کرے اور حقیقی موعود ہو جائے۔

اوصاف ذمیرہ چوں بدل شد ہر عقده کہ در تو بود عمل شد
 چوں نیستی تو شد محقق خیزد ہمہ نفسہ انا الحق
 آں ہوائی کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد
 (جب بری خصلتیں اچھے اخلاق سے بدل گئیں تو تیرے جتنے عقدے تھے سب مل ہو گئے
 جب تیری ہستی ثابت ہو گئی تو پھر تجھ سے انا کا ذکر جاری ہو گیا۔ اس سے قبل جو خواہشیں
 تھیں وہ رسم و عادت تھیں دین نہیں تھا۔)

والتلاہ

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۲۶

فضول بات کو ترک کرنے اور راہِ مسلمانی میں قدم

رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذرہ در رخسار اور دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

www.marfat.com

(اللہ کی طلب کے درد کا ایک ذرہ بھی اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہان کے سرمایہ سے تیری یہ پوچھی کہیں بہتر ہے۔)

عزیز بھائی محترم دیوانہ کاتب مکتوب شرف نیری کا سلام و دعا قبول کرو۔
برادر عزیز پر واضح ہو۔ جو اس اور گفتگو کی یہ کیفیت کب تک۔ ایک بزرگوار سے سونگیا کہتے ہیں۔

لے غرہ شدہ بگو پر سودا ست کارے بسر زباں نشد راست
تا کے بزباں خدا پرستی این نیست مگر ہوا پرستی

زاے مفرد بتایہ کیا ضبط ہے کوئی کام مرت زبانی دعویٰ سے درست نہیں ہوا ہے کب تک
زبان سے خدا پرستی کا دعویٰ ہوگا۔ یہ خدا پرستی نہیں۔ یہ تو خواہش پرستی ہے۔

اے بھائی! اگر مرت زبان سے ایمان کا اقرار۔ ایمان لسانی کسی کے کام آتا تو
کوئی منافق کافر نہ ہوتا۔ ہوش میں رہو حقیقت کی طلب کرو مجاز کو چھوڑ دو۔ یہی ہے جو کہا ہے

گر مرد رہی محال بگذار تحقیق طلب خیال بگذار
توحید نہ کار آب و خاک است کاندردل صاف ایمان پاک است

تا کے نفس از گمان بزاری ایمان بدل ست و دل نداری

(اگر تو اس مادہ کا مرد ہے تو محال اور ناممکن کا لفظ چھوڑ دے حقیقت کی طلب کرو واہمہ کو ترک کر دے۔

توحید آب و خاک کا کام نہیں۔ توحید پاک جان اور ظاہر و مظهر دل کے اندر ہے کب تک سانس
اس واہمہ و گمان میں لیتا رہے گا کہ تو ایمان مالا ہے ایمان تو دل سے ہے اور تیرے پاس دل
ہی نہیں ہے۔)

اے بھائی! اگرچہ یہ کام خدا کے فضل سے ہے۔ ہمارے تمہارے علم و عمل سے
نہیں۔ لیکن بندہ ہونے کے حکم کی بنا پر جہاں تک ممکن ہے کوشش و کاوش کرنی چاہیے۔ بندگی
کے ثبوت و حقیقت کے اظہار کے لئے اسی کو کہا ہے کہ

از کوشش و انش و عمل نیست این جز بعنایت ازل نیست

با این ہمہ جہد خویش بنمای توفیق جو ہست کار فرمای

(یہ دولت کوشش اور علم و عمل سے نہیں یہ تو محض عنایت ازل یعنی فضل خدا سے ہے

ان سب کے باوجود اپنی کوشش جاری رکھو جب کہ توفیق خداوندی کار فرما ہے۔)

رسم و عادت میں رہنا بت پستی ہے اسلام نہیں۔ اس لئے کہ مسلمان دوسری چیز ہے اور رسم و عادت دوسری ہے، اسی کو کہا ہے۔

از کوشش و تلاش و عمل نیت این جز بعنائیت ازل نیت
اے گشتہ مرید رسم و عادت دوری ز حقیقت ارادت
تار ہیرت عادت خویش شیطان و منافعی نہ درویش

(یہ اپنی کوشش اور علم و عمل سے نہیں ہے یہ محض عنایت ازل ہے۔ اے وہ کہ تو رسم و عادت کا مرید ہو گیا ہے تو ارادت کی حقیقت سے بہت دور ہے جب تک تیرا پیر تیری عادت ہے اس وقت تک تو شیطان ہے منافق ہے درویش نہیں ہے۔)

اے مہمانی! فضول کاموں میں عمر گزر گئی اور جو باقی ہے وہ بھی گذر جائے گی۔ اس درجہ دوڑ دھوپ مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کی چکر کیوں ہے۔ اس کا غم کھانے اور فکر کرنے سے کیا فائدہ ہے۔

چندیں پر طلب کنی چپ و راست سراپہ زباں شد این چہ خواست
اے گم شدہ پیش و پس چہ گروی انیکدہ خود بر و بستی
جان بکن لے پسر کہ بے رنج ممکن نشود کثا دن اندر گنج

(اس درجہ دائیں بائیں طلب و تلاش کیا ہے۔ سراپہ تو ضائع ہو چکا اب یہ کیا سوا ہے۔

اے گم گشتہ راہ! آگے پیچھے کیا کر رہا ہے اب تو اپنی راہ چلنے والی کے ساتھ چل۔ اے

بیٹے! جان کی بازی لگانے کا اس خزانہ کا کھانا بغیر محنت و مشقت کے ممکن نہیں ہے۔) وَالسَّلَامُ

شرف مینری

مکتوب ۱۲۷

خاکساری، انکساری اور ول کی صفت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درز ہد بود منبر و محراب تحقیق در عشق بجز بادہ و خمار نباشد

(یہ حقیقت ہے کہ میں نبرد محراب چاہیے، لیکن مشق میں سوائے نشا و نشانی کے اور کچھ نہیں ہے۔)
برادر مولانا مسعود جعل اللہ صاحب المجد بالنبی والہ۔ کاتب مکتوب

شرف گیری کے سلام و دعا کے بعد واضح ہو۔

آں برادر نے اپنے حسن ظن کی بنا پر اس شخص کی جس کی (مری) صفت میں انورایت
من اتخذ الہدھواہ (بتاؤ میں نے اپنی خواہشات کو اپنا مہر بنایا) ہے تو صیف مقبولین
کی نعمت اور مقربین بارگاہ پاک کی صفت سے کی ہے اور اس میں غلو کیا ہے اور زحمت بھی گزارہ
فرمایا ہے اسے پڑھا۔ آں برادر کو اپنے اس حسن ظن کا ثواب اور اجر ملے گا۔ انشاء اللہ۔

لیکن اے بھائی! لیس بالخبر کاملعاینہ (سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی چیز کے مہی
تو نہیں ہوتی) یہ فقیر اپنے آپ کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن جب ظن المؤمن لا یخطی (مومن کا
نیک گمان غلط نہیں ہوتا) منقول ہے تو امید بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسے نیک فال سمجھتا ہوں۔
اس حکم کی بنا پر کہ انا عند المنک و آقلوبہم لاجلی (میں شکستہ دلوں کے قریب ہوں) اور
یہ اس بارگاہ پاک سے ایک عطا ہے جو آپ کے تصور میں آئی کہ محب جب محبوب میں گم اور فنا ہوا
توصفات کے ساتھ قائم اور متصف ہو گیا۔ اور اس مرتبہ و درجہ کو پہنچ گیا کہ کنت سَمْعًا و
بصرًا و لسانہ و یداہ تو میں اس کا کان اس کی آنکھ اس کی زبان اور اس کا ہاتھ ہوں۔ اب
یہ محب جو بھی بولتا ہے محبوب کی زبان سے بولتا ہے۔ اور اس کا کیا ہوا فعل محبوب کا فعل ہوتا ہے
جیسا کہ مولانا روم کہتے ہیں۔

کارے کہ کنی تو درسیانہ آں کردہ حق بود یقین داں

(جتنے کام تو کرتا ہے تو مرن درمیانی ہے وہ سب حق تعالیٰ کا کیا ہوا ہے اسے یقین کر لو)

اے بھائی! دل ایسا ہونا چاہیے جو خود ہی اپنے وجود و ہستی سے گذرا ہوا ہو۔ اور محبوب سے

فاصل و ملا ہوا ہو، محبوب کے جملہ صفات سے مالا مال ہو اور اس پر سلیٰ مجنوں کا قصہ شاہد ہو

چوں کہ مجنوں درگذشت از خشک تر آنکھے شد سس قلبش، بچو ز ر

مونس سلیٰ شد و سلیٰ گزید بچو وحشی انس از غلغان برید

پُر شد از سلیٰ ز پائیاں تا بسر بچو لعلے از صفات ماہ خور

جب مجنوں اس بحر و بر سے گذر گیا اس وقت اس کا تانبے کا قلب سونا ہو گیا۔ سلیٰ کا مونس ہو گیا

یہی کو پسند کر لیا۔ سارے جہان سے وحشی کے انداز میں منقطع کر لیا۔ سراسر اپنی کمسنیوں سے متصف ہو گیا ایسا کہ جس طرح سنگریزے آفتاب و ہتاب کی کرنوں کی تاثیر سے جل بن جاتے ہیں اس معنی و حقیقت سے جو معتاد آں برادر کو مل گیا ہے وہ مبارک ہو اور جو ملنے والا ہے اس سے بھی مالا مال ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اجداد کی حرمت کے طفیل۔

اے بھائی! خلاصہ یہ ہے کہ قلب المؤمن عرش اللہ (مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے) اللہ کو یہیں تلاش کرو۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

عراق جہاں جمال خسارہ است سلطان جہاں در دل بی بیقات
حلول و اتحاد این جا محال است کہ در وحدت دولی عیب نقل است

(عالم کا عراق ہمارے رخسار کا جمال ہے۔ سارے جہاں کا بادشاہ ہمارے غیب دل کا اندر ہے۔ حلول و اتحاد کے بغیر اس لئے کہ یہاں حلول و اتحاد محال ہے کیوں کہ وحدت میں دولی عیب اور گزالی ہے) حلول و اتحاد کے وہم و گمان کے بغیر بلکہ معنی کے رو سے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

در حسان منی زراہ منی چمن یافتہ ام چرات جویم

(آپ میری جان کے اندر ہیں معنی کی راہ سے۔ جیب میں نے آپ کو پایا تو پتہ آپ کو ڈھونڈ لیں کیوں۔)

اور ایک عزیز نے کہا ہے۔

آخر بہ کجبارسی نکوئی جمل گم شدت است آنچہ جوئی
بگذار کہ جلد سرگذشت است بنشین نفسے کہ جائے گشت است

(آخر تم نکوئی کہاں حاصل کر سکو گے، وہ گم ہو چکی ہے جسے تم ڈھونڈتے ہو۔ اب چھوڑو کہ سب کچھ چلا گیا لیکن تم کوڑی دیر بیٹھ جاؤ کہ شاید وہ نکوئی وہیں آجائے)

وہو معکم اینما کنتم وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ عاشقوں کا یہ حاصل وقت اور سرمایہ نقد ہے۔

وعدہ وصل دیگران فزرا وعدہ وصل عاشقان کنز است

(دوسروں کے لئے وعدہ وصل کا وعدہ کل کا ہے عاشقوں کے ساتھ وصل کا وعدہ آج ہی ہے)

جیسا کہ ایک دوسرے عزیز نے اسی معنی میں کہا ہے۔

رہبر چہ کسند چو عشق دلدار اور اسوئے خویش را بہمنوں شد

از عقل گیتخت جان سکینش در مدد مخرم جنوں شد
 (پیر (دعا) کیا کہے گا جب مجھ سے کاشق تو اپنی طرف رہتا کر رہا ہو اس کے سکین کی
 جان عقل سے گریزاں ہوگی جب وہ خوشی و شادمانی کے ساتھ باغ میں سیر پاتا تو اسے جنوں ہو گیا)
 اسے بھائی اتو شاد عقل کے سرمایہ کے ساتھ یہ ماہ طے نہیں ہو سکتی۔ اس راہ کی
 ساری امدان کاوش مشق ہے وہ مشق جسے دیا آئی کہتے ہیں کہ العشی جنوں الھی (مشق
 ایک جنوں اپنی ہے) مشوق عاشق کو یہ پیغام بھیجتا ہے جیسا کہ اس بارے میں کہا ہے کہ
 تا توانی باخرد بیگانہ باخس عقل با قدرت کن مدد لوانہ باش
 ناعجوگر تو عاقل آں سوئے من زخم بسیدی خدی کوئی من
 نیک گردیاز آئی در شہار بیچ کس را با تو نمود بیچ کار
 (جہاں تک تجھ سے ہو کے عقل سے بیگانہ ہو جا۔ عقل کو قدرت کر دے اور دیلانہ ہو جا اس لئے
 کہ اگر عقل و ہوش کے ساتھ میری جان نہ تھے گا تو میری گلی میں بے حساب چوٹ کھائے گا لیکن
 اگر دیوانوں کے زرمہ میں داخل ہو کر آئے تو کسی کو بھی تجھ سے کوئی سروکار نہ ہو گا)
 الحمد للہ خدا کا شکر ہے یہ پیغام جو آں براہ کے حق میں آپ کے شاہدہ میں آتا ہے
 امید ہے اس میں اور تر آئی ہوگی۔ انشا اللہ تعالیٰ۔ عاقبت بخیر ہوا اور مشق پر ہوا اور شہید
 مشق ہو جاؤ سے

عقل فرماں کشیدنی باشد مشق ایماں کشیدنی باشد
 (مشق ایمان کی طاقت کو چمکنے والا ہوتا ہے جبکہ عقل فرماں بے مادی کرتے والی ہوتی ہے)
 عاشقان بام قدح آنکو کشند کہ بدست خویش خویش شاہ کشند
 ہر کہ در راہ خدا مستول شد کشند حق است و مقبول شد
 نیم جان بستن و مد جان دیدہ آنچه اندر وہم نیاید آن دیدہ
 (مشتاق خوشی کے جہاں وقت نوش کرتے ہیں جیسا کہ مشوق اپنے ہاتھوں سے نہیں پاتا ہے جو
 خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔ وہ حق سبھا ز تعالیٰ کے مقبول میں اس کے مقبول میں وہ ہماری
 اور صوری جان لیتا ہے اور سوجان مظاہر آتا ہے اور اس کے عوض وہ دیکھتا ہے جو تمہارے وہیم وہیم میں بھی نہیں کتا)

والسلام



مکتوب ۱۴۸

بندگی کرنے اور صبر و شکر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں درود
مر روز پنج و شش می بگندد
کز خدا نمانا پنجہ خواہد آں درود
خواہ نا خوش خواہ خوش می بگندد

بندہ وہی بہتر ہے جو فرماں برداری کرتا رہے۔ خداوند جل شانہ اس سے جو چاہے وہی کرتا ہے۔

یہ پنج روزہ عمر تو گزر ہی جاتی ہے خواہ خوش گذرے خواہ نا خوش

کاتب مکتوب شرف میری کا سلام دو عاہ مطاب لو کریں۔

عاجی سمرقند ہی سے گذشتہ تمام کیفیتیں معلوم ہوئیں۔ اے بھائی! بندگی ہے،
بندگی میں سب کو شکر ادا کوئی دوسری چیز نہیں اور یہ خود لطف و کرم ہے۔ ہم لوگوں سے
بس اسی صبر و شکر کو پسند کیا گیا ہے۔

ناکساں را بلطف خود کس کرد
شکر و صبر سے زندگان بس کرد

اے قسطنطنیہ کو اپنی بہرانی سے قابل قدر بنا کر اہل عبادہ بندہ سے صبر و شکر کے مطالبہ ہی پر اکتفا کیا ہے

اے بھائی! جس طرح چر کے گتے ہیں تو راحت بھی پہنچتی ہے نیش مارنے میں تو

مر ہم بھی رہتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے

گر ترا ضرب جبراحت نبوت
تا ابد امید راحت نبوت

(اگر تجھے جہالت کی چوٹ پہنچی تو ہمیشہ کے لئے تجھے راحت کی امید بھی نہ ہوئی۔)

بندہ بھی ہوا اور اپنی مراد بھی ہو یہ دونوں چیزیں ہرگز یکجا نہیں ہو سکتیں۔ اس خیال کو

دل سے نکال دینا چاہیے۔ انبیاء اور اولیاء امراء اور سلاطین نے کچھ چیزیں ایسی چاہیں کہ

مومنانیں لیکن نہ ہوئیں اور کچھ چیزیں ایسی بھی تھیں جسے چاہا کہ نہ ہوں لیکن وہ ہو گئیں۔ اسی کو

ی نیا ہم آ پختہ می جو ہم می ذریں سبب ساکن نمی گرم دی
در میان ہاں ماں صاند ہم تاکہ جاں طارم بجاں صاند ہم
دیو میں چاہتا ہوں کہ کاش کہ ہیں وہ نہیں پاتا اس سبب سے کون کا ایک ماں ہی نہیں پاتا
اس کے اس کے درمیان ہونے والے تھے۔ اس کا دلش میں جان کا یہ حال
ہو گیا ہے کہ اس سے بھی عاجز آ گیا ہوں

ایک بزرگ نے ایک نیا غلام خریدا۔ اس سے پوچھا تیرا کیا ہم رکھوں اس نے کہا جوا قاتا
چاہیں۔ کہا تیرے کھانے کے لئے کیا سامان کروں اس نے کہا جوا پ چاہیں۔ پھر سوال کیا تیرے
پینے کے لئے کون سا کپڑا بناؤں؟ جواب دیا جو تک چاہیں۔ ان بزرگ نے کہا میں نے یہ بندہ
یعنی غلام نہیں خریدا ہے بلکہ یہ استاد ہے جسے میری تعلیم کے لئے بھیجا گیا ہے۔ تاکہ یہ مجھے
بندگی سکھائے۔ اسی کو کہا ہے

چند پرسی کہ بندگی چہ بود بندگی جو فلک بندگی بود
بے رنائے حق از چہ دعوت است آن نجات کد آن جرات است
دکبت تک یہ پوچھتہ ہو گئے کہ بندگی ہوتی کیا ہے؟ سنو بندگی خود کو ڈال دینے کے سوا
کچھ نہیں۔ اللہ رب العزت کی خوشنودی سے خالی بات اگر تجھے ہوتی ایسی بات تیرے
لئے جرات زخم ہے

اسے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ آج تمہاری مراد اور آرزو پوری ہو جائے۔
کوشش اس میں کرو کہ اللہ رب العزت کی خوشنودی و رفا تمہیں حاصل ہو جائے۔ اور جب
رہاں کی رفا حاصل ہو گئی تو من لہ المولیٰ قلہ اسکل امور میں کا ہو گیا سب کچھ اسی کا ہو گیا، ک
دلت اسے حاصل ہو گئی۔ اسی کو کہا ہے

در بہشت فلک ہمہ خاماں در بہشت تو دوزخ آشا ماں
بزدورت خوب دزشت لہو کنم جمل تو ہستی بہشت ما چہ کنم
(آسمان والے بہشت میں تو تمام خام کار رہتے ہیں آپ کی لقا اور دیدار کی بہشت میں
خون کے گھونٹ پینے والے رہتے ہیں آپ کے پر جو ہونے لگیں اور باتوں کی نظر کیا کروں جب آپ میرے ہیں تو

بہشت کو لے کر میں کیا کہوں

لیکن اگر تم یہ چاہو کہ یہ معلوم کرو کہ حق سجادہ تعالیٰ ہم سے ماضی و خوشنود ہے یا نہیں ؟ تو اہل معرفت کا قول ہے کہ اپنے اعمال کا جائزہ لو کہ طاعت ہی طاعت ہے یا معصیت ہی معصیت ہے یا دونوں ملے جے ہیں اگر تمہارے سارے اعمال طاعت یعنی صالح ہیں تو اللہ جل شانہ تم سے خوشنود راضی ہے۔ اس لئے کہ خوشنودی کی علامت طاعت و بندگی ہے اور اگر تمہارے اعمال گناہ کے ہیں تو خدا تم سے ناخوش ہے۔ یوں کہ اس کی ناخوشی کی پہچان گنہگاری ہے۔ اور اگر دونوں ملے جے ہیں تو دیکھنا ہو گا کہ غالب کیا ہے۔ کیوں کہ ایسے میں حکم غالب ہوتا ہے تو تم کو تم کو اور تمہارے جیسے دوسروں کو یہ دولت کہاں کہ طاعت ہی طاعت ہو۔ یہ بھی کہ تم نہیں ہے کہ طاعت کا حصہ غالب ہو۔ خدا اپنے پناہ میں رکھے اگر طاعت کا حصہ مغلوب ہوا تو اس کے غلاب و غتاب کے لائق ہوا اور اس کے غلاب و غتاب کے لائق ہوا تو اس کے لئے رہائی نہیں ہے۔ اہل ایمان لوگوں کے لئے رستگاری و بخشائش کی ہی ایک صفت ہے کہ استغظا اور توبہ کریں گے تو یہ کلمہ روزہ کھلا ہوا ہے جیسا کہ کہا ہے۔

اے پر گنہگار توبہ کی شایعات

بشتاب سوئے توبہ کہ از ماور گیتی

تقصیر مکن هیچ تو از کرم طاعت

اے بندے گنہگار توبہ کلمہ روزہ کھلا ہوا ہے اور اس کی نعمتیں تیرے لئے تیار ہیں تو

توبہ کرنے میں جلدی کرو کہ اس دنیا نے آخر کرنے کی وجہ سے بہت سے واقعات کو ختم دیا ہے

بندگی کرنے میں تو کوئی نہ کر اس لئے کہ تجھے جو کچھ چاہیے خدا وہ سب دیدیا ہے۔

اے بھائی! جو تک دنیاوی مشغلہ سے یکایک نکل آتا اور اخل ہے اس لئے جہاں

تک مکن ہے اپنی توت اور طاقت کے مطابق غم 'اندوہ حسرت' اور زحمت سے خالی نہ رہو

اور جہاں تک میسر ہو لگائے گناہوں کی معافی چاہتے رہو۔ اس لئے کہ ہر ساٹھ ستر سال کی ہوگی

یوسانس بال ہے زہت باقی ہے خود کو سمجھو۔ جیسا کہ کہا ہے

کار خود را زہ کانی کن بہرگ

این راں دریا بکاساں باشت

ناخن توں کر دکھے روزمرگ

ور نہ دشواری فراہاں باشت

اپنا ہونگے اس لئے کہ مرنے کے بعد کچھ نہ کر سکے گا۔ اسی وقت سب کو ماہل
 کر کے کہاجو تہ سے آسان ہے وہ پھر تجھے بھی شکل دے گی۔

جب حامل آرزو کی پہنچ گیا ہے تو استغفار کو اپنا وظیفہ بنا لو اور پانچوں وقت
 خاص طور پر راتوں کو استغفار بے انتہا کرو۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص استغفار
 بہت زیادہ کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کو فہرے روائی دیتا ہے روپیہ پیسہ کی تنگی سے نکالتا
 ہے اور اسے رزق دیاں سے دیتا ہے جہاں اس کا دامن بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اور ایک
 دوسری حدیث آئی ہے کہ جب تم میں سے کسی کا گناہ بہت زیادہ ہو جائے تو اس سے کہو استغفار
 بہت زیادہ کرے۔

قسم ہے خدا کی جس نے مجھے سچائی بنا کر بھیجا ہے استغفار اس کے گناہوں کو
 ایسا کھاجاتی ہے جیسے لکڑی کو آگ کھاجاتی ہے۔ اور حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے نقل ہے کہ حضور اس تاج نبوت کے ساتھ روزانہ ستر بار استغفار فرماتے اور آخر میں
 سو بار پڑھتا تھا۔ تفسیر امام زاہد میں مرقوم ہے کہ اس امت کی دو پناہ ہے ایک تو ہمارے
 سامنے ہے پر وہ میں ہے یعنی حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور ایک باقی
 ہے اما بھی قائم ہے اور وہ استغفار ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ترا نفس کا فرد کین است کجا تو سیری آجنگا دیل است
 نفس گر پر ز بیکت تو خروہاں قبل اش و نیاست اور مردہ داں
 از بیختی تو حای نفس رام چارہ دیگر ندارد و السلام

وہ ایک نفس کا فریبے گھات میں ہے تو اس تمام تک کیسے پہنچ سکتا ہے جہاں وہیں ہے۔
 یہ نفس اگر بہت چھلک ہے مگر تم سے کینہ جانو۔ یہ مردار دنیا اس کا قبلہ ہے اس لئے اسے مردہ
 خور کجو۔ یہ نفس زیانت ہی سے پیدا ہوا ہوتا ہے اس کے سوا اور دوسری کوئی ترکیب نہیں۔ اللہ
 نہیں اس کے شر سے سلامت رکھے۔

نقل ہے کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی کسی مہر میں یا حاجت باری کے لئے
 امداد چاہتا تو آپ اسے حکم دیتے استغفار بہت زیادہ کرو اور اگر کوئی شے معاش کے دفع کے
 لئے کہتا تو اس وقت بھی یہی فرماتے کہ استغفار بہت زیادہ کرو۔ جیسا کہ کسی نے مناجات کی ہے

بود میں عضو تو عاصی طلب مرد مصیباں گرفتہ زمیں سبب
 چون سیاہ آمد مرار نگ گلیم تو سپیدش کن چو مویم اے کریم
 از در خویشم گرداں نا اُمید از سر لطفے سیاہم کن سفید
 (آپ کے حقیقی عضو گنہگار کی طلب تھی اسی سبب سے میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا ہے۔
 میری کئی کارنگ گناہ کے میل سے سیاہ ہو گیا ہے۔ اے میرے کریم! آپ اپنے کرم سے اے
 میرے باہوں کی طرف سفید کر دیجئے۔ اپنے دراتھ سے نا امید نہ لوائیئے اپنے لطف خاص سے
 میرے نام سیاہ کو سفید بنا دیجئے۔)



والسلام
 شرف نیری

مکتوب ۱۴۹

صبر میں - دوسرے طور پر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آدمی بہر بیغمی رانیت پائے در گل جز آدمی رانیت
 شادی از اہل عصر بگناہ است آدمی را خود اندوہ از غناہ است
 (آدمی غم سے آزاد رہنے کے لئے پیابا نہیں ہوا ہے۔ حیرانی و پریشانی آدمی کے سوا اور کسی کے لئے نہیں ہے۔
 خوشی اہل زمانہ سے بگناہ ہے آدمی کو یہ وزن و نم خود اس کی اپنی ذات کے اندر سے ہے۔)

والدہ ماجدہ - دامت سیرتھا و عفتھا

کاتب مکتوب شرف نیری کا دعاء سلام قبول فرمائیں اور معلوم کریں۔ حادثوں کی تمام کیفیتیں اور گزشتہ

سلسلہ حضرت مخدوم بہاؤ اللہ کا یہ مکتوب والدہ ماجدہ کے نام ہے۔ اور کسی خاص حادثہ و واقعہ کے متعلق ہے۔ مکتوب
 ۱۴۹ بھی اسی ضمنوں سے متعلق ہے جو کسی عزیز کے نام ہے۔ دونوں مکتوب میں حاجی سمرقند کی کندہ
 حادثہ کی السلاخ طے کی فریون گئی ہے۔ (مترجم)

نجات حاجی سمرقندی سے معلوم ہوئے۔ واضح ہے آدمی ایسا جانور ہے جو اپنی ماں کے پیٹ
 ماندہ خون کھا کر پرورش پاتا رہا جب وہاں سے باہر آیا تو اس بلا لگانہ میں آ پڑا۔ جاننا چاہئے
 یہاں خون کے سوا کیا کھانے کا ہے وہ منزل ہے جس کو تہم لوگوں نے کہا ہے۔

کاش کہ ہرگز نہ زاوی ماورم تا نگر وی کشتہ نفس کا فرم
 کاش کہ ہرگز نہ ہو سے ہم من تا نبود سے خیش آرام من
 ہر کراور پیشیں امیں شکل بود چمن تو تاند کردا اگر صد دل بود

(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہیں کرتی بلکہ اس نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ کاش میرا
 ہم ہی نہ ہوتا تاکہ مجھے کسی دکت و سکون کا وجود ہی نہ ہوتا۔ جس کو یہ شیطانی پیش ہیں وہ
 کہتے ہی دیر ہو کر ہی کیا سکتا ہے۔)

چوں کہ عمر کو گذرنا ہی ہے تو آسانیوں میں گذرے یا مشکلوں میں۔ خوشی میں گذرے
 خوشی میں۔ سب برابر اور یکساں ہے جیسا کہ کہلے ہے۔

عمر روز پنج و شش می گذرد خواہ ناخوش خواہ خوش می گذرد
 چوں جنس می گذرد عمر کہ ہست چیت جز باواز جنس عمر سے بہت

(پانچ چھ دن کی عمر نہ رہی جاوے گی خواہ خوشی میں گذرے یا ناخوشی میں جب یہ ٹھہری ہے)

گذر جاتی ہے تو ایسی تہ کے گذر جانے کے بعد سوائے ہوائے خیالی کے اور کیا رہ جاتا ہے۔)

بس اس درمیان جہاں تک فرصت ہے موت اور قبر کی تیاری کریں سفر آخرت کا

تہہ مہیا فرمائیں دوسری اور تمام باتوں کو اپنے آگے سے دور کر دیں۔

ترک دنیا گیر کار سے مرگ ساز راہ بس ہدایت رہ را برگ ساز

مرگ را بر خلق عزم لانا است جملہ را در خاک خفتن لازم است

(دنیا ترک کر دیجئے موت کی تیاری کے لئے کام کیجئے راہ بہت دور ہے۔ راستہ کا سامان

تہیا فرمائیے موت کے لئے آمادہ رہنا آدمی پر لازم ہے سب کو قبر میں سونا ضروری ہے۔

باقی عمرات دن تو بہ واسطہ غفار میں بسر کیجئے اور اپنے ایمان کا نم کھاتی رہئے۔

اپنی تمام گزشتہ کوتاہیوں کے لئے مغفرت مانگئے۔ بے انتہا گریہ و زاری کے ساتھ

فریاد کیجئے۔ اور یہ مناجات کیجئے۔

چوں سیاہ آمد مرا رنگِ گلیم تو سپیدش کن چو مویم اے کریم
 خاتقا کز اہل عادت بودہ ام بارے آخرد شہادت بودہ ام
 از درِ خویشم گر ماں نااسید از سرِ لطف سیاہم کن سفید
 قطرہ چند از گنہہ شد پدید در چہاں دریا کجا آید پدید

ایسیری کلی کا رنگ میرے گناہوں کے میل سے سیاہ ہو گیا ہے۔ اے کریم! میرے بالوں کی طرح
 اے سفید کر دیجئے۔ اے میرے خالق! میں تو اہل رسم و عادت ہو کر رہ گئی ہوں۔ دیکھئے۔ پھر
 نئے سرے سے کلا شہادت پڑھتی ہوں۔ اپنے دریا کے محروم نہ لوٹا بیٹے اپنے لطف
 خاص سے میرے سیاہ ہو کر سفید کر دیجئے۔ گناہ کے اگر چند قطرے گر پڑے ہیں تو اس کو
 مغزوہ کرم میں وہ کب نظر آتے ہیں۔



والسلام

حقیر شرف مینیری

مکتوب ۱۵

دل کی صفائی اور نیت کے خلوص میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیت کن ہرچہ رہ در اے بود آدت خاند خدائے بود
 ہرچہ جز حق لبسوز و فارت کن ہرچہ جز دین از دہارت کن
 (تو کچھ تمہاری اپنی روش اور مانٹے ہے سب کو ختم کر دو تاکہ تمہارا دل خدا کا گھر ہو جائے۔ حق سبحانہ
 تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے سب میں آگ لگا دو اور تباہ و برباد کر دو دین کے سوا جو کچھ ہے اس
 سے پاک و ظاہر ہو جاؤ۔)

اے بھائی! ظاہر کو دنیاوی مشغولیتوں میں بے قراری اور کراہیت کے ساتھ اگر
 آلودہ رکھتے ہو تو کیا اعتبار کہ باطن آلودہ نہ ہو۔ دل تو وہ ہے جو دنیا کی آلودگیوں سے بالکل

پاک ہو۔ اس کے خلاف تمانے کا تصور عقول پر ہے گل ریشی نہیں۔ اِنَّهُ لَا يَنْظُرُ اِلَى
 صُوْرِكُمْ وَلَا اِلَى اٰخْتَابِكُمْ وَلَا يَنْظُرُ اِلَى قُلُوْبِكُمْ وَلَا بِنَابِكُمْ (جس کے خلاف تمانے تمہاری
 صورتوں کا اور تمہارے اخیال کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ تمہارے دلوں کا اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔) اور دوسرے
 وہ ہے جو اس عزیز نے کہا ہے۔

ازباں را ننگریم و قال را ماہوں را بسنگریم و مال را
 اہم زبانی دہونی ایمان را گنگریم کہ نہیں دیکھتے ہم تو تمہارے دل اور مال کو دیکھتے ہیں۔
 آخر سنا ہے ناکر القلب بیت اللہ تعالیٰ (دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس شعر میں اس کا نام

اشارہ ہے۔
 تشنہ از دریا جدائی کی کنہ بر سر گنجی گدائی کی کنہ

(پیا سا ہے اور دریا سے طیرہ ہوا ہے۔ نزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور بھیک کا پیالہ ہاتھ میں

لے پھر رہا ہے۔)

اے بھائی! مطلوب تو سارے جہاں والوں پر ظاہر و میاں ہے۔ اگر کوئی شخص
 اپنی بداقبال اور بد نصیبی سے خود حجاب میں آگیا ہے تو یہ محرومی اس کی جانب سے ہے۔
 آپنچو تو گم کردہ اسی کہ کردہ اسی ہست اندر خود تو خود را پر دہ اسی

(وہ جو تو نے کھو دیا ہے یہی تو تیری کمی ہے وہ تو تیرے اندر ہے تو خود اپنے آپ سے پر ڈھیل گیا ہے)

سبحان اللہ! اس سے زیادہ ظاہر اور نزدیک تر اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ جل شانہ

فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من جبل الورید (میں تو تمہاری رگ جہاں سے بھی زیادہ قریب ہوں)

عقل جو شکل قائم کر سکتی ہے اور خیال جہاں تک اسے لے سکتا ہے وہم و فہم کی جہاں تک رسائی

ہے اور اسے پاسکتا ہے اللہ رب العالمین کی ذات اور اس کی صفات اس سے منزه اور

پاک ہے اس کے باوجود وہ تمہاری رگ گردن سے بھی نزدیک تر ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔

اے در طلب گرہ کشائی مردہ با وصل بزادہ از جدائی مُردہ

اے بر سر تشنہ در خاک شدہ ہے بر سر گنجی گدائی مُردہ

(اے وہ کہ طلب کے عقد حل کرنے میں مردہ ہے۔ جس کے ساتھ پیا ہوا اور جدائی میں مردہ ہے)

اسے وہ کہ سمندر کے کنارے پیا سا خاک پر لوٹ رہا ہے نزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گدائی میں مردہ ہے)

اے بھائی! جناب آدم کی ذات اسرارِ غیب کی امانت گاہ تھی۔ ورنہ ایک سُنی خاک کی یہ آبرو کہاں تھی کہ خلیفہ و نائب ہو۔ قَدْذَا اِسْتَرْعٰظِنِيْمُ یہ ایک عظیم راز ہے۔ اور خوابِ ہر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مہر اس رازِ سرستہ کا یہ پتا دیتی ہے۔ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ (آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، اہم غزالی رتہ اللہ علیہ نے صورتہ کو صفتہ کے معنی میں فرمایا ہے۔ اسی کو کہا ہے کہ

تا نیاہ جان آدم آشکار رہ نہ استند سے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید زد کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک جناب آدم کی جان ظاہر نہیں ہوئی تھی کسی نے خداوند تعالیٰ کی جانب راہ نہیں پائی تھی

جب آدم کا ظہور ہوا تو راستہ بھی کھل گیا اور انہیں سے دونوں جہاں کے تالاک کنی اچھے آگئی۔)

اس سے زیادہ سنسنے کی طاقت کان کو نہیں ہے اور اس سے زیادہ بیان کرنے اور لکھنے

کی اجازت بھی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کے لئے معذرت ہے۔ آخر وہ تو سنا ہے جو کسی نے کہا،

سے زستی گر بگو یہ رمز عشقش جز الیش در طریقت وار باشد

(اگرستی میں کوئی اس کے عشق کے راز کو افشا کر دیتا ہے تو طریقت میں اس کی سزا سولی ہے۔)

پس راز کا چھپانا اور خاموش رہنا ضروری اور واجب ہے۔ ہاں! رمز و اشارہ میں جہاں

کچھ کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند در نکتہ دل بگو خودی کوشند

سے از کف دستم نفس می نوشند سر باز نہ دستر حق می پوشند

(جاننے ہو کہ یہ یونیان با سخا کیوں خاموش رہتے ہیں خود کو دل کے کد میں محور کھینے کی کوشش میں رہتے ہیں۔

محبوب کے اچھے سے ہر کو شراب کا جام نوش کرتے ہیں سکی بازی نگاہ دیتے ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کے راز کو افشا

نہیں کرتے ہیں۔)

اے بھائی! اگر یوسف علیہ السلام کو بیچنے کے لئے بازار لے جائیں اور میرے

پاس وہ پونجی نہیں کہ خرید سکوں اس لئے کہ پیدائشی مجلس ہوں لیکن ان کے حسن کا تماشا دیکھنا

تو درست بنے

گر تنگ شو خریدی می توانم ہائے گس از تنگ شو خریدی

اگر شکر کے بوسے خرید نہیں سکتا ہوں تو شکر کے بوسے سے کھیاں تو ہکتا ہوں۔
 جب جناب یوسف صدیق علیہ السلام کو مصر کے بازار میں لاکر کھڑا کیا گیا، ڈاک بھلی اور
 بڑھو اور بڑھو ہوتا رہا تو آپ کی قیمت بادشاہوں کے خزانہ سے بھی آگے ہو گئی۔ ایک ضعیف
 عورت چند سیر لیشم کے دھاگے جو اس کے پاس تھے لے کر بازار میں آئی۔ اور اس نے کہا میں
 اس غلام کو خریدوں گی لوگوں نے کہا اے ضعیف! کیا دیوانہ ہو گئی ہے۔ ان کی قیمت بادشاہوں
 کے خزانہ سے بھی آگے بڑھ چکی ہے۔ ان دھاگوں سے تو کیسے خرید سکتی ہے؟ اس نے کہا میں
 جانتی ہوں لیکن اپنی پونجی لے کر آئی ہوں اس لئے کہ میرا نام بھی ان کے خریداروں میں شامل
 ہو جائے۔ وہ سارا یہی ہے جو کہا ہے سن

ہر کہ دور نیست ازین عشق رنگ نزد خدا نیستہ بجز چوب دنگ

(جس شخص میں عشق کا یہ رنگ نہیں ہے خداوند تعالیٰ کے نزدیک وہ ٹکڑی دپتھر کے سوا اور

کچھ نہیں ہے)

والسلام
 حیدر شرف مینری

مکتوب ۱۵۱

معوذتین

سورہ بلاق اور سورہ ناس کے قرآن ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ کا گرامی نامہ لطیف عبارت سے آراستہ طلبہ بڑھا معوذتین کا تذکرہ فرمایا ہے
 کہ یہ قرآن سے ہے یا قرآن سے نہیں ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں قرآن سے نہیں ہے لائنہما سرتنا
 علی وجہ الرقیۃ فی حصۃ سحر الیہ ہرود علی بنی علیہ اسلام ولا تکون من القرآن ولہذا
 رزی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما لہما یکتہما فی صحیفہ (ایوں کہ یہ دونوں معوذتین

marfat.com

Marfat.com

بھاڑ کے طور پر پاتری میں جب کہ سہو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑکیا تھا لہذا یہ قرآن میں سے نہیں ہے چنانچہ
ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ان دونوں سورتوں کو اپنے مصحف میں نقل نہیں کیا
= قول صحیح نہیں ہے بلکہ مردود ہے۔

قول صحیح = ہے کہ معوذتین - سورہ فلق و سورہ ناس اس مصحف میں داخل ہے اور مرقوم
ہے جسے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے اور امیر المومنین عثمان غنیؓ لوگوں
کے امام ہیں صحابہ کے وقت سے آج ہمارے وقت تک۔ اور مغرب و مشرق کے تمام ممالک کے
رہنے والوں کے مصحف میں اسی طرح مرقوم ہے جس طرح دوسری تمام سورتیں مرقوم ہیں۔ اور جس طرح
دوسری سورتوں کے متعلق صحابہ کا اور تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اسی طرح معوذتین کے متعلق صحابہ
کا اجماع تھا اور تمام مسلمانوں کا اجماع تھا۔ کیونکہ مجموعہ پر سب کا اجماع و اتفاق اس کے
اجزا پر اتفاق اور اجماع کو واجب کرتا ہے۔ کیونکہ مجموعہ کا جز مجموعہ میں داخل ہے۔ اور اسی طرح
دوسری روایت ہے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ قرآن کی صحیح سورتوں کی تعداد
ایک سو چودہ ہے اور یہ قول تمام صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور ایسا ہی امام عثمان بن
عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ہے اور تمام ممالک کے اور شہروں کے مصحفوں میں وہی ایک
چودہ سورتیں صحیح فلق و سورہ ناس کے ساتھ ہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ معوذتین قرآن کے
ہے یعنی داخل قرآن ہے۔ لہذا ناپاکی و لپسیدی میں معوذتین کا پڑھنا ممنوع ہے اور اس پر
سب کا اتفاق ہے جس طرح ناپاکی میں تمام سورتوں کا پڑھنا منع ہے۔ چنانچہ اگر نماز میں ناپاکی
سورتوں کو پڑھیں تو بہ اتفاق بائز ہے جس طرح اور تمام سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔

اور دوسری بات۔ جب امیر المومنین عثمان بن عثمان رضی اللہ عنہ نے سورہ براءت کے
شروع میں بسم اللہ کہیں نہیں آپ نے بھی تو فرمایا۔ سورہ براءت نازل ہو چکی تھی اور میں حضور
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ سکا تھا کہ سورہ براءت کوئی علقہ سورہ ہے یا سورہ انفال
کا تممہ و آخر ہے۔ یہاں تک کہ آپ دار فناء سے دار بقا کی طرف رعت فرما گئے جب حضرت
امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے احتیاط کا یہ حال تھا تو معوذتین کو اور دوسری سورتوں
کے ساتھ جمع کیا اور اپنے مصحف میں لکھا جو صحابہ کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک ہم سب کے
امام ہیں اس نے معلوم ہوا کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو یہ ہدایت ہوئی کہ معوذتین

میں ہے یعنی داخل قرآن ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر گویا آپ معوذتین کا اعداد سری سمفوں کے
تقریباً ذکر کے بعد صفحہ میں نہ لکھتے تو جو کوئی یہ لکھتا ہے کہ معوذتین قرآن نہیں ہے خارج از
قرآن ہے تو وہ گویا امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر بہتان لکھتا ہے اور
مگر اس کتاب کے جو خارج از قرآن ہے اس کو معوذتین میں آپ نے جمع کروایا ہے اور صفحہ
میں لکھ دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں دینی امور میں کوتاہی و غور کس حد تک ہے اور کتاب و سنت
کے احکام کی طلب و تلاش کسے ہے اس کام میں کس حد جو عمل واقع ہو چکا ہے اور اس زمانہ
کے خاص و عام کو اس اہمیت و اہتمام نہیں دیا جاتا اور اس کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت
نہیں ہے۔ یہ مجرب و روزگار ہے یعنی زمانہ کا ایک حیرت انگیز واقعہ ہے۔ دین کے احکام میں
سے ایک حکم کی آں عزیز نے تحقیق کی ہے یعنی دین کا حکم ہے کہ دینی احکام کی تحقیق و تلاش کرو
اگرچہ مسافت کی دوسری ہے لیکن تحقیق کے لئے بے مسافت کو طے کرنے اور معلومات حاصل کرنے
میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے (حکم ہے) اطلبوا العلم ولو کان بالبعین علم طلب کرو اگرچہ
چین میں ہو۔

آں عزیز کے بارے میں ثابت ہوا کہ آپ کو علمی یا دینی تحقیق کی لگن ہے یعنی جس کو
جس کام کے لئے پیدا کیا ہے اس کے لئے وہ کام آسان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اور ہماری
حاجت و طاقت بخیر فرمائے۔

والسلام
حقیر شرف میزری

مکتوب ۱۵۲ توکل میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم
برادر عزیز! ہمیں معلوم ہوا کہ قرآن مجید فرقان حمید میں مسطور ہے داعیہ ربی

حتی یا تبارک یا یقین (عبادت کرو اپنے پروردگار کی یہاں تک کہ آجائے تم کو موت) مفسرین نے یقین کی تفسیر موت سے کی ہے۔ یعنی بندگی جیسا کہ قول ہے من نظر الی معبودہ سقط عنہا عبادت کرنے والے کی نظر بہرہ پر پڑتی ہے تو اس کی نظر اپنی عبادت سے ساقط ہو جاتی ہے۔ یعنی اس عبادت سے وہ محجوب نہیں ہو جاتا ہے المحبۃ سواۃ المحضور والغیبة وارتفاع البعد والقہر
 امرت حضور را اور محبوبت میں یکساں ہوتی ہے اور قرب و بعد کے نسبت (فراہ) میں عامل نہیں ہوتے۔

اے بھائی! محبت جب کمال کے درجہ کو پہنچتی ہے تو حضوری اور غیبت و غفلت ایک ہو جاتی ہے اور قرب و بعد اٹھ جاتا ہے۔ وحدت میں قربت کیا اور دوری کیا۔ غیبت کیا اور حضوری کیا۔ حضوری خود ایسی ہونی چاہیے کہ قرب و بعد نزدیک و دوری، حضور و غیبت سب حضور ہو جائے۔ اسی کو کہا ہے انا لیلین و لیلین انا حکایت ہے کہ ایک شخص نے مجنوں کے حکم بیان آئی ہے۔ اس نے سرگریاں میں ڈال دیا اور کہا لیل تو میرے ساتھ ہے اور میں لیل کے ساتھ ہوں۔

لیکن توکل تسلیم، رضا، تین چیزیں ہیں :-

توکل۔ حق سبحانہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا ہے۔

تسلیم۔ اللہ کے حکم پر اکتفا کرنا ہے۔

رضا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو دیکھنا ہے۔

خواجہ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ نے منقول ہے فرمایا کہ میں ایک صحرا سے گذر رہا تھا ایک مرد کو دیکھا کہ بول کے کانٹوں پر ہاتھ مار رہا ہے۔ اس کی یہ حرکت اداس کا یہ فعل دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا کہ اس شخص میں حیات و زندگی کا کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے مجھے تعجب ہوا میں نے کہا شاید مرد ہے یا یہ کانٹے اس کے لئے گلاب کی پیسوں کی طرح ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا س

إِنَّ قَلْبِي لَدَيْكَ مَوْقُوتٌ وَدَمْعُ عَيْنِي عَلَيْكَ مُنْذَرٌ

بلحیرتا بلحیرتا ایش بہا لہر میکن لی ایٹ معرون

خوامس کی حیات موت کی صفت پر ہوتی ہے (یعنی زندگی میں وہ مردہ جیسے ہوتے ہیں جب تود کو وقف کر دیا تو نفس کا حصہ نفس سے زائل ہو گیا۔ وقف قیام یعنی کھڑا ہونا ہے اور وقف دن کا اس کے نکر پر ایشی ہونا ہے۔ اور تمامی نطق سے سرت حق سبحانہ تعالیٰ کو کافی کرینا یعنی

اللہ تعالیٰ پر توکل و قناعت کر لینا ہے۔ اور یہ مشہور شائع کی کتابوں سے منقول ہے۔ لیکن رسالہ
تفسیری کی عبارت ہے قال سهل بن عبد اللہ التوفلی حال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و
الکلب سنة فمن یقی من حالہ ولا یتوکل من سنة وکان ابراهیم المخصی ص لا بفارقة
وحنوط وحقراط۔

مکتوب ۱۵۲

والسلام
فقیر شرف میزی

بلا میں صبر اور اس کی مرضی پر راضی رہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قال اللہ تعالیٰ انکف میت وانهم میتون (بیشک تو مردہ ہے اور وہ سب بھی مردہ ہیں)
کار عالم زانست و مردن است کہ پیدا آردن و کہ بردن است
لا جرم این کار بے پایاں فتاد تا بد این درو بے درماں فتاد
(اس عالم کے کارخانہ کا کام پیدا ہونا اور مرجانہ ہے کبھی لانا کبھی لے جانہ ہے۔ یقیناً
یہ کام لامتناہی ہے ہمیشہ کھلنے اس دروکار ماں نہیں ہے۔)

اے بھائی! حدیث شریف میں ہے کہ سب سے پہلی چیز جو لوح محفوظ میں لکھی
گئی وہ یہ تھی اِنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نِعْمَائِیْ
وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رِبَا سِوَایْ یعنی یہ درست اور سچ ہے کہ خدا میں ہی ہوں
میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میرا حکم ہے جو میری مرضی پر راضی نہ ہو میری نعمتوں میں شکر نہ کرے اور
میری بلاؤں پر صبر نہ کرے تو اس سے کہہ دو میرے سوا کوئی دوسرا خدا تلاش کرے اگر کوئی ہو۔
اہل بعیرت اور باب معرفت اس حدیث کی ہیبت اور سیاست و تنبیہ سے ہر لحظہ ہی چاہتے
ہیں کہ نیت و نیت ہو جائیں اور محدود ہو جائیں۔ لیکن عدم کی راہ جب بند ہے تو کیا کریں
سب کے سب آخر یہی کہتے ہیں سہ

کاش کہ ہرگز نبود سے نام من ۳۰ نبودے غیش و آرام من

(کاش میرا نام دشمن ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی حرکت و سکت کا صدور ہی نہ ہوتا)

اسے بھائی! بندہ اس کی قضا سے لاشی ہو یا نہ ہو تقدیر بدلنے والی نہیں۔ تو یہ
بمقامی و گھبراہٹ خود مستقل ایک مصیبت اور گناہ ہے فیطلب رتبا سوائی (میرے
ساکلی اور بدبختی لاش کرے) کا خوف اور خطرہ ہر وقت لگا ہوا ہے سے

آن کہ دلہای آشنا دازند دل ز چون و چرا جدا دازند

جان و تن را بہ کردگار سپار ۳۱ اور ون سراسے یا بی بار

(دلوگ من کے گلوب آشنا ہیں وہ اپنے دل کو چون و چرا سے طعمہ رکھے میں جسم و جان

سب س پاک پروردگار کے محالہ کرے ڈاکا اس کی بارگاہ پاک میں تہادی رسائی ہو جائے۔)

دیکھو! ہر وقت! خبر اور ہوسخیار ہو ز ہر ویں تو شربت کا پیار سمجھ کر نوش میں کرے

اور مردان دین کی اقتدا کرے۔ دنیا دار محنتوں کی نہیں سے

حکم حق سوی تو چو کردنگاہ جان بآرا ز پی نہ آہ

ہر پائی کہ دل منساید ازو از یکی تا ہزار شاید ازو

اسے بھائی! جب بندہ نے اشکی قضا اور تقدیر پر نگاہ رکھی تو وہ مشاہدہ حق سبحانہ

تعالیٰ میں مشغول ہو گیا۔ اگر دونوں جہان کی بلائیں اس پر ڈال دی جائیں تو یوں سمجھو پہاڑ پر ایک

بڑا بڑا ہو۔ اور جس کی نگاہ خود اپنی طرف ہوتی وہ نالہ و فریاد میں مشغول ہو گیا۔ بلا و مصیبت

کا ایک نسا اس کے لئے ویسا ہے جیسے ایک تنکا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ جانتے ہو ممبر

کی تعریف کیا ہے؟ ہر وہ بلا اور ناخوشگوار بات جو بندہ پر آئے اس پر وہ نالہ و فریاد

نہ کرے۔ اور رضا کیا ہے؟ جانتے ہو جب کوئی بلا و ناخوشگوار امر بندہ پر پہنچے تو وہ بیکہ

ذنا خوش نہ ہو۔ اظہ ما اعطی باللہ ما اخذ من انت فی البین (جو دیا اللہ کا دیا ہوا ہے

اور جو اس نے لے لیا وہ اللہ ہی کا ہے تو درمیان میں کن ہوتا ہے) چکے مومن بن جاؤ اور اپنے ایمان

کی حفاظت و نگہداشت جان کی طرح کرو۔ جان کیا چیز ہے ایمان کی حفاظت میں سو جان تو جان

کر دو۔ ایمان کے مقابلہ میں بیوی بال بچے، ماں باپ کیا چیز ہیں سے

بندہ ادبش تا باشی کے رُو سگے ادبش تا باشی بے

اس کہہ کے بندہ بن جاؤ تاکہ کچھ کام کر سکو جاؤ اس کے ور کے کتاب بن جاؤ۔
اس سے تم بہت کچھ سیکھو گے۔

حدیث شریفہ میں ہے الايمان نصفان نصفه شكرا ونصفه عبودية یعنی ایمان کے دو برابر حصے لازم ہیں ایک نصف نعمت میں شکر اور دوسرا نصف بلا میں صبر ہے اور اس دنیا میں آزمائش کی بھی دو قسمیں ہیں ایک نعمت کے ذریعہ ایک بلا کے ذریعہ اگر نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور اگر بلا و مصیبت سے آزماتے ہیں تو صبر کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ناکساں را بطف خود کس کرد شکر و صبر سے زندگان بس کرد
دعویٰ ایمان کے ساتھ جہاں یہ صفتیں نہ ہوں تو سمجھ لو محض دعویٰ ہے اور بغیر دلیل کے محض دعویٰ جھوٹ ہوتا ہے یہ مثل سنی ہوگی مگر مدعی کذاب
راہ زد مشغول عالم ترا نیست پروای خدا یکدم ترا
(دنیا کی مشغولیتوں نے تری ماہ مازی ہے تجھے خدا کی ذمہ برابر پرواہ نہیں ہے۔)

اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے الصبر من الايمان بمنزلة
الراس من الجسد ایمان کے لئے صبر سر کے درجہ میں ہے جس طرح جسم کے لئے سر ہوتا
ہے اور یہ جانتے ہو کہ بغیر سر کے جسم کس کام کا ہوتا ہے۔ اسی طرح بلا فرق بغیر صبر کا ایمان
ہوتا ہے۔

زیر کاں را چوروز معلوم است کہ شب و روز عاقلان شہماست
اے بھائی! دل خوش رکھو کہ بلا کی تہ میں بہت سارے اسرار ہیں اور کام ہیں۔
اپنے کام کا قاعدہ اسی طرح مقرر فرمایا ہے کہ اپنے دوستوں کے لئے جو کچھ رکھا ہے وہ
بلا کے پردہ کے پیچھے رکھا ہے۔

بر بلا کیس قوم راحق دادہ است زیر آں گنج کرم بہادہ است
چنانچہ بزرگوں نے جناب ایوب علیہ السلام کے فریاد کی تفسیح یوں کی ہے کہ جناب
ایوب علیہ السلام پر متواتر بلاؤں کا نزول تھا جب تک جسم پر گوشت کا حصہ رہا کوئی فریاد
نہیں کی جب بدن پر گوشت کا ایک ٹکڑہ بھی نہیں رہا بلا انتہا کو پہنچ گئی تو خوف اس کا

پیدا ہوا کہ جب باختم ہوئی تو عطا و نوازش بھی زائل ہو جائے گی۔ بلا کے آثار سے نہیں بلکہ عطا و نوال کے زوال سے فریاد کی اور کہہ اٹھے رب انی منی الضریانت ارحم الراحمین
 اسے میرے رب بیشک میں نقصان میں ہوں آپ ارحم الراحمین ہیں۔ فرعون کو ملک و بادشاہت
 اور آرام و راحت چار سو سال تک بلا طلب عطا فرمائی۔ اگر وہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے درو
 دسوز کا ایک ذرہ بھی مانگتا تو اتنا نہیں ملتا سے

فرعون! نہ داویم اسے دوست در دوسر زیا کر او نہ داشت سرور دہا سے ما
 اسے بجا! بندہ کا بلا جیسا حق سبحانہ تعالیٰ سے اس کی محبت کی دلیل ہے۔ اسی کہ

کہا ہے کہ

عزت چو دریا باشد بے بیع شکستے ملک و رکون دسکاں مارا جز خوار نہ باید بود
 نقل ہے کہ ابو بکرؓ رحمت اللہ علیہا پر جس دن کوئی بلا نازل نہیں ہوتی تو وہ مناجات
 کرتیں۔ الہی تو نے روٹی تو دی لیکن میری اپنی وہ فنا کہاں ہے؟
 کہاں ہیں دستار بند اور جبہ پوشان موانگی کا دھوی کرنے والے! ذرا ایک دوپٹہ
 اور صحنے والی کو دیکھیں اور اپنے جبہ و دستار سے شرم کریں۔

اور جب منور رسالت پناہ ملی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہت اور فقر کے درمیان اختیار
 دیا گیا کہ ان میں سے جو چاہیں قبول فرمائیں چوں کہ حضورؐ تمام عارفوں کے سردار ہیں آپ نے
 یہ جان لیا تھا کہ فقر بلا کا گھر ہے اور جس قدر نوازش و اکرام اپنے دوستوں کے لئے اللہ
 نے رکھا ہے وہ سب بلاخانہ ہی میں رکھا ہے اس لئے آپ نے فقر اختیار فرمایا۔ اسی کا
 اشارہ اس شعر میں ہے کہ

ہر کس کہ ذلیل کرد خود را اندر نظرش ہوں طیلات
 عاشق ز برائے عز مستوق در دنیا و آخرت ذیلات

کیا یہ نہیں دیکھتے ہو کہ عالم محبت اور خصوصیت سے ایک ذرہ بھی فرعون و عمرو
 کی قسمت اور حصہ میں نہیں آیا۔ اور ان سب کو بادشاہت اور مال و جاہ کا مالک بنا دیا تاکہ
 سا! جہاں یہ جان لے اور دیکھ لے کہ اپنے دوستوں اور محبتوں کے ساتھ اللہ جل شانہ کا معاملہ
 دوسرا ہے۔ دشمنوں کے ساتھ دوسرا ہے مشمول ہے کہ ان اللہ بجزب المؤمن مابلاء

کما بجر ب احد کمال الذنب بالنار حق سماء تھانے مومن کو بلا میں ڈال کر جس طرح
آزما ہے جس طرح تم سونا کو آگ میں ڈال کر ہانپتے ہو یہاں دیوانوں کی دیوانگی کام آتی ہے
جیسا کہ کہا ہے

تاوانی باخرو بیگانہ بخش عقل را غارت کن و دیوانہ باش
زانکہ گر تو مائل آئی سوئے من ز غم بسیاری خوری و رکوی من
زانکہ گر دیوانہ آئی در شمار بیخ کس را با تو نمود بیخ کار

اسے بھائی! بندہ نے جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا تو سب سے رخ
پھیر لیا اور خدا کی محبت کا دعویٰ کیا فلا بد من البیتۃ والبرہان تو اس کو دلیل و
برہان کے بغیر چارہ نہیں ہے وگرنہ محض دعویٰ بغیر دلیل و ثبوت کے جھوٹ ہے۔ اور دلیل
و برہان یہاں نعمت میں شکر اور بلا میں صبر ہے۔

یہ تو جانتے ہو کہ اس بارگاہ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر
صاحب عزت، محب، کرم، بزرگ تر اور کوئی شخص نہیں ہے۔ اور حسن و حسین رضی اللہ
عنہما سے زیادہ دنیا میں کوئی فرزند عزیز، شریف، عالی مرتبت اور محبوب نہیں ہے۔ اگر
شیطان بہکائے نفس و سوسہ ڈالے تو اس وقت حضور کے اسوۂ حسنہ اور سیدنا
امام حسن و حسینؑ کی مصیبتوں اور بلاؤں کو دیکھو۔ اور وہ جو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے
من اسابہ مصیبتہ فلیذکو مصیبتی اپنی امت کے دل کی تسکین و تسلی کے لئے فرمایا
ہے کہ جس کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس سے کہو کہ وہ میری مصیبتوں کو یاد کرے۔

ان تمام تحریر و بیان سے کاتب مکتوب کا مقصد برادر عزیز کے دل کی تسکین و تسلی
پہنچانا ہے۔ بار بار اس خط کو پڑھیں تاکہ صبر کرنے اور اس کی رہنمائی پر راضی رہنے میں مانت
و مدد حاصل ہو۔ اب اس مکتوب کو مصیبت کے اس آیت پر ختم کرتا ہوں جو قرآن یعنی کتاب
خداوندی میں بندوں کی تعلیم کے لئے آئی ہے۔ اذا اسابتم مصیبتہ قالوا اللہ وانا

الیہ راجعون ہ

والسلام
شریف تیری



marfat.com

Marfat.com

مکتوب ۱۵۲

امراء و سلاطین کے دربار میں جانے کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کاتبِ حروف کا خصوصی سلام و دعا آں برادر کا خط اس فقیر کے اشتیاق سے پڑ
نظم و نثر میں تحریر بیان ہوا ہے، لاطلا لو میں آیا دستوں اور نمونوں کا یکجا ہونا ان کی ملاقات
بظاہر بہت خوب معلوم ہوتی ہے اگرچہ یہ ملاقات تھوڑے ہی دیر کی کیوں نہ ہو ہاں ایسا ہی ہے
لیکن اس رُوح سے کہ وصال کے بعد جدائی سخت دشوار ہوتی ہے اور دستوں عزیزوں کی ملاقات
بغیر جدائی کے اس دنیا میں محال ہے تو دستوں کی جدائی کی یہ حالت وصالِ حقیقی کی امید پر
رہتی ہے اگرچہ کتنا ہی سخت معلوم ہو اور جان و دل پر دشوار گذرے۔ اسی نظر سے کسی نے کہا ہے۔
سے برآئش ز قنست بامید وصال این آب حیات ماستھاں چہ خوش باشد

(وصال کی امید جدائی کی آگ میں ہے، یہ آب حیات ماضیوں کے لئے گیا ہی خوب ہوتا ہے)

اس کے ساتھ المود مع من احب (۲) میں کو مدت رکھتا ہے قیامت کے دن دعائی کے ساتھ (جہاں) جب شرع
کا یہ فتویٰ ہے تو دل کی تسلی کے لئے کافی ہے اور یہ جو بزرگوں کا قول ہے کہ کوئی کتنا ہی حد مغرب
مشرق میں ہو تو بھی وہ ہم زانو ہے اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اور وہ جو کہتے ہیں لا بعد ما المحبة
ابت کے ساتھ (دوری نہیں) یہ بھی وہی بات ہے، انشاء اللہ اس معنی سے آپ کو تسکین حاصل ہوگی۔

اے بھائی! جس طرح سوال اپنے لئے مذموم ہے اسی طرح امراء و سلاطین کے دربار میں جانے کا مذموم
ہے لیکن یہی دوستوں کے نفع کے لئے اور کسی مسلمان کے مقصد برآسی کے لئے ہو تو محمود ہے جس طرح سوال اہم
کام بہت بڑا کام ہے اس کا تعلق حریتِ آزادی سے ہے، بعض بزرگوں نے اپنے مفاد و نفع سے کہتا
آزاد ہو کر یہ کام کیا ہے امراء و سلاطین کے پاس آتے گئے ہیں اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے بھی سفروں نے کہا پڑا کے لئے آپ نے ایسا کیا ہے۔

والسلام

مکتوب ۱۵۵

قناعت ترک دنیا میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جمال الدین! اللہ تعالیٰ امر خیر پر خاتمہ فرمائے۔

جانو کہ آں عزیز کا مکتوب سید اشرف الدین لائے پڑھا گیا اسے فرزند دنیا و دنیاوی کے اس گٹھے کی مثال ہے جسے حاویہ کہتے ہیں اور تم نے سنا ہے کہ دوزخ کے حاویہ کی گہرائی اور اس کی انتہا نہیں ہے اسی طرح جانو کہ دنیا کی بھی گہرائی اور اس کی انتہا ظاہر نہیں ہے تو جو دنیا کے کاموں میں مبتلا ہوا وہ حاویہ میں گر پڑا ہمیشہ ہمیش کے لئے اب وہ کہاں اور نہ جاتا و چپسکا رہا کہاں۔ اہا ضرورت بھرنی جس قدر ضروری ہے اگرچہ صورتاً وہ دنیا ہے مگر معناً آخرت ہے کہ مایستعان بہ الی العبادۃ فهو عبادۃ (جس چیز سے عبادت میں استعانت و مدد لی جاتی ہے وہ عبادت ہے) "و ضرورت" ضرورت کی حد یہ ہے مالا یمکن دفعہا (جس کا دفع کرنا ممکن نہیں) اس بنا پر ہے کہ ضرورت کی مقدار یعنی جتنا ضروری ہے اس کا ترک جائز نہیں ہے۔ اور اگر یہ پوچھو کہ دنیا ہے کیا؟ بزرگوں نے کہا ہے کل قیامت کے دن جو کام نہ آئے وہ سب دنیا ہے اگرچہ نماز، روزہ، علم، تلاوت قرآن ہی کیوں نہ ہو اسی سے سمجھ لو کہ اور دوسری چیزیں کیا حقیقت رکھتی ہیں رَبِّ تَالِی الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنِ یَلْعَنُهُ رَبُّ صَامِ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِلَیْہِ الْاَلْبَجْرِ وَالْعَطَشِ وَصَلْوٰةِ مَہَا ی (کتے ایسے قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے کتے ایسے روزہ دار ہیں کہ ان کے روزوں کا حاصل بھوک پیاس اور دیکھانے کی ناز کے سوا کچھ نہیں ہے) علمائے دنیا کے علم کو ایسا ہی جانو ان یاد اؤد لا تسئل عن عالمنا مستکبر وحب الدنيا فیقطعناک عن محبتی اولئک تطاع الطریق حتی عبدی اور یہ کہ اسے راؤ والیے عالم کے بارے میں سوال نہ کرو جس کو دنیا کی محبت نے منکر بنا دیا ہے کہ وہ تجھے میری محبت سے دور کر دے گا یہی لوگ میرے

نہ وہ کہنے بہتر نہیں) جب یہ جان لیا کہ جو کچھ کل قیامت کے دن کام نہ آئے وہ سب دنیا بے
 ثواب ہوشیار ہو جاؤ اپنے اندر غور کرو جو کچھ تم رکھتے ہو میں سمجھتا ہوں کہ وہ کل قیامت میں کام
 نہیں آئے گا اور اس اپنے اندر خوب غور و خوض کرو اور انہی طرح دیکھو کہ کفر رکھتے ہو یا ایمان
 تو یہ رکھتے ہو یا شرک، اعلان رکھتے ہو یا نفاق، بت پرستی رکھتے ہو یا خدا پرستی، اگر کوئی
 کافر طیب تم سے یہ کہے کہ فلاں چیز نہ کھاؤ یہ نقصان دہ مضر ہے باوجود اس کے کہ اس کی پہچان
 پر یقین نہیں ہے پھر بھی اسی وقت اس چیز کو تم ترک کر دیتے ہو اور اس سے پرہیز کر لیتے ہو اگر
 نہیں کھاتے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام آتے رہے اور سب کے سب یہی
 فرماتے رہے کہ حب الدنيا اس کل خعلیة (دنیا کی محبت تمام گناہوں کا سرچشمہ) اس کے
 باوجود تم دنیا کے کاموں سے باز نہیں آتے ہر روز دنیا طلبی میں حریص تر ہوتے جا رہے ہو تو یہ ایسا
 ہے کہ تمہیں طیب کافر کے قول پر ایمان ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے قول پر ایمان
 نہیں ہے اور یہ وہ ہے کہ زبان سے تمہارا لا الہ الا اللہ کہنا تمہارے حق میں جھوٹ ہوتا ہے
 یہ ایمان زبانی اور کفر دلی ہے کیا کہتے ہو ایسا ہی ہے نا، یا ابی رحمہ اللہ، من انصف۔
 (اے ابا اللہ ان پر رحم کر جو انصاف والے ہیں) شرک کو بھی ایسا ہی سمجھو اور نفاق کو بھی ایسا
 ہی جانو اگر تم اپنا جائزہ لو تو یقیناً اپنے اندر یہی پاؤ گے لیکن تم تو زن و فرزند کے غم میں سبھاؤ
 منزلت کی فکر میں مبتلا ہو گئے ہو دین کے غم نے تمہارا دامن کہاں پکڑا ہے۔ افسوس کہاں بن
 کا غم اور کہاں تم دین کا کام ایسا آسان نہیں ہے کہ تم رکھتے ہو اور تم جیسے دوسرے تم فلا
 خلیل اللہ کو دیکھو کہ جب دین نے اپنا جمال خاص دکھایا تو جلالت نبوت کے تابع اور خلعت
 خلیل کے خلعت کے باوجود کہہ اٹھے وَاجْتَنِبْنِي وَبَنِيَّ اِن نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (اے میرے اللہ
 آپ مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے دور رکھئے) انہوں نے کب بتوں کی پوجا کی تھی اس کے
 باوجود اپنے اوپر یہ گمان بہ آپ نے فرمایا۔ تم یہ جان لو کہ مرغانِ خدا ہی دین کے کاموں کھانے
 ہیں کہ دین کا معاملہ کیا ہے اور کیسا ہے مخمشان کیا جانیں۔

دوسری نقل یہ ہے کہ ایک دن امام شہل جنت اللہ علیہ غائب ہو گئے لوگوں نے بہت
 دھونڈھا ان کا پتہ نہ ملا آخر ایک روز ان کو دیکھا مخمشن ہجرہوں کا لباس پہنے ہوئے انہیں کی
 جماعت میں اس سبب کذائی پر ان کی شکل بنائے بیٹھے ہیں لوگوں نے پوچھا اے مقصدانے عالم

یکیا حال ہے؛ فرمایا بظاہر میں عورت نہیں ہوں۔ باطن مرد نہیں ہوں اور جب میں یہ دونوں نہیں ہوں تو عنشت ہوں بس۔ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ دین کیا ہے اور دین کے کام کیا ہیں۔ بیان شکر پرستوں، ہوس پرستوں کو اس غم سے کیا غم ہے۔ اب تمہیں بتاؤ تم کیا کہتے ہو عمر بچاؤس سے آگے گذر چکی اس طرح غفلت میں پڑے رہنا اور شیطان کے غرور سے مغرور ہونا یہ کب تک۔ ذن و فرزند اگر دین میں تمہارے مددگار و معاون ہیں تو ان کے ساتھ رہنا چاہیے اور اگر لایا نہیں ہے تو ان سے علیحدگی و کنارہ کشی خود فرزند ہے! **إِنَّمَا هُوَ الْحَمْدُ وَأَوْلَادُكُمْ عِدُوٌّ لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ** (بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے دین کے دشمن ہیں ان سے احتراز کرو) ان کے چلے جانے اور مرنے کا اس درجہ قلق و اضطراب کیا ہے۔

اپنے کفر کو اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا جیسا کہ میں نے کہا۔ شرک و نفاق کو بھی اپنے اندر ایسا ہی جان لو بلا فرق۔ اگرچہ ہر سمت سے کھول کر میں نے نہیں دکھا۔ سبب طوالت مکتوب اگر ڈھونڈو تو پاؤ گے جیسا کہ کفر کو تم نے دریافت کر لیا۔ وقت کو غنیمت سمجھو ابھی فرصت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کفر و نفاق کو قبر میں لیجاؤ اپنے اوپر توجہ کرو نہ کہ ذن و فرزند پر جس طرح میں کرتا ہوں اپنا ماتم کرو نہ کہ ذن و فرزند کا ماتم جیسا کہ میں ماتم کرتا ہوں ہمارے اور تمہارے لئے اتنا بھی بہت ہے اگر ہو سکے۔ اور یہ شعر یہاں پر حسب حال ہے۔

از بخت بدم اگر فروشد خورشید از نور وقت ہا چراغے گیرم

(اگر میری بدبختی سے سورج چھپ گیا ہے تو کیا ہوا۔ لے چاند سے چہرہ والے محبوب کیوں نہ میں

ترے رخ سے روشنی لوں)۔

اگر دین نہیں ہوگا تو کم سے کم دین کا ماتم تو ہوگا وگرنہ یہ نہ وہ پھر اور کیا رہ گیا
أَوْ ذَلِيلٌ كَالْأَنْعَامِ بِيَهُمْ أَمْثَلُ (یہ لوگ جو پاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ) بڑھو اور جان لو جیسوٹے پندار، فاسد گمان اور خیالی مغرور نہ بنو۔

انسوس، انسوس! کہاں تم اور کہاں دین مسلمان شیطان نے تمہارے دماغ میں ڈال دیا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور دین مسلمان رکھتا ہوں۔ اگر آج دین کا غم تم نہیں کھاتے تو ساری عمر اسی میں بسر کرنا پڑے گا۔ اور نداء الہی فکشفنا عنک غطاءک فبصرك الیوم حصدید رسواب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ (غفلت) اٹھا دیا سو آج تو تیری نگاہ بڑی تیز ہے) تم تکسپینچ جائیگی

تمہارا آنکھ تیز میں کر دی، تو یقیناً جو کچھ تمہارے اندر ہو گا وہی نظر آنے لگا۔ اب دیکھو کہ بت و زنا ہے یا اسلامی لیکن جب کام اچھے سے نکل چکا تو اب کیا فائدہ۔ یہی وہ ہے جس کو کہا ہے

سرف تری اذا تجسلی الخبار انجبتك فرس ام حمار
حاصل کن ازیں جہان فانی ہنری نشیں تو دیریں سر سے چوبے غبری
نشیندایں غبار و شک بر خیزد کاہت است بزیر انت یا ہنتر خرا

(اس فانی دنیا سے بہترین ہنر حاصل کرو، اس سرائے فانی میں غافل نہ رہو، جب یہ غبار چھٹ جائے گا تو شک ختم ہو جائے گا اور پتہ چل جائے گا کہ تمہارے دان کے نیچے گھوٹا ہے یا گدھے کی لاش ہے۔) مدت ہوتی بزرگوں نے کہا ہے آجکل خلل ایمان ہے کہ ایمان ہے بھی یا نہیں۔ اہل غفلت اسی فرسے مغرور ہیں کہ ہم مومنوں میں ہیں اور اس آیت کو بھول گئے ہیں وَحِينَئِذٍ اسْتَأْذِنُ لَكُمْ لَقَوْلِ امْتَابَا لِلَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ (اور ان میں سے بھینٹے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن (یعنی قیامت) پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں ہیں یا ہوشیار رہو اگر کسی وقت تمہارا نفس کا فرد مومنی ایمان کرے اور خود کو مومن جتلائے ہرگز ہرگز یقین نہ کر دو اور اس کے اس دودخ پر مغرور نہ ہو کیونکہ یہ نفس جھوٹا مدعی ہے جب تک اس کو کسلی پر پکے نہ لو اگر پوچھو کہ اس کی کسلی کیا ہے تو کسلی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جن کے ایمان کی دولت یہ ہے لو اتوفوا ایمان اصحی مع ایمان ابی بکر لوج ز اگر میری تمام امت کے ایمان کا بوز کھمے جان سے مواز نہ کیا جائے تو ابو بکرؓ کا ایمان کا بوز لگا ہو جائے گا کس طرف فریاد کرتے اور پوچھتے ہیں یا رسول اللہ ما لایمان (یا رسول اللہ ایمان کیا ہے) سگان اللہ کیا خوب حیرت ہے کہاں وہ 'سرور صدیقان' اور کہاں یہ سوال۔ ایمان جیسا چلے وہ خود آپ رکھتے ہیں کہ آپ اہل دل ہیں ہم لوگ زبان والے ہیں۔ اور دین جیسا ہونا چاہیے وہ خود ان کے پاس ہے اس لئے کہ آپ اہل حقیقت ہوئے ہیں اور ہم لوگ اہل رسم و عادت ہیں اور زبانی دعویٰ کرنے والے ہیں۔ اس کے باوجود خود کو حضرتؐ نے مجلس دیکھا اور اپنے نفس پر بدگمان رہنے ایسے بدگمان کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایمان کیا ہے یا رسول اللہ اس طرف جیسے کسی نا آشنا کو تم دار حرب سے لے آؤ اور وہ پوچھے کہ ایمان کیا ہے۔ اسی سے اچھی طرح سمجھ لو کہ دین کا نعم ان لوگوں میں کیسا اور کس درجہ تھا یقیناً دین

رکھتے تھے اس دولت کے باوجود گمان ایسا رکھتے تھے کہ نہیں رکھتا ہوں۔ آج کل سارے جہاں کو دیکھ لو دعویٰ سے پڑ ہے اس کے بیچ کوئی ایک بھی نہیں سبکے سب بھولے دمویا ہیں۔ یہ سچ ہے کہ جو جتنا زیادہ جاہل ہے وہ اتنا ہی زیادہ کتاب ہے۔ حق سہما نہ لعلے ہم سب کو اور ہماری طرح تمام لوگوں کو اس شقاوت و بدبختی اور ادب کے ساتھ قبر میں زلے جاسے اور ہماری اس فریاد کو سن لے اپنے کرم اور اپنے فضل سے۔

چوں کہ سید اشرف الدین سے تم فرزند کے اشتغال اور تفرقہ دل کا حال سنا گیا اسی بنا پر یہ چند سطر میں لکھی گئیں خوب فور سے مطالعہ کرو ان خطوط اور نامے کو دوسرے لوگ نہ دیکھیں اور کسی دوسرے کے ہاتھ نہ پڑے۔ راقم کی یہ ہدایت ہے۔ ان چند سطروں میں فوائد بہت ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ تم فرزند کے حصہ میں آیا ہے یا نہیں اللہ بہتر جانتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرحوم والیہ المآب استغفر اللہ من جیب ما کرہ اللہ ما لیس فی مکتوبہ لکنا بیضا

وَالسَّلَامُ

فاکس اشرف منیری



مکتوب ۱۵۶

کشف اور تشکل تشکل میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام تاج الدین طاہر! اللہ تعالیٰ علماء دنیا کی بہت سے محفوظ رکھے۔ سلام و دعاء کا تب حروف اشرف منیری مطالعہ کریں۔ لکھنا یہ ہے کہ جس وقت ان عزیز لفظ آیا اس کا جواب ظفر آبادی ایک جہان کے معرفت بھیجا گیا جب دوسری بار آپ کا خط ملا اس کا جواب بھی ایک عزیز جو قصبہ اندلی جا رہے تھے ان کے معرفت بھیجا گیا تیسری بار پھر آپ کا مکتوب پہنچا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خط لیجانے والوں نے جواب خط نہیں پہنچایا۔ آخر تیسری بار خط کا جواب برادر مولانا مظفر کی معرفت بھیجا جا رہا ہے انشاء اللہ یہ آپ تک پہنچ جائے گا۔

marfat.com

Marfat.com

ایک بات کشف کے بارے میں کشف حقائق اشیا کا دیکھنا ہے جیسا کہ اس کی حقیقت ہے وہاں اس کی تعبیر کی کوئی حاجت نہیں اور خواب میں دیکھنا مثال ہے نہ کہ اشیا کی حقیقت جیسی کہ ہے اس کا دیکھنا ہے۔ ہاں یہاں تعبیر کی حاجت ہے پس وہ دوسری چیز ہوئی اور یہ دوسری چیز ایک اور بات۔ تشیل مثل سے ہے اور مثل کے معنی مانند و نظیر کے ہیں اور تشکل، شکل سے ہے شکل کے معنی ناز کے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں امزاة ذات شکل (شکل والی صورت) اور شکل کے دوسرے معنی طریق کے ہیں لہذا کسی جگہ اور کہیں پر بھی تشکل، تشکل کے معنی میں استعمال ہوتے ہوئے دیکھا نہیں گیا ہے۔

ایک خاص بات۔ روح خواب کی حالت میں ویسی ہی ہے جیسی کہ بیداری کی حالت میں جس طرح حالت بیداری میں روح ہی دیکھنے والی ہے بصر کے ار کے ذریعہ حالت خواب میں بھی روح ہی دیکھنے والی ہے بصر و بصیرت کے ار کے ذریعہ بغیر فرق کے۔

ایک خاص بات شیطان کے تشکل کی نفی خصوصاً ہے کہ فان الشیطان لایتمثل شیطان حضور کے مانند و مثل نہیں بن سکتا، اور دوسروں کے لئے عمومی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں تو اس معنی میں کیا آدمی، کیا فرشتے اور کیا نوری اپنے انوار سے حضور کے مانند و مثل نہیں ہو سکتے اس میں سب کے سب برابر ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

اے بھائی! یہ کیا بحث ہے اور یہ کیا سوال ہے۔ بیل مراد پر پچاس جگہ ٹھہرنے کی ہے اور ہر ایک ٹھہراؤ سے دوسرے ٹھہراؤ تک ہزار سال کی راہ ہے۔ ہر ٹھہراؤ میں ایک سوال کیا جائے گا۔ ان سلاط کے جواب کا غم کھاتے رہنا چاہیے کہ صحیح جواب ہو سکے۔

والسلام

حکام شرن مینری



مکتوب ۱۵۷

حاجت سے زیادہ علم حاصل کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام تاج الدین ظاہر اسلام و دماہ کاتب حروف شرف اللہ بن حامد یحییٰ نیری مظلوم کریں۔
 آں عزیز کو معلوم ہو کہ فرین کی مقدار سے زیادہ علم حاصل کرنا اپنی ذات سے مستحسن ہے۔ یہ
 کمال علم کی صفت ہے اور تبحر ہے دین میں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ آج کل اکثر و بیشتر دینی امور
 اور دوسرے کسب و کمائی کی طرح ہو گئے ہیں دنیا کا حصول اور امیروں، دولت مندوں کے ترشہ
 خانہ اور مان کے اٹاک ہے نفع حاصل کرنے کا وسیلہ بن گئے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ہلاکت
 ہے۔ شنوی سے

علم سو ستا مال برد ز سونے نفس و مال جاہ برد

علم راجوں تو خوانی باز یاد آت ساز جا طازان سلیری

د علم تماشہ کے مد کی طرف رہیری کہ ہے نہ یہ کہ نفس و مال و مرتبہ کی سمت، اگر تم علم کو رو نہیں

پڑھتے ہو کہ مال و دولت و جاہ و منصب حاصل کرو تو یہ بیکار ہے)

اور آج کل اس بلا میں علماء و دنیا مبتلا ہیں مثلہم کمثل الحمار و یحمل اسفارا ان
 کی مثال اس گدھے کی ہے جس پر بوجھ لدا ہوا ہے، اور علماء آخرت وہ ہیں جن کے حق میں ہے
 مثلہم کمثل الانبیاء کما نطق الشرع علماء امتی کانبیاء و بنی اسرائیل ذکر ان کی
 مثال انبیاء کی ہے جیسا کہ شرع ناطق ہے مری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں،
 علماء آخرت ان آفات سے پاک ہو گئے ہیں اور پاک ہیں ان کی صفت یہ ہے جو کہی گئی ہے۔ شنویات

علم و عمل زباں مشاں مات میزان صفت اند بے حکم و کاست

چوں نیک و بد از خدائے دیند روئے از ہمہ خلق در کشیدند

بذخا طر شان ز نام و ا نام یکان شدہ آفرین و دشنام

اور وصل کے ساتھ ان کی زبانیں بھی پیچیدہ لگ چکیں تھیں۔ ان کی طرف سے جو کچھ غیر و شرکات کی طرف سے دیکھتے ہیں اس کے تمام حقوق کی جانب سے بڑے موڑ سے بوٹے ہیں۔ ان کے لئے تو

و عام کی جانب سے عہد و تمیز و ذلیل سب یکساں ہے۔

دین کو ان لوگوں کے ساتھ دولت میں پاسکتے ہیں اور اسلام کا منور چہرہ اور توحید کے حقیقت کا جمال انہیں لوگوں کی خدمت میں حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ شہنشاہ سے

در دستندی بگردی کردی درویشی چہ خواہی کردی

(سیماں کرنا جناب صینی کا کام ہے۔ مسافر کسی کا علاج کیا کر سکے گا۔)

اس وقت جب کہ علماء آخرت کبریتا مہر ہو گئے ہیں لاسیح ولایرفی نشنہ میں آتے

ہیں نہ دیکھنے میں جس کسی کو دین کا درجہ وہ بچا رہ گیا کرے اپنے اتم و عیبت میں لگا ہے

نہ کہ چو پائے کی طرح کھلنے پھینے میں دن کا ناکرے جیسا کہ کسی قابل نے کہا ہے۔ شہنشاہ سے

گر بر آید از سر در دیت آہ نی بر دہوئے جگر تا پیش گاہ

آہ اگر از جہانے خاص آید پیہ مرور اعلاے خلاص آید پیہ

(اگر مدد کی وجہ سے یہ آہ کریں تو ان کے جگر کے جلنے کی براس بارگاہ تک پہنچ جائے۔ اگر یہ آہ

خاص مقام سے ظاہر ہو تو آدمی کو چھکا مارا مل جائے۔)

اسے بھائی! جتنا عجز و ذلیل کی مقدار میں علم حاصل ہو چکا ہے اگر دین کا درجہ اور اپنا

غم ہے تو اسی کو کام میں لانا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے اگر وہ دولت و نعمت یعنی مردان

خاص سے نہیں ہیں پھر بھی بڑی حد تک ان کے چراغ کی طرح کی روشنی تو ہے۔

از بخت بدم اگر فرود شدہ نور شید از نور رخت مہا چراغ گہر

(اگر مری بدبختی سے سوچ ڈوب چکا تو اسے چاند کے محبوب تمہارے چہرے کی چمک سے چاند لالہ

وں۔) اور اگر یہ بھی فوت ہو جائے تو پھر دوبارہ زاد پیدا نہیں ہوتی کی کیا ہو

ہرچہ استاد و زبشت برانہ طفل در کتب آں تو اند خواند

(جو کچھ استاد نے لکھ دیا ہے لاکھ کتب میں وہی پڑھے گا۔)

والسلام
شریف شیری



مکتوب نمبر ۱۵۸

توبہ، قناعت، وضو اور تمہت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شکوئی سے

نفس قانع گر گدائی ہی کند در حقیقت بپشای ہی کند

گر ترانے و خلقانے بود بر منت ہرے سلطان بود

(قناعت یعنی تھوڑے پر خوش رہنے والا اگر گدائی بھی کرے تو حقیقتاً وہ بادشاہی کرتا ہے اگر تیرے

پاس ایک روٹی اور پھنسا ہوا کپڑا ہو تو تیرے بدن کا رواں رواں بادشاہ ہوتا ہے۔)

فرزند اعزاز امام سلیمان باسلام دو عاہد کاتب معروف شرف الدین احمد کھنکی منیری ملاحظہ کریں۔ لکھنا یہ ہے کہ برادر ممولینا مظفر نے اس فقیر سے آپ کے استیاق طاقات اور دین کے غم و اندوہ کا جواب کہ ہے اس کا ذکر کیا اور طاقیہ کے لئے التماس کی اسی بنا پر شایخ رضوان اللہ علیہم کا طاقیہ بھیجا جا رہا ہے۔ اول تو یہ نصوح چکی توبہ کیجئے اور دل کو دنیا سے سرور کیجئے فقر و فاقہ اختیار کیجئے اور اسی پر قناعت کیجئے اور اس کی حکم و بادشاہی تصور کیجئے جیسا کہ انبیاء و اولیاء صلوٰۃ اللہ علیہم کے صفات روشن سنئے گئے ہیں۔ ان لوگوں کا طاقیہ نہیں اور دو گانہ شکر ادا کریں اور ہمیشہ یاد ضرور ہے جس وقت وضو کی ضرورت ہو وضو کریں خواہ کتنا ہی پانی ٹھنڈا ہو یہی ہی سخت سردی ہو ایک لٹو ایک گھڑی بھی بے وضو نہ رہیں اور اس کام کا اچھی طرح خیال رکھیں اس حد تک کہ پانی کا ایک گھونٹ اور روٹی کا ایک لقمہ بھی بے وضو نہ کھائیں۔ جس وقت حاجت ہو وضو کر لیا کریں اور دو رکعت شکرانہ وضو ادا کریں۔

اور اس امر میں پوری کوشش کریں کہ اپنے حرکات و سکنات کو اس جماعت صوفیہ کے حرکات و سکنات میں تبدیل کر لیں کہ اسی کو گردش کہتے ہیں جب مرید کو یہ گردش حاصل ہو جاتی ہے تو ہر وہ شکل

زوارانِ راہ میں ہے وہ سب مل جوباتی ہے شہنوی سے
 اوصافِ ذمیرہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود عمل شد
 اور بہت بندہ کھنٹی پاہنٹے اگر پر کھڑے میں روٹی کا ایک ٹکڑہ نہ ہو کیوں کہ مرید بہت کس قحاً
 میں نہیں پہنچتا شہنوی سے
 ہر کہ از بہت دریں راہ آدہ است گر گدائی کی کنہ شاد آدہ است
 (درد نفس بہت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا ہے وہ از بیجا مشکاف تفسیر بھی ہوتا ہے بادشاہ ہوجانا)
 عاقبت و ناکامت ہماری اور تمام مسلمانوں کی بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

شرفِ سنیری



مکتوب ۱۵۹

تبدیلی صفات میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرزند عزیز سلیمان! کاتبِ محرفِ شرفِ سنیری کا سلام و دعاہِ مطالعہ کریں۔
 جب تم فرزندِ مشائخِ قدسِ اشدار و احہم کے طاقیہ سے مشرف اور شعلی ہو چکے ہو تو دن بدن بڑی
 فصلتوں کو اچھی فصلتوں سے بننے کی کوشش کرتے رہو کیوں کہ مذہبِ تصوف میں اصل کا لہجہ
 ہے اسی کو کسی نے کہا ہے۔ شعر سے

اوصافِ ذمیرہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود عمل شد

(جب بڑی فصلتیں اچھی عادتوں سے بدل گئیں تو جتنی فصلتیں تیرے اندر تھیں وہ سب حل ہوئیں)

اور اس کو اس جماعت کے لوگ گردش کہتے ہیں جب مرید کو یہ گردش حاصل ہوگئی تو اس میں اہل

طریقت کے کام کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور اس کو گردش کہتے ہیں جب آغا بھر حاصل

ہو گیا تو عادتِ پرستی سے حق پرستی تک تم پہنچ گئے اور وہ یہ ہے جو کہا ہے۔ شعر سے

آن جو اسے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بودند وین باشد
 (دعا زند جو اس سے پہلے۔ ہی ہے، وہ سب رسم و عادت تھی دین نہ تھا،
 لیکن چاہئے کہ تہریجاً ہو تاکہ حاصل ہو جائے اور اس پر استقامت ہو انشاء اللہ۔
 چار رکعت چاشت کی نماز لگایا کر دہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ایک
 بار اور سورہ ماعنا میں تین بار پڑھی جائے۔ اور چار رکعت ادا میں پڑھا کر پہلے دو گانہ کے ہر رکعت
 میں بعد سورہ فاتحہ قل یا ایھا الکافرون پانچ بار اور دوسرے دو گانہ کی پہلی رکعت میں سورہ
 فاتحہ کے بعد سورہ البروج اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الطارق اور دو گانہ
 مشرق کی نماز کے بعد وتر سے پہلے ادا کیا کر پہلے دو گانہ کے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد
 سورہ ماعنا میں دس مرتبہ جب سلام پھیرو تو سو بار نہایت رقت کے ساتھ یَا وَهَّابُ پڑھو پھر
 اٹھ جاؤ دوسرا دو گانہ ادا کر دہر رکعت میں وہی قرأت ہوگی جو پہلے دو گانہ میں بتایا گیا سلام
 کے بعد سو بار یَا فَتَّاحُ۔ پھر چھ رکعت تہجد کی آخریات میں ادا کر دہر رکعت میں سورہ فاتحہ
 کے بعد آیت الکرسی ایک بار دوسری رکعت میں اَمَّنَ الرَّسُولَ آخِرُ سُوْرَةٍ تَمَّک۔ اور دوسرے
 وقتوں میں خواہ تنہائی میں ہو یا جمع میں ذکر لا اِلهَ اِلَّا اللهُ میں مشغول رہو۔ اور کرامانی جتہ اللہ علیہ
 فرماتے ہیں۔ شعور سے

ورذات مقدست کے رازہ میت وزمین تو ایچ کس آگ زیت
 سرمایہ رہ رفاں کہ بہت طلبند جز گفتن لا اِلهَ اِلَّا اللهُ میت

زیری ذات پاک تک کسی کو! یہ نہیں تیرے میں کہتے سے کون شخص آگاہ نہیں اس راہ کے
 پھنے والے جو تیری راہ کی طلب میں ہیں ان کی پونجی بجز ذکر لا اِلهَ اِلَّا اللهُ اور کچھ نہیں۔

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف منیری



مکتوب ۱۶۰

بندگی کرنے اور مشغولی و ظائف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شعر: راہ دور است اسے پشیمار باش خواب با تو رفتن و بیدار باش
(راہ آہنی ہے اسے اتنے پشیمار دور۔ نیند اپنے پاس سے دو گریسہ اور بیداری اختیار کر)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوبُ اِلَیْکَ

آں بزار کا دنیا مانتا نظر تے گذرا۔ اے عزیز تیب کوئی ویوں کی خلعت سے شرف ہوا ہے
اور ان کی راہ میں قدم رکھتا ہے تو اس کو بقدر اپنی وسعت اور طاقت کے ان کی اتباع کے بغیر چاہ
نہیں ہئے تاکہ ان کے وقت پاک کے برکات اس کا واسن بھریں اور خواہش پرستی سے ناپرستی
تک پہنچا دے۔ سہ

آں ہوائے کہ پیش از میں باشد رسم و عادت بود نہ دین باشد
از سر دیندار نی اے بے پاوسر راہ دین یا میں است نہیں رہ در گذر
نیست کن بر پورہ و را سے بود تادلت نماز و عبادت اے بود

اس سے پہلے دل میں جو خواہشیں ہوں گی وہ سب رسم و عادت ہوں گی دین نہیں۔
اسے بے اعتنا دینداری کے خیال تے اس راہ میں داخل ہوا اس لئے کہ دین کی یہی راہ ہے۔
جو کچھ تیری رائے اور تیرے راہ ہے ان سب کو مٹا دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے۔
اسے عزیز اگرچہ بندہ کا کاروبار خداوند عزوجل کے فضل پر ہے اس کے باوجود بندہ کی جانب
سے جہد و جہد وری ہے تحقیقاً لا عبودیتہ بندگی ثابت کرنے کے لئے تاکہ اس کے لئے تیرا:
کار و رازم کھول دیا جائے۔ چنانچہ کہا ہے: سہ

نیک بد و جہد می باید ترا تا در ایں گنج بکشاید ترا

اور اگر تمہارا دل سنی سے آگاہ ہو چکا ہے تو دنیا کا تک تمہارا مال ہو کر تمہارے دین کا نام بن گیا۔
 ہر وہ آدمی جو اس دنیا سے پاک بھلاہ نور مطلق بھلا اگرچہ خاک ہو۔
 یہ چند فحاشیوں کو اس کتاب کے تحت لکھنے میں حضرت شیخ عظیم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نے
 مسائل کے سوال کے جواب میں اور کچھ رفیت و بغاوت دلانے کے لئے فرمایا ہے۔
 مآبیت و خاتمتہ بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

حقیقہ شرف منیری

مکتوب ۱۶۱

خواجہ مہذب علیہ رحمت کے سوال کے جواب میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آزرا کہ جناب جمال باشد گر ناز کند طلال باشد
 داکس کہ چنین جمال بیند عاشق نشود و بال باشد
 در عالم خویش عاشقان را گر بار و پد محال باشد
 از منع جمال خوب و اللہ نقصان نبود کمال باشد

دو جو ایسا صاحب جمال ہوتا ہے اگر وہ ناز کرے تو اس کے لئے طلال دہا ہے،
 اور وہ جو یہ حسن و جمال دیکھے وہ عاشق نہیں ہو تو اس کے لئے وبال ہی وبال ہے،
 اور اگر اپنے بارگاہِ حسن میں عاشقوں کو بار یا بی دے تو یہ محال ہے، اور اس حسن و جمال
 سے بجا ہے، قسم ہے اللہ کی خوب ہے اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ یہ کمال حسن ہے۔

برادر عزیز خواجہ مہذب کاتب معروف شرف منیری کا سلام و دعا ملاحظہ کریں۔
 واضح ہو آن برادر کا خطا پہنچا میں نے اس میں آیا، سوال معلوم ہوا۔ اسے برادر جب یہ قلم
 تمہیدی ہے، کہ الامتظار موت اللہ۔ ہر انتظار سرخ موت ہے، یہ چارے محب کو انتظار

کی آفت کہاں دنا میں کا وہ ہے جس کو منظور پانے ہی میں کادقت مقرب۔ اس کہوڑ
ہانتے ہیں۔ حق و اضطراب میں کہا جکتے ہیں۔ شر سے

یا ملاں بہ یا قار تم کہ از مولد و صد فر داما کن یا جلا کن یا جنین
را میری مولد جتنے یا مولد سے ظلم کیجئے، کل کا وہ جتنے بیٹے یا بیٹے کیجئے یا وہ۔

مجاہد میں: فیہ سے آتی ہے کہ ہادی خلاست اس سرری خواہش۔ ہو گا وہی جو میں جاہوں گل
سجان ہٹا اسے باور استتیاق کوئی جیسا کہ شیعہ کے مثل نہیں، سوز کو کسی
علیہ السلام کے نزدیک نہیں، وہ کوئی علیہ السلام کے دور کے مانند نہیں، دعاء کوئی علیہ السلام
کی دعا جیسی نہیں، اس کے باوجود کہ جواب لے تو آتی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے)۔ اسی
معنی میں کسی نے کہا ہے قلو سے

جمل ما شق خاص بل حضرت بر نور جواب لے تو آتی

لے دست بیاں کہ خدا جمل و پرانی و شبانی

(جب ایسے ما شق خاص کا اس بدگاہ سے نور جواب میں لے تو آتی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) کہا گیا ہے

تو لے دست ہمارے تمہارے حق میں ہوں، وہاں ایسے ایسے اور چرواہی کے سوا کیا ہے)

اور یہ نہ تنہا ہم کا آپ کو ہے بلکہ سب کے لئے یہ مصیبت و اندوہ ہے۔ وہ جو اس

دنیا سے جا چکے اور گور میں آرام فرما، میں کل قیامت میں جب قبر سے اٹھیں گے سب اسی مصیبت

اندوہ کے ساتھ اٹھیں گے، اس کو کہا ہے قلو سے

زور دین ہے پیراں دعا محاسنہا بخون دل غضاب است

ہم مردان دین را زین مصیبت جگر آتشہ دولہا کہا پاست

(دین کے اس درد میں سارے پیراں راہ کے ریش ان کے دل کے خون کے غضاب سے رنگین

ہیں اور اس مصیبت سے تمام مردان دین کے جگر آتشہ اور دل جل بھین رہے ہیں۔)

ایک بزرگ اسی حال میں نالہ کرتے ہیں اور دل کے درد سے کہتے ہیں۔ ایک قوم وہ ہے

جس کو پتھر کے تھول کے سامنے سرنگوں کر دیا ہے اور دوسری قوم کو رنگ و بو میں ڈال دیا ایک

قوم کو جستجو و تلاش میں لگا دیا اور ایک قوم کو گفتگو و بحث و مباحثہ میں مبتلا کر دیا و الحق

عزیز و الطریق لے پیدا و پیدا الخلق قیل و قال (وہ حق تعلق بڑی عرت والا ہے اور اس تک

راہ بڑی لمبی ہے لوگوں کے پاس سے بجز قتلہ قاتل (مکاپہ) اسی کو کہاہے۔ رُبا ہی سے

گردنم تو نیست شوم ننگی نیست صدجاں ترازوئے تو عمل کی نیت

من در طلب ترا از تو لہم ننگی نیست سوار بلبلک ہر مرند جگنی نیت

(اگر میں ترے مشن میں فنا ہو جاؤں تو کئی خرم کی بات نہیں۔ اگر تیرے ترازو میں سیکڑا مل جائیں

کسی جائیں تو بے نفع ہیں۔ تیری جستجو میں پریشانی ہوں اور اعلیٰ پر کئی عنایت نہیں ہے اگر تیرا

کلمہ جوئی نہیں ہے تو کئی جھگڑا کی بات نہیں)

آدی جب آئینہ دیکھتا ہے تو اپنی صورت نظر آتی ہے قیاس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر

بٹھاؤں اس صورت کو پھر اپنے قبضہ میں کر لوں مادی عمر اس کو شش میں اس کی گذر جائے

پھر بھی یہ پیر نہیں ہو سکتا اس کی جانب یا اشارہ ہے جو کہا ہے۔ شعر سے

وہ عشق تو وہ ہزار عمر آدبہ رفتہ دنیا رفتہ از اول اثر

(اگر تیرے عشق میں ہزار عمر بسر ہو جائے، کوشش و جستجو کرتے ہیں تیرے عمل کا نشان کبھی نہیں ملتا)

اے عزیز! جیاری و قہاری اور عزیز کی محبوب کی صفت ہے وہ کسی کے فرمان و حکم میں نہیں

تو یہاں یہی مادق آتا ہے جہاں بزرگ نے کہا ہے لا سبیل الا اللہ العزیز والاعلیٰ

الیوم عرفانہ وغنا غفرانہ ورضوانہ (اللہ کا لہر جس کی طرف نہیں ہے اور اس سے

مغربی نہیں ہے آج بندہ کے لئے اس کی معرفت ہے اور کل اس کی معرفت اللہ اس کی رضا ہے۔

اور آج بندہ کے لئے اس کا عرفان اور کل قیامت میں اس کے لئے اس کا غفور و غفران ہے لیکن

حقیقت صمدیت و تیرا صمدیت بشر کے اندر مقلد ختم کر کے دریافت سے پاک ہے جو پاک

کہاہے۔ قطعہ سے

ہزار عاشق آمد بطح صحبت ما نثار کرد دل و دیدہ خادمان مرا

ہر زمانہ و تیرا عشق سوز گشت کس نہ دید و نہ آنت کی نشان مرا

(ہزاروں عاشق ہم سے ملنے کی تمام آئے اور سفارش کئے ہمارے لوگوں پر اپنا دل اور

اپنی آنکھیں تصدق کر دیں۔ سب اس کی بھائی کی آگ میں جل کر خاک ہو گئے۔ ایسا کان کا نام

نشان بھی کسی نے نہ دیکھا)

سبحان اللہ اے بھائی! پاک ہے اس کی ذات و املہ بیدار و الی عبادت اللہ

اللہ تعالیٰ کے لئے دعا ہے کہ اس کی بارے میں ایک شیخ مشن کی گئی زیادہ سے زیادہ ہزار ہا ہزار نے
پرمانہ طور پر اس شیخ پر ایمان لیا اور اس شیخ کے لئے برابر اس شیخ کی تو پر نہ کی ظاہر ہوئی
اور نہ زیادتی پیدا ہوئی۔ اسی حال میں رہتے ہیں اور ناکرہتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ ربانی سے

فرماں برائے کہ سچ فرماں نبرد فم خوارہ آئم کہ ظم من نہ خورد

من جو روح جملہ اولیاء میں اور ہر دو فلسفے میں یکساں خورد

نور و ناکل کافی کیجئے یہاں تک کہ اپنے سوال کا جواب پائیں۔ عاقبت بھی بخیر ہو۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۶۲

روح کا بیان دوسری عبارت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسے برادر! جانو روح کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اکثر کا یہ
خیال ہے کہ روح کے بارے میں گفتگو ناجائز نہیں ہے کیوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خود کلام
مجید میں فرمایا ہے **وَلْيَأْتِكُمْ مِنَ الرُّوحِ قَوْلٌ بِمِثْلِ الَّذِي كُنْتُمْ تُكْفِرُونَ** (آپ سے روح کے بارے
میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ روح میرے رب حکم میں سے ہے) اس سے زیادہ حضور کو حکم
نہیں ہوا جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیل الروح من امر ربي سے زیادہ بیان
کرنے کا حکم نہیں ہوا تو حضور کے علاوہ کسی غیر کو یہ درست نہیں ہے کہ وہ اس سے زیادہ کچھ
کہے اور چہرہ رضوان اللہ علیہ کو اختیار کئے ہیں کہ روح کے بارے میں قیل الروح من امر ربي کی
مقتدر سے زیادہ گفتگو نہ کی جائے بس اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔

لیکن کچھ ایسے بھی ہیں کہتے ہیں کہ روح کے بارے میں گفتگو کرنے میں کوئی ڈر کی بات نہیں
ہے اور یہ کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کے بارے میں قیل الروح من امر ربي کی

قدر سے زیادہ کچھ نہیں کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل تھی کیوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضور کو آتی بنایا تھا حضور نے لکھنا جانتے تھے اور نہ پڑھنا یہ آتی ہونا حضور کی نبوت کی دلیل تھی، لیکن اور دوسرے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے میں ان کے لئے روح کے باب میں گفتگو کرنا جائز ہے چنانچہ اسی بنا پر کہتے ہیں کہ ہر شخص روح کی صفتوں اور اس کی تاثیر میں گفتگو کر سکتا ہے۔ جیسا کہ تفسیر عثمانی میں آیا ہے کہ روح اس صفت پر ہے کہ اگر نفس کا مجاب اٹھ جائے تو دونوں جہان اس کی نظر میں آجائیں اور کونین میں کوئی چیز اس کی نگاہ سے پوشیدہ نہ رہے اور اس کا تصرف ہر چیز میں نافذ ہو۔

لیکن خداوند جل جلالہ نے جسمانی کو روحانی پر غالب کر دیا ہے یہاں تک کہ اس کا لکھنا اور اس کا تصرف ناقص ہو گیا جیسا کہ کسی نے اپنے عالم میں کہا ہے۔

دل مغز حقیقت است تن پوست میں دست روح صحت دوست ہیں
 ہر چیز کے کہ آن نشان ہستی دارد یا سایہ نوا دست یا دوست ہیں
 دل حقیقت کا مغز ہے جسم کو پوست سمجھو۔ روح کے جلد میں دوست کی صحت کا شاہد کہہ
 ہر ایک چیز اس کے ہستی کا نشان دہن ہے۔ یا اس کو اس کے نزدیک سایہ سمجھو یا وہی ہے یہ جانو۔
 حضرت عین القضاة ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ فرشتے اگر پر لطیف ہیں ایسے کہ پلک مارنے سے بھی کم وقفہ میں جہاں جا میں پہنچ سکتے ہیں اسی کے ساتھ ساتھ وہ حرکت کے محتاج ہیں روح کے لئے حرکت کی حاجت بھی نہیں حرکت اس کے کمال کے منافی ہے لطافت کا کمال روح انسانی کو حاصل ہے انسان کی روح انتہائی لطیف ہے کوئی مخلوق لطافت میں اس کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی، عرش سے تحت الثریٰ تک کوئی نہ اس سے دور نہیں اس کو حرکت کی حاجت نہیں ہے۔ ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ دنیا و آخرت روح کے نزدیک برابر ہے۔

اور تفسیر لطائف میں اللہ تعالیٰ کا قول الرحمن علی العرش استوی (وہ بٹکا رحمتوں والا عرش پر قائم ہوا) کی تفسیر میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش آسمان میں تو معلوم ہے زمین میں اس کا عرش اہل توحید کے قلوب میں آسمان کا عرش فرشتوں کی طواف گاہ ہے، عرش زمین لطائف کی طواف گاہ ہے۔ آسمان کے عرش کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں کھل

عرش زینتِ قوتہم یومئذ شامینہ (اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھاتے ہوں گے) اور دل کے عرش کو خداوند جل جلالہ اٹھائے ہوئے ہے۔ وحسبناہم فی الدبر والحدو (اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں ساری دی) آسمان کا عرش خلق کی دعاء کی قبولیت کی جا ہے اور دل کا عرش حق سبحانہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے تو ان دونوں عرشوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور اسی کو کسی نے کہا ہے۔

اورا کہ ازیں سخن نشان باست عناقفت ازیں نہال باست

ہر دل کہ برد و رکشاوند تویح دلائیش بلاوند

ایک جماعت کا قول ہے کہ روح، ذل اور نفس و عقل یہ چاروں ایک ہی ہیں کیوں کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہے قالب اور روح۔ لہذا حشر و نشر روح و قالب کے لئے ہے اور ثواب و عذاب بھی اسی قالب و روح کو ہے پس از روئے حقیقت یوں ہے کہ روح کے چار حال ہیں ہر حال کی مناسبت سے اسے ایک نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایک حال کی نسبت سے اسے نفس کہتے ہیں اور ایک حال کی نسبت سے دل کہتے ہیں اور ایک حال کی نسبت سے عقل اور ایک حال کی نسبت سے روح کہتے ہیں اور یہ سب اپنی ذات سے ایک ہی چیز ہے نام کی زیادتی اسمی کی کثرت کا تقاضا نہیں کرتے اور روح اپنی حد و حقیقت میں متحد ہیں یا مختلف و مختلف ہے بعضوں کا قول ہے کہ اپنی حد و حقیقت میں متحد ہیں اور کچھ لوگوں کا قول ہے کہ اپنی حد و حقیقت میں مختلف ہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کسی ایک میں ایمان و جود میں آتا ہے اور کسی دوسرے میں کفر تو میں نے جانا کہ ہر ایک کی حد و حقیقت دوسرے سے مختلف ہے اور وہ قائل کہتا ہے کہ حد و حقیقت متحد ہے کہتے ہیں کہ افعال کا اختلاف مزاج کے اختلاف کی رو سے ہے چونکہ مزاج مختلف ہوتے ہیں تو یقیناً افعال بھی مختلف ہوں گے پس افعال کا اختلاف اسی رو سے ہے نہ یہ کہ اختلاف حد و حقیقت کی جہت سے۔ اور رسالہ اخرویہ میں عبارت آئی ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا روح بدن میں حال ہے جیسے عرق و برتن میں پانی کا حلول یا جوہر میں عرض کا حلول ہوتا ہے یا خود جوہر ہے قائم بنفسہ اگر جوہر ہے قائم اپنی ذات سے تو متحیز ہے یا غیر متحیز اگر متحیز ہے تو اس کا مکان کون ہے دل ہے یا دماغ یا کوئی دوسری جگہ ہے اور اگر متحیز نہیں ہے تو جوہر غیر متحیز کیسے ہوگا۔ حضرت امام غزالی

نے فرمایا یہ سوال روح کے تیز سے ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نا اہلوں پر اس رائے کے
 منکشف کرنے کی اجازت نہیں ہوئی ہے۔ اگر تم اہل ہو تو سنو کہ روح جسم نہیں ہے اور بدن
 میں وہ حلول کئے ہوئے ہے جس طرح برتن میں پانی حلول کئے ہوئے ہوتا ہے اور نہ وہ عرض
 ہے اور نہ وہ دماغ میں اور نہ دل میں حلول کئے ہوئے ہے جس طرح کہ سیاہی سیاہ میں بلکہ
 روح جوہر ہے اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانتی ہے اور اپنے خالق کو بھی اور معقولات
 (مقل کی باتوں) کو بھی پالیستی ہے اور عرض ان صفات سے موصوت نہیں ہوتا۔ جسم بھی نہیں
 ہے کیوں کہ جسم تقسیم کے قابل ہوتا ہے عقلاً کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ جزو لا تجزئی ایسا
 جزو ہے کہ جس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا کیوں کہ تقسیم کو قبول نہیں کرتا جب یہ معلوم ہو گیا کہ تقسیم
 پذیر نہیں ہے اگر متجزی ہوتی تو تقسیم پذیر بھی ہوتی اور اس کی نفی ہے۔

اس کے بعد پھر لوگوں نے سوال کیا جسم کے ساتھ روح کے تعلق کی صورت کیا ہے باہل
 ہے جسم میں یا اس سے خارج ہے یا جسم سے متصل ہے یا منفصل ہے۔ اہم غزالی جتھے
 نے فرمایا نہ بدن میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے اور نہ بدن سے متصل ہے اور نہ منفصل
 ہے اس لئے کہ متصل کے صحیح ہونے کی شرط اتصال کی صفت سے ہے۔ اتصال انفصال
 خروج و دخول سے متصف ہوتا ہے اور یہ صفت جسم کو ہے۔ بحر و ارض دونوں روح سے
 منتفی ہے پس اس کو انفکاک ہو گا ان چند چیزوں سے جیسے جماد کہ جسے نہ علم کی صفت ہے
 اور نہ جہل کی اس لئے کہ شرط صحت اتصال بعلم و جہل ویسے ہے جیسے حیات منتفی ہے
 ضدین بھی منتفی ہے۔ یہ اور اس کے مانند بہت ساری مثالیں کتابوں میں مذکور ہیں شریک
 اور نظم میں بھی لیکن کسی شخص نے روح کی حقیقت ہریت میں ایک بات بھی نہیں لکھی۔
 بند ہے۔ خواجہ مظاہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ فتویٰ سے

نیست بالائے تو مخلوقے درگ نیست بیرون تو مشوقے درگ

جہل برونی نور عقل و معرفت نہ نور شرع آئی و نہ در معرفت

ہرچہ در توحید مطلق آید است آہنہ در تو محقق آید است

(تجسس پرے کی مخلوق نہیں ہے باہر کی مشوق نہیں ہے اور عقل معرفت باہر ہے اس لئے تو مشوق باہر کی مشوق
 ہے اور نہ تری تو صیغہ ہی ہوتی ہی توحید مطلق میں جو کہہ ہی حقیقتاً سہتر ہے یا اور ہے۔) ❀

مکتوب ۱۶۳

ترقی روح انسانی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! جانو کہ انسان کی روح نے جب انبیلگی تصدیق کی تو وہ انسان ایمان کے مقام میں پہنچا اس کا نام مومن ہوا اور جب انبیاء کی تصدیق کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے اکثر اوقات کو عبادت میں گزارا تو عابدی کے مقام میں پہنچا مابہ کہلایا اور جب اس نے دنیا سے منہ موڑ لیا اور ترک جاہ و مال کیا اور لذات بدن سے آزاد ہوا تو زہد کے مقام میں داخل ہوا اس کا نام زاہد ہوا اور جب اس زہد کے ساتھ ساتھ خدا کو اور خدا کی صفوں اور اس کے اسما و افعال کو پہچانا اور اشیاء و اشیاہ کی حکمتوں کو جیسا کہ اس کے جانے کا حق ہر جاندار دیکھ لیا تو مقام معرفت میں پہنچا اس کا نام عارف ہوا اور جب اس معرفت کے ہوتے ہوئے حق تعالیٰ نے اپنی محبت اور الہام کے لئے مخصوص فرمایا تو وہ ولایت میں داخل ہوا اور اس کا نام ولی ہوا اور جب محبت و الہام کے وجود کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ نے وحی اور معجزہ کے لئے مخصوص فرمایا اور ان کو خلق کے پاس پہنچانے والے بنا کر بھیجا تا کہ لوگوں کو دعوت دیں نبوت کے مقام میں پہنچے ان کا نام نبی ہوا اور جب وحی و معجزہ کے ساتھ ساتھ ان کو حق تعالیٰ نے اپنی کتاب کے لئے مخصوص فرمایا تو وہ مقام رسالت میں پہنچے ان کا نام رسول ہوا اور جب کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ پہلی شریعت کو منسوخ کیا اور دوسری شریعت قائم کی اور لو العزم کے مقام میں پہنچے ان کا نام الو العزم ہوا اور جب باوصف اس کے کہ پہلی شریعت منسوخ کی اور دوسری شریعت قائم فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کو ختم نبوت کے لئے مخصوص فرمایا تو وہ مقام ختم میں پہنچے ان کا نام خاتم ہوا۔

اور اہل شریعت کے نزدیک یہ ہے کہ یہ ہر نو مرتبے عطائی ہیں اور ہر ایک کا مقام

معلوم ہے سہمی و کوشش سے بھی اپنے مقام سے نہیں بڑھ سکتے ہاں اہل حکمت یعنی حکماء کہتے ہیں کہ یہ نو درجے اور مرتبے سیدھے ہیں اور کسی کو بھی کسی کا مقام و مرتبہ معلوم نہیں اور ہر شخص کا ہر مقام ان کے علم اور ان کی طہارت کی جڑا ہے جو شخص اس قاسب میں علم و طہارت زیادہ حاصل کرتا ہے اس کا مرتبہ بالاتر ہوتا ہے۔

اور اہل وحدت کہتے ہیں کہ روح انسانی کی ترقی کی حد ظاہری نہیں ہے اس وجہ سے کہ اگر کسی صاحب استعداد آدمی کی ہزار سال عمر ہو اور اس ہزار سال کی عمر میں مجاہدہ کرتا ہے اور سیر میں ہو تو وہ ہر روز ایک نئی چیز کا علم حاصل کرے کہ اس سے پہلے وہ اس چیز سے آگاہ نہ تھا اور وہ پائے ایسی خبر کہ اس سے پہلے اس نے اس کو نہ پایا ہو یہ اس وجہ سے کہ خداوند تعالیٰ کے علم و حکمت کی انتہا نہیں ہے اور اسی جہت سے کہتے ہیں کہ روح انسانی کی ترقی کی حد ظاہر و پیدیا نہیں ہے۔



وَالسَّلَامُ
حَقِیر شَرِیْ مِیْرِی

مکتوب ۱۶۴

دل کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تمہارا دل کیا اور دل کس کو کہتے ہیں؟ ان فی ذلک جنان اور جو کڑے مکوڑے کی جگہ ہے وہ دل نہیں ہے بلکہ دل وہ جگہ ہے جس میں قرآن کی سورتیں رکوع، امیں یہ آیتیں ہیں۔ ان فی ذلک لَذِکْرٰی لَمَنْ كَانَ لَدُنْهُ قَلْبٌ (اس میں اس کے لئے عبرت و نصیحت ہے جس کے پاس قلب ہے) ہر آدمی کے پاس دل نہیں ہے اگر ہوتا تو یہ قول درست نہ ہوتا اور جو نصیحت نہیں قبول کرتا اس کو بیدل کہا گیا ہے۔ اور وہ دل جو گوشت کا لوتھڑا ہے کہ جسے سینہ کی ہڈیاں احاطہ میں لے ہوئے ہیں اس لوتھڑے سے مطلب نہیں بلکہ اس ستر سے غرض ہے کہ جو عالم امر

ہے یہ گوشت عالم مرے نہیں ہے یہ عالم خلق سے ہے بل اس کا عرض ہے سینہ اس کی کرسی اور دوسرے تمامی اعضاء اس کے عالم مملکت میں مادہ خلق و امر و دنوں خدا ہی سے ہیں لیکن وہ ستر کہ جس کے بار میں حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قل الروح من امر ربابی (کہہ دیجئے روح منہ کجا علم میں ہے) وہ بادشاہ و امیر ہے یہ اس لئے کہ عالم امر اور عالم خلق کے درمیان فرق ہے۔ عالم امر عالم خلق پر بادشاہ ہے اور وہ لطیف ہے کہ جب صلاح خیر پر ہوتا ہے تو اس کے سارے بدن خیر و صلاح پر ہوتے ہیں۔ تو جس شخص نے اس لطیف کو پہچان لیا خود کو اس نے پہچان لیا اور جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا اور جب بندہ اس مقام میں پہنچتا ہے تو بوستان معنی کے مبارک کی خوشبو میں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ان اللہ خلق ادم علی صورتہ (ہم نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) میں ہے وہ لے پاتا ہے اور رحمت کی آنکھ سے دیکھتا ہے ان لوگوں کو جو ظاہر لفظ میں پڑے ہوئے ہیں بل کا قصہ بیان میں نہیں آسکتا جس طرح روح کی حکایت بیان میں نہیں آسکتی۔

اے بھائی دل کی صفت یہ ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من خص الله اربعین صباحاً ظهرت بناجیع الحکمة بین قلبہ علی لسانہ الاخلاص فی الطاعة ترک الریاء والینبوع العین وجمعه یناجیع الحکمة المعنی الذی لاجلہ المصروع الفقه الوقوف علیہ والمعنی ان من عبد الله اربعین صباحاً علی الاخلاص و ترک الریاء اظہر الیہ عیون الحکمة فی قلبہ ثم اجری من قلبہ علی لسانہ حتی ینکون ناطقاً بالحکمة والصواب ولا سلام من فی السموات والارض اے القاد والہ اهل السموات وهم الملائکة طوعاً واهل الارض بعضهم طوعاً وهم من ولد وانی الاسلام ولبعضهم کرہاً وهم من ادخلوا من دار الحرب وکان اسلامهم کرہاً ثم صار طوعاً (جس نے غم کے ساتھ یا قہراً اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کر دئے۔ حکمت کے چشمے اس کے قلب سے نکل کر) اس کی زبان پر ظاہر ہوں گے طاقت میں اخلاص کے معنی زیادہ نالاش کا ترک کرنا ہے نبوع بمعنی چشمہ اس کی جمع بناجیع ہے۔ حکمت سے مراد وہ مقصد ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو بنایا ہے۔ فقہ کے معنی اس مقصد کی واقعیت پسندی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے اشک عبادت چالیس دنوں تک اخلاص کے ساتھ کیا اور گھاؤ

دنائش کے جذبہ سے خالی ہو کر کی تماشہ تھامنے اس کے قلب میں حکمت کے چشمے جاری فرمادیتا ہے پھر قلب سے کھل کر اس کی زبان پر جاری فرماتا ہے یہاں تک کہ اس کا کلام حکمت و محنت پر مبنی ہو جاتا ہے اور تنگ اسلام لے آتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی اللہ کے مطیع ہوتے ہیں آسمانوں والے یعنی فرشتے، جنان و رفیق اور زمین والے یعنی تو برضا اور غیب اور یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور بعض بظلم سے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دار الحروب سے داخل ہوئے اور ان کا اسلام بے مل ساتھ پھر وہ خوش دلی سے ہو گیا۔

اے بھائی! جس طرح نفس کے انوار مختلف ہیں کسی وقت زرد کسی وقت سبز اسی طرح دل کے انوار بھی مختلف ہیں کسی وقت سفید ہوتا ہے کسی وقت زرد ہوتا ہے کسی وقت سُرخ لیکن نور سبز وہ حجاب ہے کہ اس کے بعد حجاب نہیں ہے یعنی اس کے لُغلی کا حجاب نہیں ہے عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

شرف مینی

مکتوب ۱۶۵

ذکر کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! جانو جب مرید ذکر میں صادق ہوتا ہے تو اس کے دل میں ایسی آگ پیدا ہوتی ہے کہ اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ ان سب کو جلا دیتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ذکر کا مزہ اس کے ذائقہ میں آتا ہے اور طرح طرح کی خوشبوئیں مشک، عنبر اور کافور اس کے خاتمہ میں مشرق و مغرب سے پہنچتی ہیں اور یہ گلچنے کی بات ہے کہنے کی نہیں (یعنی اس کا نو وہی جانتا ہے جس نے چکھا ہے یہ بتلانے کی بات نہیں) اور کہا گیا ہے کہ زبان کا ذکر کبھی ہے اور قلب کا ذکر و سواس۔ امثال میں سب سے افضل عمل ذکر ہی ہے اور ذکر کے تین

پرست میں پہلے پرست زبان کا ذکر ہے اور دوسرا پرست ذکر دل ہے تکلف کے ساتھ جس کی دل کو ذکر میں تکلف لاتے ہیں اور تیسرا پرست دل کا ذکر ہے طبع کے ساتھ یعنی بغیر تکلف کے دل ظاہر ہوتا ہے اور چوتھا مغز ذکر ہے اور یہ جس کا ذکر کیا جاتا ہے (یعنی ذکر) کا غلبہ اور تسلط ہے دل پر۔ اور ذکر کا نہاں ہو جانا ہے اور یہی مطلوب مطلوب ہے اگر ذکر ایسا ہے تو یہاں پر ذکر خالی ہو جاتا ہے اس کی اپنی ذات کا اور کسی چیز کا بھی ظاہر وہاں احساس نہیں رہتا وہذا عین الجمع والتوحید وانما التفريق قبل ذلك مادام الذاکون في مقامه کواللسان و ذکر القلب (اور عین جمع وتوحید ہے اور تفریق تو اس جمع سے وقت تک ہے جب تک ذکر سال ذکر قلبی کی منزل میں رہتا ہے) تو اسی سے کہا ہے جس نے بھی کہا ہے کہ ذکر زبان کما کس ہے اور ذکر قلب کما کس یعنی چوتھے درجہ کی نسبت سے اور اس مرتبہ کے مقابلہ میں ذکر زبان و ذکر دل ہدیان و ذکر دل ہے نہ کہ حقیقت میں ہدیان و دوسرا ہے کیوں کہ زبان اور دل کے ذکر میں ایک طرح کی تشویش ہوتی ہے انتشار رہتا ہے اور یہ تفریق ہے اسی بنا پر کہا ہے کہ ذکر زبان ہدیان اور ذکر قلب دوسرا ہے۔

نماز (یعنی تہجد کی نماز) حاجت برآری کے لئے۔ نقل ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو آرزو میں تھیں اور تمام آرزو میں سب سے بڑی آرزو وامت کی شفاعت کی تھی تو خداوند عزوجل نے حاجت روا ہونے کے لئے آپ کو تہجد کی نماز ادا کرنے کی تاکید فرمائی تو تہجد کی نماز حاجت پوری ہونے کے لئے سب سے اولیٰ و برتر ہوئی۔ پانچوں وقت کے فرض نمازوں کی پابندی کے بعد۔ جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی آرزو پوری ہونے کے لئے وعدہ ہوا ہے ایسا ہی جو شخص بھی ادا کرے گا تو اس کی حاجت پوری ہونے کی امید ہے۔

اور ایک دوسری نماز ہے خواجہ حضرت سے حاجتوں کے پوری ہونے کے لئے اور یہ آرزو ہے یہ نماز دو رکعت ہے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سات بار اور قل یا ایھا الکافرون ایک بار دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سات بار قل هو اللہ ایک بار سلام کے بعد سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم دس بار یا غیاث المستغیثین یا غناؤنا دس بار اور یہ درود اللہ صلی علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم دس بار پھر حاجت چاہے اور یہ پڑھے خداوند بے دست نفس درمانہ ام مرا فریاد رس واز پیش من این حجاب بردار امید ہے کہ جو حاجت بھی چاہے گا

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینیری



مکتوب ۱۶۶

نفس و خطرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے باور! جانو اہل طریقت کہتے ہیں کہ نفس قالب میں رکھا ہوا ایک لطیفہ ہے اور وہ جلد بڑے خصائل اور ہلاک کرنے والی صنعتوں کا محل ہے آدمی کے لئے اس نفس سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں ہے کیوں کہ آدمی کی ہلاکت اس دشمن سے ہے اور یہی اس کی جانباخشاہ ہے جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اعدی عدو وکفیک الٹی بین جنبیک (تمہارے بڑے دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پیٹ میں ہے) کافر کو طوار سے دور کیا جاسکتا ہے، شیاطین کو اپنے آگے سے لامل ولاقوۃ الا باللہ سے ہٹایا جاسکتا ہے لیکن نفس کافر ایک ایسا اندرونی دشمن ہے کہ اس کے ہٹانے کی کسی کے پاس کوئی صورت نہیں اور اس کے شر سے کوئی مامون محفوظ نہیں اس کی تمام مراد و خواہش وہ ہے جو خداوند تعالیٰ کی ہے اور اپنے اس دعویٰ میں وہ خدا کے ضد ہے اور اپنے مطلوب میں وہ خداوند تعالیٰ کے مطلوب کے خلاف ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خلق سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ سب لوگ اسی کی حمد و ثنا کریں نفس کافر بھی خلق سے یہی تقاضا کرتا ہے کہ سب اس کی تعریف و توصیف کیا کریں۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ نے خلق سے طلب کیا ہے کہ سب اسی کے حکموں کو مانیں اور جس چیز کو منع کیا ہے اس سے دور رہیں نفس کافر خلق سے تقاضا کرتا ہے کہ سب لوگ اسی کے حکم پر چلیں اور جس چیز سے منع کرتا ہے اس سے دور رہیں حق سبحانہ تعالیٰ لوگوں سے طلب فرماتا ہے کہ سب لوگ اس کے حکموں

کرم کی توصیف کرتے رہیں نفس کا فر لوگوں سے چاہتا ہے کہ تمام لوگ اس کے سخاوت و
 دلو و دہش کا گن گاتے رہیں۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے یہی چاہتا ہے کہ سب کو اسی سے
 رغبت ہو سب اسی کی طرف مائل ہوں سب کو اسی سے محبت ہو یہ ساری صفتیں اللہ جل جلالہ کی ہیں
 اور حال یہ ہے کہ نفس کا فر بھی خود ہی دعویٰ کرتا ہے اور سارے لوگوں سے یہی سب کچھ چاہتا ہے
 اور جب تک یہ ساری صفتیں آدمی میں کام نہ کریں خدائی کا دعویٰ اس سے سرزد ہی نہیں
 ہو سکتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ فرعون نے خود کو دیکھا کہ میں کون شخص ہوں، اور یہ صفتیں نہ
 صرف فرعون ہی میں تھیں ایسا نہیں ہے کہ ہمارے تمہارے اندر نہ ہو۔ سارے لوگوں کے
 نفس میں یہی صفات ہیں اور تمام لوگوں کے نفس کو یہی دعویٰ ہے۔ ہاں اس نے اعلان کیا
 انارجم الاعلیٰ (میں تمہارا بظاہر ہوں) کیوں کہ اس جملہ پر اس کے مار ڈالنے کا کوئی سوال
 ہی نہ تھا اس لئے کہ اس وقت اس کے مقابلہ کا کوئی دوسرا نہ تھا ہم لوگوں کا نفس اس لئے
 ڈرتا ہے کہ اگر اعلان کیا کہتا ہوں جس طرح اس نے کہا تو لوگ قتل کر دیں گے فرق یہی ہے کہ
 اس کی فرعونیت اعلان کیا کہ کھلا تھا اور ہم لوگوں کے نفس کی فرعونیت پوشیدہ ہے
 اہل معرفت و اہل بصیرت ان سبکے آشنا ہیں اور ان سب کو دیکھے ہوتے ہیں۔

اے بھائی! نفس کے کرے سوائے خداوند عزوجل کے فضل کے کوئی نہیں بچ سکتا
 دعویٰ مسلمان کے باوجود اگر تم نے نفس کو ایک پل کی بھی بہلت دی اور موقع دیا تو وہ ہزاروں
 زنار بانہہ دیکھا اور ہزاروں بت تمہارے آگے لا کر ڈال دیگا اگر ایک لاکھ برس تک نفس کے
 ساتھ تم مجاہد کرتے رہو اور اس کو مغلوب رکھو اس درمیان میں ایک مرتبہ بھی اگر تم نے اس
 کی مراد پر قدم رکھا تو تمہارے سارے اسلام کو زمین پر دے مارے گا کسی وجہ سے بھی
 اپنے ساتھ بھلائی کرنے والا نہ جانو اور خود کو اس سے مامون و محفوظ نہ سمجھو جب وہ دعویٰ
 مسلمان کرے اور اپنی پاکی دکھلائے تو اس پر یقین نہ کرو اور اس کے دعویٰ سے مغرور نہ ہو
 جب تک کہ اس کا امتحان نہ کرو جس طرح جناب سلیمان علیہ السلام نے عصمت و تاج نبوت
 کے باوجود اس کا امتحان کر لیا ہے۔ اہل اشارات نے یہ اشارہ دیا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام
 کے نفس نے دعویٰ طہارت کیا اور اپنی پاکی دکھلائی تو آپ نے اطمینان نہیں کیا اس کی
 طرف سے بدگمان ہی رہے جب تک کہ اس کا امتحان نہ کر لیا۔ بے شرکت ملک و بادشاہی

کی طلب اسی نفس کے امتحان کے لئے تھی کیوں کہ نفس کی سب سے بڑی اور انتہائی مراد سلطنت و بادشاہی ہے یہاں تک کہ حضرت سلیمان نے کہا یہ بھی سب کا (اسے میرے سب سے بڑے سلطنت دیجئے) اور جب کسی کی شرکت اس کے مال میں یا ملک میں ہو تو وہ کمال مراد میں نقصان دہی ہوتی ہے اسی وجہ سے کہا لا ینبغی لاحد من بعدی (میرے علاوہ کوئی شریک نہ ہو) تاکہ اگر نفس کا مکر و فریب چھپا ہوا ہو گا جب اپنی پوری مراد پائے گا تو یقیناً اس کا مکر و فریب ظاہر ہو جائے گا چوں کہ یہ لوگ خداوند تعالیٰ کے عامل الخاص بندے ہیں اسی خصوصیت کی بنا پر بلاشبہ انہیں کمال طہارت اور پاکیزگی حاصل ہے لیکن چوں کہ یہ لوگ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عارف ہیں اور نفس کے شراف اس کی تمام آفتوں اس کی بلاؤں اور کسے پوری طرح آگاہ ہیں اور اسے خوب جانتے پہچانتے ہیں اسی لئے اس پر یقین نہیں کرتے جب تک اس کا امتحان نہ کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی سلطنت جو بے شرکت غیرے تھی مطاف فرمائی اس کے ہوتے ہوئے بھی ان کا حال ویسا ہی رہا جیسا کہ ملک و بادشاہی کے پہلے عہدہ زمبیل بانی تھیلے بننے کا کام کرتے رہے اور اسکو فروخت کر کے اسکی قیمت سے دو روٹیاں خریدتے ایک فقیروں کو دیتے اور ایک روٹی سے مسکینوں کی غذا خود افطار کرتے اور فرماتے ”میں مسکین ہیں اور مسکینوں کا ہمنشین وہم نوالہ ہوں۔ اے بھائی! بزرگان دین اس نفس کافر کے ہاتھوں خون کے گھونٹ پیتے رہے ہیں اور اسکے مکر و فریب اور دھوکہ سے کبھی غافل نہیں رہے خود کو ہلاکت سے بچاتے رہے اور کبھی اسکے چنگل میں نہ پھنسے وہ جو تمہارے سنا ہے کہ بعض سالکوں نے زنا باندھ لی ہے وہ اسی لئے ہے کہ خود کو اس نفس کافر کے چنگل میں کبھی نہ آنے دیا اور ان کی یہ زنا بندی اسی لئے تھی۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کی نقل ہے کہ آپ نے فرمایا میت میں خداوند عزوجل سے درخواست کروں گا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ خود کو دو زنج میں ڈال دوں اور اس نفس کافر کو دو زنج کی آگ میں غوطہ دوں اس لئے کہ اسکے ہاتھوں دنیا میں خون گھونٹ پیتا رہا ہے۔ جس کی جہاں، جیسا خوب کہتا ہے ازیں کافر کہ مارا اور نہاد آ : مسلمان وہاں کتر فدا آ

اسے پیش نظر نہ پھلوری کے خطوط میں یہاں دوسرے مضمون ہے جو کہ کتب کے اس عنوان سے کتاب نہیں مضمون طور پر لکھا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتاب میں اصل ہوتی ہے اور کسی دوسرے کتب کا مضمون نقل ہو گیا ہے جو کہ ظاہر و چھوڑا اور کتب کے متعلق ہے۔ ہمارے ذاتی نسخہ میں جو مضمون یہاں سے ہے ہم نے اسی کا ترجمہ کیا ہے۔

نفس کے شر اور ہلاک کا یہ ایک ذرہ برابر یعنی مختصر سا بیان ہے جو دکھا گیا اگر جلد کے جلد اس پر
 لکھا کرتا ہوں تو یہی پوری طرح بیان نہ ہو سکے۔ اور یہ علم علما و ائمہ ہی کا خاصہ ہے علماء
 دنیا تو اس علم سے محجب ہیں ان کو اس کی اطلاع ہی نہیں۔

اسے بھائی! خطرہ چار ہے۔ ایک خطرہ نفس ہے اور وہ خطرہ لذتوں اور شہوتوں کا خطرہ
 ہے دوسرا خطرہ شیطان ہے اور یہ خطرہ بڑے خصائل اور گنہگاروں کا خطرہ ہے تیسرا خطرہ
 تک اور یہ خطرہ خیر بھلائی اور طاعت کا ہے جو تھا خطرہ من اللہ بے واسطہ اور یہ خطرہ شوقِ محبت
 جو اس کے مانند دوسری چیزوں کا ہے۔

والسلام

شرفِ منیری



مکتوب ۱۶۷

بیت و زنا میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسے بھائی! جانو جو چیز سالک اس راہ کے چلنے والے کو خداوند عزوجل سے
 اذ رکھے اور اپنے میں مشغول کرے وہ بُت ہے جو کچھ ہو سکتی بُت ہی ہے جب اس معنی کو تم نے
 جان لیا تو اب یہ جان لو کہ کسی ایک کو اپنے ظاہر کو سنا کرنا محبوب ہے یہی اس کا بُت ہے اور
 کسی کو کثرت نماز بت ہے اور کسی کو کثرت روزہ بت ہے اور کسی کو ہمیشہ سجادہ پر بیٹھے رہنا
 محبوب ہے یہ سجادہ اس کا بُت ہے اور کوئی ایک چاہتا ہے کسی کے آگے نہ اٹھے یہ بُت
 اٹھنے کی خواہش اس کا بُت ہے اور کسی کو زن و فرزند کی محبت ہوئی ہے اور اس جیسی تمام چیزیں
 اس کے بُت ہیں۔ تمہیں اسی قیاس پر اسے پہچاننا چاہیے اسی سے کہتے ہیں کہ مرید جو عمل کرے
 وہ پیر کے اشارہ پر کرے اس وجہ سے کہ کوئی شخص اپنے بُت کو نہیں پہچانتا اور کوئی یہ نہیں
 جانتا کہ وہ بُتِ یرست ہے ہر شخص خود کو موصوف اور بت شکن سمجھتا ہے اور ان تمام بتوں کا سزاوار

یہی نفس ہے کہ النفس ہی العنیم الا کھلا وہ نفس ہی ہے جو سب سے ثابت ہے اور اس سے
بت اسی کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں جو کام بھی نفس کی مراد اور اس کی خواہش پر کوئی کرتا ہے
اسی کو پوجتا ہے اور اسی کی بندگی کرتا ہے اگرچہ اس کی خبر خود اس کو نہیں ہے انرا ہے

من اتخذ الهة هواه (یہ تم نے خود نہیں کہا جس نے اپنی خواہش کو اپنا سبب بنا لیا ہے) کا اشارہ اسی جانب
چنا پختہ کچھ ساکوں نے اپنا حال جب ایسا دیکھا اور پایا تو خود کو سارے عالم کے بت پرستوں
شمار کیا ہے اور یہ تکلم حال ہے نعوذ باللہ اخلہ پناہ میں رکھے، حکم اعتقاد نہیں۔ بت و زنا
کی کیفیت ہی ہے جو بیان ہوئی اور یہ سب اشعار جو بت و زنا کے بارے میں کہے گئے

ان سب سے پہلی معنی کھلے گا اور پھر کوئی شکل نہیں رہے گی۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

گفتم کہ از چہل تو بت زنا بزم گفتم در کفر ہم صادق زنا را رسوا کن
بدل زنا بستم بستم از مسلمانان زہے مومن کہ من بودم نیکو با ایمان گفتم
دروں بت خانہ و بیرون خانہ مسلمان شو دلا زنا بگسل
بت پرستم بت پرستم راست گویم ہرچہ بستم

(میں نے کہا "اے منہم میں نے جبری طریقاً زنا را باندہ ل ہے اس لئے کہا جاوے گا کہ گفتم
میں چکے نہیں ہوں زنا کو ذلیل نہ کرو۔ میں نے دل سے زنا را باندہ ل ہے اللہ مسلمانوں سے
پھر گیا ہوں۔ میں کیا خوب مومن ہوں کہ اپنے اندر ایمان نہیں دیکھتا۔ اطمینان میں ہوں اور
اور ظاہر میں خدا کے حضور دعائیں "اے دل زنا کو توڑ دے اور مسلمان ہو جا۔ ہاں ہاں
بت پرستم ہوں میں بتوں کی پوجا کرتا ہوں میں جو کچھ ہوں وہ سچ کہہ رہا ہوں۔)

والشک
شون نیرا



مکتوب ۱۶۸

مسلمانی کی بنیاد میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! مسلمانی کی بنیاد طہارت و پاکی پر ہے جیسا کہ حضور پینجا میل ﷺ نے فرمایا ہے بِئِذَا مَا سَلَّمَ عَلَى الْعِظَامِ (اسلام کی بنیاد پاکیزگی پر ہے) پاکی اور طہارت کے چار درجے ہیں۔ پہلا درجہ لباس کی پڑے اور جسم کی پاکی ہے، نجاستوں اور حدث سے دوسرا درجہ اعضا کی پاکی ہے گناہ اور خلل شرع سے، تیسرا درجہ دل کی پاکی ہے تمام بُری خصلتوں سے، چھٹا درجہ سیر کی پاکی ہے اسوا اللہ سے۔ جب تک یہ پاکی حاصل نہیں ہوتی ہرگز اسلام اپنا جمال میں دکھاتا اور یہیں پر اس شعر کے معنی پورے طور پر معلوم ہوتے ہیں۔

صوفی و سبز پوش شد کی شیخ چلا طارہ این جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی

(صوفی ہوتے سبز پوش ہوتے شیخ چلا دار بنے یہ سب ہوتے لیکن تم مسلمان نہ ہوئے)

ن عرفنا اللہا اعرض عما سواہ (جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اس نے ہولے رخ پھیر لیا ہے)

خدا تک راہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ عرش میں ہے نہ کرسی میں نہ مغرب میں ہے نہ

شرق میں ہے خدا تک راہ خود ترے اندر ہے خود اپنے آپ میں ڈھونڈو ڈھونڈو فی انفسکم افلا

میرو و صلا (میں تو تمہارے اندر ہوں تم دیکھتے نہیں)۔ رباعی سے

اے آن کہ ہمیشہ در جہاں کی پوئی این سہی ترا چہ سود و وار و گوئی

چیزے کہ تو جو یانی نشان اوئی باتت ہمہ تو جلتے دیگر جوئی

(اے وہ شخص کہ ہمیشہ سارے جہاں میں جکر کاٹ رہا ہے، تیری یہ بھاگ دوڑ تجھے کیا

کار دے گی۔ جس چیز کو تو ڈھونڈ رہا ہے وہ تو تیرے پاس ہی ہے اور تو اسے دوسری

جگہ تلاش کر رہا ہے۔)

ذَوُوعَعَكُمَايِنَّمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو)۔ مکمل ہے اس قدر شور و غوغا کیا ہے کہ کہاں ڈھونڈوں۔ رُہامی سے

من بسندہ بجاں رضات جویم حیراں شدہ ام کجات جویم
درجاں منی ز راہ معنی چوں یافتہ ام پسرآت جویم

(میں تیرا بندہ جان سے تیری رضا ڈھونڈتا ہوں، میں تو حیران ہوں تجھے کہاں ڈھونڈوں۔
معنوی حیثیت سے جب تو میرے اندر ہے اور جب میں نے پایا پھر تجھے کس لئے ڈھونڈوں۔
ہر وہ چیز کہ وہم کی جہاں تک رسائی ہے اور عقل جس کو تصور کرتی ہے، خیال میں
اور فہم میں تکسہ پہنچ سکے فات و صفات رہا العالمین ان سب سے منزہ اور پاک ہے۔
کے باوجود وہ تیری رگ جہاں سے بھی قریب تر ہے اور تیری آنکھ کی بینائی سے بھی تیری
سے نزدیک تر ہے، تیرے کان کی شنوائی سے بھی زیادہ تیرے کان کے قریب تیرے
کی گویائی سے بھی بڑھ کر تیری زبان سے نزدیک ہے اور تیرے دل سے بھی زیادہ تو
سے نزدیک ہے، جیسا کہ قرآن مجید فرقان مید میں وہ فرماتا ہے نحن اقرب من
الورید (ہم تہاں رگ جہاں سے بھی قریب ہیں) شعر

من اوشوم و لیک بجاو واللہ کہ نیم یقینم این است

(میں وہ تو نہیں ہوں لیکن قسم ہے اللہ کی میں اس کا فیر بھی نہیں ہوں اس پر برابری ہے)

اے بھائی جانو! شریعت، طریقت اور حقیقت ہر ایک ایک راہ ہے۔ شریعت چلتی
کی وہ راہ ہے کہ جس سے بدن کی طہارت حاصل ہوتی ہے اور طریقت کی وہ راہ ہے کہ جس پر
سے بڑی صفوں سے باطن کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور حقیقت وہ راہ ہے کہ جسے اختیار کرنے
سے اللہ کے سوا اس کے فیر کی جانب اضافات کا اسقاط حاصل ہوتا ہے۔
طالب اور مرید کو لازم ہے کہ وہ اپنے لئے مجاہدہ اختیار کرے اور اس پر سختی سے عمل کرے

نوٹ: اسے یعنی فیر و شرک کی نسل اور کسی چیز کو اللہ کے سوا کسی غیر کی طرف اضافت دینا، ضروب کے اور
غیر جانب سے اس کو باننا۔ اس کے ختم ہونے کو اسقاط اضافات کہتے ہیں۔ اور یہی توحید ہے
کہ التوحید اسقاط الاضافات۔ خیر و شرہ من اللہ تعلق ایمان ہے۔

لیکن مجاہد اللہ رب العزت کے یافت کی طلت نہیں ہوتا ہے، مگر مجاہدہ سے حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ کو پاتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی راہ خواہشات کے غبار سے پاک ہے آدمی جب خواہشات سے کلیتاً پاک ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ کے در تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تک پہنچا اور ہے اللہ کے در تک پہنچنا اور ہے کیوں کہ در کے لئے مکان ثابت ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ مکان سے منزہ اور پاک ہے تو یہ درست ہوا کہ حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں راہ سے کٹ جانے پر تنہا ہو کر تو مرید طالب جب خواہشات سے بائیل پاک ہو گیا تو وہ حق تعالیٰ کے در پر پہنچا لیکن چاہیے کہ راہ کو غلط پر کیا کس نہ کرے اور وہ یہ ہے جو کہا ہے۔ معروضہ در گردن و بنداری زنا چہ خوب آید (دینداروں کی گردن میں زنا کیا ہی خوب ہوتا ہے)

سے تو سے متحیر اندر راہ یقین تو سے دگر ماندہ اندر غم دیں
کی ز سہاں بگ بگ بگ بگ روز کائنات بے غلبہ لغت و ذاب

(ایک گروہ راہ یقین میں حیران ہے اور دوسری جماعت دین کے غم میں مبتلا ہے۔ میں اس پکار

سے ڈرتا ہوں کسی روز یہ نداء آجائے کہ اے نادانوں راہ نہ وہ ہے نہ یہ ہے۔)

اور جب خود اپنے اندر کسی میں تھا تو پھر فہم و گماں سے وہ غائب ہو گیا اور اس کے سر میں سوائے حق تعالیٰ کے اور کچھ بھی نہیں رہا اور وہ حق تعالیٰ تک پہنچ گیا اس کو علم و دست کہتے

ہیں۔ شعر سے

گویم بہر زبان بہر گوش بشنوم این طرف ترک گوش و زبانم پید نیست

چوں ہرچہ بہت در ہمہ عالم ہیں منم ماند در دو عالم از انم پید نیست

(ہر زبان میں ہیں باتیں کرتا ہوں اور ہر شخص کی بول میں سنتا ہوں، اس پر الٹا کھاپن ہے کہ

میں زبان اور کان نہیں رکھتا۔ سارے جہاں میں جو کچھ ہے میں ہی ہوں، میری مثال وہ ہے

جہاں میں نہیں مل سکتی۔)

والسلام

خاکسار شرف منیری



marfat.com

Marfat.com

مکتوب ۱۶۹

حضرت مولانا علیہ رحمۃ کے سوالوں کے جواب میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آن خسرو نیکواں با من و جمال می گفت مرا زور و بیہودہ منال
زیرا کہ بہ تیغ قہر در مذہب ما خون ریزش عاشقاں حلال اطلال
(وہ سینوں کا بادشاہ اپنے من و جمال کے ساتھ مجھ سے کہتا تھا دیکھو دروے فضول ناگزیر)

اس لئے کہ میرے مذہب میں قہر کی تلوار سے عاشقوں کا خون بہانا حلال ہے (طلال)۔
برادر اعز مولانا مظفر اکا تب کتب شرف منیری کا سلام دو عا و مطالعہ کریں لکھنا یہ ہے
کہ آپ کی باتوں کا مجموعہ جو بہت دنوں سے جمع تھا فرزند شیلی نے پہنچایا، پڑھا گیا شور و غوغا، نالہ
و فریاد بہت زیادہ تھا۔

اے بھائی جب اس کام کی سنت ابھی تک اس طوطے پر ہے تو دوسروں کے لئے بھی پیش
ہو گی آخر آپ نے سنا ہے۔

ہر کہ در عشق وار دوسوزیم شب کجا با بد قرار و روزنہم
(جو شخص عشق کا درد اور اس کی پیش بھی رکھتا ہے، وہ مات ہو یا دن کب کسی وقت چین پاسکتا ہے)
اے بھائی جو عشق کی جفا میں نہیں اٹھتا وہ عشق کی وفا کو کیا جانے جیسا کہ کہا ہے۔
گر دوست مرا بلا فرستاد شاید کہیں دوست خود از بہر بلا می باید
اور وہ اسی مقام کی بات ہے جو امام شیلی رحمت اللہ علیہ نے کہی ہے۔ "خداوند تجھے روگنت
کیلئے دوست رکھتے ہیں اور میں تجھے بلاؤں کے لئے محبوب رکھتا ہوں۔" یقیناً آفتاب کے
عاشق کے لئے راحت و سکون محال ہے۔ مصرع

طلوہ بکے وہ کہ محبت نخبید عاست (طلوہ لکے بکے جس نے محبت کا فرہ نہ چکھا ہو)

اے بھائی! اس گروہ کے لوگوں کا تعلق ہے کہ مشوق کی طلب ناز کے لئے کی جاتی ہے
 ناز کے لئے نہیں۔ عاشق پر مشوق کے تازہ و ناز سے اتنے زیادہ ہوستے ہیں کہ بیچارہ عاشق نیست
 ہو جائے ہوتا ہے۔ اور ہر وقت اس کے پاس یہ حکم پہنچتا رہتا ہے فاصبر لحکمہ رب العزائم
 بائیننا اور اسی کو کہا۔ سے

اگر تشریح عشق اگر بسوزی جاں ما احب کئی سخننا ز ایماں ما
 اندر طلب وصال ما و مجبوں بوا بجمہی ہست جاں ما

اے بھائی! عشق ایک جنون ہے اللہ جل جلالہ اللہ (عشق ایک جنون ہی ہے) جس کسی کو
 یہ دیوانگی پیدا ہوتی ہے پہلے تو اس کے ظاہر خواب کر دیتی ہے پھر باطن کو ناز عقل کو بھڑکتی
 سے نہ ظلم کو ان الملوك اذا دخلوا قریبا فسادوا و اجعلوا اعزۃ اهلها اذلة جب
 بادشاہ کسی آبادی میں داخل ہوتا ہے تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت باشندوں کو
 بے عزت و ذلیل بنا دیتے ہیں) اسی موقع پر کہا ہے ربامی سے

عقل آمد و عقل کرو فطانت لے عقل تو جہاں بریں اشاعت
 ترک مجھی است عشق وانی کن ترک مجب چہ نیست غارت

جب آپ اپنے کام میں نہہنگ ہیں تو انشاء اللہ جلد ہی ایسا ہوگا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے جنابت
 میں سے ایک جذبہ برینچ جائے گا جو کیمیا گری کرے گا۔ عشق کے وہ سارے معانی و لطائف
 کہ جس کے ادراک سے عقل عاجز ہے بغیر تحریر و تقریر کے آپ براہ کے علم و فہم میں ذوق
 کے ساتھ آجائے گا۔ اسی کو کہا ہے۔ ربامی سے

جانا سخن عشق کلاست بلند بد نام شدی ز عشق تلے است بلند
 در عقل فرو شدیم بر نامہ کار از عقل فراترک مقامے است بلند

اے بھائی! جو کچھ عشق کے طور و طریقہ میں ہے عقل بیچاری اس کے ادراک سے عاجز
 ہے اس کا تصور و تصور وہم کے اس تصور و تصور کی طرح ہے جو معقولات کے ادراک میں وہم کو
 پیش آتے ہیں اسی کو کہا ہے۔ سے

ایں لہ طریقت نہ پائے عقل است خاک قدم عشق در اے عقل است
 سرے کہ فرشتگان ازاں بے خبراند لے قائل بے عقل چو جا عقل است

اگر بقیہ کتاہ عقل کی بنیاد پر قائم نہیں ہے، عشق کے قدم کی خاک عقل سے آگے ہے، یہ وہ
 باز ہے کہ جس سے فرشتے بھی آگاہ نہیں۔ اسے بے عقل، عقل مند، یہاں عقل کی کون سی جگہ ہے)
 اسے بھائی! حق سبحانہ تعالیٰ کے طالبوں کے لئے عشق فرضِ راہ ہے کیوں کہ عشق بندہ کو
 حق سبحانہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے اور یہ اسکی مقام کی بات ہے کہتے ہیں کہ جو عشق کے
 لائق ہوتا ہے وہی خدا کے لائق ہوتا ہے کیوں کہ العشق هو الطریق در رتبة المعشوق
 هو الجنة والفرق هو النار والعذاب (یہ وہ راہ ہے کہ جہاں معشوق کا دیدار ہی جنت ہے
 اور معشوق کی جدائی ہی دوزخ اور اس کا عذاب ہے) جیسا کہ یہ اشعار کہے گئے ہیں۔

وہ عشق آید دلے ہر دلے مل نشد بے عشق ہرگز مشکلی

ما قلاں را شرح علی خطہ آست بیدیاں را عشق تشریف آست

(عشق کا وہ ہر ایک دل کی دعا ہے۔ بغیر عشق کے کوئی شکل ہرگز مل نہ ہوگی۔ ما قلاں یعنی کلموں
 کے لئے شرح کا ذرا مار یاں آئی میں اور بے دلوں یعنی دیوانوں کے یہاں عشق تشریف لایا ہو گیا ہے)
 جو شخص اس ماہ میں داخل ہوا اسے چاہیے کہ بلا جفا سے گھبرائے نہیں۔ منع اور عطا
 جفا اور وفا اس کے لئے ایک ہو جائے تاکہ وہ اپنے کام میں کامل و مکمل ہو جائے ناقص نہیں ہے
 یہیں کی بات ہے جو کہی ہے۔

ہر کہ اور کار خود ما شد تمام جان خود و کار باز دو السلام

(ہر وہ شخص جو اپنے کام میں مکمل ہو گیا وہ اپنی جان کی ازی اس کام میں نکلا دیتا ہے والسلام)
 یہ حکایت مشہور ہے کہ خواجہ شمس الدین علیہ السلام نے ایک چور کو دیکھا کہ وہ تختہ دار پر
 لٹکا ہوا ہے خواجہ نے اس کے پاؤں کو بوسہ دیا اور اپنی دستار مبارک اس کے آگے ڈال دی
 لوگوں نے پوچھا اس شخص پر کیا حال ہے؟ جواب میں یہ شہنوی پڑھی۔

چوں بیدم دار چو میں جلاؤ بوسہ ناں واد مہلے بر پٹاؤ

چوں تمام افتاد اور کار خویش ناں نہاد مہ پیش اور دستار خویش

(جب میں نے اس مقام پر پہنچا تو اس کے پاؤں پر بیت سنا، بوسے دئے اور ایک کلمہ اپنے
 کام میں مکمل ہو گیا تو میں نے اپنی دستار اس کے آگے ڈال دی) اندوہ افزوں ہوا۔ ما تبت غایت تکبر ہی

والسلام



مکتوب ۱۰۰

معرفت اور معرفت کی انتہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جا لو گوی شخص خداوند تعالیٰ کے علم و حکمت کی کڑی تک نہیں پہنچا ہے۔ کیا تم نے جناب موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں نہیں سنا ہے بعثنا الله تعالى موسى الى فرعون قال اقل هل لك ان تزيى واهد يدك الى ربك فتخشى وان يفعل قال موسى وكيف اوجب اليه وقد علمت انه يفعل فاوحى الله اليه ان امض كما امرت به فان في السماء اثنى عشرة الف ملك يطلبون علم القدر فلعمري اركو ولعمري بلغوه۔)

اے بھائی! نہایت معرفت اللہ العارفین عجزہم عن المعرفة و عرفوا انه يتعيل بكنه الصفات الربوبية الا انه عرفوا انه بلغوا التهن الذي امكن في حق المخلوق من معرفته كذا لك في تبيينه داود عليه السلام سبحانه الله من جعل اعتراف العبد بالعجز من شكره شكرا كما جعل اعتراف العبد بالعجز عن كنه معرفته معرفته (عارفوں کا معرفت خداوندی سے عاجز ہونا ہی معرفت الہی کی انتہا ہے وہ یہ جان لیتے ہیں کہ صفات ربوبیت کی کڑی کا جانا محال ہے سواے اللہ کے۔ وہ اس منتہی تک پہنچ جاتے ہیں جہاں تک معرفت الہی میں کسی مخلوق کا پہنچنا ممکن ہے جیسا کہ جناب داؤد علیہ السلام کی تسبیح میں ہے۔ وہ ذات جس نے اپنے فضل سے بندہ کے اعتراف مجر کو شکر قرار دیا۔ جیسا کہ اس نے اپنی معرفت کی کڑی سے بندہ کے اعتراف مجر کو اپنی معرفت قرار دیا۔)

اے بھائی خداوند تعالیٰ اپنی ذات میں نیگا۔ ہے اور اپنے صفات میں یکتا ہے اس کی تمام صفاتیں کامل و مکمل ہیں۔ علم اسی کا علم ہے اسی کا علم اس کے علم کو پاتا ہے اور زبان اسی

کی زبان ہے اسی کی زبان اس کا نام لے سکتی ہے بشنوائی اسی کی شنوائی ہے جو اس کے کلام کو سن سکتی ہے۔ آنکھ اسی کی آنکھ ہے کہ جو اسے دیکھ سکتی ہے۔ اس کے کمال تک کوئی نہیں پہنچ سکا اور کسی نے نہیں جانا کسی نے نہیں دیکھا تمام مرغا آسے دار البقار میں دیکھیں گے اسی کے نور سے۔ تو اس معنوی اعتبار سے وہی تھا کہ جس نے خود کو دیکھا تھا۔

والسلام

حقیر شرف المیزی

مکتوب ۱۱۱

علم ظاہر اور علم باطن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جانو اس گروہ کے لوگ وہ ہیں صداقت مجاہد تہم فناوا علم الوراثة (وہ لوگ اپنے باپوں میں پنے بچے تک تو انہیں علم وراثت یعنی وراثت انبیاء) حاصل ہو گیا، جنہوں نے علم حاصل کرنے میں کوششیں کیں اور یہ سچ ہے اور درست ہے کہ اس علم کا حاصل کرنا تو وہی ہے جو صرف خدا کے لئے حاصل کیا جاتا ہے نہ یہ کہ جاہ و مرتبہ و ریاست اور حصول دنیا کے لئے وَخَلَقْتُمْ لِيَّ وَخَلَقْتُمْ عَلَيْهِم مَّاعَمَلَاتِهِمْ لِيَّ لِيُطْلِقَهُمُ الْوَرَاثَةَ یعنی جیسے اس علم سے ان کے معاملات کا علم حاصل تھا اللہ کے لئے ہو گیا تو اللہ نے ان کو اس وعدہ کے حکم کے تحت علم وراثت عطا فرمایا کہ مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلَّمَهُ الْوَرَاثَةَ اللَّهُ أُعْطِيَ مَا لَمْ يُعْطِمْ (جو شخص ان باتوں پر عمل کرتا ہے جتنا اسے اللہ نے علم عطا فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ان باتوں کا علم عطا فرمائے گا جنہیں وہ نہیں جانتا) علم وراثت علم ظاہر کو کہتے ہیں، علم وراثت علم باطن ہے، تو اس گروہ صوفیہ کے لوگ دُور علم کے مالک ہوتے ہیں ظاہری علم کے بھی اور باطنی علم کے بھی جیسا کہ ہم نے کہا۔

اے بھائی! الاشتغال بالعلوم الشرعية و کتابتھا و مطالعتھا و تلاوة القرآن

امور حسنة يختص بها العلماء الصالحاء ولا تفتن شان طالب الحق شان آخر

دینی علوم اور ان کی کتابت ان کے علاوہ محدث قرآن میں لکھے رہنا اپنے کاموں میں طہا
 دینا اور یہ خود ہے لیکن صاحب حق کی شان تو کھلم کھلا ہے۔

اسے بھائی! ظلم ظاہر ہے اور ظلم باطن ہے۔ ظلم ظاہر، ظلم معالہ ہے اور ظلم باطن، ظلم مکاشفہ
 ہے اور عبارت اس نورد سے ہے کہ جب ساک کا دل بڑی مغفوتوں سے پاک ہو جاتا ہے تو ظلم
 مکاشفہ ساک کے دل پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس نورد سے وہ تمام کام کر اس سے پہلے میں کام
 سے چکا ہے اور اس پر تصدیق بھی کر چکا ہے لیکن ان تمام کاموں کے معانی اس پر نہیں کھلیں۔
 وہ سب معانی اس پر کھل جاتے ہیں۔ "کشادگی" یہ عین بحرئی سے جاری ہے نہ یہ کہ میں
 ہے، جیسے کہ حقیقی معرفت اللہ تعالیٰ کی ذات میں، اور اس کی صفات نامہ میں اور اس کے
 المعانی میں اور اللہ تعالیٰ کی قربت کا معنی اللہ تعالیٰ کے جوار میں پہنچنے کا معنی اور دیدار کا معنی اور
 معنی منظور اور انوار الکریم اور دنیا و آخرت کے پیدا کرنے میں اس کی حکمت اور نبوت کا معنی اور معنی
 اور مغفرتوں کے پاس فرشتوں کے ظاہر ہونے کی کیفیت ان پر وہی کے پہنچنے کی کیفیت اصل
 کا معنی بہشت و دوزخ، مراتب میزان، حساب اور اس کے مانند دوسری چیزیں۔ ان سب کے
 کھل جانے، کشف ہونے کو معرفت کہتے ہیں جس کسی کو یہ ظلم مکاشفہ جسے ظلم باطن اور ظلم معرفت
 کہتے ہیں نہ ہو تو وہ دنیا میں نابینا آیا، نابینا ہوا اور اندھا گیا۔

اسے بھائی! نبیوں کا ظلم لڈتی ہے علماء کا ظلم کسی ہے۔ کیا کہتے ہو یہ علماء، ظاہر اس
 مخصوص ظلم کے ترکہ وار وراثت ہوتے ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ کہا گیا ہے العلماء ورثۃ انبیاء
 (علماء انبیاء کے وارث ہیں) اس بار میں یہی رول ہے کہ نہیں ہوتے ہیں۔ وہ روایت یہ ہے
 علوم الانبیاء علیہم السلام لدنیۃ فمن کان علمہ مستفاداً من الکتب والمعلین
 فلوس ہون ورثۃ الانبیاء فی علمہ لا یتفاد الا من حریت التوسع فی العبارة
 من لفظ المیراث و علم الانبیاء لا یتفاد الا من اللہ تعالیٰ بما قال عز وجل وربک
 الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم ولا تظن ان تعلیم الحق بالنبی
 فقد قال اللہ تعالیٰ والقوا لہ و یعلمکم اللہ کل من وصل فی ملوکہ الی حقیقۃ
 التقویٰ فلا بد ان یعلمہ اللہ ما لم یعلم (انبیاء کے علوم ظلم لدنی ہیں جس کا ظلم کتابوں
 اور معلین کے نورد حاصل کر وہ ہو تو وہ اپنے ظلم میں انبیاء کے ظلم کا وارث نہیں ہوتا بطریق توسع اس ظلم کو

یراث انبیاء کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کا علم اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا "اور تیرا بزرگ برتر پروردگار میں نے قلم سے علم سکھایا انسان کو وہ سب بتایا جس کا وہ علم نہیں رکھتا تھا۔ یہ گمان نہ کرو کہ ربانی تعلیم نبی ہی کے لئے مخصوص ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور اللہ سے اور اللہ تمہیں تعلیم دیتا ہے تو اس کی ملک میں جو بھی تعویٰ کی حقیقت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ اسے ان چیزوں کا علم عطا فرماتا ہے جن کا وہ علم نہیں رکھتا۔"

والسلام
فقیر شرف منیری



مکتوب ۱۶۲

آخر تک علم اور علماء آخر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! علماء آخرت جو اپنے وقت عام میں کوئی ایسی بات بولتے ہیں یا کوئی ایسا کام کرتے ہیں کہ بظاہر ان کا وہ قول یا فعل شریعت کے موافق نہیں معلوم ہوتا ہے اور اہل نظر اس پر انکار کے طور پر اعتراض بان دماز کرتے ہیں تم اس سے غمیدہ اور فکر مند نہ ہو نظر اس پر کہ قرآن مجید منکروں کے حق میں یوں شکایت فرما ہے۔ اذ لم تعبدوا بآبہ فیقولون هذا افک تدبیر یعنی جہان کی باتوں کو سمجھنے کے لئے کہنے لگے یہ پڑانا جھوٹ ہے یعنی ہم لوگوں نے قرآن جیسی بات اپنے باپ دادا سے نہیں سنی ہے۔ جواباً کہا گیا انتم ذابوا کفر فی ضلالہم بین تم اور ہمارے باپ دادا صریح گمراہی میں تھے اس بارے میں یہ جو کچھ کہا گیا وہ تمہیں کے طور پر بیان ہوا ہے۔

جاننا چاہیے کہ آج کل علماء زماں بزرگان طریقت کے اقوال و افعال کے انکار میں یہ کہتے ہیں کہ ذخیرہ اور خلاصہ میں یہ روایت اس طرح آئی ہے "اس روایت کی صراحت یوں ہے 'لوہاں نے اس طور پر نقل کیا ہے۔ گران نادانوں نے اپنی حماقت سے یہ گمان کر لیا ہے کہ علم بس آٹھویں

بھرے جتنا کہ ان لوگوں نے حاصل کیا ہے اور جتنا یہ جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا یا جو کچھ اور جتنا یہ علم رکھتے ہیں اتنا اور دوسرے نہیں رکھتے اگر ایسا ہی ہوتا تو فوق علی ذی علم حلیم (ہر ایک صاحب علم سے برتر کوئی اور صاحب علم ہے) کیا ہے؟ یا یہ کہ اس پر ایمان نہیں رکھتے کہ خداوند عزوجل کے علم و حکمت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ حضور پینجا مبر علی اللہ علیہ وسلم تمام عارفوں کے سردار تھے خدا کو پہچانے ہوئے تھے اور خدا تک پہنچے ہوئے تھے اس کے باوجود اپنی دعا و زاری میں کہوں یہ فرماتے تھے اللھم ارننا الاشیاء کما ہی (اے میرے اللہ دکھا دیجئے اشیاء کی حقیقت جیسی وہ ہیں۔ اور حضور کو یوں دعا کرنے کا حکم تھا رب ودنی علماً (اے میرے اللہ میرے علم کو امداد زیادہ فرما)

اے بھائی! ایک صاحب عزت ان لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ بیچارے مکینان و دودھ پیتے بچے ہیں بلکہ ماں کے بیٹے ہی میں ہیں بلکہ باپ کے بیٹے ہی میں ہیں۔ ان بیچاروں کو قرآن اور اس کے اسرار و معانی کی کیا خبر؟ ان لوگوں نے تو حضور رسالت پناہ علی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی نہیں سنی ہے فرمایا ہے ان اللہ انزل القرآن علی عشر ابطن یعنی خداوند تعالیٰ نے قرآن کو دس ابطن پر نازل فرمایا ہے اور ہر ابطن میں ایک منزل ہے۔ تمام اہل لغات، نحویان، مفسران، محدثان پہلی منزل میں ہیں دوسری منزل سے وہ بالکل بے خبر ہیں۔ اہل حقیقت جو خدا تک پہنچے ہوئے، خدا کو پہچانے ہوئے ہیں، اشیاء اور اشیاء کی حکمت یعنی جیسی کہ وہ چیز ہے اور جیسی اس کی حقیقت ہے اسے جاننے بہچانے اور دیکھے ہوئے ہیں، قرآن کے معانی و اسرار کے محرم ہو چکے ہیں اور تمام منزلوں سے گزر چکے ہیں اس منزل سے بھی جو تمام طالبان و سالکان راہ حق کا مقصود ہے اس تک پہنچے ہوئے ہیں، ایسے بزرگوں کے اقوال و افعال پر جس کسی کو اعتراض و انکار ہو ان پر افسوس ہی افسوس ہے اس کو ان لوگوں کی بے سادگی پر معمول کیا جائے گا۔ اس بارے میں جو کچھ ہے اس کی غایت و غرض یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو اس پر تصدیق و ایمان نہ ہو تو بھی اس پر تو ایمان رکھتے ہیں اور اس کو مانتے ہیں کہ جب حضور رسالت پناہ علی اللہ علیہ وسلم نے معاذ جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا ہم تقضی یا معاذ (وہاں تم کس بنیاد پر فیصلہ کرو گے اس معاذ نے؟) انہوں نے عرض کیا بکتاب اللہ (اللہ کی کتاب) پھر کہا فان لم یجد (اگر اس میں نہیں پایا؟) تو کہا (بسنۃ رسولی) (اپنے رسول کی سنت سے)

پھر سوال ہوا فان لم یجتهد (اگر وہیں بھی تم کو نہ ملا) عرض کیا اجتہد بوائی (اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا) پس رسالت پناہ ملی اللہ علیہ وسلم ان کے اس جواب سے شاماں و فرماں ہو اور خط و نذیر و جل کا شکر اس عبارت میں ادا فرمایا الحمد لله الذی وفق رسولہ (تہام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے رسول کے پیچھے ہوتے عالم کو توفیق عطا فرمائی) اور ایک جگہ ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اقس الامور بوائک ارشاد ہوا جب تم کو کوئی مشکل پیش ہو تو اپنے دل سے فیصلہ طلب کرو بھجوز ولا بھجوز (یہ صحیح ہے یہ غلط ہے) فتویٰ دل سے طلب کرو یہ سب کا معلوم ہے بزرگان طریقت بشریت کی تلامذہ کیوں نفس کے مجاہدات دنیا کی ہفتا شہوتوں نخواستوں سے پاک ہو چکے ہیں، اصحاب قلوب صاحبان دل بن چکے ہیں ملک و ملکوت (ظاہر و باطن) ان پر کھل چکا ہے۔ ایسے لوگوں پر اگر ان کے اپنے عالم میں کوئی مشکل چیز آجاتی ہے تو وہ دل سے فتویٰ طلب کرتے ہیں اور اسی فتویٰ کے مطابق عمل کرتے ہیں اولیٰ نے مریدوں کو اس پر عمل کر نیکا حکم دیتے ہیں اس میں انکار و اعتراض جہالت محض کی دلیل ہے اور اگر یہ کہیں کہ مجھے ان بزرگوں کے قول و فعل پر اعتراض و انکار نہیں ہے لیکن تم لکھو کے اقوال و افعال پر اعتراض و انکار ہے تو ہم کہیں گے ہاں یہ تمہارے لئے صحیح ہے تمہارے ساتھ میں ہمارے بارے میں تم جو کچھ بھی کہو وہ سب ہم منہ میں مانتے ہیں اور قبول کرتے ہیں مگر وہ حق میں ہی ننگان غالب تھا کہ وہ یہی جواب دیں گے۔ سب کی مانت و فائزت بخیر ہو۔

وَاللَّحْمُ

حقیر شرف نیری

مکتوب ۱۷۲

عزالت و گوشہ نشینی کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز مولانا رفیع الدین بکاتب صوف شرف نیری کا سلام و دعا و سلام

www.marfat.com

کریں۔ مگھنا یہ ہے کہ آپ برادر کا خط ملا تھا مگر میں آیا آپ کے خلوت گزینی اور اپنے کام میں مشغول ہونے کی کیفیت معلوم ہوئی حق سبحانہ تعالیٰ استغاثت عطا فرمائے۔

اسے بھائی میں طرح دنیا، آخرت کا جواب ہے اور کوشیطان دین کا جواب، نفس خداوند جل جلالہ سے جواب ہے اور خلق عبادت کے لئے جواب اور کاوش ہے تو مرید کے لئے خلوت یعنی تنہائی اس کی تمام بہات میں نہایت ہی اہم ہے تاکہ عبادت کر سکے اور اپنے کام میں مشغول رہ سکے، دنیا و آخرت کی نیکیاں حاصل کر سکے۔ جیسا کہ ایک شخص نے خواجہ ابو بکر وراق رحمۃ اللہ علیہ سے کہا مجھے کون وصیت کیجئے فرمایا دنیا اور آخرت کی بھلائی تنہائی اختیار کرنے میں ہے اور یہ تنہائی لوگوں میں میں نے کم پایا، دنیا و آخرت کی برائی لوگوں سے میل جول میں ہے اور لوگوں میں یہ میں نے بکثرت پایا۔

اسے بھائی! گوشہ نشینی و تنہائی ہر زمانہ میں قابل تعریف رہی ہے خصوصاً اس زمانہ میں جو فتنہ کے ہجوم اور فتنی و فحور کے غلبہ کا ہے تو اور بھی قابل ستائش ہے چنانچہ خواجہ جنید قدس سرہ العزیز کا قول ہے جو یہ چاہے کہ اس کا دین سلامت رہے اور اس کے جسم و دل کو سکون و آرام ہو تو اس سے کہو گوشہ نشینی اختیار کرے۔ کیوں کہ یہ زمانہ دشت کا ہے عقلمند وہی ہے جو تنہائی اختیار کرتا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جب یہ چاہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ بندہ کو گناہوں کی بلا سے نکال کر طاعت میں پہنچا دے اور تنہائی کے ساتھ انس و نہ قناعت کے ذریعہ تو نگر بناوے اپنے ذات کے عیبوں پر مینا کر دے تو جس کسی کو یہ سب عطا فرمایا اُسے دنیا و آخرت کی بھلائیاں عنایت کر دیں۔

اسے بھائی! فقر وفاقہ بیویوں کی زربائش و بیویوں کی زینت ہے چاہیے کہ اس فقر وفاقہ میں ایسا خوش و غم رہے جیسا کہ دوسرے لوگ سارے عالم کی ملکیت پالینے سے خوش رہتے ہیں۔ اگر شیطان دوسرے ڈالے تو وہی کہے جو ایک بزرگ نے شیطان کو اس کے جواب میں کہا تھا۔

حکایت۔ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے ہر روز صبح کو شیطان ان کے پاس آتا اور ان سے کہتا۔ آج کھاؤ گے کیا؟ وہ بزرگ جواب دیتے موت اور اگر یہ کہتا آج کیا پہنوں گے؟ تو کہتے کفن۔ اور اگر یہ کہتا ہوں گے کہاں؟ تو فرماتے قبر میں شیطان ان سے یہ جواب سن کر ناامید

جاتا اور لوٹ جایا کرتا تھا۔ اس راہ میں یہ تین چیزیں شیطان کے پھندے ہیں جس سے ایک عالم کو وہ شکار کیا کرتا ہے، جو شخص اس کے ان تین پھندوں اور جال سے نکل آیا اس نے شیطان کے سزے میں خاک ڈالی اور سلامتی سے گزر گیا۔

اور خلوت میں اپنے وقتوں کو لا الہ الا اللہ کے ذکر سے معمور رکھے اس درجہ ذکر کرے کہ ذکر زبان سے گزر کر دل تک پہنچ جائے اور دل پر ذکر کا غلبہ ہو جائے اسکا اگر چہ زبان ساکت ہو تو بھی دل ذکر میں رہے۔ چنانچہ اوحیٰ کر مانی رحمت اللہ علیہ کی یہ رہائی ہے۔ رہائی سے

ورذات مقدست را رہ نیست
سرمایہ رو رواں کہ را ہش طلبند

(تیری ذات پاک تک کسی کو راہ نہیں، تیری عظمت و جلال سے کوئی آگاہ نہیں، اس راہ

کے طالبوں اور راہی کی پونجی بجز ذکر لا الہ الا اللہ اور کچھ نہیں ہے۔)

جملہ مسلمانوں کی عاقبت و خاتمہ بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ



فقیر شرف مینا

مکتوب ۱۷۲

قدرت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جانو یہ جو تم نے پوچھا ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں کہا گیا ہے
 اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ وَاُمَّةٌ (اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے۔ مسیح مریم کے بیٹے کو
 اور ان کی ماں کو) تو یہ حکمت نہ ہوگی جو اب اس کا یہ ہے کہ یہ حکمت کے جواز کے لئے نہیں ہے
 بلکہ یہ قدرت کا جواز ہے اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيحُ اِىُّ يَعْذَابُ وَيُقِيلُ اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّعَذِّبَ
 الْمَسِيحَ وَاُمَّةً وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَوْ كَانَ عِشْرَانُ اَلْفِ الْمَلِكِ الْعَذَابِ

مکتوب ۱۷۵

اللہ تعالیٰ سے شرم کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! حدیث شریف میں ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استحبوا من اللہ حق الحیاء قالوا اننا لنتحی والحمد لله قال لیس ذلک ولكن من استحی من اللہ حق الحیاء فلیحفظ الراس وما حوذا ویحفظ البطن وما حوی ولید کو الموت والبلی ومن اراد الاخرة ترک زینة الدنيا فمن یعمل ذلک فقد استحبی من اللہ حق الحیاء شرم کرو ہو خداوند تعالیٰ سے جیسا کہ شرم کرنے کا حق ہے صحابہؓ نے کہا اللہ کا شکر ہے ہم کو خداوند تعالیٰ سے شرم رکھتے ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شرم خداوند تعالیٰ سے شرم کرنا نہیں ہے۔ حق شرم یہ ہے کہ محفوظ رکھے سر کو یعنی سر میں جتنی چیزیں شامل ہیں جیسے کان آنکھ زبان ان تمام چیزوں کو خلاف شرع کسی کام میں لگنے نہ دیں۔ اور خیال رکھیں شکم کا یعنی پیٹ میں جتنی چیزیں شامل ہیں پیٹ کو حرام کھانے سے محفوظ رکھیں، فزح کو زنا کرنے سے بچائے رکھیں۔ اور ہمیشہ مسلسل یاد کرتے رہیں موت کو۔ اور قبر میں پھول پھٹ جانے اور گل سٹہ جانے کو یاد کرتے رہیں اور جو شخص آخرت چاہے وہ دنیا کی زیبائش و آرائش ترک کر دے تو جس نے اس پر عمل کیا بے شک اس نے خداوند تعالیٰ سے شرم کیا جیسا کہ شرم کرنے کا حق ہے حاصل کلام یہ ہے کہ کوئی نامشروع یعنی خلاف شرع چیز بندہ کے سامنے آئے تو یہ جاننے اور ایمان رکھے کہ حق سبحانہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے وہ سب کچھ جانتا اور دیکھ رہا ہے اور خود کو اس سے دور رکھے ہرگز وہ خلاف شرع کام نہ کرے اللہ تعالیٰ سے شرم اس سے کہ حق سبحانہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے یہی حقیقی شرم ہے تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ



www.marfat.com

Marfat.com

مکتوب ۱۷۶

اسلام اور ایمان کے درمیان فرق کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے عزیز تم جانو! فقہ اکبر کی عبارت ہے۔ ثم اختلفوا فی الایمان والاسلام
 قال بعضهم هما واحد لقوله تعالى ومن يتبع غير الاسلام ديناً فسن يقبل منه
 وقال بعضهم هما متضادتان الا ان الاسم ما قال ابو منصور نعمده الله بالرحمة
 والمغفرة الاسلام معرفته التكليف ومحل الصدور لقوله تعالى افمن شرح
 الله صدره للاسلام والایمان معرفة الله تعالى لكن معرفة بالایة والبینة و
 محله القلب لقوله تعالى لكن الله حبيب الیکم الایمان وزینة فی قلوبکم القلب
 داخل الصدور والمعرفة محله السر وهو داخل الفؤاد فيقوم به فعل المعرفة
 فيصير عارف الله تعالى بجميع صفاته ثم يتلأ لأ نوره وهذا هو المعنى
 وهو لقوله تعالى الله نور السموات والارض مثل نوره كمشكاة فيها مصباح
 المصباح فی زجاجة الزجاجه كما أنها كقلب دهری یوقد من شجرة مبارکة
 الی اخر الایة انه جعل الصدر بمنزلة المشكاة والقلب بمنزلة الزجاجه والفؤاد
 بمنزلة المصباح والسر بمنزلة الشجرة والداخل السر موضع خفی وهو موضع
 نور الهدایة ولا صنع للعبد فيه سوى ان الله تعالى اذا اراد ان یهدی العبد
 الضال بلغة نوره فی الموضع الخفی فیتلأ لأ النور فهو معنی قوله تعالى فهو
 علی نور من ربه ثم يتلأ لأ النور الی السر فيقوم للعبد فعل التوحید
 فیوحده الله تعالى ریتبراً من الاصنام ثم لا یسکن ذلك النور حتی يتلأ لأ
 ذلك النور الی الفؤاد فيقوم فعل المعرفة عارف الله تعالى بجميع صفاته ثم يتلأ لأ

ذٰلِكَ النُّورِ اِلَى الْقَلْبِ فَيَقُومُ لَهُ فِعْلُ الْاِيْمَانِ ثُمَّ يَتَلَوُّهُ ذٰلِكَ النُّورِ اِلَى الصُّدْرِ
فَيَقُومُ لَهُ فِعْلُ الْاِسْلَامِ ثُمَّ يَتَلَوُّهُ اِلَى الْاَعْضَانِ فَيَتَقاضَى بِالْعَبْدِ بِالْاِ
جْتِنَابِ عَنِ الْمَعَاصِي وَالْاِيْتَارِ فَاِذَا جَاءَ ذٰلِكَ صَارَ مَوْجِبًا لِقَبُولِ دُخُلِ
تَحْتِ قَوْلِهِ تَعَالَى اِنْ اَكْرَمْتُمْ عَلٰى مَوْلٰىهِ اتَّقَوْهُ فَاِذَا جَبَلَ اَرْبَعَةَ التَّوْحِيدِ
وَالْمَعْرِفَةِ وَالْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ فَاِذَا جُمِعَتْ صَارَتْ دُنْيَا وَهُوَ مَعْنَى قَوْلِهِ تَعَالَى
اِنَّ السَّيِّئِينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاَسْلَامُ

(علماء) میں ایمان اور اسلام (کی تعریف) کے بارے میں اختلاف رائے ہے، بعض کہتے ہیں کہ
دونوں ایک ہیں جیسا کہ اشارہ فرماتا ہے۔ جس نے اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو اختیار کر لیا
تو وہ ناجائز ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ دونوں (اسلام و ایمان) مختلف ہیں۔ لیکن زیادہ صحیح و منظور
اتر رہی کا قول ہے کہ اسلام تکالیف ختم کی معرفت کا نام ہے اور اس کا مقام صدر ہے۔ جیسا کہ اشارہ
باری تعالیٰ ہے جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا۔

اور ایمان اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے۔ اور اس کا مقام قلب ہے، جیسا کہ اشارہ فرماتا ہے
لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت عطا فرمائی اور اسے قہار سے دل میں فروغ بخیرین کر دیا۔ اور قلب صدر کے
اندر ہے اور معرفت کامل سر ہے اور وہ نفاذ میں جاتا ہے۔ اسی کے ذریعہ معرفت کامل بروئے کار آتی ہے
اور پھر وہ (ساک) اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی تمام صفات کے ساتھ حاصل کر لیتا ہے۔ پھر اس کا نور
جگمگا اٹھتا ہے۔ اللہ ہی زیادہ صحیح معنی اس آیت کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا نور
ہے۔ اس کے نور کی شکل ایسی ہے کہ جیسے ایک شمع ہے اس میں ایک چراغ ہے چراغ تندی میں
ہے۔ تندی گویا ایک روشن ستارہ ہے۔ چراغ روشن کیا جاتا ہے ایک نہایت بابرکت مفسد
دھند کے تیل سے وہ زمین کے دھند کا ہے جو نہ پودب رخ ہے نہ بیگم رخ (کسی آڑ سے) اس
کا تیل ایسا ہے کہ گویا خود بخود جل اٹھے گا اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے، وہ نور ہی نور ہے۔ اللہ اس نور
سے جس کو چاہتا ہے نہایت (روشنی) دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے یہ مثال بیان کرتا ہے اور اللہ
بہ چیز کو خوب جانتا ہے۔

صدر کو بننے والا پسرانہ دان رکھا اور قلب بننے والا شیشہ نفاذ بننے والا پسرانہ، بیرون نور
اصل سے قائم نہیں اور وہ نور نہایت کا مقام ہے اور اس میں بندہ کی کوئی کارگاہی نہیں ہے۔ پھر اس کے

کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو ہدایت فرمانا چاہتا ہے تو اپنے نور کو مقام غنی میں پہنچاتا ہے تو نور جگمگا اٹھتا ہے یہی غنوم ہے اس ارشاد گرامی باری تعالیٰ کا فہم علی نور من ربہ (وہ اپنے رب کے نور کے واسطے ہوتا ہے) پھر نور مقام ہیر میں جگمگااتا ہے تو بندہ کے لئے مقام توحید واضح ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتا ہے اور معبودان باطل سے برأت اور کنارہ کشی اختیار کرتا ہے پھر وہ نور شہرتا نہیں ہے یہاں تک کہ وہ نور قلب میں جگمگا اٹھتا ہے تو اس کے لئے معرفت کا نزل آتا ہے پھر وہ نور صمد (یعنی سینہ) میں جگمگااتا ہے تو اس کے لئے اسلام کا مرحلہ آتا ہے پھر وہ نور اعضاء و جوارح کو روشن کر دیتا ہے تو وہ (نور) بندے سے معاشی سے بچنے اور طاعات کے اختیار کرنے کا متقاضی ہوتا ہے (جب یہ سب ہوجاتا ہے) تو وہ مومن متقی ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کہ ان اکوالم عند اللہ اتقکم (یعنی تم میں سب سے بزرگ وہ ہے جو بڑا متقی ہے) کے تحت داخل ہوجاتا ہے (تو یہ چار چیزوں کا قبول کرتا ہے) توحید معرفت ایمان اسلام توحید سب جمع ہوجائیں تو وہی دین ہے اور یہی معنی میں اس ارشاد گرامی کے اِنَّا الْاِسْلَامُ (دین اللہ کے نزدیک

صرف اسلام ہے۔

وَالسَّلَامُ
خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۷۷

دنیا کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو دنیا عالم حکمت ہے یعنی یہاں زیادہ تر کام اسباب کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ عقبنی عالم قدرت ہے یعنی یہاں کام بے اسباب کے واسطے کے ہوا کرتے ہیں۔ اہل معرفت کہتے ہیں دنیا اور عقبنی دونوں ہی نفس کا نصیب و حصہ ہیں اور جو شخص اپنے نصیب و حصہ کے ساتھ ہے وہ اپنی خودی کے ساتھ ہے اور جو اپنی خودی کے ساتھ ہے وہ خدا سے محب ہے یہی اس شعر میں ہے۔

کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو ہدایت فرمانا چاہتا ہے تو اپنے نور کو مقام غنی میں پہنچاتا ہے تو نور جگمگا اٹھتا ہے یہی غنوم ہے اس ارشاد گرامی باری تعالیٰ کا فہم علی نور من ربہ (وہ اپنے رب کے نور کے واسطے ہوتا ہے) پھر نور مقام میر میں جگمگاتا ہے تو بندہ کے لئے مقام توحید واضح ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتا ہے اور معبودان باطل سے برأت اور کنارہ کشی اختیار کرتا ہے پھر وہ نور شہرتا نہیں ہے یہاں تک کہ وہ نور قلب میں جگمگا اٹھتا ہے تو اس کے لئے معرفت کا نزل آتا ہے پھر وہ نور صمد (یعنی سینہ) میں جگمگاتا ہے تو اس کے لئے اسلام کا مرحلہ آتا ہے پھر وہ نور اعضاء و جوارح کو روشن کر دیتا ہے تو وہ (نور) بندے سے معاشی سے بچنے اور طاعات کے اختیار کرنے کا تقاضا ہوتا ہے (جب یہ سب ہوجاتا ہے) تو وہ مومن متقی ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کہ ان اکویم عند اللہ الفکر (یعنی تم میں سب سے بزرگ وہ ہے جو بڑا متقی ہے) کے تحت داخل ہوجاتا ہے (تو یہ چار چیزوں کا قبول کرتا ہے) توحید معرفت ایمان اسلام توحید سب جمع ہوجائیں تو وہی دین ہے اور یہی معنی میں اس ارشاد گرامی کے اِنَّا الْاِسْلَامُ (دین اللہ کے نزدیک

صرف اسلام ہے۔

وَالسَّلَامُ
خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۷۱

دنیا کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو دنیا عالم حکمت ہے یعنی یہاں زیادہ تر کام اسباب کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ عقبنی عالم قدرت ہے یعنی یہاں کام بے اسباب کے واسطے کے ہوا کرتے ہیں۔ اہل معرفت کہتے ہیں دنیا اور عقبنی دونوں ہی نفس کا نصیب و حصہ ہیں اور جو شخص اپنے نصیب و حصہ کے ساتھ ہے وہ اپنی خودی کے ساتھ ہے اور جو اپنی خودی کے ساتھ ہے وہ خدا سے محب ہے یہی اس شعر میں ہے۔

ساتو باخوشی حد دینی ہے۔ چوں شوی فانی احمد مینی ہر
(جب تک تو اپنی خودی کے ساتھ ہے تو میں ہے تجھے حد دہی دکھائی دیتا ہے جب تو خودی
سے نکل آیا نا ہو گیا تو تجھے ایک ہی ایک نظر آئے گا۔)

بزرگوں کا قول ہے اگر سپہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے آٹھ نہ پھیرتے مقبلی تک
نہیں پہنچتے اور اگر مقبلی نے نگاہیں نہ ہٹا لیتے تو قاب تو سین تک نہ پہنچتے مازاغ البصر وما
طفی (نہ نگاہ پہلی اور نہ حد سے بڑھی) اسی کی شہادت میں ہے۔ قطعاً

دنیاست بلاخانہ مقبلی ہو کس آباد مافارغ ازیں ہرودناہ منیم و نہ آنیم
این فتنہ نہ نیا شد و آن غرہ بعقبلی ماحاصل این ہرودیک جوستانیم
اے بھائی وہ جو کہتے ہیں کہ اہل دنیا اور میں 'اہل مقبلی' اور ہیں۔ بھائی! اہل اللہ دوسرے
ہی لوگ ہیں دنیا والوں سے بھاگنا ایسے جیسے شیر و سانپ سے وہ بھاگتے ہیں۔ اور اہل دین
نہ ان سے بھاگتے ہیں اور شان کے ساتھ ٹھہرتے ہیں اہل اللہ والوں کی جو تمہوں کی خدمت
طلب کروا اگر میر ہو تو سبحان اللہ۔

انے غصہ چہ می نازی زان جبے کہ واوندت زدگم شدگان را چوں تشنہ بیابا بانہا
اے بھائی اہل تصوف اگرچہ لوگوں کے ساتھ ہیں لیکن وہ مخلوق سے جدا ہیں اور اگرچہ
نفس کے ساتھ ہیں لیکن نفس سے علیحدہ ہیں اور اگرچہ دنیا میں ہیں اس کے باوجود دنیا سے
باہر ہیں۔

جس نے یہ پہچان لیا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا جو مدد و رح ہے وہی مدد و رح یعنی قابل تعریف ہے
اور جو اللہ کے نزدیک خدمت کے لائق و بڑا ہے وہی مذموم ہے ہوا الضار ہوا نافع ہو
المعطلی ہوا المانع ہو (وہی نقصان پہنچانے والا ہے وہی نفع دینے والا ہے وہی عطا کرنے والا ہے
اور وہی روکنے والا ہے) تو ایسا شخص اگرچہ مخلوق کے درمیان ہے اس کے باوصف وہ مخلوق سے
علیحدہ ہے اور جس نے نفس کی خواہشوں لذتوں اور شہوتوں سے نجات پالیا وہ نفس سے باہر گیا
اور جس کسی کی دنیا میں اپنی کوئی مراد نہ ہو اگرچہ وہ کسی درجہ میں دنیا میں ہو وہ دنیا سے علیحدہ ہے
ابدانہم فی الدنیا و قلوبہم فی العقبی (ان کے جسم دنیا میں اور ان کے دل عقبی میں ہیں)
ایسے شخص کے لئے بالکل صادق آتا ہے اور تسلیم شدہ ہے تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔ والسلام

مکتوب ۱۷۸

فقر اور فقراء کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جانو! اذا تم الفقر فهو الله اس قول کے معنی میں اختلاف ہے
واللہ اعلم کچھ لوگ اس کے معنی یہ کہتے ہیں کہ جو شخص آخر میں ایسا ہو جائے جیسا کہ اول میں یعنی
پیدائش کے وقت تھا تو اس کا فقر پورا ہو گیا اور اس کے کام آرا سستی و دستگی کے ساتھ انجام
پاگئے۔ قطعاً

گر باز شوی بعالم خود فقر تو ہمہ تمام کر دو
جوں فقر تمام گشت حقا چرخ فلک غلام کر دو

ایک بزرگ کا قول ہے الفقروھوان یرجع اھل العمد الی اولہ نہی کون کماکان
قبل ان ینکون۔ یہاں تک کہ وہ ایسا ہو جائے جیسا کہ اول میں عہد توحید کے انہی تھا چنانچہ
کہتے ہیں کہ حق کو جواب دینے والا اسی ذرہ کا پتہ دے رہا ہے۔

اور دوسرے طور پر اذا تم الفقر فهو الله کی تفسیر یوں ہے کہ اذا تم الفقر یعنی
لا حول ولا قوۃ فهو الله یعنی الا بالله اسی سے جانتا چاہیے کہ فقر کی حد و انتہا کہاں تک
ہے؟ یوں کہا گیا ہے کہ اگر دنیا میں سے بال کے برابر کوئی چیز فقیر کے ملک میں ہو تو اس کا فقر
کامل و مکمل نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ اس کے ملک میں ایک سر مو بھی وہی چیز نہ ہو مگر اس کی نظر کسی ایسی
چیز پر جائے جس پر چیز ہونے کا نام ہو تو بھی اس کا فقر مکمل نہیں۔ اور اگرچہ اسباب میں سے
کوئی سبب پائے ہوئے نہ ہو لیکن اس کی نظر اپنی قوت و حیلہ پر پڑتی ہے اور یہ گمان کرتا ہے
کہ اپنے حیلہ و قوت کے واسطے سے فلاں چیز حاصل کر لوں گا تو کبھی اس کا فقر مکمل نہیں ہوتا اور
یہ جو کچھ بیان ہوا ان میں سے کوئی چیز بھی اس کے اندر نہ پائی جائے اور اس کے باطن سے یہ

آنے لگے لا حول ولا قوۃ یعنی کوئی چارہ نہیں رہنا اور کوئی طاقت بھی نہیں رکھتا ہوں جب اس حد اور درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا فقر کامل ہو جاتا ہے اور یہ جو کچھ کہا گیا اذا تضر الفقر لا حول ولا قوۃ کے معنی میں ہے وہ یہی تھا جسے بیان کئے ہیں یعنی جب فقر کامل و مکمل ہو گیا تو پھر کسی حیلہ و قوت کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور جب اپنے حیلہ و قوت کی راہ اپنے اوپر بند پاتا ہے تو سب سے کلیتاً ناامید ہو جاتا ہے اور یہ یقین کر لیتا ہے کہ کسی شخص سے کام بننے والا نہیں ہے اور جب یہ حال ہو جاتا ہے تو سب سے منہ موڑ لیتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو جاتا ہے کہتا ہے خداوند! اپنے فضل و کرم سے مری دستگیری فرما اور مجھے سہارا دے اس لئے کہ کوئی حیلہ و وسیلہ، قوت و طاقت نہیں رکھتا ہوں۔ جب یہ حال ہو جاتا ہے تو اس کی ساری امیدیں حق سبحانہ تعالیٰ سے وابستہ ہو جاتی ہیں اور اس کا پورا اعتماد حق سبحانہ تعالیٰ ہی پر ہو جاتا ہے اور سارا حال و احوال اس کا اثر و جبل شانہ کے ساتھ ہو جاتا ہے اور اس کی تمام باتیں حق ہوتی ہیں نہ وہ اللہ کے معنی ہی ہیں۔

وَالسَّلَامُ

شرف منیری



مکتوب ۱۷۹

محبوب و مطلوب کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! محبوب دو نوع کے ہیں محبوب لغاتہ اور محبوب لغویہ۔ محبوب لغاتہ خداوند جل جلالہ کی محبت ہے اور محبوب لغویہ "انبیاء اور پیام اور جملہ عبادات بدنی و مالی اور تمام چیزیں جو محبوب و مقصود اسی سے زیادہ نزدیک و قریب ہیں ان سب کی محبت ہے۔ اے بھائی! اس بار میں اگر کوئی نقل و سند چاہے تو حدیث شریف ہے قال انبی صلی اللہ علیہ وسلم من احب عمل قور خیرا و شرا سماں کن عملہ ای

المحبۃ دلیل علی الاپثار والاختیار و کأنہ صمدہ نجازی بدتھکان خیر فخر اوان
 شرف و اوقال من احاب قومہ جزا لہ فیہما می جمعہ اظہ فیہما یوم القیامۃ و معادہ
 اخرا المہم من احاب (نئی ملی بشرطیہ و لم نے فرمایا میں نے کسی قوم کے عمل کا پسند کیا اچھا ہو
 یا برا تو گویا اس نے وہ کام کر لیا۔ یعنی محبت ترجیح و اختیار اور اپنا ملک دلیل چار میں نے کسی قوم کے عمل کو کر لیا تو
 جس حیثیت سے پسند کیا ہو اس عمل اور اختیار کرنے کا اثر ہوگا (اور وہ یہ ہے کہ) گویا اس نے وہ عمل کیا
 اس کو اس کا بدلے گا اچھا کام ہوگا تو اچھا بدلہ بنا کام ہوگا تو برا بدلے گا اور فرمایا جو شخص کسی قوم کو
 محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اس قوم کے ساتھ قیامت کے دن عطا دے گا۔ آدمی کا انجام اسی
 کے ساتھ ہوگا جس کو وہ محبوب رکھتا ہے۔)

اے بھائی! ہر وہ محبت جو علت کے ساتھ ہو تو ہو سکتا ہے کہ ایسی محبت علت کے ختم
 ہونے سے عداوت میں تبدیل ہو جائے اور مخلوقات کی محبت و عداوت علت کے ساتھ
 معلول ہے۔ علت والی محبت میں منفعت معلول ہے اور علت والی عداوت میں مضریت معلول
 ہے تو معلوم ہوا کہ علت والی محبت و عداوت میں (منفعت و مضریت ہے اور محبت و عداوت معلول
 ہے۔ لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت و عداوت معلول نہیں ہے یہ ازلی ہے جس کا وہ تبارک تعالیٰ
 محب ہے اس کا عدو نہیں ہوتا اور جس کا عدو ہے اس کا محب نہیں ہوا کرتا۔ لیکن وہ شخص کہ حق
 تعالیٰ جس کا محب ہے وہ اعداء کفار کی صفت میں ہے مثلاً ساحران فرعون، اعداء کی صفت
 یعنی کفر میں تھے جب سلطان ان محبت حق سبحانہ تعالیٰ غالب ہوا تو ان کو دوستوں کی صفت
 میں لے آیا۔ اور جس کا حق سبحانہ تعالیٰ عدو دشمن ہے اگرچہ وہ دوستوں کی صفت
 میں ہو جیسے ابلیس علیہ اللعنة، جب سلطان عداوت خداوند تعالیٰ کا غلبہ ہوا تو اس کو اعداء
 کفاروں کی صفت میں لے آیا۔

اب میں مطلب کی طرف آتا ہوں یعنی کافروں کے بارے میں کہتا ہوں کہ وہ اگرچہ اپنے
 کفر کے سبب خداوند تعالیٰ کے عدو ہیں لیکن یہ اب تک ظاہر نہیں ہوا ہے کہ خداوند تعالیٰ
 اس کا عدو ہے کیونکہ حال چھپا ہوا ہے اور اس کے عدو ہونے کا حکم موقوف و رکا ہوا ہے
 یہاں تک کہ اگر کفر کے ساتھ اس دنیا سے گیا تو حق سبحانہ تعالیٰ کی عداوت اس کے لئے محقق
 ہوگئی۔ یا کفر اس کا ختم ہو گیا ایمان لے آیا اور ایمان کے ساتھ اس جہاں سے رخصت ہوا تو حق

سبباً تعالیٰ کی محبت اس کے لئے حقیقت بن گئی۔

مومن اگرچہ محکم ایمان یعنی ایمان ہونے کے سبب محب خداوند تعالیٰ ہے لیکن یہ اب تک ظاہر نہیں ہوا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی محبت اس کے لئے محقق ہے یاں اگر ایمان کے ساتھ اس عالم سے نصرت ہوا تو حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت اس کے لئے حقیقت بن گئی اور نمود باللہ ظاہر پناہ میں رکھے اگر ایمان ذلیل ہو گیا تو یہ حقیقت ہو گئی اس کے لئے کہ خداوند تعالیٰ اس کا دشمن تھا۔ لیکن یہ خوب یاد رہے کہ محبت و عداوت کا یہ توقف انبیاء علیہم السلام کے حق میں جائز نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام خداوند تعالیٰ کے اخلاص و خواص جا میں ہیں۔ اور نبوت سے بڑھ کر کوئی مقام خاص تر نہیں ہے تو خداوند تعالیٰ کی محبت خاص انبیاء علیہم السلام کے لئے درست اور محقق ہو چکی ہے اور یہ لوگ کفر سے مومن و محفوظ ہو چکے ہیں۔

والسلام

شرف منیری



مکتوب ۱۸۰

شیخ مارتا اور جلاتا ہری کی معنوی تشریح میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! یہ جو قول ہے الشیخ یحییٰ دیمیت (شیخ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرتا ہے) اس قول کے تین معنی ہیں دانشرا علم ایک معنی سے یہ مراد ہے کہ شیخ مرید کو طاعت و بندگی کے ساتھ زندہ کرتا ہے اور گناہ و معصیت کے ساتھ جو اس کی زندگی تھی اس سے مردہ کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ طاعت و بندگی حیات ہے اور معصیت و گنہگاری موت ہے۔ اور دوسرا معنی یحییٰ سے مراد اس کے دل کو زندہ بنانا ہے اور دیمیت سے مراد اس کے نفس کو مراد کرنا ہے۔

اور تیسرا معنی یہ ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ کسی کو اپنے فضل سے سبباً اللہ عروت بنا دیتا ہے

تو وہ خداوند عزوجل کے حکم سے واقعی مردہ کو زندہ کر دیتے ہیں اور اسی طرح اللہ جل شانہ کے اذن و فرمان سے زندہ کو مردہ بھی کر دیتے ہیں۔

اے بھائی! مرید کو چاہیے کہ پیر کے ساتھ قلب کا لگاؤ اور ربط ہر وقت رکھے ربط قلب کے معنی یہ ہیں کہ مرید اس بات کو اچھی طرح جان لے اور اس پر یقین کرے کہ میرے پیر کے سوا مجھے خدا تک کوئی نہیں پہنچا سکتا ہے اگرچہ اس وقت اور اس زمانہ میں ان کے جیسے ہزاروں ہوں۔ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر مرید یہ سمجھے کہ میرے شیخ سے بہتر کوئی اور دوسرا ہے تو اس مریدی کی ماہ میں یہ جائز نہیں ہے اور اس کی فرض اس کا مقصود حاصل نہیں ہوگا۔ مرید کو چاہیے کہ ہر وقت بے کے قول فعل کی تقلید کرتا ہے بغیر کسی اعتراض و انکار کے۔ ہاں تقلید کو جاننا چاہیے کہ تقلید کسے کہتے ہیں اور کون سی تقلید درست و جائز ہے اور کون سی تقلید ناجائز ہے۔ تقلید چار قسم ہے۔ مجتہد (یعنی صاحب اجتہاد امام) کی تقلید کسی مجتہد کے ساتھ کسی تقلید جائز نہیں ہے اور کسی مقلد کی تقلید کسی مقلد کے ساتھ یہ بھی اسی طرح ناجائز ہے اور کسی عالم کا کسی مقلد کی تقلید کرنا یہ بھی ناجائز ہے۔ ہاں ایک مقلد کا کسی عالم کی تقلید کرنا یہ جائز و درست ہے۔

مرید کی نظر ایسی کشادہ اور کھلی ہونی چاہیے کہ اس کی وہ نگاہ ہمیشہ پیر کے کمال پر اور اپنے نقصان و کمی پر پڑتی رہے یہاں تک کہ اگر کوئی ایسی چیز اور ایسا فعل دیکھے جو اس کی سمجھ و عقل میں نہ سما سکے تو وہ یہ سمجھے اور اس پر اعتقاد رکھے کہ یہ بات جائز و درست ہی ہے ہاں میں اس کے معنی تک نہیں پہنچ سکا۔ یہ میری سمجھ اور پہنچ سے بالاتر ہے۔

اور یہ کہ مرید ان پیروں کے ہاتھ اور پاؤں چوما کرتے ہیں یہ درست ہے اور روایت میں یہ نقل آتی ہے کہ ہاتھ پاؤں چومنا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت ہے کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاسے مبارک کو بہت مرتبہ بوسہ دیا ہے۔ ردی ان جماعۃ من الیہود اذ اتوا الرسول علیہ السلام فسالوا عن تسبیح آیات بینات فلجا محمد بہا فقبوا بیدہ ورجلہ وصدقوا الحدیث (روایت ہے کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو آپ سے حضرت موسیٰ کی کھلی ہونے کی نشانیوں کے متعلق سوال کیا آپ نے اس کا جواب عنایت فرمایا تو انہوں نے آپ کے دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دیا اور آپ کے کلام کی تصدیق کی۔ الحدیث)

پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام سے کبھی کسی کو منع نہیں فرمایا اگر یہ فعل شرع کے موافق نہ ہوتا تو ان لوگوں کو حضورؐ فرمودہ منع کر دیتے تو معلوم ہوا کہ اتنے پاؤں پر مناخلاف شرع نہیں ہے۔
 روی عن دواع بن عامر، انا قبلنا بيد النبي ورجليه وروی عن مهيب مولى العباس
 انه قال دأبت يقبل بيد العباس ورجله على فقل من قواعد التصوف لا وراع بن
 عاثر سے مروی ہے ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست وپائے مبارک کو بوسہ دیا۔ (حضرت عباسؓ کے
 غلام مہیبؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ حضرت عباسؓ کے دست وپائے مبارک
 کو (حضرت علیؓ نے بوسہ دیا) منقول از قواعد التصوف
 عاقبت وفاتت خبیہ ہو۔

والسلام

حقیر شرف مینری

مکتوب ۱۸۱

تفکر، غور و فکر اور اس کا معنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! آدمی جب اس ماہ میں داخل ہوتا ہے پھر اس کے بعد تمام
 کاموں کو وہ پورا کر چکا یعنی مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعہ تذکیہ و تصفیہ اسے حاصل ہو چکا
 تو اس سے بڑھ کر کوئی ہم اور اس سے زیادہ نفع بخش اور کوئی چیز نہیں ہے کہ وہ تفکر کیا
 کرے اور ہاں غور و فکر کرنا محض یہی نہیں ہے کہ سرگریبان میں ڈال لیا اور اپنی خواہشوں کا نام
 کھانے لگے ہر ایک چیز میں لالچ کی نظر ڈالنے لگے یا خواب کے بستر پر آرام کرنے لگے بلکہ
 تفکر یعنی غور و فکر کرنا ہے۔ اور یہ غور و فکر مخلوقات کے اندر جاتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ کے
 حق میں جاتا نہیں اور ہاں تفکر کرنے والے کو پہلے تفکر کے اسباب و سامان ہیا کرنا
 چاہیے۔ جیسے دنیا اور دنیا والوں سے وحشت ان کی جفاؤں اور ان کی بیوفائیوں کی

کچھ پر دل نہ کرے، درویشی و ناٹاری سے رغبت نہ ہو اور نہ اس کا خوف ہونے پاستا اور تمام مشغولیتوں سے نابغ ہونا چاہیے، اور عیادوں کو خوشنود کر لینا چاہیے اور خود اپنے آپ کو صرف خدائے تعالیٰ کے لئے یکتا و تنہا کر لینا چاہیے اب ان سب سامان کے بعد تفکر، غور و فکر کرنا ہے کہ جن سببباز تعالیٰ نے مجھے نیت سے ہست کیا، تا پاک پانی کے ایک قطرہ سے پیدا کیا ایسا پاک قطرہ کہ اگر کپڑے پر پڑ جائے تو اس کپڑے کے ساتھ نماز نہ ہو سکے، اور مالک الملک کے احسان و نوازش کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس نے مجھے پسندیدہ اور بزرگ بنایا اور ایمان کی نعمت اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا اس تبارک و تعالیٰ ہی کی جانب بچ کر نکلتا ہوں اور خود اپنے کو چھینو آیا بھی یہاں تک کہ اس کی معرفت ایسی حاصل کی کہ اس کو پہچان لیا۔ اور توحید کے کلمہ کا مازدار بنایا یہاں تک کہ اس کی اہمیت و قدوسیت کے ساتھ میں نے اسے پہچانا۔ اور اپنی دوستی سے نوازا یہاں تک کہ اس تبارک و تعالیٰ کو اپنا دوست بنا سکا اور ان تمام نعمتوں کے علاوہ اور دوسری نعمت کا وعدہ بھی فرمایا اور وہ عظیم نعمت اس کا دیدار ہے۔ اب جب کہ اس نے ناپاک قطرہ کو پاک بنا دیا اور اپنی ساری نعمتوں کے لائق کر دیا تو ان سب کے باوجود کب یہ جائز و درست ہو گا کہ آدمی کے دل کو اس کے علاوہ کسی اور سے لگاؤ ہے، جب یہ ساری باتیں میرے میں پیدا ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ اب وہ بیٹھے محض جسم و بدن سے نہیں بلکہ دل سے یعنی خلق کے ساتھ قائم رہتے ہوئے بھی اس کا دل خلق کی آویزش سے پاک ہو اور زمین پر ساکن ہو جائے جب ایسا ہو جائے تو اس وقت یقین کے دامن میں سر نیاز ڈال لے اور اس تفکر کے ذریعہ توحید کی تصدیق میں ڈوب جائے اور اس فور و فکر میں غرق ہو جائے کہ خداوند تعالیٰ غیب کے بھیدوں کا جاننے والا ہے وہ تمام چیزوں کا علیم و دانم ہے غیب کی خبر رکھتا ہے گناہوں کو بخشنے والا اور عیبوں کو چھپانے والا ہے۔ وہ مجھ سے یہ اقرار پورے طور پر لینا چاہے گا اور اس قرار کے لئے صدق کا تقاضہ ہو گا کیوں کہ وہ میرے ضمیر و دل کے اندر جو کچھ ہے اس سے مطلع اور آگاہ ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اس راہ سے یعنی اس طور و طریقہ سے تفکر میں جائے اور تفکر اختیار کرے اور اپنے آپ سے اس صدق کو طلب کرے اور اپنے اندر ڈھونڈھے کہ جب اس کے ساتھ میں لگ گیا ہوں اس کی ہستی کا اقرار میں نے کیا ہے تو اس کے علاوہ کسی اور ہستی کا خیال مرے دل میں کیوں آئے اور یہ اندیشہ یعنی اس کے غیر کا خیال میرے دل میں کیا کرے گا۔

اور مجھے مخلوق سے امید و خوف کیوں کر ہو اس کا اظہار و بیان بھول چوک سے بھی کیوں ہو اور جب میں نے اسے پہچان لیا تو پھر اس کے فیہ سے آشنائی میرے دل میں پیدا کیسے ہوگی اور مخلوق سے امید و خوف کیوں کر ہوگا کہ اگر کسی دوسرے کی ہستی کی آشنائی دل کی نیاز مندی میں آئے کیوں کر آنا جانا آشنائی کی علامت ہے اور جب اس کے فیہ کو غیر جان چکا اور اس کی پاکی کا اقرار کر چکا ہوں تو کسی چیز کی بھی دوستی و محبت میرے دل میں پیدا ہو یہ کیوں کر۔ اور جب اس نے اپنے دیدار کا وعدہ کیا ہے تو مجھے اس کے غیر کی طرف نظر کیوں کر لٹا چاہیے یا تو میں اپنے اس اقرار میں صحیح نہیں ہوں کیوں کہ مخلوق میرے متعلق نیک گمان رکھتی ہے یا صدق میں درست نہیں ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہ سے شرمناک سے ہیبت نہیں ہوتی ہے یہ کون سی افتاد مرے کاروبار میں آپڑی یا تو میرا اقرار بھوٹا ہو یا میرے اس تصدیق میں کذب پوشیدہ ہے میرے نفس کی ہستی پھر گئی ہے۔ اس کی بندگی کرنے کا اقرار میں نے کیا ہے پھر دل فیر کے دام میں کیسے پھنس گیا ہے آہ وزاری میرے اس کا دوبارہ پدا اور وائے حسرت و افسوس، میرے اعمال و معاملات سب برباد گئے جو کچھ محنت و مشقت رنج و تکلیف اٹھائی وہ سب رائیگاں گئیں، میرے صدق میں کر و فریب چھپا ہوا ہے کہیں ڈھونڈھوں ایمان کے اس جوہر کو۔ کیا پتہ کون سی حاوی میں ہلاک ہو جاؤں گا جب دل کی گہرائی سے خوب روئے نالہ و فریاد کرے۔ اپنی مصیبت پر فزاد کرے۔ اس کی ہمت سارے جہاںات سے مجرہ ہو جائے اس کا دل خون خراب سے، اس کا بستر عالم کشوں سے مجرب ہو جائے، اس کے جگر سے حسرت کے خون اُبلنے لگیں، پھر ناامیدی کے پانی سے سیلاب آجائے اور خون جگر دونوں دیدیہ سے بہار کے بادل کی طرح چکنے لگے، مضطرب بے قرار، خستہ اور ہجر ہو جائے۔ اپنی زندگی سے خون میں رہے ہر وقت اندوہ گیں و مخالف ہے اللہ کی بات کا ڈراس میں سما جائے کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ اس وقت اس پر ہیبت طاری ہو جائے، الزام ترساں، اور گریزاں ہو جائے۔ اگر لوگوں کے درمیان ہے تو ایسا متحیر ہو کہ اس کی تمیز اس کا تعریف سب سے منقطع ہو جائے ایسا ہو جائے کہ خود اس کو اپنے آپ کی خبر نہ ہے۔ در نہ خلق سے باخبر ہو اور قبض کے حکمراں کا قیدی ہو جائے ایسا کہ اُسے خبر نہ ہو کہ اس پر کیا گزری اور کیا افتاد آئی اپنے آپ کے بیگانہ ہو جائے، اپنے معاشی معاملات سے بھی کٹ گیا

ہو جائے ویسا کہ گرا بظاہر بن جائے اور اس بات کا منتظر رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آتش و وزغ میں ڈال دیا جاؤں اور کہیں قربت سے منقطع کر کے جہاں کا داغ نہ دیر یا جائے: نیز مہجوں اس کی غائب ہو جائے اپنی معاش سے پھر گیا ہو بیگانہ ہو گیا ہو، حکم بھی ادا نہ کر سکے اور بھی دوسرے کام نہ کر سکے جب ایسا ہو جائے تو حق سبحانہ تعالیٰ اس پر بخشش و انعام فرماتا ہے اور اس کی امیدیں براتی ہیں بلکہ ساری امیدوں پر اسے اختیار دے دیا جاتا ہے اور اپنی جانب سے بہترین چیزیں اس پر ظاہر کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کی امید کا درخت پھل لے آتا ہے اپنے عجز کا ہاتھ اس کی شاخ پر لے جائے اور اس کے احسان کے میوے کھائے اور صاحب قوت و عظمت ہو جائے اور محبوب کے وصال کی حسیلی کی خوشبو سونگھے یعنی مشام جاں مسطر کرے اس وقت حیا اس کی حلیہ ہو عاجزی کے ساتھ یہ فکر کرے کہ اس کی جانب سے اتنی ساری بھلائیاں اور میری جانب سے اس درجہ خطائیں اس وقت دلیری کے عالم میں داخل ہو یہاں تک کہ اس قبض کی اسیری سے باہر آجائے اور اس کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ اس کا جسم آتش شوق کے شعلوں کی پٹ میں آجائے اور اس کے شعلے کی گرمی اس کے دل میں پہنچے آرزو مندی کا یہی شوق ہمت کہ امید داری کی راہ سے دم سا دھلے خاموش ہو جائے اور یہ دم سا دھنا اسی دم اس کے دل تک پہنچ جائے اور اسے جنبش دے تاکہ محبت کی یہ آگ اسے اچھی طرح جلا ڈالے لیکن ایسا دم سا دھلے کہ بقا حاصل کرے۔ اور جب کبھی دل میں یہ غلش پیدا ہو کہ اس حال سے نکل آتے تو جگر خون کے پر لے لے ہاں تک کہ اس رکش سے حسرت میں پڑ جائے اس وقت جب کہ نفس تک پہنچے تو خون کا ایک سیلاب بہتا ہوا دیکھے اور وہ اپنی ہلاکت سے ڈرنے لگے اس کی آنکھیں اس پر خون کی بارش کر دیں پھر آنکھوں کا وہی خون پانی کے رنگ یعنی آنسو میں تبدیل ہو جائے اور دونوں آنکھوں سے وہ پانی اللہ جل شانہ کی شرم سے برسنے لگے اور یہ دونوں طرح کا رونا آدمی کے لئے لازم مسلم اور ضروری ہے۔ جب اس فکر کے سفر میں ہوگا تو شرم و سبب حق تعالیٰ اس پر ظاہر ہوگی پھر وہ تمام احوال میں آداب کو ملحوظ رکھے۔

پھر اس کے بعد اگر موت، گور یا قیامت میں غور و فکر کرے تو یہ درست ہوگا اور جب اس تفکر میں ہوگا تو علامت اس کی یہ ہے کہ اگر موت کے سوچ میں ہو تو اس فکر سے جینا اسے اچھا معلوم نہ ہو اور وہ دنیا و دنیا کے اسباب جمع کرنے کے ذریعے نہ ہو اور ہمیشہ وہ شکستہ

بڑی سچی زندگی سے بہت دور ہو جاتے کھانے کی کسی چیز میں اُسے لذت نہ ملے اور کسی لباس کی تمنا نہ رہے اس کی خواہش ہو کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسے ضائع کر دے اور پھینک دے اور جب خلق سے کنارہ کش ہو کر تنہا رہے تو روتا رہے اور جب مخلوق کے ساتھ ہو تو تکلیف میں ہو اور سب سے گریزاں۔

اس کے بعد پھر جب تفکر کرے تو یوں سوچنے لگے کہ قبر میں جب رہوں گا تو تنہا رہنا ہوگا تو آج ہی اس زندگی میں دُشمنوں کی طرح ہو جائے محبت سے تنہائی زیادہ بھلی معلوم ہو کسی چیز کے لیے لینے سے چھوڑ دینا نہایت خوب معلوم ہو بھوکا رہنا کھا لینے سے زیادہ پسندیدہ ہو رات دن طاعت و عبادت کرنے والا ہو جائے۔

پھر جب تفکر کرے کہ قیامت میں ننگا اٹھایا جاؤں گا تو آج اس دنیا میں کسی بھی لباس کی تمنا میں دل کو لگنے نہ دے اور اپنے تمام کاموں کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ پھر جب یہ غور کرنے لگے کہ نیکی و بدی کو تو لیں گے تو آج ہی اس عالم میں نیکیاں بہت زیادہ کرے ذرہ برابر بھی نافرمانی کی طرف میلان نہ ہو اور کسی شخص کو نہ ستائے اور خود کو نہ کسی کام میں مشغول نہ ہونے دے۔

پھر اس کے بعد جب یہ سوچنے لگے کہ قیامت میں اپنی برائیوں کا نام پڑنا پڑے گا تو خاموشی اختیار کر لے اور غیر سنجیدہ گفتگو نہ کرے اور قیامت میں جن چیزوں کو اس کی طرف لوٹا دیا جائے گا اس کی طلب اُسے نہ ہو اور یہ سوچنے کہ قیامت میں اس کا نام اعمال کتنا زیادہ دراز ہوگا تو آج ہی اپنی زبان کو تباہ کر لے۔

اور جب یہ غور و فکر کرے کہ مجھے قیامت میں حساب دینا ہوگا تو آج ہی اس عالم میں حلال چیزوں کی طرف سے ہاتھ روک لے کیوں کہ حلال کا بھی حساب دینا ہوگا۔ اور جب اس تفکر میں ہو کہ روزِ قیامت کو دہسایا گیا ہے تو آج ایک پلک مارنے بھر بھی حق سبوتاہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور کسی طاعت کو اٹھانے نہ رکھے۔

اور اگر اس بات میں غور و فکر کرے کہ بہشت سبھی ہوتی ہے اگر ساری دنیا اسے دیں تو اس پر ذرہ بھر رغبت کی نظر نہ کرے پس ہر آدمی اس کی فکر سے خالی نہ ہو اس غور و فکر کے لیے یہ کہ مرد ہو جانے کی کیفیت اگر پیدا نہ ہوئی تو جاننا چاہیے کہ اس کے تفکر میں پڑنا ناقص

اعد نیا کا ساز و سامان چھپا ہوا ہے وہ مجھ سے بڑا ہے۔ یہاں تو ملاحظہ کیجئے جب
 حکم آئی کہ دل میں حق تعالیٰ کی صحبت قوی نہ ہو سکتی ہو ان روزوں کا خیال جس کو میں نے کہا
 فرم کے ساتھ اس کا فکر نہ افگنت ہوگی یا قاسم سوچ کر پید ہوگی یہاں تک کہ نیت
 و پیر سے لے کر آئی جب نیت کے ساتھ فکر کرنے کے لئے ہمیشہ ہے مگر حق سبحانہ تعالیٰ
 کی حفاظت نہ ہو تو اگر سو ہزار جان رکھتا ہو تو بھی وہ بے جان ہو جائے اور اگر اس کے دل کی
 آگ ظاہر ہو جائے تو اس کے جسم کو جلا ڈالے اور جس کسی کو اس کا ملنا دیکھنا بڑے سے وہ زندہ
 نہ رہے مر جائے۔ اگر وہ جیاد شرم اس کے فکر میں پھانسا مگر حق سبحانہ تعالیٰ اس پر بخشش نہ
 فرمائے اور اپنا احسان اس کے ساتھ نہ کر دے تو وہ آری پانی ہو جائے اور ہر وہ آنکھ اور یہ
 جاس پر پڑے وہ آنکھ اندھی ہو جائے اور دیکھ نہ پھٹ جائے۔ اور اگر اس پانی کا ایک قطرہ بھی
 پہاڑ پر پڑ جائے تو وہ پہاڑ اسی وقت پانی ہو جائے اور یہ حق سبحانہ تعالیٰ کا فضل و کرم
 ہی ہے جو اے محفوز رکھتا ہے۔ ایک گنہگار ایسا فکر اس نماز سے جو شروع و ختم و نیت
 کے ساتھ چند سال تک بڑھی گئی ہو اس سے بہتر ہوگا۔

والسلام

فقیر شرف مینری

مکتوب ۱۸۲

ترتیب و فکر تعیین وقت و فکر کے ثمرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! غور و فکر مخلوق کے اندر جائز ہے کیوں کہ اپنا اقرار صدقاً طلب
 کرتا ہے اور چگونگی (کیسا ایسا ویسا) مخلوق کے لئے تو جائز و درست ہے لیکن خالق کے
 حق میں چگونگی (یعنی وہ کیسا ہے کیوں کر ہے وہیو) یہ آدمی کو شبہ میں مبتلا کرتی ہے وہی
 میں تفکر سے پہلے شکستہ دلی اور دل کی حاضری پیدا ہونا چاہیے اگر یہ نہ ہو اور شرم و حیا

یہ بت حق سبحانہ تعالیٰ بھی اس کے دیدہ معرفت میں ہمیشہ اور ہر وقت نہ رہے تو ایسے
تفکر کا اجر و ثواب اور فائدہ نہیں ہو سکتا کیوں کہ تفکر کی سختیوں کو مریدان صادق ہی جانتے
ہیں جو مسلسل اس عمل میں لگے رہتے ہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ تفکر کس وقت کرنا چاہیے کیوں کہ
آدمی اگر ہر وقت تفکر میں رہے گا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ تفکر آدمی رات کو کرنا چاہیے یا وقت
تحریر یا ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان۔ ہر وہ تفکر جو ان وقتوں میں کیا جاتا ہے اس تفکر میں دل کی
حاضرین، ریاضت، تسلیم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور ہر وہ تفکر جو آدمی رات کو کیا جاتا ہے اس
وقت کے تفکر سے دل میں نور یقین کی تابش و چمک پاتا ہے، شک و شرک کی تاریکیوں سے
چمٹکا رمل جاتا ہے اور نفس خواہشات کی برائیوں کو دیکھ لیتا ہے اور وہ تفکر جو صبح کے وقت کیا جاتا
ہے اس وقت کے تفکر میں کشف باطن حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل کو کھول دیتے
ہیں اور معرفت کا جمال وہ پالیتا ہے معنی یعنی آخرت کے مجاہدات اور دہاں کی چیزیں اس کے
سامنے آجاتی ہیں اور ہر وہ دعائیں جو اس وقت وہ کرتا ہے وہ سب قبول ہو جاتی ہیں اور اگر اس کو
اہل ولایت کرنا چاہتے ہیں تو دوستی کی خلعت اسے پہنا دیتے ہیں اور اگر اسے حکمت دینا
چاہتے ہیں تو اسی وقت دیتے ہیں اور اگر اس کی مشکلوں کو حل کرنا چاہتے ہیں تو اسی وقت حل
کر دیتے ہیں اور ایک حال روشن کر دیتے ہیں اور مخلوقات و دنیا کی فنا سے دکھا دیتے ہیں
کیوں کہ صبح کا وقت تمام وقتوں میں بہترین وقت ہے۔ یہ وقت دکستوں کے خلوت کا ہے
عارفوں سے مائت کی باتیں کہنے کا ہے اور عاجت مندوں کی حاجت بیان کرنے کا وقت ہے
اور مظلوموں کی داد خواہی کا وقت ہے مشتاقوں کے رونے دھونے کا وقت ہے دل جلوں کے
نالہ و بیقراری کا وقت ہے لیکن ہر ایک وقت کے آداب ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے کہ جب
اس تفکر سے باہر آئے تو کیا مانگنا چاہیے اگر سوال کرنے پر صبر نہیں ہے تو دن کے تفکر میں حاضر
ہونا چاہیے اور دوست کے احسان و نوازش پر غور و فحمن کرنا چاہیے اور اپنے اعمال پر نظر رکھنی
چاہیے۔ اور جب سوال کرے تو یوں دعا کرنی چاہیے۔

اے میرے بادشاہ! اے میرے مالک! اگرچہ میں نے نافرمانی کی ہے لیکن بندہ آپ ہی کا
ہوں، مریدان جنوں کو آپ کے سوا کون پورا کرے، میرے نفس کے عیبوں کو مجھے دکھا دیجئے،
نیادخلت کی محبت میرے دل کے راستے سے اٹھا دیجئے۔

اور آدمی رات کے تفکر میں معرفت کے حکم کے تحت بیٹھنا چاہیے اور یوں کہنا چاہیے کہ یہ آپ کی مرضی تھی جو آپ نے اتنی ساری بھلائیاں اپنی طرف سے مجھ پر اپنے فضل سے عطا کیں تو اب کیا نقصان ہو جائے گا کہ مجھے میرے اپنے آپ سے نکال کر لیتا اپنا بنا لیجئے اور میری حاجت مند نہیں اور میری امیدوں کو آپ اپنی طرف سے پورا کر دیجئے اور مجھے بجز اپنے سب سے بڑا و تنہا کر دیجئے اور مسیح کے تفکر میں چاہیے کہ محبت خداوندی کے حکم کے تحت بیٹھے، سرگوزانو کے درمیان ڈال دے بے انتہا یعنی بہت زیادہ زار و قطار روتے نالہ و فریاد کرے اور دھول دٹی کر اپنے دیدہ کا فرش بنانے پر حسرت کے ٹکوں سے اس پر چھینے مارے، امید داری کی ظلمت کے صحن کو اپنے شرکاء اور ٹپکوں سے بہارے اور بہت زیادہ روتے یوں عرض کرے۔

اے بادشاہ آپ کی محبت تمام دلوں کی مالک بن گئی ہے، مخلوق اور اپنے آگے طاقت و قوت نہیں رکھتا ہوں یا مجھے ان سب سے نکال کر اپنے ساتھ آرام دیجئے اور جس جس چیز سے میں محجوب ہوں اس پر میرے دل کو کھول دیجئے اگر میں آپ کا دوست ہوں تو مجھے اپنا محرم اسرار بنا لیجئے اور اگر میں اپنا دوست ہوں تو مجھے ہلاک کر دیجئے۔ اس وقت اس کے دل میں نور کی تھلی منکشف ہوگی یہاں تک کہ ساری ہستیاں اس کے آگے پست ہو جائیں گی اور وہ اپنے آپ سے بھی گزر جائے گا پھر حق سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے سر میں ندا ہوگی کہ میں تیری آن ہوں تمکین نہ ہو، یہی ہے اس کی دوستی کی خلعت، تو ایسے آدمی کو کون شخص خوش نہیں دیکھ سکتا۔ سرگرمیوں و پریشاں ہو جائے اور مخلوق یعنی لوگوں کے نزدیک دیوانوں کی طرح معلوم ہو عالم حیرت میں متحیر ہو جائے اور یہ بھی ہوگا کہ اس کی عقل معرفت کے سمندر میں غرق ہو جائے اور رات دن خود کو تفکر میں اس امید پر ڈال دے کہ شاید دوسری بار وہی ندا اس کے کانوں میں پہنچے اور یہ نہیں کی بات ہے کہ محب اگر سوتلہ ہے تو بھی اس کا دل نہیں سوتا یہ اس لئے کہ وہ انتظار میں رہتا ہے۔ ہر وہ آدمی جو تفکر میں اس اصول پر چلتا ہے امید ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے دوستوں و لیوں کے زمرہ میں داخل کرے اور ان کے کاروبار تک ان کو پہنچا دے اور اس کا نقارہ بج جائے کہ مرید سارے عالم سے کٹ جائے اور اپنی نیندوں کو اپنے اوپر چرام کرے یہاں تک کہ شاید قیمتی موتی اس کے ہاتھ آجائے بزرگان دین کا قول ہے کہ آدمی پھٹے پرانے کپڑوں کے ساتھ اس زمین پر ایک موتی پالیتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خودی سے بنا ہوا

دو مین آنتی سے وہ یہ گوہر آجبار نکال لایا ہے اس پر حرکت حق تعالیٰ صادق آتی ہے اور ہرک
 بیر کے پالنے اور نہ پالنے سے وہ غرض رہے اسکا طرح بھی حق سبحانہ تعالیٰ اسے رکھے وہ
 اس پر بغیر کراہت کے راضی رہے اس کے لئے عزت و ذلت ایک ہو جاتے فقر و توکری کیسی
 بن جاتے۔ سارے دن وہ اس سنی کا منتظر ہے اور ساری رات اس سنی کی طلب میں بسر کرے۔
 تمام رات سب سے کٹا اور ٹوٹا ہوا رہے اور اسی طرح دن کے وقت اس کے اوپر علائق کاغذ
 باقی نہ رہے اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اور اگر کسب و کمائی کرے تو اسی قدر کہ جتنے میں زندہ و
 سلامت رہ سکے اور یہ کسب بھی طال کے ساتھ کرے رغبت کے ساتھ نہیں اور جو کچھ بھی
 کرے وہ غیر کئے لئے نہ یہ کہ خود اپنے لئے۔ ماقبتہ بخیر ہو۔

والسلام

فیہ شرف منیری

مکتوب ۱۸۳

دل کے احوال میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! کہ دل کی صفتیں دو طرح کی ہیں نیکہ و بدہ۔ اچھی و بُری آدمی کے
 بعد افعال و اعمال اسی کا ثمرہ ہیں کوئی آدمی بُری صفت سے خالی نہیں ہے اور جب تک
 بری صفت دل میں ہے ہر فعل و عمل جو آدمی نے ظہور میں آئے گا وہ مرن بڑا ہی ہوگا،
 یا اچھے اور بُرے افعال طے ہوتے ہوں گے۔ کیوں کہ صفتیں دل کی سرزمین میں اسی طرح ہیں
 کہ جس طرف درخت زمین میں ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اگر درخت بہترین اور
 اچھے قسم ہے تو اس کا پھل بھی نیکہ و اچھا ہوگا اور اگر درخت بُرے قسم کا ہے تو اس کا پھل
 بھی خراب و بڑا ہی ہوگا۔ اسی طرح بلا فرق دل میں صفتیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی ایسا دل ہو جو
 بچے اخلاق اور بچے اوصاف سے آراستہ ہو تو ہرگز نہ ہوگا۔ یہ ہر فعل جو اس کے ظاہر اعضاء

سے صادر ہوگا وہ سب کاسب نیک و اچھا ہی ہوگا۔ ایسے شخص کو اہل دل کہتے ہیں اور ایسے
 دل کو دل زندہ کہتے ہیں۔ اور اگر تھامی ملکوت عیاں درویشن ہو جائیں تو اس علم کو علم مکاشفہ
 کہتے ہیں۔ اور وہ جو کہا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے اور نہ زمین میں خداوند
 تعالیٰ کی راہ خود تیرے اندر ہے ہم ہی کافی ہے وَفِي الْفُضَيْحِ افلا تبصرون (وہ تمہارے اندر
 کیا تم دیکھتے نہیں) کا اشارہ اسی طرف ہے اور القلب بیت اللہ اور القلب عرش اللہ (دل
 اللہ کا گھر ہے دل ہی عرش الہی ہے) اس جملہ کی گواہی دے رہے ہیں جس نے کہا ہے خوب کہا ہے

سحاب جہاں جمال خسارہ ما سلطان جہاں در دل بنچہ پارہ ما
 گفتہ ملکاترا کجا جویم من وز خلعت تو وصف کجا گویم من
 گفتا کہ مرا مجوی بر عرش بہشت نزو دل خود جو کہ دل تویم من

اور اگر کوئی دل ایسا ہو جو نامحسوسوں سے آلودہ اور بڑی خصلتوں میں گرفتار ہو
 تو ہر وہ فعل و عمل جو اس کے ظاہر اعضاء سے وجود میں آئے وہ سب کاسب کے فائدہ ہو جتنا
 بھر بھی زور داریوں سے وہ نکل آئے ظاہر شرع کے حکم کے تحت لیکن کل قیامت کے دن
 کچھ کام نہ آئے گا اور آج اس دنیا میں اس کا دل ملکوت یعنی باطن کے اسرار کے دیکھنے سے
 گور و نابینا ہوگا اور اس راہ کے مردوں کی دولت و نعمت سے محروم رہے گا و ستونہم
 ينظرون ایٹ وہم لایبصرون یہ اندھے دلوں کے حق میں ہے وگرنہ ظاہری آنکھ
 سے تو وہ بھی دیکھتے ہی ہیں اور تمام بڑی صفتوں اور برے اخلاق کو نفس کہتے ہیں اور
 ایسے شخص کو صاحب نفس کہا جاتا ہے۔ صاحب نفس نفس کی آلودگی کے ساتھ برہا برس
 اگر جان سے مجاہدہ و ریاضت کرتا رہے تو بھی اس پر کچھ نہ کھلے گا جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

س راہ پاکان است این آلودگان را نیست راہ

مرد این رہہ نیستی بہودہ جانی مسکنی

یہ پاک لوگوں کی راہ ہے۔ اور ناباکوں کی راہ نہیں ہے جب تم اس راہ کے مرد نہیں ہو

تو فضل جان ہلکاں کر رہا ہو

والسلام
 حقیر شرف مینا



marfat.com

Marfat.com

مکتوب ۱۸۴

ظاہر و باطن کی طہارت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ممودات و عاہلی خصلتیں جو نجات دینے والی ہیں۔ مذمومات وہ بری خصلتیں جو ہلاک کرنے والی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ظاہر و باطن کی پاکی طریقت میں شرط ہے جس طرح ظاہر شرع میں نماز کے لئے شرط ہے اور یہ معلوم ہے کہ بغیر وضو کے نماز محال ہے۔ اور ظاہری پاکی کے چار درجے ہیں۔

پہلا درجہ۔ ظاہری اعضاء کی پاکی بخاستوں اور حدتوں سے۔

دوسرا درجہ۔ اعضاء کی ظاہری طہارت بڑائیوں کے لگائے۔

تیسرا درجہ۔ دل کی پاکی جملہ بری خصلتوں اور بُرے اخلاق سے۔

چوتھا درجہ۔ سب کو غیر حق سے پاک رکھنا۔

پاکان جہاں اس طہارت کے عالم میں اس جہاں میں رہتے ہوتے یہ لوگ اس درجہ مجاہدہ و ریاضت جو کرتے ہیں وہ اسی طہارت و پاکی کے لئے کیا کرتے ہیں اور جب اس پاکی و طہارت سے سطر ہو جاتے ہیں تو اس بارگاہ پاک کے لائق ہو جاتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ طَیْبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا الطَّیْبَ (بے شک اللہ پاک ہے اور وہ قبول نہیں فرماتا طہارت کے سوا)۔ بارگاہ پاک میں پاک لوگوں ہی کو باریابی ملتی ہے۔ طمائے آخرت کہتے ہیں کہ ظاہر کے سنوارنے میں لگے رہنا اور دل کے تزکیہ و طہارت کو چھوڑ دینا ایسا ہی ہے کہ مرض اندر میں ہے اور ظاہر جسم پر دوامی جاری ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کو اپنے یہاں بہانہ بلائے گھر کے باہری حصے کو طرح طرح کی زینتوں سے سجائے اور گھر کے اندر ولی حصہ میں نجاست و گندگی کو رکھ کر کٹ چھوڑ دے۔ اسی کو کہا ہے۔

کوشش تامل زندہ گردن پر آرائی برنگ
مردہ رل کے سودا و گور بافتش و نگار

جانو! کہ بری صفتیں جن کو ہلکات، ہاک کرنے والی کہتے ہیں اس کی بہت سی قسمیں ہیں جس طرح اچھی صفتیں کہ جن کو منجیات، نجات دینے والی کہتے ہیں ان کی بہت سی قسمیں ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ اصل ہلکات دس ہیں کہ آدمی اگر اس سے بچسکا رہے تو کامل ہو جائے۔ بخل، کبر، عجب، ریاء، حسد، بد مزاجی، غصہ، کھانے پر بہت زیادہ محسوس اور بہت زیادہ بوشنی کی حرص، جاہ کی محبت، مال کی محبت۔ اور اصل منجیات بھی دس ہیں اگر کوئی شخص اسے حاصل کرے تو وہ کامل ہو جائے گناہ پر پشیمانی، بلائیں مبراقتضا پر راضی رہنا، نعمت میں شکر، خوف و امید کا یکساں ہو جانا، زہد یعنی دنیا کا ترک، طاعت میں اخلاص، لوگوں کے ساتھ نیک جونی اور خداوند عزوجل کی محبت۔

عاقبت خمیس ہو۔

وَالسَّلَام

حقیر شرف مینری



مکتوب ۱۸۵

بندہ کی محبت خاص حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسے بھائی جانو! محبت دو طرح کی ہے۔ ایک محبت عام۔ دوسری محبت خاص۔ محبت عام جملہ مقامات میں سے ہے اور وہ بندگی کرنا اور گناہ و شرع کی مخالفتوں سے پرہیز کرنا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

لَعَصَىٰ آلِ لَدِ وَأَنْتَ تَظْهَرُ حَتَّىٰ هَذَا الْعَمْرَىٰ فِي الْفَسَالِ بَدِيعِ

لَوْ كَانَ حَبْكُ صَادِقًا لَطَعْتَهُ إِنَّ الْمَلْعَبَ لَمَنْ يَحِبُّ مَطِيعِ

marfat.com

Marfat.com

دعاؤں سے تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔ میری زندگی کی قسم
یہ عجیب طرز عمل ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کا زماں برقرار ہوتا۔ کیوں کہ محبت
کرنی والا اپنے محبوب کا تابع اور نرماں برقرار ہوتا ہے۔

خداوند تعالیٰ کی دوستی و محبت کا دعویٰ تو نے کیا اور اس دعویٰ کے باوجود تجھ سے گناہ
سزا دہوئے یہ تو انکار کی قسم ہے۔

گر دوستی بصدقہ بی طاعت آدمی زان رو کہ دوست از ہمد او طاعت آوست
لیکن محبت خاص ایسا معنی ہے جو باطن میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و
عطا سے ہوتا ہے جب یہ دوستی حقیقت میں پیدا ہو جاتی ہے اس وقت دوست کی جانب
سے جو کچھ دیکھتا ہے اس کو اپنے لئے دوست بنا لیتا ہے خواہ وہ خوش دلی سے ہو یا ناخوشی سے
جیسا کہ کہا ہے۔

دلوبید المحبیب سقیمت ممانکان السقم من یدہ بطیب

(اگر محبوب کے ہاتھ میں زہر (کا جام زہر) ہو تو وہ اس کے ہاتھ سے زہر بھی خوش گوار (شربت ہے)

س گر من از دست دوست زہر خورم زہر قاتل مرا چو جلاب بود
اور حضرت ابوکر شبلی رحمت اللہ علیہ کے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک دفع ان کے سامنے

اس آیت کا تذکرہ آیا قال بحسنوفیہا و کلامہا

نقل ہے کہ ہزاروں ہزار سال کفار و بناو بنا پکارتے رہیں گے انہیں خطاب ہوگا
"میری رحمت سے دور ہو جاؤ اسی جہنم میں پڑے رہو" خاموش مجھ سے بات نہ کرو۔ جناب
شبلی نے ایک نعرہ مارا اور کہا کاش یہ خطاب مجھ سے ہوتا۔ یہ بات محبت ہی کا فائدہ ہے
محبوب سے ہم کلامی چاہیے خواہ وہ کلام لطف کے ساتھ ہو یا تہر کے ساتھ محبت کے ذہب
میں ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ہے تو محبوب کا کلام محبوب مجھ سے مخاطب
ہوا۔ اور اسی مقام کی بات ہے بعض مشائخ نے شیطان کے بار میں تعریفی کلمے کہتے ہیں
کیوں کہ تمام صفتوں کا مزج حق سبحانہ تعالیٰ کا فعل ان دو صفتوں پر ہے۔ ایک لطف اور
دوسرے تہر پر۔ کہ جب شیطان کے حق میں تہر کی صفت کا اثر اور اس کی علامت بدرجہ
رہیں تو یہ اثر و علامت ان کے نزدیک محبت کے غلبہ کے رُوسے لطف کے اثر و علامت

کے برابر ہوئی۔ دونوں ہی اثر و علامت چوں کہ محبوب کی جانب سے ہے تو ان کے نزدیک
دونوں ہی ایک طرح کے ہوتے ہیں۔

زہر گر دوست است خوشتر از علقہ است خار گر دوست است بہتر از خار است

اور یہ اسرار میں سے ایک سر ہے فہم من فہم و جہل من جہل (مجھ جس نے
سمجھا اور جاہل رہا وہ جس نے نہیں سمجھا) اس کے علاوہ ہر وہ تفصیل طلب جملہ جو مشائخ نے منسوب
ہے وہ عذر بہانہ دکھلانا جناب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے بارے میں اور آدم واری
سے اس کی دشمنی بھی خداوند تعالیٰ کے فرمان کے برخلاف ہے اور اس میں کلام یعنی قرآن
کے نص کار و اور اس کی تکذیب ہے اور از روئے تحقیق اس صبیحہ صریح ہے خدائے تعالیٰ
کے کلام سے خدائے تعالیٰ کے ساتھ اس مردود کی دشمنی کی وہ سے ہے محبت کے مذہب میں
دوست کا دشمن دشمن ہوتا ہے جس طرح دوست کا دوست دوست ہوتا ہے۔ تو خدائے تعالیٰ
کے دشمن کی طرف سے عذر دکھلانا قول خدا کے خلاف اور محبت خدا کے مذہب کے خلاف ہوتا
ہے اور یہ بہت بڑی غلطی اور زبردست لغزش ہے عصمنا اللہ من ذالک (اللہ تعالیٰ
بچائے ایسی باتوں سے) تو حاصل کلام یہ ہوا کہ جب وہ محبت پیدا ہوئی تو بے شک یہاں پر
میر ہو گا خوشی طبع کے ساتھ جس طرح اس بیقراری کے پہلے خوشی طبع کے ساتھ تھی۔ یہاں
پر بندہ کے لئے خدا کے اختیار کے آگے اپنے اختیار کا ترک لازم آتا ہے اس کی رضا کے
حکم کے تحت۔

تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ
شرف منیری



مکتوب ۱۸۶

اختیار کا ترک اور تقدیر پر راضی رہنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی بانو! کہ نبی بندہ خداوند تعالیٰ کے اختیار سے راضی و خوشنود ہوا تو اس بندہ کے لئے اپنی جانب سے اپنے تعین و اختیار کا ترک کرنا لازم ہے اور جب یہ حال پیدا ہو جاتا ہے تو بندہ کے لئے راحت ہی راحت ہے اور اس کی طبیعت کی تمام ناخوشی اس کی خوشی بن جاتی ہے اس کے تمام حرکات و سکنات طاعت و عبادت ہو جاتے ہیں۔

نقل ہے کہ صحابہؓ میں سے ایک صحابی یعنی حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ نے کہا الفقرا حب الی من الفناء والمرض احب الی من الصحۃ والموت احب الی من الحیاة والمحزون احب الی من السرور یعنی غربت و فقری تو تنگدستی سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور بیماری صحت سے زیادہ زیادہ ہے موت زندگانی سے کہیں زیادہ مجھے محبوب ہے غم خوشی سے زیادہ مجھے پسند ہے۔ ابو درود رضی اللہ عنہ کی یہ بات جب اہل بیت نبوت یعنی حضرت حسن ابن علی اور حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا رحمہم اللہ اہل الدرد ما احب غیر اختیار اللہ یعنی ابو درود پر خدا کی رحمت ہو (جو انہوں نے یہ جملے کہے) کہ خدا نے تعالیٰ جس چیز کو میرے لئے اختیار فرماتا ہے میں اس کے علاوہ کسی چیز کو محبوب نہیں رکھتا۔

اور حضرت جنید قدس اللہ روحہ سے لوگوں نے کہا کہ ایک شخص کتبا ہے کہ میں اسی کے مثل جملہ پر عمل کرتا ہوں تو اب جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات وہ اس وجہ سے کہتا ہے کہ خود کو اور ان تمام بلائیوں کو جو وہ کرتا ہے اسے اپنا فعل نہیں جانتا ہے خود کو معذور سمجھتا ہے اور اپنے ان سارے بڑے افعال کو تقدیر کے حوالہ کرتا ہے اور تقدیر خداوندی کو اپنے فعل کا بہانہ بناتا ہے تو یہ افراد گمراہی سے لیکن ہاں یہی بات اگر کوئی سمجھا اور صادق آدمی اس رد سے کہتا ہے کہ

ہر قسم کی طاقت و طاقت بجا آگے ہے اور تمام نافرمانوں منہیات و شرع کی مخالفتوں سے پرہیز کرتا ہے اس کے باوجود وہ خود کو ایسا جانتا اور سمجھتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکا اور تمام خطا کاروں کا گناہ میں گزرتا ہے سے خود کو کتر دیکھتا ہے جہاں اس کے نفس کا یہ حال ہو گیا ہو۔ اور ہر وہ نیکیاں جو وہ کرتا ہے یا کسے لے لہتی جانے سے نہ جانے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور اس کی عطا کی ہوئی قوت و مدد سے جانے اس کا اور اپنے آپ کو جمادات کے مانند بے تعریف دیکھے اور جانے مشائخ کا قول ہے کہ الاختیار شوم (اپنا اختیار خود ہے) کہتے ہیں کہ میں طرح آدمی طغوت بچھ ہونے کی حالت میں بے اختیار ہوتا ہے اور اس کی اس بے اختیاری میں حق سبحانہ تعالیٰ اس کے تمام اسباب و ساز و سامان اس کی بے تدبیری یعنی کوئی تدبیر اس کے لئے بغیر نیسا فرما دیتا ہے اور اس کے کام بنا دیتا ہے۔ اور جب اختیار کے لائق ہو جاتا ہے تو پھر تمام مصیبتیں اور تکلیفیں اس کے سامنے آجاتی ہیں تو اس راہ کے چلنے والے کو چاہیے کہ آخر کار وہ ایسا ہو جائے جیسا کہ طغوت میں تھا۔ اور یہ کہ کس شیخ سے کسی نے پوچھا ما النہایۃ یعنی کام کی انتہا کیا ہے؟ انہوں نے کہا الرجوع الی السبۃ یعنی ابتدا کی طرف لوٹ آنا ہے۔ اور یہ قول اسی معنی میں ہے۔

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف میرزا

مکتوب ۱۸۷

سیر ط البان حق تعلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسے بھائی جانو! اگر کسی کو حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے اور اس کام کا ورد اس کے دامن گیر ہو، بہت کئی بلندقامت سے میسر ہو جائے اور طالب میں صادق ہو تو چاہیے کہ اس کے کام بھی اور دوسروں کے کام کے برعکس ہو جائیں۔ اول اپنے باطن کو کیا کریں، کیا کھاؤں کیا پہنیں، کیا نکلے سے عالی کرے پھر ہمیشہ پاک و ظاہر رہے ظاہری طہارت اور باطنی طہارت

marfat.com

دنوں جہارت پر قائم رہے۔ جب ظاہر کی جہارت پر ہوگا تو احکام کی بجائے آوری سے نہیں رکے گا اور جب باطن کی جہارت میں رہے گا تو حق سبحانہ تعالیٰ سے فائل نہ ہوگا۔

ظاہر کی جہارت۔ خونِ پیشاب اور اس جیسی دوسری چیزوں سے۔

باطن کی جہارت۔ دنیا کی محبت، جاہ و منزلت، خلق کی آویزش اور ان کی گندگیوں کی آلودگی اور خداوند جل جلالہ سے جو کام فرمایا ہے اس کی بجائے آوری اور جن باتوں سے منع کیا ہے اس سے دور ہونا اور سب سے دور عالم خواجہ روزِ محشر حضور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر قائم ہونا کی اتباع و پیروی کرنا تاکہ بدعت و گمراہی میں مبتلا نہ ہونے پائے۔ اور جہالت کو چھوڑنے سے حاصل کرے۔ جس سے دل چھوڑنے سے قناعت اختیار کرے۔ مخلوق کی محبت ترک کرے۔ گمراہی سے اجتناب کرے۔ سرداری بڑائی چھوڑے۔ عاجزی و انکساری اختیار کرے۔ گناہوں سے کنارہ کش ہو جائے۔ طاعت و بندگی بجالائے۔ خلیل ترک کر کے سخاوت کی صفت پیدا کرے۔ غصہ و کین چھوڑ دے۔ علم و بردباری اختیار کرے۔ تہقیر کے ساتھ ہنسنا ترک کر دے۔ اندوہ و گریہ اختیار کرے۔ درستی و سستی سے باز آئے۔ شفقت و حرمت برتا کرے۔ نام و رنگ چھوڑ دے۔ گناہی اور نیکی اپنائے۔ لوگ سمجھیں گے اس خیال کو ترک کر دے۔ خدا کیلئے گناہ اختیار کرے۔ مخلوق کی خوشنودی کو ترک کر دے۔ خدا و خوشنودی حق تعالیٰ اختیار کرے۔ مخلوق کی عیب جہتی چھوڑ دے۔ ان کی نیکیوں کی جستجو کیا کرے۔ لوگوں سے لینا چھوڑ دے۔ بلکہ دینا اختیار کرے۔ قبول خلق ترک کر دے۔ قبول حق تعالیٰ اختیار کرے۔ لوگوں کی بدخواہی ترک کر کے دعویداروں کو خوش کن بنا کر دے۔ خود اپنا دعویٰ انصاف و درخشش کو بھول جائے۔ راضی ہونا اور بھلانے کرنا اختیار کرے۔ سونا اور آرام کرنا چھوڑ دے۔ بیماری و بیقراری اختیار کرے۔ خلق کی تعریف و تحسین چھوڑ دے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کی تعریف و تحسین اختیار کرے۔ اسباب پر تکیہ و بھروسہ ترک کر دے۔ حق سبحانہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ رکھے۔ شیطان کی باتوں کو چھوڑ دے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل پیرا ہو جائے۔ اپنی خواہشوں کو ترک کر دے۔ سنت کی پیروی اختیار کرے۔ غلطی گونہ ترک کر دے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کو ذکر کیا کرے۔ کھانے کی تمنا ترک کر دے۔ فاقہ اختیار کرے۔ پہننے کی آرزو چھوڑ دے۔ عرقہ اختیار کرے۔ اگر یہ مندہ یا پلاسٹک یا کپڑے کا پہنا ہوا ہے تو اس میں ایسا فرش و فرم رہے کہ اور دوسرے لوگ جس طرح دنیا کی

ساری دولت مل جانے سے خوش رہتے ہیں اور بے ملائی میں ایسا خوش رہے جیسا کہ دوسرے لوگ ملاوتی سے خوش رہتے ہیں۔ مگر ٹیڈی کے زوال سے ایسا ڈر رہے جیسا کہ دوسرے لوگ دنیاوی نعمت کے زائل ہوجانے سے ڈرتے رہتے ہیں۔ مگر تمہاری مہر اس کی مراد بر نہ آئے تو مراد کے بر آنے سے خوشی ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ خوش رہے۔ اور یہ جاننے کو حق سبحانہ تعالیٰ اسے دنیا سے محفوظ رکھتا ہے نہ کہ دنیا کا اس سے اور اس کو اپنی ذات سے اس لئے تو نگر بنا دیا ہے کہ تمام چیزوں کو بجز اللہ وہ چھوڑ سکا و گرنہ نفس اسے اپنا لقمہ بنا لیتا۔ اس وقت موت اسے بھی معلوم ہوتی ہے اور لمبی امیدیں کوتاہ ہوجاتی ہیں اور نامرادی کی خود خصلت اختیار کر لے اور اپنے سے کٹ جاتے اپنی بھلائی و بُرائی میں مشغول نہ ہوں نیند و بھوک اس سے غائب ہو گئی ہو اور اپنے گھر والوں کے درمیان بیگانہ ہوجاتے۔ لوگوں کے بیچ دشمنوں کی طرح ہوجاتے۔ کئی چیز رغبت و خوشی سے نہ کھاتے اور کوئی لباس رغبت و خوشی سے نہ پہنے مگر ناخوشی و باطن کی نفرت کے ساتھ۔ جیسے عاجزی کرنیوالوں کا چلنا اور لوگوں سے ایسا ہوجائے کہ اگرچہ کھانے اور پہننے کی کوئی چیز نہیں رکھتا ہو اس کے باوجود امیروں پر فراغت و قناعت ظاہر کرے کہ جب امیروں سے طمع ختم ہوجاتی ہے تو ان امیروں سے کہیں زیادہ امیر و تو نگر ہوجاتا ہے۔ اور یہ ابھی طرح یقین کرنے کو زندہ رکھنے والا خداوند تعالیٰ ہے خواہ روٹی کے ساتھ زندہ رکھے خواہ بغیر روٹی کے۔ اور نفس سے کہیں کو تیرا ہلاک ہوجانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تو خدا کے سوا کسی غیر کی جانب نگاہ کرے۔ جان دیدے یا خداوند تعالیٰ کی رزاقی پرایمان لا۔ جیسا کہ تونے زبان سے اس کے رزاق ہونے کا اقرار کیا ہے تو اپنے باطن سے بھی اس کی تصدیق کر مومن ہوجا و گرنہ مر جائے گا۔ اور رات کے پہلے نعت میں یارات کے آخر حصہ میں یوں دعا کرے۔

اے میرے بادشاہ میں بھاگا ہوا تیرا بندہ ہوں۔ لیکن ہمیشہ تری محبت میں لگا ہوا ہوں تو خوب جانتا ہے کہ میرا مقصود تیری نافرمانی نہیں تھی لیکن اس بُرے نفس کے ہاتھوں گرا پڑا ہوا ہوں اگرچہ بہت زیادہ میں نے بُرائی کی ہے اس کے باوجود آپ کی مہربانی اور آپ کا احسان مجھے ٹھٹھا لگا ہے کوئی طاقت نیرس پاس نہیں، اخلاص کی پونجی نہیں، نہ بد بھی نہیں وہ ساری چیزیں جو آپ کے بندگان رکھتے ہیں ان سب سے میں منطس ہوں۔

اے میرے بادشاہ جس قدر میں اپنے اعمال و افعال میں نظر دوڑاتا ہوں سوائے ناداری

کے کچھ بھی نہیں پاتا ہوں۔ گنہگاروں پر رحمت کرنے والے آپ ہی ہیں گرسے پڑوں کو سہارا دینے والے آپ ہی ہیں۔ مندوں کی دعائیں قبول کرنے والے بھی آپ ہی ہیں میں آپ ہی کو آپ کی بارگاہ میں شفیع لاتا ہوں کہ مجھے اس بدکردار نفس کے ہاتھوں سے نکال لیجئے تاکہ آپ کا مخلص بندہ بن جاؤں۔ ماتحتی کا کام میں لگا رہے اور ہمیشہ قائم رہے اور اپنے کام کرے میں سے نفس پرست بار پڑے اور وہ سخت کام نفس کی مرادوں کی مخالفت کرنا ہے۔ جو کچھ نفس کی مراد ہے اور جو چیز نفس کو ابھی معلوم ہوا ہے ترک کر دینا ہے۔ نفس پر جب سخت کام ہی اس کی مخالفت ہے اور جب طالبانِ سلسلہ میں سے ہو جائے تو نفس سے ہتھیاری کے ساتھ مقابلہ کرے تاکہ روزِ بروز نفس کے صیروں سے آگاہ و بینا ہوتا جائے جتنا زیادہ کوشش کرتا رہے گا اتنا ہی زیادہ بینا ہوتا جائے گا اور مجاہدہ کے ذریعہ اسے پاک بنائے اور اس نفس سے پاکی کے برابر اس بارگاہ پاک میں قربت و نزدیکی حاصل ہوتی ہے کیوں کہ اس بارگاہ پاک میں سوائے پاک لوگوں کے اور کسی کی گذر نہیں اور جب تک ایک ذرہ برابر بھی نفس باقی ہے ناپاکی باقی رہتی ہے جیسے کسی جنبی کے جسم پر ایک بال بھی بغیر دھوئے ہوئے باقی رہ جائے تو جنابت یعنی ناپاکی باقی رہتی ہے۔

لیکن اگر کسی میں استعداد و صلاحیت نہیں ہو اور اس کا درد بھی نہ ہو تو ایسے شخص کو اس راہ میں قدم نہیں رکھنا چاہیے اور اگر اس کی ہمت اس میں نہ ہو تو اسے چاہیے کہ آخرت کی راہ میں علم ظاہر کے حکم کے تحت چلے اور سلاستی پسندی اپنی فضول گوئی کو اس راہ میں نہ ڈالے کیوں کہ یہ راہ مردوں کی ہے آدمی کو مرد ہونا چاہیے تاکہ اس راہ میں چل سکے اگر ہوس کے ساتھ اس راہ میں کوئی چل سکتا تو یہ راہ یوں نہیں خالی نہ رہتی راہ چلنے والوں سے بھری رہتی تو ایسے شخص کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ توبہ بھوج (پہلی توبہ) کرے اور گناہوں کے قریب نہ جائے اس بارگاہ رب العزت میں گریہ و زاری کے ساتھ مناجات کرے کہ

اے گناہوں کے بخشنے والے! غیبوں کو چھپانے والے! تمہی سے تیرے پاس فریاد کرتا ہوں کہ توجھے میرے نفس سے محفوظ رکھ تاکہ میں اس کی طرف سے پٹ کر تیری طرف آ جاؤں کیوں کہ گرسے پڑوں کی دستگیری کرنے والا تو ہی ہے مجھے اس توبہ پر استقامت عطا فرما اور وہ توبہ یا ان جو اس توبہ کے قبل ہو چکے ہیں ان کو اپنے خزانہ رحمت سے دے کر خوشنود کرے تاکہ اس کی راہِ خاص میں دعوی داروں سے قائل ہو جائے اور دنیا حاصل کرنے کے لئے حرم

ذکر سے دنیا حاصل کرنے کے لئے طبیعت کا میلان نہ ہونے سے اور ایسے لوگوں سے جو اس میں مبتلا ہیں ان سے میل جول نہ رکھے اور تھوڑے پر تقاضت کرے اور جب اس نے توبہ کر لی ہو تو موت و قبر، قیامت کی فکر میں نگارہے تاکہ ایسی ایسی امیدیں کوتاہ ہو جائیں فاسد سوچ و فکر کم ہو جائے اور تمام اعمال ظاہری جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے فرائض و واجبات اور سنتوں سے اپنے ظاہر کو آراستہ کرے اور جتنا بھر ہو سکے اپنے اوقات کو اور ادو وظائف سے معمور رکھے علماء دین اور صلحاء کے گروہ اور پارسا پر مینر گاروں کے پاس رہنا اپنا معمول بنائے تاکہ اگر مردانِ حق میں سے نہ ہو سکا تو کم سے کم اہل آخرت کے گروہ میں سے تو ہو سکے اور کل قیامت میں عذاب و دوزخ کی ہلاکت سے بچ سکا یا پا جائے اور وہ بہشت کی نعمتوں تک پہنچ سکے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اگرچہ یہ مقدارِ خلاصہ و مختصر ہے لیکن خوش نختوں کے لئے اتنا کافی ہے اور ان کی غرض حاصل ہے۔ جملہ مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

والسلام
شرف منیری



مکتوب ۱۸۸

صبر و شکر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! پیغامِ بریلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایمان کے دو بڑے بڑے حصے ہیں ایک صبر ہے اور دوسرا شکر ہے تو جس کو مصیبت آئے گی اس میں صبر ہے اور جسے نعمت دکشادنی ہو شکر نہیں ہے اس کو ایمان نہیں ہے۔

اور حدیث میں ہے سرایمان کا سر ہے جس طرح بدن میں سر ہوتا ہے وہ ایمان جس میں صبر نہ ہو وہ بے سر کا بدن ہوتا ہے اور ایسا جسم جو اخیر سر کا جو کس کام کا نہیں ہوتا۔ اسی طرح بغیر صبر کا ایمان کوئی کام نہیں آتا۔

marfat.com

Marfat.com

جناب موسیٰ پیغامبر علیہ السلام ایک دن کوہ طور پر تھے انہوں نے عرض کی اسے سب سے
خدا بہشت میں وہ کون سی منزل ہے جب تھے سب سے زیادہ عزیز ہے، ارشاد ہوا اسے موسیٰ وہ جگہ
خضیرہ قدس ہے جناب موسیٰ نے پوچھا اس جگہ کون لوگ ہوں گے؟ جواب ملا میرے وہ بندے
جن کو بلا قدم مبتلا کرتا ہوں اور وہ میری بلاؤں پر صبر کرتے ہیں اور جب میں نعمت بھیجتا ہوں
تو وہ شکر کرتے ہیں اور جس وقت ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اسی حال میں کھتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ
راجعون۔ (یعنی اللہ ہی کے لئے ہوں اور بھلا اللہ ہی کی طرف ہانا ہے) یہ لوگ ہیں جو خضیرہ قدس میں رہیں گے۔

حکماؤں کہتے ہیں کہ بہتوں چیزوں میں سے چار چیزیں ہیں۔ ایک فاقہ کا چھپانا دوسرے
درد و بیماری کا چھپانا تیسرے غیرات و صدقہ دینے کو چھپانا چوتھے مصیبت کی پردہ داری۔
اور ایک حدیث ہے کہ ہر مصیبت پہنچنے کے وقت میں ہے تو اگر کوئی شخص بلا مصیبت
کے پہنچنے کے وقت نالہ کرے اور اس کے بعد صبر کرے تو ایسا شخص صابر نہیں ہوتا۔ جب
مصیبت پہنچے ہی کوئی کہے اٹھے اناللہ وانا الیہ راجعون تو اس کے لئے یہ تین چیزیں ہیں صلوٰۃ
اور رحمت اللہ کی طرف سے اور وہ ہدایت پانے والوں میں سے ہوگا اور اللہ کی جانب سے
صلوات، اس کی رحمت ہی ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خداوند جل شانہ نے
کسی پیغامبر یا کسی پیغامبر کی اُمت کو اناللہ وانا الیہ راجعون نہیں دیا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اور ان کی اُمت کو حق سبحانہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں پر تین چیزیں نثار کر دی ہیں ارشاد باری
تعالیٰ ہے اُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُحْسِنُونَ اور اللہ
ی لوگوں پر خدا کی رحمتیں اور مہربانیاں ہیں اور وہی لوگ سیدھی راہ پر چلے جاتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ
نے جو کچھ دنیا میں پیدا کیا ہے وہ سب کا سب کسی ایک شخص کو مل جاتا ہے پھر خداوند عزوجل وہ سب
اس سے لے لے اور اس کے عوض بہشت کے پانی کا ایک گلاس دینے کا وعدہ فرماتا ہے تو وہ وعدہ اس سے
کیسے بڑھ کر ہے جو اس کو دیا گیا تھا اور پھر اس سے لے لیا گیا ہو بلکہ اگر تمہارے بولنے کا نیتہ ٹٹ جاتا تو صبر کر
اور کہو اناللہ وانا الیہ راجعون کیوں کہ ان میں انعام کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ صلوات رحمت اور ہدایت ایک
دفعہ چرائیں، نبی الیہ المرسلین حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ اٹھے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ لوگوں نے پوچھا کیا یہی
مصیبت ہے؟ فرمایا ہاں جو چیز دامن پر گذرے اور اس کے گذرنے سے ناخوش و بے امید ہو وہ مصیبت ہے۔
وَالسَّلَامُ



مکتوب ۱۸۹

غیبت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! جانو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی غیبت کرتا ہے تو اس کا روزہ باطل ہو جاتا ہے اور وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ غیبت ایسی بات کو کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص سُنے تو اسے رنج پیدا ہو۔ اور وہ جو حدیث میں ہے کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس روزہ کا جس میں غیبت کی گئی ہو کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا۔

اور دوسری حدیث ہے کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جو کسی مومن کی غیبت کرتا ہے تو یہ کسب اور درست ہے کہ وہ اس کا گوشت اس کے مرنے کے بعد کھاتا ہے۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تھا کہ مردار کی جیسی بو آنے لگی حضور نے پوچھا جانتے ہو یہ کیسی مہک ہے، صحابہ نے کہا ہم لوگ نہیں جانتے۔ فرمایا یہ بو اس شخص کی ہے جو کہ جو لوگوں کی غیبت کرتا ہے۔

اور دوسری بات حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے دنیا میں مومن بھائی کا گوشت کھایا ہو قیامت کے دن اس شخص کا گوشت اسے پیش کیا جائے گا اور کہا جائے گا کھاد اس شخص کا گوشت جیسا کہ زندگی میں تم نے کھایا تھا تو وہ اس گوشت کے کھانے سے ڈرے گا اور فریاد کرے گا۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے جو کسی مسلمان کی غیبت کرتا ہے وہ کل قیامت کے دن جب اس کے سامنے ہوگا تو اس کی پشت کو اس نے سامنے کر دیں گے۔ اور ایک حدیث یہ بھی ہے کہ غیبت سے دور رہنا چاہیے اس لئے کہ اس میں تین آفتیں ہیں

غیبت کرنے والوں کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اس کی نیکیاں مقبول نہیں ہوتیں اور اس کے گناہوں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ غیبت کرنے والے کو دنیا میں مزا ملتا ہے اور آخرت میں وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اور ایک روایت ہے کہ ایک عورت پستہ قد پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی جب وہ چلی گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیسی فصیح اور کیا خوش کلام ہے اگر یہ کواہ قد نہ ہوتی پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے عائشہ تم نے غیبت کی، حضرت عائشہ نے عرض کی جو بات اس میں تھی وہی میں نے کہی ہے ارشاد ہوا غیبت یہی ہے اسی بڑی چیز کو کہنا جو اس کے اندر ہو۔

ایک اور حدیث 'حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے اپنی ساری عمر میں ایک مرتبہ غیبت کی ہے تو حق سبحانہ تعالیٰ اسے دس چیز سے عذاب کریں گے۔ پہلے یہ کفر خدا کی رحمت سے وہ دُور ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ فرشتے اس سے اپنا میل جول اٹھائیں تیسرے یہ کہ اس کی جان سرنگوں ہو کر نکلے گی۔ چوتھے یہ کہ دوزخ کی آگ سے وہ قریب ہوگا۔ پانچویں یہ کہ بہشت سے وہ دُور ہو جائے گا چھٹے یہ کہ اس پر عذاب بہت سخت ہو جائے گا ساتویں یہ کہ اس کے عمل کا ثواب ختم ہو جائے گا اور آٹھویں یہ کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ریح پاک اس سے نچسپہ و دنا خوش رہے گی۔ نویں یہ کہ اللہ تعالیٰ کا غصہ اس پر ہوگا اور دسویں یہ کہ قیامت کے دن میزان کے قریب وہ مفلس ہوگا۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا اس میں کیا حکمت ہے کہ غیبت کی بدبو پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں ظاہر ہو جاتی تھی اور ہم لوگوں کے زمانہ میں نہیں ہوتی ہے انہوں نے کہا ہم لوگوں کا زمانہ غیبت سے بھر گیا ہے، اسی وجہ سے غیبت کی بدبو کا پتہ نہیں چلتا ہے جس طرح وہ مکان جہاں غلالت بچھنی جاتی ہے وہاں بدبو کی وجہ سے کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا اور گندگی پھینکنے والوں کے زن و فرزند اس جگہ کھاتے پیتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے کوئی گندی بو معلوم نہیں ہوتی ہے اسی طرح غیبت کی بو ہوتی ہے۔

اور ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کوئی ایسا شخص ہے جو غیبت سے توبہ کر لے قبل اس کے کہ جس کی غیبت اس نے کی ہے اس کے پاس اس کی وہ غیبت پہنچے، کیا یہ توبہ سے فائدہ دے گی؟ انہوں نے کہا ہاں نفع بخش ہوگی۔ یہ سچ ہے اور درست ہے کہ غیبت کی یعنی گناہ کیا اور پھر اس گناہ سے اس وقت اس نے توبہ کر لی کہ وہ غیبت یعنی جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے پاس نہیں پہنچی پھر غیبت کرنے والے کے توبہ کر لینے کے بعد جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے پاس پہنچی تو اس کی وہ توبہ باطل نہیں ہوگی بلکہ خداوند بزرگ و برتر دونوں کو بخش دے گا۔ غیبت کرنے والے کو اس کی توبہ کی وجہ سے اور اس شخص کو جس کی غیبت کی گئی ہے اس کو اس غیبت کے سبب جس کے سننے سے اسے پہنچا۔ تمام مسلمانوں کی عاقبت خیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

فقیر مشرف منیری



مکتوب ۱۹۰

خاتمہ کے خوف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! ڈرنا اس سے کہ دنیا سے مسلمان جائے گا یا کافر غم کھانا اس لئے کہ دنیا سے مسلمان ہو کر جانا فرض ہے۔ ڈرنا اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخر میں معاملہ اُلٹ جائے اور دنیا سے کافر ہو کر نصرت ہونا پڑے اس سے ڈرنا بھی فرض ہے اور جب بندہ کفر اور گناہ سے دور ہوتا ہے اور ایمان کے زائل ہو جانے سے ہمیشہ خائف رہتا ہے تو موت کے وقت فرشتے اسے دو خوش خبریاں دیتے ہیں ایک یہ کہ وہ کہتے ہیں اپنے ایمان کے زوال سے مت ڈر بیشک ایمان کے ساتھ جاؤ گے۔ اور دوسری بشارت یہ دیتے ہیں کہ یقیناً خداوند تعالیٰ تجھے بخش دے گا اور تیرے ساتھ اپنے فضل و کرم کا برتاؤ کرے گا اس وقت بندہ ان دو خوشخبروں

سے خوش ہو جائے گا۔

ایک بزرگ نے کہا ہے کہ مومن اُتیامت کے دن تہنکتر خوف و دہر کا پیش آئے گا ایسا
کہ ایک دوسرے سے بڑھا ہوا ہو گا تو اگر مرنے کے وقت یہ دو بشارتیں اس کے کان میں نہ پہنچیں
کہ مت ڈرو اور غم نہ کھاؤ ہر طرح پورے طور سے میرے امان میں ہے

جب یہ دو خوشخبریاں اور وہ سب ہول و دہر کا اس کے سامنے آئے گا تو وہ کہے گا مجھے کوئی
رز نہیں کیونکہ مجھے بشارت دی گئی ہے کہ تو مومن ہے اور میرے امان میں ہے۔

خواجہ حسن بھری رضی اللہ عنہ نے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ خدا نے عقیل
اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ میں اپنے بندہ پر دعائیں نہیں بھیجا کروں گا کہ جب بندہ
دنیا میں مجھ سے ڈرتا ہے تو قیامت کے دن اُسے مومن کر کے امان میں لے لوں گا اور جب
دنیا میں مجھ سے نہیں خائف رہا تو قیامت کے دن اُسے ترساں ڈرنے والا بنا دوں گا تو جو شخص
آج خائف ہے اسے کل قیامت میں خوش کریں گے اور جو آج شاد و فرحان ہے اسے کل غمناک
کے دن ٹھگین بنا دیں گے۔

اور وہ بڑی بڑی روایت کی ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں سترنا ہوا ایسے تھے کہ
ان کے زلزلے میں زہد و عبادت میں ان کے جیسا کوئی اور نہ تھا اس زمانہ کے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم
پر وحی آئی کہ یہ ستر کے سترنا ہوا اس دنیا سے لاپرواہ ہو جائیں گے پیغامبر نے مناجات کی
خداوند مایہ کس سبب سے حکم پہنچا کہ یہ لوگ اپنی ماقبت و خاققت سے نہیں ڈرتے تھے تو
پھر کیوں کر مومن ہو سکتے ہیں۔

اور ایک حدیث ہے کہ جو شخص اپنی آخرت اور خاتمہ سے نہیں ڈرتا ہے کہ خاتمہ کس پر
ہو گا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

نقل ہے کہ جب بندہ کی موت قریب ہوتی ہے تو اس کا حال پانچ قسم پر تقسیم ہوتا ہے۔
مال و وارث بانٹ لیں گے۔ جان ملک الموت لے جائیں گے۔ گوشت کیڑے کھا جائیں گے۔ ہڈیاں مٹی
بن جائیں گی۔ اور طاقت و تمام نیکیاں و عویدار ان لے لیں گے پس مال اگر وارث لے جائیں
تو جائزہ جان ملک الموت لے لے یہ بھی جائزہ گوشت کیڑے کھا جائیں یہ بھی صحیح۔ ہڈیاں مٹی
لے لے یہ بھی درست اور نیکیاں و عویدار لے لیں یہ بھی جائزہ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت

شیطان ایمان ہی لے جاسکتے۔
سیمان دارانی رحمت اللہ علیہ کی نقل ہے کہ جب ایک مجوسی کو دیکھا تو بیہوش ہو گئے
لوگوں نے پوچھا اسے بزرگ محترم یہ کیا ہے؟ فرمایا ڈرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کہیں میرا حال
نیپٹ دے اور اس منوس کی طرح نہ ہو جاؤں۔

خواجہ سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ شیبان را می رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ کہتے گئے خواجہ سفیان
ثوری رحمتہ اللہ علیہ مات کے پہلے حصہ سے آخرات تک روتے رہے شیبان را می نے کہا
اے سفیان کس لئے روتے ہو؟ فرمایا ایک شیخ کو میں نے دیکھا ہے کہ لوگ جن سے چالیس
سال تک علم حاصل کرتے تھے اور وہ ساہا سال خانہ کعبہ میں مجاور رہے ہیں جب اس دنیا
سے گئے تو کافر ہو کر گئے۔

خواجہ معاذ نسفی رحمتہ اللہ علیہ مسلسل دعا کرتے امرنے سے تین دن قبل میری عقل اٹھانے
لوگوں نے پوچھا اسے بزرگ یہ کون سی دعا ہے؟ آپ نے جواب دیا یہ خاتمہ کے خوف سے
ہے کہ خدا نخواستہ موت کے وقت میری زبان سے کوئی ایسی ویسی بات نکل جاتے تو اس قول
پر میری پکڑ نہ ہو، کیونکہ بے عقل و دیوانہ ہوں گا۔

خواجہ ابو بکر وراق رحمتہ اللہ علیہ کو موت کے بعد خواب میں دیکھا پوچھا کہ اسے بزرگ
محترم آپ کا حال کیا ہے؟ انہوں نے کہا بہت غمگین ہوں پوچھا کیوں؟ فرمایا دس جنازے
گورستان میں لائے گئے ان سب میں کسی کا ایمان سلامت نہیں تھا سوائے ایک کے۔
خواجہ حاتمہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ایک کفن چور نے تو بکی آپ نے پوچھا تو نے کتنے قبروں
سے کفن چوری کیا ہے؟ اس نے کہا سات ہزار قبروں سے۔ خواجہ نے پوچھا کتنے برسوں میں؟
اس نے کہا بیس سال کی مدت میں خواجہ حاتمہ پوہوشی طاری ہو گئی کچھ دیر کے بعد جب ہوش
میں آئے تو پوچھا یہ سات ہزار قبر مسلمانوں کی تھی یا کافروں کی اس نے کہا وہ سب مسلمانوں کی
تھیں۔ خواجہ نے کہا مجھے بتا کتنے ایسے لوگوں کو تو نے پایا کہ جن کے چہرے قبلہ کی طرف سے
پھر گئے تھے؟ اس نے کہا یہ نہ پوچھئے بلکہ یہ پوچھئے کہ کتنے لوگوں کو تو نے پایا کہ جن کے رخ
قبلہ کی طرف تھے۔ ان سات ہزار میں تین ہزار لوگ ایسے تھے جن کا منہ قبلہ کی طرف تھا
اور باقی دوسروں کے چہرے پھرے ہوئے تھے۔ خواجہ پھر بیہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے

تو فرمایا کہ اتنا ہی میرے لئے کافی ہے۔

خواجہ فضیلؒ عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا گھل کر بائبل لے کر گئے ہیں انہوں نے کہا آپ کو ناز و نزار دیکھتا ہوں حال کیا ہے ؟ فرمایا آٹھ چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے میرا کھانا پینا مجھ سے نکل دیا ہے پوچھا وہ آٹھ چیزیں کیا ہیں ؟ کہا اول مرنے کی ہیبت کہ جان اسلام پہنکے گی یا کفر پر سیر ہوگا کس چیز پر بند کریں گے اسلام پر یا کفر پر۔ دوسری جب مجھ کو قبر میں رکھیں گے تو میری قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھ۔ تیسری جب نکل کر مجھ سے سوال کریں گے تو میں جانبے سکون گیا یا نہیں۔ چوتھی جب میں قبر سے باہر آؤں گا تو میرا چہرہ سیاہ ہوگا یا سفید۔ پانچویں جب مجھے قبر سے باہر لائیں گے اور براق پر بٹھائیں گے تو براق کو بہشت کی طرف ہانک دیں گے یا دوزخ کی جانب چمٹے جب مجھ سے حساب کریں گے تو میں حساب دے سکوں گا یا نہیں۔ ساتویں جب نامہ اعمال اُڑائے جائیں گے تو میرا اعمال نامہ میرے دائیں ہاتھ میں آئے گا یا بائیں ہاتھ میں۔ آٹھویں کل قیامت کے دن ماہ دو ہوگی بہشت کی راہ اور دوزخ کی راہ مجھے دوزخ کی راہ میں ڈال دیں گے یا بہشت کے راستے میں چلائیں گے۔ تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ
شرف منیری



مکتوب ۱۹۱

قیامت کے دن کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! قیامت کا دن حساب کا دن ہے ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا حساب کے بعد جزا ہے نیکیوں کے لئے ناز و نعمت سے بھری ہوئی بہشت ہے ہمیشہ کے لئے اور جبروں کے لئے عذاب و عقوبت سے بھرا دوزخ ہمیشہ کے لئے۔ اس روز کی ہیبت سے ہمارے موت

اور مستحکم بچا پنی اس سختی استحکام کے باوجود اڑتے ہوئے رست کی طرح ہوجاتے گا۔
 حدیث شریف میں ہے پیغامبران صلوٰۃ اللہ علیہم اس روز کی ہیبت سے خوف و ناامیدی
 میں بڑھ جائیں گے ایسا کہ نفسی نفسی کہنے لگیں گے مگر ہمارے پیغامبر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 امتی امتی کہیں گے۔

قیامت کا دن وہ دن ہے کہ چوں کے سر کے بال سفید ہوجائیں گے اور اس دن کی ہیبت و وحشت
 سے اولاد اپنی ماں اور باپ سے بھاگنے لگیں گی۔ شوہر اپنی بیویوں سے اور بھائی بھائی سے بھاگے
 گا اور آسمان پھٹ کر ٹکڑا ٹکڑا ہوجائے گا قیامت کے دن کی ہیبت ایسے مقام پر پہنچ جائے گی
 کہ جہاں جناب ابراہیم اللہ کے خلیل اور اللہ کے حبیب حضور محمد صلوٰۃ اللہ علیہما اپنے اپنے ماں
 باپ سے بھاگیں گے تو پیغامبر علیہ السلام اپنی بیوی نوح علیہ السلام اپنے بیٹے سے بھاگیں
 گے اور تمام ستارے جو سب کے ستارے ہیں قیامت کے دن دریا بہا دیں گے اور ان سب کا دن
 کا پانی آگ کے مانند ہوجائے گا عالم کے تمام مخلوق میں سے کوئی ایک شخص ایسا نہیں رہے گا
 کہ جو پانی کا ایک گھونٹ پی سکے۔ اور جب اسرافیل علیہ السلام پہلی بار صور بھوکے گا ساری مخلوق
 مردہ ہوجائے گی پھر دوسری بار صور بھوکے گا تو تمام مخلوق زندہ ہوجائے گی۔ صور مثل قرنا کے
 ہوگا اس قرنا کے سر کا دائرہ سات آسمان اور سات زمین کی مسافت کے مانند ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ لوگ جب قبر سے اٹھیں گے تو ہر شخص اپنے گور کے اوپر تین سو
 سال تک ننگے بھوکے پیاسے کھڑے رہیں گے کسی کو مجال نہ ہوگی کہ کچھ بول سکے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ عورتوں کی کیسی نصیحتی اس دن ہوگی۔
 ارشاد ہوا کہ عائشہ قیامت کے دن کی رشتہ ایسی ہوگی کہ کسی کو ہوش نہیں رہے گا کہ ننگا
 ہوں یا کپڑے پہنے ہوئے ہوں اور نہ اس کی خبر ہوگی کہ عورت کون ہے اور مرد کون ہے۔

نقل ہے کہ جب ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کی مخلوق فرشتے، دیو آدمی، پری حیوان
 جانور ان پرندگان کو زندہ کریں گے بعد سب کو ننگے پاؤں بھوکا پیاسا محشر کی زمین میں ہانک دیں
 گے محشر کی زمین سفید ہے اور برابر ہوگی کوئی نشیب و فراز نہ ہوگا بندی و گہرائی نہ ہوگی کہ
 کسی کو پناہ مل سکے پھر آفتاب کی تابش ان لوگوں پر ہوگی۔ تابش چہرے کی جانب سے ہوگی جبکہ
 آفتاب آج پشت کی طرف نکلتا ہے چوتھے آسمان سے قیامت کے دن اس آفتاب کو متا

مخلوق عالم کے سر پہ بالکل قوسب لے آئیں گے یعنی ایک نیزہ پر آفتاب آجائے گا اور مشرک زمین میں کوئی سایہ نہ ہوگا مگر مشرک خداوند مع ملا کا سایہ اور اس سایہ میں سوائے مقرب بندوں کے اور کسی کی جگہ نہ ہوگی۔ آفتاب کی گرمی اس درجہ کی ہوگی کہ لوگ اپنے سینے میں ڈوب جائیں گے کوئی پنڈلیوں تک فرق ہوگا اور کوئی زانو تک لہ کوئی مقعد تک کوئی سینہ تک کوئی دہن تک اور کوئی بالکل ہی فرق ہو جائے گا۔ پھر حکم ہوگا سب کو چل کر لا کر کھڑا کر دو تاکہ ان لوگوں سے حساب لیا جائے چل کر ایسا چل ہے جو دونوں کے درمیان پر قائم ہے اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک۔ کوئی تو ایسے ہوں گے جو چل کر مڑا کر چل کر گزرتے ہیں گے اور کوئی ایسا ہوگا جو ایک تیز گھوڑے کی طرح گزرے گا کوئی ڈل کی چال کی طرح اور کوئی جھانکے گا کوئی ایسا ہوگا جو زانو کے بل چلے گا اور کوئی بیٹھ کر مقعد کے بل کھسکتا ہو اچھوٹے بچوں کی طرح اور کوئی ایسا ہوگا جو چل کر مراد سے گزری نہیں سکے گا پھر اسی جگہ دونوں میں گر پڑے گا اللہ اپنے بندوں میں رکھے۔ قیامت کا دن وہ ہوگا کہ لوگوں کے اعمال نامے اٹتے ہوتے ہوں گے ہر شخص اپنے اعمال روشن ہو جائیں گے اور ہر شخص کے ہاتھ پر اس کا یا اعمال نامہ رکھا جائے گا۔ کافروں کا ان کے بائیں ہاتھ میں رکھیں گے انہیں دلہنے ہاتھ میں نہ دیں گے اور کہا جائے گا کہ پڑھا پڑھا کرو اور نامہ کو کسی مومن کو اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں نہیں دیں گے اور بیٹھنے کی طرف سے بھی نہیں دیں گے اگرچہ کسی وجہ کا فاسق و گنہگار کیوں نہ ہو جس طرح کسی مومن کا چہرہ سیاہ نہیں ہونگا اگرچہ وہ مومن کتنا ہی بڑا گنہگار ہو۔ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور اس کا کرنا انہیں ہاتھ میں لیا جائے گا بیٹھنے کی طرف ہاتھ گھسا دیا جائے گا اور گھسا دیا ہوگا کہ کافران خود بھیجیں گے جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں آجائے وہ نماز اور چھٹکارا پاتا ہے اور جس کسی کے ہاتھ میں ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال دیا جاتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے کفار داہن ہاتھ لڑھائیں گے اور اپنا بائیں ہاتھ بیٹھنے کی طرف کریں گے اس خیال میں رہیں گے کہ اس طور پر ہاتھ لڑھائے گی۔ زشتہ اس کے بائیں ہاتھ کو اوپر اٹھا کر اس کے سینے پر ماریں گے ایسا کہ اس کے بیٹھنے سے باہر آئیں گے اس وقت آگ کے کڑھ کو لپیٹ کر اس کے چہرہ کو گردن کے پچھلے حصے میں گھسا کر طرف کریں گے پھر اس کا کردار نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں بیٹھنے کی طرف سے دیں گے۔ اور مومن اپنے نامہ اعمال کو پڑھے گا تو وہ ٹھوڑا نامہ طاعت و عبادت سے بھرا ہوا ہوگا پھر وہ لوگ اس

خوشی میں اپنے دوستوں سے کہیں گے آؤ میرے نام کو پڑھو دیکھو اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے پڑھنے سے تمہیں ناخوشی پیدا ہو۔ اور جب کافر اپنے باہر کو پڑھے گا تو وہ بیچ اٹھے گا اس وقت زبانہ جو دوزخ پر تعینات ہے اسے حکم ہوگا پکڑو اور آگ کی زنجیروں میں کی لہائی فرشتوں کی رسی سے نشتر رسی ہے اس کے چہرہ میں داخل کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کے منہ میں ڈال دیں گے اور مقعد سے باہر نکالیں گے اور جو اس سے بڑھ جائے گی وہ اس کی گردن میں پیٹھ دیں گے نعوذ باللہ منہا۔ (اللہ اپنے پناہ میں رکھے)۔

نقل ہے کہ کوئی شخص میدان قیامت سے اس وقت تک قدم نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ وہ ہم دنیا رو پیسے یا سامان و اسباب کسی کالے لیا ہو یا لہجہ اور زبان سے کسی کو تکلیف پہنچائی ہو ان سب کے حقوق ادا نہ کرنے کا اور تمام دعویداروں کو عموماً درامنی نہ کرنے کا۔ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ تمام مظلومین اپنے ظالموں سے انصاف لے لینا چاہیں گے۔ بادشاہان اور سلاطین وہاں ذلیل و خوار اور شرمندہ ہوں گے اور مخلوق کے پاؤں کے نیچے جیوٹی کی طرح مسل و سہ جائیں گے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک شخص کو لائیں گے اور ترازو کے دونوں تلوں کے درمیان کھڑا کریں گے پھر جب ترازو کا پلہ طاعت و عبادت سے جھک جائے گا تو اس وقت فرشتہ بہ آواز بلند پکار کر کہے گا ایسا کہ تمام لوگ نہیں گئے کہ فلاں شخص خوش قسمت ہوا ایسا خوش قسمت کہ اس کے بعد بھی بد بخت نہ ہو گا۔ اور اگر عبادت و بندگی کا پلہ ہلکا ہو گیا اور گناہ و معیبت کا پلہ بھاری ہو گیا تو فرشتہ بہ آواز بلند اس وقت ندا کرے گا ایسا کہ تمام مخلوق سے گئی کہ فلاں شخص بد بخت ہوا ایسا کہ کبھی خوش قسمت نہ ہو گا نعوذ باللہ منہا۔

قیامت کا دن اس سختی و دشواری کے ساتھ پچاس ہزار سال تک روزانہ رہے گا صحابہ رضوان اللہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول قیامت کا روز اس سختی و دشواری پر اور اس لمبی مدت تک رہے گا۔ حالت کیسی ہوگی؟ ارشاد ہوا قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے کہ مومن پر یہ سختیاں اور یہ عرصا ایسا آسان اور سہل ہو گا کہ جیسے نماز میں وقت دینا میں گزارتے ہو۔ انشا اللہ انہیں مومنین میں سے ہم لوگ ہوں گے۔

والسلام
حقیر شریف مینری



مکتوب ۱۹۲

موت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! ہاں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہوگا؟ ارشاد ہوا ہاں وہ لوگ ہوں گے جو ہر روز موت کو میں یاد کرتے ہیں۔ اور حدیث ہے کہ اگر جانوران یہ جانتے کہ مرنا ہوگا جیسا کہ تم جانتے ہو تو کوئی شخص ان کا گوشت ہرگز فریبہ نہیں پاتا۔

نقل ہے کہ جب خداوند عزوجل نے موت کو بھینس کی صورت میں پیدا کیا اس کو حکم ہوا کہ جس شکل پر تجھے پیدا کیا ہے اسی شکل میں فرشتوں کی صف میں جا۔ موت فرشتوں کی قطاروں میں گئی کوئی فرشتہ ایسا نہیں تھا جو بیہوش نہ ہوا ہو۔ سب کے سب دو سال تک بیہوش رہے بعد دو سال کے جب ہوش میں آئے تو پوچھا اے میرے پروردگار یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا یہ موت ہے۔ پھر پوچھا خداوند تعالیٰ کس کے لئے ہے؟ فرمان ہوا ہر ایک جان کے لئے پھر پوچھا اے خداوند پاک دنیا تو نے کس لئے پیدا کی ہے؟ فرمایا تاکہ آدم کی اولاد وہاں سکونت اختیار کرے۔ پھر پوچھا مورتوں کو کس لئے پیدا کیا ہے؟ ارشاد ہوا تاکہ ان کی اولادوں کی نسل ان سے ہو۔ ان فرشتوں نے کہا کیا ہم لوگ ان لوگوں کے بارے میں یہ گمان نہ کریں کہ یہ ساری چیزیں جو پیدا کی گئی ہیں یعنی دنیا اور مورتیں لوگ اس میں مبتلا نہ ہو جائیں گے؟ خداوند تعالیٰ نے کہا ایک ایسی اُسیان پر غالب ہو جائے گی ایسی کہ وہ لوگ موت کو بھول جائیں گے یہاں تک کہ دنیا اور مورتوں میں مشغول ہو جائیں گے۔

اور حدیث میں ہے کہ لذتوں کے شکنجہ کو بہت یاد رکھ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! لذتوں کا شکنجہ کیسا ہے؟ فرمایا موت۔

تھے دیکھا ان کے آدھے سر کے ال سفید ہو گئے تھے جناب عیسیٰ نے پوچھا آپ کے سر کے ال سیاہ تھے یہ سفید کیسی ہے؛ فرمایا کہ میں دم میں نے یسنا کو اٹھو مجھے گمان ہوا قیامت پہنچ گئی اس کی ہیبت سے ال سفید ہو گئے ہیں۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر آپ پناہ میں نہیں فدائے تعالیٰ سے یہ درخواست کروں کہ آپ کو پھر دنیا میں بھیج دے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں میری اس قرابت کا واسطہ جو میرے اور تمہارے درمیان ہے اس کی عزت کے طفیل ایسی درخواست نہ کرو کیونکہ جان کنی کی تلخی ابھی تک میرے حلق سے نہیں گئی ہے۔

کہتے ہیں کہ ملک الموت جب جناب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں جناب عیسیٰ نے کہا تمہاری سی فرست دو کہ میں موت کی تیاری کروں حکم پہنچا کہتے کہ بھیڑہا ہاتھ رکھیں ان کے ال کی تعداد میں جو آپ کی تحصیل کے نتیجے آئیں اتنے سال کی عمر اور دی گئی۔ جناب عیسیٰ نے پوچھا اس کے بعد کیا ہو گا؟ کہا موت جناب عیسیٰ نے کہا پھر تمہاری عمری۔ ملک الموت نے ایک پھول عیسیٰ کے ہاتھ میں دیا اس کا سونگھنا تھا کہ جان دے وہی پھر جناب عیسیٰ کو لوگوں نے خواب میں دیکھا پوچھا موت کو کیسا پایا؟ کہا ایسا جیسے ایک بیج تم تو بیج ڈال دو پھر اس بیج کو کھینچ لو۔

کہتے ہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا گدہ ایک تبر کے قریب ہوا آپ نے اس قبر میں سخت غلاب ہوتے ہوئے دیکھا عرض کیا فداؤ خدا اس بندہ کو زندہ کر دیجئے حق سبحانہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا تمہیں اس قبر میں غلاب کس سبب سے ہو رہا تھا اس نے کہا ایک دفعہ میں نے کوئی چیز کھائی خلال کی فرست ہوئی کسی آدمی کے گٹھے سے ایک ٹکڑا میں نے لیا اس سے خلل کیا آج مجھے مرے ہونے چار ہزار سال ہو گئے اس غلاب میں مبتلا ہوں جناب عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ایک خلل کے سبب یہ غلاب ہے کیا حال ہو گا ان لوگوں کا جو لوگوں کی گردیاں ستمن ظلم سے لے لیتے ہیں۔ پھل اس سے پوچھا موت کو تو نے کیسا پایا اور جان کنی کی تلخی کیسی تھی؟ اس نے کہا آج چار ہزار سال مجھے مرے ہوتے ہوئے۔ لیکن جان کنی کی تلخی آج تک حلق میں باقی ہے۔ پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی فداؤ خدا تم پر جان کنی کی تلخی آسان فرما دے۔

کب احباب سے لوگوں نے پوچھا کہ موت کیسی چیز ہے؟ انہوں نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ موت کا ایک ذرت کانٹوں سے بھرا ہوا ہے اس ذرت کو آدمی کے پیٹ میں داخل کریں پھر اس ذرت کا ہلکا سا

ایک رگ اس کی پکڑ لے پھر کوئی زبردست قوت والا آدمی زور لگا کر کھینچے اس کھینچنے میں اندر کا تھ جو کٹ جائے وہ کٹ جائے اور چونچ رہے وہ بچ رہے۔

روایت ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ بی بی مریم یار سا کی قبر کے سر پر کھڑے ہوئے انہوں نے کہا اے میری ماں آپ نے موت کو اور جان کنی کو کئی کئی گنا کو کیسا پایا؟ انہوں نے فرمایا: اے بیٹے جان کنی کی تلخی حلق سے ابھی تک نہیں گئی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے لوٹ گئے اور مسافرت اختیار کر لی۔

جب حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے دوزخ کی کیفیت بیان کی جاتی تھی تو آپ نہیں روتے تھے اور جب قیامت کی حالت بیان کی جاتی تھی تو بھی نہیں روتے۔ لیکن جس وقت گور کا نام سننے تلخ ہوتے ہی بیقرار ہو جاتے اور زار و قطار رونے لگتے لوگوں نے پوچھا: یہ کیا حال ہے یا امیر المومنین؟ آپ نے فرمایا: خدا نخواستہ اگر دوزخ میں ہوں گا تو لوگوں کے ساتھ رہوں گا اور جب قیامت میں رہوں گا تو وہاں بھی آدمیوں کے ساتھ رہوں گا لیکن قبر میں تنہا رہنا ہوگا وہاں کوئی بھی میرے ساتھ نہیں رہے گا۔

وَالسَّلَامُ
عقیر شرف مینری



مکتوب ۱۹۳

دفن کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! مرنے کے بعد اور جان کنی کی تلخی چکھنے کے بعد قبر میں دفن کرنا اور منکر نکیر کا سوال کرنا جیسے ہی مردہ کو دفن کرتے ہیں دو فرشتے جن کو منکر نکیر کہتے ہیں، بیست ناک شکل میں قبر کے اندر داخل ہوتے ہیں مردہ کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تمہارا خدا کون ہے اگر وہ مردہ مومن ہوتا ہے تو کہتا ہے میرا خدا اللہ تعالیٰ ہے پھر سوال کرتے ہیں تمہارے پیغمبر کون ہیں وہ جواب دیتا

marfat.com

Marfat.com

ہے میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں پھر کہتے ہیں تمہارا دین کیا ہے تو وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر اس کی قبضہ بہشت سے ایک دروازہ کھول دیتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھ لو اپنی جگہ پھر اس سے کہتے ہیں سبھاؤ اس طرح جیسے ناز و نعمت کے ساتھ دُہن سلتی ہے۔ اور اگر وہ مردہ کافر ہوتا ہے تو گور میں اس کو بٹلاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا خدا کون ہے وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا ہوں اس کو آگ کے گرز یا کھپا سے ایسا مارتے ہیں کہ اس کی چیخ و پکار عالم میں جو بھی ہے سوائے آدمیوں اور پر یوں کے سب سنتے ہیں پھر اس سے کہتے ہیں کہ سبھا ایسے جیسے مہوس ہوتا ہے مہوس اس کو کہتے ہیں جو سانپ کھوکھو کے بیچ ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ امام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ شکر کبیر کی آواز ادا ان کی ہیبت کا حال میں وقت سے سنا ہے اور قبر کے ضغط کو جو آپ نے بیان فرمایا اُس وقت سے کوئی چیز بگے ابھی نہیں معلوم ہوتی ہے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے عائشہ شکر کبیر کی آواز مومن کے کان میں ایسی معلوم ہوگی جیسے آنکھ میں سُور لگانے کی آواز اور قبر کا ضغط اس کا رُبوچ ا مومن پر ایسا ہوگا جیسے کوئی بچہ اپنی ماں سے کہتا ہے کہ اے میری ماں میرے سر میں درد ہو رہا ہے تو اس کی ماں شفقتاً پیار سے اس کے سر کو ہلکے ہلکے دباتی اور سہلاتی ہے۔ اے عائشہ لیکن گور میں کافر ایسا چور ہوتا ہے جیسا ایک انڈا کسی ٹہسے ہتھکے نیچے۔ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عن خطاب منکائشہ منہ سے پوچھا تم شکر کبیر کے ساتھ کیسے بیٹو گے؟ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ شکر کبیر کیا ہے؟ فرمایا یہ دو فرشتے ہیں جو قبر کے فتنے یعنی غدا ب و دشواری ہیں یہ تیریں داخل ہوتے ہی بڑی ڈراؤنی صورت میں یعنی ان کے بال زمین تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں ان کے رانقوں سے آگ جھڑتی ہے ان کی آنکھیں بھلی کی طرح چمکتی اور گھومتی ان کی آواز بھلی کی کڑک سے بھی زیادہ سخت اور ان کے پاؤں آگ جلانے والے پتھر یا لوہے کی طرح ہوں گے اگر دنیا کی تمام مخلوق جمع ہو جائے اور ان کو اپنی جگہ سے ہلانا چاہے تو نہیں ہلا سکتے۔ مردہ سے وہ سوالات کرتے ہیں جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا کہ تمہارا رب کون ہے اگر مسلمان ہے تو کہتا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ ہے پھر پوچھتے ہیں تمہارا دین کیا ہے وہ کہتا ہے اسلام پھر سوال کرتے ہیں تمہارا رب کون ہے تو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور کہتا ہے میرا دین اسلام ہے تو وہ کہتے ہیں تم نے پہنچا کہا۔ اور اگر وہ مردہ کافر ہوتا ہے اس سے پوچھتے ہیں تیرا خدا کون ہے تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا پھر اس کا ایسا ضرب لگاتے ہیں کہ اگر پہاڑ ہو تو وہ ریزہ ریزہ ہوتا ہے۔

ہوجاتے اور وہ چیخ و پکار کرتا ہے کہ سارے عالم کی مخلوق سنتی ہے سوائے انکی کہ وہ پرستی لیتا جتنا
 کے وہ ہرگز نہیں سنتے جو مسئلہ ہے اس پر لعنت کرتا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا
 میں کس حال میں ان کو لگھوں گا یا رسول اللہ! اسی حال میں کہ اس وقت آپ عین مدنی مائل و بانگ
 و باہوش۔ کیا میں اس وقت جواب نہ دے سکوں گا یا رسول اللہ! امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ
 کو آپ کے وفات کے بعد آپ کے ایک رفیق نے خواب میں دیکھا انہوں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا
 تھا؟ فرمایا جب مجھ کو قبر میں رکھا تو وہ اپنی پوری بیعت ناک کے ساتھ پیچھا کچھ دور کھڑے ہوئے
 انہوں نے پوچھا تمہارا رب کون ہے مجھ میں ایک ڈراہم حیرت پیدا ہوئی اگر خدا کا فضل ادا اس کی
 مدد شامل حال نہ ہوتی تو مجھ سے جواب نہیں چلتا۔

کہتے ہیں قبر ہر روز پانچ بار زود کرتی ہے کہتی ہے میں تنہائی کا گھر ہوں میرا مونس قرآن کی کھوت
 کو بناؤ۔ میں اندھیرے کا گھر ہوں پس رات کی گمانہ سے روشنی کا سامان کرو۔ میں مٹی کا گھر ہوں تو
 نیک کاموں سے بستر لگانے کا سامان کرو۔ میں سانپ پھو کا گھر ہوں تو ہزاروں ہزار صدقہ کرو۔ میں
 مٹھو پیر کے سوال کا گھر ہوں تو آج ہی میری بیٹی یعنی اس زمین پر کلہ لالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر
 کیا کرو۔

والسلام

حقیقہ شریف حیرتی

مکتوب ۱۹۲

قبر کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! نقل ہے کہ قبر بنا کرتی ہے اپنے اندر آنیوالوں کے لئے ہمارے چیز کہتی ہے۔
 اے شخص اپنے لئے سفر کا سامان کرے۔ گور کی تنہائی کے لئے طاعت سے، قبر کی مٹی کے لئے یہاں کی
 کشادگی سے، اور سامان سفر کرے اپنی دولت مندی سے وہاں کی ناداری کے لئے اور اپنی ان

دشمنوں سے قبر کی تاریکی دور کرنے کا بندوبست کرے۔ پھر جب اس بندہ کو قبر میں داخل کرتے ہیں تو قبر اس سے کہتی ہے کہ ان ہمارے چیزوں میں سے کون سی چیز لے کر آئے ہو۔

اور حدیث میں ہے کہ جب کوئی مومن مسلمانوں کے قبرستان سے گزرتا ہے تو اس قبرستان کے رہنے والے کہتے ہیں اے فافل انسان اگر تو وہ جانتا جو ہم جانتے ہیں تو تیرے جسم کا گشت ایسے گھل جاتا جیسے برف آگ پر گھل جاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عید کا دن یا جمعہ کا دن یا عاشورہ کا روز یا شب بتا جب آتا ہے تو مرنے والوں کی رُوحیں قبر سے باہر آتی ہیں اور اپنے گھروں کے دروازہ پر کھڑی ہوتی ہیں پھر کہتی ہیں ہے کوئی ایسا شخص جو مجھے یاد کرتا ہو۔ ہے کوئی ایسا آدمی جو مجھ پر رحمت بھیجتا ہو ہے ایسا کوئی جو میری غربت و مسافرت کو یاد کرتا ہو اے وہ لوگ جو ہمارے گھروں میں رہیں گے ہو اور میری بیویوں سے تم نے نکاح کر لیا ہے۔ میرے قیمتی بچوں کو میری اس مسافرت سے تم نے ذلیل و رسوا کر دیا ہے ذرا سوچو فوراً کہ ہمارے ناموں کو لپیٹ دیا گیا ہے اور تمہارے ناکہ بھیلے ہوئے ہیں۔ مردہ کی قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتا ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ بعضوں کو قبر مہربان ماں کی طرح پہلو میں لیتی ہے اور بعضوں کو ایسا دبوختی ہے کہ ان کی ہڈیوں کی ہڈیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ وہ قبرستان کے اندر داخل ہوئے ہیں اور ان کے درمیان سوتے ہوئے ہیں۔ پھر دیکھا کہ زمین کھل گئی ہے کسی کو خاک کے بستر پر سوا ہوا دیکھتے ہیں کسی کو ٹیٹی بستر پر اور کسی کو پھولوں کی سجاوٹ پر۔ پھر انہوں نے مناجات کی خداوند اگر تیرے کرم و سبب برابر ہوتے کہ یہ سب تیرے بندے ہیں تو پکارنے والے نے ندا کی اے فلاں یہ عمل کے بدلے جگہ ہے جس نے جس قدر نیک عمل کئے ہیں اس کے لئے بہترین بستر لگا دئے گئے ہیں۔

ایک شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے نیاہ زابکون لوگ ہوتے ہیں، ارشاد ہوا جو قبر کو نہیں بھولتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ دنیا کا ترک کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ کل میں زندہ رہوں گا۔

ایک حکیم نے کہا ہے کہ جو کوئی چاہے کہ نصیحت حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ قبرستان کی طرف نظر کیا کرے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ مومن کا اگر کوئی غلاب نہ ہو تو یہی بہت ہے کہ اُسے قبر میں کہیں گے ایک فستق ہو گا یعنی قبر کی دونوں دیواروں ایسا دو لہجوں کی کاس کے تمام اعضاء زریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور اس کے دونوں پہلو کو آنٹے کی طرح بیس ڈالیں گی یہی بہت ہو گا پھر کیا حال ہو گا کاس کے بعد طرح طرح کے غلاب اور دوزخ سامنے ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ مژدہ کے ساتھ تین چیز جاتی ہیں اور پھر لوٹ آتی ہیں 'ایک اس کے گھروالے اور اس کے مال' صرف اس کے اعمال ساتھ رہ جاتے ہیں۔

والسلام
شرن مینیری



مکتوب ۱۹۵

دوزخ کے تذکرہ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! جب دوزخ کو قیامت کے میدان میں لائیں گے اس جگہ سے کہ وہ جہاں ہے اس وقت تمام مخلوق ہاتھ کے بل چلے گی اور پاؤں سے داخل ہوگی۔ حدیثوں میں ہے کہ دوزخ کو لانے کے لئے فرشتوں کو بھیجا جائے گا وہ کہیں گے اے دوزخ اپنے پروردگار کی فرماں برداری کر۔ ستر ہزار سیال اس پر ڈالیں گے اور قیامت کی زمین پر لاکر حاضر کریں گے جب میں سال کی راہ طے کرے گی تو شرارے بھوڑے گل اور اس کا ہر شرارہ ایک بڑے محل کے برابر ہو گا اس وقت تمام پیغامبران علیہم السلام اپنے اپنے منبر سے اتر آئیں گے ساری مخلوق ان کے قدموں پر گرے گی اس وقت پیغامبران کہیں گے نفسی نفسی (مجھے اپنی پڑی ہو مجھے اپنی پڑی ہے)

روایت ہے کہ کافروں کو لائیں گے ان کی پیشانی کے بالوں کو اٹھی طرف سے ان کے پاؤں میں لپیٹیں گے اور ان سب کو جمع کر کے گیند کی طرح دوزخ میں ڈال دیں گے جب دوزخیوں

پر بھوک کا غلبہ ہوگا تو ہزار سال تک بھوک سے نالہ و زاریاں کریں گے اس وقت تھوہڑ کے دانت سے انہیں کھانے کو دیں گے تھوہڑ کا وہ دانت آتشیں ہے دوزخ کے گڑھے سے اُپر نکلا ہوا ہے دوزخ کا کوئی دروازہ ایسا نہیں ہوگا کہ اس دوزخ کی شاخیں اس کے نزدیک نہ پھیلا سکیں۔ دوزخ کا پھل بدصورتی میں دیکھ کے سر کے مانند ہوگا اور اس کا زہر بڑے سانپ کے زہر کی طرح ہے۔ کی تحصیل ایسی ہوگی جیسے ایک گھڑا زہر سے بھرا ہوا ہو جب ان دوزخیوں کے پیٹ کا اس دوزخ سے بھرا جائے گا تو اس وقت پیاس ان پر غالب ہوگی پھر دوبارہ ہزار سال تک پیاس سے نالاہ کرتے رہیں گے تو گرم پانی جسے حیم کہتے ہیں جب ان کے سامنے آئے گا تو ان کے گوشت اعلان کی جلدیں یہاں تک کہ ان کے چہرے بھی گھل جائیں گے وہی ان کو کھانے پر مینے کو دیا جائے گا جتنا بھی کھائیں گے سیری نہیں ہوگی۔

نقل ہے کہ دوزخ کی آگ ہزار سال تک دہکائی گئی ہے یہاں تک کہ سفید ہو گئی پھر دوبارہ سال تک دہکائی گئی تو سرخ ہو گئی پھر ہزار سال تک دہکائی گئی تو سیاہ ہو گئی پس اس زمانہ میں دوزخ کی آگ سیاہ اور تاریک ہے۔

نقل ہے کہ دنیا کی آگ ستر بار رحمت کے پانی سے دھوئی گئی ہے جب اس لائق ہوئی ہے کہ آدمی اس کے قریب جاسکے۔ حدیث فریض میں ہے کہ دوزخ اپنے پروردگار کے آگے نہ اٹھے اور کہا کہ اب میرے پروردگار میرے بعض عقیدے میں بعض عقیدے کو کھایا ہے تو اسے اجازت ملی کہ دو سانس باہر نکال ایک گرمی کے موسم میں اور دوسری سانس ہائے کے موسم میں کھائے ہیں کہ موسم سرما اس کی ایک سانس سے ہے اور موسم گرما اس کی ایک سانس سے ہے دوزخ کی آگ کی یہی حالت ہے۔ دوزخ میں جانے کا سب کو یقین ہے اور وہاں سے باہر آنے میں شک ہے۔ اور حدیث ہے کہ دوزخ کا سب سے معمولی دکنتر فذاب یہ ہے کہ دوزخیوں کو آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی کہ جس کی گرمی سے دماغ کھولنے لگے گا۔ دوزخ کا ایندھن دو چیز ہے ایک تو آدمی اور دوسرے گندھک کے پتھر گندھک میں پانچ خامتیں ہیں جو اور کسی پتھر میں نہیں ہے۔ بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے دیر میں ٹھنڈا ہوتا ہے اس کی بونہایت بڑی ہوتی ہے صاحبان میں چپک جانے والا ہوتا ہے کوئی ایسا کارنہ ہے کہ جسے گندھک کا یہ پتھر ایک پہاڑ کی مقدار میں گھیرے ہوئے نہ ہو۔

نقل ہے وفضل ہر روز کہتی ہے خداوند مری گری سخت ہوگئی ہے اور میرے گڈے بہت دور ہو گئے ہیں میری زنجیریں میرے پاؤں کی بندھن اور میرے اندر کے تمام سانپ اور سینہ چھو بہت بڑے گئے ہیں حکم دیجئے کہ گنہگاروں سے میں اپنا بغض نکالوں اور انصاف لوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دوزخ کی ایک بنام وادی ہے اگر سارے جہاں کے تمام پہاڑوں کو اس وادی میں ڈال دیں تو سارے پہاڑ اس میں سما جائیں نمودار اللہ منہا۔ جس وقت دوزخیوں کو یہ حکم ہوگا کہ اپنے کپڑے کے سبب دوزخ میں داخل ہو جائیں تو وہ کہیں گے کہ ہم لوگ دنیا میں کافر نہیں تھے اور تمہیں کھائیں گے۔ خداوند تعالیٰ ان کے الزام کی دلیل کے لئے ان کے منہ پر تھر لگا دے گا اس طور پر کہ ان کی زبانیں ان کے منہ میں سوج جائیں گی ایسی کہ بات نہ بول سکیں گے۔ خداوند تعالیٰ کے حکم سے اعلان کے ہاتھ پاؤں کو خداوند تعالیٰ کو یاری عطا فرمائے گا تاکہ اس کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں پھر اس وقت دوسری مرتبہ ان کی زبانوں کو صبح کر دیں گے جیسی پہلے تھی زبان اپنے جوارح سے کہے گی مجھ پر تم نے کیوں گواہی دی جوارح کہیں گے خداوند تعالیٰ نے مجھے گواہی دی اس وقت زبان اس کا اقرار کرے گی جو کچھ اس نے دنیا میں کیا ہے۔ دوزخ کافروں کے لئے پیدا کی گئی ہے جس طرح بہشت مومنوں کے لئے اگرچہ گنہگار ہو گنہگار مومن تھوڑی دیر دوزخ میں رہیں گے پھر ایمان کی حرمت کے طفیل دوزخ سے نکال دیں گے مومن کو عذاب اس کی رسوائی کے لئے نہ ہوگا بلکہ یہ عذاب اسے پاک و صاف کرنے کے لئے ہوگا لیکن کافروں کو اس کی ذلت و رسوائی کے لئے ہوگا اور یہ عذاب دردناک ہوگا اور دوزخ مخلوق یعنی فانی ہے مگر وہ فنا نہیں ہوگی اللہ کے باقی رکھنے سے ہمیشہ باقی رہے گی یہاں تک دوزخ کے سانپ بچھا اور اس کے اندر کے تمام عذاب و عقوبت سب باقی رہیں گے۔ اور بہشت بھی مخلوق ہے وہ بھی قابل فنا ہے اللہ کے باقی رکھنے سے ہمیشہ باقی رہے گی اپنی تمام نعمتوں و احسن مخلوق، منزلوں کے ساتھ اور مومنوں کے لئے جو کچھ اجر و ثواب اس کے اندر ہے وہ سب باقی رہیں گے۔

والسلام

شرف منیری



marfat.com

Marfat.com

مکتوب ۱۹۶

پہل صراط کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! پھر صراط کے اوپر سے گزرنا ہے۔ قیامت کی سختیوں سے مہذب ہونے کا وعدہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم کسی غلام کو آزاد کرو تو پہل صراط سے سلامتی کے ساتھ جاؤ گے جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی رَبِّیْ — قیامت کی سختیوں کا گزند کسی غلام کو غلامی سے آنا دی دلوانا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مرض کی ہماری صلاحیت غلام آنا دکر اسے کھانا نہیں ہے یہ ہم کیونکر کریں تو یہ آیت اتنی اذیٰطعام فی یومہ ذیٰ مَسْغَبَةٍ یا ان دنوں میں کھانا کھانا کو جس وقت تمہارے یہاں کھانے کی دشواری ہو جب تنگی کے وقت کسی بھوکے کو کھانا کھلا کر سیر کرو تو پہل صراط سے سلامتی کے ساتھ گند جاؤ گے۔

والسلام
شرف منیری



www.marfat.com

مکتوب ۱۹۷

بہشت کے فوت اور دوزخ میں داخل ہونے کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے صحابی جانو! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں کسی کو اس کا خوف نہ ہو کہ دنیا سے مسلمان جائے گا یا کافر اور منکر عیبر کے سوال کا نم ان کے دیکھنے کے بعد کہ وہ کیسے ہوں گے اس کا اندوہ نہ ہو اور جسے اس کا نم نہ ہو کہ قیامت کے دن اسے بہشت میں داخل کریں گے یا دوزخ میں تو مجھ سے نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رحلت کے وقت زار زار رورہے تھے لوگوں نے کہا آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اس قدر کیوں روتے ہیں؟ فرمایا نہیں جانتا کہاں جاتا ہوگا بہشت میں یا دوزخ میں۔ امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ انتقال کے وقت رورہے تھے لوگوں نے پوچھا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے آپ کس لئے روتے ہیں؟ فرمایا ایسی راہ میں جا رہا ہوں کہ جس راہ سے میں کبھی نہیں گذرا ہوں مجھے پیغمبروں اور شہیدوں کے زمروں داخل کریں گے یا کافروں اور شیطانوں کے ساتھ دوزخ میں رکھیں گے تو پھر رُوں نہیں تو کیا کروں۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشید نے حضرت ابن سہاک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا مجھے کچھ وصیت کیجئے انہوں نے کہا اے خلیفہ یہاں سے جانے کے بعد رہنے کی دو ہی جگہ ہے۔ ایک بہشت دوسری دوزخ۔ بہشت میں لے جائینگے یا دوزخ میں ڈال دیں گے۔ یہ سننا تھا کہ ہارون رشید یہوش ہو گیا قریب تھا کہ مر جائے ہر شخص نے اُسے گھیر لیا اور سنبھالنا شروع کیا ابن سہاک نے کہا چھوڑ دو کہ مر جائے۔ جب وہ ہوش میں آیا تو پوچھا آپ نے ایسا کیوں کہا کہ مر جائے؟ فرمایا میں نے اس لئے کہا کہ یہ تمہارے لئے فخر کی بات ہو لوگ کہیں کہ خلیفہ نے خداوند تعالیٰ کے

خوف سے یاد دوزخ کے کھٹکا سے جان دی۔ کہتے ہیں کہ ثابت بنانی رحمت اللہ علیہ نے ایک عورت سے کہا میں جا رہا ہوں مجھے حال کر ملوں اس محنت نے کہا اسے ثابت رہو تمہیں موت کی فکر نہیں ہے کہ دنیا سے مسلمان جاؤ گے یا کافر اور تمہیں سوچنا نہیں ہے کہ منکر نیکر کے سوال کا جواب دے سکو گے یا نہیں اور تمہیں پھر صراط کا نام نہیں ہے کاس پر سے سلامتی کے ساتھ گذر سکو گے یا نہیں اور تمہیں اس کا نامیشہ نہیں ہے کہ ماہ دو ہول کی بہشت کی راہ اور دوزخ کی راہ تمہیں بہشت کی راہ چلاؤں گے یا دوزخ کی راہ میں ڈال دیں گے۔ خواجہ ثابت رونے لگے اور محنت کی۔

ایک بادشاہ نے کسی بزرگ سے کہا مجھے وصیت کیجئے۔ فرمایا بہشت نیک کام کرنے والوں کے لئے ہے جہاں تک تم سے ہو سکے بڑے کاموں سے بچو۔

حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہشت فرماں برداروں کے لئے ہے اگرچہ وہ جشی غلام ہی کہوں نہ ہو اور دوزخ گنہگاروں کے لئے ہے اگرچہ وہ قریشی بادشاہ کہیں نہ ہو ملا کہتے ہیں بہشت کا فوت یعنی چھوٹ جانا مصیبت ہے اور دوزخ میں داخل ہونا بھی مصیبت ہے میں نہیں جانتا کون کون کی مصیبت زیادہ بڑی ہے۔

ایک بزرگ کا قتل ہے کہ دنیا اختلال کا گھر ہے اور آخرت اجمال کی سرائے ہے اور قتل و اختلال کے درمیان ہے تیری جگہ بہشت میں ہوگی یا دوزخ میں پتہ نہیں۔

کہتے ہیں کہ خواجہ ابراہیم ادہم رحمت اللہ علیہ میں دن بادشاہی ترک کر کے فقیر ہوئے اور سفر اختیار فرمایا اس وقت ایک صاحبزادہ نکم ماہ میں تھے جب وہ تولد ہوئے اور بڑے ہو گئے تو ایک سال بچ کے لئے کڑے آئے خواجہ ابراہیم نے ان کو پہچان لیا۔ انہیں پہلو میں لیا اور روئے کچھ دیر کے بعد پہلو سے الگ ہوئے تو آپ نے کہا اسے بیٹے لوٹ جاؤ اور اپنی والدہ سے میرا سکا کہنا۔ صاحبزادہ نے کہا اے باہا جان جب سے بالغ ہوا ہوں آپ کی تلاش میں ہوں تاکہ آپ کی خدمت میں آج جب میں نے آپ کو پایا ہے تو کیسے چھوڑوں خواجہ ابراہیم نے فرمایا اسے بیٹے نام میں مل کر برداشت نہ کر سکو گے میں ایک مسافر آدمی ہوں جاؤ تم اپنی ماں کے پاس لوٹ جاؤ۔ صاحبزادہ نے کہا کل قیامت کے دن بھیڑ بہت زیادہ ہوگی آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا اہل صراط کے قریب پھر کہا اگر وہاں نہ پاؤں تو کہاں ڈھونڈوں کہا میزان کے نزدیک صاحبزادہ نے کہا اے میرے باہا جان ترازو کے ایک پڑ سے دوسرے پڑ کا فاصلہ پانچ سو سال کی راہ ہے آپ کو ترازو کے کس

پتہ کہ اس دُعا میں فرمایا گیا ہے کہ جنتوں کے پتے کے پاس پھر کہ میرے والد اگر وہاں آپ نہ
 ملے تو فرمایا میں جنت میں فیصلہ کی کرسی کے آگے کھاسے میرے باپ وہاں دو دفع ہوگی ایک
 جماعت گنہگاروں کی اور دوسری گنہگاروں کی جس میں گنہگاروں کی صف میں پھر
 پوچھا اسپر بن گیا اگر آپ وہاں نہ ملے تو کہا جنت کے در پر جا کر غارن سے پوچھنا کہ ابراہیم
 گنہگار کو دوزخ میں رکھا ہے؟ کہا اگر وہاں بھی نہ پھرے فرمایا اس وقت بہشت میں دیکھنا کبوتر
 راہ دہی میں بہشت یا دوزخ جب دوزخ میں نہ پہلے گا تو انشاؤ اللہ بہشت میں رہوں گا۔
 ایک بزرگ نے اپنے ایک دوست کو لکھا۔ اسے بھائی یا کام دشوار ہے اور سزا لہی پریش
 ہے فاعل نہ میں نہیں معلوم اس دنیا سے آپ کا نصرت ہونا ان کے ساتھ ہوگا یا کفر کے ساتھ
 اخلاص کے ساتھ یا انفاق کے ساتھ، سنت کی پیروی اور یا بدعت کے ارتکاب میں ملامت کے
 ساتھ یا مصیبت کے ساتھ وغیرہ ماہین و حقیق کے مذہب پر ہوگا یا ناقصوں اور بدکاروں کے
 مذہب پر اس کے بعد بھی نہیں جانتے کہ خداوند تعالیٰ کو اپنے خاد پر خوشنود پاؤ گے یا غضبناک،
 کت الموت جان کس طرح نکالیں گے رحمت دوزی کے ساتھ یا غضب و سختی سے اور یہ بھی نہیں
 جانتے کہ قبر میں مگر نیکو کے ساتھ کیا حال ہوگا ان کے سوال کے جواب دے سکو گے یا نہیں۔ اور
 یہ بھی نہیں جانتے کہ بہشت میں پینا بروں، صدقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ بھیجیں
 گے یا کافروں، ابلیسوں، شیطانوں اور منافقوں کے ساتھ دوزخ میں۔

ایک بزرگ رات دن روتے رہے لوگوں نے پوچھا اس درجہ کیوں روتے ہیں؟ انہوں
 نے کہا کعبہ حبار سے یہ روایت مجھ تک پہنچی ہے کہ کوئی نالیسا دن نہیں گذرتا جس میں پانچ
 بار شب زنا کرتی ہو اور کبھی ہو کہ اسے آدم کی اولاد میری بیٹے پر تم خوش ہوتے ہو میرے
 پیٹ میں اگر ناخوش ہو جاؤ گے اسے آدم کی اولاد میری بہشت پر گناہ کرتے ہو میرے سکم میں
 اگر غلاب کی سختی اٹھاؤ گے۔ اسے آدم کے فرزند میری بہشت پر رکھاتے ہو میرے اندر پہل
 کے کیڑے تمہیں کھائیں گے۔

وَالسَّلَام
 حقیر شرف میندی



مکتوب ۱۹۸

بہشت اہل بہشت بہشت کی عورتیں وہاں کی خوریاں اور
وہاں کے کھانے پینے کی چیزوں کی تحریف و توصیف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسے بھائی جانو! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ
علیہ وسلم بہشت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنی ہیں، بہشت کی خاک زعفران
ہے اور بہشت کی مٹی مشک کا ہے۔ سب سے پہلی جماعت جو بہشت میں داخل ہوگی ان کے
چہرے چودھویں کے چاند کی صورت میں ہوں گے۔ کھانے پینے اور مہافت میں ہر ایک آدمی
کو سومر عدل کی قوت ہوگی۔ لعاب دہن، ناک کے پانی، اور حاجت انسانی مثلاً پیشاب یا خاند
یہ سب کچھ بھی نہ ہوگا ان کے بدن سے ایسا پسینہ آئے گا جس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی اس
خوشبو سے انہیں پاک و صاف کر دیں گے۔ جتنا چاہیں اور جو چیز چاہیں کھائیں پئیں بہشت
میں تمام مومنین آدم علیہ السلام کے تدفقات کے ہوں گے۔ نفس گزرا کی لہائی اور سات کرپٹا
ہوگی، عمریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یعنی تینتیس سال کے جوان ہوں گے کبھی بوڑھے نہیں ہوں
گے حسن و جمال میں یوسف علیہ السلام جیسے آواز ان کی عاؤد علیہ السلام کی طرح اخلاق اور
صفات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتو ہوں گے۔

نقل ہے کہ بہشت کی عورتیں ظاہری اور باطنی گندگیوں، نجاستوں سے پاک و صاف ہوں
ہوں گی بلغم، حقوک، کھنکھار، بول، براز، منی کی تری، یہ سب چیزیں ان میں نہ ہوں گی اور لگ
بڑے ملاقات و خصال سے پاک ہوں گی جیسے حسد، رشک، بغلی اور اس جیسی دوسری تمام
باتوں سے اور بیماریاں جیسے جاڑا، بخار، دق، زکام، برص اور اس کے مانند دوسری ملتیں

بھین میں نہ ہوں گی۔ اس دنیا کی عورتیں غوا بستہ ادا آب منی سے پیدا ہوئی ہیں بہشت کی عورتوں
 کو خلاف مردوں نے بہشت کے عذراں ہاڈ شک سے پیدا کیا ہے ادا آب حیات سے دھوئی
 گئی ہیں وہ اپنے حسن و جمال سے عذراں میں اس حد تک سی کہ ان کی پڑیوں کا خور و کھا جا سکے
 دیکھ جیسے مورتوں سے حد تک نظر آتا ہے۔

بہشت کی عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ ایسے ہی حسن و جمال و پاکیزگی و صفائی میں ہوں
 گی جیسا کہ عورتوں کا جگر مردوں کے لئے ادا مردوں کا جگر ان کی عورتوں کے لئے آئینہ ہوگا جہاں
 صفائی اور لطافت کے سبب دنیا کی عورتیں بہشت میں حسین ترین ہوں گی کیوں کہ جنت کی
 حوصلہ پر دنیا کی عورتوں کو فضیلت ہے یہ اس لئے کہ دنیا کی عورتوں نے اس دنیا کی معیبتیں
 رنج و تکلیف اٹھائی ہیں اور عورتوں کی عورتوں کے پہلو میں وہ سی ہوں گی جیسے آج یہاں
 عورتوں کے مقابلہ میں دنیا کی عورتیں۔ حسن و جمال میں وہ یا قوت اور نونگیا کے مانند ہوں گی
 ان کے چہرے بہشت کے لباس کے اندر سے نمایاں ہوں گے آئینہ سے بھی زیادہ شفاف سب
 سے کتر و جبہ کا موتی جو عورتوں کے زیور میں ہوگا اس کی چمک دمک اور روشنی مشرق سے
 مغرب تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ ہر ایک عورت کے جسم پر سٹر لباس ہوں گے ان کے وہ کپڑے
 اپنی لطافت و پاکیزگی میں ایسے ہوں گے کہ ان کی پتلیوں کے منہ اس لباس کے اندر سے نظر
 آئیں گے اگر وہ خودیں یا اپنی ایک انگلی اس دنیا کی طرف کر دیں تو ساری دنیا روشن ہو جائے
 ان کی انگلی کی روشنی آفتاب سے بھی زیادہ ہوگی اور اگر یہ خودیں تلخ دکھاری سمندر میں اپنا لعا
 وہن ڈالیں تو سارا سمندر کا پانی شیریں ہو جائے ہر گوت تلخ دکھار نہ رہے۔ اور یہ حوالن بہشتی
 اپنے اس حسن و جمال کے باوجود مسلمان عورتوں کے پہلو میں بہشت کے اندر قیدی کی طرح
 معلوم ہوں گی۔ یہ اس لئے کہ عورتوں کی ایک خوبی ہے جو خلقی ہے اور دوسری نہیں۔ لیکن
 دنیا کی عورتوں کو دو خوبیاں ہیں ایک عطائی یعنی اللہ جل شانہ کی عطا و بخشش سے اور
 دوسری خوبی جزائی یعنی ان کے نیک اعمال کے بدلہ میں کیوں کہ انہوں نے دنیا کی معیبتیں اور
 بلائیں جھیل ہیں اور دنیا کی عورتوں بہشت میں عورتوں کے درسیان مانند ٹکاء جہاں کے ہوں گی
 اور عورتوں کی خوبیوں کی طرح۔

بہشت کے مہوہ جات و قسم کے ہوں گے ایک قسم وہ ہوگی جو اس دنیا میں دیکھے

اور کھائے گئے ہیں۔ دوسری قسم کے میوے وہ ہوں گے جو نہ دیکھے گئے ہیں اور نہ کھائے گئے ہیں۔ بہشت کے میوے اور بھل دنیا کے میوے اور بھل کی طرح ہوں گے کیوں کہ دنیا کے بھل اور میوے لطیف نہیں ہیں یہاں کے میوے دانہ دار، ریشہ دار، تیز ذائقہ والے ہوتے ہیں ان بھلوں کی بعض چیزیں پھینک دی جاتی ہیں یہ میوے ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل ہو کر ہمزہ ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے میوے کی ہر چیز کھانے کے لائق نہیں ہوتی ہے لیکن بہشت کے میوے کی سب چیزیں کھائی جاتی ہیں کوئی چیز پھینکنے کے لائق نہیں ہوتی اور نہ وہ ایک حال سے دوسرے حال میں تغیر ہو کر خراب ہوتی ہیں یہ میوے مومن سے اس قدر قریب ہوتے ہیں کہ اگر کھڑے ہوں اور چاہیں تو ان تک پہنچ جائے اگر بیٹھے ہوئے چاہیں یا کہ نکلے بیٹھے ہوئے چاہیں یا ہاتھ میں لے لینا چاہیں یا منہ میں آجانے کی خواہش ہو فوراً اس کا حکم ہوتا ہے اگر ایک بھل توڑ لیں تو دوسرا بھل اسی وقت وہیں موجود ہو جائے کیونکہ بہشت کی نعمتیں بڑھتی ہی رہتی ہیں اس میں کمی نہیں ہوتی اور اس کو زوال نہیں۔ جنت کے میوے میں ستر مزے ہوتے ہیں بہشت کی نعمتوں اور میووں کا کھانا بھوک اور پیاس کی وجہ سے نہیں ہوتا کیوں کہ بھوک اور پیاس بہشت میں نہیں ہے یہ سب لذت، ذائقہ اور فرحت کے لئے کھائے جاتے ہیں۔ جس طرح اس دنیا میں شیرینیاں اور مشروبات فرحت و ذائقہ کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔

نقل ہے بہشت میں چار نہریں رواں ہوں گی یہ نہریں ہر مومن کے حکم کے تحت ہوں گی یا ایک نہر شراب کی ایک شہد کی ایک دودھ کی جو تھی نہریانی کی بعضوں کا قول ہے نہر ایک ہی ہوگی جس میں شراب، شہد، دودھ اور پانی چاروں بہتے رہیں گے ایک دوسرے میں مخلوط نہیں ہوں گے جس طرح آج اس دنیا میں کھار دیا کا پانی اور میٹھے دیا کا پانی ساتھ ساتھ بہتا ہے ایک دوسرے میں نہیں ملتا۔

نقل ہے مومنین بہشت میں ایسی شراب پییں گے جس کی بو کا فوراً خوشبو جیسی ہوگی دنیا کی شراب کی طرح تلخ اور عقل و ہوش پر آگندہ کرنے والی نہ ہوگی اس کا فوراً ہی ہونے شراب کا چشمہ جنت میں رواں ہے اور یہ چشمہ مومن کے حکم کے تحت رواں رہے گا جہاں چاہیں گے لے جائیں گے بہشت میں گرمی، سردی اور برسات کا موسم نہیں رہے گا۔ کہتے ہیں کہ بہشت کی ہوا ایسی ہوگی جیسی دنیا میں صبح کی ہوا ہوتی ہے نہ گرم نہ سرد نہ دن نہ رات۔ خدمت گدانا اور غلامان

چھوٹے چھوٹے پیالے کئے گئے ہیں مومنین کے چاروں طرف تباہی چبھنے لگھوتے رہیں گے اور وہ ذلیلوں میں ایسے ہوں گے جن کو دیکھ کر یہ گمان ہو کہ موتی بکھرے ہوئے ہیں۔ تقری پیلے ہاتھوں میں لے لگھاتے رہیں گے چاندی کے یہ پیالے شیشہ کی طرح شفاف و چمکدار ہوں گے شیشہ کتنا ہی شفاف نہ ہوں نہ ہودہ چاندی کا ہر پلہ نہیں ہوتا کیوں کہ تقری قسمتی ہوتا ہے شیشہ شفاف تو ہوتا ہے لیکن چاندی کی طرح قیمتی نہیں ہوتا۔ بہشتیوں کے یہ چار پیالے سب سے چاندی کے ہوں گے صفائی و چمک و تک میں شیشہ کی طرح جھلا جھل ہوں گے بہشتی فلکان آواز لگاتے رہیں گے مومنین ضرورت بھر پئیں گے نہ کم نہ زیادہ کیوں کہ اگر کہیں گے تو مسرت ہے گی اگر خواہش سے زیادہ پئیں گے تو بار بار تعلقین ہوگی لوگوں میں یہ مثل شہور ہے کہ لذیذ ترین شراب وہ ہے جو ضرورت بھر لی گئی ہو بہشت کی شراب میں نشہ نہیں ہوتا اور لغویات اور دوسرے خمار اور بد بو نہیں ہوتی محض فرحت و خوشی ہی خوشی ہوتی ہے۔

نقل آئی ہے کہ مومن تخت پر بیٹھے ہوں گے ایک پرندہ طوبیٰ کی شاخ پر اس کے سامنے آکر بیٹھے گا نہایت خوش آوازی میں اپنی تعریف کرے گا۔ کہے گا میں وہ ہوں کہ بہشت میں کوئی ایسا درخت نہیں ہے جس کا پھل میں نے نہیں کھایا ہو اور کوئی ایسی شراب نہیں جسے میں نے نہ پی ہو اور بہشت میں کوئی مرغزار ایسا نہیں جس پر میں نے نہ رونا نہ کی ہو۔ میرا ذائقہ تمام ذائقوں کے زیادہ مزہ دار ہے مومن کے سامنے اس درجہ ستائش کرے گا کہ مومن کو اس کے کھانے کی آرزو پیدا ہوگی اسی وقت وہ مومن کے آگے بکا ہوا اس کے دسترخوان پر آجاتے گا جیسا کہ مومن کو اس کے کھانے کی آرزو ہوئی تھی جتنی خواہش ہوگی اس سے کھائیں گے پھر اس کے بعد وہ پرندہ آفتابی گھنٹے نہیں بلکہ عرش کے نور کے گھنٹے سے ایک گھنٹے میں خداوند عزوجل کی قدرت سے اڑ جائے گا اور زبان سے کہے گا بیخ بیخ میری طرح کون ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے دوست نے لقمہ بنایا ہے اور اپنے اس کھائے جانے سے دوسرے پرندوں پر فخر کرے گا پھر اس کے بعد اپنی جگہ پر آکر بیٹھا رہے گا جیسا کہ پہلے تھا۔

تفسیر میں ہے کہ بہشت ساتویں آسمان میں ہے خداوند عزوجل کے عرش کے نیچے اور عرش بہشت کی چھت ہے ہر جگہ مسلسل سایہ ہی سایہ ہے کہیں دھوپ نہیں۔ جیسا کہ دنیا میں ہے کہیں سایہ کہیں دھوپ۔

نقل ہے کہ بہشت میں تمام عورتیں (زال) جوان و باکرہ ہوں گی چنانچہ روایات سے کوئی

بڑھی عورت تھیں جو حضور پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرہ مبارک میں آئیں اس وقت حضور نے ان کو دیکھا اور فرمایا کہ بڑھی عورتیں بہشت میں نہیں جائیں گی وہ ضعیفہ رونے لگیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اس کو غم زدہ کر دیا ارشاد ہوا اے عائشہ یہ کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ سب کو جو ان و باکرہ بناوے گا بڑھی کہاں رہیں گی۔ اس وقت وہ ضعیفہ ہنسنا دلشاش ہو گئیں۔ یہ وہ ایک مزاح ہے جو پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

اور اہل بہشت کا ثواب ان کی نیکیوں کا اجر عظیم ہے اتنا عظیم کہ کوئی شخص اگر اس کی صفت کے کمال کو بیان کرنا چاہے تو بیان نہیں کر سکتا۔ ان صفتوں میں سے ایک صفت ملک کبیر ہے حضور پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ قیامت میں ملک کبیر کیا ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ جب فرشتے اللہ جل شانہ کی طرف سے ہدیہ اور تحفہ کے ساتھ مومن کے پاس آئیں گے ورنہ ستر بار اس طرح کہ ہر مومن کے لئے ستر جگہ دفتر ہوں گے تو وہ فرشتے ہر ایک دفتر سے اجازت پالینے کے بعد مومن کے پاس پہنچیں گے کون سا ملک اس ملک سے عظیم تر ہوگا جہاں فرشتگان خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ و تحفہ کے ساتھ ستر جگہ سے اجازت حاصل کر لینے کے بعد بندہ کے پاس پہنچتے ہوں۔

وَالسَّلَامُ

شرفِ مینری



مکتوب ۱۹۹

الشدرب العزمت کے دیدار کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! قیامت کی دن تمام مومنین بہشت میں داخل ہونے کے بعد خداوند عزوجل کو بے چوں و چلوں گی (یعنی بے مانند و مثل کے) دیکھیں گے جس طرح انہوں نے دنیا میں

www.marfat.com

اسے پکارا ہے اور اس کی ہنگامی پیمانہ ہے۔ لیکن کلام اس میں ہے کہ دنیا میں چشم ظاہر سے اول سے دیکھنا درست ہے یا نہیں ہے۔ اجماعی اور لایروئی فی الدنیا بالابصار ہے۔ اجماع ہے کہ دنیا میں چشم ظاہر سے دیکھنا درست ہے۔ لیکن یقین کی رو سے دیکھنا وہاں یہ درست ہے۔ اشر بہتر جانتا ہے اس گنگو کا معاملہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا دیدار یہاں تک سے اس دنیا میں دیکھنا جائز نہیں ہے نہ آنکھ سے اور نہ دل سے اور یہ زور ہے کہ اس لئے کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس کو جائز جانتے ہیں کہ بندہ اپنے خدا کو اس جہاں میں عیاں دیکھتا ہے چشم ظاہر سے بھی اور دل سے بھی ایسے لوگوں کے بارے میں تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ اس گروہ کے تمام لوگ گمراہ بدعتی اور کذاب ہیں۔ مگر اس معنی سے کہ یقین دل سے رکھتے ہیں کہ وہ ہے اور جب بندہ کے لئے بندہ کا یقین جائز ہوا تو یہ گویا ایسا ہی ہوا کہ دیدار ہوتا ہے۔ اور یہ عبارت شرع تعرف کی ہے۔ اور بعض جاہل یہ کہتے ہیں کہ رب العالمین کا دیدار دنیا میں ممنوعات سے ہے، قیامت میں جائزات سے اور بہشت میں واجبات سے ہے اور یہ بہت بڑی غلطی ہے یہ اس لئے کہ جو چیز اللہ رب العزت کی صفت میں متنع ہوگی وہ ہر وقت ہر جگہ ہر حال میں اور تمام احوال و اوقات میں متنع ہے گی اللہ رب العزت کے دیدار میں متنع ہوا نہ روا ہرگز نہیں کہنا چاہیے۔ اللہ رب العزت کے وصف میں جو چیز تم نے ثابت کی ہے وہ ازل سے ابد تک ثابت رہے گی اگر تم ایسا کہتے ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں تم تغیر لاتے ہو اور تغیر مخلوقات کی صفات کی علامت ہے اللہ کی صفات میں نہیں اور یہ گمراہان کہتے ہیں کہ بہشتیان اللہ رب العزت کے دیدار سے اس وقت تک محبوب رہیں گے جب تک کہ ایک گنہگار بھی دوزخ میں رہے گا۔ ان کا قول ہے کہ دیدار کا وہ عمل سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ محض فضل پر موقوف ہے اور جب فضل پر ہے تو یقیناً سب یکساں اور ایک ساتھ دیکھیں گے یا ان کی غلطی ہے ہرگز یہ جائز نہیں ہو سکتا کہ کوئی سطح کسی گنہگار کی وجہ سے دیدار سے محروم رہے اگر کسی گنہگار مومن کا یہ مقام ہوتا کہ اس کے سبب انبیاء اور اولیاء دیدار سے محروم رہیں تو اس کے لئے اس سے کہیں بہتر ہوتا کہ عذاب و سختیوں کو وہ اپنے آپ سے دور رکھتا ہذا لا یجوز فی الحکمة یہ اس کی حکمت میں جائز نہیں کہ گناہ کوئی کرے عقوبت اور حجاب کا عذاب دوسرے کو ہو۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ دیدار کا وعدہ عمل پر نہیں ہے یہ بھی غلط

ہی ہے کیا نہیں دیکھتے کہ خداوند عزوجل فرماتا ہے اللذین احسنوا حسن زیادۃ
 یہ زیادت احسان، ایمان، عمل، اور سستی بہشت کا نام ہے، زیادت خداوند تعالیٰ کا دیار
 ہے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے فمن کان من جنسنا وہو قاتل وہو فلیعمل معنی
 صالحنا جس کو اپنے رب کے دیار کو آرزو ہو وہ نیک عمل کرے، اعمال کے زیادتی کی وجہ سے
 دیار فرق کے ساتھ ہوگا۔ عام مومنین ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ کی مدت میں دیکھیں گے۔
 تفسیر امام ناہی سے یہ نقل ہے کہ جب مومن کے حق میں شرب العزت کا دیدار اس جہاں کے
 لئے ثابت ہو گیا تو جانا چاہئے کہ اہل بہشت جیسا کہ دیدار کی نعمت تک پہنچنے کے بعد بہشت
 کی اور نعمتوں کے ساتھ مشغول ہوں گے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ لہو کی نعمت پانے
 کے بعد جو بہشت کی تمام نعمتوں سے افضل و عظیم ہے بہشت کی اور دوسری نعمتوں میں مشغول ہونا
 نیچا تا ہے (یعنی اہل سے امانی کی طرف) اور یہ نقص دہی ہوتی ہے اور یہ ثابت ہے کہ بہشت کی
 نعمت میں نقصان جائز نہیں ہے، وہ چیز جو بہشت کی اور نعمتوں سے بڑھ کر ہو تو یہ اولیٰ تر ہے
 کہ اس میں نقصان نہ ہو۔ یہ سوال بہت زیادہ توجہ طلبیہ بہت مشکل ہے اس کے باوجود جواب
 ہونا چاہئے۔ نقل ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد جل شانہ کے دیدار کے بارے
 میں پوچھا گیا ارشاد ہوا منہم من یظہر بالی ربہ فی شہرہ و منہم من یظہر بالی ربہ بکوة
 و عشیا ان میں سے بعض وہ ہیں جو ہر ماہ میں ایک بار اپنے رب کی طرف نظر ڈالتے ہیں اور ان میں
 سے بعض وہ ہیں جو صبح و شام اپنے رب کا نظر کرتے ہیں۔

دیدار کا یہ فرق کمالات کے تفاوت کے مطابق ہے کہ ہر شخص اپنے کمال کی مقدار کے مطابق
 تجلی کا بار اٹھا سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ دیکھنے والوں کے کمال کی مقدار میں تبدیلی ہوتی ہے اگر ان کے
 کمال کی زیادتی سے زیادہ تجلی ہو جائے تو وہ اس تجلی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے ہیں کہ ان کا بظہور الحق
 بنو الخلق سبحان اللہ (حق کے ظہور سے مخلوق منور ہوتی ہے سبحان اللہ) پہاڑ جو عالم الہام
 میں سب سے زیادہ بڑا مضبوط، مستحکم ہے صرف ایک تجلی سے ریزہ ریزہ ہو گیا آدی اپنی اس
 مختصر کیفیت کے ساتھ تجلی کا وہ بار کیسا اٹھائے تو معلوم ہوا کہ تجلی کا بار اپنے کمال کی مقدار
 میں اٹھا سکتے ہیں تو یہ نقصان نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ نقصانے حکمت ہے اور اس دنیا میں
 اہل تصوف کے درمیان حکم بھی ایسی بر ہے کہ تجلیاں مشاہدے سے اٹھا سکتا آدی کے کمال

وقت کی حساب میں اس پر ظاہر ہوتی ہے مگر اس کے کمال وقت سے زیادہ تجلی ہو تو وہ ہلاک ہو جائے اِذْ لَمَّا تَلَقَّوْا لِقَاءَ رَبِّكُمْ فَسَبِّحُوْهُ خَلْقًا مِّمَّا يَخْلُقُ لَكُمْ جَسَدًا اٰوْر و دوسرے یہ کہ نماز قبل مشائخ کی رویت ایک فضل محض ہے بل کا بدلہ نہیں ہے اور افضل دینے والا افضل دینے میں بخیر صاحب اختیار ہے کسی کا اس پر اعتراض نہیں جو چاہے جیسے چاہے جس کو چاہے دے اور یہ نقصان دہ نہیں ہے خواست فضل دینے والے کی ہوتی ہے۔

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری

مکتوب ۲۰۰

روح کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! روح کی حقیقت کا بیان اور اس کی ماہیت و کیفیت نہیں آئی ہے تفصیل کے ساتھ اس کا بیان نزام ہے لیکن اجمالاً اہل تصوف نے گفتگو کی ہے۔ اے بھائی! روح جو نلیف حق ہے جب تجلی میں آتی ہے تو اپنی خلافت سے انا الحق کا دعویٰ شروع کر دیتی ہے اور جملہ موجودات کو اپنے تحت خلافت کے آگے سجدہ ریز دیکھتی ہے، دھوکہ کھاتی ہے۔ سمجھتی ہے کہ ہی حضرت حق ہے۔ اس حدیث کی رو سے کہ لَمَّا تَلَقَّوْا لِقَاءَ رَبِّكُمْ فَسَبِّحُوْهُ خَلْقًا مِّمَّا يَخْلُقُ لَكُمْ جَسَدًا اٰوْر (یا میں ہوں یا تو ہے۔ دو خدا نہیں ہے۔ تیری قسم تیری قسم دو خدا کے اقرار سے بنا۔ انکسٹا ہوں تیری ذات ہرگز ویسی نہیں ہے جیسی میں سمجھا ہوں۔ مجھ اپنی ذات کے بارے میں معلوم ہوا کہ میں ہوں کہاں؟) ہو جاتی ہیں) حیرت میں پڑ جاتی ہیں اور کہہ اٹھتی ہیں۔

مَا اَنَا اَمْ اَنْتَ هَذَا الْاِلٰهِيْنِ حَلَاكًا عَاثَاكَا عَمَّا ثَبَاتِ اِسْمِيْنَ

كَايْنُ ذَا نَفْسٍ كَيْفَ كُنْتُ اَسْرَى فَقَدْ تَبَيَّنَ ذَاتِي حَيْثُ اِلَى اَيْنَسَ

(یا میں ہوں یا تو ہے۔ دو خدا نہیں ہے۔ تیری قسم تیری قسم دو خدا کے اقرار سے بنا۔ انکسٹا ہوں

تیری ذات ہرگز ویسی نہیں ہے جیسی میں سمجھا ہوں۔ مجھ اپنی ذات کے بارے میں معلوم ہوا کہ میں ہوں کہاں؟)

marfat.com

Marfat.com

یہ وہ گھاٹی ہے کہ اس راہ کے بہت سارے راہی تمام گھاٹیوں کے طے کرنے کے بعد اس گھاٹی میں ملے گئے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ رُباہی

س اٹکتہ دلم رخت بمنزل گاہے کا بنجا نبر و بعد دلیل آن راہے
چوں من دو ہزار عاشق نامہ راہے کی کشتہ شود کہ بر نیاید آہے

اور یہ قول اسکی معنی میں ہے کہ اس راہ فصایں آخری نقتہ اسی تہلی میں ہوتا ہے، اگر یہ تہلی اس راہ کے چلنے والے کو اپنا دیوانہ بنا لیتی ہے تو وہ خداوند جل جلالہ سے رک جاتا ہے اور اس کی راہ ملی جاتی ہے۔ مگر ماذا غ البصر (نہ نگاہ سہلی) کی صفت سے تصف ہو جائے تو مردانہ دار اس نقتہ سے گزر جائے اور کسی کامل کے سایہ دولت میں آجائے تو کام کی حقیقت تک پہنچ جائے۔ اور یہی اہل بصیرت پر مدکشن ہو جاتا ہے کہ عاشق کرامت کون ہے اور عاشق کرم کون ہے۔ اور نعمت کا طالب کون ہے اور نعمت دینے والا کا طالب کون ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ماریبا و انیم و برد رازی و انیم عاشق حقیقی ز مجازی و انیم

دہم ریشنی پیروں کو جانتے ہیں ماہ رازی کی چاند کو بھی، ہمیں معلوم ہے کہ مجازی سے عشق حقیقی کی طرح مال ہوتا ہے اسے بھائی! روح کا معاطہ اگر مخلوق ہے لیکن اور دوسری مخلوق کے معاطہ کی طرح نہیں ہے کسی بزرگ کے نزدیک روح کا ذکر کسی نے کیا انہوں نے کہا جل جلالہ اشد بڑا ہے۔ رُباہی

نیت بالائے تو مخلوق تے دگر نیت بیرون تو معشوق تے دگر

چوں برونی نور عقل و معرفت نہ تو در شرع آئی و نہ در صفت

ہر چہ در توصیف مطلق امدعاست این ہمہ نور محقق آمدہ است

(تجہ سے پرے کوئی مخلوق نہیں۔ تجہ سے باہر کوئی معشوق نہیں۔ چوں کہ تو عقل و معرفت

سے باہر ہے۔ اس لئے تو نہ شرع و مبیان میں آ سکتا ہے اور نہ تیری توصیف

ہی ہو سکتی ہے۔ تو حید مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب تیرے اندر ہی محقق ہے۔)

استاد ابو علی دقاق رحمت اللہ علیہ نے کہا۔ رُباہی سے

شہر و من مازنشاں بیرونست یعنی برہر پشیل زنی ازلں بیرونست

۱۰ اشعار حضرت نصر ملاح کے ہیں جو المعانی صفحہ ۱۰ میں اس کا پہلا حصہ آیا ہے۔

ایں ماز پختہ زبہاں پر دست لہجہ سوزا از دوجہاں پر دست
(اگر سے دہن کی تار کی گنگنی گنگنی ہے جس میں گنگنی گنگنی ہے وہ اس جیسے نہیں لگا ہوا

ہو ماز پختہ زبہاں پر دست لہجہ سوزا از دوجہاں پر دست ہے۔)

اور ایک صاحب عرصہ نے کہا ہے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لِاَزْوَاجِ بَنِي اٰدَمَ اَزْوَاجًا مِّمَّنْ لَمْ يَلِدْ اَوْ لَمْ يَخْضَرْ
وَجَبَّوْا۟ يَنْجُبُوْا۟ لَهَاۗ لَمْ يَكُنْ لِیٰسٰکِ اِذَا عَلِمَ مَنَّهُ مِنَ اللّٰهِ لَوۡ اَرَادَ اَنْ یَّکُوۡنَ
فَلَا یَسْئَلُہَا شَیْءًا مِّنۡہَا لَیۡسَ لَہَا کَلِمَۃٌ وَّ لَا لَہَا اِلٰہٌ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا
رَکِبَہُ یَکْتُمُہُ لِمَنۡ یَّشَآءُ کَیۡفَ یَشَآءُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ (یوسف ۱۰۱) اور ان کا

خلق آدم علی صوم (یوسف ۱۰۱) کا ایشہ اللہ کے آدھم کا لہجہ صوم پر ہوا گیا) کا ایشہ اسی طرف ہے۔ اس
قائل کے قول پر اوردہ جو کہا حکایتنا عن اطفہ انت لا انا ولا غیری (اللہ تعالیٰ سے حکایتنا
کے ہوئے تو نہ میرا میں ہے نہ میرا غیر) اس کو سمجھنے کے لئے بہت بڑے فہم کی ضرورت ہے
اور یہی اسی مقام کی بات ہے جو کسی بزرگ سے منقول ہے کہ ایک دن میں اس کو ڈھونڈتا تھا
خود کو پاتا تھا اوصاف خود کو ڈھونڈتا ہوں اس کو پاتا ہوں؛ بیت سے

گذشتہ آگے از بے تو مستمبے باکھن خرابیم ہم جوئے خود کا ز منی زندگی

دلے صبا میں تری اس خوشبو سے مست ہوں جا بھی ادھر سے گزری ہے اور اپنی ہانک سے بھی میں

خراب ہوں کیوں کہ یہ اندر سے بھی اسی کی بو آتی ہے۔)

ایک صاحب عزت نے کہا کہ میں آئینہ ہوں تو آئینہ میں معائنہ ہے تو پھر یقیناً آئینہ کون ہوتا ہے
اس میں تو تیری پیدائی ہے تو تو مجھ سے جدا نہیں ہے میرے ساتھ ہے خواجہ ابو سعید الباخیر
رحمۃ اللہ علیہ اسی معنی میں کہتے ہیں۔ ربانی سے

اے دریا جان قدسی کز ہم پوشیدہ است بس کہ دید است منے او چو زلم لوشینا

ہر کہ جیند سن او اندرزباں کا نسر شود اے دریا کیں شریعت گفت ما بریدہ است

دلے عزت وہ جان پاک جو ہے پوشیدہ ہے کس نے اس کا پاک چہرہ دیکھا ہے جب کہ نام بھی نہیں

سنا ہے اس کا شن جو دیکھ لے اسی وقت وہ کافر ہو جائے اسوس یہ شریعت جو ہمارا قال تھی

وہ بھی ختم ہو چکی ہے۔)

عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قل الروح من امر ربی (کہہ دیجئے روح اللہ کا ایک حکم ہے)

لیکن یہی شرع ہے اہل معرفت کے لئے عہم غمشوں کے لئے یہاں ماہ نہیں
 اے عزیز! جب آرزو فرمائے مدح ملے اور غلاہر و پیداکر لے والا اشیاء و مخلوقات
 کا ہوتا ہے اور روح پر سے طبع پر آکر حکم ہوا تو آرزو گمانہ مانور (حکوم) اور فاعل ہو گا نہ فعل
 فاعل زبردست ہو گا نہ مقصد (زیر دست) اور کہتے ہیں شریعت کی بیری دیوانگی میں لگی ہوئی ہے
 اگر یہ بیری نہ ہوتی تو لکھا کہتا کہ روح ہے کیا؟ لیکن اللہ سبحانہ نے آزادی نہیں بخشی
 ہے کہ روح کے بدلے میں کچھ کہا جائے ان الفاظ غیبیہ (بیشک اللہ فیہ رہے) روح کی تشریح

کرنا فیرت کی بنا پر حرام کر دیا ہے۔ رُبا مٹی سے

لے دریا جان قدسی در درون دو جہاں کس ندید انشہاں کس نسبتش نشان
 گر کے گوید کہ دیدم در مکان لا مکان بر دست غیرت او آوختہ شدہ پیش اناں
 افسوس ہاں جان پاک کوہ زندہ جہاں میں نہ کسی نے کلم کھلا دیکھا اور نہ اس کا نشان و پتہ پاسکا
 اگر کوئی کہنا چاہے کہ اُس لاکھوں کو مکان میں دیکھتا ہوں تو قبل اس کہنے کے اسے فیرت کے درخت
 پر سلا دے دی جائے گی۔

لے جہاں! کنت کنتا محضیا (میں تھا ایک مہا ہوا خوان) کی معرفت میں من عرفنا
 فقد عرف ربہ (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا) پر حاصل ہو جاتی ہے اور با
 بصیرت سے یہ معاملہ پوشیدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ کسی عزیز نے کہا ہے۔ بیت سے
 چون تو اں از خلق مستوری شدن پس جلا مشعل در دست و مشک اندر گریاں نشان
 (خلق سے تیل چھپنا کس طرح کا ہے۔ جبکہ تو ظاہر اچھ میں مشعل اور گریاں میں مشک کھتا ہے)
 اگر اس سے زیادہ لکھا جائے تو حوصلہ عقول بشری اس کا تحمل نہیں ہو سکتا اس مقدار میں اختصار واجب
 ہوتا ہے بلکہ ترک واجب ہے۔ جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے۔ مصرع سے

کے سرش نمیدانند زباں کدش زباں کدش

(اس کا بھید کوئی نہیں جانتا زباں نہ کہ زباں بند کرد)

اے عزیز! وھلک اللہ بحقائق هذا الكتاب (اللہ تعالیٰ اس کتاب کے حقائق تک
 پہنچائے) یہاں ہوشیار و فیردار رہنے کی ضرورت ہے اس صحرا میں علم کے قدموں سے سفر نہیں
 کر سکتے بلکہ علم و عقل اس معزز مارت تک پہنچ بھی نہیں سکتے کیوں کہ علم و عقل میں طرح رہنمائی کرتے

ہیں اور ان کے لئے بھی یہ ہے جیسا کہ فلسفوں میں دیکھنے میں آتا ہے اور
پھر فرقیہ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے۔ اسی کو ایک ماہر نے کہا ہے۔

وہ علم جسے شہسوار کہتے ہیں

وہ عقل ہے کہ ہر دور ہر نسل کا

مذہب میں بہت سی باتیں دہرائی جاتی ہیں۔ بہت عقل ہر ماہر کو دیکھانے والے

ہوتے ہیں۔ عقل سے بہت سا ماہر نے دیکھا ہے۔ اگر تم تکوین میں آئے ہو تو

سکتے ہو عقل پر ہواؤں کو کہ یہاں کے بہت سے ماہرین خاموش رہتے ہیں۔

اس کے لئے یہ کیا ہے؟ علم اس بارگاہ کا نقیب ہے یہ عقل و فہم و حشم کی ترتیب کا خیال رکھتا ہے

لیکن باوجود اس کے کہ اس کے اسرار کے اسرار سے اسے سروکار نہیں۔ اور عقل اگرچہ تو اسے کل باطنی

قادر ہے لیکن وہ پرانی جن سے سنا وہ پانڈی لگاتا ہے اس سے پہاڑ نہیں دنن کیا جاتا

آخرت کے اعمال اور دین کے حقائق میں کا تعلق عقل بالہی سے ہے جیسے ذات و صفات کی

سوزت اور افعال میں کسی کو دکھاتے جاتیں یہ ایک عظیم دولت ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی بے وقت

اس میں غور و خوض کرے تو یہ حرام ہے کسی ایک نے حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا

عاشق من غرائب العلوم (اے اللہ کے رسول مجھے نوادرات علم کی تعلیم دیجئے) ارشاد ہوا۔

مذاہمت للحوث (سوت کی تم نے کیا تیری کی ہے؟)

جاؤ اقیامت کے اسرار اور احوال کا علم اور قدرت کے راز کھانا تمہارا کام نہیں ہے۔ اور جو

چیزوں سے تعلق رکھتی ہے معاملات سے نہیں لے کر تفصیل کے طور پر بیان کرنا اور اس کی تشریح

حرام ہے ہاں اجمال کے طریقے پر کہنا حرام نہیں ہے اور اسی بنا پر بزرگوں نے روح کے مسئلہ

میں رمز و اشارہ کے طور پر رغبت و شوق دلانے اور آنگاہی کے لئے کچھ گفتگو کی ہے۔ یہ

ایک بڑی اصل ہے اس جماعت کی گفت و شنید اسی سے تعلق رکھتی ہے ہاں غور و فکر سے کچھ

پاسکتے ہیں استغفر اللہ استغفر اللہ من الذل والخذل وعن کل مالا یوفی عن

قل ذہب فاقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اے اللہ میں تجھے جسے بخش پاتا ہوں گمراہی سے

اور تمہاری ایسی باتوں سے اور ایسے کاموں سے جسے تو ناپسند کرتا ہے اور میں قرار کرتا

ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا۔

والسلام



مکتوب ۲۰۱

کفر و شرک ظاہر و پوشیدہ اور بت و نیا کے تباہی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! اہل بصیرت اور ارباب معرفت جو اپنے اندر کفر و شرک، بظاہر و باطن
 زنا دیکھتے ہیں وہاں تباہی ہے اعتقاد کی بنا پر نہیں اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں لوگوں کی
 نظروں کے سامنے تم گناہ اور فساد نہیں کر سکتے اور خلق سے پوشیدہ ہو کر تنہائی میں خدا کی نظر کے
 سامنے کرتے ہو تو معلوم ہو کہ مخلوق سے ڈرتے ہو اور خدا سے نہیں ڈرتے اور جو شخص خلق سے
 ڈرتا ہے خدا سے نہیں ڈرتا وہ کافر تھا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پچاس ہزار علیہم السلام
 والسلام دنیا میں اشریف لائے اور سب کے سب کفر ہی کہا کہ حُجُبُ الدُّنْیَا اس محلِ عظیمہ
 دنیا کی محبت تمام ہلے تھلا دے خطاؤں کا سرچشمہ ہے) ان کی اس ہدایت کے باوجود تم دنیا نہیں
 چھوڑتے اور دنیا کو محبوب رکھتے ہو۔ اگر ایک کافر طیب تم سے کہتا ہے روٹی اور گوشت نکھاؤ
 کہ یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے تمہاری وقتاً سے ترک کر دینے ہوا وہ نہیں کھاتے تو تمہیں کہو کہ
 ایک لاکھ چوبیس ہزار پچاس ہزار علیہم السلام طیب روحانی، کے قول پر تم نے یقین نہیں کیا اور مل
 پیرا نہیں ہوئے۔ ایک طیب کافر کے کہنے پر یقین کر لیا اور اس پر یقین رکھا اور قائم رہے تو
 کفر ہوا۔ اور ہاں شرک کے بارے میں کہتے ہیں کہ شرک ڈوبے ایک شرک جلی دوسرا شرک خفی
 شرک جلی دوسرا شرک خفی اور شرک خفی ہاں لوگوں کے نزدیک دوسرا شرک کا اثبات ہے۔
 اگر دوسرا شرک کا اثبات کیا تو شرک کیا اور شرک کیا اور بعضوں کا قول ہے کہ نفع و نقصان کو فیلٹر
 کی جانب سے جاننا شرک ہے۔ بت و زنا کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو چیز بھی تمھے خداوند تعالیٰ
 کی جانب سے مشغولی پہنچا کر اپنی بے مشغولی سے وہ تیرا راہ کی رکاوٹ اور تیرا بت و زنا ہے
 معنوی حیثیت سے چھاپتے کہتے ہیں کہ عارفوں کا بت ان کی کرامتیں ہیں جب انہوں نے اپنے

انہی کو استہلاقی سماج قرار دیا ہے۔ ہر ملک کو استہلاقی سماج میں مختلف درجے سے اس کے ساتھ آؤں و سکون اختیار کیا تو اس کو استہلاقی سماج کہنا چاہئے۔ گویا نہایت سے تو وہ ہٹ گئی تو وہ کرامت، ان کا بوجھ ہٹا دیا۔ بوجھ ہٹا دیا تو اس کی معنی سمجھ سکتی ہے اور وہ ساری ایک آفریں صفتیں اور بائیاں و تیسرے علم میں ہیں جیسے کبر، حسد، اور بھی اس جیسے عوامل یہ سب کو بوجھ ہٹا دیا گیا ہے۔ عوام کے بوجھ میں ایک سنگ کے بوجھ کی محبت سے دوسرے فرنگ کے بوجھ کی محبت تیسرے بیوی بال بچوں کی محبت اور بھی جو مشاغل میں وہ متن بستہ ہیں ایک اپنا ظاہر و باطن کو سنبھالنے کی جگہ دوسرے مال کی محبت و چاہ تیسرے جگہ مرتبہ کی محبت دنگن چوتھے سب سے بڑا بوجھ نفس ہے کہ جو سب کی جگہ اور سب کا سر شہر ہے۔ جگہ و مرتبہ کو لوہے کا زندہ کہتے ہیں کہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جاس آہنی زندہ کو توڑ سکتے ہیں۔ آخری چیز جو مدہ بقول کے ہاں میں پہنچنے والی ہوتی ہے وہ جگہ ہے۔ چونکہ سائلین کا وہ یہ بصیرت یعنی ان کی آنکھیں کھلی ہوتی ہوتی ہیں۔ لوگ وہ سب چیزیں جو بیان کی گئیں ان سب کا ایک ایک کر کے اپنے اندر معائنہ کرتے ہیں تو خود کو اصل کفار کے ساتھ شمار کرتے ہیں اپنے مال کے حکم کی بنا پر اعتقاد کے حکم کے مطابق نہیں اور یہ تو سیدی و زمان کے عامل ہے اس پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اور یہاں شعار پڑھتے ہیں

صوفی و سب زوش شدی شیخ چلدار ایں جلد شدی ولے مسلمان نشدی
 در کوسے بتاں رفت ہر مودنیسا جوں برہمن پیر بہت خانہ نما دم
 ہر شیعہ بے خدمت جگہ کہوں نثار ہوس سیکندم از توچہ بوسم
 بوجھ پرستم بوجھ پرستم راست گویم ہر چہ ہستم
 (صوفی ہٹ، سب زوش ہوتے شیخ چلدار بنے، سب کچھ ہٹے مگر مسلمان نہ ہو سکے۔ انوس
 جنوں کے کوچہ میں ساری مگر گناہی مگن اس بوڑھے برہمن کی طرح میں بت خانہ کے لائق نہ ہو گا۔
 جہاں کہو جا چھپ چھپ کر بہت زیادہ کی مگن تم سے کیا چھپاؤں ہوس ہی کا زنا را بندھے جا۔
 ہاں ہاں میں بت پرست ہوں میں جنوں کی پرستش کرتا ہوں میں جو کچھ ہوں وہ سچ کہہ رہا ہوں)
 اس طرح کے بہت سارے افکار ہیں اسی نظر سے سب کو دیکھنا چاہئے۔
 ہنوز از کاف کفر ہم خبریت حقائقہائے ایمان را چہ دان
 (ابھی تک اپنے کفر کے کان کی بھی خبر نہیں ہے اپنے ایمان کی حقیقت کو تم کیا جانو۔)

اور ہاں کفر و کفر شہیدہ چھپے ہوئے کفر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے گناہ اور فساد نہیں کر سکتا ہوں اور تنہائی میں وہی گناہ و فساد حق تعالیٰ کی نظر کے سامنے کر سکتا ہوں۔ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی نظر کے سامنے گناہ و فساد کرتا ہوں اور خدا سے عزوجل اس فساد و گناہ کو دیکھتا ہے تو خلق سے ڈرتا ہوں حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہوں اور جو خلق سے ڈرتا ہے حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہے وہ کافر ہوتا ہے۔ کفر و کفر شہیدہ یہ ہے۔ یہ کفر اعتبار کی جہت سے ہے اعتقاد کی رد سے نہیں۔ اور سنوی صورت میں بہت زیادہ ہوا کرتی ہیں۔

اور ہاں نفاق یہ دو طرح کا ہے ایک عقیدتی اور دوسرا معاملتی۔ نفاق عقیدتی تو معلوم ہے مگر نفاق معاملتی یہ ہے فعلی برخلات قہر اور باطن کے خلاف ظاہر۔ ماہ سلوک میں یہ سنت ترین گمانی ہے اور بڑا مشکل معاملہ ہے کچھ سالکین ماہ ایسے ہیں جو اس نفاق سے مطلع ہوئے ہیں اور اس کے انار سے عاجز آگئے ہیں آخر مغلوب ہو کر انہوں نے زنا رنگے میں ڈال لی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر مخلص مسلمان نہیں ہو سکا تو منافق بھی نہیں ہوں کیوں کہ منافق کافر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

ان المنافقین فی الدنیا والاصفل من الناس (بیشک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے گڈھے میں رہیں گے) انہیں وجہ سے خلق ان لوگوں کو دیکھتا ہے اور ان کی زنا رندی کو دیکھتا ہے پر محمول کرتی ہے یا معاف کر دیتی ہے۔ مصرعہ در کوئے تو مردہ بہ نہ از روئے تو دود (تجھ سے دور رہنے سے بہتر ہے کہ تیری گلی میں جان دیدی جائے) کچھ لوگوں پر علم کی کیفیت غالب ہوتی ہے وہ کہ اٹھے کہ قالب کی عصمت شرط ہے اگر مجھ کو رکھا ہے تو اپنی ملائکہ پہنچ جاؤں گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ وَالسَّلَامُ

عقیر شون مزیں



مکتوب ۲۰۲

وحدت اور اہل وحدت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! اہل وحدت وہ لوگ ہیں جو مجاہدات سے گذر کر اللہ جل شانہ کے مشاہدہ تک پہنچے ہوئے ہیں علم الیقین اور عین الیقین کو وہ جانے ہوئے اور دیکھے ہوئے ہیں کہ وجود اپنی ذات سے ایک سے زیادہ نہیں ہے اور وہ وجود خدا کے تعالیٰ کا وجود ہے خداوند عزوجل کے وجود کے بغیر کسی دوسرے کا اپنی ذات سے وجود ہی نہیں ہے اور نہ ایسا ہونے کا امکان ہی ہے لیکن وجود حقیقی کو جو خداوند تعالیٰ کا وجود ہے اس کے اثر سے موجودات نظر آتے ہیں اور ان کی اسی ہمت کی بنا پر اس گروہ کے لوگوں کو اہل وحدت کہتے ہیں کیوں کہ خداوند تعالیٰ کے وجود کے سوا کسی غیر کا وجود ہی ان کی نظر میں نہیں آتا ہے بس اسی ایک خدا کو دیکھتے ہیں اسی ایک خدا کو جانتے ہیں جس طرح شیخ میں دو معبود کا اثبات شرک ہے لیکن فرق یہ ہے کہ شرعی شرک اصل توحید کا منافی ہے اور یہ شرک خفی کمال توحید کا منافی ہے۔

وحدت کا معنی یگانگی یعنی یکتائی ہے، وحدت میں کثرت نہیں ہے، ادوئی نہیں ہے اور یہی وہ وحدت ہے کہ جو طالبوں کا مطلوب، سالکوں کا مقصود ہے۔ جب سالک اس وحدت تک جو سب کا مقصود ہے پہنچ جاتا ہے تو وہ شرک سے چھٹکارا پالیتا ہے، کثرت اٹھ جاتی ہے، ادوئی باقی نہیں رہتی، حلول و اتحاد باطل ہو جاتے ہیں، تفرقہ اور سرگردانی سے گذر جاتا ہے اور توحید اعظم تک پہنچ جاتا ہے اور جب اس توحید تک پہنچ گیا کہ جسے وحدت کہتے ہیں تو اس نے دیکھ لیا اور جان لیا کہ ہستی صرف اسی خدائے ذوالجلال کی ہے اور بس۔ اس مقام میں خود سالک بھی نہیں رہتا یہ اس سبب سے کہ اگر سالک رہے گا یعنی اس کی خودی رہے گی، تو کثرت باقی رہے گی کہتے ہیں کہ وحدت میں کثرت نہیں ہے تو سالک اٹھ گیا، کثرت اٹھ گئی، شرک اٹھ گیا، حلول و اتحاد

بھی اٹھ گیا، نزدیکی و دوری ختم ہوئی، فراق و دو سال ختم صرف خدا نے عزوجل رہتا ہے اور بس۔ اور خدا ہمیشہ تھا ہمیشہ رہے گا۔ لیکن سالک اس خیال و گمان میں تھا اور یہ قیاس کرتا تھا کہ جس طرح خلک، سستی ہے اسی طرح غیر خدا کی بھی سستی ہے۔ اب وہ اپنے اس خیال و گمان سے نکل آیا اور جان لیا دیکھ لیا کہ وجود ایک سے زیادہ نہیں ہے اور وہ وجود خدا نے تعالیٰ ہے کہ جو وجود حقیقی ہے۔ یہ وحدت کا بیان تھا اور اسے وحدت کہتے ہیں۔ ایک بزرگ کی یہ رُبا ہی ہے۔

مشتوقہ میاں بود نمیدانستم با من میاں بود نمیدانستم

گفتم بطلب مگر چا برسم خود تفرقہ آن بود نمیدانستم

(میراج محبوب توبہ سانسہ ہی تھا مجھے کچھ خبر نہ ہوئی، وہ توبہ سانسہ ہی تھا مجھے کچھ خبر نہیں

چلا میں نے کہا اس کی تلاش میں کہیں چلوں۔ یہ خود تفرقہ ہی تھا جسے میں سمجھ نہ سکا۔)

تو وہ گم کر دو توبہ ایں بود گم شدن گم کن کہ تفسیر یہ ایں بود

یک ماہ و مزین بریں تفسیر یعنی یک بیک بر خماں اگر تفسیر یعنی

(تم اپنے وجود کو گم کر دو کہ توبہ یہی ہے بلکہ گم ہونے کو بھی گم کر دو کہ تفسیر یہی ہے۔ اپنی

خوشحالی سے ایک کو وہ نہ کہو، ایک کو ایک ہی کہو اگر تم اس مشرب کے ہو۔)

اہل وحدت کہتے ہیں وجود کی دو قسم ہے۔ 'وجود حقیقی' اور 'وجود خیالی'۔ وجود حقیقی خدا ہے

جل جلالہ کا وجود ہے اور وجود خیالی عالم کا وجود ہے کیوں کہ عالم خیالی و نمائش ہے حقیقت

میں دعا پناہ وجود نہیں رکھتا مگر ہاں وجود حقیقی جو وجود خدا ہے اسی کے اثر سے یہ سب اس طرح ہو

دکھائی دیتا ہے۔ وہ موجودات جو خواب میں یا پانی و شراب میں دکھائی دیتے ہیں وہ سوائے کسی

ظنی، خیالی وجود کے دیکھنا پناہ وجود نہیں رکھتے۔ لیکن یہ خیالی و نمائش۔ وجود حقیقی جو وجود خدا

ہے اس کی دلیل ہے تو اس خیالی و نمائش کو عبور کر جانا چاہیے تاکہ اس حقیقت سے

باخبر و آگاہ ہو جائے اور معجز، تعبیر کہنے والے ارباب نمائش اس وجہ سے ہیں کہ وہ آدھیں

کو اس خیالی و نمائش سے گزار کر حقیقت سے کہ جو وجود خدا ہے آگاہی دیتے ہیں۔ تعبیر

والے کو معجز اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ آدمی کو اس خیالی سے جو خواب میں اُس نے دیکھا ہے اس

سے آگے بڑھا کر اس خواب کی حقیقت تک پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہم

کیسے خیالی و نمائش میں یا ہو سکتے ہیں کیوں کہ ہم میں سے کچھ لوگ خوشی میں اور کچھ ناخوشی میں

ہیں۔ بعض حکام بیچ میں ٹکڑے کر کے فروکش کر رہے ہیں۔ اس خوش دن خوشی۔ ماکھی دھکوری۔
 خاموشی و گویائی کے باوجود کس سے خیال و تلاش ہو سکتی ہیں اس کا طلب و پتھر میں کہ کیا ہم
 نے کبھی خواب نہیں دیکھا ہے۔ خواب میں اس لئے کہ پتھر میں نہیں دیکھی ہیں۔ کوئی خواب میں دیکھتا
 ہے کہ اسے کوئی شخص سے ملتا ہے۔ وہ اس سے کہتا ہے کہ تو درجہ فرحت میں ہوتا ہے۔ اور کسی
 ایک کو کوئی نواز رہا ہے تو وہ شخص آدمی و انسان میں ہوتا ہے۔ اور کسی دوسرے کو کوئی ملوثاتا
 ہے اور کسی کو سخت شائبہ پر بھجا دیا جاتا ہے اس کی طرح اور دوسری چیزیں۔ تو اس میں کوئی شک
 نہیں کہ خواب میں یہ سب خیال و ناکشش ہے۔

اے بھائی! العالم کل خیال و منام (ظلم اس کی ساری چیزیں خواب و

خیال ہیں۔)

وَالسَّلَامُ

فلک اسرف مینری

مکتوب ۲۰۳

ارادت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانتو! عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں صحابہ کے موانع
 کے ایک جہانم دئے ایک ایسی جماعت کو دیکھا کہ اس جماعت کے لوگ ان کے مستفہ ہو کر ان سے
 مرید ہونے کے لئے تھے۔ انہوں نے ان لوگوں سے کہا کبھی حکم ترک کیا کر دیوں کہ مشوق
 کافرمان اور ہے مشوق کا امداد اور ہے کبھی کبھی مشوق کافرمان کسوتی بن جاتا ہے کہ جس پر
 عاشق کے نہاد و سرشت کو باہنجا باہنجا ہے اگر حکم کی تعمیل کرتا ہے تو عام ہے اور اگر فرمان کی تعمیل
 نہیں کرتا تو پختہ و کامل ہے۔ جو انمردوں کو قلعہ ید سے آزا کیا ہے۔ مگر جس چیز کا کئی روایت
 یا عقل نہ آئی ہو وہ تم نہیں سمجھ سکتے تو روایت سن لو مشوق عاشق کافرمان کی کسوتی پر یوں پختہ

ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک یہودی سے خرید لیا تھا اور اس کی غلامی سے آزاد کرایا تھا ایک دن حضور پینچا مبر علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا ابابکر مشرکوں کی جلد اسے ابو بکر! مجھے بلال میں اپنا شریک بنا لو یعنی ان کی قیمت جو تم نے اُنہا کی ہے اس میں کچھ ہم سے بھی لے لو تاکہ پتل ہمارے اور تمہارے دونوں کی شرکت میں رہیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! میں نہیں بٹھتا۔ شریک یہاں پر فرماں برداری نہیں کی بلکہ ترک فرماں ہما کہ قتل خلیفان لوگ یہ خیال کریں گے کہ جناب ابو بکر نے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تقاضا کیا ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ ابو بکر فرماں کی کسوٹی پر جانچا جائے کہ ان کے نہاد و مشرت میں کچھ بات ہے یا نہیں؟ حضرت ابو بکر نے نہاد میں ختمہ برابر شرکت تھی تو کہا لیس ملہ، شریک یعنی بلال خدا کے بندہ ہیں اور اس کی خلیفہ میں کسی کی شرکت نہیں ہے۔ چنانچہ مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کی مراد یہی تھی کہ ابو بکر ہی جواب ہیں۔ اس لیے ان پر اگر قبیل حکم کر دیتے تو ناقص رہتے کامل نہیں۔ ابلیس کو خدا کے ارادہ کی اطلاع تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے کہ سجدہ کرے۔ جب حکم ہوا اسجد و سجدہ کہہ کر یہ فرماں اس کے لئے ایک کسوٹی تھا وہ ہوتا ہی کون ہے کہ اپنے ارادہ سے سجدہ کرے۔ غیر کہ سب نے سجدہ کیا مگر مسلم ملکوت جو تمام مہر خستوں کا استاد تھا یقیناً اسے ایسا ہی ہونا تھا کیوں کہ استاد شاگرد سے بہتر تر ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ولو قطعنی فی المحب لملاحن الفوادانی سوانک زنگر تو بہت میں مجھ سے قطع تعلق کر لے پھر بھی دل تیرے سا کسی کا مشتاق نہیں ہوگا)۔

گر برسیر من تظار حک بارانی باران ترا درخت ام بارانی

(اگر حرم میرے سر پہ کاٹھوں کی بارش کرو۔ تو تمہارے لٹکائے ہوئے ان زخموں کا نہیں کاٹوں

میں ۱۰ لکے دے چکا ہوں)۔

غیر کہ سجدہ کرنے سے مشوق سے کٹ جانے اور اس کی جدائی کو اس نے قبول کیا۔ کیا ہی یہ مشق کا کمال ہے تم کیا جانو کہ ابلیس کیا ہے۔ اس جگہ ابلیس اپنی ابلیسیت میں جو انزدہ ہے تمہیں یہاں دہ نہیں اس کی یہ دولت تم کہاں سے لاسکتے ہو اگر کسی وقت اس کے غیر تک رسائی ہو جائے تو یہ دیکھ لو گے۔ رُبا می

ہم جو کشم ہلاویم بستیزم باہر نو ہر دیکھے نامیزم

جانِ نادم کہ بارِ عشق تو گدے کا سرکارت تو نہ مگر زخم

دل سے میرے چاند سے چہرہ ملے مجھ پر بھی تم بھی سوچا میں اور چلا کر کیا ہوں میں
 قری عاتقوں کے ساتھ کسی حد تک نہیں جاتا ہوں میں عیان لگتا ہے وہ بہ
 عشق کا ارتقا ہے جب تک یہ سر تو ہوسے گا کتنا جلنے میں ہفتہ لگتی ہیں۔

جبریل جیسی صفت پہلے چاہیے کہ وہ ابلیس کے مال میں ذمہ دہنگی سے نظر کرتے ہیں۔
 کہتے ہیں کہ خواجہ احمد غزالی رحمت اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ ہر گوشہ ہوا کا تم گنا
 رحمت اللہ علیہ نے نہیں کہا ہے کہ ابلیس نے کیا نام پیدا کیا ہے۔ کہاں وہ خواجہ خواجگاہ کی کہل
 وہ ہجراں نصیبوں کا سردار۔ اور وہ ساری غلطیاں جاس راہ میں ہلکے سے سرزد ہوتی ہیں ان
 میں سے ایک یہ ہے کہ ابلیس پر رحمت جیسی اور یہ لعلی ہے یوں کہ اس کو دوست کی طرف سے
 لعنت کا تحفہ ملا ہے۔ تو کوئی اگر صلوات و رحمت کا تحفہ اسے بھیجے تو نہ یہ جائز ہوگا اور نہ وہ قبول
 ہی کرے گا۔ کیا کہتے ہو اس بارے میں کہ اگر تمہارا مشوق تمہیں لعنت کی سیاہ کالی تحفہ میں دے
 تو کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ مشوق کے اس یادگار تحفہ کو گالی تم سے لے لے اور اس کے مومن تمہیں
 تسبیح دیدے۔ اس کو یہ عاشق ہی جانتا ہے کہ مشوق کی یادگار کیا چیز ہوتی ہے، عاشقوں
 کے لئے رحمت و لعنت دونوں ہی برابر ہے۔ دھندا اگلا فی العشق اور یہ عشق کا اعلیٰ کمال
 ہے۔ اور یہ عشق کا ایک مسئلہ ہے عقل سے غور و خوض نہیں کیا چاہیے ایسی باتوں کو کہنے
 والے پر چھوڑ دینا چاہیے کیوں کہ یہ بات غلطیات (بسیا ک گالی اور حواہی) کے قبیل سے ہے
 اور غلطیات کے بارے میں مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فیصلہ ہے کہ نہ اسے قبول کریں اور نہ
 رد کریں۔

وَالسَّلَامُ

شرف منیری



مکتوب ۲۰۲

صدق طلب کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جاننا کہ خدا کی معرفت جب تک ہو جاتی ہے یعنی جب ان میں سے بات پیدا ہو جاتی ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھے نیت سے ہت کیا ہے پانی کے ایک ایسے قطرہ سے کہ اگر کپڑا پر وہ لگ جائے تو اس کپڑے میں نماز جائز نہیں ہو۔ اور اپنے احسان و کرم سے مجھے بزرگ بنایا ایمان کی خلعت اپنے فضل سے عطا فرمایا یہیں تک کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ ہمیں اس نے اپنی پہچان دی یہاں تک کہ ہم نے اسے پہچان لیا اور کلہاڑی تو حید میں مجھے ماز مٹایا یہاں تک کہ ہم نے اس کی یکتائی و ہاکی کو جان لیا اور مجھے اپنی محبت کی خلعت پہنائی یہاں تک کہ ہم نے اسے محبوب بنایا اور ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ ایک دوسری نعمت کا وعدہ فرمایا وہ نعمت تو اس کا دیا رہے تو ان سب کے باوجود اس جل شانہ کے غیر کے ساتھ مشغول ہونا کفرانِ نعمت ہو گا اور اب صرف اس کے سوا کسی اور چیز کا طلب کرنا اور مانگی ہوگی بلکہ دینے بھی اس کو دینا کہیں گے محبت کا دلدادہ ان کے باطن میں جوش مارتا ہے ایمان کی ہمت دہانہ کار فرما ہوتی ہے دوست کے طلب کا مددگار کا دامن پکڑ لیتا ہے جس چیز میں اس کے سوا ہیں ان سب سے وہ رُخ موڑ لیتے ہیں اور ان سب کو بت و زنا کے مانند جانتے ہیں ماہِ طلب میں داخل ہوتے ہی پہلا قدم اپنی جان پر رکھتے ہیں اور عالم میں یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔

اے طلب دوست! مراد خدیم اول قدم از وجود بیگانہ شدیم
(محبوب کی طلب میں وہ مرادگی پیدا کی کہ پہلا ہی قدم اپنی جان پر رکھ کر اچھاپ سے بچاؤ
ہو گیا ہوں۔)

پھر اس کے بعد گھروں کو نشانہ بنائیں۔ یہاں تک کہ یہ بتا دیتے ہیں اور لوگوں کو قہقہہ بنا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ بہشت و جہنم کی سوچ و فکر ایک طرف ڈال دیتے ہیں اور دنیا کو نرگوں کی طرح دیکھتے ہیں اور دنیا کو مردار و مذبذب شمار کرتے ہیں۔ اگر شیطان نے ان سے کہا کیا کھاؤ گے، تو جواب دیتے ہیں موت سا اور اگر یہ کہے کہ پیو گے کیا، تو کہتے ہیں کفن۔ اور اگر اس نے یہ کہا ہو گے کہاں؟ تو کہیں کہ قبر میں۔

یہ ان کے اپنے نفس کا فرکوزیر کرنے کی راہ ہے اس نفس کا فرچہ نامرادنی کی تلوار کا ایسا وار کرتے ہیں جیسے لوہے کی تلوار میدان جنگ میں کافروں پر چلاتے ہیں اور نفس کے ساتھ دشمنی ایسی ہوتی چاہیے جیسی دشمنی اپنے ماں باپ کے قاتلوں سے ہوتی ہے۔ برسوں سے ایک رول اور بھری کی اور بھری کی تمنا کر رہا ہے مگر اس کی یہ ملاوٹی پوری نہیں ہونے دیتے اور کبھی اس کی کوئی بڑی ٹھنڈی کرنے کے لئے ایک قدم بھی نہیں بڑھاتے اگرچہ ایک پیالہ ٹھنڈے پانی ہی کی بنا اس کی کیوں نہ ہو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بے دولت کی دیوار کو اپنے دل کے آگے سے ہٹا دیتے ہیں اور دوست کے مشاہدہ کی نعمت تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنے دیدارِ بہت سے ملک و مملکت کے اسرار کو دیکھتے ہیں اور ابدی آب حیات کا مزہ چکھتے ہیں اور اس بقا کی خلعت جس میں فنا نہیں اور ایسی عزت کی پوشاک کہ جس میں ذلت نہیں اور ایسی توخری کا جوار جس میں غربت و ناداری نہیں ہے وہ پہنتے ہیں۔ مرغانِ خدا ہی لوگ ہیں اور یہ ساری دولت ان لوگوں کو دل کی راہ سے ملتی ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جو کہنے والے نے کہی ہے کہ اللہ کی راہ عرش میں نہیں کرسی میں نہیں ہے آسمان وزمین میں بھی نہیں ہے خود وہ تیرے اندر ہے خود اپنے آپ میں تلاش کر اسی کو کہا ہے۔

خاک تو آئینہ رنجہاست بر سر این خاک بے گنہاست

(تیرا یہ وجود خاکی رنج و تکلیف کا مجبور ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس خاک میں بہت سا خزانہ ہے) اور فی النفس کم ان لا تبصرون (ہم تمہارے اندر ہیں لیکن تم دیکھتے

نہیں) کا اشارہ اسی طرف ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

مخراپ جہاں جمال زسانہاست سلطان جہاں درد دل بیچارہاست

(یہ آفتاب جہاں تاب ہلکے گالوں کا من ہے، سائب جہاں کا بادشاہ ہمارے دل کے اندر ہی تو ہے)

اور اس شعر کے معنی یہی ہیں۔ سبحان اللہ اگر کسی کا یہ معاملہ ہو جائے اور اس پر یہ معنی اکمل جائے اور یہی کام اس کے سامنے آجائے اور اسی کام میں وہ مشغول ہو جائے تو گمان غالب ہے کہ اس کی عمر کا ایک دن جو گذرا وہ اس سے بہتر ہے کہ دس سال یا بیس سال نماز روزہ رغبت دل کے ساتھ اس نے ادا کیا یا چند بار حج و زیارتِ خانہ کعبہ کرتا رہا۔

والسلام
فقیر شرن میری



مکتوب ۲۰۵

عشق و محبت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے کشتہ بعشق من گرفتار مر عشق مرا توی سزاوار
زاں عقل محبت اے شکستہ برتست درست او نگہدار
(اے میرے عشق میں مبتلا مقول، میرے عشق کے لائق تو ہی ہے۔ اے شکستہ دل محبت
اس عقل کی پرواز سے بلند ہے یہ محبت تیرے لئے زیبا ہے۔ دیکھ اس کی چھی طرح حفاظت کی
میرے بھائی مولانا تقی حق سبحانہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کو اپنے ساتھ
مشغول دستغرق رکھے۔

کاتب مکتوب شرن میری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

لکھنا یہ ہے آپ باادب کا خط اپنی مطالعہ میں آیا۔ کیفیت اچھی ہے۔ خاطر جمع رکھیں اور
ہمت بلند۔ آپ یہ جان لیں۔ وہ کہ جس نے بشر کو مسجد ملک کیا ہے اور مجسود ملک بنا یا ہے یہ بڑا
عظیم معاملہ ہے اور بہت بڑا راز ہے یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مقرب فرشتے اس گدے
خاک کے آگے تواضع کی پیشانی ہرگز نہ رکھتے تو یقیناً اس گدے خاک کے وجود میں عالم غیب
سے کوئی راز ہے کہ فرشتوں کے اسرار اور بشر کے وہم و گمان جس کے اور اک سے عاجز نہیں

وہ محبہ و محبہ کے محبت کا گہرا احساس ہی ہے اس نظر سے یہ کہا ہے۔

اخیر عالم داریم : و بادشاہانز جانیم

اصل گہر کجیت : فعل پاکت

(میں وہیں عالم کے سرواٹوں کا سر طرہوں : وہ توہیں جہاں کے بادشاہوں کا بادشاہ ہوں)

ہماری اصلیت ظاہر ہے اور ہمارے کام پاک ہی پاک ہیں)

یہی وہ ساز ہے جو کہا ہے

درستی عشق گر جویم کہ منم مقصود ہر جہاں ولے خوشیتم

والتہ کہ با بود تو قصہ دین بکن آتش عشق در وجودت نزنم

(میں عشق کی سنی میں مگر یہ کہہاں کہ میں ہی ہوں سب جہاں کا مقصود میری ذات ہے تم ہے عشق

کی برای کہتا با گل جانہ در ست ہے تم اسے دل سے چکان لو۔ یہاں تک کہ اپنے وجود میں عشق

کی آگ نہ ٹکادوں۔)

تو یہ محبہ کی خلعت سے وہ مجرب ہیں اور یہ جو نہ کی دولت سے محب میں یہاں یہ ثابت

ہوتا ہے کہ عیب بھی ہیں اور محبوب بھی۔ اگر اس مقام میں کوئی اپنی بادشاہی کا ذکر کرے تو وہ ایسا

کرنے کا اہل ہے اور اس کے لئے یہ زیبا ہے اور مقبول بھی ہوگا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

بادشاہیم و ملک عالم داریم ہر چند کتب و منصب آدم داریم

(ہم بادشاہ ہیں سارا عالم ہماری سلطنت میں ہے، اگرچہ کتب میں ہم آدمی ہیں۔)

اسے بھائی! یہ ثابت ہے کہ انسان کو قوت انسان کے واسطے سے ہرگز یہ نہیں رہا ہے

کہ وجوب کے خیمہ کے گرد چکر لگائے اور محبت کو ہرگز اس کا یا را نہیں کہ حضرت قدم کے عشق

کا دعویٰ کرے (مالیس فی حب مشورۃ) لیکن یہ بھی ہے کہ محبت میں رائے و شورہ نہیں ہے)

عشق با مشورۃ ندارد کار تو فضولی خود از درمیاں بردار

(عشق کو رائے و شورہ سے کوئی سروکار نہیں، تم اپنی جگہ اس درمیان سے اٹھا لو۔)

جیسا کہ کہتے ہیں کہ یہی اظہار عشق وجود میں اذانیست بعشق المنازعة (وجہ کے بارے میں

عشق کا اظہار غلطی اور ٹھیکہ ہے۔)

آتش شوق دل کے اندر نہاں ہے یہی امر ہے کہ طلب میں آگے کی طرف بڑھتے جانا ہے

یہ ہے جو کہا ہے

برخیزد لاجب عشق صادق در راہ طلب ہمیں قدم زن
بر بام فلک بر آہمت بر سدرہ شمتی علم زن
آنگاہ بعون حضرت او بگذر ز حدت بر قدم زن

دل و عشق صادق کے ساتھ اٹھنا۔ اس راہ طلب میں قدم بڑھانا آسمانوں کے بالا خانہ پر اپنی
ہمت سے چڑھ جا اور سدرہ شمتی پر عجب انقب کر دے، پھر اس بارگاہ پاک یعنی منہج
شانہ کی مدد سے حدوت سے گزر کر قدم تک پہنچ جا۔

تو اب یہ چاہیے کہ اپنی مغسی اور اپنے افلاس پر جو ظاہر ہے نگاہ نہ کرے اور یہ یا بھی طرہ جان لے
کہ سلطنت و بادشاہی استحقاق پر نہیں ہے بلکہ یہ اللہ بزرگ و برتر کے فضل پر ہے مگر
استحقاق پر ہوتا تو نہ سلطنت پاتے اور نہ اس سے آگے۔

ھر گداے مرد سلطان کے شود پشہ آخز سلیمان کے شود

دہر ایک بھکاری بادشاہ کب بن سکتا ہے، یہ پھر آخز سلیمان کا ہم مرتبہ کب ہو سکتا ہے۔

اگر کوئی بیٹھا بھکاری بادشاہ کے عشق کا ڈھوی کرے تو ظاہر حیاست سلطانی اس کی
سزا کا حکم دے گی لیکن اگر خود بادشاہ اپنے کرم و اختیار سے اس بھکاری کا ہاتھ بھر کر اپنی طرف
کھینچ لے اور مقبولیت کا شرف عطا فرمائے اور کہے انا لک دانت لی شت نام ابیت (تو
چاہے یا نہ چاہے میں تیرا ہوں تو میرا ہے) فقیر تھا بادشاہ ہو گیا۔ رہا مگر

در عشق بگو من و توئی نیست وانگو بمیان ما و توئی نیست

این نکتہ عشق بے جہان نیست چون نقطہ کون ہر سوئی نیست

(کہہ دو: عشق میں من و تو نہیں ہے اور ہمارے درمیان دوئی بھی نہیں ہے، یہ ایک سزا

ہے کہ عشق کا کوئی مکان نہیں یہ ہستی کا وہ نقطہ ہے جس میں طول و عرض و جہت مستم نہیں۔)

مغل یہاں متوجہ ہے اس کے نصیب میں ہیرت ہی ہوتی ہے کیوں کہ عشق کے عالم کے کام ہی کچھ سہرا کے
ہوتے ہیں۔ عالم عشق میں ننگ نام کا طریقہ مسودہ ہے۔ یہاں نمود یا زہ ہے اور ما یا ز نمود ہے انشاء اللہ تعالیٰ
دلیس پیدا ہوں گے اولہ پنا کا خود کریں گے اس میں کوئی تعجب نہیں۔ اس گروہ صوفیہ کے کلمات و نغمہ میں
میں ندالی لشکر ہیں ان کے یہ کلمات امر و کون مرد اور مرد کو شیر مرد بنا دیتے ہیں

مکتوب ۲۰۶

محبت اور درد کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہرگز اذہمت دریں رہ آمدہ است گر گدائی کی گذشتہ آمدہ است
 (ہمت کے ساتھ اس ماہ میں جو داخل ہوا وہ بادشاہ ہے اگرچہ گدائی کر رہا ہے۔)
 برادرانہ مولانا تقی الدین اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص محبت کرامت فرمائے۔ کتاب مکتوب
 شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں لکھنا یہ ہے کہ آپ برادر کا خط مولانا مظفر نے پیش
 کیا میں نے پڑھا کیفیت اچھی ہے آپ برادر کی عاقبت بھی بخیر ہو۔
 آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص اس راہ میں آتا ہے اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں
 ہے کہ یہاں اس درد و اندوہ کے ساتھ رہے اور اس درد و اندوہ کو قبر میں لے جانا چاہیے اسی درد
 اندوہ کے ساتھ قبر میں رہنا چاہیے اور اسی درد و اندوہ کے ساتھ قبر سے نکلنا بھی ہے۔ چنانچہ خواجہ
 عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

زندہ زین دردم بدنیہ ہر نفس ہدم در گور میں دردست و بس

در قیامت موسم میں درد باد پیشہ من مجلس میں درد باد

گر نہ ماند درد تو عطار را او سخا ہد کافر و دیندار را

(اس دنیا میں ہر دم اس درد کے ساتھ زندہ ہوں۔ قبر میں بے کسی درد میرا ہدم بنے۔ قیامت

میں یہ درد میرا موسم میں درد کی بجائے ہمنشین میرا ہنر ہو جائے۔ اگر آپ کا

یہ درد عطار کو نہ ہو تو اسے کوئی غرض نہیں کہ وہ کافر ہے یا دیندار۔)

آپ برادر کی عاقبت و فاقہت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ
 شرف منیری



مکتوب ۲۰۷

کام کو خداوند تعالیٰ کے پر کرنے اور اپنے علم کو کمنارے رکھ دینے میں

بسم سلطان محمد بزرگ (یعنی سلطان محمد شاہ مغل سلطان ہند کے نام)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہاں عزت مندوں اور مسکینوں کو شہادہ اللہ جل شانہ آپ کے تمام دینی دنیاوی امور کو
سنوار دے اور اس حال میں اپنے مشک گنوار بندوں میں داخل فرمائے۔ کاتب کتب شرف میرزا کا
سلام دعا مطالعہ فرمائیں اور جانیں اللہ رب العزت کا فرمان ہے وحسبنا نکرہوا شیئا وهو
خیر نکرہ وحسبنا ان نحبوا شیئا وهو شر نکرہ بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جسے تم پسند
کرتے ہو اس میں تمہارے لئے نیکیاں اور بہتری ہوتی ہیں اور بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی
ہیں کہ جنہیں تم پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بدترین چیز ہوتی ہیں۔ اس کی مثال ٹھکانے والی
کے قصبے میں ہے۔ کان کو لوگ کبوتر مسجد کہا کرتے تھے ایک روز دربار رسالت پناہ علی اللہ علیہ السلام
میں آئے اور اپنی پریشان حالی اور ناداری کا رونا روئے لگے حضور رسالت پناہ علی اللہ علیہ السلام
نے فرمایا خداوند جل جلالہ سے غایت مانگو لیکن وہ نہیں ماننے کا حاجت و ناری بہت زیادہ کی حضور
رحمہم مقبول علی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی دعا مقبول ہوئی ٹھکانے کے کاروبار میں بے حساب ترقی ہوئی
ساری تناسلیں پوری ہوئے لگیں دنیا نے اپنا سناخ ان کی طرف کر دیا اونٹ، بھیڑ بکریاں اور اس
جیسی دوسری چیزیں ان کے دائیں بائیں پہنچنا شروع ہو گئیں ان کی محبت میں ان کا دل مشغول
ہو گیا وہ جو کبوتر مسجد تھے اب یہ مال ہوا کہ جانعت بھی چھوٹنے لگی آخر معاطر یہاں تک پہنچا
کہ دنیا کی اس فراغت کی نعمت سے وہ اسلام ہی سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے۔ اللہ اپنی پناہ میں
رکھے اور قلمروں جو زمانہ بنی اسرائیل کا ایک ناپید تھا جب تک سفرت کی حالت میں تھا وہ لاتی

میں تھا جب اس کی مُرادیں پوری ہوئیں تو اسلام سے پھر گیا اور مرتد ہو گیا۔ نعوذ باللہ منہا۔
 اسی طرح زعمون جب تک تکلف میں تھا اور نامراد تھا اس وقت تک قصہ بلا کہی بھی
 خدائی کا دعویٰ اس نے نہیں کیا اور جب وہ سیر ہو گیا تو دعویٰ خدائی کرنے لگا اور کہا اُمّنا
 انا ربکم الاعلیٰ میں تمہارا بڑا رب ہوں۔ اسی طرح نرود و مشداد اور عاد بھی جب تک تکلف
 تھے تو کسی نے بھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا اور جب وہ پامرا ہو گئے تو دعویٰ خدائی کرنے لگے کہ
 طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کے لئے یہی بہتر اور اچھا ہے کہ اللہ
 رب العزت سے اپنے لئے خیر و عافیت اور صلاح و فلاح کا اختیار ہے تاکہ وہ سلامت رہے
 اور اس خط کے لکھنے والے نے آن برادر کے اتہاس کے حکم کے تحت عمل کیا جیسا کہ اوپر
 لکھا گیا اللہ تعالیٰ آپ کے تمام دینی و دنیاوی امور کو سنوار دے اور اصلاح فرمائے انشاء اللہ
 تعالیٰ قبولیت کے آثار بہت جلد ظاہر ہوں گے اور ان نوازشات و انعامات میں آپ برادر کو
 شکر گزار بنائیں گے جو شکر نعمتوں کی زیادتی اور افزونی کا موجب ہو اور نقصان کا سبب پیدا
 ہو سکے اور اپنے نفضل و کرم سے عاقبت بھی بخیر فرمائے۔

دوسرے یہ کہ آن برادر نے درخواست کی تھی کہ خط سے علیحدہ ہونیوں کے علم سے کچھ لکھا جائے
 آن برادر کو معلوم ہوا اس گروہ صوفیہ کے علوم نہایت عزیز و غایت عظیم ہیں جتنا کہ حروف و کلمات
 میں گنجائش ہے اور جس قدر تحریر و تقریر میں آسکتا ہے اس سے زیادہ نہیں لکھتے ہیں اور اتنا
 کلمہ میں نے خود بھی لکھا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے میری تحریروں میں سے دو جلدیں یاں برادر
 کے پاس پہنچ گئیں ہیں لیکن ان میں سے وہ جو حروف و کلمات یعنی تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے
 اس جہان میں کس نے لکھا ہے؟ کہ میں لکھوں گا۔ اس کا جواب یہی ہے من لحدیذی لم یدر
 (جس نے چکھا ہی نہیں وہ اسے کیا جانے) جس کسی کو وہ حال نہ ہو اور اس کے وہ کام نہ ہوں وہ اسے
 نہیں جانتا۔

والسلام
 حقیر شریف مزنی



مکتوب ۲۰۸

خوفِ خاتمہ کے جواب میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از صومو براندہ بیگانہ خواندہ شش از تیکدہ بیارو گوید کہ آشناسات
 (ایک کو عبادت خانہ سے کال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ غیر ہے۔ دوسرے کو تیکدہ سے لے آتے ہیں
 اور کہتے ہیں یہ اپنا ہے۔)

برادر اعز مولانا قطب! کاتب مکتوب شرف نیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔
 آپ نے لکھا تھا خاتمہ کا خوف مجھ پر ایسا غالب ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں ذرہ برابر جنبش
 نہیں کرتے اور باطن میں دیکھتا ہوں کہ دیوانگی چھا گئی ہے۔
 اسے بھال! خاتمہ کے خوف سے مردانِ راہ کے فکر عجز سے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے
 دل جل جھن کر کباب بن جاتے ہیں رات دن حیرت میں رہتے ہیں کہ مشیت کے پردوں کے اندر
 سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔ ردیا قبول ہمسجہ میں لے جائیں گے یا بت خانہ میں ڈال دیں گے یہی
 کو کسی نے کہا ہے۔

زود عیدیں ہمہ پیرانِ رہ راہ

ہم مردانِ دین را از مشیت

دین کے دروازہ لیشہ ت اس راہ کے کہن سلار ہر روں کی داڑھیاں دل کے خون سے نئی

ہول ہیں۔ اس مشیت سے مردانِ خدا کے دل اور عیاں جل جھن کر کباب ہو رہے ہیں۔

وہ تعالے جو پتا ہوتا ہے کسی کا اسے ڈر نہیں، وہ مالک مطلق ہے اس کا تعارف بھی
 مطلق ہے۔ اگر وہ قبول کرے تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر قبول نہ کرے تو یہ اس کا عدل ہوگا۔ کس
 کا بگر بے کہ وہ کہے ایسا کیوں اور ویسا کیوں نہیں دہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ ربانی سے

مشتوق ہوا دشمنان سے فریاد کیا
 بر کردہ اور چنانچہ ہر وہ کماست
 گرنے پر زوتے پہنچا کماست
 در ہر گرد و زنجبت شوریدہ کماست
 مشتوق جب معنہ امتنان بادشاہ ہے تو کس کا بگڑا ہے کہ اس کے گئے ہوئے پر چون در چرا کرے۔
 اگر قبول نہ کرے تو اس کی پسندیدہ شملت ہے اور اگر نکال دے تو میرزا پریشاں قسمت کی جوت ہے
 معلوم ہوا کہ ہشتون کا شاد مسات سو ہزار برس تک عبادت کرتا رہا اس کی بے نیازی کی
 ہوا کا ایک مہر بھائی آیا کساری عبادت اس کی خاک میں ملاوی مشیت کار از غیاں ہوا لغت
 کا داغ اس کی پیشانی پہنچا ہر مہر گیا جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ ۵

۵۰ ہزار سال طاعت کرنی طوق لعنت کی کندہ در گردنی
 سو ہزار سال تک عبادت میں لگانے کے بعد اس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیتے ہیں،
 اور وہ مرد و بچراں زندہ مرد و خاک و حمول ڈالتا ہے اور کہتا ہے۔ ربامی ۵
 اول ہزار ناز بنواختیم و آخر ہزار درد بگداختیم
 چوں مہر بوالعجب مرا ساختیم چوں جملہ ترا شہیم بر انداختیم
 (پہلے مجھے ہزاروں ملاؤ پیار سے نواز گیا آخر میں درد کی بستی میں پھنسنے کے لئے ڈال دیا
 اور عجیب غریب ناز سے مجھے ملا دیا بنا ڈالا۔ جب میں پورے طور پر ترا ہو گیا تو کچھے کمال بھلا
 جب اس ملعون کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا تو جبریل و میکائیل مروئے گئے۔ استفسار ہوا تھا
 یہ روٹا کس لئے ہے؟ وہ خوب جانتا ہے ان لوگوں نے کہا من امن من مشرک (کون تیرے
 کوشموں سے ما من ہے) حکم ہوا ہاں اسی طرح رہو میرے کوشموں سے بے خون مست ہو سجان اللہ
 پاک ہے تیرے ذات کیا بتا مشکل مرحلہ ہے اس رب العزت کے تعزین اور معصومین کے حق میں
 جب ان لوگوں کے حوالے میں ایسا ہے تو ہمارے حال میں کیا ہو گا اس کا کیا پتہ جس کی کہانی ہے
 اس کی جان پر زنت ہو جو ۵

ہر کراہی میں ایسی شکل بود چوں تو اند کرواگر سدول بود
 ہیبت این راہ کا بے شکل است صد جہاں میں سہم پر خون طل است
 (میں کو تو نہیں دیکھا ہے تو اس کے پاس سول بھی ہو تو وہ بیا کر سکتا ہے۔ اس راہ کا بد
 سخت شکل کا ہے سب کو جس عالم کے دل اس خون کے خون سے بھر گئے ہیں۔)

اسے بھائی! تم! ارا یہ خوف جو تمہیں پیدا ہوا ہے یہ تمہارے لئے بشارت و خوشخبری ہے اس لئے کہ آج جو شخص خاتمہ سے ڈرتا ہے امید ہے کہ اس کا خاتمہ بخیر ہوا اور رحمت کے وقت اپنے رب سے ہجوری اور دوری و کٹ جانے سے مامون و محفوظ ہو جائے اس کی دلیل وہ ہے جو وہب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں شترناہ ایسے تھے کہ اس زمانہ میں نہیں ان کے مثل کوئی اور نہ تھا پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے اس وقت کے پیغمبر علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ یہ شترناہ دنیا سے بغیر ایمان کے جائیں گے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اللہ اپنی بناہ میں رکھے وہ پیغمبر حیرت و استعجاب میں پڑ گئے انہوں نے مناجات کی خدا و نما ان کے کس عمل کی وجہ سے ایسا فرمان صادر ہوا؟ جناب ملا۔ یہ سب خوفِ خاتمہ سے بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ اسی کو کسی نے کہا؟

سست چوسپی کہیں کر دماند کلا شتاسا بچنیں کردہ اند

(سست وہ ہوش کی طرح کیا سو رہے ہو گھات لگانے ہوئے میں جائزہ پیمانے کے ساتھ ایسا ہی معاطہ کیا کرتے ہیں۔)

کہتے ہیں ذرا برسلیمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ نے جب ایک مجوسی کو دیکھا تو ان پر بیہوشی طاری ہو گئی جب ہوش میں آئے تو کہا میں ڈرتا ہوں کہ اللہ کی منشاء و مشیت کے پردہ سے کہیں سخاوت و بذختی میرے لئے ظاہر نہ ہو اور میرے احوال و اعمال برابر نہ ہو جائیں اور کہیں اسی طرح نحوست نہ آجائے کیوں کہ معاطہ جب پردہ کے اندر ہے تو ہمیشہ اسی کا ڈر لگا رہنا چاہیے جیسا کہ کہلے۔

زندہ سابقتہ زانم چیت خواندہ فاقمت زانم چیت

(کچھ پتہ نہیں نازل میں کیا حکم ہو چکا ہے۔ خاتمہ کس چیز پر ہو گا کچھ پتہ نہیں۔)

نقل ہے کہ سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہ جب وضو فرماتے اور یہ چاہتے کہ مسجہ میں داخل ہوں تو حضرت کے اعضاء میں لرزہ پڑ جاتا۔ لوگ جب یہ پوچھتے کہ کس شیخ یہ کیا حالت ہے؟ تو فرماتے میں ڈرتا ہوں کہیں مشیت کے پردہ سے بذختی نہ آئے پئے اور مجھے بت خانہ میں ڈال دیا جائے۔ اسی کو کہتے ہیں۔

کس چہ دانہ ما پر حکمت میرود برو جوے راہ قسمت می رود

(کنن کیا جانے اس کے کاموں میں اس کی کیا معلومت ہوتی ہے اور کسے اس کا خبر ہے کس کی قسمت کیا ہے)

ایک بزرگ اپنی کتابت میں کہتے خداوند موت کے قبل مجھے دیکھا: بناد مجھے لوگوں نے
پوچھا اے شیخ کیسی حالت ہے؟ انہوں نے کہا جب دیکھا: میں گناہگار موت کے وقت
میں تیرا بن سے کوئی ایسا کرنا لگتا تو میرا ایمان محفوظ رہے کیوں کہ دیکھا: مسخورد ہوا ہے۔
اسی ہے جسے کسی نے کہا ہے۔

درودتیر چرخ ہدم عکشی تاہاں بدیم برات خوش عکشی
دریائے سسٹم زین بر عکشی مرگے کہ واسطہ ایلووانیت خوشی
اختر کے دن برے دھم کے چراغ کو گل نہ ہونے دیجئے۔ تاکہ میں خوش مزاجوں کی طرح راحت و
خوشی میں جان وطن۔ اسلام کے جگہ یہ تین سے خاتمہ ہے کیوں کہ حقیقی خوشی وہی ہے کہ

اسلام پر قائم ہو۔

اے مجال انزل میں کیا حکم ہو چکا جیسا کہ جانتا ہے اور خاتمہ کو رکھ بھوڑا ہے جیسا کہ اس کی
منشا و خیت ہے کسی شخص کو اس کی اطلاع نہیں اس کے تمام کام بے عتد و سبب ہوتے ہیں۔
جو چاہتا ہے کرتا ہے ایسے حال میں سائے حیرت و فراد کے اور کیا ہے ایک شخص اپنے استاد کے
سامنے آیا اور اس نے فریاد کی یا داویلاہ یا معینتاہ استاد نے پوچھا فریاد کس سے؟
بیچارہ نے کہا خدا سے۔ اسی کو کہا ہے۔

قد تحیرت فیک خذ بیدک یا دلیلا لمن تحیرت فیک

میں تجھ سے حیرتوں میں میری دستگیری کر اے اسکو سہارا دینے والے جو تجھ میں حیرت ہے
اے مجال! جیسا کہ وہ کسی کے ساتھ نہیں اس کے کام بھی کسی سے متعلق نہیں جسے چاہے
مقرب بنائے اور جسے چاہے دور کر دے اس کے اندر کوئی عتد و سبب نہیں۔
اور شعبی رحمت اللہ علیہ کی کفایہ میں ہے کہ حدیث میں آیا ہے لو فعل اللہ مع عبادہ
بالعدل ما یخا محمد مع جلالته وطہارتہ (اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ صرف
عدل کا معاملہ کرے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی اپنی جلالت شان اور طہارت نفس کے باوجود بچنے لگے)
یہی وہ راز ہے جسے کہا ہے۔

گرفضل کنی یقین برستم ہے۔ وز عدل کنی واسے بر سوالی ما
داگر تو اپنا فضل فرمائے تو پورے طور پر سب سے نجات پانجاؤں اور اگر عدل کرے تو بائے

انس اس وقت کسی رسوائی برائی ہے،

الحاصل یہ اسے بھائی! اس سٹڈ میں تین طرح کے لوگ ہیں۔ ایک کی نگاہ قسمت میں
نگی ہوئی ہے پتہ نہیں کیا قسمت میں ہے؟ رد یا قبول۔ اور ایک کی نظر فاقہ پر پڑتی ہے کونانہ
خوش نکتہ ہوگا یا بد نکتی پر۔ اور تیسرے کی نظر وقت پر اٹکی ہوئی ہے کہ کس وقت اور کس ساعت
میں بردہ مشیت سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔ رد یا قبول۔ بخانا یا مسجد۔ دستار یا زمار۔
اسی کو کہا ہے۔

آں کس کہ بود ضیفہ در کار تو لے دو ناچار کشد بر دل و جان بار تو لے دو

یک شہزاد عشاق دل سوختگانند عاجز شدہ در قاعدہ کار تو لے دو

الے دوست تیرے کاموں کا جو دیوانہ و فریفتہ ہوا۔ وہ بیچار اپنے دل و جان پر تیرا بار اٹھانے

لئے مجبور ہے۔ ان دل جلے عاشقوں سے ایک شہر آباد ہے اور وہ تمام سوختہ دلاں تیرے

کاموں کے دستور سے عاجز و مجبور ہیں۔

والسلام

حقیر شرف مینری



مناجات

قالتا بیچارہ راہم ترا
 بے تھے بے دہولتے بے جا
 دین زد گم رفت دنیا گم شن
 من نہ کافر تے مسلمان ماندا
 بے مسلمان نہ کافر چون گم
 یارب اشک و آہ بسیاریم ہست
 ہم تن زندا نسیم آلودہ شد
 ماندا ام در چاہ زنداں پابست
 پاک کن این گرد و راد از جان من
 گرچہ بس آلودہ در راد آمدم
 ہمچو مورنگ در گام ترا
 بے ڈائے بے قرائے بے دلے
 صورت ناماندا معنی گم شد
 در میان ہر دو حیدر ایں ماندا
 ماندا سرگردان و معطر چون گم
 گردنہ دلہم بیچ این یاریم ہست
 ہم دل محنت کشم فرسودہ شد
 در چنین چاہم کہ گیرد جز تو دوست
 پس بشو از اشک من طہا من
 عفو کن گر حبس و زچاہ آدم

(اے میرے پروردگار میں تیری راہ میں بے یاد و مددگار ہوں، تیرے آسمانے پر لیک لکھی ہوئی
 کی طرح پڑا ہوا ہوں۔ میں ایک سکیں غریب اور مغلس ہوں۔ بے سادہ مسلمان بے حل اور بچپن ہوں
 دین بھی میرے ہاتھ سے گیا اور دنیا بھی کھو گئی۔ صورت بھی باقی نہیں رہی اور جان بھی کھو بیٹھا میں
 نہ کافر ہوا اور نہ مسلمان ہی رہ گیا۔ اب ان دونوں کے بیچ میں میری پریشان پڑا ہوا ہوں۔ جب میں
 کافر بھی نہیں اور نہ مسلمان بس پریشان اور بچپن ہوں تو میں کیوں تو کیا کروں۔ یا اللہ! میری
 آپہں بہت ہیں اور آنکھوں میں آنسوؤں کی فزولانی ہے۔ اگرچہ اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن یہی دونوں
 میرے مددگار ہو سکتے ہیں۔ یہ قید میں گرفتار میرا جسم کٹا فتوں سے آلودہ ہے اور یہ محنت اٹھانے والا
 میرا دل خیف و زار ہو چکا ہے میں کنویں کی قید میں مقید پڑا ہوا ہوں۔ ایسے تاریک کنویں کے سوائے
 تیرے اور کون میرا ہاتھ پکڑ کر نکال سکتا ہے۔ راستے کی گرد و غبار سے میری جان کو پاک و صاف کر دے
 اور میرے ہی آنسوؤں سے میرا نامہ اعمال دھو دے۔ اگرچہ تیرے راستے میں گناہوں نے بہت ہی آلودہ
 ہو کر آیا ہوں تو مجھے معاف فرمادے کیونکہ میں دنیا کی قید اور عرض ہوس کے کنویں سے نکل کر تیرے ہوس

مناجشا

— ۱ —

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد کبیری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُ اَنْتَ رَبِّیْ وَتَوَّیْتُ وَاَنَا عِبْدُكَ اَللّٰهُ اَنْتَ مَلِکِیْ وَتَنَاوَلْتَنِیْ

اللہی عاجز ترین عاجز انم الہی جاہل ترین جاہلانم۔ اللہی نبی دانم ناچار گونہ رضا کے تو جریم
 اللہی نبی دانم ناچار گویم۔ اللہی عجز و دساندگی من توی بینی۔ اللہی حاجت من توی دانی۔ اللہی من پہلے
 دعا جزیح میلہ و قوت و وسیلہ باد و اپنے جنت است انان بیزارم۔ اللہی من لعلیت و دساندہ را
 و من نیت درہائے زندہ را دین بدہوش سیاہ کار گناہکار را دین بدکار را دین القیاد فریاد
 شیطان را دین استاد کتب عالمیان را دین بدہوش مرگشتہ را دین عاجز و بدگشتہ را دین گناہکار
 بدافعال را دین خاکسار بد اعمال را دین ثابت نام را دین عہد شکن خودکام را دین گداز گداز
 جو فروش را دین دندان دار خرقہ پوش را دین سیاہ رو نامہ سیاہ را دین منافی تبکار را بد فضل عیوب
 لطف قدیم خود از بند نفس المادہ خلاصی دہ و توبہ نصوحا عطا کن کہ طاقت صحبت عدل تو تمام۔
 اللہی مرا توفیق دہ کہ ترا بہ پرستم کہ بے توفیق تو ترا نتوان پرست۔ اللہی مرا تعریف دہ کہ ترا بشناسم کہ
 بے تعریف تو ترا نتوان شناسنت۔ اللہی صلیح کردم عمر خویش بر ان چیز کہ رفقاے تونہود۔ دن خدا ہنتم تو میں تو
 کردم و بیزار گشتم۔ اے دلگیر بر شکستہ و اے دلیل سرد مائدہ و اے فریادیں دشوار ہائے و اے چادر ساز پیچھا
 و اے قبول کنندہ توبہ عالمیان و اے پذیرندہ گریہ مگان۔ و اے حلیمے کہ حلیم تو را استماع کرد۔ و اے شہد
 رحم تو مرا بیباک گردانید۔ این گستاخی و بیباکی از ما عفو کن طلعت معرفت ہمہ اعھناسے مارا پہوشان۔
 الہی کی سلفیل و بیخ و تمیذ و تمجید جلد روحانیان و کربیان۔ اللہی بکرمت عابدان و زاہدان،
 الہی بکرمت خواستگان و درگاہ تو، الہی بکرمت و احسان حضرت تو، الہی بکرمت غریبان و شہادت

کئے بغیر تجھے نہیں پہچانا جاسکتا۔ اے اللہ! میں نے اپنی تمام عمر اس چیز کے حصول میں ضائع کر دی۔ میں صدمہ دہری معنادہ تھی۔ اور اسے میں نہیں جانتا تھا میں نے اس سے توبہ کی اور تیز ہو۔ اے دستگیر ہر حکمت، اے دلیل ہر حکمت، اے مشکلات میں فریاد سننے والے، اے بیڑوں کے چادر سارے گنہگار کی توبہ قبول کرنے والے، اے منکروں کو قبول کرنے والے، اے علیم کہ تیرے علم تجھے گستاخ بتلایا۔ اے رحیم کہ تیرے رحم نے مجھے بے باک کر دیا۔ ہماری اس گستاخی اور بے باکی کو مست کرنے۔ اور معرفت کی خلعت ہمارے تمام اعضا کو پہناتے۔ اے اللہ! تمام رُوحانیوں اور فرشتوں کی تجید و تمجید اور تسبیح و تہلیل کے صدقے میں، اے اللہ! تمام نابالوں اور ناپیدوں کی حُرمت کے صدقے میں، اے اللہ! اپنی درگاہ کے خواص کے طفیل میں،

اے اللہ! اپنے لواحقین و پیارے کے واسطے سے، اے اللہ! جو ان شہیدوں کی شہادت کے واسطے سے، اے اللہ! گنہگار بندوں کے آسودگی حُرمت کے طفیل، اے اللہ! گنہگاروں کے طفیل جنہوں نے میری بدگاہ میں توبہ کی، اے اللہ! اپنی عزت و جلال کی حُرمت کے واسطے سے، اے اللہ! اپنی عظمت و جلال کے صدقے میں میری اور تمام مسلمانوں کی حاجتوں کو پورا کر، ہمارے ایمان کو دنیا اور آخرت میں لگا پر زیادہ کرے۔ اے اللہ! جب تو اس حجرہ تنگ و تنگ میں بے شمع ہمیں مبتلا کرے تو اس وقت ہمارے ایمان کو چراغِ کد بنائے۔

نہیں ہے کوئی الہ مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی محبوب مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی مطلوب مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی مقصود مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی موجود مگر اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کمال سے رحمتیں نازل فرمائیں پر جو بہترین مخلوق ہیں۔ یعنی ہمارے سردار حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل پر اور ان کے تمام اصحاب پر۔



قطعاتِ کمالِ تَرْجُمہِ مکتوباتِ دوسری

برونق

عظمتِ انسان و حقیقتِ الزمان

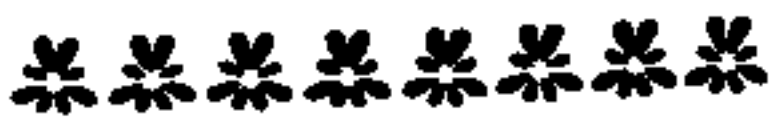
از مترجم

شرفِ الحقِ میری الحقِ نشانِ حق ہیں
مکتوبِ پاکِ حضرت ہے مرآتِ حقیقت
انسان کی حقیقت تجھ سے کروں بیان کیا
یعنی ظہورِ کنتِ کنتِ زاکار از پہنہاں
شمسِ دگر کی گردشِ ہر روز شبِ کاغذوں
ہے لازمانِ خود وہ ہر لامکانِ خود وہ
اول بھی تو وہی ہے آخر بھی تو وہی ہے
مستقبلِ اعمالِ نامنی یہ سب عبارتیں ہیں
حضرت سے کن ہر جہری حضرت شرفِ ہر جہی
سنہ ۱۹۱۰ء

مکتوبِ پاکِ حضرت کس درِ جہاں نشان ہے
اس آئینہ میں اللہ کیا حسن بے نشان ہے
رازِ نفختِ فیضِ موجودہ سبیاں ہے
مکتوبِ دوسری کو دیکھو تو کیا عیاں ہے
سارا نظامِ عالم خود اس کا اک نشان ہے
پھر یہ زمانہ کیا ہے ہر کہ رازِ جہاں ہے
یہ دریاں میں کیا ہے ہر کہ طرزِ جہاں ہے
خود ہی زمانہ ہے دعاور خود ہی لازمان ہے
کمالِ ترجمہ کی تاریخ یہ عیاں ہے

یہ بے لوائِ نسیم اور اس ترجمہ کی ہمت

صد شکرِ خاکِ پاے نحمدہ و مدو جہاں ہے



marfat.com

Marfat.com

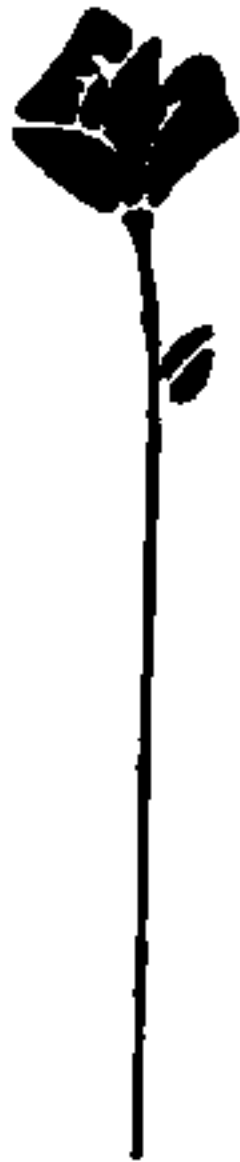
عظمت شرف

۱۴۱۰ھ ۶ ۶۱۹۹۰

تاریخ اتمام کتابت

از مترجم

براز ہے فکر سے جو وہ ذات شرف کی مکتوبہ مدین کی عظمت کا نشان ہے
 ہے عظمت شرف سے ختم کتابت کی بھری بھی عیسوی بھی مندرجہ ذیل ہے



marfat.com

Marfat.com

دیگر کتب



پلٹے کا پتہ
دربار بک شاپ

دربار مارکیٹ - سٹیج انٹرنیشنل روڈ - لاہور